TIGHT BINDING BOOK

TEXT FLY WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_224362
UNIVERSAL
LIBRARY

سٹرڈ نمبر | بسم اللہ الرحمن الرحیم | اے ۴۷۸

الناظر

ایڈیٹر ۔ ظفر الملک علوی

جلد ۲۴ | ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء | سنہ ۱۳۶

فہرست مضامین

عرفت ربی بفسخ العزائم		۱
راجہ صاحب سے معذرت		۵
مادگذشتہ		۷
زمانہ سیب کے اصول و عمل	پروفیسر محمد رضا الدین خان رفیق	۱۷
دل	منشی صفدر علی سفدر مرزاپوری	۲۵
اردو کی نثر	سید مقبول احمد الہ آبادی بی اے	۲۶
فلسفہ حرکت	سید نیم احسن موہانی	۳۴
شکر سکاریہ	مولوی توحیدی فاضل الہیات	۴۰
افادات شاد	مولوی سید علی محمد شاد عظیم آبادی	۴۵
انگریزی ڈرامہ	سید محمد حسین تیرگانوی بی اے (علیگ)	۴۶
گیا یاد آیا	خان بہادر مرزا سلطان احمد	۵۲
حیات جاوید (نظم)	حکیم افتخار علی بیگ لبوانی	۵۷
نظرے خوش گذرے		۵۹

الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

ناشر و مطبع ۔ اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُردو کی بہترین کتابیں

نفیس مضبوط و سہرے خرید لیجئے

نفیس مضبوط و سہرے خرید لیجئے

مرزا غالب مرحوم

اردوئے معلے	عہ
عود ہندی	۱۲/
دیوان غالب بک ڈپو	
نکات غالب	عہ/

سرسید احمد خان مرحوم

تفسیر القرآن جلد	عہ/
خطبات احمدیہ	عہ
آثار الصنادید	للعہ/
مضامین تہذیب الاخلاق	للعہ/
مکمل مجموعہ لکچر	للعہ/
اسباب بغاوت ہند	۶/

نواب محسن الملک مرحوم

مضامین تہذیب الاخلاق	للعہ/
مجموعہ لکچر	للعہ/
تاریخ ۳ جلد	معہ/

مولوی سید محمد عباسی

تاریخ الاسلام	للعہ/
الاسلام	عہ
زاہدہ	عہ
دختر سخن	۔/

مولانا آزاد مرحوم

آب حیات	۔/
دربار اکبری	عہ/
سخندان فارس	۔/
نگارستان فارس	۔/
نیرنگ خیال	۱۲/
دیوان ذوق	عہ

مولوی سید احمد دہلوی مرحوم

راحت جانی	عہ
رسوم دہلی	عہ
تسخیر شوہر	۱۲/
مہر افروز بیگم	۱۰/
اتقاء ہادی النسا	عہ/
لغات النسا	للعہ/
عالم اللسان	۸/

مرزا حیرت دہلوی

شیر اسول ۶ جلد	۔/
کتاب شہادت ۵ جلد	۔/
قصائد جنابی اصفہانی	عہ
روز السیر مکمل	۔/
الف لیلہ زاد	۔/
الف لیلہ شہرزاد	۔/

مولانا حالی مرحوم

حیات جاوید مجلد	عہ/
یادگار غالب	۔/
حیات سعدی	عہ/
دیوان حالی	عہ
مقدمہ شعر و شاعری	عہ
مسدس حالی	عہ ۸/
جواہرات حالی	عہ
بیوہ کی مناجات	۱۲/

مولانا شہری مرحوم

حیات انیس	عہ/
ایشیائی شاعری	عہ/
نور جہان بیگم	۸/
ٹیپو سلطان	عہ/
حیدر علی سلطان	عہ
اردو کی ڈالی	۳/
اردو کا گلدستہ	۴/

مولانا اسلم جیراجپوری

حیات حافظ	عہ
حیات جامی	۸/
علوم عرب	عہ
خواتین	عہ

مولانا ندیر احمد مرحوم

ترجمہ اقرآن المتقابل	۔/
حمائل شریف مترجم	۔/
مطالب القرآن	عہ/
الفرائض	عہ
اجتہاد	عہ/
مبادی الحکمۃ	عہ/
رویائے صادقہ	عہ
موعظۂ حسنہ	عہ
ابن الوقت	عہ
ایامیٰ	عہ
فسانۂ مبتلا	عہ
مراۃ العروس	۱۰/
بنات النعش	۹/
توبۃ النصوح	۹/
منتخب الحکایات	۶/
چند پند	۶/
مجموعہ نظم بنظیر	عہ
مکمل مجموعہ بکچر ۲ جلد	عہ

مولوی حلیب الرحمن خان شروانی

سیرۃ الصدیق رض	عہ
علمای سلف	عہ/
اسلامی اخلاق	۔/

مولانا شبلی مرحوم

سیرۃ النبی جلد اول مجلد	عہ/
جلد دوم مجلد	عہ
آغاز اسلام	۸/
الفاروق	عہ/
سیرۃ النعمان	عہ
الغزالی	عہ
المامون	عہ
سوانح مولانا روم	عہ/
سفرنامہ مصر و شام و روم	عہ
مضامین عالمگیر	عہ
رسائل شبلی	عہ
مقالات شبلی	عہ

مولوی سجاد مرزا بیگ دہلوی

الانسان	عہ/
الاستدلال	۔/
حکمت عملی	۔/
تسہیل البلاغت	۔/
تمنائے دید	۱۰/

مولوی اللہ دیا طن

تزک تیموری	عہ
حالات قسطنطنیہ	عہ
تاریخ ترکستان	عہ
حالات عرب	عہ

مولانا وکار الہند مرحوم

تاریخ ہندستان جلد	عہ/
تاریخ عہد انگلشیہ	۔/
آئین قیصری	عہ/
کرزن نامہ	عہ
صحیفۂ فطرت	عہ
محاربات عظیم	۔
تعلیم الانتظام	۔
فلسفہ امثال	عہ
اہل عرب کا جبر و مقابلہ	۱۶/
معادن الحساب	۱۲/

مولوی سید ابک دہلوی

الانسان	عہ/
الاستدلال	۔/
حکمت عملی	۔/
تسہیل البلاغت	۔/
تمنائے دید	۱۰/

مولوی اللہ دیا طن

تزک تیموری	عہ
حالات قسطنطنیہ	عہ
تاریخ ترکستان	عہ
حالات عرب	عہ

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

سنہ ۱۹۲۲ء کی جدید کتابیں

تبرکات آزاد

نگارستان فارس - یہ آبحیات کے طرز پر شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے جسمیں رودکی سے لیکر داغ دہلوی تک ۱۰۰ شعرا کے حالات و کلام پر نہایت دلآویز پیرایہ میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ۱ روپے

سیر ایران - اسمیں روزنامچہ ایران اور دیگر دلچسپ تحریر ہے جو آزاد مرحوم نے سفر ایران سے واپسی پر لاہور کے ایک بڑے جلسہ میں معززین شہر کے روبرو بیان کیا تھا۔ قیمت عہ

جانورستان - جسمیں علامہ نفیسی کی تحقیق کے مطابق درندوں پرندوں اور چرندوں غرضکہ ہر قسم کے جانوروں کے رکھنے پالنے اور سدھانے کے طریقے ایسی پیاری زبان میں لکھے ہیں کہ ایک ایک فقرہ پر دل سے داد نکلتی ہے قیمت ۱۰

مطبوعات انجمن ترقی اردو

نکات الشعرا - یہ اردو شعرا کا تذکرہ میر تقی میر کی تالیف ہے شعرا اور اُن کے کلام کے متعلق میر صاحب کی رائیں اور زبان کے خاص نکات پر بحث کی گئی ہے قیمت ۱۲

محاسن کلام غالب - مرزا غالب کے کلام اردو پر علی گڈھ کے نامور فرزند الطاف عبدالرحمن بجنوری مرحوم کا فاضلانہ تبصرہ قیمت عہ

مذکرۂ شعرائے اردو - میر حسن دہلوی مصنف مثنوی سحر البیان کا لکھا ہوا ہے جو تصحیح و تنقید جناب مولوی حبیب الرحمن خانصاحب شیروانی شائع ہوا ہے قیمت عہ

نفح الطیب - علامہ مقری کی مشہور کتاب کا ترجمہ ہے اسلامی عہد کی تاریخ اسپین کے معلومات کا خزانہ کہنا چاہیے خلافت اندلس کے ہر مورخ کو اس کی خوشہ چینی کرنا ہوتی ہے قیمت ۱۰

مطبوعات دارالمصنفین

اسوۂ صحابہ - مولفہ مولوی عبدالسلام ندوی جسکی پہلی جلد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد عبادات و اخلاق کے پُر اثر واقعات درج کیے گئے ہیں۔ اور دوسری جلد میں اُن کا نظام سیاسی۔ اُن کے ملکی انتظامات اور علمی خدمات کی تفصیل ہے نیز تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ اسرار دین تصوف وغیرہ علوم جو تمدن اُن کے عہد مبارک میں پیدا ہو چکے تھے کا مفصل بیان درج کیا گیا ہے قیمت جلد اول ۱۲ جلد دوم للعہ

سیر الصحابیات - از مولوی سعید انصاری۔ اسمیں ازواج مطہرات۔ بنات طاہرات اور اکابر صحابیات کے سوانح زندگی اور اُنکے علمی۔ مذہبی۔ اخلاقی کارناموں کی تفصیل درج ہے جس سے اسلام کا رواج ہوتا ہے کا ابتدائے عہد اسلام میں کس مرتبہ کی خاتون موجود تھیں قیمت عہ

متفرقات

داغ جگر - حضرت جگر مرادآبادی کا قابل دید دیوان ہے۔ مرزا احسان احمد نے اسے دلیل اعظم گڈھ نے مرتب کیا اور ایک مفصل مقدمہ میں حضرت جگر کے کلام پر نہایت لطیف تبصرہ کیا ہے قیمت عہ

حزن اختر - سلطان عالم واجد علی شاہ کی یہ دہ نادر مثنوی ہے جسمیں انھوں نے اپنے زمانہ قید فرنگ کے تمام حالات لکھے ہیں۔ ابتدا میں مولانا سید الیم مشہور کا دلچسپ مقدمہ ہے جس سے واجد علی شاہ کے اصلی حالات زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے قیمت عہ

مکاتیب اکبر - حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم کے خطوط جناب عزیز لکھنوی کے نام قیمت عہ

نغمات - اردو۔ از خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی قیمت عہ

ملنے کا پتہ - انجمن الزبرک بجنوری لکھنؤ

افرادِ تمثیل

وینس کا ڈیوک۔

برابنتیو:۔ رکنِ مجلس۔

دیگر اراکینِ مجلس۔

گریتیانو:۔ برابنتیو کا بھائی۔

لوڈووِکو:۔ برابنتیو کا رشتہ دار۔

اوتھیلو:۔ ایک شریف مور۔ حکومت وینس کا ملازم۔

کاسیو:۔ اوتھیلو کا نائب۔

ایاگو:۔ اوتھیلو کا سابق نائب۔

روڈریگو:۔ وینس کا ایک شریف۔

مونٹینو:۔ اوتھیلو سے پہلے قبرس کا حاکم۔

مسخرا:۔ اوتھیلو کا ملازم۔

دسدیمونا:۔ برابنتیو کی بیٹی اور اوتھیلو کی بیوی۔

ایملیا:۔ ایاگو کی بیوی۔

بیانکا:۔ کاسیو کی داشتہ۔

ملاح۔ قاصد۔ نقیب۔ افسر۔

شرفا۔ سازندے۔

خدمتگار۔

منظر:۔ وینس۔ بندرگاہ قبرس۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

نمبر ۱۳۹ جلد ۲۴ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء

عرفت ربی بفسخ العزائم

یکم اگست سنہ ۱۹۲۰ء کو جبکہ تمام ہندوستان مین مسلمانون نے عام ہڑتال اور جلسے کرکے حکومت انگریزی سے "ترک تعاون" کا اعلان کیا تھا مین نے بھی ترک تعلق کے عنوان سے ایک مضمون لکھکر الناظر اور اوس کے متعلقہ کاروبار سے علیحدگی اختیار کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا چنانچہ اس مضمون مین مینے لکھا تھا کہ

"تحریک خلافت جس پر قریبًا ایک سال سے مسلمانان ہند کی تمام قوت و توجہ صرف ہو رہی ہے اب ہمین اس منزل پر لے آئی ہے کہ محض زبان و قلم کی جنبش اور غلامانہ عرض و منت سے کام لینا کافی نہین بلکہ ہر اُس شخص سے جو خلافت اسلامیہ کو زوال سے بچانا، اماکن مقدسہ کی حرمت برقرار رکھنا اور توحید کو تثلیث کی حکمرانی سے آزاد کرانا چاہتا ہو، قربانی کا مطالبہ ہے۔ مہاتما گاندھی کی سرکردگی مین ترک تعاون یا عدم اشتراک عمل کی جو تجویز اہل ملک کے سامنے پیش کی گئی ہے اُسکے مخاطب تنہا وہی لوگ نہین ہین جو خطابات، اعزازی عہدون اور کونسل کی نشستون سے سرفراز ہین — یہ تو محض ابتدائی منزل ہے اس کے بعد کی منزلین اس سے زیادہ عمومیت لیے ہوے ہین — بلکہ اون لوگون پر جنھون نے تحریک خلافت کے متعلق ہر قسم کی جدوجہد جاری رکھنے کا حلف لے رکھا ہے نہایت عظیم الشان ذمہ داری اس طریقے سے عاید ہوتی ہے۔ اپنے دوسرے احباب کے

متعلق اگرچہ مین کوئی رائے ظاہر کرنا مناسب نہین سمجھتا لیکن خود مین مجبور ہون کہ اب دوسرے مشاغل پر اپنی ہمت صرف کرنے سے قاصر ہون۔

خود را بشاہدی بپرستیم زین سپس
در راہ عشق جادۂ دیگر کنیم طرح "

اسی مضمون مین کسی قدر تفصیل کے ساتھ تحریر تھا کہ آیندہ کے لیے اس کل کاروبار کے متعلق کیا کیا انتظامات تجویز کیے گئے ہین لیکن قبل اس کے کہ الناظر کا دوسرا پرچہ نئے اہتمام سے شائع ہو۔ ۲۵ اگست سنہ ۱۹۲۰ء کو الناظر پریس سے پانچسو روپیہ کی ضمانت اس خطا پر طلب کی گئی کہ ۱۹ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء کو جو یوم خلافت منایا گیا تھا اوس کے لیے مساجد مین پڑھنے کی غرض سے ایک دعا اودھ خلافت کمیٹی کے واسطے الناظر پریس نے چھاپی تھی۔ الناظر پریس مین ۱۹ مارچ کے بعد سے بہت سے اہم کاغذات تحریک خلافت کے متعلق چھپے تھے اس لیے کوئی وجہ نہ تھی کہ گورنمنٹ صرف پانچ سو کی ضمانت پر اکتفا کرتی اور یہ امر میری استطاعت سے قطعًا باہر تھا کہ مین الناظر پریس کی طرف سے بیش قرار رقمین داخل کرتا اور اون کو ضبط ہو جانے دیتا اس بنا پر مجبورًا پریس کو بند کرنا پڑا۔ الناظر کے متعلق چونکہ حکومت کی طرف سے ایک بار کے سوا کبھی کسی قسم کا اعتراض نہین اوٹھایا گیا اس لیے مجھے امید تھی کہ کسی دوسرے مطبع سے اوس کی اشاعت کا انتظام بہ آسانی ہو جائیگا خصوصًا جبکہ جدید انتظام کے ماتحت الناظر ایک ایسے شخص کے سپرد کیا گیا تھا جس کے دامن پر سیاسیات مین حصہ لینے کا کوئی داغ موجود نہ تھا۔ چنانچہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے مل کر مین نے چاہا کہ دوسرے مطبع مین چھاپنے کا ڈیکلریشن داخل کرنے کی اجازت حاصل کر لی جائے۔ مگر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب سے جس دن ملاقات کی نوبت آئی اوس سے غالبًا دو روز قبل مسٹر ولوبی ڈپٹی کمشنر کھیری کے قتل کا واقعہ پیش آچکا تھا اور اس سبب سے تمام اینگلو انڈین حکام صوبہ کی طرح صاحب موصوف بھی اس واقعہ سے حد درجہ متاثر تھے۔ اس تاثر کے باعث اونھون نے صاف صاف کہدیا کہ بغیر ضمانت داخل کیے الناظر کو کسی دوسرے مطبع مین چھاپنے کی بھی اجازت نہ دی جائیگی۔ اسی ملاقات مین مجھ پر یہ بھی واضح ہو گیا کہ یکم اگست سنہ ۲۰ء کو رفاہ عام کے عظیم الشان جلسے مین جو نامکمل تقریر مین نے ترک موالات کی تجویز پیش کرتے ہوے کی تھی، اوسکی بنا پر مجھ پر مقدمہ چلایا جائیگا۔ ان حالات مین الناظر کو بند کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

الناظر اور الناظر پریس دونون کو بند کر کے کانگریس مسلم لیگ و خلافت کانفرنس کے خاص اجلاسون کی شرکت

کے لیے کلکتہ چلا گیا اور سابقہ تہیہ کے بموجب جس کا حوالہ مضمون ترک تعلق کے آخر مین دیا گیا تھا مین نے مہاتما گاندھی کے ساتھ شریک سفر ہو جانا چاہیے تھا مگر جب مہاتما جی سے گفتگو آئی تو اون کی راے سے عزم سفر ملتوی کر کے مجھے لکھنؤ واپس آنا پڑا۔ جہان ۲۹۔ ستمبر کو زیر دفعات ۱۲۴ الف ۱۵۳ الف و ۵۰۰ میری گرفتاری عمل مین آئی اور تقریباً تین ہفتے تک حوالات مین رہنے کے بعد ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو دو سال کی سزا پاکر فتح گڈھ سنٹرل جیل مین پہونچا دیا گیا۔

زندانِ فرنگ کے مشاہدات و تجربات کا مفصل تذکرہ ہر چند کہ بجاے خود دلچسپی و سبق آموزی سے خالی نہین مگر مضمون ہذا سے غیر متعلق ہونے کی بنا پر یہان نظر انداز کیا جاتا ہے۔ البتہ اس موقع پر صرف اتنا عرض کرون گا کہ علاوہ دیگر ذرائع کے لیڈر اور ہمدم دو روزانہ اخبارون کے مطالعے سے واقعات و حالات برابر معلوم ہوتے رہتے تھے اور جو جو تبدیلیان وقتاً فوقتاً صورت حال مین واقع ہوتی رہین۔ نیز خود دوران اسیری مین جو اثرات میری رفتار ذہنی صحت جسمانی اور قواے عمل پر پڑے اون سب کو ملحوظ رکھکر ضروری ہوا کہ آیندہ زندگی کے نظام عمل پر از سر نو غور و خوض کیا جاے۔ گذشتہ تجربات نے اگرچہ بخوبی یہ امر عیان کر دیا تھا کہ عنان زندگی جس کے قبضہ و اختیار مین ہے تمام انسانی عزائم اوسی کی مرضی مطلق کے تابع ہین اور اس لحاظ سے حقیقتاً مستقبل کے بارہ مین کچھ سوچ بچار فضول تھا تاہم بہ تقاضاے فطرت رہائی سے چند ماہ قبل شبانہ روز یہی فکر دامنگیر رہنے لگی اور بالآخر جب یکم جولائی ۱۹۲۲ء کو مین جیل خانے سے باہر نکلا تو بزعم خود ایک مکمل نظام عمل ساتھ لایا جس کا لب لباب یہ تھا کہ اس تمام کاروبار سے قطع نظر کر کے مجھے ہمہ تن کھدر کی ترویج مین منہمک ہونا چاہیے۔ کہ ترک موالات کے موجودہ تعمیری نظام عمل مین میرے نزدیک یہی سب سے اہم مفید اور زود اثر شق تھی جسپر اپنے حالات و خیالات موجودہ کی بنا پر مین اپنی ساری ہمت و توجہ صرف کر سکتا تھا

خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم

ایک طرف تو باوجود فکر و تلاش کوئی شخص ایسا نہ ملا جو اس بار عظیم سے مجھے سبکدوش کرنے پر آمادہ ہوتا دوسری طرف تھوڑے ہی دنون کے تجربے سے یہ اندوہناک حقیقت منکشف ہوئی کہ جن احباب کے ساتھ ملکر اسیری کے قبل کام کیا جا رہا تھا اونھین اس قسم کے تعمیری کام سے حقیقتاً و عملاً کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اگر صرف کاروباری مشکل حائل راہ ہوتی تو شاید مین کھدر کی خاطر اسے بھی گوارا کر لیتا کہ کاروبار کو کلیۃً بند کر دیا جاے اور اوس صورت مین زبان اردو کی خدمت کا جو سلسلہ اس کے ذریعے سے جاری ہے وہ یقیناً

کرتا ہون کہ اس کا مقصود اظہار حقیقت سے زیادہ خود اپنے جذبۂ انتقام کا مظاہرہ تھا۔ اس لیے مین دلی افسوس کے ساتھ اس عبارت کو واپس لیتا اور جناب راجہ صاحب کی خدمت مین عذرخواہی کرتا ہون۔ امید ہے کہ جناب ممدوح اسے قبول فرماکر مجھے رہین منت بنائین گے۔

میرے ایک نہایت ہی عزیز و محترم دوست نے جن کی رایون کو مین ہمیشہ بہت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہون اوسی زمانے مین مجھے اس لغزش کی طرف توجہ دلائی تھی مگر اوس وقت مجھے اپنی غلطی محسوس نہین ہوئی ورنہ اب سے بہت پیشتر اعتراف کرلیا جاتا۔ خدائے کریم سے دعا ہے کہ اپنے رحم و کرم سے اس قصور کو معاف فرمائین اور اس قسم کی نفسانیتون سے ہمیشہ محفوظ رکھین۔ آمین ثم آمین

ظفرالملک

ماہ گذشتہ

دسمبر کی مجلس آرائیون کا مرکز اب کی صوبۂ بہار کا مشہور مقام گیا تھا۔ جو گوتم بدھ کی عظیم الشان شخصیت سے نسبت تاریخی رکھنے کی وجہ سے برادران ہنود کا ایک نہایت ہی مقدس معبد گاہ ہے۔ کانگریس جمعیتہ العلما اور خلافت کانفرنس کے علاوہ تقریباً تیس اور مجلسون کے سالانہ اجلاسون کی شرکت کے لیے ہزارون اشخاص تمام اقطاع ہند سے جمع ہوے تھے اور شہر کے باہر دریا کے کنارے ایک وسیع و ویران قطعہ پر سوراج پوری، حریم شریعت اور خلافت آباد کے نام سے جو آبادیان ان تینون مجالس کے شرکا کی بسائی گئی تھین اون سے ایک بڑے میلہ کی سی چہل پہل تھی جس سے ہر شخص نے بقدر ذوق و استطاعت لطف حاصل کیا۔ صوبۂ بہار مین اس سے پیشتر کبھی اتنا بڑا قومی اجتماع نہین ہوا اس لیے منتظمین کو اہتمام و انتظام مین گوناگون مراحمتون اور دشواریون کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ پس اگر بعض امور مین اون سے کوتاہی ہوئی ہو یا زائرین قومی کو کبھی کبھی تھوڑی سی زحمت برداشت کرنا پڑی ہو تو اوس پر تعجب اور غصہ نہ کرنا چاہیے۔ خلافت آباد کی صاف اور ستھری فضا کے رہنے والون کو یقیناً شکایت کا موقع نہین۔ حریم شریعت کی عروسانہ آرایشین ممکن ہے کہ علماے مقدسین کی ثقاہت و سادگی کے منافی پڑتی ہون لیکن منتظمین کے حسن انتظام اور مذاق لطیف پر ضرور دلالت کرتی ہین اور جب اسی کے ساتھ اس واقعہ کو پیش نظر رکھا جاے کہ جملہ مہمانان حریم شریعت کو برابر بلا معاوضہ مرغن اور لذیذ کھانے کھلائے گئے تو میزبانان بہار کی فیاضانہ مہمان نوازی مین کوئی کسر باقی نہین رہتی۔ یہ دوسری بات ہے کہ مہمانون کے رخصت ہو جانے پر خود میزبانون کے ہمسایہ یہ کہکر حق شماتت ادا کر رہے ہون کہ

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

سوراج پوری مین نہ تو خلافت آباد جیسی صفائی تھی نہ حریم شریعت کا سا مطبخ۔ لیکن لیلاے قومیت کے دیوانون کی پرشور نالہ زنی کی بدولت حقیقی زندگی کے آثار یہین نمودار تھے۔ سردی کی راتون مین نصف شب تک دریا کے کنارے کھلے میدان مین جمع ہو کر قومی لیڈرون کی تقریرین سننا کوئی آسان کام نہین مگر سوراج کے شیدائیون کی جماعت کثیر کے لیے یہ ایک معمولی بات تھی اور ہمارے قومی لیڈرون کی

ہمت و سرگرمی لائق صد آفرین ہے کہ دن بھر کمیٹیون اور مشورہ کے جلسون مین مصروف بحث و گفتگو رہنے کے بعد بجاے اس کے کہ تھک کر طالب آرام ہوتے راتون کو اوس سے زیادہ چاق و چست نظر آتے اور اپنی دھوان دھار تقریرون سے کانگریس کے نمایندون کو مستفیض کرتے تھے۔

داخلۂ کونسل یا یون کہیے کہ شرکت انتخاب کے مسئلہ نے ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا اور کانگریس کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ شائع ہونے کے وقت سے کارکنان کانگریس کی جمعیت کثیر حصول سوراج کی تمام عملی کوششون سے فارغ ہوکر ہمہ تن اس فروعی بحث مین منہمک تھی۔ اجلاس کانگریس کے موقع پر بھی جملہ نمایندون، کارکنون اور قومی لیڈرون کی توجہ اسی پر صرف ہوتی رہی۔ کانگریس کے علاوہ جمعیۃ العلماء اور خلافت کانفرنس کے شرکا مین بھی بایان اصحاب کار اسی جنگ زرگری مین مشغول رہے۔ اور چونکہ جمعیۃ العلماء کا اجلاس کانگریس اور خلافت کانفرنس کے جلسون سے پہلے شروع ہوگیا تھا اس لیے حامیان کونسل کو پہلا مورچہ یہین جمانا پڑا۔

علماے مقدسین کی معتدبہ مجلس مین اگرچہ صرف محدود اور خاص قابلیتون کے اصحاب شریک ہوسکتے ہین تاہم اُس کی کارکن جماعت مین طبقۂ علماء کے بعض بزرگ اور نیز چند غیر عالم اصحاب ایسے موجود تھے جو کانگریس یا خلافت کانفرنس کے سیاسی اکھاڑے کے پورے مرد میدان ہین۔ اور ان کی بدولت جمعیۃ العلماء کو اس مسئلے کے تصفیہ مین کافی کشمکش مین مبتلا ہونا پڑا۔

مولانا عبد الماجد بدایونی اور مولانا سید سلیمان ندوی ایک طرف کو شان تھے کہ جمعیۃ العلماء داخلۂ کونسل اگر نہین تو کم از کم شرکت انتخاب کی موافقت مین فیصلہ صادر کرے۔ اور ان کوششون کی رہنمائی وہ بزرگ قوم فرما رہے تھے جن کی مسیحا نفسی پر ملک کے ہندو مسلمانون کا اتفاق ہے اور جنھین مہاتما گاندھی نے چلتے وقت گویا اپنا وصی و جانشین قرار دیا تھا۔ مولانا آزاد سبحانی دوسری طرف ساعی تھے کہ کونسل اور شرکت انتخاب کا دروازہ جمعیۃ العلماء کے فتوے سے مسلمانون پر یک قلم مسدود ہوجائے کہ یہی مہاتما گاندھی کی تحریک ترک موالات کا اصلی منشا تھا۔ صدر جمعیت العلماء جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب دیوبندی اور مولوی عبد الرؤف صاحب دانا پوری صدر مجلس استقبالیہ دونون کی رائین اون کے صدارتی خطبون سے ظاہر ہوچکی تھین اور اون کا رجحان فریق اول کے موافق تھا لیکن بالآخر جب جمعیۃ العلماء نے فتوے صادر کیا تو وہ فریق ثانی کی خواہشات کے عین مطابق تھا۔ گو اتنی

کسر باقی رہ گئی کہ جمعیت کی تجویز مین شرکت انتخاب و داخلہ کونسل حرام یا ناجایز قرار پانے کے بجاے صرف ممنوع کہا گیا۔

جمعیت العلماء کے فیصلے نے مسئلۂ کونسل کا وہی حشر کیا جو خرمن کے ساتھ برق کیا کرتی ہے۔ حامیان کونسل کے غم و غصہ کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب کانگریس کمیٹی مین اس مسئلے پر بحث ہو رہی تھی اور صدر کانگریس نے بعض مسلمانون کو اظہار خیال کی دعوت دی تو ہمارے ایک دوست جو بیرسٹری کی قربانی چڑھا چکے ہین آپے سے باہر ہو گئے اور انھون نے اس بُری طرح جمعیت العلماء کے طرز عمل سے اپنی بیزاری ظاہر کی کہ ہندو لیڈرون تک کو انھین ملامت کرنا پڑی۔ ہمین جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو دلی صدمہ ہوا مگر دراصل بچارے بیرسٹر کا اس مین زیادہ قصور نہین ہے۔ عام طور پر ہمارے تمام سیاست دان دوست یہ چاہتے ہین کہ علما اور جمعیۃ العلما دونون اون کے اشارہ ہاے انگشت پر کام کرتے رہین۔ تاکہ کبھی اون کو عامۃ المسلمین پر اثر ڈالنے یا غیرون کا منہ بند کرنے کے لیے فتوون کی ضرورت ہو تو یہ حضرات تعمیل ارشاد کر دیا کرین اور مجلسی اجتماعی کامون سے علما کی دور رہنے علیحدگی اپنے منصب جلیلہ کے دشوار واہم فرایض سے اون کی یکسر بے پروائی اور مختلف الخیال علما کی باہمی جنگ آرائی کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ قوم و ملت کی رہنمائی و رہبری کے اصلی مستحق و سزاوار ہونے کے باوجود اون کے بجاے دوسرون کے ہاتھون مین قوم کی باگ چلی جاے۔

غنیمت ہے کہ اس نازک وقت مین جمعیۃ العلما نے اپنا حق ادا کر دیا اور بعض اصحاب کی خواہش کے مطابق تصفیہ کو کانگریس اور خلافت کمیٹی کی راے پر نہین اوٹھا رکھا۔

کانگریس کے نمایندون پر بھی اس فیصلے کا بہت اثر ہوا گو مسلمان حامیان کونسل نے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کو یہ باور کرانا چاہا کہ جمعیۃ العلما کی یہ تجویز مسلمانون کے لیے واجب العمل نہین ہے۔ کانگریس کمیٹی اور پھر اجلاس کانگریس نے اگرچہ کثرت راے سے شرکت انتخاب کونسل کی تحریک کو مسترد کر دیا لیکن افسوس ہے کہ حامیان کونسل کی اقلیت نے اوس کو قبول کرنے کے بجاے اوس سے ناراض ہو کر ایک نئی پارٹی کی بنیاد قائم کر دی جس کا نام کانگریس خلافت سوراج پارٹی ہے۔ اعتدال پسندون اور آزادیشنلسٹون کی کانگریس سے علیحدگی نے متحدہ قومیت کو جس قدر نقصان پہونچایا تھا اوس سے زیادہ اس جدید پارٹی کے قیام سے مضرت پہونچنے کا اندیشہ ہے اس لیے کہ اب کارکنان کانگریس کی ساری قوتین کسی نظام عمل

کی تکمیل پر صرف ہونے کے بجائے تمام تر باہمی زور آزمائی مین مشغول رہین گی۔ معتدلین اور اوس سے زیادہ دفتری اقتدار کے حاملین اب تک جس چیز کے مقابلے سے گھبراتے تھے وہ ہمارا باہمی اتفاق تھا اس کا خاتمہ ہوجانے کے بعد اون کی مشکلات خود بخود رفع ہوجاتی ہین۔

مسٹر گوکھلے کے بعد سب سے زیادہ اہمیت جس تجویز کو اجلاس کانگریس مین حاصل تھی وہ انگریزی مال کے مقاطعہ کی تجویز تھی۔ کانگریس کمیٹی مین یہ تجویز اگرچہ تھوڑی کثرت رائے سے منظور ہوگئی تھی مگر اجلاس عام مین کامیابی نہ ہوئی۔ کانگریس کی تاریخ مین یہ ایک غیر معمولی واقعہ سمجھا جاتا ہے اور چونکہ اس تجویز کی حمایت وہی فریق کر رہا تھا جو کونسل کے مسئلے مین کمال درجہ غلو رکھتا ہے اس لیے اس جانے کا خاص اثر اس پر ہوا جس کے بعد اوسے اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ ہوا کا رخ کس طرف ہے اور مہاتما گاندھی کے مرتب کردہ نظام عمل کی حمایت کرنے والون کو باقی ماندہ تجاویز کے بارے مین کسی شدید مخالفت کا اندیشہ نہ رہا۔ کانگریس کے اجلاس کا زمانہ چار دن تھا۔ کلکتہ مین پانچ دن رہا اور اب کے پورے چھ دن صرف ہوئے جن مین سے صرف ایک دن عام اجلاس نہین ہوسکا۔ اور مشمول جلسۂ آل انڈیا کانگریس کمیٹی ان ہر دو تجاویز پر تقریباً چار دن تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ بقیہ تجاویز مین سے خاص اہمیت کی یہ تجویز تھی کہ ملک کو سوراج دلانے کے لیے ہر سال کانگریس سے پچاس ہزار رضاکار بہامندی اقرارنامہ و شرائط احمد آباد [illegible] لاکھ روپیہ فراہم [illegible]

مہاتما گاندھی کی تحریک ترک موالات تقریباً تین سال سے اہل ملک کے سامنے ہے۔ اور پورے دو سال تک وہ اخبار ینگ انڈیا مین بذریعہ تحریر اور کثیر التعداد جلسون مین بذریعہ تقریر اپنے خیالات، اصول کار اور مصالح کی توضیح فرماتے رہے۔ مگر گنتی کے چند اصحاب ایسے شمار کیے جاسکتے ہین جنھون نے پوری طرح اوس کو سمجھا اور دل سے اوس کو قبول کیا ہو۔ ۲۴۔ فروری کے جلسۂ آل انڈیا کانگریس کمیٹی منعقدۂ دہلی کی کارروائی پر تبصرہ کرتے ہوئے مہاتما جی نے خود نہایت مایوسانہ الفاظ مین اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا اور اس وقت جو صورت حال درپیش ہے اوس سے سوائے اس کے کوئی دوسرا نتیجہ نکالا ہی نہین جاسکتا۔ اسکے یہ معنے نہین کہ نفس تحریک غلط یا ناقابل فہم و عمل ہے جیسا کہ بدنصیبی سے ملک کا خیال ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تہذیب مغربی کے تصادم و سیلاب سے خود ہمارے اندر جو خرابیان پیدا ہوچکی ہین وہ ایک دو سال کے جد و جہد سے اصلاح پذیر ہونے والی نہین اس لیے باوجود اون تمام قربانیون کے

جو اہل ملک نے گذشتہ دو سال کے اندر کیں کچھ تعجب کا مقام نہیں کہ ہنوز منزل بہت دور ہے۔

جو لوگ آج حامی کونسل کہے جاتے ہیں یہی سب حضرات بعض مستثنیات کے سوا کلکتہ کانگریس میں مہاتما جی کی تحریک ترک موالات سے مخالفت پر اپنی متحدہ قوت صرف کر رہے تھے۔ لیکن جب کانگریس نے کثرت رائے سے اوس تحریک کو قبول کر لیا تو ان حضرات میں سے اکثر نے مہاتما جی کا ساتھ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پندرہ مہینے کی مختصر مدت میں اس سرے سے اوس سرے تک سارا ملک بیدار ہو گیا۔ کاش اس وقت بھی یہی یک جہتی قائم رہتی تو اگرچہ ہم مہاتما جی کی رہنمائی سے محروم تھے مگر اس بیداری عام سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش میں کامیابی کی زیادہ اور یقینی امید ہو سکتی تھی۔ لیکن تفریق و نا اتفاقی کی صورت میں بجز اس کے کہ حرمان و مایوسی حاصل ہو کیا امید کیجا سکتی ہے۔

ملک کی سب سے بڑی قومی مجلس کے سربرآوردہ رہنماؤں کے درمیان اس قسم کا اختلاف پیدا ہونا ممکن ہے کہ بعض علماے سیاست کے نزدیک ہماری قوت و توانائی کا ثبوت اور ہمارے بالغ و راشد ہونے کا لازمہ ہو مگر واقفان کار اور نظر باز ان حال کے لیے یہ نکتہ شناسی و عقل آرائی بمشکل قابل قبول ہو سکتی ہے اور اگرچہ ہمیں یہ یقین کامل ہے کہ جس طرح بعض دانایان رموز سیاست کی یہ پیشین گوئی صحیح ثابت نہ ہوئی کہ ۲۲ء میں کانگریس کی قبر تیار ہو جائیگی۔ یا مہاتما گاندھی کچھ گذشتہ میں دفن ہو جائیں گے اوسی طرح ۲۳ء میں کانگریس کے پاش پاش ہو جانے یا مسٹر راجا گوپال چاری کے رزمگاہ سیاست سے رخصت ہو جانے کی جو امیدیں قائم کی گئی ہیں وہ بھی بار آور نہ ہونگی۔ تاہم اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ملک کے فلاح و بہبود اور قوم کی ترقی و نشو و نما کے لیے یہ اختلاف و انتشار حد درجہ خطرناک و مہلک ہے۔

جن اصحاب نے کلکتہ میں مہاتما جی کے نظام عمل سے اختلاف رکھنے کے باعث کانگریس سے علیحدگی اختیار کر لی اور پھر ماڈریٹ (اعتدال پسند) یا ڈیماکریٹ (جمہوریت پسند) بنکر حکومت کی کونسلوں میں شرکت پسند فرمائی اون کی جدائی سے اس نظام عمل کو کچھ کم نقصان نہیں پہونچا جس کی بنا پر مہاتما جی نے ۲۱ء کے اندر بار بار بھیجنے والی قومی تحریک میں شرکت کی دعوت دی پھر بھلا اس کی کیا توقع ہو سکتی ہے کہ خود کانگریس کے کارکنوں میں کش مکش پیدا ہو جانے کے بعد اوس کی تکمیل ممکن ہو گی۔

اگر مہاتما جی کی تحریک پر اون اصحاب کو اعتماد باقی نہیں رہا جو اب تک بھی اوس کے مخالف تھے اور اب بھی قولاً اگر نہیں تو عملاً اوس کی بربادی کا سامان کر رہے ہیں تو صحیح راستہ یہ تھا کہ وہ صاف طور پر اوس سے

انحراف کا اعلان کردیتے مگر خدا معلوم اس مین کیا مصلحت اندیشی ہے کہ ایک صاحب بھی کھل کر اپنا بطون ظاہر نہین فرماتے۔ بلکہ برخلاف اس کے یہ باور کرانے کی کوشش ہے کہ وہ اب تک اونھین کے نظام عمل پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہین اور اوسی کی تکمیل کے لیے یہ سب ساز وسامان ہو رہا ہے۔

راجا گوپال چاری صاحب کو اگرچہ اپنی خاموش اور فقیرانہ زندگی کے باعث یہ امتیاز حاصل نہین کہ مہاتما گاندھی کی طرح سارا ملک اون کا رتبہ شناس ہو لیکن جن لوگون نے نیک انڈیا مین اون کی تحریرین دیکھین اور کانگریس مین اون کی تقریرین سنین وہ بخوبی اس بات کا اندازہ کرسکتے ہین کہ مہاتما جی کے بعد اگر کوئی شخص اون کی تحریک کی حقیقی رہنمائی کرسکتا ہے تو مدراس کا یہی مرد ضعیف و بیمار ہے اس لیے کہ اس مین ذرا شک و شبہ نہین کہ اونھون نے نہ صرف مہاتما جی کے طرز تحریر اور انداز تقریر کے اتباع کامل مین حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے بلکہ اون کے فلسفۂ اخلاق اور ضابطۂ کار کو بھی بدرجۂ اتم قبول کرنے مین وہ پوری طرح کامیاب ہوئے ہین۔

کانگریس مین تفریق پیدا ہونے کا جو اندیشہ تھا اوس کو حتے المقدور ٹالنے کے لیے بعض رہنمایان ملک نے بخیال خود مفاہمت کی راہین نکالنا چاہین مگر اون کی تجاویز کثرت رائے سے مسترد ہوگئین لیکن جب تک کہ نئی پارٹی عالم وجود مین نہین آئی تھی گمان غالب یہ ہے کہ تفرقہ کی حقیقی نوعیت اور اوس کے اثرات بد کی پوری اہمیت لوگون نے محسوس نہین کی تھی اب کہ یہ بلا سر پر آگئی ہے یہ توقع شاید بعید از قیاس نہین کہ کانگریس کی قلیل و کثیر دونون جماعتون مین از سر نو راہ مفاہمت کی تلاش کا خیال پیدا ہو۔ اور ایسی صورت مین کہ جدید پارٹی اپنے پیش رودن کے مانند کانگریس کی وابستگی دامن سے بے نیازی کا اظہار نہین کرتی تمنا ہے کہ مدبران سیاست مین سے کسی نکتہ رس کو ایسا نقطۂ اتصال ہاتھ آجائے جو آخر کار دونون جماعتون کو متحد کرنے مین کامیاب ثابت ہو۔ گو جہان اصولی اختلافات درپیش ہون سمجھوتہ کی امید کرنا عبث ہے۔

مسٹر سیمس ہل کی اس رائے کو حامیان کونسل کے اکثرہ نمانے کے لیے تیار تھے کہ مسئلۂ کونسل کی بحث کو سردست تین ماہ تک ملتوی رکھا جائے اور اس مدت مین سب لوگ متفق ہوکر بردولی کے مجوزہ نظام عمل پر کاربرداز ہون اور بعد ازان اجلاس خاص منعقد کرکے کانگریس سے اس مسئلہ کا تصفیہ کرائین۔ کانگریس کی تجویز متعلقہ سول نافرمانی مین چار ماہ کی مدت اس مقصد کے لئے رکھی گئی ہے کہ اوس کے

اندر پچاس ہزار رضا کار اور پچیس لاکھ روپیہ فراہم ہو جائے۔ اب اگر دونون فریق متحد ہو کر اسکے لیے سعی کرین اور کامیاب ہو جائین تو کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ پھر کونسل کی طرف رخ بھی کیا جائے اس لیے کہ سول نافرمانی کے مقابلے مین کوئی تارک موالات کونسل کو لایق التفات نہین سمجھتا۔ اور داخلۂ کونسل کی سب سے بڑی وجہ یہی ظاہر کی جاتی ہے کہ سول نافرمانی کے لیے راہ مسدود ہے۔ لیکن خدانخواستہ دونون کی متحدہ مساعی کے باوجود بھی یہ مدعا حاصل نہو تو اوس وقت بھی شرکت انتخاب کونسل کے لیے کافی وقت مل سکتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس جدید ناکامی کے بعد موجودہ مخالفین کونسل مین سے بہت سے اور اصحاب کونسل کی حمایت پر آمادہ ہو جائین جس سے موجودہ اکثریت اقلیت مین بدل جائے کہا جائیگا کہ کانگریس کے فیصلہ کی موجودگی مین یہ صورت مفاہمت کی نہین بلکہ جماعت قلیلہ کے لیے ایک زینہ تنزل کرنے اور اکثریت کے مقابلے مین گویا سر نیاز جھکانے کے برابر ہے لیکن ایسی صورت مین کہ حامیان کونسل کے اصول کو اس سے کوئی صدمہ نہین پہونچتا ملکی آزادی اور قومی سرفرازی جیسے اعلیٰ اور بلند مقاصد کے لیے اقلیت کی جانب سے اکثریت کی خاطر یہ کوئی بڑی قربانی نہین کہی جا سکتی۔ اگر حقیقت مین حامیان کونسل ترک موالات کے نظام عمل سے قطعاً بیزار ہو کر اس بہانے اوس سے اپنا پیچھا نہین چھڑانا چاہتے۔

مفاہمت کی ایک دوسری صورت یہ زیر بحث تھی کہ کونسل کے معاملے مین صوبجات کو آزادی عمل حاصل رہے اور حامیان کونسل اسے ماننے کو بھی تیار تھے مگر اکثریت نے اسے مسترد کر دیا لیکن اگر ایک مقتدر اقلیت کی رائے کا احترام کر کے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کسی ایک صوبہ کو کانگریس کی منظور شدہ تجویز پر عمل کرنے کے لزوم سے مستثنےٰ کر کے اس بات کی اجازت دیدے کہ وہان کے کارکنان کانگریس انتخابات کونسل مین شریک ہون تو اگرچہ وہ صوبہ ایک بڑی حد تک کانگریس کے نظام عمل پر کاربند ہونے سے محروم رہیگا لیکن دونون طرق کار کے عملی نتائج کا موازنہ کرنے کا جو موقع اس طور پر کل اہل ملک کو حاصل ہوگا۔ وہ یقیناً خالی از منفعت نہین۔ اور جن لوگون کو ترک موالات کے موجودہ نظام عمل پر اعتماد کلی ہے اونھین یہ توقع کرنا چاہیے کہ ایک صوبہ کا تجربہ ہونے کے بعد انشاء اللہ دوسرے صوبجات کے ارباب کار پھر کونسلون کا نام بھی نہ لین گے۔ اور چونکہ باقی ماندہ تمام صوبجات مین کانگریس کے منظور کردہ نظام عمل پر ساتھ ہی ساتھ دونون ہی حزبون کی متحدہ کوششین صرف ہوتی رہین گی اس لیے امید ہے کہ جو نتائج مترتب ہون گے وہ

حامیان کونسل کے جذبات یاس کو امید کامرانی مین بدل دینے والے ثابت ہونگے۔ بے شبہ سارے ملک مین یکسان توجہ سے ایک ہی نظام عمل کی تکمیل کے لیے کوشش کرنے سے جو شاندار نتائج پیدا ہو سکتے ہین اون مین کسی ایک صوبہ کی علحدگی سے بھی تھوڑا نقص واقع ہو جائے گا لیکن رہنمایان و کارکنان کانگریس کے درمیان جو شدید اختلاف رونما ہے اوسکا سدباب کرنے اور اوسکے مضر نتائج سے بچنے کے لیے یہ خرابی ناقابل برداشت نہ ہونا چاہیے بشرطیکہ جدید پارٹی کے رہنما اکثریت کی اس قربانی کو بنائے مفاہمت قرار دیکر خلوص و سرگرمی کے ساتھ دیگر تمام صوبجات مین کانگریس کے نظام عمل کی تکمیل کے لیے سعی فرمانے پر آمادہ ہو جائین۔

مہاتما گاندھی کے زیر اثر آنے کی وجہ سے کانگریس اب دو سال سے سرتاپا کھدر مین ملبوس ہوتی ہے۔ اور اسی کی برکت سے کانگریس کے اندر زمین پر نشست کا انتظام بھی کیا جاتا ہے جس سے علاوہ اس کے کہ پنڈال مین نشست کے لیے گنجایش خوب پیدا ہوتی ہے ایک ضمنی فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ کرسیون کی کھڑکھڑ سے نجات مل گئی اور اب مقررین کی تقریرین پہلے سے زیادہ آسانی سے سنی جا سکتی ہین گو اس دفعہ کانگریس کا پنڈال اچھا نہ بننے کی وجہ سے لوگون کو شکایت پیدا ہوئی۔ ان فوائد کے ساتھ ساتھ اون لوگون کے لیے جو قلعین و قلعین پر عمل نہ کر سکے جوتون کی تلاش مین کافی زحمت کا سامنا تھا۔ لیکن مشرقیت کے اس اہتمام کے باوجود یہ امر قابل لحاظ ہے کہ پنڈال کے اندر جس قدر کتبے آویزان تھے اونکی تعداد کثیر انگریزی زبان مین تھی۔ اور ہندوستانی اردو کو اس بات کی شکایت کا پورا حق حاصل ہے کہ پنڈال بھر مین اردو کا ایک کتبہ بھی نہ تھا حالانکہ ہندی کے پچاس کتبے موجود تھے منتظمین اجلاس کانگریس کو حتے الامکان یہ اہتمام کرنا چاہیے کہ جملہ صوبجات کے باشندون کو جس طرح کانگریس مین نمایندگی کا حق حاصل ہے اسی طرح جملہ صوبجات کی زبانون کو پنڈال کے اندر نمایندگی کا حق رہے اور اردو جیسی مشترک زبان کو تو اس بارہ مین سب پر فوقیت ہونا چاہیے

کانگریس مین تھیٹرون کی طرح اب کے پردہ نشین خواتین کے لیے ایک بالاخانہ الگ بنا دیا گیا تھا مگر اس صورت مین کہ پردہ نہ کرنے والی خواتین کے لیے صدر کے چبوترہ سے بالکل ہی قریب نشست کی گنجایش رکھی گئی تھی اس بالاخانے کے دروازے پر یہ کیون نہ لکھ دیا گیا کہ یہ پردہ نشینون کے لیے مخصوص ہے۔ کہ اس مخلوط انتظام کے باعث کبھی کبھی چلمنین الوٹ جاتی اور بے پردگی ہو جاتی تھی۔

کانگریس کے جلسے عموماً ایک بجے سے شروع ہو کر مغرب کے وقت ختم ہوتے تھے جس کی وجہ سے اون مسلمانون

کے لیے جو فریضۂ نماز کو شرکت کانگریس سے مقدم جانتے ہین کافی دشواری پیدا ہوتی تھی۔ اول تو جلسے سے بار بار اوٹھنے اور سیکڑون آدمیون کے درمیان سے گذر کر نکلنے مین اہل جلسہ کی یکسوئی اور جلسہ کے سکون مین خلل پڑتا تھا۔ دوسرے بہت سے مسلمان اس ضرورت سے اوٹھ جانے کے باعث تقریرون کے بعض ضروری حصون کے سننے سے محروم رہتے تھے اور ایسے اصحاب کی بھی کمی نہ تھی جو کانگریس کی مصروفیتون مین منہمک ہوکر اپنے اہم ترین فرض کی ادائی سے قاصر رہتے تھے۔ اس لیے اگر آیندہ سے کانگریس کا وقت اجلاس ۹ بجے سے ۲ بجے تک رہا کرے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ خلافت کانفرنس کے جلسے اوس صورت مین شب کو بآسانی ہوسکتے ہین۔ نیز کانگریس پنڈال کے احاطے مین نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ مخصوص کی جائے اور وہان ضروری سامان وضو و نماز مہیا کیا جائے۔

خلافت کانفرنس کا اجلاس کئی حیثیتون سے خاص اہمیت رکھتا تھا۔ ترکون کی کامرانیون نے جہان مسلمانان ہند کو سالہا سال کے بعد مسرت و شادمانی سے ہم کنار ہونے کا موقع بخشا وہان حکومت قسطنطنیہ اور سلطان وحید الدین کے عزل و فرار اور لوزان کانفرنس مین اتحادیون کی روش سے نئی پیچیدگیون مین مبتلا ہونے کا اندیشہ پیدا کر دیا تھا۔ اس بنا پر توقع تھی کہ خلافت کانفرنس مسلمانونکی رہنمائی کے لیے حالات موجودہ پر لحاظ رکھکر سال رواں کے لیے اپنا نظام عمل مرتب کریگی۔ مگر عبرت و حسرت کا مقام ہے کہ اتنی ٹھوکرین کھانے پر بھی مسلمان نہین چونکتے۔ خلافت کانفرنس کی تجاویز کی ترتیب کا کام موجودہ دستور کے مطابق مجلس مرکزیہ خلافت کے متعلق تھا لیکن اوسکی قرارین بجاے اسکے کہ اس اہم ضرورت پر صرف ہوتین تمام تر نہایت ناپاک باہمی نزاعون پر اگان ہوتی رہین۔ کئی مہینے پیشتر سے مجلس مرکزیہ کے مالی انتظام روپیہ کے صرف بیجا اور بعض کارکنان مجلس پر قومی جرائم مین مکتہ چینیان ہو رہی تھین جسکے جواب مین جماعت متصرفین کے ہم نوا مختلف تحریرون اور جلسون کے ذریعہ خاص خاص اشخاص پر اعتماد نہ رکھنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ مجلس مرکزیہ کے گزشتہ اجلاس دہلی مین خود اوس مجلس کے اندر ایک جماعت نے علم بغاوت بلند کیا جسکی بدولت دفتر بمبئی کی جانچ پڑتال کے لیے ایک کمیشن مقرر ہوا اس کمیشن نے جو رپورٹ مرتب کی وہ لاہور مین کلکتہ کے جلسے مین پیش ہوئی لیکن ارباب حل و عقد کی راے مین وہ اس درجہ شر انگیز تھی کہ اوسکی تمام کاپیان تلف کردی گئین۔ مگر اصلاح طلب جماعت کو اسپر بھی تسکین نہ ہوئی اور مسودات سابقہ کی مدد سے اونھون نے پھر ایک رپورٹ مرتب کرکے گیا مین پیش کی جسپر کئی دن تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ اس بحث کے دوران مین دو باتین اچھی طرح سے واضح ہوگئین۔ اول یہ

موجودہ عہدہ داران مجلس مرکزیہ کے درمیان اتحاد عمل کے بجاے نہایت شدید ذاتی اختلافات ہین جنکی اصلاح نہ ہونے کی صورت مین ناممکن ہے کہ مجلس خلافت کا کام قابل اطمینان طریقہ پر انجام پاسکے اور دوم یہ کہ مجلس خلافت کا گذشتہ نظم ونسق حد درجہ گندہ رہا جس کی بنا پر قطعًا ناممکن ہے کہ باہوش مسلمانون کو آیندہ مزید مالی امداد رسانی کی ہمت ہو۔ بدبختی سے ہم ہندوستانیون کے عمومًا اور مسلمانون کے خصوصًا اخلاق ایسے بگڑ گئے ہین کہ ہماری جس مجلس کا حال دیکھیے وہان اور طرح طرح کی ابتریون کے سوا مالی انتظام بالکل ناقص پایا جائیگا۔ مسلمانون مین افلاس وغربت کے باوجود ایثار وفیاضی کی روح اب بھی پژمردہ نہین ہوئی لیکن قومی مجالس کے کارکن صرف غریبون سے روپیہ وصول کرنا جانتے ہین اوسکو صرف صحیح مین دیانت و امانت کے ساتھ صرف کرنا اور اوس کا باقاعدہ ومنضبط حساب رکھنا ضروری نہین خیال کرتے جسکا نتیجہ سوا ے حرمان ومایوسی کے کیا ہوسکتا ہے۔ قومی ضروریات روزافزون ہین جنکے لیے بغیر سرمایۂ کثیر فراہم کیے چارہ نہین مگر ازبراے خدا مہتممین ومنتظمین مجالس اس پر بھی توجہ فرمائین کہ غریب مسلمان تنگی ترشی جھیل کر اور بسا اوقات اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ کاٹ کر جو رقوم فراہم کرتے ہین اونکا یان نہین تو کسی دوسری جگہ اونھین ضرور حساب دینا ہے۔ اور ہمارے رہنمایان قوم کی یہ ہمت مردانہ قابل داد ہے کہ جہان کہین کوئی شخص یا جماعت برسر حساب نظر آئی فورا سب صاحب متحد ہوکر معاملات کو دبا دینے اور منظر عام پر لائے جانے سے روکنے کی انتہائی کوشش کرتے ہین ہم دیکھتے ہین اور صاف طور پر کہدینا چاہتے ہین کہ کانگریس اور خلافت کمیٹیون کے ارباب حل وعقد بھی دفتری اقتدار کے مونے کا جو تسلط قایم کرنا چاہتے ہین یہ بالآخر خود اون کے لیے حد درجہ مہلک ثابت ہوگا اور کم سے کم اسکی موجودگی مین ناممکن ہے کہ اہل ہند اوس منزلت عالی پر فایز ہوسکین جو ترک موالات کے نظام عمل کی حقیقی غایت ہے۔ مہاتما گاندھی کی ساری جد وجہد کا یہ منشا نہین جیسا کہ اونھون نے بتکرار اور صاف صاف لکھا ہے کہ اہل ہند غیر ملکی دفتری اقتدار کے دست ستم سے آزاد ہوکر خود اپنے ملکی دفتری اقتدار کے پنجۂ ظلم مین گرفتار ہون۔ اسی وجہ سے وہ ہمیشہ حکومت کا دل بھیرنے اور اخلاقی انقلاب پیدا کرنیکے آرزومند وساعی رہے۔ کاش کارکنان خلافت وکانگریس بھی اپنے اندر حمدہ اخلاق پیدا کرنے کو تمام دوسری باتون پر مقدم سمجھین کہ افراد اور ہیئت اجتماعیہ دونون کی حقیقی فلاح وبہبود کا انحصار اسی پر ہے۔

خلافت کانفرنس مین محض کسی منتظم پر اعتماد کا ووٹ پاس کردینا مسلمانون کے اطمینان کے لیے کافی نہین بلکہ وہ یہ جاننا چاہتے ہین کہ اگر گذشتہ پر خاک ڈالی جاتی ہے تو آیندہ کے لیے اصلاح کی کیا صورتین

نکالی گئی ہین۔

جمعیۃ العلما اور کانگریس کے فیصلون کی موجودگی مین خلافت کانفرنس مین مسئلہ کونسل کا نہ چھیڑا جانا نہایت مناسب ہوا مگر برطانوی مال کے مقاطعہ کی تجویز کو کانگریس کے علے الرغم منظور کرنیکے بعد ظاہر ہے کہ نتیجہ کیا ہونا ہے۔ مانا کہ مسلمان اپنی موجودہ حالت کے لحاظ سے کھدر جیسی خاموش تحریک پر عمل پیرا ہونے کی اہلیت تمام نہین رکھتے۔ مگر برطانوی مال کا مقاطعہ کیا آسان کام ہے۔ طیارہ فنڈ۔ سرمایۂ خلافت، جامعہ ملیہ اور انگورہ لیجن کے واسطے فراہمی سرمایہ بجائے خود اتنے بڑے کام ہین کہ تمام رہنمایان قوم و کارکنان خلافت کی متحدہ کوششون کے باوجود اسکی توقع نہین کہ اس سال کے اندر اندر تکمیل مقاصد ہوسکیگی۔ ایسی صورت مین بہتر ہوتا کہ کسی دوسرے خیال سے اگر نہین تو محض اجتماعی کوشش کے ناممکن العمل ہونے کی بنا پر اس بحث کو نہ چھیڑا جاتا اجلاس کے دوران مین لوزان سے جو خبرین وصول ہوئین انھون نے بعض رہنمایان قوم کو حد درجہ فکرمند و مضطرب بنا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت کانفرنس نے ترکون اور انگریزون کے درمیان جنگ چھڑ جانے کی صورت مین فوراً سول نافرمانی قوانین شروع کر دینے کی تجویز بڑے جوش کے ساتھ منظور کی۔

اس تجویز پر عمل کرنے کا ممکن ہے کہ ابھی بہت دنون تک وقت نہ آئے مگر جب آجائیگا تو ہمارے خلوص و ایثار کی آزمایش کا وہی اصلی وقت ہوگا۔ اللہ تعالے مسلمانون کو توفیق دین کہ وہ اسلام کی خاطر اپنے ترکی بھائیون کے دوش بدوش اس خیر تشدد انہ جنگ مین مال و جان قربان کرنے پر آمادہ رہین۔

گیا خلافت کانفرنس کے صدر استقبالی ایک ہندو بزرگ تھے جو اس بات کا ثبوت ظاہر ہے کہ جو برادران وطن تحریک خلافت مین اس سے ساتھ ہین۔ کارکنان خلافت انکی حوصلہ افزائی کے لیے بھی طیار رہتے ہین۔ لیکن اس قسم کی کارروائیون کا یہ غلط مفہوم نہ سمجھنا چاہیے کہ ہندو مسلمانون مین جیسے اتفاق و اتحاد کی ضرورت ہے وہ بہار یا کسی دوسرے صوبہ مین فی الوقت پایا جاتا ہے۔

ہندوستان کی ان دونون بڑی جماعتون کے درمیان مین حقیقی پائدار اور وسیع پیمانے پر اتحاد پیدا کرنیکے لیے ضروری ہے کہ مسٹر سی آر داس صدر کانگریس کی اس تجویز پر عمل کیا جائے کہ دونون فرقون کے درمیان جو اسباب اختلاف ہین انکی کامل تحقیق کرکے حتے الامکان دونون جتھون کے رہنماؤن مین ایک مفاہمت قائم ہو جائے اور پھر اس مفاہمت کو مؤثر بنانے کے لیے جمعیۃ العلما کی تجویز کے مطابق ہر ہر مقام پر مصالحتی بورڈ قائم ہون انتخاب کونسل یا برطانوی مال کے مقاطعہ پر قومین ہرگز متحد نہین ہوسکتین۔ اگر پوری توجہ مسئلہ اتحاد اقوام ہند پر عمل ہو گا اور ہندو مسلمانون کے

اتفاق پر خصوصًا صرف ہون تو یقین ہے کہ حصول سوراج و تصفیۂ خلافت دونون مین کامیابی آسان ہو جائیگی اس لیے کہ تمام کمزوریون جملہ خامیون اور کل بیماریون سے زیادہ غیر ملکی دفتری اقتدار کا مقابلہ کرنے مین یہی چیز حائل راہ ہے۔ جب تک یہ مرض دفع نہ ہوگا ناممکن ہے کہ ہم منزل مقصود تک پہونچ سکین۔

مجالس کے دستور عام کے برخلاف ڈاکٹر مختار احمد انصاری صدر خلافت کانفرنس اور بابو دیپ نرائن سنگھ صدر مجلس استقبالی خلافت کانفرنس گیا دونون مین سے کسی صاحب نے خطبۂ صدارت تحریر نہین کیا تھا اس بنا پر اگرچہ ان کے خطبون مین کانگریس کے صدارتی خطبون کی سی عبارت آرائی نہ تھی تاہم ہر حیثیت سے دونون بزرگون کی تقریرین مناسب موقع اور مفید مطلب تھین خصوصًا ڈاکٹر صاحب کی تقریر جو ایک دن کے بجاے دو دن تک جاری رہی نہایت درجہ قابل داد تھی کہ اوس مین حالات حاضرہ اور واقعات گذشتہ دونون مین سے ہر ضروری مسئلے پر نہایت مدلل اور پر مغز بحث کی گئی تھی۔

جمعیۃ العلما کے زیادہ جلسون مین شرکت کا اتفاق نہین ہوا مگر جس جلسہ مین کونسل کے متعلق جمعیۃ العلما کی منظور کردہ تجویز کا اعلان کیا گیا تھا جناب مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی تقریر سے بہت لطف حاصل ہوا اور اگرچہ مسئلۂ کونسل پر مسٹر سی آر داس نے جو فاضلانہ بحث کی تھی اوس کے تمام پہلوؤن پر مولانا کو بحث کرنے کا موقع نہین ملا تاہم حامیان کونسل کی طرف سے جس قدر دلائل شرکت انتخاب کی موافقت مین عموًا پیش کیے جاتے ہین صاحب موصوف نے اون سب کے نہایت مؤثر و مدلل جوابات بیان فرماکے ارکان جمعیۃ العلما کے انتظامی اور عام جلسون مین اون لوگون کو چونکہ شرکت کی اجازت نہین ہوتی جو عوام کالانعام کہے جاتے ہین اس لیے افسوس ہے کہ عام مسلمانون کو فریقین کے دلائل و براہین سنکر کوئی راے قائم کرنے کا موقع نہین ملتا مگر ارباب راے کا خیال ہے کہ مختلف الخیال علما کے باہم دست و گریبان ہونے کے واقعات کا نظر عام سے پوشیدہ رہنا ہی فی الحال مناسب ہے۔

ان مجالس کے ساتھ، بلکہ جب انمین سی دو کا وجود بھی نہ تھا، مسلم لیگ کے جلسے بھی ہوا کرتے تھے مگر اس دفعہ وہ اس قومی میلے مین اپنی غیر حاضری سے ممتاز رہی۔ یاران دور افتادہ جنھین سال بھر مین صرف ایک بار لیگ کی یاد ستاتی ہے فرمائینگے کہ عہدہ داران لیگ کی غفلت اسکی ذمہ دار ہے اور اون سے پوچھا جائے تو وہ یہ ضابطہ کا عذر پیش کرینگے کہ وقت پر گیا سے دعوت نہین آئی۔ اور غالبًا دونون ایک حد تک برسر حق ہین۔ مگر حقیقت حال کچھ اس سے زائد ہے جو انشاء اللہ آیندہ عرض کی جائیگی۔

اورنگ زیب کے اصول وعمل

اورنگ زیب کے خطوط و فرامین سے صرف اُسکے آئین سلطنت، اصولِ حکمرانی، اور ممالک مقبوضہ کے نظم ونسق پر ہی کافی روشنی نہیں پڑتی، بلکہ شہزادوں کی تعلیم و تربیت اور درستیِ اخلاق وآداب اور فرائض شاہی کے متعلق بھی اسکے اعلیٰ خیالات کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ ان خطوط و مراسلات کے علاوہ اوسکے ارشادات وخطابات جو اُسنے وقتاً فوقتاً اپنے امراے دربار و ارکین سلطنت کی تنبیہ وتادیب اور راہنمائی کیلیے بیان فرمائے وہ اصول حکمرانی اور ضوابط حکومت کا ایک مکمل دستورالعمل ہین جو ہر زمانہ مین سودمند اور قابل تقلید ہو سکتے ہیں۔ یورپ کے مورخین انکو دیکھکر انگشت بدندان رہجاتے ہیں۔ اونکی سمجھ مین نہیں آتا کہ کس طرح انکو اُس شخص کے خیالات ومعتقدات کہ سکین جسکو وہ ایک جابر اور مکار بادشاہ ثابت کرنے میں اپنا تمام زور قلم اور تاریخی معلومات صرف کرچکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اورنگ زیب کی پالیسی اور اُسکے کیرکٹر کے متعلق رائے قائم کرنے میں ہمیشہ بیجا تعصب یا غیر ضروری جنبہ داری سے کام لیا گیا ہے، اور اس طرح اس بدقسمتی اور غلط فہمی کے شکار بادشاہ کو دوستون کی حمایت سے بھی اسی قدر نقصان پہونچایا ہے جس طرح مخالفین کی ہٹ دھرمی اور مخاصمانہ نکتہ چینی نے۔ اگر بے لاگ تحقیق اور مورخانہ نقادی سے کام لیکر اُسکی سیرت اور طریقۂ حکومت کے متعلق چہان بین کیجائے تو معلوم ہوگا کہ اپنے طویل اور پُرآشوب زمانہ حکومت مین اُسنے کوئی کام ایسا نہین کیا جو ان خیالات اور فلسفیانہ ارشادات کے خلاف ہو۔

اُسکے طریقۂ زندگی اور پابندی اوقات کا اندازہ ذیل کے نہایت مکمل اور واضح احکامات وہدایات سے ہوسکتا ہے جو اُسنے اپنے بڑے بیٹے کو ارسال فرمائے۔ سنہ ۱۶۵۴ء میں جب اورنگ زیب صوبہ داری دکن پر مامور تھا، اُسکا خلف اکبر سلطان محمد جسکی عمر اُسوقت صرف پندرہ سال کی تھی شاہ جہاں کی خدمت میں باریابی کی غرض سے اجمیر روانہ ہونے کی تیاریاں کررہا تھا، اورنگ زیب چاہتا تھا کہ نوخیز اور ناتجربہ کار سلطان محمد حضوری شہنشاہ میں، امراو عمائدین سلطنت کے سامنے اپنے طریقۂ عمل سے یہ ثابت کردے کہ اُس نے ایک قابل باپ کی نگرانی میں نہایت اعلیٰ تعلیم و

تربیت حاصل کی ہے اور شاہانہ ادب وآداب سیکھے ہیں۔ اس غرض سے اُسنے مفصلۂ ذیل ہدایات اپنے بیٹے کی رہنمائی کیلیے ارسال کیں، اور اُنپر پوری احتیاط کے ساتھ نہایت پابندی سے عمل پیرا ہونے کی اُسکو سخت تاکید تھی۔ وہ دستورالعمل یہ ہے :-

"سفر وحضر میں تم کو ہمیشہ طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ بارہ منٹ قبل بیدار ہونا چاہیے۔ اڑتالیس منٹ غسل اور دیگر حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے میں صرف کرو اور پھر فوراً اولے نماز کیلیے کمرہ سے باہر نکل آؤ۔ نماز اور وظائف مقررہ سے فارغ ہونے کے بعد ایک پارہ کلام مجید کا ضرور پڑھو۔ اسکے بعد اندرونی کمرہ میں جاکر ناشتہ کرو۔ حالت سفر میں طلوع آفتاب سے اڑتالیس منٹ بعد گھوڑے پر سوار ہو۔ اگر اثنائے راہ میں شکار کھیلنے کا اتفاق ہو تو اسکا پورا اہتمام کرو کہ وقت مقررہ پر اپنے جاے قیام پر ضرور پہونچ جاؤ۔ وہاں پہونچکر اگر تمھارا دل چاہے اور کافی وقت میسر ہو تو عربی کا کچھ مطالعہ کرلیا کرو۔ ورنہ آرام کرو۔ بارہ بجکر بیس منٹ پر جب وقت زوال شروع ہو جائے تو نماز ظہر کی تیاری کرو۔ نماز ہمیشہ خیمۂ شاہی کے باہر باجماعت ادا کیا کرو۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر آرام کرو۔ اس عرصہ میں نماز عصر کا وقت ہو جائیگا۔ لیکن اگر کھانے کے بعد استراحت کے تم عادی نہیں ہو تو یہ وقت خطوط کے جوابات لکھنے میں اور فارسی نظم ونثر کی کتابیں پڑھنے میں صرف کیا کرو۔ نماز عصر پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر تک عربی کا مطالعہ کیا کرو۔ اور نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد دربار خاص منعقد کرو۔ شام ہونے سے اڑتالیس منٹ بعد تک دربار خاص میں رہا کرو۔ اسکے بعد دربار سے اُٹھکر ایک پارۂ قرآن شریف کی تلاوت بلا ناغہ کیا کرو۔ پھر دیوان خاص میں جاکر سو جاؤ۔ حالت سفر میں منزل پر پہونچکر تمام متذکرۂ بالا امور حسب ہدایت پابندی کے ساتھ انجام دو، لیکن علی الصباح سواری کے میدان میں اڑتالیس منٹ تک تیراندازی کی مشق اور چاندماری کرلیا کرو۔ اور طلوع آفتاب کے بعد جب پورا ایک گھنٹہ اور چوبیس منٹ گذر جائیں تو دربار عام منعقد کرو اور امور سیاسی ومعاملات ملکی کے بارے میں صلاح ومشورہ کرنے میں اڑتالیس منٹ یا اس سے کم وبیش وقت صرف کیا کرو۔ بعد ازاں اگر کسی خاص اور اہم کام کے لیے مشورہ وتبادلۂ خیالات کی ضرورت ہو

تو امرائے خاص کو بلا کر اُنسے نجی کے طور پر صلاح لیا کرو۔ یا اتنا وقت مطالعۂ عربی میں صرف کرو۔ سفر کے دن دو پارے ورنہ تین پارے قرآن شریف کے پڑھا کرو۔ اگر منزل مقصود تک پہونچنے میں زیادہ وقت کی ضرورت ہو، تو نماز فجر سے فارغ ہوتے ہی روانہ ہو جایا کرو اور راستہ میں ناشتہ کیا کرو، ورنہ قبل از روانگی ناشتہ سے نپٹ جاؤ۔ بوقت یعنی صبح کو اُجالا ہونے سے قبل اور رات کو نو بجے بعد کبھی روانگی سفر کے لیے تیار نہ ہو۔ راستہ میں اگر تم شکار میں مشغول ہو جاؤ تو اپنی فوج کو بخشی فوج کے ہمراہ جائے قیام پر بہت نزدیک راستہ سے روانہ کر دو۔ اور شکارگاہ میں محض معدودے چند ہمراہیوں کو اپنے جلو میں رکھو۔"

چونکہ سلطنت مغلیہ کا استحکام بادشاہوں کی جنگی قابلیت، فنون سپہگری میں مہارت اور جنگجویانہ تشویق پر مبنی تھا، اور چونکہ اورنگ زیب خود نہایت اُولوالعزم جرنل اور جری سپاہی تھا، اسلیے اُسکو ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ اُسکے لڑکوں کے دل و دماغ میں عیش پسندی اور آرام طلبی کے جراثیم سرایت نہ کر جائیں۔ چنانچہ وہ کوئی موقعہ اُنکو محنت و مشقت، فنون جنگ اور اصول سپہگری کی طرف مائل کرنے کا ہاتھ سے نکلنے نہیں دیتا تھا۔ شہزادۂ موصوف کو وہ نصیحت کرتا ہے کہ

"رفتہ رفتہ تم کو ہتھیاروں کے ٹھیک استعمال اور انکو اپنے بدن پر سجانے میں کامل دستگاہ حاصل کر لینا چاہیے۔ جبوقت تک پسینہ بالکل خشک نہ ہو جائے اپنے جسم سے فوجی لباس مت اُتارو اسلیے کہ ایسا کرنے سے بیمار پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔"

فوج میں نظام و ترتیب قائم رکھنے کے بارے میں وہ ہدایت کرتا ہے :-

"سوائے محمد طاہر (تابیق) کے کسی دوسرے افسر کو بارہ ہزار سوار سے کم رتبہ کے منصبدار کو اپنی فوج سے آگے مت چلنے دو۔ دربار میں یا کوچ کے وقت ضروری گفتگو کیا کرو۔ جو لوگ حیثیت اور مرتبہ میں اس قابل نہیں ہیں کہ تم سے ہمکلام ہو سکیں، اُنکو نہایت نرمی اور ملاطفت سے ٹالدو۔ اس قسم کا طرز عمل اُنکے دل میں تمہاری جانب سے خوف اور وقعت پیدا کر دے گا۔"

انکے علاوہ اور بہت سی ہدایات ہیں جو بالخصوص شہزادوں کے لیے نہایت مفید اور حرز جان بنانے کے قابل ہیں۔ شہزادہ کو شکار میں زیادہ وقت ضائع کرنے اور تعلیم سے غفلت برتنے پر سرزنش کرتا ہے

کبھی ترکی علوم کی تحصیل پر توجہ دلاتا ہے۔ پابندیِ نماز اور آئین و دستور شاہی کی نگہداشت کی تاکید کرتا ہے۔ انشا پردازی اور طرزِ عبارت کی اصلاح پر خاص طور سے اُسنے شہزادہ کو مطلع کیا ہے:۔

"جبوقت تک الفاظ کے معنی اور محل استعمال کو بخوبی نہ سمجھ لو ہرگز استعمال نہ کرو"

غرض اُسکے تمام مرسلات اور فرامین اس قسم کے مفید اور نتیجہ خیز ہدایات و نصائح پر مشتمل ہیں جن پر عملدرآمد ہر زمانہ اور ہر حالت میں بادشاہوں سے لیکر معمولی آدمی تک کے لیے نہایت ضروری و کارآمد ہے۔

بادشاہوں کی تعلیم اور طریقۂ تعلیم کے متعلق اُسکے دلچسپ اور سبق آموز خیالات کا اندازہ اُسکی ایک تقریر سے ہو سکتا ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

جبوقت عالمگیر نے اورنگ طاؤسی پر صدر نشیں ہو کر اوسکی زیب و زینت کو دوبالا کیا اور تاج شاہجہانی اپنے سر پر رکھکر عالمگیری کے شادیانے بجوانے لگا، تو اوسکا غلغلہ سنکر اُوسکے ملازمین متوسلین قدیم جو ہندوستان کے دور و دراز مقامات اور ہمسایہ ممالک میں بود و باش رکھتے تھے حاضر دربار ہوئے تاکہ اپنی دیرینہ خدمات و احسانات یاد دلاکر خلعت و انعام و مناصب جلیلہ و اکرام شاہانہ حاصل کریں۔ ان میں بادشاہ کے سابق اُستاد ملا شاہ بھی تھے۔ اورنگ زیب نے اسے ابتدائے زمانہ طالب علمی میں عربی و فارسی کی چند کتابیں دیکھی تھیں۔ اس صلہ میں شاہجہاں نے اُنکے نام افغانستان میں کچھ جاگیر کردی تھی۔ جہاں آپ سکونت پذیر تھے۔ جب اورنگ زیب کی اپنے برادرانِ یوسف پر کامیابی اور تخت حکومت پر جلوہ فرما ہونے کی خبر آپ تک پہونچی، تو فوراً ہی عازم ہندوستان ہوئے، تاکہ اپنے حقوق جتاکر اُنکا صلہ حاصل کریں۔ تین ماہ تک آپ بلا ناغہ بلاکشاں دربار کے زمرہ میں سب سے آگے نظر آتے رہے، لیکن اورنگ زیب نے مطلق آپکی جانب توجہ نہ کی آخرکار جب بادشاہ اُنکی روزانہ حاضری سے عاجز آگیا تو ایک روز حکم دیا کہ آپ کمرۂ خاص میں تخلیہ کے وقت تشریف لائیں۔ آپ ہزاروں دلخوش کن امیدوں کو ہمراہ لیے ہوئے خلوت میں حاضر ہوئے۔ اُسوقت کمرۂ خاص میں بادشاہ کے علاوہ حکیم اعظم دانشمند خان (وزیر کا آقا) اور

تین چار دیگر نہایت سربرآوردہ اور باکمال ارکان سلطنت موجود تھے۔ مُلّا جی کو دیکھکر بادشاہ نے اُون سے خطاب کیا:۔

"فرمائیے ملا جی! آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ کی یہ خواہش ہے کہ سلطنت کے کسی عہدۂ جلیلہ پر آپکو سرفراز کر دوں؟ اچھا پہلے میں آپکے دعوے، قابلیت اور استحقاق اعزاز کو جانچنا چاہتا ہوں۔ بیشک آپنے مجھکو مناسب اور موزوں تعلیم دی ہوتی تو آج میں آپ کی عزت کرنا اپنا فخر سمجھتا اور آپ کو ہر قدر و منزلت کا اہل جانتا۔ کسی اعلیٰ تربیت یافتہ شخص کی نسبت آسانی سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اپنی مکمل اور مستحسن تعلیم اور دماغی نشو و نما کے لیے اپنے والدین کا زیر بار احسان ہے یا کسی استاد کا۔ لیکن آپ کے روبرو زانوے شاگردی تہ کرنے سے مجھے کیا حاصل ہوا؟ آپ نے مجھکو یہ تبلایا کہ تمام فرنگستان (یورپ) ایک معمولی اور چھوٹا سا جزیرہ ہے اور وہاں پہلے تو پور توغال کا بادشاہ سب میں زیادہ طاقتور تھا، لیکن اُسکے زوال کے بعد شاہ ہالینڈ، اور بعد ازاں شاہ انگلستان کی قوت بہت زبردست شمار کی جانے لگی۔ دیگر والیان یورپ مثلاً فرانس و اندلس کے متعلق آپنے میری معلومات میں یہ قابل قدر اضافہ کیا کہ اُنکی سلطنتیں ہندوستان کی کسی معمولی ریاست کے پلّہ کی بھی نہیں ہیں اور سلاطین ہند کے مقابلہ میں اُنکی تمام شان و شوکت ایک ذرۂ بیمقدار کی حیثیت رکھتی ہے۔

"ہمایون۔ اکبر۔ جہانگیر۔ اور شاہجہاں کا ہم مرتبہ کوئی بادشاہ صفحۂ ہستی پر نہیں گزرا، اور ایران و کاشغر، چین و ماچین، اور دیگر ممالک کے حکمراں فرمانروایان ہند کے نام سے کانپ اُٹھتے ہیں۔ آپ کی جغرافیہ دانی اور تاریخی معلومات لائق صد آفریں ہیں۔ کیا آپ کا یہ فرض نہیں تھا کہ دنیا کی ہر قوم کی خصوصیات اور اُنکی تاریخ سے مجھکو واقف کرتے، اُنکی دولت و قوت، اُنکے طریقۂ جنگ و جدال، سیرت و اطوار، مذہب و رواج، آئین حکومت اور اُنکے سیاسی اغراض و مقاصد آپ مجھکو بتاتے! اور تاریخ کا باقاعدہ مطالعہ کرنے کی آپ مجھکو ترغیب دیتے تاکہ میں سلطنتوں کے قیام اور اُنکے عروج و زوال کے فلسفہ اور اسباب پر غور کرتا، اور اُن واقعات و اسباب اور غلطیوں اور فروگذاشتوں سے واقفیت حاصل کرتا، جو دنیا میں بڑے بڑے سیاسی تغیرات اور عظیم الشان انقلابات پیدا کرنے کا باعث ہوئی ہیں۔ تاریخ اقوام کا صحیح اور وسیع مطالعہ تو کجا، آپکی تعلیم سے مجھے اپنے

مشہور عالم اسلاف اور سلطنت مغلیہ کے شہرۂ آفاق بانیوں کے نام بھی نہیں معلوم ہو سکے۔ اُنکے سوانح زندگی، اور واقعات گذشتہ اور اُنکی قابلیت و اُولوالعزمی (جس سے اُنھوں نے ایسی فتوحات حاصل کیں) کے متعلق آپنے مجھکو بالکل تاریکی میں رکھا۔ بادشاہوں کے لیے اپنے ہمسایہ قوموں کی زبانیں جاننا نہایت ضروری ہے، لیکن آپ نے صرف زبان عربی سیکھنے کی ضرورت میرے ذہن نشین کی اور میرے وقت کا بیشتر حصہ ایک ایسی زبان کی تحصیل میں صرف کرایا جسکو کوئی شخص بغیر دس بارہ برس کی محنت شاقہ کے پورے طور سے حاصل نہیں کر سکتا۔ آپ کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ شہزادوں کا نصاب تعلیم کن مضامین پر مشتمل ہونا چاہیے۔ پس آپ نے میرا تمام وقت الفاظ کو رٹانے میں ضائع کیا، جس سے نہ کوئی فائدہ ہو سکتا ہے، نہ اُس میں کوئی دلچسپی ہے اور نہ یہ سلسلہ ختم ہو سکتا ہے۔ کیا آپ کو یہ لازم نہیں تھا کہ آپ مجھے اس امر کی جس کا جاننا بادشاہوں کے لیے ناگزیر ہے تعلیم دیتے کہ بادشاہ اور رعایا کے باہمی فرائض کیا ہونا چاہیے؟ یہ امر ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہنا چاہیے تھا کہ مجھے کسی وقت اپنے بھائیوں سے مجادلہ آرا ہونا پڑیگا اور بقاے زندگی و حصول سلطنت کیلیے (جو باہم لازم و ملزوم ہیں) تلوار اُٹھانا پڑیگی۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ فرمانروایان ہند کی اولاد و احفاد کو ایسے ناگزیر واقعات کا پیش آنا یقینی ہے۔ کیا آپنے کبھی مجھکو فنون جنگ کی، محاصرہ کرنے کی، اور فوج کو میدان میں ترتیب دیکر لڑانے کی تعلیم دی؟ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میں نے آپ سے زیادہ عقلمند اور تجربہ کار لوگوں کی تربیت و تعلیم سے اس معاملہ میں استفادہ کیا۔ آپ اپنے قصبہ کو واپس جائیے اور آیندہ کسی شخص پر آپ یہ ظاہر ہونے دیجیے کہ آپ کون بزرگ ہیں یا آپ پر کیا بیتی ہے"۔

پروشیائی عظمت و اقتدار کے بانی مبانی، فریڈرک اعظم کے متعلق لارڈ میکالے اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے کہ "ابتداے زمانۂ حکومت سے وہ سرکاری کاموں کی دیکھ بھال میں اس قدر منہمک رہتا تھا کہ جسکی نظیر دنیا کا کوئی حکمران نہیں پیش کر سکتا۔ وہ چہاردہم شہنشاہ فرانس وزارت خاص کے فرائض خود انجام دیا کرتا تھا، اور تمام دفاتر و محکمہ جات اُسکے زیر نگرانی کام کرتے تھے۔ لیکن فریڈرک کچھ اس سے بھی آگے بڑھ گیا۔ وہ اسپر قانع نہیں تھا کہ اپنا وزیر خاص خود ہی رہے، بلکہ وہ بذاتہ کیہ وتنہا وزیر

تمام سلطنت کے لیے ہونا چاہتا تھا۔ حکام بالاترین محض اُسکے محرروں کے طور پر کام کرتے تھے اور اُنپر اُسکو اتنا بھی اعتبار نہ تھا جتنا کہ ایک محکمہ کا افسر اپنے زیر دست نشیوں پر کیا کرتا ہے۔ وزیر مال، سپہ سالار افواج، منصرم امور عامہ، معتمد تجارت، اور وزارت داخلیہ و خارجیہ، غرضکہ کُل اہم اور معمولی انتظامات کی نگرانی اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ اگر کوئی مسافر فوجی نمایش کی سیر دیکھنا چاہتا تو اُسکو براہ راست فریڈرک کے پاس درخواست بھیجنا ہوتی تھی، اور بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا پروانہ اُسکو ملتا تھا۔

نپولین اعظم کی خوش قسمتی سے اُسکو ایسے اچھے کارکن اور مشیر میسر آئے تھے کہ یورپ کا کوئی ملک اُنکے مثل اُس زمانہ میں نہیں لا سکتا تھا، لیکن دنیا جانتی ہے کہ وہ صرف نپولین کے احکام و فرامین لکھنے اور اُنکا اجراء کرنے کی ایک مشین تھے۔ معاملات سیاست، اور تدابیر جنگی میں اُسنے کبھی کسی وزیر یا سکرٹری کی رائے کو اپنی زبردست قوتِ تدبیر کے مقابلہ میں قابلِ وقعت نہیں سمجھا اور یہ ایک واقعہ ہے کہ اُسکی پیش بندیاں اور تدابیر کبھی غلط ثابت نہیں ہوئیں۔

اس سے یہ سمجھنا نہیں چاہیے کہ ان مشاہیر کو اپنے ماتحتوں پر اعتبار نہیں تھا یا وہ انکو نااہل سمجھتے تھے، بلکہ اسکا سبب یہ ہے کہ اُنکو اپنی ذاتی قابلیت اور قوت عمل پر زیادہ بھروسہ تھا۔ اورنگ زیب کی بدقسمتی سمجھیے یا مورخین کی ستم ظریفی، کہ اورنگ زیب کے انھیں خصائص نے، جو دوسرے لوگوں کے محاسن و محامد میں شمار کیے جاتے ہیں، اُسکی فرد جرم میں ایک اور نہایت سنگین الزام کا اضافہ کر دیا ہے۔ ہمارا مقصد اسوقت یہ نہیں ہے کہ ہم مورخین کے اس الزام کو جانچیں کہ اورنگ زیب کو اپنے کسی ملازم یا مقرب حتیٰ کہ اپنے بیٹوں اور دیگر اقارب پر بالکل بھروسہ نہیں تھا اور خلقۃً وہ نہایت شکی مزاج واقع ہوا تھا۔ ہم صرف ایک واقعہ بیان کرنا چاہتے ہیں، جس سے اصول حکومت اور فرائض شاہی کے متعلق اُسکے زریں خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ کیوں اپنی آسایش اور صحت کو معرض خطر میں ڈالکر سلطنت کے معمولی سے معمولی کاموں کی نگرانی اور درستی میں ہمہ تن مشغول رہتا تھا۔

امور سلطنت کے انصرام میں اورنگ زیب کی ہمہ تن مشغولیت، اور شب و روز انہماک سے بعض ہوا خواہوں کو یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ اسکی وجہ سے بادشاہ کی صحت پر مضر اثر پڑے گا۔ اسکے علاوہ بادشاہ کی نگرانی کی وجہ سے، امراء اراکین اور عمال سلطنت کی ناجائز آمدنی اور

غیر واجب اختیارات کے دروازے بند ہو گئے۔ چنانچہ ایک روز موقعہ پاکر مقرب ترین امراء میں سے ایک نے بادشاہ کو اسطرف توجہ دلائی، اور اسقدر محنت و مشقت سے باز رہنے کی بوسکو ناصحانہ صلاح دی۔ اسکے جواب میں بادشاہ نے یہ فصیح و بلیغ اور نہایت پر مغز و معنی خیز تقریر ارشاد فرمائی۔

"بادشاہ کے ان فرائض اور ذمہ داریوں کے متعلق آپ لوگوں میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہونا چاہیے کہ مشکلات اور خطرات کے موقعوں پر اُسکا فرض ہے کہ اپنی زندگی کو سب سے پہلے معرض ہلاکت میں ڈالے اور اگر ضرورت ہو تو اُن لوگوں کی حفاظت میں جو اُسکی نگرانی میں دیدیئے گئے ہیں تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے اپنی جان دیدے۔ تعجب ہے کہ یہ مہربان اور محتاط آدمی مجھکو ترغیب دے رہا ہے کہ رعایا کی فلاح و بہبود کا خیال میرے لیے کوئی پریشانی یا فکر کا باعث نہیں ہونا چاہیے اور اُنکی بہتری کی تدابیر سوچنے میں میری ایک شب کی نیند بھی خراب نہ ہونا چاہیے۔ اور نہ اسوجہ سے میرا کوئی دن خواہشات نفسانی کو پورا کرنے میں صرف ہونے سے بچ سکے۔ اسکی رائے ہے کہ صحت جسمانی کے تحفظ کا خیال میرے نزدیک سب سے زیادہ اہم ہونا چاہیے اور مجھے بالخصوص اُن اسباب و ذرائع کو تلاش کرتے رہنا چاہیے جو میرے ذاتی آرام و آسایش میں معین و مؤید ہو سکیں۔ بلاشک اُسکی یہ خواہش ہے کہ میں امور سلطنت کا انصرام کسی وزیر کے ہاتھ میں دیدوں۔ اُس نے ہرگز یہ خیال نہیں کیا کہ ایک بادشاہ کے گھر میں پیدا ہونے اور تخت حکومت پر متمکن ہونے کی وجہ سے گویا قدرت نے مجھکو اس خدمت پر مامور کرکے دنیا میں بھیجا ہے کہ میں یہاں اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کی خاطر زندہ رہوں اور مشقت کروں۔ کیونکہ یہ میرا فرض ہے کہ میں اپنی سہولیت اور آرایش کا صرف اُس حد تک لحاظ کروں جہانتک وہ عوام کی فلاح و بہبود سے متعلق ہیں۔ رعایا کی خوشحالی اور آسایش ہمیشہ میرے مدنظر رہنا چاہیے۔ اور انصاف و عدل کی خواہش، اقتدار شاہی کی بحالی اور تحفظ سلطنت کے علاوہ اور کسی غرض کیلیے انکو نظرانداز کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ شخص اُن نتائج کو نہیں جان سکتا جو میرے تساہل سے پیدا ہونگے، اور یہ اُن قبائح سے بالکل ناواقف ہے جو دوسروں کو اختیارات سونپ دینے سے معرض ظہور میں آئیں گے۔"

سترہویں صدی کے اس "ظالم و جابر" اور مطلق العنان بادشاہ کے ان خیالات کو پڑھیئے اور اس دور تہذیب و تمدن کے کسی شہرۂ آفاق ماہر تعلیم، یا کسی حریت نواز و آزاد خیال سیاسی

اہل الرائے کے خیالات سے موازنہ کیجیے۔ اور پھر سوچیے کہ کیا یہ انصاف کشی اور اخفائے حقیقت کی ایک مجرمانہ کوشش نہیں ہے کہ ہماری تمام تاریخی معلومات اور دماغی کد و کاوش صرف یہ ثابت کرنے میں صرف ہو ع

کہ عالمگیر ہندو کُش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا

(جے پور)　　محمد حامی الدین خاں رفیق پروفیسر تاریخ مہاراجہ کالج

غزل

تربت پہ وہ جو آ گئے عالم نیا ہوا　　پھولوں میں جان پڑ گئی سبزہ ہرا ہوا
پیوند پیرہن میں مرے جا بجا ہوا　　تھا قیس کے کفن کا جو ٹکڑا بچا ہوا
دیکھا گیا نہ اشکوں کا دریا چڑھا ہوا　　پانی برس رہا تھا کہ قاصد ہوا ہوا
شامت ہے کس کی کون یہ پوچھے کہ کیا ہوا　　صفدر کو جا رہا ہے کوئی کوستا ہوا
آئے نکالنے وہ مرے دل کی حسرتیں　　آئے اُجاڑنے کو مرا گھر بسا ہوا
وہ دیکھتے ہیں بوے وفا مل کے ہاتھ میں　　خونِ شہیدِ ناز بھی عطرِ حنا ہوا
رنگ چمن نہ پوچھیے ساقی کے ہجر میں　　ہر جام گل ہے خون جگر سے بھرا ہوا
تم نے دیا تھا داغ جو اے مہربان کبھی　　ہے آج تک وہ میرے جگر سے لگا ہوا
کیا طرز دلنوازی بیمار یہ بھی ہے　　بالیں سے اُٹھ گیا ہے کوئی کوستا ہوا
حصے میں آ گیا وہی سیماب برق کے　　جو اضطراب تھا مرے دل سے بچا ہوا
کیا کیا بناؤ بگڑے ہوئے تیوروں میں ہیں　　غصے میں بھی پیار کا نقشہ کھنچا ہوا
آ آ کے جا چکے کئی موسم بہار کے　　اب تک اسیرِ دام نہ کوئی رہا ہوا
داغِ دلِ فسردہ ہے سینے میں اس طرح　　جیسے کوئی چراغ لحد ہو بجھا ہوا
کرتا ہے شکر خنجر قاتل کا بخیہ گر　　رہنے دے زخم دل کا ابھی منھ کھلا ہوا

پوچھا کسی نے حال جو صفدر کا یوں کہا
زندہ تھا رات صبح کو کیا جانے کیا ہوا

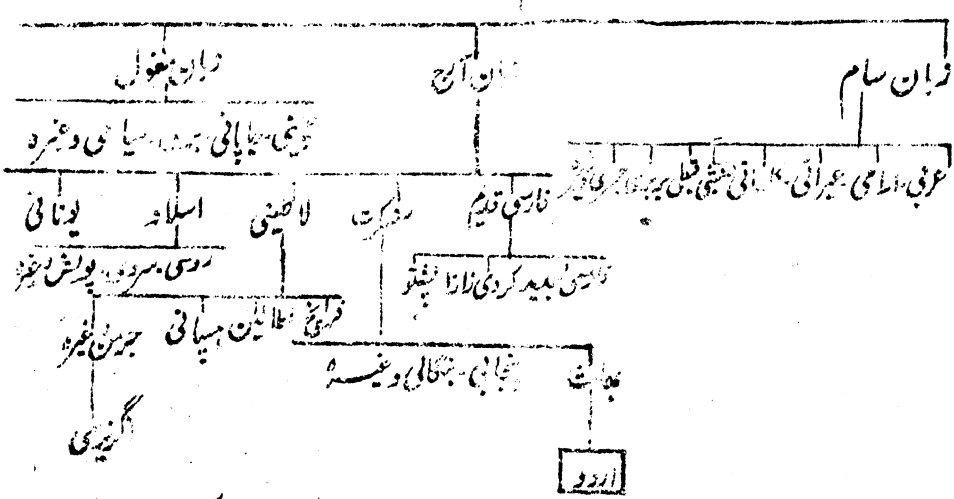
صفدر مرزا پوری

اُردو کی نشر

غالباً دنیا کی کوئی زبان اتنی نوعمر نہین جتنی ہماری اُردو زبان ہی۔ زبان بھی انسان کی طرح پیدا ہوتی ہی۔ جوان ہوتی ہی۔ بوڑھی ہوتی ہی۔ صاحب اولاد ہوتی ہی اور پھر مرجاتی ہی اُس کی اولاد بڑھتی ہی اور مزاج زمانہ کے ساتھ نئی صورت مین موجود ہوتی ہی۔ جسمین اگرچہ کچھ آبائی ورثہ باقی رہتا ہی مگر کلی طور سے وہ ایک نئی مخلوق سمجھی جاتی ہی۔ اگر یہ سلسلہ پیچھے دور تک بڑھاؤ تو آخر مین باوا آدم کی زبان پر ختم ہوکر ایک ہی زبان پر آجاتی ہی۔ ہماری توریت نے غالباً غلط نہین کہا کہ زبان کا اختلاف بابل کے منارے کے بننے کے وقت سے شروع ہوا ہی جسکو عام فہم بنانے کے لیے جیسا کہ مذہبی کتابون کا قاعدہ ہوتا ہی موقع بیرانے مین اس طرح بیان کردیا ہو کہ خدا کو منارۂ بابل کا بننا جو گویا اُس کی خدائی کے مقابل اعلان جنگ کے برابر تھا بُرا معلوم ہوا اور اس لیے اُس نے تمام مزدورون کی زبان مین اختلاف کرکے یہ سلسلہ مسدود کردیا۔ اسکو نظر انداز کرکے ہمین یہ ماننے مین پس و پیش نہین ہی کہ مخلوق کی ابتدا جس طرح ایک فرد واحد انسان سے ہوتی ہی اسی طرح ایک زبان سے جب اُس کی اولاد کثیر یا ابتدائی خانگی جھگڑون سے باپ کے گھر مین نہ سما سکی تو جس نے جدھر کا راستہ پایا روانہ ہوگئی۔ ان لڑکون نے اپنے نئے گھر مین ملک کی آب و ہوا کے موافق ایک نئی معاشرت کی ابتدا کی۔ اس کی اولاد کثرت سے بڑھی اور اپنے اپنے مرکز کے دائرہ مین پھیلتی گئی اور جیسے جیسے یہ پھیلی اُس کی گفتگو۔ رنگ و روپ مین فرق آتا گیا۔ لہذا تاریخ کے رو سے پہلی تقسیم سام۔ آرج۔ اور مغول کی قرار پائی۔ سام وہ تھے جو اپنے گھر مین رہے اور ہم یہ بھی مان لیتے ہین کہ وہ بابل تھا جو اولین گہوارۂ انسانی کہلاتا ہی۔ بابل وہی ہی جسکو آج کل ہم عراق کہتے ہین۔ اس کی جغرافی کیفیت یہ ہی کہ مغرب کی طرف نا انتہا سے اطلانٹک ایک مسلسل و مسطح میدان جسمین کوئی بڑا پہاڑ اور سمندر حائل نہین چلا جاتا ہی۔ شمال و مشرق مین عراق کا میدان پہاڑون سے محدود ہی۔ ابتدائی نسل جب پھیلی تو اس نے فطرتاً وہی راستہ اختیار کیا جو قدرتی رکاوٹون سے پاک تھا اور چنانچہ جیسا واقعہ ہی سامی نسل کا پھیلاؤ مغرب اور جنوب کے رُخ عراق۔ شام۔ عرب۔ مصر اور افریقہ مین ہوا۔

مرور زمانہ سے جبل زگورس وجودی کے دامن سے لیکر منتہائے افریقہ سامی زبان نے رواج پایا اور آب وہوا کے لحاظ سے اُن مین درجہ بدرجہ تبدل اور تناسل ہوتا رہا۔ سامی زبان کی شاخون مین ارامی۔ کلدانی۔ عبرانی۔ عربی قبطی۔ فنیقی۔ بربری۔ حبشی زبانین پیدا ہوئین جن مین سوائے عربی کے نہ کوئی کثیر الاولاد ہی اور نہ زندہ۔

دوسری شاخ آریج جن کے مورثاعلیٰ نے جبال زگورس (موجودہ کوہ بشت گوہ) کے دشوار گذار قطعے کو عبور کرکے اپنے آبائی گھر سے بالکل قطع تعلق کرلینا تسلیم کرلیا تھا اس پر پشت در کوہ میدان مین پہلی جو ہمالیہ یورال۔ پامیر اور کوہ قاف سے محدود تھا۔ اُن مین کئی سلسلے قائم رہا جو اُن کے بھائی سامیون مین تھا۔ اور امتداد ایام مین آریج زبان کی شاخون سے سنسکرت۔ قدیم پارسی۔ یونانی۔ لاطینی۔ اسلاو زبانین پیدا ہوئین۔ اور پھر اُن کی اولاد در اولاد ہوئی جنھون کی پیدائش بہت پرانی ہی۔ بعضون کی نئی۔ اس طرح اُردو کا سلسلۂ نسب یون بنتا ہی:-



اس لحاظ سے اُردو چوتھی پشت مین ہوا کی ان بولیون ہی جو آپ گنگا و جمنا کی اور مندو وسطی کی زبان اور سنسکرت کی پوتی اور آریج زبان کی پرپوتی ہی جسکی خالائین فرنچ جرمن۔ ہسپانی۔ فارسی جدید کردی پشتو پنجابی بنگالی وغیرہ مین اور جسکی صرف ایک چچیری بڑی بہن انگریزی ہی جو اس سے عمر مین تقریباً ان کے برابر ہی اور جو زبان جرمن کی لڑکی ہی۔

(۱)

اس نوخیز زبان نے بعضون کا خیال ہو کہ شاہجہان اور اکبر کے گہوارۂ شفقت مین نشو ونما پائی اور بعض اس کو سلاطین تغلق و خلجی کی پروردہ بتلاتے ہین۔ خسرو نے جو کچھ بھاشا مین لکھا ہو وہ یقیناً ٹھیٹھ بھاشا نہین ہو اور اگرچہ صاف اُردو بھی نہین مگر اُردو کی بہن ضرور معلوم ہوتی ہو۔ مجھے یاد نہین آتا مگر بابر کا ایک اُردو شعر موجود ہو اور وہ بہت کچھ ہماری اُردو سے ملتا ہو۔ تو اگر ان دونون رایون کو پیش نظر رکھ کر سلطنت مغلیہ کے عہد مین اوسطاً اُردو کی ابتدا کہی جائے تو بیجا نہو گا۔ یعنی جو زبان آج ہندوستان مین برسر اوج ہو اُس کو پیدا ہوئے کل تین سو برس ہوتے ہین۔ اس نوخیز زبان نے اس تین سو برس مین کیا ترقی کی۔ اسپر مجھ سے زیادہ واقف کارون نے قلم فرسائی کی ہو اُردو شاعری کے لیے آزاد کی آبحیات یا حال مین ایک ہندو بزرگ لالہ سری رام ایم اے کی لاجواب کتاب خمخانۂ جاوید کافی معلومات رکھتی ہو۔ اس مضمون کا جو موضوع ہو وہ لٹریچر کی دوسری شاخ یعنی نثر پر ایک سطحی نظر ڈالنا ہو۔

(۲)

سب سے پہلے لفظ اُردو کو دیکھنا ہو۔ اُردو ترکی لفظ ہو جسکے معنی کیمپ یا لشکر کے ہین (اور موجودہ ترکی فوجی اصطلاح مین آرمی کور کے مرادف) یعنی لشکر والون کی زبان۔ اور میر امن۔ آزاد۔ سرسید احمد سب متفق القول ہین کہ شاہ جہان کی فوج مین مختلف قومون کی زبانون سے ملکر یہ زبان پیدا ہوئی ہو۔ بزرگون پر نکتہ چینی کرنا جسارت ہو۔ مگر مجھے اس قول سے قطعاً اختلاف ہو۔ اول تو یہ کہ دنیا مین شاہجہان سے پہلے بڑے بڑے اولوالعزم بادشاہ گذرے ہین جن کی فوج شاہجہان کی فوج کے آدمیون سے زیادہ قومون اور نسلون پر مشتمل تھی۔ مگر کسی لشکر نے کوئی زبان پیدا نہین کی۔ دوسرے لوگون کا یہ عام خیال غلط ہو کہ اگر کسی زبان مین کئی غیر زبانون کے الفاظ پائے جاتے ہین تو اُسکے یہ معنی ہوے کہ وہ زبان کئی زبانون سے مخلوط ہو کر بنی ہو۔ عربی زبان مین کتنے مفرس الفاظ ہین۔ اسی طرح فارسی مین کتنے معرب ہین۔ انگریزی مین سیکڑون۔ فرانسیسی۔ ہسپانی و اطالوی الفاظ ہین اور دنیا کی شاید کوئی زبان ہو جو تجارتگاہ عالم مین آکر اپنے کو پاک دکھلا سکے۔ اصل یہ ہو کہ زبان مین امتیاز اور فرق زیادہ اسکے الفاظ فعلیہ و حرفیہ پر موقوف ہین۔ الفاظ اسمیہ کسی زبان مین خلط سے پاک نہین۔ فعل و حرف کے الفاظ سے ہی ایک زبان دوسری سے شناخت ہوتی ہو اور اپنی جداگانہ حیثیت قائم رکھتی ہو۔ مثلاً ایک شخص فرض کرو

کہ آفس کا بابو یہ کہے کہ "فلان شخص میرے انڈر مین ورک کرتا ہی" اس کو ہم یقیناً اردو نہین کہین گے بلکہ شکری زبان لیکن اگر وہ یہ کہے کہ آفس مین جلد آیا کرو ورنہ مین ہیڈ اسسٹنٹ سے شکایت کرون گا" تو اگرچہ آفس اور ہیڈ اسسٹنٹ کا غیر لفظ استعمال کیا ہی۔ مگر یہ جملہ اردو زبان کا جملہ ہی۔ پس ایسے فعل جیسے آنا۔ جانا۔ کھانا۔ پینا یا ایسے حرف جیسے۔ مین۔ کو۔ پر۔ یہان وہان وغیرہ جب ان مین کوئی تبدیلی کی جائیگی تو اُس وقت زبان کا مخلوط ہونا کہا جائیگا۔ اور ایسی زبان لال کرتی اور انگریزی دفتروں مین بنگالی بابوؤن کے اندر رائج ہے۔ اس لحاظ سے مجھے اس مین بھی تامل ہی کہ ہماری زبان کو اردو کہنا بجا ہی یا نہین یعنی جن معنون مین ہم اسکو لیتے ہین۔ اردو ہر گز لشکری زبان نہین اور مناسب یہ ہی کہ اردو کی جگہ یا تو نیا لفظ ہندوستانی یا قدیم لفظ ریختہ کا رواج دینا چاہیئے۔ معلوم نہین کہ اس کا نام اردو کیون پڑا۔ اگر اس سے فوجی زبان سے مراد ہو یعنی ان ہندوستان کے مسلمانون کی زبان جن کا قدیم پیشہ سپہگری تھا تو خیر ورنہ اردو کو اردو اس حیثیت سے کہنا کہ یہ زبان مخلوط ہی سخت نادانی ہی۔

(۳)

اردو کی نثر کا آغاز سب سے پہلے شاہ عبدالقادر دہلوی سے ہوا ہی جنھون نے قرآن شریف کا ترجمہ اردو زبان مین کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ دولت مغلیہ آخری سسکیان لے رہی تھی چاہیے تو یہ تھا کہ اُن کے بعد اُن کی اولاد رشید اس نئے طریقہ کو اختیار کرتی۔ مگر شاہ عبدالعزیز شاہ رفیع الدین و شاہ اسمٰعیل صاحبان نے جو کچھ تصانیف چھوڑی ہین وہ تمام کی تمام فارسی زبان مین ہین۔ اور اس بار کو میر امن دہلوی نے اُٹھایا جنھون نے پہلا اردو فسانہ لارڈ دلزلی کی فرمائش سے لکھا اس کے بعد ہی اردو کا وہ دلچسپ دور داستان نگاری شروع ہوا جس کے ابتدا مین مرزا رجب علی سرور صاحب فسانہ عجائب اور آخر مین پنڈت رتن ناتھ سرشار صاحب فسانہ آزاد ہین۔ داستان نگاری بُری چیز نہین۔ یہ تخیلات کی وہ شان ہی جس مین شعرا کی محدود پابندیون اور قیود سے آزادی حاصل ہوتی ہی۔ مگر مرزا رجب علی نے غالباً نثر نگاری کو پوری طرح نہ سمجھا۔ اور تک باندھنے ہی کو اپنا سب سے بڑا کمال جانا۔ غالب نے بُرا نہین کہا جو اُنھون نے مرزا کی تحریر کو بھٹیارون کی گفتگو سے تشبیہ دی۔ مرزا رجب علی سرور کا فسانہ اس حیثیت سے قابل لحاظ ہی کہ قصے کا پیرایہ نیا اور نرالا ہی

اور اُردو بھی اگر تک بندی کو نظر انداز کر دیا جائے تو بہت ثقیل اور گران خاطر نہین مرزا کے بعد کسی نے اور بجز فسانہ نہ لکھا۔ فارسی اور عربی کا کثیر ذخیرہ پہلے سے موجود تھا اور صرف اسی کو اردو کا جامہ پہنانے کی کوشش کی گئی۔ قصۂ حاتم طائی۔ چہار درویش داستان امیر حمزہ وغیرہ اُردو کے لحاظ سے معمولی اور قصے کے لحاظ سے کہنہ اور فرسودہ ہین لیکن اُردو کی نثر نگاری مین جو چیز تمام عیوب سے مبرا ہے وہ پنڈت سرشار کا فسانہ آزاد ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انھون نے داستان گوئی کے ساتھ نثر نگاری مین جان ڈالدی۔ سنجیدہ مذاق۔ طبایع انسانی کے مختلف پہلوؤن کے خاکے یقیناً بے مثل ہین صرف عیب یہ ہے کہ بڑی لمبی داستان ہے اور گو اُس زمانہ مین جب وثیقہ داروں اور چانڈو بازون کی تعداد زیادہ تھی لوگون کو اسکے پڑھنے کی فرصت رہی ہو مگر آجکل کی کاروباری نسل دنیا وی انہماک مین مشکل سے داستان آزاد کو لیکر بیٹھے گی۔ یہ ایک بڑے تعجب کی بات ہے کہ محمد حسین آزاد کے آب حیات مین مشکل سے ایک شاعر کی نثر نگاری پر ریویو کیا گیا ہے۔ انشا۔ ذوق۔ امیر مینائی سودا اور غالب جیسے شاعر تھے ویسے ہی نثار بھی تھے۔

غلام امام شہید۔ منشی غلام غوث (صاحب فغان) بیخبر۔ سرشار اور سرسید کی درسیاتی لڑی ہین اور ان کی کتاب کا تتبع زیادہ برین نیست کہ ایک سے لغت اور دوسرے نے خطوط اور مضمون نگار مطلب کے سوا کوئی بڑی گامزنی نہین کی۔

(۴)

گو جدید دور مین اردو زبان کی تقدیر سرسید نے لکھولی۔ سرسید سے تمام مغلق اور مقفیٰ عبارتون کو یک قلم برطرف کر دیا۔ اور مجھے شبہ ہے کہ اگر سرسید مقفیٰ اور رنگین عبارت لکھنے کی کوشش کرتے تو کر بھی سکتے تھے۔ پہلی کتاب جو انھون نے خیالات جدیدہ کے پہلے لکھی ہے وہ صنادید عجم ہے۔ اور اسمین اگرچہ انھون نے کوشش اسی بات کی کی ہے کہ عبارت آرائی کرین۔ مگر بُری طرح ناکامیاب رہے۔ اور بعد کی سادہ آرائی مین بھی اگرچہ کمال حاصل نہ کیا مگر اسکی بنیاد رکھدی جسکو اُن کے پہلے ہم نشینون نے نہایت خوبی اور کامیابی سے انجام دیا۔ سرسید کی اُردو ذرا بھونڈی ہے اور حالی نے اسکی توجیہ یون کی ہے کہ وہ اس شخص کے الفاظ کے مانند ہے جو ایک سجے ہوئے مکان کو دیکھکر گھبرا جائے اور حالت اضطراری کے الفاظ جو اُس کے مُنھ مین آتے ہین بغیر اسکے کہ وہ اُنکی بلاغت اور فصاحت پر غور کرے چلا

عہ اسکا نام آثار الصنادید ہے۔ اڈیٹر

سرسید کی بقیہ تمام تصانیف مذہبی ہین۔ اُن کے مختلف مضامین جو اُن کے تہذیب الاخلاق رسالے سے جمع کیے گئے ہین۔ کتابخانون مین ملتے ہین یہی اُن کی نثر نویسی کا پورا مرقع ہے۔ مذہبی تصانیف مین خطبات احمدیہ، ابطال غلامی، تفسیر اناجیل، تفسیر قرآن وغیرہ عام اس سے کہ ہم اُن کے خیالات کی کیسی ہی مخالفت کرین۔ سادگی کی وجہ سے ان بزرگان دین کو اس حیثیت سے ہدایت کا ذریعہ ہوسکتی ہین کہ مذہبی لٹریچر کا اصل مقصد عوام پر صاف اور کھلے الفاظ مین تشہیر ہو وہ ابتک کسی مولوی کے ذہن مین نہ آیا تھا۔ اُن کی تمام تحریر کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ پڑھنے والون کو نفس مضمون کے بجاے یہ جتا دین کہ ان کو کتنی عربی لغتین اور کتنی منطقی اور فلسفی اصطلاحین یاد ہین۔ وہ اُردو لکھتے تھے جو اُن کے سوا اور کوئی نہین سمجھتا تھا۔ رتن ناتھ سرشار نے ایسے ہی علما کی تحریر کا اپنے فسانے مین خوب خاکہ اُڑایا ہے۔ سرسید کے بعد مہدی علی، چراغ علی، حالی، شبلی نذیر احمد، ذکاء اللہ کی تصانیف علمی، مذہبی تاریخی ہونے کے ساتھ یہ وصف رکھتی ہین کہ سب اسی اصول عام فہمی۔ سادہ آرائی اور مقصد مضمون پر مبنی ہین۔ نذیر احمد نے اُردو کو دہلی کے گھرانے اور محلسرا سے نکال کر شاہراہ پر بٹھلا دیا۔ جب تک اُردو اور دہلی زندہ ہے۔ لوگ اُن کے قصے کی کتابون کو پڑھین گے اور مزے لین گے۔ مگر ہر چیز کی ایک حد ہے۔ مولانا نے ترجمہ قرآن مین ایسی ہی روانی اور رعنائی اُردو کو ٹھونس دیا ہے۔ اور قرآن عظیم کی اعلیٰ متانت اور بلاغت کی مناسبت کا خیال نہین کیا۔ اُن کا ترجمہ قرآن ناپسندیدہ اور قابل تبدیل بلکہ تنسیخ ہے۔ دور سیدی مین ہماری نثر دو اور بزرگون پر ہے ایک تو مولانا محمد حسین آزاد دوسرے سجاد حسین صاحب اڈیٹر اودھ پنچ۔ ان دونون نے اُردو کو اپنے مطلب کے مطابق اور اپنے رنگ مین رنگا ہے اور اُردو کی سرافرازی کی ہے۔

(۵)

دور سرسید کے اختتام پر اگرچہ بہت سے اُردو نثر نویس تھے۔ مگر اُن مین قابل لحاظ صرف تین شخص ہین۔ ایک بوڑھے اور دو نوجوان بوڑھے سے میرا مطلب یہ ہے کہ جنھون نے سرسید کی آنکھین دیکھی ہین اور ابتک ہم مین موجود ہین۔ لکھنو کا مشہور ناول نگار جو انگلستان کے سوداٹر اسکاٹ اور مصر کے جرجی زیدان کی طرح تاریخ کو مضمون کی بنیاد بنا کر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ عبدالحلیم شرر ہے۔ اس کی فہرست تصانیف اگر اسکاٹ اور جرجی زیدان [illegible] تو کم نہین

لوگ کہتے تھے کہ اڈیسن فلسفہ کو مقصورہ سے نکال کر مجمع احباب مین لایا۔ شرر نے تاریخ کے پیرفرنوت کو نازنین دلچسپ ماہرو کے جلوے مین پیش کیا ہی۔ کون ہی جو حسن بن صباح کے فدائیون کا حال جاننا نہین چاہتا مگر کون اسکو کامل ابن اثیر یا ابن خلدون کی زبانی سننے کا شوقین ہی۔ ہان فرد دس برین کے دلچسپ پیرایے مین ہم سب کو مشتاق بنا دیتا ہی۔ اسیطرح زوال بغداد۔ ماہ ملک۔ ملک العزیز ورجینا فلورا فلورنڈا۔ منصور موہنا۔ لعبت چین۔ بابک خرمی۔ فاتح مفتوح۔ اسلامی زمانے کی جدا جدا تاریخین ہین جو قصے کے پیرایے مین ہم کو اپنی قوم کی گذشتہ کارنامون کا زمانہ یاد دلاتی ہین۔ شرر کی فسانہ نویسی مین جو کمی مجھے نظر آتی ہی وہ یہ ہی کہ اُن کے ہیرو اور ہیروین عموماً ایک ہی قطع کے لباس پہنے ہوئے نظر آتے ہین۔ اور بعض جگہ اُنھون نے یوسف زلیخا اور سکندر نامہ کی بزم کا رنگ دے دیا ہے جو موجودہ تہذیب جائز نہین رکھتی۔ اس مین ان کی تازہ ناولین دربار حرامپور۔ غیب دان دلھن وغیرہ ہین۔ دونو جوان نثر نگارون مین مسٹر سجاد حیدر اور خواجہ حسن نظامی ہین۔ سجاد حیدر کو مین ذاتی طور سے نہین جانتا ہون مگر مین نے اُن کے مضامین خیالستان پڑھے ہین اُس مین زیادہ تر ترکی اور انگریزی کی خوشہ چینی ہی مگر یہ بھی کمال ہی کہ دوسرے ملک کے پھول کو غیر مانوس آب وہوا مین تر و تازہ اُسی آب و نکہت سے باقی رکھے۔ اُن کی اُردو نہایت شستہ۔ دلچسپ۔ جدت آفرین ہی مثال کیلیے اُن کا وہ حصہ لو جسمین عورت و مرد کے ابتدائی جذبات و کشش کا نقشہ کھینچا ہی۔ یہ ترکی زبان کا قصہ ہی اور اصل مین یونان کی قدیم متھیالوجی (روایات مذہبی) کے ایک دلچسپ قصے پر رنگ آمیزی کیگئی ہی چونکہ میری نظر سے یہ مضمون اصل مین گذر چکا ہی۔ اس لیے مین کہہ سکتا ہون کہ ترکی قصہ ترکی مین اتنا دلچسپ نہین جتنا یہ قصہ اُردو مین ہی۔ اور ایسی مثال بجز فٹز جیرالڈ کے ترجمہ رباعیات عمر خیام کے جو اصل سے بہتر کہا جاتا ہی کہین نہین ملتی۔ خواجہ حسن نظامی کی شیرین کلامی اور انداز بیان واقعی نرالا اور مزیدار ہی۔ نذیر احمد کی اُردو ایک زنانہ شناس بڑی بی بی معلوم ہوتی ہی حسن نظامی کی اُردو ایک شوخ طبع اور کمسن لڑکی۔ میرے خیال مین موجودہ اُردو کی بہترین انشا ہی کاش وہ اپنے سب مضمون جمع کرکے شایع کردین۔ مگر اتنی خرابی ہے کہ بعض پر تصوف اور سوفسطائیت کا بہت بھدا رنگ چڑھا ہوا ہی اور جن کو میری طرح تمام صوفیانہ و عارفانہ حرکتون سے بیزاری ہی۔ پسند نہ ہوگا۔

(۶)

اِس مضمون کے لکھتے وقت میرے سامنے اُردو ادب کا مشہور پرچہ الناظر ہی جو میرے مکرم شاہ نذیر الدین کی توجہ اور عنایتوں کا نتیجہ ہی۔ ہندوستان مین اُردو جبر لازم برسات کے کیڑے کی طرح اُلبتی ہے اور جہان غیر موافق ہوا لگی اور خاتمہ الناظر کے پہلے کتنے رسالے اُردو کی خدمت پر کمر بستہ ہوئے اور۔ گئے باقی ہین۔ مخزن مین نے آج پانچ سال سے نہین دیکھا۔ اور دوسرے رسالے ایسے گم ہو گئے کہ مجھے اُن کا نام بھی یاد نہین رہا۔ دلگداز نے مولانا شرر کی زندگی مین کئی پلٹے کھائے اور اب مولانا صدیق سلمہ اُن کے بیٹے نے اُسکے چلانے کا بیڑا اُٹھایا ہی۔ ابتک تو وہ کبھی سالانہ کبھی ششماہی قسط پر نکلا کیا۔ مگر اب مجھے معلوم ہوا ہی کہ مولانا صدیق آئندہ سے اِسے وقت پر نکالین گے۔ زمانہ ایک اور رسالہ ہے اور اچھا ہی بلکہ بہت اچھا ہی۔ مگر ڈیٹر صاحب کو نہ مین جانتا ہون اور نہ اُن کے رسالہ کی ہسٹری۔ اور اسواسطے نہین کہہ سکتا کہ یہ کب تک زندہ رہے۔ خیر الناظر اگست کا پرچہ میری محترم شاہ صاحب کو معلوم ہی کہ مجھے ایک نظر نہین بھایا۔ اور مین نے جو کچھ نکتہ چینی کی ہی وہ ذاتیات پر مبنی نہین۔ بلکہ عزیز اُردو کی خاطر۔ ستمبر کا پرچہ بارے کچھ ترقی پر ہے۔ "دوشیزگان مغرب کا جزیرہ عورستان" مین متحیر ہون کہ اُس کو کس درجے پر کہون" گے برطارم اعلیٰ نشینم۔ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم" خیالات کی یہ بلند آفرینی اور پھر جاکر گرا کہان۔ لندن اور پیرس کے اسکم (Scheme) مین۔ بہرحال بُرا نہین اور پرواز اور آوز غیر طبعی ہی۔ سید احمد رفاعی قدس سرہ" معلوم نہین کہ صاحب مضمون کو اسپر روشنی ڈالنے کی ضرورت کیا پڑی تھی۔ کیا مولانا شرر کی کتاب الحکم الرفاعی اردو مین موجود نہین ہی۔ "ترک قلم" مین جدت ہی اور کسی کہنہ مشق کا معلوم ہوتا ہے۔ "دانست" میری سمجھ سے باہر ہی۔ اور مجھے اتنی فرصت نہین کہ اس پر غور کرون۔ حیات عالمگیر مین صاحب مضمون پڑھ کر دکھلانے والے ہین۔ جس سے پروفیسر سرکار اور شبلی کی روح غالباً سبق لے گی۔ انتظار ہے۔ انکشان کا جلوہ معقول نکتہ چینی اور اُردو کی نہایت لابدی خدمت ہی اور ہمارے شکریہ کے قابل۔

سید مقبول احمد الہ آبادی

اُردو اگر راج چار سو تیرا ہے　　شہرون مین رواج کو بکو تیرا ہے
پر جب تک انیس کا سخن باقی ہے　　تو لکھنؤ کی ہے لکھنؤ تیرا ہے
(حالی)

فلسفۂ حرکت

تمہید قارئین کرام کو لفظ "حرکت" سے مغایہ شبہ ناشی ہوگا کہ اس سے مراد خدانخواستہ علم الحرکت ہے۔ یا وہ چیز ہے جو عثمانیہ یونیورسٹی کے "علمیات" میں منجملہ "معاشیات" "ریاضیات" "مثلث" وغیرہ کے اپنا وجود رکھتی ہے۔ یا "طبیعیات" کا وہ عنصر ہے جو بصورتِ شدت مستحیل بہ آتش ہوجاتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس شبہ کے ساتھ ہی ساتھ مضمون کی خشکی کا تخیل بھی تغافل و بے نیازی کو دعوت دے اور ناچیز راقم الحروف کی ساری محنت محض سرسری ورق گردانی کی نذر ہوجائے۔ پس اس کا ارتفاع اور دفع دخل کچھ ایسا زیادہ نامناسب بے لگا نہیں ہے۔ چنانچہ لفظ حرکت کا مفہوم یہاں پر وہ شئی ہے جس سے حیات کا وجود ہوتا ہے اور جس سے پوری زندگی رفتہ رفتہ متشکل ہوجاتی ہے اور جو جمود و سکون کا متضاد اور شورش و ہنگامہ آرائی کا مترادف ہو اور جسکا پورا تصور بیچینی، تلاطم، طغیان، ہیجان، کشت و خون وغیرہ کی انقلابی ڈکشنری میں پنہاں ہے۔ ظلم و جبر، عدوان، سفک دم، توہین، تذلیل، وغیرہ جسکے محرکین ہیں۔ اور حریت آزادی، ایثار، فدویت جسکے نتائج ہیں۔

تقسیم حرکت کی تحریک ہمیشہ دو پہلو رکھتی آئی ہے، جنکو اسکی دو قسمیں بھی کہہ سکتے ہیں: پہلی انفرادی دوسری اجتماعی۔ یہ دونوں حیثیتیں باعتبار مدارج کے پیدا ہوتی ہیں اور انکی علیحدگی صرف بلحاظ منازل کے ہے نہ باعتبار فرق کے۔ اور حرکتِ انفرادیہ کے لیے لازمی ہے کہ کسی نہ کسی وقت وہ حرکت اجتماعیہ کو وقوع میں لے آئے گویا حرکت کی پہلی منزل حرکتِ انفرادیہ ہے اور دوسری منزل جو منزل اول کا لازمی نتیجہ ہے حرکتِ اجتماعیہ ہے۔ البتہ یہ امر غور طلب ہے کہ ان ہر دو حرکتین کے وسطی مدارج کیا ہونا چاہئے، اور وہ کونسی صورتیں ہیں جو حرکت انفرادی کے حرکت مجتمعہ تک پہونچنے کے زمانہ میں پیدا ہوتی ہیں اور جنکے بغیر کوئی منفردہ حرکت مجتمعہ حرکت کا منہ نہیں دیکھ سکتی یا۔ الفاظ دیگر وہ شرائط و لوازم کون کون ہیں جو ایک حرکت کو اجتماعی صورت میں نمودار کرسکتی ہیں چنانچہ اس مسئلہ کو حل کرنے کیلیے بہتر یہی ہوگا کہ مذکورہ سادی تقسیم میں دو اور

قسمیں بھی بڑھائی جائیں تاکہ یہ تقسیم فلسفہ حرکت کے تمام پہلوؤں پر باحسن وجوہ حاوی ہوسکے اور حقیقت یہ ہے کہ فلسفہ حرکت کے یہی چار عناصر ہیں جن پر حرکت کا وجود، ابتدا، ارتقا، اور اختتام منحصر ہے۔ یعنی:-

ا - حرکت انفرادیہ
ب - حرکت منفردۂ اجتماعیہ
ج - حرکت مجتمعۂ انفرادیہ
د - حرکت اجتماعیہ

غایت | قبل اسکے کہ ان اقسام کی تعریف وتفصیل کیجائے حرکت کی غایت ومراد کا جاننا اُنکی دلچسپی اور اہمیت کو اور گہرا کردیگا۔ ہرچند کہ یہ بات کچھ زیادہ محتاج بیان نہیں کہ حرکت کی غایت کیا ہوتی ہے تاہم اس امر کی طرف توجہ دلانا کہ حرکت کا منشا کیا ہے، تحصیل حاصل بھی نہیں کہا جاسکتا۔

حرکت کی فطرت، اپنی ہستی کا پورا پورا احساس کرلینا ہے۔ مختلف افراد کا یہ محسوس کرلینا کہ ہم کیا ہیں، ہماری ہستی اور ہمارے وجود کا منشا کیا ہے؟ کس قسم کے قیود وحدود میں گھرے ہوئے ہیں، ہمارے مذہب، اخلاق، معاشرت، سیاست، مادیت، نسل، رنگ، زبان، وطن وغیرہ لوازمات ہم سے کس قسم کے تمدن کے طالب ہیں؟ ہمارے ذاتی خصوصیات اور اضافی تعلقات کیا ہیں، ہماری ترقی کیا تعریف رکھتی ہے اور ہمارا تنزل کیا معنی رکھتا ہے؟ ہماری بقاء کے لیے کونسی چیزیں مضر اور ہماری فنا کے لیے کونسی چیزیں مفید ہیں۔ ہم کہاں ہیں اور ہمکو کہاں ہونا چاہیے؟ تنازع للبقا کے کس درجہ اور جہد للحیات کی کس منزل میں ہیں، آیا ہم بہ تنزل ہیں یا روبترقی ہیں، آزاد ہیں یا غلام، اگر آزاد ہیں تو حقیقی طور پر اور اگر غلام ہیں تو کس قسم کے؟ خلاصہ یہ کہ یہ معلوم کرلینا کہ بحیثیت ایک قوم ہونے کے ہمارا وجود کس مقام پر ہے حرکت کی غایت کو پورا پورا ادا کردیتا ہے اور حرکت کی آبرو یہی ہے کہ مذکورہ کُل لوازمات اُسکے جلو میں ہوں۔

تعریف | حرکت کی ابتدا انفراد یا افراد سے متعلق ہے اور حرکت انفرادیہ احساس قومیت کی اُس شکل کا نام ہے جب کسی گروہ یا جماعت کے مختلف افراد اپنی قومیت کے متعلق اپنے اندر

ایک نہایت دھندلا سا تصور پیدا کرتے ہیں اور سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم میں کیا کیا قوتیں مخفی ہیں اور من حیث القوم ہماری کیا وقعت ہے۔ ہم کس قسم کی فضا میں ہیں اور ہمارا ماحول ہم سے کس قسم کے خیالات و افعال کا مستحق ہے۔ یہ محض شخصی احساس ہوتا ہے اور قومیت کے لحاظ سے اصولاً اسکو حرکت کا بچپن سمجھنا چاہیے اور اسی انفرادی احساس کو بیداری۔ حقوق طلبی وغیرہ کے نام دیے گئے ہیں اور چونکہ تصور حرکت نہایت مدھم اور مبہم ہوتا ہے اسلیے نرمی اور اعتدال اسکے واسطے ناگزیر ہیں۔ تاہم اس حرکت شخصیہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نئی نئی آوازیں اور عجیب عجیب صدائیں اور غیر مانوس خیالات عدم سے وجود میں آتے ہیں۔ اختلاف شدید ہوتا ہے۔ اور علاوہ انکے لوگوں کے جو اس حرکت فردیہ کے تنہا حامل ہوتے ہیں، عام طور پر بے پروائی، تغافل اور استہزاء بھی اسی مرتبہ پر ہوتا ہے جتنا اختلاف ہوتا ہے۔ گویا فطرتِ حرکت کی دایہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پہلے پہل قومیت کے کھلونوں سے روشناس کراتی ہے جنپر وہ لڑتے ہیں۔ ضد کرتے ہیں، چھینا جھپٹی کرتے ہیں، اور جھگڑا کھڑا کیا کرتے ہیں مگر چونکہ حرکت کی رفتار توالد و تناسل کی رفتار سے کہ ایک مرتبہ متحرک ہو کر پھر کیا مجال ہے کہ بند ہو جائے یا رُک جائے اسلیئے رفتہ رفتہ قومیت کی نئی صدائیں پرانی اور اجنبی تخیلات سے مانوس ہوتی جاتی ہیں اور اُس گروہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں ذہنی طور پر اس ابتدائی حرکت کے اصول و فروع کو منضبط کر لیتی ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نوعیت قومیت کے متعلق چند نقاط مستحدثہ ہو جاتے ہیں اور اصول خود بخود مشکل ہونے لگتے ہیں اور ایک ایسا طبقہ پیدا ہو جاتا ہے جو پوری جماعت میں جذبات حیات پیدا کرنے کا خواہشمند ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ یہ جذبہ افراد سے آگے بڑھنے نہیں پاتا اور نہایت محدود ہوتا ہے لہذا عام قومیت ظاہر نہیں ہوتی ہر چند کہ چند افراد کا جذبۂ قومی متفقہ حیثیت سے قومیت کا سبق پڑھانا شروع کر دیتا ہے۔ حرکت کی اس منزل کو حرکت منفردۂ اجتماعیہ کہتے ہیں اور یہ گویا حیات قومی کا دوسرا زینہ ہے۔ اس میں اختلافات تقریباً نابود ہو جاتے ہیں۔ جمود عامہ میں ایک بیچینی پیدا ہوتی ہے۔ میٹھی نیندیں لینے والے کسی قدر چونکنے لگتے ہیں جلسوں اور ریزولیوشنوں۔ کانفرنسوں اور کانگرسوں کی کثرت ہو جاتی ہے مگر حقیقی جذبہ ایک خاص گروہ اور ایک محدود طبقہ سے جو حرکتِ انفرادیہ کا ثمر ہوتا ہے، آگے نہیں بڑھنے پاتا۔ اور نمود و نمایش کے لیے ایک وسیع میدان، نیز شہرت و عزت کیلیے ایک

عریض جولاں گاہ مہیا ہو جاتی ہے۔ مگر اس منزل میں جو امر بہت زیادہ قابل غور ہے یہ ہے کہ تعین قومیت کا طبقہ اور طلب حقوق کا گروہ عموماً ایک ہی ہوتا ہے دو چار نہیں ہوتے۔ اور جو حیات کہ حرکت کے لیے لازمی ہے وہ منقسم نہیں ہوتی بلکہ اُسکی ساری جدوجہد ایک ہی کائناتِ جد و جہد اور ایک ہی جذبۂ قومیت کے اندر محدود رہتی ہے اور جو خیالات کہ اس قسم کی حرکت اپنے ساتھ لاتی ہے اُنکے مدعی اور ذمہ دار وہی لوگ اپنے کو سمجھتے ہیں جو منفرداً اپنی معلومات سے اپنے حقوق کو محسوس کرتے ہیں اور حقوق شناسی کے بعد ہی حقوق طلبی کا آغاز کرتے ہیں۔ اور چونکہ مطالبات صاف و صریح اور زیادہ دوررس اور نتیجہ خیز نہیں ہوتے لہذا یہ منفرد اجتماع بہ نسبت حرکت کی اشاعت و تبلیغ کے اپنے طبقہ کے مخصوص و معین افراد کو آزاد خیالی کی بنا پر ذاتی شہرت و شخصیت عطا کر دیتا ہے حریت کے سچے مفہوم اور طلب صادق سے یہ لوگ محروم ہوتے ہیں بیمونہ اور کورانہ تقلید کو بھی طبقہ بضمن ترقی سمجھتا ہے۔ جان دہی و جانستانی کا ولولہ مطلق اس میں نہیں ہوتا۔ اصلاح و درستی کا صرف شور و غل مچانا آتا ہے۔ عزم و ارادہ کی قوت مفقود ہوتی ہے اور اس منزل میں "حرکت" گویا لڑکھڑا کر چلنا سیکھتی ہے لیکن اس حالت پر ایک مدت گزرتی ہے۔ حرکت اپنے دورِ ارتقاء میں نئے نئے احساسات کو جلوہ دیتی ہے۔ زمانہ ہمیشہ رخ باستقبال رہتا ہے۔ آئندہ نے ہمیشہ موجودہ اور گذشتہ پر ترجیح پائی ہے۔ قومیت کا جذبہ زور پکڑتا جاتا ہے۔ اپنی ہستی کا احساس زیادہ گہرا ہونے لگتا ہے۔ دنیا کے حالات و واقعات متاثر کرتے ہیں۔ اور ایک نئی جماعت پیدا ہوتی ہے جو پچھلے طبقہ کے افراد پر نکتہ چینی کرتی ہے۔ منفردہ اجتماعیہ کے دور کے افراد کو خلوص و ایثار سے معرا ہونے کا الزام دیتی ہے۔ اُنکو ذاتی نام و نمود اور جاہ و ثروت کا طالب ٹھیراتی ہے۔ تقلید و تصنع کو کفر سمجھتی ہے۔ اپنے خاص قومی خصوصیات پر عمل پیرا ہوتی ہے۔ ایثار و حریت کے سچے نمونے پیش کرتی ہے اور ایک عام بیداری پیدا کر دیتی ہے۔ عوام میں بھی قومیت کا احساس مبہم و مجمل طور پر پیدا ہونے لگتا ہے۔ ہر کام قومیت کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ ملک کے طبقات اپنے مطالبات پر متحد ہو جاتے ہیں عزم راسخ اور خودی کے بیشمار مظاہرات رونما ہو جاتے ہیں۔ طلب حقوق میں بیخودی بڑھ جاتی ہے اور قوم میں، قومی عقائد طرح طرح کی شکلوں میں نمودار ہوتے ہیں اور ہر فرقہ کو اپنے اثر میں لاتے ہیں۔ لاتعداد طبقے مختلف سیاسی اثرات کے وجود میں آتے ہیں

اور پبلک کو خالص قومی ذائقہ سے لذت اندوز کرانے لگتے ہیں۔ حرکت کے اس دور کو حرکت مجتمع انفرادیہ سے موسوم کرتے ہیں، ملک کے جدید و قدیم قومی عقائد میں تصادم شدید واقع ہوتا ہے۔ غیر خالص خیالات اور کمزور و خود غرضانہ مقاصد فنا و ذلیل ہو جاتے ہیں اور سچی قومیت خود اپنے آپ کو پیش کرتی ہے۔ بیشمار چھوٹی چھوٹی جماعتوں کا پیدا ہو جانا ایسے حالات میں مقتضائے فطرت قومیہ کے بالکل مطابق ہے۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ ہر جماعت اپنے سیاسی اصول و فروع مستقل رکھے۔ چنانچہ باوجودیکہ مجموعی حیثیت سے بیداری و روشن خیالی کی کثرت ہو جاتی ہے تاہم ہر قومی جماعت فرادیٰ فرادیٰ اپنی قومی فضا کو قائم کر لیتی ہے اور مختلف سیاسی عقائد کے گروہ اپنے مخصوص ماحول کی بنا پر قومیت کے جداگانہ مفہوم تراش لیتے ہیں۔ اور اس اجتماعی انفراد کے مختلف اور منفرد طبقات کا کوئی متحدہ نقطۂ عمل نہیں ہوتا۔ ہر طبقہ فرداً فرداً اپنے دائرۂ سعی کے اندر حسب مقدور قومی ترقی کی کوشش کرتا ہے لیکن اپنی جماعت کے ساتھ ساتھ۔ اس انفرادی اختلاف کا باعث عموماً خارجی دخل اندازیاں اور اضافی جبر ہوا کرتا ہے۔ سخت کشمکش پیدا ہوتی ہے۔ کوئی مخصوص نظام قومیت متعین نہیں ہو سکتا۔ شیرازہ منتشر رہتا ہے۔ قوائے عمل معطل رہتے ہیں۔ انفرادی جماعات کی کوششیں باطل ثابت ہوتی ہیں اور باہم ٹکراتی رہتی ہیں۔ اور بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ تمام قومی عمارت ایکبارگی بھڑ بھڑا کر زمیں بوس ہو جائیگی۔ اور چرخ نیلوفری کی ایک ہی گردش میں نادر اور نادری نابود ہو جائیگی۔ فرقہ بندی کے اختلافات ایسے سخت ہوتے ہیں کہ انکا علاج کرنا مریض کے فنا کر دینے کے برابر ہو جاتا ہے۔ اور ہر چند کہ ابتدا میں یہ اختلاف اصولی ہوتے ہیں مگر رفتہ رفتہ شخصی ہو جاتے ہیں۔ اجتماع انفرادیہ کے مختلف اشخاص باہم ایکدوسرے کے سخت دشمن ہو جاتے ہیں۔ قومی حرکت معطل سی معلوم ہونے لگتی ہے۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کے خود حرکت نہایت شدت کے ساتھ مخفی طور پر بڑھتی رہتی ہے۔ جمود پر کاری ضرب لگتی ہے۔ سکون و خاموشی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ حقوق طلبی گو کہ رنگ برنگ کی صورتوں میں نمودار ہوتی ہے مگر بکثرت پھیل جاتی ہے۔ اعتدال پسند، انتہا پسند، شہرت پسند، جلسہ طراز، کچہری باز، وفادار، بیوفا، غرضکہ اس عہد مجتمع انفرادیہ میں طرح طرح کے سکے ڈھل جاتے ہیں اور باہم تنازع کے ذریعہ سے بالواسطہ حرکت کو تقویت پہونچاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے

کا ذریعہ بقا ثابت ہوتا ہے۔ اس قسم کے جماعتی اختلافات ایک مدت تک جاری رہتے ہیں، لیکن قدرت کے قوانین کی بنیاد تو اتحاد و موالفت پر قائم ہے۔ ورنہ بے بھی انسانوں کے ساتھ بسر کر لیجاتے ہیں۔ البتہ خاص خاص اسباب کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر شیر بکری کا ایک گھاٹ پر مجتمع کر دینا کتنی بڑی بات ہے۔ پس جو لوگ ایک مدت تک یہ سمجھتے رہے کہ

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال

اُنپر ایسی بجلیاں گریں، وہ وہ قیامتیں نازل ہوئیں کہ ساری چتاں وچیں بھول گئے اور جب دیکھا کہ خود قوم ہی پر مرتب لگنے والی ہے تو بیچارے

شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

سب آپس میں متحد ہونے لگے۔ اور حرکتِ اجتماعیہ کا آغاز ہوا۔ قوم کے مختلف فرقے صلاے ارتباط دینے لگے اور شیرازہ بندھ گیا۔ پھر کیا تھا۔ اسکے بعد تو جو قدم آگے بڑھتا ہے پیچھے نہیں ہٹتا، جو آواز بلند ہوتی ہے بغیر اثر کے نہیں رہتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح ایک صحیح و تندرست انسان کے تمام قویٰ ہر پہلوے نشاۂ قدرت کو پورا کرتے ہیں اُسی طرح حرکتِ اجتماعیہ کے حصول کے بعد قومیت اپنی قدرتی شان میں نمودار ہو جاتی ہے۔ (باقی آیندہ)

ندیم احسن

از شیوۂ ناصواب توبہ — از خوردن این شراب توبہ
چون خواب برادرست با موت — از کثرت خورد و خواب توبہ
در حالت نزع توبہ کردم — زین توبۂ بے حساب توبہ
چون باعث قوت گناہست — از خوردن این کباب توبہ
صد کوہ خطا کشد در آغوش — از یخ چو کشد نقاب توبہ
در صحبتِ غیر نیست فیضے — از صحبتِ ناصواب توبہ
زین پس من و گوشۂ قناعت — از همت شیخ و شاب توبہ
ہر کس کہ ز توبہ باز گردد — ہم توبہ شود عذاب توبہ
بر عمر چو نیست اعتمادے — باید کہ کنی شتاب توبہ

شکر سکاریہ

جنگ سکاریہ کا ادبی پہلو

اگست واکتوبر ۱۹۲۱ء مین فتح انگورہ کے لیے یونان نے کثیر التعداد فوجون کے ساتھ حملہ کیا تھا جنمین خیال تھا کہ ترکون کی ترکی تمام ہوجائیگی مگر انگورہ سے آگے ہی خلیج سکاریہ پر ترکون نے اس زبردست حملہ کو روکدیا اور یونانیون کو کامل شکست کے بعد پسپا ہونا پڑا۔ مضمون ذیل مین اُسی معرکہ پر نظر ڈالی گئی ہے۔

عین اُسوقت (۱۹۱۸ء) جبکہ قسطنطنیہ کی دلکش رنگینیان اغیار واجانب کی دست وبُرد سے خاک وخون مین ملائی جارہی تھین اور اُسکے دل آویز مرغزارون مین خدای جلال وجمال کی نورانیان اپنے وداعی لمحات حسرت وحرمان کے ساتھ گذار رہی تھین عشق بازون کی ایک جماعت تھی جسے ظلمت وضلالت کی بڑھتی ہوئی تاریکیون مین گھبرانے کا حظہ لاحق تھا۔ پس وہ کسی ایسے امن وملجا کی تلاش مین زمین کی تمام وسعتون پر نظر ڈال رہی تھی جو اُسے اپنے دامن مین چھپالے مگر آہ۔ کہ اُسے کوئی جائے پناہ نظر نہ آتی تھی۔ قسطنطنیہ کے سامنے باسفورس کا وہ زخار دریا اپنی پوری ہیبت وجلالت کے ساتھ خموش وساکت تھا جسمین سیکڑون رقیبان تیرہ دل غرق وتہ آب ہوچکے ہین، مگر اُس نے بھی اس عشق دوست جماعت کو اپنے اندر چھپا لینے سے انکار کردیا تھا۔ وہ ایوبی کی تمام کوہ مثال مرجین اپنے پورے خروش وہیجان کے باوصف بھی سکون پذیر تھین اور انھون نے اس جماعت کے حفظ وبقا سے مُنھ پھیر لیا تھا۔ جزیرہ نمائے "گیلی پولی" کی تمام سرسبز وشاداب وسعتین ان عشق بازون کو اپنے ماموں ومصئون دامن مین چھپا لینے سے انکار کرچکی تھین۔ مگر اے دریائے "سکاریہ" تو تھا اور صرف تو تھا کہ تو نے ان سوختہ سامانون کی جماعت کو اپنے شفقت اندوز دامن مین بے لینے کے لیے بچپنی سے دعوت دی، تو اپنی تمام وسعتون اور پہنائیون کے ساتھ اس جماعت کی امن وحفاظت کی خطرناک ذمہ داری لینے پر تیار ہوگیا۔ تو نے اپنے تمام پرفضا کناروں کو اُسکے حفظ وامن کے لیے ایک عاشق

عاشق مثال آغوش کی طرح کشادہ کردیا۔ تیری تام دلکش و دل پذیر شادابیون نے اپنی پوری بہار و دلکشی کے ساتھ اسے اپنی طرف بُلا وا دیا۔ اور تیری تام نظر فریب وادیان اپنی پوری دل آویزیون کے ساتھ اُسے اپنے یہان پناہ کے لیے اک خموش اشارہ کر رہی تھین۔ اور تیری ہلکی ہلکی موجون نے اپنی تام اضطراب انگیز روانیون کے ساتھ اُسے اپنی طرف کھینچ آنے کا اذن دیا۔ پس عین اُسی حالت مین جبکہ ان درماندگان عشق و الفت کو مادر وطن بھی بکمال دردمندی اپنے جان پرور آغوش سے جُدا کر چکی تھی تو صرف تو تھا۔ کہ تو اُن کی اس خستگی اور آوارگی پر غمدیدہ نظر آیا۔ اور صرف تو تھا۔ کہ اُن کی اس تباہ کاری پر بکمال تحمل آنسو گرا رہا تھا۔ اور گو تو چُپ تھا مگر تیری تام طوفان خیزیان اور تیری تام متلاطم موجین اُن کی اس درماندگی پر بیچین و مضطر تھین۔ تو اس انتشار و برہمی پر نمناک تھا۔ ان ہمین یہ بھی یاد ہے کہ اُسوقت تیرے کوہ شکن سیلاب مین ایک حیرت فزا انجماد پیدا ہوگیا تھا۔ تیری دل نواز نوجینز اپنی وادی کے ہرے بھرے کناردن سے اٹھکھیلیان بھول گئی تھین۔ ہان۔ ہمنے تیری اُن رنگارنگ مچھلیون کی دلگداذیان بھی دیکھی تھین جو تیری صاف و شفاف سطح پر تڑپ تڑپ کر نمودار ہو رہی تھین پس اے عزیز و محترم دریاے سکاریہ! جب تیشنہ کامان عشق و عاشقی کوئی یار کی عزیز از جان زمین سے نکالے گئے تو اُنھون نے سمجھ لیا کہ اب ہماری حفاظت و سرپرستی کی تام ذمہ داری تیری ہی الفت و محبت مین مضمر ہے۔ اور واقعی تو ہی تھا کہ اُن کو اپنی دلربا شادابیون مین "خوش آمدید" کہنے کو تیار ہوا۔ پس وہ بھی بکمال دردمندی تیری طرف بڑھے۔ اور تیرے آغوش الفت مین اُنھون نے ایک مقام پر پناہ لی۔ اور پھر بکمال الفت اس مقام کا نام "انگورہ" رکھا۔ پس جب عشاق کی یہ غم نصیب جماعت تیرے شفقت اندوز دامن مین پناہ گزین ہوئی تو تو نے اپنی تام گلبار و گل ریز وادیان اس کے امن و عیش کے لیے وقف کردین۔ تو نے اپنے تام شیرین چشمے ان شیر خوار بچون کے لیے کھول دیے جن کی دم ساز و غم گسار یان بہنین اپنی عصمت و پاکدامنی کی حفاظت مین کام آچکی تھین۔ اور اس کسمپرسی کی حالت مین یہ محبت کرنیوالے انھین اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔ اور تیری وادی کی گھنی جھاڑیون مین متعاقب دشمن کے خوف سے چھپا دیا تھا۔ ہان اس جماعت مین کچھ دماغ ایسے بھی تھے جو علم و حکمت کے ممتاز سرمایہ دار تھے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو وطن کے دلکشا گلزاردن کی سیر و تفریح مین اپنی تام عمر گذار چکے تھے۔ کچھ ایسے ادیب و فلاسفر بھی تھے جنھین اپنے وطن مین دنیا جہان کا سکون و فراغ حاصل تھا۔ اور کچھ دماغ ایسے بھی تھے جو

عشق و عاشقی کے حیات افروز مشغلہ مین اپنی عمر کا تمام ہیجان طلب حصہ صرف کرکے اب ایک سکون بخش و قرار آگین تعیش کے لیے کسی پُر سکون گوشہ کی تلاش مین سرگردان تھے۔ مگر آہ، کہ کوئے یار کی تمام راحتین اب اُن سے چھین لی گئی تھین۔ اور وہ سیکڑون میل کے پا پیادہ سفر سے اسدرجہ افسردہ ہو گئے تھے گویا اب وہ زندہ بھی نہ رہین گے۔ مگر

اے دریائے سکاریہ کی ولولہ انگیز شفقتو!

خدائے اقدس و کبریا کے جلال و جمال کی قسم کہ تو نے اور صرف تو نے اِن چاک گریبانونکی دلبستگی کے لیے اپنی بہار دلکشی کا تمام نکھار وقف کر دیا اور آخر یہ لوگ تیرے فیض و کرم سے مستفید ہو کر پھر ایک تازہ دم ہو گئے۔ مگر اُف، کہ ابھی یہ جماعت تیرے سبزہ زارون سے کافی طور پر سیر بھی نہونے پائی تھی کہ رقیبون کی نظرین تیری اِن دلفریبیون پر بھی پڑین اور اُنھون نے بکمال دیدہ دلیری چاہا کہ تیری ان شادابیون کو بھی لوٹ لین۔ مگر تو سمجھ لے کہ رقیب تیری دلربا موجون کی طرف بڑھنا نہین چاہتا تھا وہ تیرے سرسبز و شاداب کہسارون کی نگینیان لوٹنا نہین چاہتا تھا بلکہ وہ چاہتا تھا کہ اِن دل جلون کی اس ٹمٹماتی ہوئی شمع کو بھی گل کر دے جو اُنھون نے عہد عاشقی کی یادگار کے طریق پر تیری پناہ لیکر "انگورہ" مین روشن کی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ عشق و الفت کی اُن نورانیون پر حملہ آور ہو جو سقوط قسطنطنیہ کے بعد بھی تیرے مشام افروز اطراف پر خون شہیدان کی تمام رنگینیون کے ساتھ جھلملا رہی تھین۔ وہ تجھے پامال و عبور کر کے عشق بازون کی اُس جان بخش و جان نواز آرزو کو خاک مین ملانا چاہتا تھا جسکی حفاظت مین شہید کربلا نے اپنی معصوم جان یزید کے ناہنجار قاتلون کے سپرد کر دی تھی وہ چاہتا تھا کہ خدائے حسن و یکتائی کی اُن پرتو فگن رنگینیون کو انگورہ والون سے چھین لے جنکی حفاظت مین حجاز و بطحا کے ایک کمبل پوش عاشق نے بدر و حُنین کی کرب انگیز مصیبتین برداشت کین۔ وہ چاہتا تھا کہ تجھے عبور کر کے عشق و عاشقی کی اس نام لیوا جماعت کو برباد و برہم کر دے جسکی عزت و عظمت کی قسم کھانے کے لیے آج بھی طور و فاران کی مقدس چوٹیان تیار ہین۔ وہ چاہتا تھا کہ انگورہ کے اُن سبز و نیلگون گنبدون کو زمین دوز کر دے جنپر صبح درخشان کی ہلکی ہلکی نورانیون مین عشق و الفت کی وجد آفرین یاد تازہ کی جاتی تھی پس عین اسوقت (اگست ۱۹۲۲ء) جبکہ یہ تیرہ باطن رقیب ان ناپاک و ناکارہ ارادون کے ساتھ (پانچ لاکھ کی تعداد مین) تیری طرف بڑھا تو ہمنے دیکھا کہ تیری پُر کیف روانیون مین ایک وقار آنا رسکون پیدا ہو گیا۔ ہمنے دیکھا کہ تیری

متلاطم شورشون کی ہر لہر کے مُنھ پہ کف جاری تھے۔ گویا وہ غُصے سے آپے مین نہ تھین ہم نے دیکھا کہ تیری غضبناک امواج اُسٹڈ اسٹڈ کر کناروں سے ٹکرا رہی تھین۔ گویا تو چاہتا تھا کہ اس بڑھتے ہوئے رقیب کا سر اپنے کوہ مثال کناروں سے ٹکرا کر پاش پاش کردے۔ ہم نے دیکھا کہ تیرے زعفران زار کہساروں مین ایک خشم آگین تمکنت پیدا ہو گئی تھی اور اسکے جھومنے والے درخت خموش و ساکت تھے گویا تو بحالِ دردمندی سوچ رہا تھا کہ کس طرح مین اپنے ان ہرے بھرے درختون کی مدد سے اس تیرہ داغ رقیب کو برباد و برہم کردون۔ ہمنے دیکھا کہ تیری گلبار و گل ریز وادیون مین چہکنے والے پرند خموش و ساکت تھے۔ گویا تو سوچ رہا تھا کہ کس طرح مین اپنے ان طائران نغمہ سنج کی مدد سے اس کو تباہ و برہم کردون۔ ہم نے دیکھا کہ تجھے آس پاس سے گھیرے ہوئے پہاڑون کی فلک پیما چوٹیان تیری طرف جھک پڑی تھین۔ گویا تیرا خیال تھا کہ مین اپنے فلک نما پہاڑون کے ذریعہ رقیب کی اس جماعت کو پیس کر سرمہ کردون جو تیرے حسن و جمال کی دل آویز وادیون پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ مگر اُف کہ اے دریاے سکاریہ! تو نے ایک مرتبہ انگورہ کے اُن میدانون پر بھی نظر ڈالی جہان تیری مست چتون کی ایک ہی جھلک پر مٹ جانے کے لیے سیکڑون سربازو سرمست سرون سے کفن باندھے ہوے جائے کھڑے تھے۔ اور اُف کہ تیری یہ دلدوز نگاہ سب سے پہلے اُس عشق دوست فدائی پر پڑی۔ جو عاشقون کی تمام صفون سے آگے کھڑا ہوا۔ تیرے ایک ہی اشارہ کا منتظر تھا۔ لوگ کہتے ہین کہ تیرے عالم افروز حسن و جمال پر اس شوق سے مرمٹنے والے کا نام مصطفےٰ کمال تھا۔ پس وہ پشت سمندر پر تڑپ گیا اور تیری اس تاب شکن نگاہ کو وہ بہت جلد تاڑ گیا گویا تو نے اپنی پوری ہمت بھری نگاہ سے ان تشنہ کامان آرزو کو اشارہ کیا تھا کہ بڑھو اور میرا جوبن لوٹنے والے رقیب کو میرے سبزہ شاداب کناروں کے اُس پار ہی ڈھیر کردو۔ پس

دریاے سکاریہ کی دل پذیر روانیو!

تمھاری پُرکیف اداؤن کی قسم کہ اس اشارہ کے پاتے ہی تجھ پر مرمٹنے والا مصطفےٰ کمال بڑھا۔ اور اسطرح بڑھا کہ اسکے پیچھے سیکڑون عشاق و سربازبھی تھے جنکے دلون مین تیری جان پرور محبت کی لاکھون بھینیان تڑپ رہی تھین۔ ہان یہ وہ سرشار اور سرمست تھے۔ جو تیری زلف پُرخم کی دل آویز جنبان پر مرمٹنے کی قسم کھا چکے تھے۔ یہ وہ عشاق و شیدائی تھے جو تیرے قسم کی مالک قریب موجون پر قربان

ہونے کا آخری تہیہ کر چکے تھے۔ آخر کار عشق و عاشقی کے سرمست مصطفےٰ کمال نے حکم دیا کہ "بڑھو اور پیاری سکاریہ" کے حسن و جمال لوٹنے والے رقیب کو پامال کر دو۔ بس تیرے چاہنے والون کا یہ لشکر (۴ ستمبر ۱۹۲۱ء کو) بڑھا۔ کہتے ہین کہ تیرے ان عاشقون پر غلمان و ملائک اپنے سبز و سنہرے پر دن کا سایہ کیے ہوئے تھے۔ بس تو نے دیکھ لیا کہ یہ لشکر بہت جلد دشمنون سے گتھ گیا۔ اور تو جانتا ہو کہ کسطرح تیری محبت کے یہ متوالے تیری دلربا موجون سے بھی آگے اپنے سر تیرے قدمون پر نثار کر رہے تھے۔ اور گو اُن کے پاس کامل دس دن تک لڑنے کے سامان قتل و قتال بھی ختم ہو گیا تھا۔ اور قریب تھا کہ جنگ و آویزش کی اس مہلک شدت سے تیرے ان سربازون کے کلیجے منھ کو آجائین کہ عین اُسی وقت مین تیری اُلفت انگیز نگاہون کا ایک اور سرمست میدان قتال مین داخل ہوا اور اُس نے بکمال جرأت ان فداکاران ملت کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تم ایسے ہی خستہ اور درماندہ ہو گئے ہو تو تم پیاری "سکاریہ" کیطرف پلٹ کر دیکھ لو۔ کہ وہ کس شوق و اضطراب سے تم کو دیکھ رہی ہے۔ اور اپنی تمام دلپسند رنگینیون کے ساتھ تمھین اپنے آغوش محبت مین لے لینے کے لیے تیار ہے۔ مگر شرط یہ ہو کہ تم پہلے اپنی گرانبہا جانین اُسکے قدمون پر نثار کر دو۔ سُنا ہے کہ اس مخاطب کرنیوالے سرمست کا نام عصمت پاشا تھا۔ جو مصطفےٰ کمال کے بازوے بازوے تیرے فداکارون کے حوصلے بڑھا رہا تھا۔ پس اس کے اس وجد آفرین بڑھاوے سے ان سربازون کی آنکھون مین تیری تمام و کمال محبت کا نقشہ آگیا اور پھر وہ اس درماندگی کے عالم مین کامل بیس دن تک داد وفا دیتے رہے۔ اور آخر مین اُنھون نے وہ جان توڑ کوشش کی (۴ سے ۸ ستمبر ۱۹۲۱ء تک دست بدست تلوارون سے لڑائی جاری رہی کہ رقیب کے بھی حواس باختہ ہو گئے۔ آخر کار اکیسوین دن (۸ ستمبر ۱۹۲۱ء کی صبح منور کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا مین مصطفےٰ کمال نے تیرے نام کا سبز جھنڈا بلند کر دیا اور اس طرح داد وفا دیکر تیرے اُس رقیب کو خاک و خون مین ملا دیا جو تیرے جمال دلربائی پر حملہ آور ہوا تھا یعنی تجھ پر فدا ہونے والے اس طرح حق الفت ادا کر چکے۔ پس اے عزیز و محبوب دریاے سکاریہ! اب تو ان جان بازون کے مقدس خون کو قبول کر لے۔ اور اسے اپنی روح پرور روانیون مین ملجانے کی اجازت دے کہ یہی وصال ہے ان سرفروشون کا۔ مگر

اے مقدس و محترم دریاے سکاریہ۔

ما خود ندادہ ایم دل اے پند گو خموش چشمش بزورِ تیغ دل از ما گرفتہ است

آخر کہو تو سہی بیٹھے بیٹھے کیا یاد آ گیا۔ سینہ پر ہاتھ رکھکر تو دیکھو دل کیا کہتا ہے۔ آنکھوں میں آنسو ہی نہیں آ رہے ہیں ایک قسم کی غنودگی سی بھی ہے۔ چہرہ زرد ہی نہیں پڑا کچھ سیاہی مائل بھی ہے۔ مردمکِ چشم کہہ رہی ہے کہ جو واقعہ یاد آیا ہے، اسکی تصویر آنکھوں میں بھی کھنچ چکی ہے۔ تماشہ یہ ہے کہ یہ تصویر سیلِ اشک میں بھی محو نہیں ہوتی۔ جس طرح حسین کو دیکھکر یا حُسن دل سے اُترتی نہیں نگاہِ ناز کام کر جاتی ہے۔ اسی طرح تصویرِ یار آبِ اشک یا سیلِ اشک میں بھی اپنی ہستی نہیں چھوڑتی۔ آنکھوں میں جو آنسو آتے ہیں اُن میں یہ تصویر ایسے ہی دکھائی دیتی ہے جیسے موتی میں کوئی تصویر ہو۔

جو واقعات گزر چکے گزشتہ را صلوٰۃ بگو۔ مشکل تو یہ ہے کہ جو تمنائیں پوری نہیں ہوتیں وہ یاد آ آکر [illegible] تکلیف کا موجب ہوتی ہیں۔ خونِ تمنا کے داغ اب تک دامنِ حافظہ یا دامنِ باد سے نہیں چھوٹے۔

دل کو مسل مسل کے ذرا ہاتھ سونگھیے ممکن نہیں کہ خونِ تمنا کی بُو نہ ہو

اسپر طرّہ یہ کہ انھیں تمناؤں کے سلسلہ میں اور تمنائیں بھی نشو و نما پاتی جاتی ہیں۔ باوجود خونِ تمنا کے بھی یہ سلسلہ بند ہونے میں نہیں آتا۔ جس طرح کروروں خاموش بستیاں بسنے پر بھی لوگ زندگی کے انجام حسرتناک سے اکتاتے نہیں اسی طرح ایک تمنا کے خون سے دوسری تمنا آموجود ہوتی ہے بارش کے قطرات جانتے ہیں کہ زمین پر گرتے ہی پیوند زمیں ہو جائیں گے مگر ایک قطرہ کے بعد دوسرا قطرہ گرتا اور پیوند زمیں ہو کر رہ جاتا ہے۔ دوسروں کو عبرت نہیں ہوتی۔

کہا جب اُسنے تیغ کون آتا ہے پکار اُٹھا دلِ مشتاق وا صبور۔ آیا؛

شمع پر پروانہ دیوانہ وار گرتا اور جان دیکر نذرِ شمع ہو جاتا ہے، دوسرے پروانے اس خوفناک حشر کو دیکھتے ہیں عبرت نہیں ہوتی۔ وہ بھی باری باری اسی گرم گھاٹ اُترتے ہیں۔ پروانوں کی دیوانگی سمجھو محبت کا ولولہ سمجھو، جنون سمجھو، کچھ تو بات ہے کہ جو اس ننھی سی ہستی کے دل و دماغ میں آتی اور یہ جان پر کھیل جاتی ہے۔ شاید کوئی تناسخ ماننے والا کہدے کہ یہ بھی پروانہ کے کسی گذشتہ قصور کی سزا ہے۔ سزا کیوں۔ کہیں پروانہ کو کوئی مجبور تھوڑے کرتا ہے کہ جلتی شمع میں جل بجھے۔ جنون محبت کیوں نہ کہیں۔

جواب وصل سے کیونکر نہ ہوں میں شادی مرگ خوشی بھی اور خوشی دلربا کے آنے کی

دل اس قدر مستقیم اور مضبوط ہو کر بھی درد کے اُٹھنے، کسی واقعہ کے یاد آنے اور کسی تمنا کے نشو و نما پانے سے درد اور تکلیف میں پڑنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تو غریب آنکھیں کیوں سوزاں اور اشکبار نہ ہوں؟ دل کی ہمدردی میں آنکھیں سوائے اسکے اور کیا کر سکتی ہیں کہ آہِ سوزاں کی منتقل میں گرم ہو کر گریہ کناں ہوں

باعثِ گریہ نہ پوچھ اے ہمنشیں کیا کہوں میں آ گیا تھا یاد کیا؟

یادِ رفتگاں سے دل و دماغ پر صدمہ کیوں نہ ہو، وہ جو اپنی آنکھوں کے سامنے ہی پیوندِ زمین ہو گئے، جنھیں ہم خود ہی تہِ زمیں رکھ آئے، جو باوجود برسوں رہنے کے بھی اس زندہ بستی میں اور دو چار گھنٹے بھی نہ ٹھہر سکے، اُنکی یاد کم صدمہ رساں نہیں ہو سکتی، باوجود اس سوچنے کے بھی کہ دنیا کے تمام عیش و رنج کا مآل یہی ہے رفتہ رفتہ اس گشتی زندگی کے مسافر اسی گھاٹ اُتریں گے پھر بھی جانیوالوں کی یاد صدمہ پہونچائے بغیر نہیں رہتی۔

دیدہ ام گونہ گونہ درد و الم گریہ صد رنگ میتوانم کرد

ہم نیند ہی میں خواب نہیں دیکھتے بیداری میں بھی خواب دیکھتے ہیں۔ صرف یہ فرق ہے کہ بیداری کے خواب میں ظاہری حواس معطل نہیں ہوتے اور خواب میں حواسِ ظاہری معطل ہو جاتے ہیں۔ خواب ہی تو ہے کہ ہم بیداری کے عالم میں یادِ رفتگاں میں محو ہوتے ہیں اور ظاہر میں اُنکا کوئی نقش و نشان اور کوئی نقشِ قدم نہیں پاتے۔ رفتگاں کی یاد سے دل و دماغ پر صدمہ ہوتا ہے اور زندگی کا انجام اور حشر بھی پیشِ نظر، مگر باایں ہمہ ہم بحیثیتِ زندگی کے اُسی طرح گرویدہ اور مشتاق رہتے ہیں جیسے پہلے تھے۔ ساحلِ زندگی پر ٹھہر کر روز دیکھتے ہیں کہ ہزاروں اس کشتی میں بیٹھنے والے آنکھوں کے سامنے غرقِ آب ہوتے ہیں اور ہمارے اردگرد ہی صدہا شہرِ خاموشاں بھی بستے جاتے ہیں، پھر بھی آبِ زندگی کے آبِ لال ہونے میں اس تلخی پر بھی کوئی شک نہیں رہتا۔ ایک طرف وہ صدمہ رساں سماں اور ایک طرف یہ طرب افزا خواہش۔

یہ اگر نغموں سے ہو لبریز وہ نالوں سے گرم عیش خانہ ہو کہ ماتم خانہ ایسا چاہیے

اس ہستیِ بے ثبات پر توجہ کرنے والوں کے مقابلہ میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو باوجود یقین اس بے ثباتی اور دوامِ فنا کے بھی ایک حد تک خود کو کامیاب اور آزاد جانتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم ایک منڈی میں بسائے گئے ہیں۔ بسانیوالے کی یہ رضی ہے کہ جب تک ہم اسکے کرایہ دار ہیں باوجود اس بے ثباتی اور

گرفت فنا کے بھی خوشی خوشی اس میں رہیں - گو موت کے پنجے سے ہم چھوٹ نہیں سکتے مگر یورش موت کے پہلے ہی کیوں ہم خودکشی کر لیں - خودکشی سے صرف اپنی جان ہی نہیں جاتی دوسروں کو بھی حسب تعلقات اسکا خمیازہ اُٹھانا پڑتا ہے - جہاں چند روزہ رہنا ہو وہاں شوق اور بھی زیادہ ہونا چاہیے - سیاح سفر میں بھی ساری چیزیں وسعت نظر اور شوق سے دیکھتا ہے - دم رخصت یار کا خیال زیادہ تر ہی جب ہجرت کی گھڑی سر پر آجاتی ہے تو فوراً محبت میں بیتابی اور بھی بڑھتی ہے - بار بار نگاہیں لوٹتی اور دل میں ولولے اُٹھتے ہیں - جوشے قابو سے نکلنے والی ہو اُسکے قابو میں لانے کا خیال اور بھی زیادہ ہوتا ہے - بعض وقت پریشانی بھی جمعیت کا موجب اور محرک ہو جاتی ہے - ریل پر جانیوالے مسافر دیکھو کس اضطراب اور کس شوق سے بار بار گھڑی دیکھتے اور سفر کا اسباب باندھتے ہیں کبھی راستہ میں وصل کی آواز جو سُن لیتے ہیں تو دوڑتے بھاگتے اسٹیشن پر جا پہونچتے ہیں - زندگی کی بے ثباتی یہی یقین دلاتی ہے کہ ہمیں یہ سفر پیش آئیگا - اس واسطے جو کچھ کرنا ہی کر لو - ہمارا عدم سے آنا ہی جانے کی نشانی ہے - یہ دنیا لہو و لعب ہی سہی، متاع الغرور ہی سہی، دیکھنے اور ٹھہرنے کی جگہ تو ہے جب ایکدفعہ گھر سے نکل پڑے تو آنکھ بند کر کے کیوں چلیں -

ہم تو اُس داغ کے قائل ہیں جو چمکے تا حشر　　دل کے پردے میں چراغ تہ داماں ہو کر

جو ہمیں ہستی میں لایا اور جسنے ہمیں اس سفر پر آمادہ کیا ہے اگر اُسکا بھی یہی منشا ہوتا کہ ہم اس وادی حیات میں آکر صم و بکم بیٹھے رہیں تو ہمیں ہاتھ پاؤں، عقل و فراست، ارادہ، آنکھیں اور کان نہ دیے جاتے - ہماری پیدائش ہی بصورت جماد ہوتی - اگر ہم اپنی اپنی ہستی کے دلدادہ نہ ہوں تو ہمیں فانی ہونے کے خیال سے تکلیف کیوں ہوتی ہے - اور ساتھ ہی اسکے یہ خیال بھی کیوں آجاتا ہے کہ شاید اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی بھی آئیگی - زندگی کی اس منزل پر پہونچکر عقل اور دل میں پرخاش شروع ہو جاتی ہے - عقل کچھ کہتی ہے اور دل کچھ - رہ رہکر ارادہ بھی عقل کی حمایت چھوڑ کر دل کے ساتھ ہو جاتا ہے - کبھی کبھی بقول حضرت اقبال خود بھی یہ ضرورت پڑ جاتی ہے کہ عقل سے تھوڑی دیر کے واسطے جدا ہو کر دیکھیں -

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل　　لیکن کبھی کبھی اُسے تنہا بھی چھوڑ دے

جب ہم منازل ماذق العادۃ میں جانے کی خواہش کرتے ہیں تو اُس وقت یہ عقل و فراست دور

ہی سے دیکھا کرتی ہے، یہ نہیں کہ وہ یہ تماشا دیکھنا نہیں چاہتی، دیکھنا تو چاہتی ہے وہاں تک رسائی کی سکت نہیں ہوتی۔ دیکھتے ہی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، کیونکہ یہ کرہ عقل و فراست کے واسطے ایک بیگانہ کرہ ہے۔ اس منزل میں آنا اسکی فطرت کے خلاف ہے۔ دل اس کرہ میں پہونچکر ہی حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں بھی وہی بے ثباتی زندگی کی کہانی سننے میں آتی ہے۔

کیا اجر اکہوں دل امیدوار کا اک آرزو ہزار مصیبت سے کم نہیں

عدم سے آبادیِ ہستی میں اچھے آئے، کسی ڈھب چین ہی نہیں۔ جو کروٹ بدلتے ہیں وہی تکلیف دہ جو پہلو لیتے ہیں وہی رنج آور۔ شاید اس آبادی کی ریت ہی یہی ہے کہ جو اس میں آکر بسے، جو بسیرا لے اُسی کی جان پر بنے، وہی تختۂ مشق ہو۔

اندوہ و درد و یاس غم و رنج اپنے پاس جو کچھ ہے وہ تمہاری عنایت سے کم نہیں

رہ رہ کر ہمیں اپنا اشرف المخلوق ہونا ہی جب یاد آجاتا ہے تو دل میں ایک نشتر سا چبھ جاتا ہے۔ کہنے کو تو اشرف المخلوق۔ دیکھنے کو سب کچھ، مگر بضاعتِ زندگی وہ کہ باوجود اسقدر دعاوی اور اس سامان کے بھی بے حقیقت طفلی میں یوں گزری۔ شباب آندھی کی طرح آیا اور بگولے کی طرح گزر گیا، پیری نے ساری زندگی ہی تلخ کردی اور اسپر طرہ یہ کہ جب اس عمر اور اس عہد میں گذشتہ باتیں شباب کی امنگیں یاد آتی ہیں، تو سارے عالم کی مایوسیاں آگرد ہوتی ہیں۔ پیری کیا ہے؟ مایوسیوں کا البم ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ باوجود ان سب مایوسیوں اور ناتوانیوں کے بھی دل مرنے سے ڈرتا ہے۔ دربارِ حسن میں رسائی نہیں، نگاہِ ناز کے قتیل ہیں، مگر اسپر بھی جامِ محبت پینے کی خواہش دل میں ہے۔

ادا تیری فغاں میری بھلا کب چین لیتی ہے جگر تھامے ہوئے خلقت تری محفل سے نکلیگی

زندگی تو ہیچ اور بے ثبات ہے، حباب سا اسکا کوئی اعتبار نہیں، مگر حباب کی طرح بحرِ زندگی کی لہروں سے اسے رہائی نہیں۔ اسی میں اسنے نشو و نما پایا اور اسی میں اپنے وقت پر فنا بھی ہو جائیگی۔ قدرت سے تو ہم یہ بھی نہیں منوا سکتے کہ ہمیں اس کشمکش سے رہائی دے اور آئندہ کے لیے یہ راہ ہی بند کردے سچ پوچھو تو خودکشی بھی نہیں کرسکتے۔ ہماری ڈوری کسی اور کے ہاتھ میں ہے۔ ہم زندہ ہیں مگر موت کے منہ میں، آزاد ہیں مگر مقید حیوانات کی زندگی ہم سے بعض باتوں میں اچھی ہے۔ ایک تو انہیں ہماری طرح اسقدر افکار اور تردد کے بکھیڑوں سے گزرنا نہیں پڑتا، قدرت خود انکی ذمہ دار اور کفیل

اور دوسرے انہین عقل وتہذیب کی بدہضمی مین طوطا اور کوّا اسّی سال جینے پر بھی ویسا ہی معلوم ہوتا ہو یا بہت ہی کم فرق آتا ہے اور ہم اشرف الخلائق اس زمانہ مین ۴۰ سال سے گذرتے نہین کہ گوشت پوست الگ آنکھون مین بصارت کم کانون مین ثقل سماعت دانت تذر تزلہ بال سیاہ سے سفید دگ دگ مین کمزوری ریشہ ریشہ مین فساد گویا اور دن کے مقابلہ مین ہم ہی تختہ مشق کون و فساد بن رہے ہین گو ہم بھی اس تھوڑی سی زندگی مین فساد و اختلال مین کمی نہین کرتے پھر بھی لطیف ہوکر ہمارا انجام کثافت کا پیش خیمہ ہوتا ہو شکر و صبر کرکے بھی ہم تو خاموش رہتے ہین اور فراموشی کے گردیدہ پھر بھی یہ حافظہ اور یہ یاد پیچھا نہین چھوڑتی رہ رہ کر گئے گذرے بکھیڑے سامنے لے آتی ہو دل پر ایک صدمہ ہوتا ہے اور دماغ ماؤف ہوجاتا ہے خصوصاً جب کسی کے مظالم یاد آتے ہین تو اسوقت تو رہ رہ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ آزادی کا خون کرکے انسان ہان تقدیر انسان دوسرے انسانون پر کیا کیا آفات لاتے اور اپنا منشا پورا کرتے ہین - اس قسم کی باتین تو یاد آکر تکلیف افزا ہوتی ہین یہ بات بھی کبھی یاد آئی کہ جب تک انسان اپنی زندگی اور اپنی زندگی کی تمام قسم کی یادداشتون کو خدا پرستی اور سیرت حسنہ کے قالب مین نہ ڈہالے تب تک وہ طمانیت اور شانتی کا شناسا نہین ہوسکتا یہی بات جب کبھی یاد آتی ہے تو دل پر چھریان چلتی اور جوف دماغ مین خلش کے نشتر چبھتے ہین فقیر -

گو دل آزار ہوا چھون کے خیال اچھا ہو ۔ سو بلاؤنسے پھر ارمان وصال اچھا ہو

سلطان احمد

حیات جاوید

تو ستم پیار سے کرتا ہو ستم کے صدقے　　شان والے مین تری شان کرم کے صدقے

مین نے راحت سے ترے ہجر کی راتین کاٹین　　چارہ سازان بلندیش کی باتین کاٹین

دل جو تڑپا تری فرقت مین تو آرام رہا　　رات دن تیرے تصور سے مجھے کام رہا

کیا گلا خواب مین صورت نہ دکھائی مجھکو　　نیند ہی جب نہ شب غم کبھی آئی مجھکو

دل مرا جلوہ گہ طور نظر آتا ہے　　ہر ستارے مین ترا نور نظر آتا ہے

رات کو جلوہ ستور ترا پھیلا ہے چاند کا نور نہین نور ترا پھیلا ہے
شب کو وا دیدۂ بیدار رہا کرتا ہے ہر ستارہ مجھے حیرت سے تکا کرتا ہے
ساتھ میرا ترا اے آئینہ رو رہتا تھا
وہ بھی دن یاد ہین جب سامنے تو رہتا تھا

دور ہوتا تھا گلی سے دل مضطر نہ کبھی آستان سے ترے ہٹتا تھا مرا سر نہ کبھی
شوق کا جوش زمانے مین عیان ہے اب تک سنگ در پر مرے سجدہ کا نشان ہے اب تک
راہ رو در پہ مرے پاس نہین آتے تھے دیکھتے تھے جو تڑپتے وہ تڑپ جاتے تھے
تیرے ہمسائے اٹھاتے تھے مجھے راہون سے نیند اڑتی تھی جو راتون کو مری آہون سے
آرزو تیری تھی ارمان ترا رہتا تھا یہ وہی دل ہے جسے دھیان ترا رہتا تھا
مٹ گیا راہ محبت مین وفا کی مین نے ہان خطا وار ہون بیشک یہ خطا کی مین نے
کیا قیامت ہے کہ وہ رسم و راہین نہین وہ عنایت وہ محبت کی نگاہین نہ رہین
تجھکو بیچین نہ کر دین کہین نالے میرے جی مین ڈرتا ہون نہین اوبھولنے والے میرے
اور حسرت نہین اب اسکے سوا میری ہے تجھ پہ مر جاؤن یہ بیدرد دعا میری ہے
خوش نصیبون مین کوئی میری طرح کم نکلے تو مرے سامنے ہو اور مرا دم نکلے
جان دینے سے ملے لطف ثبات جاوید جان لیکر مجھے دے عشق حیات جاوید
عرش والے بھی سنین عرش پہ نالے میرے تو کہے آ ادھر او چاہنے والے میرے
رنگ کا کوئی نہ احساس کوئی بو کا رہے مل کے آپس مین نہ کچھ فرق من و تو کا رہے
لطف اندوز رہون عیش ابد سامان سے
دل جگر دل سے ملے جان ملے جانان سے

(حکیم جگر صدیقی زمیندار سیوان)

نظرے خوش گذرے

گیا مین جلسون کے علاوہ دو چیزین خاص توجہ کی مستحق تھین۔ گذشتہ چند ماہ کے اندر اکالیون نے گرو کا باغ مین جس انداز سے خاموش مقابلہ کی پُرامن لڑائی لڑی اُسکی وجہ سے کل اہل ہند کو بجا طور پر اُن کی ذات پر نازش و افتخار کا موقع ہی اور اس تصادم کی وجہ سے جو قوت و توانائی اُنھین حاصل ہوئی اُس نے خود اُن کی قلیل جماعت مین ایک عجیب ولولہ پیدا کر دیا۔ جسکے مظاہرہ کے لیے ان کے کچھ آدمی گیا پہونچے تھے۔ اکالیون کا پڑاؤ حرم شریعت کے پشت پر قائم کیا گیا تھا۔

یہان وہ گردوارہ پربندھک کمیٹی کا کوئی اجلاس منعقد کرنے نہین آئے تھے بلکہ اُن کی حاضری کی غرض و غایت صرف اس قدر تھی کہ باعزت زندگی کا جو عملی نمونہ اُنھون نے پیش کیا تھا اُس سے ہندوستان کی دیگر اقوام کو سبق آموزی و عبرت انگریزی کا پورا پورا موقع دین اس مقصد کے لیے ایک طرف اُنھون نے لنگر قائم کیا تھا جہان بلا تفریق مذہب و ملت ہر شخص کو کھانا کھلایا جاتا تھا کہ اسی قسم کے ایک لنگر سے گرو کا باغ کے قضیہ کی بنیاد پڑی تھی اور دوسری طرف متحرک تصاویر کے ذریعہ وہ اکالی جتھون کی اولوالعزمانہ قربانیون اور دفتری اقتدار کی مدہوشانہ دست درازیون کے مناظر دکھاتے تھے جنکی اصلی حقیقت اخبار کے کالمون سے ظاہر ہونا محال تھی۔

گذشتہ محاربۂ عظیم مین سکھون کی بہادر قوم نے جسطرح داد شجاعت دی اُسکے واقعات شاید فراموش نہین ہوے ہونگے اُسکے بعد ہی عدم تشدد کی لڑائی مین اکالیون کا یہ تحمل و استقلال درحقیقت مہاتما گاندھی کی تحریک کا ایک نہایت ہی روشن باب ہی۔ اکالیون نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ صرف آہنی ہتھیارون اور آتشین آلات جنگ کے استعمال ہی سے کسی قوم کی بہادری و شجاعت ظاہر نہین ہوتی بلکہ کسی اصول یا مقصد عالی کے خاطر برداشت مظالم مین استقامت و بردباری کے جوہر دکھانے کے لیے بھی اُنھین صفات مردانہ کی ضرورت ہوتی ہی۔

جو لوگ حکومت کے تشدد سے گھبرا کر اپنے اصول کو خیرباد کہنے پر آمادہ ہو جاتے ہین اُن کو اکالیون سے

سبق لینا چاہیے۔

۲۱ اپریل کھادی نمائش مین بھی خاص جذب و کشش تھی اُسکے پھاٹک پر صبح سے شام تک ہجوم لگا رہتا تھا۔ اور امید کرنا چاہیے کہ اس انبوہ کثیر مین کافی تعداد ایسے لوگون کی ہوگی جو صرف سیر و تفریح کی غرض سے نمائش گاہ مین نہین جاتی تھی بلکہ وہان طرح طرح کے چرخے، باریک سے باریک کتے ہوے سوت کے نمونے اور نہایت دیدہ زیب مضبوط اور ہر قسم کی ضرورتین پوری کرنیوالے کپڑے دیکھکر اُنکی توجہ چرخہ اور کھدر کی ترویج عام کے امکانات پر بھی مائل ہوتی ہوگی۔ جو لوگ کھدر کی تحریک کو قبول کر چکے ہین اُن کے لیے بھی اس نمائش مین کافی دلچسپی کا سامان موجود تھا کیونکہ اول تو متعدد مقامات پر سوت کاتنے، ڈورا بٹنے، کپڑا بُننے اور رنگنے کے کام دکھائے جاتے تھے۔ جنسے اندازہ ہوتا تھا کہ کافی مشق و مہارت کے بعد کیسا کام ہو سکتا ہے۔ دوسرے چرخون کے نمونے اور مختلف حصص ملک کے بنے ہوے سوت اور کھدر کو دیکھ کر انھین اپنے یہان کی چیزون سے مقابلہ کرنے اور حسب ضرورت اس باب مین راے قائم کرنے کا موقع ملتا تھا کہ اپنی مقامی حرفت مین اصلاح و ترقی کی کتنی گنجائش ہے اور اُسکے لیے ان نمونون سے کیا مدد لی جا سکتی ہے۔

بات البتہ قابل افسوس تھی کہ نمائش گاہ کے منتظمین نے اُسے اسم با مسمّیٰ بنانے کی کوشش نہین کی۔ کھادی کی نمایش کے ساتھ عام مصنوعات کی نمائش کی ضرورت نہ تھی اور اگر کانگریس کی سابقہ صنعتی نمائشون کی روایات کو زندہ و قایم رکھنے کا خیال تھا تو کم سے کم اس کا نام بدل دیا جاتا اس سے قطع نظر کرکے دخانی کارخانون کے کپڑون کا تو وہان قطعاً وجود نہونا چاہیے تھا۔

الناظر کا یہ پرچہ ایسی حالت مین شایع ہو رہا ہے کہ نہ خود مجھے دوسری فکرون اور مصروفیتون نے حصول مضامین کا موقع دیا اور نہ دفتر مین کوئی موزون مددگار موجود تھا جو اس خدمت کو انجام دے سکتا اسلیے جو مضامین پہلے سے دفتر مین موجود تھے انھین پر قناعت کرنا پڑی۔ امید ہے کہ جلد کوئی صاحب سیاٹیری کی خدمت کے لیے مل جائینگے اور مین بھی آئندہ زیادہ توجہ صرف کر سکونگا۔ اسوقت انشاء اللہ ناظرین کرام کو الناظر مین کافی دلچسپی کا سامان نظر آئیگا جو احباب کرام الناظر کی قلمی اعانت فرماتے رہے ہین اُنکو خاکی تحریرین تو بھیجی ہی جاتی ہین مگر مین الناظر کے ذریعہ بھی انھین یاد دلانا چاہتا ہون کہ اسوقت پہلے سے بہت زیادہ سب صاحبون کی عنایت و توجہ درکار ہے۔ اگر الناظر، الناظر پریس یا الناظر بک ایجنسی کے متعلق کسی صاحب کو میری عدم موجودگی مین کوئی شکایت پیدا ہوئی ہو تو وہ براہ کرم مطلع فرمائین تاکہ حتی المقدور اس کے دفعیہ کی کوشش ہو سکے۔

امیر مینائی مرحوم

صنائع لفظی عشق ۱۰
مرآۃ الغیب ۴
خیابان آفرینش ۴
محامد خاتم النبیین ۸
مینائے سخن ۴

منشی سجاد حسین مرحوم

احمق الذین ۸
حاجی بغلول ۸
مٹھی چھری ۶
پیاری دنیا ۸
کایا پلٹ ۸
طلسمی فانوس ۱۰

پنڈت رتن ناتھ سرشار

فسانہ آزاد ۴ جلد
سیر کہسار
خدائی فوجدار ۱۰
جام سرشار ۱۰
الف لیلہ بطرز نادل ۱۰

منشی جوالا پرشاد برق

مزالنی ۱۲
مار آستین ۱۲
بنگالی دلھن ۱۲
پرتاب ۱۲
معشوقہ فرنگ ۱۲

مولانا عبد الحلیم شرر

ابوبکر شبلی ۴
خواجہ معین الدین چشتی ۶
صقلیہ بن اسلام ۱۴
قیس ولبنیٰ ۴
مقدس نازنین ۴
ایام عرب جلد ۱۰
یوسف وزلیخا ۴
فتح اندلس ۱۰
ماہ ملک ۱۰
حسن کا ڈاکو ۴
دربار حرامپور ۲ جلد ۱۸
مفروح فاتح ۴
جولیائے حق ۲ جلد ۱۴
لعبت چین ۸
عزیزہ مصر ۴
غیب ان دلھن ۸
فردوس برین ۸
فلپنا ۴
رومۃ الکبریٰ ۴
الفانسو ۱۲
شہید وفا ۸
حسن انجلینا ۱۰
ملک العزیز ورجینا ۱۰
آغا صادق کی شادی ۱۰
افسانہ قیس ۳
حسن بن صباح ۶
تاریخ بغداد ۱۴

مرزا داغ مرحوم

آفتاب داغ ۸
مہتاب داغ ۸
یادگار داغ ۸
انتخاب داغ ۴
فریاد داغ ۴

مولوی بشیر الدین احمد دہلوی

دارالحکومت دہلی ۲ جلد ۱۴
تاریخ بجاپور ۲ جلد ۸
حرز اطفال ۸
نشاط عمر ۴
عصائے پیری ۸
شمع ہدایت ۱۲
لخت جگر ۲ جلد ۱۰
حسن معاشرت ۴
اقبال ودلھن ۴

نیاز فتحپوری

گہوارۂ تمدن ۱۰
ترجمہ گیتان جلی ۱۰
کیوٹپ اینڈ ساکس ۸

سیماب اکبر آبادی

خدیجۃ الکبریٰ ۴
بنت الرسول ۵
سیرۃ الحسین ۱۰
جام کوثر ۵

حکیم محمد علی خاور مرحوم

عبرت کامل ۴
حسن سرو کامل ۴
لام پیاری کامل ۸
دیوان دیوی ۴
گورا ۱۰
نیل کا سانپ ۴
جعفر وعباسہ ۱۲
اختر وحسینہ کامل ۱۰

منشی احمد علی شوق قدوائی

ترانہ شوق ۴
قاسم وزہرہ ۸
سیکفرن اور لوسی ۲

جوش شبیر حسین ملیح آبادی

روح ادب ۴
مقالات زرین ۱۲
آواز حق ۸
اوراق سحر ۵
جذبات فطرت ۳

منشی تیرتھ رام

فسانہ لندن ۳ جلد ۱۲

وطن پرست ۴
منزل مقصود ۱۰
روحوں کا خروج ۱۰
خونی ہیرا ۴

جلال لکھنوی مرحوم

مضمونہائے وگوش ۸
نظم نگارین ۸
نثر زبان اردو ۱۰
صلاۃ تذکیر وتانیث ۸
افادہ تاریخ ۸
قواعد المنتخب ۱۲

خواجہ عشرت لکھنوی

لغات اردو ۴
اصول اردو ۶
جان اردو ۶
قواعد میر ۶
شاعری کی پہلی کتاب ۸
شاعری کی دوسری کتاب ۸
شاعری کی تیسری کتاب ۸
اصلاح زبان اردو ۶
گلدستہ ظرافت ۶
زبانزانی ۶

صفدر مرزا پوری

نرخ ادب ۴
بزم خیال ۴
مشاطۂ سخن ۸

مولوی محمد حسین عرشی

ازواج الانبیا ۴
انسانی قربانیان ۸

حکیم احمد حسین الہ آبادی

ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد اول ۱۰
" دوم ۸
" سوم ۸
" چہارم ۶
" پنجم ۶
" ششم ۱۲
" ہفتم ۶
جلد ہشتم ونہم زیر طبع ہیں
" دہم ۶
" یازدہم ۶
سلطان صلاح الدین ۴
سلطان نورالدین محمود ۸

مولوی سعید مارہروی

آثار اکبری ۶
حیات صالح ۶
حیات خسرو ۱۲
امرائے ہنود ۱۰

مولوی سید ممتاز علی

تذکرۃ الانبیا ۸
شیخ حسن ۱۲

منشی نوازش علیخان

سفرنامہ ابن بطوطہ ۸
قسطنطنیہ ۸
ڈیوٹی ۸

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

جسٹس محمود مرحوم

کتاب الطلاق عہ/
کتاب التفقہ عہ/
شرح قانون شہادت سے/

مولوی عزیز مرزا بی اے

خیالات عزیز عہ/
وکرم اُردو سی عہ

خواجہ غلام السیدین مرحوم

روزنامہ سیاحت عہ/
فلسفیانہ نظر اسلام پر ۴/

مفتی محمد لطیف مرحوم

اکبر عہ/
اورنگ زیب عہ/
لارڈ کلائیو عہ/
رکھیت سنگھ عہ/

مسٹر ظفر عمر بی اے

نیلی چھتری عہ/
بہرام کی گرفتاری عہ
چوروں کا کلب عہ/

مولوی محمد علی ایم اے

سیرۃ خیر البشر عہ/
النبوت فی الاسلام عہ/
جمع قرآن عہ/

پروفیسر نواب علی ایم اے

تذکرۃ المصطفےٰ عہ/
معالج الدین عہ/
صعف سماوی سے/
شمع سخن ۱۰/

مفتی انوار الحق ایم اے

تذکرۃ الحبیب عہ/
حقایق اسلام عہ/
اثبات واجب الوجود عہ/
تاریخ ابو البشر عہ
قوت خیال ۶/

پروفیسر الیاس برنی ایم اے

اسرار حق سے/
معارف ملت عہ
مناظر قدرت عہ
جذبات فطرت عہ
علم المعیشت عہ

سید ہاشمی فرید آبادی

مشاہیر یزدان کی مجلسیں عہ
تاریخ یونان قدیم عہ/

مرزا محمد ہادی بی اے

امراؤ جان ادا عہ/
شریف زادہ ۱۰/
خونی عاشق عہ/
خونی مصور عہ
خونی شہزادہ عہ/
مثنوی امید بیم ۴/

ڈاکٹر اقبال ایم اے

ملت بیضا ۵/
مکمل ترانہ ۲/
شکوہ ۲/
جواب شکوہ ۴/
نالہ الیتیم ۲/
فریاد امت ۳/
بلال ۱/
اکبری اقبال ۳/
شمع و شاعر ۲/
خضر راہ ۴/

مولوی ظفر علی خاں بی اے

معرکہ مذہب و سائنس عہ
خیابان فارس جلد اول ۴
ڈیا جگ روحوں جاپان عہ
جنگل میں منگل عہ/
فلسفہ ابن سینا ۶/
معاشرت ۸/
اپریل فول ۱۰/

منشی صدیق علی بی اے

تاریخ تمدن ۲ جلد ہے
شباب لکھنو عہ

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفہ جذبات عہ
فلسفہ اجتماع عہ/
تاریخ خلاق پوپ ۲ جلد ہے
مکالمات برکلے عہ
زود پشیمان ۸/

خواجہ عباد اللہ اختری بی اے

مشاہیر اسلام ۱۲
دمشق سے/
بغداد عہ/
صدیق اکبرؓ عہ
بمعہ ترجمہ دیوان حافظ ۱۲
صہ

مسٹر سجاد حیدر بی اے

خیالستان عہ
زہرا عہ/
ثالث بالخیر ۸/

مسٹر انیس احمد عباسی بی اے

زلیخا ۱۲/
نازنین آرمینیا عہ
اجرہ کی کامیابی ۱۲
احمد کنیتھر نیا عہ/

مولوی عبد الحق بی اے

قواعد اردو عہ/
انتخاب کلام میر عہ

مولوی معشوق حسین خاں بی اے

مبادی سائنس عہ
بجلی کے کرشمے عہ
محاربات صلیبی عہ

مولوی سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم عہ
حیات امام مالک صہ
خلافت راشدہ ۸/
بہادر خواتین اسلام ۴/
اہل السنۃ والجماعت ۸/

پروفیسر عبد الباری ندوی

مبادی علم نفسانی عہ
برکلے کا فلسفہ عہ
مذہب و عقلیات ۶/

مولوی محمد حلیم انصاری

تمدن اسلام ۲ جلد للعہ
الاسلام و النظریہ ۱۲/
اسلام اور سوشل نظام ۱۲

مولوی عبد الرشید بی اے

صبح زندگی عہ
شام زندگی عہ
شب زندگی عہ
نوحہ زندگی ۱۲/

خواجہ حسن نظامی

سیپارۂ دل عہ/
وزنامہ ممالک اسلامیہ عہ
میلاد نامہ عہ/
محرم نامہ عہ/
یزید نامہ عہ
عفل نامہ گیارھویں ۱۲/
کرشن جیون عہ/
کم ٹو موت عہ/
بیوی کی تعلیم عہ
بیوی کی تربیت عہ/
آتا یلق خطوط نویسی ۱۲/
خطوط حسن نظامی ۱۲/
جاگ بیتی کہانیاں ۸/
فاطمی دعوت اسلام سے/
چنگیز اور گدگدیاں ۱۲/

مولوی اکرام الیسر

صبح زندگی عہ
شام زندگی عہ
شب زندگی عہ
نوحہ زندگی ۱۲/
منازل السائرہ عہ/
الزہراء ۱۲/
عروس کربلا عہ
جوہر قدامت عہ
یاسمین شام عہ
موؤدہ ۸/

رجسٹرڈ نمبر ۴۷۸ اے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

قیمت شش ماہی ۱۲ عدد

قیمت فی پرچہ ۱ عدد

ایڈیٹر - ظفر الملک علوی

نمبر ۱۴۰ | ماہ فروری سنہ ۱۹۲۳ء | جلد ۲۴

فہرست مضامین

ماہ گذشتہ ۱

اُردو لٹریچر کی تہذیب (ایک ضروری تجویز) سید مقبول احمد الہ آبادی بی اے ۵

عہد اول کا عربی تمدن مولوی عبد الغفور خان رام پوری ۱۱

مصنوعات ہند کا دور جدید سید شہنشاہ حسین رضوی (علیگ) ۲۰

دو نعتیہ غزلیں مولانا محمد علی جوہر بی اے - مولوی عبد الماجد بی اے ۲۶

سکس ملر ۲۸

وکیل صاحب مولوی مطلب حسین ۳۳

غزلیات حقیقت نگار
منشی شبیر حسن خان جوش ملیح آبادی - مولانا حسرت موہانی
منشی محمد قاسم خان آزاد - سید معین الدین احمد قیس ۴۴

خیابان قدرت میں گلچین کی دست درازیاں مسٹر جلیل احمد (علیگ) ۴۶

میری سب سے پہلی غزل مسٹر حبیب احمد صدیقی (علیگ) ۴۷

نظرے خوش گذرے ۴۸

الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

پبلشر - اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُردو کی بہترین کتابیں

نمونہ مفت دیکھنے کی خواہش ہو تو ٹکٹ بھیجنا چاہیئے

نئی کتابوں کی فہرست مفت منگوا لیجئے

مرزا غالب مرحوم

اردوئے معلی	عہ
عود ہندی	۱۲
دیوان غالب بک ڈپو	۱۲
نکات غالب	۸

سرسید احمد خان مرحوم

تفسیر القرآن جلد ۱	۶
خطبات احمدیہ	۶
آثار الصنادید	۸
مضامین سرسید	۸
مکمل مجموعہ لکچر	۸
اسباب بغاوت ہند	۶

نواب محسن الملک مرحوم

مضامین سرسید	۸
مجموعہ لکچر	۸
آبِ حیات مع ۲ جلد	۸

مولوی حسان اللہ عباسی

تاریخ الاسلام	۸
الاسلام	۶
زاہدہ	۸
نثر سخن	۸

مولانا آزاد مرحوم

آب حیات	۸
دربار اکبری	۸
سخندان فارس	۸
نگارستان فارس	۸
نیرنگ خیال	۱۲
دیوان ذوق	۶

مولوی احمدی دہلوی مرحوم

راحت قلبی	عہ
رسوم دہلی	عہ
تسخیر شوہر	۱۲
مہر افروز بیگم	۱۰
انشاء ہادی النساء	۸
لغات النساء	۸
علم اللسان	۸

مرزا حیرت دہلوی

شیر الرسول جلد ۱	۸
کتاب غیبت جلد ۲	۸
قصہ حاجی بابا اصفہانی	۶
رونق البصر	۸
الف لیلہ دنیا زاد	۸
الف لیلہ شہرزاد	۸

مولانا حالی مرحوم

حیات جاوید مجلد	۸
یادگار غالب	۸
حیات سعدی	۸
دیوان حالی	عہ
مقدمہ شعر و شاعری	عہ
مسدس حالی	عہ ۸
جواہرات حالی	عہ
بیوہ کی مناجات	۲

مولانا شہری مرحوم

حیات انیس	۶
ایشیائی شاعری	۸
نور جہان بیگم	۸
ٹیپو سلطان	۸
حیدر علی سلطان	عہ
اُردو کی ڈالی	۳
اردو کا گلدستہ	۴

مولانا سلیم جیراجپوری

حیات حافظ	عہ
حیات جامی	۸
علوم عرب	عہ
خواتین	عہ

مولانا نذیر احمد مرحوم

ترجمۃ القرآن المقابل	۸
حائل شریف ترجمہ	۸
مطالب القرآن	۸
الحقوق والفرائض	عہ
اجتہاد	۸
مبادی الحکمۃ	۸
رویائے صادقہ	عہ
موعظۂ حسنہ	عہ
ابن الوقت	عہ
ایامیٰ	عہ
فسانۂ مبتلا	عہ
مراۃ العروس	۱۰
بنات النعش	۹
توبۃ النصوح	۹
منتخب الحکایات	۶
چند پند	۶
مجموعہ نظم بینظیر	عہ
مکمل مجموعہ لکچر ۲ جلد	عہ

مولوی حبیب الرحمن خان شروانی

سیرۃ الصدیق رضؓ	عہ
علمای سلف	۸
اسلامی اخلاق	۸

مولانا شبلی مرحوم

سیرۃ النبی جلد اول مجلد	عہ ۸
جلد دوم مجلد	۸
آغاز اسلام	۸
الفاروق	۸
سیرۃ النعمان	عہ
الغزالی	۶ و عہ
المامون	عہ
سوانح مولانا روم	۶
سفرنامہ مصر و شام و روم	عہ
مضامین شبلی	۸
رسائل شبلی	عہ
مقالات شبلی	عہ
موازنہ انیس و دبیر	۸
شعر العجم جلد اول	۸
" جلد دوم	۶
" جلد سوم	۶
" جلد چہارم	۶
" جلد پنجم	۶
مجموعہ کلام شبلی	۱۲
کلیات فارسی	۶
اسلامی حکومت	۱۲
اسلامی مدارس	۱۲
مثنوی صبح امید	۱۲

مولانا ذکاء اللہ مرحوم

تاریخ ہندوستان جلد ۹	عہ ۸
تاریخ عہد انگلشیہ	۸
آئین قیصری	عہ
کریزن نامہ	۶
صحیفۂ فطرت	۶
محاربات عظیم	۸
تعلیم الانتظام	۸
فلسفہ امثال	عہ
اہل ۶ کا جبر مقابلہ	۶
معاون الحساب	۱۲

مولوی سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاسلان	۶
الاستدلال	۸
حکمت عملی	۸
فصیل البلاغت	
منتاے دید	

مولوی اشرف الدین اڈیٹر وطن

تزک تیموری	عہ
حالات قسطنطنیہ	عہ
تاریخ اکبر و مغرب الاقصیٰ	۶
حالات خواجہ حسن نظامی	۶

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

سنہ ۱۹۲۲ء کی مزید کتابیں

تبرکات آزاد

مجموعۂ مکتوبات آزاد شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد مرحوم کے خطوط کا ایک مختصر مجموعہ پہلے شایع ہو چکا تھا۔ اب یہ نیا مجموعہ چھپا ہے جو اُس سے مطول ہے شروع میں حضرت آزاد کے خط کا عکسی فوٹو اور خود اُن کی شبیہ بھی ہے کتاب مجلد ۲ قیمت عہ

ڈرامہ اکبر یہ بھی آزاد مرحوم کے سوانح سے مرتب ہوا ہے۔ جسمیں جہانگیر اور نورجہان کے عشقیہ قصہ کو ڈراما کی صورت میں پیش کیا ہے کتاب مجلد و طلا ۲ قیمت عہ

تصانیف خواجہ حسن نظامی

قرآن آسان قاعدہ جسمیں بتایا گیا ہے کہ بچوں کو قرآن شریف بے دیکھے کیسے پڑھایا جائے۔ یہ بالکل جدید طریقہ کا قاعدہ ہے قیمت ۸

خطوط اکبر لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی کے خطوط بنام خواجہ حسن نظامی صاحب مع تصویر حضرت اکبر قیمت عہ

گاندھی نامہ مہاتما گاندھی کی ذات و صفات کی نسبت خواجہ صاحب کے متفرق مضامین کا مجموعہ قیمت ۸

تصانیف منشی محمد خلیل الرحمن

مرقع تاریخ اسلامی یعنی حضرت محی الدین خیاط کی تاریخ اسلام کا ترجمہ جسکے مختلف ٹکڑے علحدہ علحدہ کر دیے گئے ہیں حصہ اول جناب رحمۃ اللعالمین ۸ حصہ دوم خلافت راشدہ ۹ حصہ سوم خلافت بنو امیہ ۱۰ حصہ چہارم خلافت بنی عباس عہ

(یہ کتاب خاص طور پر بچوں اور مطالعہ کے لیے بہت مفید ہوگی)

منشی تیرتھ رام فیروزپوری

وطن پرست الیگزینڈر ڈوماس مشہور فرانسیسی فسانہ نگار کے دلفریب ناول ری جینٹس ڈاٹر کا ترجمہ قیمت سے ۸

روحوں کا خراج لارڈ فریڈرک ہملٹن کے انگریزی ناول رابرٹ ہچنز کا ترجمہ قیمت ۱۰

شریف بدمعاش مارس لیبلانک فرانسیسی کے ایک حیرت انگیز ناول کا ترجمہ قیمت ۱۰

متفرقات

پرپرواز آغا شاعر قزلباش دہلوی کا دلچسپ ڈرامہ جسمیں ایک جانباز مورا اور کبوتر کا تعاقب دکھا کر ہمت استقلال کوشش اور قوم کی حمایت کے سبق آموز اخلاقی نتائج نکالے گئے ہیں قیمت ۸

آزادی مولانا آزاد ہوا سال پریس مراسلہ آیا ہے اس رسالہ میں اپنے خاص انداز تحریر میں آزادی کی حقیقت ظاہر کی ہے ۸

دماغی تربیت علم کا سہ سر پر اردو زبان میں یہ پہلا رسالہ ہے جسمیں ذہن صحت ذاتی تربیت اور انتخاب پیشہ کے متعلق مفید اور ضروری معلومات درج ہیں قیمت ۸

انتخاب جدید اردو نظموں کا مجموعہ اس کا حصہ اول اور دوم شایع ہو کر مقبول ہو چکا تھا اب وہ حصے اور چھپے ہیں۔ قیمت حصہ اول ۹ دوم ۹ سوم ۶ قیمت ہر سہ حصہ عہ

کلام احمق مولوی محمد مصطفےٰ خان صاحب احمق پھپھوندوی کی چلبلی نظموں کا مجموعہ جن میں سے بعض اہلیانہ میں بحالت قید لکھی گئیں۔ قیمت ۶

کلام بشیر جناب بشیر احمد خان صاحب بشیر رئیس ملیح آباد کا کلام اور حالات زندگی قیمت ۸

اسلام کا اثر یورپ پر کیا ہے تمدن تہذیب اور علوم

ملنے کا پتہ۔ المناظر بک ایجنسی، لکھنؤ

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

گرمی آتشک کی مجرب دوا

اپنا علاج آپ ہی کیجیے

گرمی عموماً بدفعلی سے ہوتی ہے۔ اسکی ابتدائی حالت مین زخم ہوتا ہے اور تھوڑے عرصہ مین دونون ٹھپون کی گلیٹون مین ورم ہوجاتا ہے جسکو لوگ باگھی کہتے ہین۔ کچھ دنون مین گرمی پھوٹ کر نکلتی ہے اور تمام جسم مین چکٹے پھنسیان کمڑے وغیرہ ہوجاتے ہین اور رفتہ رفتہ گلے یا ناک مین زخم ہوجاتا ہے اور سر کے بال ٹوٹنے لگتے ہین اور گانٹھون مین درد شروع ہوجاتا ہے جوانی مین نکلی ہوئی آتشک کا زہر بڑھاپے تک ستاتا ہے۔ اور باپ سے بیٹے اور پوتے تک کو آتشک کے زہر کے سبب مصیبت جھیلنی پڑتی ہے اس مرض کے آثار مین سب سے افسوس کی بات یہ ہوتی ہے کہ زخم کے ہوتے ہی لوگ شرم سے چھپاتے ہین۔ اور دوا کرتے بھی ہین تو معمولی آدمیون کی جسکا اثر اس مرض سے بھی بُرا ہوتا ہے۔ ان سب باتون کو بخوبی غور کرکے یہ دوا ایک عرصہ کے بعد چند ایسی مفید دواؤن سے بنایا گیا ہے جو آتشک کے زہر کو دور کرنے مین مشہور اور مجرب ہین اسلیے تھوڑے ہی دن کے استعمال سے آتشک اور اسکی خرابیون کو رفع کردیتی ہے۔ پینے کی دوا کے ساتھ ہی زخم کے لیے مرہم بھی لگانا چاہیے قیمت فی شیشی عدد مرہم زخم فی ڈبیہ ۸/

جس کا درد وہی جانتا ہے ۔ دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یون تو کوئی بھی ایسا مرض نہین جسکی تکلیف سے مریض نالان و پریشان نہ ہو لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض خاصکر ناقابل برداشت تکلیف دمہ سے بہت ہی پریشان ہوتے ہین اور رات دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہین۔ اور نیند تک حرام ہوجاتی ہے۔ دیکھیے آج ان کو کسقدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا جو زیادہ تر نشیلی اشیا دھتورہ بھنگ بلاڈونا پوٹاس اور ڈائجیٹل کی ہوتی ہے۔ اس سے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی یہ دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے۔ یہ صرف ہماری ہی بات نہین بلکہ ہزارون مریض اس دوا سے شفا پاکر اسکے مداح ہین آپ بہت کچھ خرچ کیا ہوگا لیکن ایک بار اسے آزما کر دیکھیے اس مین کسی قسم کا نقصان نہین قیمت فی شیشی عدد خوراک ۱/ اس دوا کے دو خاص فوائد ہین۔ (۱) ایک ہی خوراک مین دمہ دبتا ہے۔ (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا رہتا ہے۔ اور جب تک استعمال مین رہے دورہ نہین ہوتا۔

مین نمبر تاراچند دت اسٹریٹ۔ کلکتہ

۱۔ چوک۔ لکھنؤ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

نمبر ۱۴ جلد ۲۴ ماہ فروری سنہ ۱۹۲۳ء

ماہ گذشتہ

کانگریس مین اختلاف پیدا ہوجانیکی وجہ سے جس قسم کے اندیشے گذشتہ پرچ مین ظاہر کیے گئے تھے۔ جنوری کے مہینہ بھر کی کارروائی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ بالکل سچ ثابت ہوے بے شبہ اِس مہینے کے اندر مختلف مقامات پر کانفرنسین اور جلسے اُسی شان وعظمت سے منعقد ہوے جیسے کہ ایک سال قبل ہوتے تھے اور ملک کے متعدد رہنماؤن نے جابجا دورہ کرکے افسردگی وپژمردگی رفع کرنے مین بھی دریغ نہین کیا مگر عملی کام کچھ بھی نہین ہوسکا۔ اور ہوتا تو کیونکر۔

کانگریس کی مجلس عاملہ مین چونکہ اسی جماعت کے لوگ ہین جو اُسکے موجودہ نظام عمل کے حامی ہین۔ اِس لیے اسکے واسطے تو آسان ہی کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے جلسے منعقد کرکے ضروری عملی ہدایات کی اشاعت کرتی رہے مگر صوبجات اضلاع اور تحصیلون کی کانگریس کمیٹیان جو دراصل تمام عملی کامون کی انجام دہی کرتی ہین اُن کی حالت ایسی نہین ہی۔ جن صوبجات مین جدید پارٹی کے ہمنواؤن کی تعداد اتنی کم ہو کہ بغیر اُن کی امداد کے یا اُن کی مخالفت ومزاحمت کے باوجود وہان کی کانگریس کمیٹیان مجلس عاملہ کے احکام کی تعمیل مین مصروف رہ سکتی ہون وہان تو کام کے شروع ہونے مین چندان دشواری نہ محسوس ہوگی مگر بڑے بڑے رہنمایان کانگریس کے باہمی اختلاف کا جو اثر قوم کی عام ذہنی حالت پر پڑرہا ہی

اُسکی موجودگی مین ناممکن ہی کہ جو کام شروع کیا جائے اُسکی تکمیل مین بیداری عام سے جس امداد کی توقع ہوسکتی تھی وہ حاصل ہو۔ خصوصاً جبکہ ہر جگہ اقلیت کے سربرآوردہ نمائندگان اکثریت کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش مین مجبور ہین کہ اکثریت کے نظام کار کو غلط اور ناقابل عمل اور حصول مدعا کے لیے غیر سودمند ثابت کرکے رائے عامہ کو کانگریس کے مجوزہ نظام عمل سے دور ہٹاتے رہین۔ اور جن صوبجات کی یہ حالت ہو جیسے کہ صوبہ متحدہ کا حال ہی کہ اکثر مجالس کے عہدہ دار اور ذمہ دار کارکن خلافت سوراج پارٹی کے ہمنوا ہون تو وہان قطعاً محال ہی کہ کوئی عملی کام کیا جاسکے۔ اس لیے کہ جن لوگون کو مجلسی کامون کا تجربہ ہی انھین اچھی طرح واقفیت ہی کہ عہدہ داران نااتفاق کی موجودگی مین اور اُنکے علی الرغم کسی مجلس مین کوئی کارروائی نہین ہوسکتی۔

خلافت سوراج پارٹی کے رہنماؤن کی ساری قوت اپنی جماعت کی منتظیم اور اپنے اصول کار کی ترتیب پر صرف ہو رہی ہی کہ بغیر اسکے ناممکن ہی کہ میدان عمل مین کوئی قدم بڑھایا جاسکے۔ اس لیے کم سے کم جب تک کہ روان مین بمقام الہ آباد اس فریق کا جو جلسہ ہونیوالا ہی اُس کا انعقاد نہو جاے توقع نہین کہ اُس کی طرف سے ملک مین کوئی عملی تحریک شروع ہو۔ مسٹر وی جی پٹیل نے بمبئی مین تقریر کرتے ہوے اس بات کا اعتراف کیا ہی کہ کانگریس کے اس تفرقہ کی صورت مین دونون جماعتون کو کام کرنا محال ہوجائیگا اور اس خیال سے دونون فرقون کو متحد بنانے کی جو سعی مسٹر سرینواس جنی ناٹڈو کر رہی ہین ان کا دلی خیر مقدم بھی اُنھون نے کیا ہی۔ مولانا ابوالکلام بھی جو حال ہی مین اپنی مدت اسیری ختم کرکے آزاد ہوے ہین۔ اسی کوشش مین مصروف بتائے جاتے ہین اور سارا ملک ان دونون محبان وطن کی مساعی کے مفید نتائج نمودار ہونے کے لیے چشم براہ ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ اتحاد کی صورت نہ پیدا ہو جسکا اندیشہ قوی ہی تو کیا یہ بہتر نہوگا کہ جو لوگ اس جدید پارٹی کے ہم آہنگ و ہم خیال ہین وہ کانگریس کے عہدون اور انتظامی ذمہ داریون سے دستکشی اختیار کرکے اس جماعت کو آزادی کے ساتھ کام کرنے دین جو مہاتما گاندھی اور اُن کے جانشین مسٹر راجاگوپال چاری کے نظام عمل پر یقین رکھتے ہین۔ ورنہ کانگریس کے کام کی ابتری کی ساری ذمہ داری اُنھین کے سر رہیگی۔

صوبۂ ہذا مین میونسپلٹی کے انتخابات درپیش ہین۔ اور تقریباً اکثر اضلاع مین وطن دوستون کو

اعتدال پسندون اور حکومت کے ہواخواہون سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ چنانچہ خود ہمارے شہر مین بھی یہی صورت حال موجود ہی۔ جو لوگ پہلے سے کام کر رہے ہین اُن مین ایسے لوگ بھی ہین جو صرف بہبود بیت ممبر بنے رہے نہ مخلوق کی کچھ خدمت انجام دی اور نہ اپنی ذات ہی کو کوئی نفع پہنچایا۔ ایسے لوگون سے توقع ہو یا نہو مگر اُن لوگون کو جو کچھ بھی اثر یا وزن رکھتے ہون اکسی دوسری جہت سے فہمائش کا موقع پائین چاہیئے کہ ان صاحبون کو توقطعاً اسکی تکلیف نہ گوارا کرنے دین کہ وہ ممبری کی زحمت مین خواہ مخواہ مبتلا ہون۔ اب رہے وہ لوگ جنکا مقصد صرف ترفع ذات ہی سو اُن سے نجات حاصل کرنے کے لیے وطن دوستون اور اعتدال پسندون دونون کے درمیان کوئی وجہ نہین کہ اتحاد عمل نہو کہ اعتدال پسندون نے تارکین موالات کا مقابلہ کرنے کے لیے افسوس ہی کہ اس جماعت کے بہت سے اصحاب کو اپنا شریک بنالیا ہی جسکی وجہ سے کم امید ہوسکتی ہی کہ آئندہ انتخابات کے موقع پر وہ ان کی امداد سے دستکش ہوسکین گے۔

تارکین موالات کو چونکہ ان تینون جماعتون سے مقابلہ کرنا ہی اس لیے ان کی راہ سب سے دشوار ہی مگر جن حالات نے اُن کو ترک موالات کی ترغیب دی اور جس مقصد اعظم کے لیے وہ جد وجہد کر رہے ہین اُسکے لحاظ سے یہ دشواری کچھ بھی نہین ہی۔ اور اُنھین بجوف وخطر تائید ایزدی اور خلق خدا کی حق پرستی پر اعتماد کرکے میدان مقابلہ مین کود پڑنا چاہیئے۔ ممکن ہی کہ بعض جگہ اُن کو غلبہ حاصل ہونیکی امید نہو لیکن جو لوگ کسی اصول کی پیروی کرتے اور کسی بڑے مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہین اُن کی ہمت ان باتون سے پست نہونا چاہیئے۔ بعض ارباب کار ان معاملات مین ذاتی تعلقات یا باثروت ممبرون کی قومی کامون مین زرپاشی کی بنا پر اُن کو برقرار رکھنے کے لیے طرح طرح کی مجبوریان ظاہر کرتے ہین۔ کاش یہ اصحاب جرات سے کام لیکر صاف صاف اپنی مجبوریون کا اظہار کردین۔ اور اُس کے بجاے عذرات بارد ومغالطہ آمیز مواقع کی تلاش مین سرگردان نہون جس کے باعث عموماً لوگ دلون کے اندرونی بھیدون کی تہ تک پہونچ جاتے ہین۔ ایسے مواقع پر ایک عام مغالطہ یہ ہے کہ فریق مخالف کی قوت کو بڑے شدومد کے ساتھ بیان کرکے اُسکے مقابلہ مین کامیابی سے مایوسی ظاہر کی جاتی ہی۔ جس سے اُن لوگون کی زبان بند کرنا مقصود ہوتا ہی جو اپنے اصول کے اتباع مین کہتے ہین کہ کسی کی ثروت ووجاہت یا رہنایان مقامی مین سے کسی کے ساتھ اُس کے گہرے تعلقات پر لحاظ

ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مخالفت کے پلے کو پر وزن دیکھنے کے باوجود اُسکے دل کے اندر اصول کی دیانت دارانہ پیروی سے جو تقویت پہنچتی ہے اُس پر اور اُس سے زیادہ تائید ربانی پر اعتماد کرکے وہ یہی چاہتا ہے کہ کم سے کم زور آزمائی تو کرلی جائے۔ اور اگر پہلی دفعہ کامیابی نہ بھی ہو تو یقینی ہے کہ آئندہ چل کر مایوس نہ ہونا پڑے گا۔

میونسپل بورڈ کے انتخابات مین تارکین موالات کے لیے نہایت اچھی آزمایش ہے۔ اب صاف ظاہر ہو جائیگا کہ اُن کی تبلیغ نے شہری آبادی پر کہانتک اپنا اثر کیا ہے۔ اور اگر وہ بھی اُنھین مصلحت اندیشیون مین مبتلا ہو گئے جو معتدلین کے لیے کبھی مخصوص تھین تو پھر سمجھنا چاہیئے کہ گذشتہ ناکامیابی نے اُنھین اپنے اصولون سے منحرف کردیا ہے۔ اور بجاے اِسکے کہ اِس حقیقت کو چھپایا جائے بہتر ہوگا کہ اپنی کمزوری یا کم سے کم اُن اصولون کی خرابی تسلیم کرلی جائے۔

غالباً ان اصحاب نے جو مہاتما گاندھی کے نظام عمل سے بیزار ہو کر کانگریس۔ خلافت۔ سوراج پارٹی کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اب سے کئی مہینے قبل پیش بندی کے طور پر پراونشیل کانفرنس مین یہ تجویز منظور کرالی تھی کہ میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈون کے آئندہ انتخاب کے موقع پر ایسے اشخاص ممبر بنائے جائین جو وطن دوست ہون اور کانگریس کے اصول اساسی کو تسلیم کرین اس کے معنی یہ ہین کہ راجہ صاحب محمود آباد۔ پنڈت جگت نرائن۔ مسٹر جیتا منی۔ پنڈت ہردے ناتھ کنزرو۔ سید وزیر حسن۔ پنڈت گوکرن ناتھ سید ظہور احمد۔ مسٹر نبی اللہ۔ اور صوبہ ہذا کے موالاتی سربرآوردہ اشخاص کی جماعت کثیر مین سے ہر شخص کو کانگریس کی تائید حاصل ہو سکتی ہے جس کے بعد ظاہر ہے کہ موالات اور ترک موالات کا ذکر ہی فضول ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرے ایک عزیز دوست نے جن کی قابلیت ملک مین مسلم ہو چکی ہے میری کثیر الاشغالی پر نظر فرما کر ازراہ ہمدردی مجھ کو کیا ہے کہ ماہ گذشتہ کے جدید عنوان سے جو صفحات مین ہر مہینے سیاہ کرتا تھا اُن کے لیے وہ اپنے متفرق خیالات بالالتزام بھیجا کرین گے۔ اور انشاء اللہ نئے عنوان کے تحت مین شایع کیے جائین گے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ناظرین الناظر کی دلچسپی معلومات مین خاص اضافہ کا سبب بنین گے۔

نظرے خوش گذرے کا قدیم عنوان، ناظرین کرام کی ضیافت طبع اور اپنے ناچیز خیالات کے اظہار کے لیے انشاء اللہ بدستور قایم رہے گا۔

اُردو لٹریچر کی تہذیب

ایک ضروری تجویز

تہذیب کے جو عام اصطلاحی معنی لیے جاتے ہین اس سے میری مراد نہین بلکہ اس کے لفظی معنے یعنی مُطلا اور آراستگی کرنے سے تو اُردو کی تہذیب سے میرا مدعا یہ نہین کہ مین اُردو ادب کی فصاحت و بلاغت اور شعرا کی نازکخیالیون پر بحث کرون گا بلکہ محض اردو ادب کی بہترین طباعت و اشاعت پر اپنی قوم کو متوجہ کرنا ہے۔ مین ایک عرصے سے اس خبط مین ہون کہ اُردو ادب کی بہترین کتابون کو بہترین کاغذ و طباعت اور نفیس جلدون کے ساتھ ایک صورت اور ایک سلسلے اور ایک ہموار قیمت کے ساتھ شایع کرنے کا انتظام کیا جائے۔ اور میرا یہ خیال انگریزون کی بہت سی اچھی باتون کی نقل کرنیکے شوقون مین سے ہے۔ خدا صفادع ماکدر۔ میری نظر سے انگریزی دارالاشاعت کی بہت سی سیریز اس طرح گذرین اور یہ ولولہ مین نے وہین سے پیدا کیا ہے۔ مثلاً لندن کی ایک پبلشنگ فرم مسرس جے ایم ڈنٹ اینڈ کمپنی کی ایک سیریز "ایوری مین لائبریری" کے نام سے ہے جسکے سلسلے مین (جو اس وقت تک تقریباً آٹھ نو سو تک پہنچ گیا ہے) انگریزی کی تمام مستند اور بہترین کتابین قدیم و جدید جیسین گبن اور میکالے کی تاریخ۔ کارلائل۔ ڈکنس وغیرہ کے قصص وغیرہ سب نہایت خوش قطع اور ایک سائز کی جلدون مین ایک برائے نام قیمت یعنی ایک شلنگ فی جلد کے حساب سے فروخت ہوتی ہین۔ جو ہر شخص خرید سکتا ہے۔ اُس سے حظ اُٹھاتا ہے اور پھر اُسکو کمرے کی آراستگی کے لیے شیشے کی الماری مین رکھ کر آنکھون کو فرحت دیتا ہے۔ ایسے انگریزی مین اور بھی کئی ایک سلسلے ہین۔ مگر جس کا مین نے ذکر کیا ہے۔ اُسمین تقریباً انگریزی ادب اور انگریزی تراجم کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے اور غالباً سب سے ادنی قیمت اور سب سے عمدہ تہذیب کے ساتھ شایع ہوتا ہے۔

اُردو کے لیے بھی مین نے اسی طرح کا سلسلہ نکالنے کا خیال دل مین رکھ کر اُسکے ہر پہلو پر غور کیا۔ مین بہت سے اُردو کتب فروشون پبلشرز اور مصنفین سے ملا ہون اور اُن سے اُردو لٹریچر کی اشاعت کا حال دریافت کیا۔ اور مین اس نتیجے پر پہنچا ہون کہ اُردو پڑھنے والون کی تعداد ماشاءاللہ ترقی پر ہے اور اب جبکہ یونیورسٹی کے

نصاب مین اُردو داخل ہو رہی ہو تو غالباً آئندہ اور ترقی ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہو کہ لوگ اُردو کتابون کو پڑھتے بھی ہین۔ اور اُن کو لائبریری کا بھی شوق ہو۔ یعنی وہ مجلد کتابون کی فرمایش کرتے ہین۔ مگر جو کمی ہو وہ کتاب مہیا کرنے والون مین ہو۔ وہ کتابون کو بے ڈھنگی اور بے کمی قیمتون کے ساتھ تاجرانہ اصول پر فراہم کرتے ہین۔ اور اس لیے اُردو کے شائقین مگر نفاست پسند طبایع کے لوگ اور خصوصاً وہ جو خرچ گران کے تحمل بھی نہین کتابون کی کمابیش سرپرستی سے ابا کرتے ہین اور بڑی دقت ان شائقین کے لیے یہ ہو کہ اُردو لٹریچر کا تمام ذخیرہ ایک جگہ سے دستیاب نہین ہوتا۔ شرر کی دُکان علیحدہ ہو شبلی کی علیحدہ۔ نذیر احمد کی الگ۔ آزاد کا کارخانہ جدا۔ اور لطف یہ ہو کہ اُن مین سے کسی دُکان دار کو یہ حوصلہ نہین کہ خود اپنے فائدہ کے لیے اپنے مال کی اطلاع وقتاً فوقتاً پبلک کو دیا کرے۔ یہ لوگ بالکل مشرقی اصول پر کام کرنیوالے ہین۔ دکان کھولکر بیٹھ گئے ہین۔ یہ خریدار کے ذمہ ہو کہ ٹکراتا اور لڑھکتا ہوا اُن کی دکان تک پہنچ جائے، اور جیسا ٹرکی عرب ایران مین اور اب بھی ہندوستان کے قدیم خطون مین شہر کے اندر جوتے والون کی بازار علیحدہ ہوتی ہو۔ کپڑے والون کی علیحدہ۔ برتن بیچنے والون کی علیحدہ اور ایک خریدار جو اپنی ایک دن کی ضروریات خریدنا چاہے تو تمام شہر کا دورہ کرے اسی طرح اُردو بازار مین تاریخ آبجیات کے لیے لاہور کے اکبری دروازہ جانا ہوگا، التقوق والفرائض کے لیے دہلی کے بلی ماردن کی سیر کرنی ہوگی شعر العجم کے لیے اعظم گڈھ کی خاک چھاننی ہوگی اور شرر کی تصنیفات کے لیے لکھنؤ مین کٹرہ بزن بیگ خان کا راستہ پوچھنا پڑے گا۔[1]

مین اس مختصر تحریر مین یہ بحث کرنا نہین چاہتا کہ اُردو کی ہر دلعزیزی کا راز اُسکے پریس اور پبلشرز کی حوصلہ مندی پر موقوف ہو۔ کیونکہ یہ ایک بدیہی بات ہو۔ ایک بڑی آفت جو اُردو کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ ہو کہ اُردو کا چھاپہ خانہ پتھر کے دستی کرگون سے زیادہ وسیع نہین ہوا۔ جہانتک کاتب کا خامۂ یعقوب رقم کام کرسکتا ہو۔ وہین تک اُردو کی طباعت ہو۔ اُردو کا موجودہ رسم الخط کچھ ہماری قوم کو ایسا بھایا ہے کہ اُس نے ذرا اپنا انداز بدلا۔ اور یہ گھبرا اُٹھے اُنکی آنکھین آشوب کرآتی ہین۔ بقول ہمارے ہم وطن ستم ظریف اکبر کے

---

[1] جی نہین الناظر بک ایجنسی کے قیام نے مدت ہوئی کہ یہ دقت رفع کردی اور اب نہ صرف دفتر الناظر بلکہ دوسرے متعدد کارخانون مین یہ سب کتابین موجود رہتی ہین۔ ایڈیٹر۔

حرف پڑھنا پڑا ہی ٹائپ کا　　پانی پینا پڑا ہی پائپ کا
پیٹ چلنا ہی آنکھ آتی ہے　　شاہ اٹوورڈ کی دہائی ہے

ابتک ہماری قوم کے افراد اس بات سے قاصر ہین کہ اپنے عزیز رسم الخط کے لیے ٹائپ ڈھال سکین عربون اور ترکون نے اپنے لیے ٹائپ بنا لیے ہین۔ ترکی ٹائپ بہت پاکیزہ ہوتے ہین۔ مگر ترکی ٹائپ مین اُردو چھاپنا۔ ہم اور آپ اسکو گوارا کرلین گے۔ مگر مولوی ٹا۔ مولوی مدن اور شیخ ننھو اور خیرو جو موٹے موٹے حرف اور ہجے کرکے پڑھنے کے عادی ہین اور جنکا تناسب الا ماشاء اللہ قوم مین پچانوے فیصدی سے زیادہ ہی وہ کیا کرینگے۔ مگر پھر سوال یہ ہی کہ ایسے لوگ شبلی۔ نذیر احمد اور شرر سے بھی تو بیزار ہین۔ راہ نجات تفسیر سورۂ یوسف یا قصۂ حاتم طائی اور طوطا مینا اُنکی جولانگاہ ہی۔ اور یہ کتابین ہماری اُردو کی فہرست مین داخل نہین۔ خیر معاملہ کتابون کا ہی۔ اخبارون کا نہین جو دیر کو چھپین یا جلدی شایع ہون۔ پتھر پر ہون یا ٹائپ مین ایسا مہتم بالشان مسئلہ نہین ہی۔ پتھر کے چھاپے مین بھی نفاست آسکتی ہی۔ بشرطیکہ نور المطابع کا دستی چھاپہ خانہ ہو اب رہا پبلشر کی حوصلہ مندی اور راس المال کا سوال

پبلشر کی حوصلہ مندی کے متعلق افسوس کہ مجھے ذاتیات سے کام لینا پڑتا ہی۔ مگر چونکہ اس بات مین شخص مذکور کا کوئی نقصان نہین بلکہ فائدہ ہی۔ اور اس سے زیادہ قوم کا فائدہ ہی۔ مجھے اس بیان سے نہایت مسرت ہوتی ہی کہ مین نے اپنے مختلف الایام قیام لکھنؤ مین ایک بزرگ کو ڈھونڈھ نکالا۔ مین اُن سے دو تین بار مل چکا ہون افسوس کہ عشق گاندھی نے ذرا بات بگاڑ دی ورنہ آدمی بڑے کام کے ہین۔ یہ ہمارے محترم مولوی عرفاً۔ ظفر الملک صاحب خطاباً[1] اور اسحاق علی صاحب اسماً علوی۔ نسباً۔ ایڈیٹر الناظر کسباً ہین۔ آپنے اُردو کی اس بڑی دقت کو محسوس کیا ہی جسکا مین پہلے ذکر کرچکا ہون۔ اُنھون نے اپنی الناظر بک ایجنسی کے قیام سے اور اپنے اعلیٰ انتظام سے اس شکایت کو کہ اُردو کی کتابین جو ایک مشرق مین ملتی تھین اور ایک مغرب مین اُسکو ایک حد تک رفع کردیا ہی۔ مین ایک حد تک کہتا ہون کیونکہ آخری بار جب اُن کی خدمت مین اُن کی جدید ترین فہرست کتب سے چند کتابین بھیجنے کی استدعا کی گئی تو اُسکے جواب مین معلوم ہوا کہ ایسی کتابین اسٹاک مین نہین رہتی اگر چند مہینے کا وقفہ دیا جاے تو منجملہ اُن کتابون کے چار کتابین مہیا ہوسکتی ہین۔ بشرطیکہ مین اُن کو یہ بتادون کہ وہ کتابین ہندوستان کے کس کتب فروش کے یہان سے

[1] ظفر الملک خطاب نہین۔ بلکہ اسم تاریخی ہی۔ ایڈیٹر

مل سکتی ہین اور فی الجملہ بعد کو مین کتاب لینے سے انکار نہ کرون گا۔ مگر ایسا تو تھیکر کمپنی کے یہان بھی ہوتا ہی اور مین اُن کی کارگذاریون پر اتنا زور نہین دیتا جتنا اُن کے خیال پر۔ اور ظاہر ہی کہ دُنیا مین خیال ہی کی حکمرانی ہی۔ اُن کا یہ نہایت عمدہ خیال کہ اُردو لٹریچر کا ایک مخزن یعنے امپیریم ہونا ضروری ہی ہمکو اُن کی طرف بہت سی امیدون کے ساتھ وابستہ کر دیتا ہی۔ مین جانتا ہون کہ صاحب موصوف کی نیک نیتی اور ایمانداری کا ہر وہ شخص لازماً قائل ہوگا جو اُن سے مل چکا ہی۔ یا اُن کی تعریف سُن چکا ہی اور لوگ میرے اِس خیال کی تائید کرینگے کہ وہ اُردو کے ایک دائرۂ اشاعت کے بہترین ایجنٹ اور ایک معتبر ڈائرکٹر ہو سکتے ہین۔ راس المال کے لیے مین خود دس دس روپے کے پانچسو حصے خریدنے پر تیار ہون اور مین اپنے دوسرے اعزہ کو بھی اِس پر آمادہ کرون گا۔ رہا اُردو کے دوسرے شیدائی تو میری بات پر تامل ضرور کرینگے مگر مولوی ظفر الملک صاحب کی شخصیت (جو ایک بڑا قومی اثاثہ ہی) پر بھروسہ کرین۔ اول تو مجھے اسمین شک ہی کہ مولوی ظفر الملک صاحب اِس قومی اور ادبی کرم فرمائی کو قبول بھی فرمائین گے لیکن اگر وہ راضی ہون تو ہم کو راس المال کے لیے کم سے کم پچیس ہزار اور زائد سے زاید پچاس ہزار کی رقم کی ضرورت ہی۔ مولوی ظفر الملک صاحب کا ذاتی پریس اور الناظر بک ایجنسی کی قیمت اور اُن کی اپنی خدمت اِن سب کا مجموعہ انکو ایک بڑا حصہ دار اور ڈائرکٹر بنانے کے لیے کافی ہے۔ ناظرین کو یہ بھی واضح رہے کہ دارالاشاعت اُردو عمومی کا یہ خیال نیا نہین ہی۔ وکیل ٹریڈنگ کمپنی اِس سے پہلے قائم کی گئی تھی۔ وطن اور پیسہ اخبار اپنے طور پر اب دارالاشاعت رکھتے ہین مگر اِس کمپنی اور اِن کمپنیون مین فرق یہ ہوگا کہ اِس مین اُردو کی کتابون کی اشاعت کا انتظام اِس جدید طریقے سے شروع کیا جائیگا۔ کتابین ایک سیریز مین نکلین گی۔ جس کا نام "الناظر لائبریری" یا "اُردو لائبریری" یا عام مسلمانون کی تالیف قلوب کے لیے "خلافت لائبریری" یا "مصطفےٰ کمال" یا "محمد علی لائبریری" رکھا جاے۔ غرض جو ڈائرکٹران قوم کی مرضی کے مطابق تجویز کرین۔ اِس لائبریری مین کئی سیریز ہونگی۔ کتابین تین قسم کی ہونگی۔ اول چمڑے کا پشتہ اور کپڑے کی جلد دوسری تمام کپڑے کی جلد تیسری معمولی کاغذ کی جلد اور کپڑے کا پشتہ۔ ہر ایک کتاب تین سو صفحون کی صاف اور باریک حرفون مین۔ متوسط درجے کا سفید چکنا کاغذ۔ آٹھ انچ لمبائی۔ ۴ ½ انچ چوڑائی کی ہوگی پشت پر سُنہرے حرفون سے سیریز کی قسم۔ کتاب اور مصنف کا نام۔ پہلی قسم کتاب غلافی جلد۔ دوسری قسم چرمی قسم تیسری قسم عرفی جلد۔

سیریز کی تقسیم اس طرح پر ہو اور جیسا "ایوری مین لائبریری" میں ہے۔ ہر سیریز کے لیے ایک علیحدہ رنگ کا کپڑا لگایا جائے۔ تاکہ کئی ایک رنگ یکجا رکھنے سے الماری کی زینت اور خوشنمائی بڑھ جائے۔

اول سلسلہ (کتب دینیات) (کپڑے کا رنگ سفید)

شبلی۔ علم الکلام و الکلام۔ ۲ جلد

نذیر احمد۔ الحقوق والفرائض ۲ جلد

" اجتہاد ایک جلد

سید احمد۔ تفسیر القرآن ۵ جلد

" خطبات احمدیہ ۱ جلد

محمود علی۔ دین و دانش ۱ جلد

" الایمان ۱ جلد

محسن الملک۔ آیات بینات ۳ جلد

تراجم آیات البدا الکاملہ۔ کیمیائے سعادت۔ ہدایہ۔ احادیث وغیرہ

دوسرا سلسلہ (سیرۃ) (کپڑے کا رنگ سرخ)

سیرۃ نبوی۔ ریتر نعمان الغزالی۔ سوانح مولانا روم۔ الفاروق جنید۔ ابوبکر شبلی۔ سیرۃ عائشہ۔ امام مالک وغیرہ

ترجمہ تزک جہانگیری۔ بابری۔ تیموری۔ وغیرہ

تیسرا سلسلہ (تاریخ) (کپڑے کا رنگ بھورا)

تاریخ ہندوستان ذکاء اللہ ۱۰ جلد

تاریخ سندھ۔ تاریخ ارض مقدس۔ عرب قبل از اسلام وغیرہ

تراجم کتب تاریخ فارسی و عربی اسلامی وغیرہ

چوتھا سلسلہ (قصص) (کپڑے کا رنگ سبز)

شرر۔ نذیر احمد۔ مولانا راشد الخیری وغیرہ کے قصے۔ فسانہ آزاد

پانچوان سلسلہ (مضامین) (کپڑے کا رنگ نیلا)

شبلی۔ مقالات ورسائل۔ سید احمد۔ محسن الملک۔ چراغ علی
خواجہ حسن نظامی۔ سجاد حیدر۔ شرر۔ ابوالکلام آزاد وغیرہ

چھٹا سلسلہ (ادب) (رنگ سیاہ)
آبحیات آزاد۔ کلیات غالب۔ ذوق۔ میر۔ انشا سودا وغیرہ

ساتوان سلسلہ (سیاست جغرافیہ وسفرنامے)

آٹھوان سلسلہ (فلسفہ وسیاست مدن)

نوان سلسلہ (سائنس)

دسوان سلسلہ (بچون اور عورتون کے مذاق کی کتابین)

غرضکہ اُردو کی جتنی عمدہ کتابین جدید اور قدیم ہون اُن سب پر یہ سلسلہ حاوی ہو۔ ایسی ہی انجمن ترقی اُردو کی کتابین بھی ہون مصنفین کے حقوق تصنیف کمیشن یا کمیشن کے طور پر دیے جانے کا بندوبست ہو۔ اُردو کی جدید اور قدیمی کتابون کی اشاعت اور اسکو قبول کرنے کا اختیار ایک کمیٹی کے سپرد ہو جسمین ڈائرکٹران بھی شامل ہونگے۔ اس سے آگے دارالاشاعت کے مالی اور تجارتی منافع پر بحث ہی تو نہ وہ میرا حصہ ہی۔ اور نہ یہ مضمون کمیٹی کا پراسپکٹس ہی۔ اس کا وقت جب آئے گا جب کہ میرے خیال کی لوگ تائید کرین گے

سید مقبول احمد

مضمون بالا کے اندراج مین قدرتاً تامل ہونا چاہیے تھا کہ اسمین میری ثنا وصفت پر بہت کچھ رقم صرف کیا گیا ہی مگر اس امید پر کہ ناظرین کرام کو اپنے دیرینہ خادم کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی نہین ہو سکتی محض نفس تحریک پر انکی توجہ منعطف کرانیکی غرض سے درج کر دیا ہی۔ اصل تجویز کے متعلق ابھی کوئی قطعی رائے نہین ظاہر کی جاتی البتہ یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہی کہ اُردو زبان کی توسیع وتشو ونما کے لیے تجارتی اصولون پر سرمایہ لگانے اور طباعت واشاعت کتب کا بہتر انتظام کرنے کی غرض سے اس قسم کی متحدہ کوششون کی شدید حاجت ہی اور حالات موجودہ مین اگر کوئی وسیع نظام قایم ہو سکے تو یقیناً مفاد قومی اور منافع ذاتی دونون کے لحاظ سے نہایت برمحل ہوگا اور کامیابی کی بھی پوری توقع ہی۔

ایڈیٹر

عہد اول کا عربی تمدن

یہ مضمون فرانس کے مشہور محقق موسیو سدیو کی تاریخ عرب سے ماخوذ ہے۔ اصل کتاب فرانسیسی زبان میں دو ضخیم جلدوں میں شایع ہوئی تھی۔ مصر کے ایک فاضل نے عربی میں اس کا خلاصہ عرصہ ہوا شایع کیا تھا۔ اور اب اردو میں اس کا ترجمہ ہمارے زیر اہتمام طبع ہو رہا ہے۔ کتاب تیار ہو جائے تو امید ہے کہ اُردو زبان میں ایک قابل قدر اضافہ ہوگا۔ ناظرین الناظر کو ہم پہلے ہی سے لذت آشنا کیے دیتے ہیں۔

ایڈیٹر

مدرسۂ اسکندریہ کے بعد مدرسۂ بغداد کی علمی مرکزیت

ابتدائے عہد اسلام میں اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام قوت فتح ممالک اور اشاعت اسلام میں صرف کی۔ صحابہ کرام کے بعد جو نسل ہوئی اُس نے کچھ کچھ علوم ادبیہ کی جانب توجہ کی لیکن اسکی بھی بہت کچھ قوت فتح ممالک اور نشر اسلام ہی پر صرف ہوئی۔ تا آنکہ مسلمانوں میں اندرونی فتنہ و فساد کی آگ بھڑکی۔ اور وہ خانہ جنگیوں میں مصروف ہو کر کشور کشائی اور علمی مشاغل دونوں سے الگ ہو گئے۔

یہ خانہ جنگی ختم ہوئی۔ اور اسلامی حکومت کو یکسوئی حاصل ہو گئی۔ تو فتوحات کا سیلاب پھر اُمڈا۔ اور اس مرتبہ اسلامی فتوحات کے سیلاب کی لہریں دنیا کے بہت دور دراز ممالک تک پہنچ گئیں۔ مسلمانوں کو عظیم الشان اور نمایاں فتحیں حاصل ہوئیں۔ خصوصاً ۱۳۲ھ میں دولت بنی امیہ کے زوال کے بعد وہ مشرق میں ممالک شام و فارس کی جانب دریائے سندھ اور دریائے فرزین تک، اور مغرب میں تمام شمالی افریقہ اور جزیرہ نمائے اندلس کے بہت بڑے حصہ کو اپنے زیر نگین کر چکے تھے۔ اور یک فرانس پر حملہ آور ہو کر اُسے پامال اور مسخر کر لینے کی دھمکی دے رہے تھے۔ مگر فرانس کے حکمران چارلس مارٹل نے اقلیم نوارہ کے میدانی علاقہ میں خلیفہ عبدالرحمن الاموی تاجدار اندلس کے لشکر کو شکست فاش دی اور کچھ اس طرح غارت کر ڈالا کہ بار دیگر مسلمانوں کو فرانس پر فوج کشی کی جرأت نہ ہو سکی۔

اس حملہ کے بعد مسلمانوں کو مزید کشور کشائیوں سے استغنا پیدا ہو گیا۔ اور تیغ و سنان کی بازی سے سیر آکر انھیں قلم و کاغذ کا کھیل مرغوب ہو چلا۔ حامی علم و فن اور علما پرور خلفا کی پیروی میں [illegible]

مسلمانون کے ہر طبقہ مین علمی منافست و مسابقت کا جذبہ پیدا ہوگیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جہالت فنا ہوگئی اور امم مشرقیہ بلکہ تمام اسلامی ممالک مین عربی مصنفات و مولفات بکثرت شایع ہوگئین۔ انہی مصنفات کے بڑے حصہ سے جو آجتک موجود ہی عربی لٹریچر مرکب ہی اور یہ ذخیرۂ علم و ادب یقیناً دنیا کے مشہور و وسیع ترین علوم و ادبیات مین داخل ہی۔

عربون کے تحصیل علوم کی ابتدا اور خلیفہ منصور عباسی کی خلافت کا آغاز

یہ فخر عرب خلفاء کے زمہ مین خلیفہ ابو جعفر المنصور عباسی کو حاصل ہی کہ اس نے سب سے پہلے عربون کو دماغی اور ذہنی مشاغل مین مشغول کیا۔ اسکی دلیل یہ ہی کہ قدماء عرب کی کتابون مین بجز بعض ایسے فوائد کے جنکا تعلق عملیات فلکیہ سے ہی اور کوئی علمی مسئلہ نظر نہین آتا یہ چند فلکی عملیات بھی عربون کو آسمانی منظر کے وسیلہ سے حاصل ہوئے تھے۔ کیونکر منظر فلک نے اُن کے ذہنون کو اپنی طرف جذب کرکے اسبات پر غور و فکر کرنیکی توجہ دلائی کہ آخر اسی چادر نیلی مین یہ تابان درخشان اجرام کیون پائے جاتے ہین؟ یہ ایک فطری احساس ہی اور دنیا کی تمام قومون کو ہوا اور ہوتا ہی کہ وہ اپنے ممالک کی خوبی اور درستی آب و ہوا کی حالت مین کواکب اور نجوم کے مشاہدہ اور رصد کی طرف متوجہ اور مائل ہوتی رہی ہین۔

قدماء عرب منازل قمر اور نجوم فلکیہ کے احکام سے واقف و آگاہ تھے۔ اُن کو سیارہ کواکب اور بعض دیگر روشن و درخشان ستارون کا بھی علم تھا۔ ان ستارون کو وہ بخوبی پہچانتے تھے۔ بلکہ ماسوی اللہ اُن کی عبادت بھی کرتے تھے۔ ان کے ہان حساب سنین مین قمری یعنی چاند کے مہینون کا حساب رائج تھا۔ مگر اس کی کوئی مثال نہین ملتی کہ انھون نے کبھی یہ فکر کی ہو کہ آسمان کی حرکتون کی کوئی حد مقرر کرین۔ یا کوئی ایسا سنہ اور تاریخ قرار دین جو ان کی تمام قومون مین یکسان رواج پاجاے۔ چنانچہ کسی عام تاریخ یا شمار سنین کا حساب نہونے کی وجہ سے تاریخ عرب کے سلسلہ کی سال وار ترتیب قبل از اسلام تک بالکل محال ہی۔ اور جب تک اُن کی مختلف طریقہ کی عبادتین منسوخ ہوکر اُنھین بالکل اسلام کی تبعیت نصیب نہین ہوئی اُس وقت تک اُن کا کوئی مسلسل سنہ قائم نہو سکا۔

مگر عربون کی طبیعت مین فطری جودت تھی۔ اور اُن مین اس بات کی کامل استعداد موجود تھی کہ جو بات ان کو کہین سے حاصل ہو اُس سے تنہا خود ہی فائدہ نہ اٹھائین بلکہ اوروں تک بھی پہونچانے کا ۔۔ چنانچہ جو علم عرب علماء کو حاصل ہوتا تھا۔ اُس کی بہت جلد دنیا مین عام اشاعت ہوجاتی تھی

دریائے فرات[1] اور دریائے وادی الکبیر[2] کے مابین روئے زمین کے طویل و عریض رقبہ پر جتنی قومیں آباد تھیں اور جو آدمی وسط افریقہ کے جنوبی حظہ مین بود و باش رکھتے تھے۔ عرب علماء محققین کے دماغی جدد و جہد کے ثمرات سب کو پہنچ جاتے تھے اور ان سب ممالک مین اُن کے جدید ترین علمی مسائل ہمپائے برق ہر شایع ہو جاتے تھے۔ اور قابل تعریف امر یہ تھا کہ عربون کے مشاغل کثیر اور اُن کی حد سے بڑھی ہوئی مقصد بھی علم کی خدمت اور اُس کی اشاعت مین اُن کی سنگ راہ نہین بن سکتی تھی۔

اگرچہ عرب مسلمان اسبات کے ہرگز متحمل نہین ہوتے تھے کہ دین اسلام پر کسی اور دین کو ترجیح دین یا اس کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرین۔ تاہم وہ بنی اسرائیل کے طرز تمدن سے اس بارہ مین ضرور خلاف تھے کہ مغلوب و مفتوح اقوام کی عورتون سے تناسلی اختلاط نہ قائم کیا جاے مگر اس تناسلی اختلاط کے باوجود انھون نے اپنی عربی طبیعت اور سرشت مین ذرہ برابر بھی فرق نہین آنے دیا۔ وہ اُن روایات کے بہت سختی سے پابند رہے جن سے وطن اصلی کی یاد تازہ ہوتی رہتی تھی۔ عربون کی بود و باش کا یہ حال تھا کہ وہ تقریباً خانہ بدوش رہے۔ ہمیشہ ایک ملک سے دوسرے ملک مین نقل مقام کرکے وہان سکونت اختیار کی۔ اور پھر اُس سے منتقل ہو کر تیسرے ملک مین چلے گئے۔ لیکن یہ دیکھکر کمال حیرت ہو کہ ان کی فطری عادتون اور طبیعتون پر اس کا بھی کوئی اثر نہو سکا۔ حالانکہ اور قومون مین نقل سکونت کی وجہ سے بہت کچھ طبایع اور عادات کا تغیر نمایان ہو جاتا ہے۔

قدیم جرمن اقوام اپنے ملکون سے نکل کر دنیا مین پھیل گئین اور فتوحات کے ذریعہ نو آبادیان قائم کرکے وہان سکونت اختیار کرلی۔ مگر اُنھون نے ترک وطن اور حصول سلطنت کے بعد بہت دیر مین اپنے تمدن کا آغاز کیا۔ لیکن عربون کا معجزہ دیکھیے کہ وہ اپنے مفتوحہ ممالک مین دین اسلام کا نور، اپنی کامل زبان۔ اور اپنے اشعار کے لطائف، ایک ساتھ پھیلاتے چلے گئے۔ گویا دنیا کی قومین اسی انتظار مین بیٹھی تھین کہ عرب فاتحین کی ہر ادا کو دلی رغبت سے اختیار کرلین۔ چنانچہ فرانس کے صوبہ پروانس کے وہ شاعر جو فرنگستان کی خاک سے اُٹھے۔ یا دیگر فرنگی مغنی و مطرب جب عشق و مستی کا ولولہ انگیز کلام کہتے یا گاتے تھے تو انہی کے طرز سخن اور انداز و طرب و غنا کی پیروی کرتے تھے اور یہ صرف چند روزہ عربی حکومت مین رہنے کا اثر تھا۔

---

[1] دریائے فرات عراق عرب مین بہتا ہے۔

[2] دریائے وادی الکبیر اندلس مین جاری ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عرب کی سرزمین سے لیکر مملکت اندلس تک کی دور دراز مسافت مین جتنی قومین آباد تھین وہ سب عربون کے زیر اقتدار تھین۔

عربون کے اُستاد اول، نسطوری فرقہ کے علماء، اندسہ کا مدرسہ اور علمائے نسطوریہ کے متبعہ ہندی مذہب

شام، فلسطین، اور پھر دیار مصر پر عربون کے حملہ آور اور فاتح ہونے کی کیفیت غور سے ملاحظہ کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ عربون مین اکتساب علوم اور علمی ترقیون کا میلان طبعاً موجود تھا۔ علمی مشاغل ان کے مرغوب ترین شغل تھے اُن مین اس بات کی طبعی استعداد تھی وہ اُن قومون سے بھی میل جول اور اُلفت و موانست رکھتے تھے جو اُن کے جزیرہ نما (عرب) کے اطراف مین رہتی تھین، اور اُن کی ہمسایہ تھین۔ یہ قومین تمدن مین ایک بڑی درجہ تک ترقی یافتہ تھین، اور عربون کو اُن سے استفادہ کرنے کے مواقع حاصل تھے چنانچہ انھون نے نصاریٰ کے ایک فرقہ نسطوریہ سے مالوف ہوتے ہی اپنے دماغون کو انوار علوم سے منور اور اسکندریہ (مصر) مین فاتحانہ داخلہ سے قبل اُن نسطوری علماء سے بہت کچھ معارف و علوم کا اکتساب کر لیا تھا لیکن اول اول ایک مدت تک ایشیا کے مشرقی ملکون مین اِن نسطوری علماء کا مذہب کچھ بھی شایع نہین ہوا۔ اُن کے علمی مسائل سے کسی قدر ملک شام کے باشندون نے استفادہ کیا تھا کہ یکایک نسطوریہ فرقہ کے مخالفین اس فرقہ کی بیخ کنی کے درپے ہو گئے۔ کیونکہ دونون فریقون کے دینی عقاید متباین تھے۔ اور اُس زمانہ مین حکام وقت کا زور تھا نسطوری علماء دشمنون کا نرغہ دیکھکر روپوش ہو گئے یا بھاگ گئے اور علمی افادہ و استفادہ بند ہو گیا۔ مگر اِنکے شامی شاگرد اُن سے علوم ادبیہ کا اکتساب کر چکے تھے۔ اور عربون نے اُن علوم کی شامیون سے تحصیل کی۔

خطۂ عراق عرب مین بمقام ایدسہ نسطوری علماء کا بنا کردہ مدرسہ طبیہ نہایت فیض رسان ثابت ہوا اس مدرسہ سے فاضل طبیبون کی ایک کامیاب جماعت نکلی جو عہد رسالت کی ہمعصر تھی۔ عربون کو معدنی اور نباتی ادویات مفردہ کا ابتدائی علم اسی مدرسہ کی برکت سے حاصل ہوا تھا۔ زینون ایزد ریانی ( ) شاہ یونان کے عہد مین یہ مدرسہ بند ہو گیا۔ اور یہان تعلیم و تعلم کا کوئی سلسلہ باقی نہین رہا۔ اسکے بند ہونے کی وجہ دینی تعصب کے سوا کچھ نہ تھی۔ نسطوریون کے اندر تعصب کا زور ہوا تو وہ اپنے عقاید اور اپنے معلومات کو دنیا مین شایع کرنے پر اُٹھے۔ ساتوین صدی عیسوی کے وسط مین۔ ہندوستان، چین اور بلاد فارس مین اپنے علوم کی فیض رسانی اور اپنے عقاید کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بلاد فارس پر اُنھین بہت بڑا سیاسی غلبہ حاصل ہو گیا۔ انھون نے اقلیم خوزستان کے شہر جندی سابور مین ایک اعلیٰ درجہ کا مدرسہ قائم کیا۔ بیشمار طالبان علم و حصول تعلیم اور استفادہ

کی غرض سے یہاں آنے لگے اُدھر نسطوریون کا یہ دارالعلم مملکت فارس مین علم باشی کر رہا تھا کہ دوسری طرف حسن اتفاق سے یونانی فیلسوفون کی ایک جماعت بھی ایران مین آگئی۔ یہ حکما اپنے ملک سے جلاوطن کیے گئے تھے، اور اُنھون نے ایران کو اپنی جائے پناہ بنایا تھا۔ ان حکما نے یونان کے اُس افلاطونی مدرسہ مین تعلیم پائی تھی جو شہر اثینہ (ایتھنز) یا یہ تخت یونان مین جاری تھا۔ اور ان لوگون کو شاہنشاہ یوستینان نے جلاوطن کیا تھا۔ پھر عرب فاتحین کا دور آیا تو وہ کشورکشائیان کرتے ہوے بلاد ایران پر بھی قابض و متصرف ہو گئے۔ اور چونکہ فطری استعداد اور جودت طبع سے بہرہ ور تھے۔ نہایت قلیل زمانہ مین ان ایرانی اصول تمدن سے آشنا ہو گئے۔ بایں ہمہ یہ نہین معلوم ہو سکا کہ آخر علم الفلک مین خلیفہ منصور کا استاد کون تھا کسی ہندی عالم کو اُس کا استاد قرار دینا بالکل قیاس سے بعید ہے۔ کیونکہ عربون نے یونانی کتابون کے دستیاب ہو جانیکے بعد سے علم الفلک کے متعلق ہندی علما کی آرا کا کچھ بھی اعتبار نہین کیا۔

مدرسۂ بغداد کا قیام، مامون الرشید کا عہد، یونانی کتب کا عربی مین ترجمہ اور علم الفلک مین خود عربون کی تالیفات

جب تمام یورپ جہالت کی تاریکی اور ظلمت مین تھا۔ اُسوقت عربون کی آنکھین انوار علم کی چمک سے کھل چکی تھین منصور کے جانشین خلفا بھی علوم و معارف کی سرپرستی اور سعی ترقی مین منصور ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ اور اپنے مفتوحہ ملکون سے جلیل القدر علما کو بلوا کر دربار مین رکھا۔ اُن سے یونانی کتابون کے ترجمے عربی زبان مین کرائے کتب خانے قائم کیے۔ درس گاہین بنوائین تعلیم کو عام کیا۔ شاہی مدارس مین اور نیز دیگر تعلیم گاہون مین خاص و عام ہر طبقہ اور ہر درجے کے آدمیون کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت تھی۔ اور ان مدارس مین ارسطو۔ بقراط۔ جالینوس۔ دسقوریدوس۔ اقلیدس۔ ارشمیدس۔ بطلیموس اور اپولونیوس وغیرہ علما و حکما کی کتابین برابر پڑھائی جاتی تھین جنکے ساتھ ساتھ قرآن شریف اور اُس کی تفسیر کا درس بھی دیا جاتا تھا۔ علما و حکما کی خاص خاص محفلین اور مجالس مذاکرہ علمیہ قائم کین۔ ان مسائل مین مشکل مسائل علمیہ پر غور اور بحث ہوا کرتی تھی۔

خلیفہ مہدی اور خلیفہ رشید نے چید چیدہ نصرانی علما کو اپنے دربار مین بلا لیا۔ یہ علما ممالک ایشیا مین جابجا پھیلے پڑے تھے۔ اُن پر شاہانہ انعام و اکرام کا مینہ برسایا۔ اور اُن سے یونانی اور فارسی زبانون کی کتابین عربی اور سریانی زبانون مین ترجمہ کرائین۔ اُن ہر دو خلفا کے عہد مین حسب ذیل ہر دو مشاہیر علما ہوے۔

(۱) ماشاء اللہ فلکی۔ اس نے اصطرلاب اور اُس کے دائرہ نحاسیہ" پر ایک مفید کتاب تالیف کی ہے۔

(۲) احمد بن محمد نہاوندی۔ فلکی۔ یہ بھی علوم فلکیہ کا ماہر کامل تھا۔ اور ماشاء اللہ کی طرح مشاہدات و رصدِ افلاک مین مصروف رہا۔ عربون مین علوم فلکیہ کے یہی دو سب سے اول اور قدیم عالم ہوئے ہین۔

(۳) حجازی بن یوسف۔ یہ بھی اُس عہد کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور اسی نے سب سے پہلے اقلیدس کا ترجمہ عربی زبان مین کیا ہے۔

اس عہد مین عربون کی دماغی و ذہنی ترقیات اور اُن کے علوم و فنون کی مہارت کا جو درجہ تھا اسکے اظہار کے لیے یہ کافی ہے کہ اُن کے علمی عروج و کمال کی شہادت مین وہ بجنے والی گھڑی پیش کردین جو خلیفہ رشید نے شارلمین شاہِ فرانس کو ہدیۃً ارسال کی تھی۔ یہ گھڑی نادرۂ روزگار صنعت تھی۔ اور پانی کے ذریعہ سے چلتی تھی۔

ہارون الرشید کے بعد مامون الرشید خلیفہ ہوا۔ عرب خلفاء مین مامون کا وہی مرتبہ ہے جو دولت رومۃ الکبریٰ کے تاجداروں مین اغسطس قیصر کا ہو سکتا ہے۔ یہ خلیفہ آفتاب فضل تھا۔ اور بیشمار بڑے بڑے باکمال علماء نجوم فلک کی طرح اس آفتاب علم کو اپنے حلقہ مین لیے رہتے تھے۔ مامون کی علمی تشنگی کا کچھ اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اُس نے قسطنطنیہ کے رومی (یونانی) قیصر سے دوستی پیدا کرلی۔ اور یہ دوستی محض علوم و معارف کو ترقی دینے کے لیے کی تھی۔ وہ حکمائے یونان کے دماغی کارنامون کا خواہان و جویان تھا۔ اور یہ قیمتی خزانہ اُسے شاہنشاہ قسطنطنیہ کی دوستانہ اعانت ہی سے مل سکتا تھا۔ مامون نے حکمائے یونان کی تمام تصانیف فراہم کرلین سکندریہ (مصر) کے علماء کی کتابین بھی حاصل کین اور دنیا مین جس جگہ اُن کی تصانیف کا پتہ پایا وہین سے یہانتک کہ خود پایۂ تخت یونان ایتھنز سے بھی منگانے کا اہتمام کیا۔ ان کتابون کے جمع کرنے اور اپنے درباری علماء سے اُن کے تراجم عربی زبان مین کرانے پر مامون الرشید نے بیشمار مال و زر خرچ کیا۔

اُسی زمانہ مین یحییٰ بن ابی منصور نے ایک فلکی زائچہ (یعنی حساب نجوم کا نقشہ یا جدول) مرتب کیا۔ اس زائچہ کی تیاری مین سند بن علی بھی یحییٰ کا شریک کار تھا۔ اسی سند بن علی نے ۸۳۲ء و ۸۳۳ء مین خالد بن عبد الملک مروروزی کے ساتھ شریک ہو کر کئی دیگر رصدین تالیف کین اور پھر ان دونون علماء نے علی بن عیسیٰ اور علی بن البحتری کو اپنے ساتھ لے کر فلکی مشاہدات کیے۔ اور شہر رقہ اور شہر تدمر کے مابین خط نصف النہار کا اندازہ کیا۔ احمد بن عبد اللہ بن حبش نے تین زائچے کواکب کی حرکات کے بارہ مین تالیف کیے اور

مامونی عہد کے انھین عرب علماء فلک نے سورج گہن اور چاند گہن کے وقوع اور دُم دار ستارون کے طلوع و غروب وغیرہ کا حساب لگایا۔ اور اُن سیاہ دھبون کو دریافت کیا جو قرص آفتاب مین ہین۔ اعتدال ربیعی اور اعتدال خریفی کو رصد کے ذریعہ درست طور پر جانچا اور فلک البروج کے منطقہ کا میل اندازہ لگاکر دریافت کیا۔ انھین علماء نے خلیفہ مامون کے حکم سے کتاب "المجسطی" کی غلطیان درست کین۔ یہ کتاب یونانی حکیم بطلیموس کی تالیف ہے۔ اس کتاب کا عربی ترجمہ خلیفہ رشید کے عہد مین یحییٰ بن خالد برمکی کے زیر نگرانی کئی لائق مترجمین نے کیا تھا۔

مذکورۂ بالا عرب علماء مین درجۂ اجتہاد اور رتبۂ امامت محمد بن ابراہیم الفزاری کا حصہ ہوا۔ اور یہ اپنے تمام معاصرین پر اس فن مین گوے سبقت لے گیا ہے۔ اُس نے ہندوستانی علم الفلک کا یونانی علم الفلک سے موازنہ اور مقابلہ کیا۔

احمد بن محمد نہاوندی نے شہر جندی سابور مین اجرام سماویہ کو رصد کیا۔ اور ۲۱۵ھ مین کئی جدید زیجین تالیف کیے جنکا نام "المستعمل" رکھا۔

یہ سب علماء خلیفہ مامون الرشید کے عہد کے نامور علماے فلک ہین۔ اور اُن کے علاوہ محمد بن موسیٰ خوارزمی جس نے خلیفہ مامون کے لیے ہندوستان کے فلکی زائچون کا خلاصہ تیار کیا۔ اور محمد بن موسیٰ کا ہم عصر کندی جو یونانی زبان کا متبحر زباندان تھا۔ اور اس نے مدارس اسکندریہ و انطاکیہ کی کتابون سے بھی بہت کچھ مدد لی تھی۔ یہ دونون بھی بڑے پایہ کے عالم تھے۔ چنانچہ کندی نے حساب ہندسہ حکمت و نجوم۔ حوادث جویہ۔ اور طب وغیرہ علوم و فنون مین دو سو سے اوپر کتابین تصنیف و تالیف کین۔ مگر ان کا شمار فلکی علماء مین نہین ہوتا۔ بلکہ یہ ریاضی دان عالم مانے جاتے ہین۔

کندی کا شاگرد رشید ابو معشر فلکی بیشک بہت سے مفید فلکی مشاہدات کرنے مین مشغول رہا جسکی بنا پر اُس نے حرکات اجرام سماویہ کا ایک حساب مرتب کیا۔ اور وہ حساب "زیج ابو معشر" کے نام سے مشہور ہے لیکن اہل فرنگ مین اسکی شہرت ہیئت دان کی حیثیت سے نہین ہوئی۔ وہ اس کو صرف منجم جانتے ہین۔ کیونکہ اسکے تالیف کردہ صرف فن نجوم کے چند رسالے اہل فرنگ کو دستیاب ہوے۔

عربونکے جدید فلکی مشاہدات اور یونانی سے ترجمہ کی ہوئی زیجون کی درستی اور تکمیل

مامون الرشید کے بعد بھی عرب علماء علم و فن کی طرف متوجہ رہے خاصکر علم فلک مین اُنکی مشغولیت بڑھ

ہوئی تھی۔ محمد احمد اور حسن تین بھائی، موسیٰ بن شاکر کے بیٹوں نے اس فن میں اپنی تمام کوششیں صرف کردیں۔ زیج کی تصحیح اگرچہ اُن سے قبل دیگر عرب علما بہت کچھ کر چکے تھے۔ پھر بھی اُسکی صحت کا مکمل اور اُسکے نقائص کا دفعیہ انھیں تینوں بھائیوں نے کیا۔ انھوں نے بہیم مشاہدے کرکے نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ فارسی سنہ شمسی میں، حرکت آفتاب کا صحیح اوسط دریافت کیا۔ شہر بغداد کے مشہور دروازہ "طاق" کے متصل دریائے دجلہ کے ایک پل پر جو رصدخانہ تھا اُس رصدخانہ میں یہ برابر فلکی مشاہدات کرتے رہتے اور کلیپٹک یعنی منطقۃ البروج کے وسط کا میل انھوں نے دریافت کرلیا۔ اور اسکی ایک حد بھی مقرر کردی کہ یہ میل (کلیکا ڈ) اتنا ہوتا ہے۔ اسی طرح عروض بلد قمر میں سے عرض اکبر کے حسابوں کا فرق بھی معلوم کرلیا اور اُن کے یہ مشاہدات اور مشاہدات کے نتائج استدراکیہ اور [illegible] کہ اُن کے بعد ابن یونس فلکی نے اپنے مشاہدات فلکیہ میں ان پر کامل اعتبار کیا۔ اور انھیں کو مدار عمل بنایا۔

ان تین بھائیوں میں سب سے بڑا، محمد تھا۔ کواکب سیارہ کی تقویمیں اسی نے تیار کیں۔ یہ تقویمیں خود محمد کے عہد میں اور اُسکے بعد بھی عرصہ دراز تک علما ہیئت میں مروج اور مستعمل رہیں۔

ثابت بن قرۃ علم الفلک میں محمد کا شاگرد رشید تھا۔ یہ ۹۰۰ء میں فوت ہوا ہے۔ اس نے بطلیموس کی کتاب "مجسطی" کا دوسرا ترجمہ کیا۔ اس کتاب کا پہلا ترجمہ عربی زبان میں خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں ہوا تھا۔ ثابت بن قرۃ نے اپنے اس ترجمہ میں متقدمین عرب فلکیوں کی اُن تصحیحات کا بھی ذکر کیا ہے جو اُنھوں نے بطلیموس کی غلطیاں دور کرنے کے لیے کی تھیں۔ اور اُن سب کے بعد اپنے مفید ملحوظات کا اضافہ کیا ہے۔

موسیٰ بن شاکر کی اولاد اور اُن کے شاگردوں کے بعد محمد بن عیسیٰ "المہانی" کا دور آیا۔ اور اس نے بردست فلکی عالم نے مشاہدات فلکیہ سے متعلق متعدد رصد مرتب کیے اور اسی طرح ابوالعباس فضل بن حاتم نیریزی نے ارصادات کی تالیف کے ساتھ ایک اہم کام یہ کیا کہ متقدمین علما فلکیات سے ارصادات میں جو غلطیاں ہوگئی تھیں اور وہ غلط ارصاد خلیفہ مامون الرشید کے عہد تک مروج چلی آرہی تھیں اُن کی بھی اصلاح کی ابوالعباس فضل بن حاتم نیریزی نے خود بھی کوشش کرکے اجرام سماویہ کو رصد کیا۔ اُس نے کتاب "مجسطی" پر ایک بسیط شرح لکھی کئی فلکی زیجیں مرتب کیے جنمیں سورج گرہن چاند گرہن۔ اور کواکب سیارہ کے محاق۔ اور اُن حوادث سماویہ کی پوری تشریح کردی جو ۸۵۴ء سے ۸۶۸ء تک واقع ہوتے رہے تھے۔ نیریزی کے بعد اُسکے زیجے ایک سو سال تک بلا کسی رد و بدل کے مروج اور متداول رہے۔ اور تمام فلکی علما انھیں کا اتباع

لرتے چلے گئے مگر تبریزی کے اُن زائچوں میں بھی اکثر زائچے غلطیوں سے خالی نہ تھے۔ اور تبریزی اُن کی تصحیح سے غافل رہا تھا۔ چنانچہ ابن یونس فلکی جس نے "الزیج الحاکمی" کے نام سے جدید زائچے مرتب دیے۔ تبریزی کی غلطیاں آشکارا کیں۔ اور باوجود اس نقص نکالنے کے تبریزی کی علمی عظمت اور جلالت قدر کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ ابن "رزوفی" اپنی تالیف "کتبخانۃ الفلاسفۃ" میں تبریزی کو علماء ریاضیین میں شمار کرتا ہے۔ اور المہانی کو بلاشبہ فلکی عالم مانا گیا ہے۔

نویں صدی عیسوی کے عرب علماء بالعموم صرف انھیں علمی مسائل اور قواعد پر عامل رہے جو متاخرین علماء کے قرار دادہ تھے۔ یہ مسائل علماء مدرسۂ بغداد کی علمی ایجادات تھے انھوں نے اپنے تلامذہ کو صرف یہ سکھایا تھا کہ غیر معلوم اشیاء کو معلوم اشیاء کے وسیلہ سے دریافت کرنا اور حوادث فلکیہ کی تحقیق کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا اُنکا شیوہ رہے اور اسباب پر غور کرنے سے قبل مسبّبات پر غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر کسی شے کو اُسی وقت قبول کرنا چاہیئے جبکہ اسکی صحت کا یقین کامل ہو جائے۔ اسی وجہ سے متاخرین فلکی علماء اپنے متقدمین کی کتب پر اعتماد و اعتبار کرتے چلے گئے۔ اور ثابت بن قرہ کا سا مجتہد فلکی بھی اعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا کہ جو فلکی مشاہدات خلیفہ مامون کے عہد میں مدون ہوکر اُس تک پہونچے ہیں اور آج اُسکے ہاتھ میں موجود ہیں۔ وہ علم الفلک کی مزید ترقی اور تقدم کے لیے کافی اور وافی ہیں۔ البتہ ابن نزر اس بات پر متاسف ہے کہ شائقین علم و فلک نے کیوں یہ جد و جہد نہیں کی کہ متقدمین علماء کی موجودہ کتب سے بھی زیادہ کتابیں حاصل کرتے۔

عبدالغفور خان رامپوری

میر انیس مرحوم

دلی کی زبان کا سہارا تھا انیس　　اور لکھنؤ کی آنکھ کا تارا تھا انیس

دلی جو مٹی تو لکھنؤ اُسکی بہار　　دونو کو ہی دعویٰ کہ ہمارا تھا انیس

(منقول جواہرات حالی)　　"حالی"

مصنوعات ہند کا دور جدید

ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اسکی کثیر آبادی کی زندگی کا انحصار زراعت پر ہے۔

ہندوستان بحیثیت ایک قدیم صنعتی ملک کے

اس کی قدیم تاریخ کے صفحات کو الٹو اور دیکھو کہ ایک صدی قبل مبصرین اقتصادیات کا یہ عقیدہ کس قدر خام خیالی پر مبنی تھا۔ یہی نہیں کہ ہماری ملیسی صنعت و حرفت ہماری دستکاری ہماری ضروریات زندگی کو رفع کرتی تھی بلکہ دنیا کے ہر خطہ میں ہندوستان کی بنی ہوئی چیزیں تحیر و استعجاب کی نظروں سے دیکھی جاتی تھیں۔ پروفیسر ویر اپنی مشہور تصنیف ڈی اسکل آف دی انڈینس (The skill of the Indians) میں لکھتا ہے:۔

"ہندوستان اپنی نفیس ململ۔ دل آویز رنگ آمیزی بیش بہا جواہرات اور گرانقدر عطریات کی بدولت کرۂ ارض کے گوشہ گوشہ میں غیر فانی شہرت حاصل کر چکا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ۳۰۰ قبل مسیح میں وہ بحیرہ قلزم اور روم کے سواحل کی قدیم تاریخی سلطنتوں سے تاجرانہ اغراض سے رشتہ اتحاد میں منسلک تھا۔ نفاست پسند رومہ (روم) ہندوستانی ململ کا دلدادہ تھا۔ جس سے پلینی (Pliny) کو ہمیشہ یہی رونا رہا کہ ہندوستان اپنی کثیر تجارت کے سبب سے ملک کو لوٹے لیئے جاتا ہے"

ہمارے مصنوعات یورپ اور مصر کی بازاروں میں سونے کی قیمت پر فروخت ہوتے تھے دنیا کی نگاہوں میں ہماری وہی عزت تھی جو آج برطانیہ عظمیٰ۔ جرمنی۔ امریکہ و جاپان جیسے تاجر ملکوں کی ہے لیکن یہ وہ زمانہ تھا جبکہ یورپ کے حرفتی انقلابات کی مسموم ہوائیں ہندوستان کے قالب میں سرایت نہ کرنے پائی تھیں۔ اور مشینری (کلوں) اور اسٹیم (بھاپ) کے دور کا آغاز ہنوز خواب و خیال تھا۔

یورپ کا عظیم الشان حرفتی انقلاب

یکایک دنیا نے ایک کروٹ لی اور ۱۷۶۰ء کے آغاز نے یورپ کی حرفتی زندگی میں ایک عظیم الشان انقلاب کی داغ بیل ڈالدی۔ مشینوں۔ اسٹیم انجنوں۔ بجلی کی حیرت انگیز اور اس کے اثرات ہندوستان پر

قوتوں کی کرشمہ سازیوں نے قدیم روایات کو بالائے طاق رکھدیا۔ اور [illegible] تہذیب کی ضیا بار کرنوں سے مستفیض ہونے والے یورپ کی نظریں تحیر خیز ایجادات پر جھک گئیں۔

زمانہ نے سلامت روی کی چال چلنے والے چرخون۔ کرگھون اور بھدے لون کی ترتیون پر اٹک حسرت بہا دیے سرمایہ دارون کی قسمت کا ستارہ چمکا۔ انیسوین صدی کے ختم ہونے سے پہلے پہلے تجارت نے اُن کے سر پر تاج رکھدیا۔ ۱۸۵۸ء سے قبل ہندوستان اس انقلاب کے اثرات سے محفوظ تھا۔ لہذا یہ کہنا کسی طرح بیجا نہوگا کہ ہندوستان کی عنانِ حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھون سے منتقل ہونے اور تاج برطانیہ کے زیرِ سرپرستی آتے ہی ملک کے منجمد خون مین ایک ہیجان پیدا ہوگیا اور ہندوستان کا اخلاق و تمدن اپنے فاتحین کے نقشِ قدم پر ڈھلنے لگا۔ مستعدی۔ تن دہی گرمیِ، جان فشانی جو ابتک مغرب کا حصہ تھی رفتہ رفتہ ہندوستان کی زندگی کو نمایان کرنے لگی۔

ہندوستان کی وہ سرزمین جس نے انقلاب یورپ کے اثرات کو قبول کرنے مین بہ نسبت دوسرے حصون کے پیشقدمی کی ساحلی خطے اور بالخصوص شرقی و مغربی سواحل کے بندرگاہ تھے جن کی فضا مین سب سے پہلے اِس دبانے جگہ پکڑی اور پھر بالتدریج ہندوستان کے طول و عرض مین پھیل گئی۔

ہندوستان نے اِس انقلاب کا خیر مقدم نہین کیا جسکا خاص سبب یہ تھا کہ وہ اپنی قدیم روایات کا ہمیشہ سے پرستار تھا۔ اور صدیون کی محبوب زندگی کو خیرباد کہنا کسی طرح گوارا نہین کرسکتا تھا اُس نے اِس "بن بُلائے مہمان" کو قہر آلود نگاہون سے دیکھا لیکن وہ بے دست و پا تھا۔ اُسمین اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ اپنے خوفناک غنیم کا مردانہ وار مقابلہ کرتا۔ وہ خاموش رہا اور نہایت تشویش کے ساتھ اس ہندوستان کیونکر انقلاب کی رفتار کو دیکھتا رہا۔ اِس طرزِ عمل کا نتیجہ اسکی توقع کے کہین خلاف ظاہر زراعتی مُلک ہوگیا ہوا۔ انقلاب کی غیر مغلوب قوتین بڑھتے بڑھتے تمام ملک کے اقتصادیات پر مسلط ہوگئین۔ آخر کار مایوس ہوکر اسکو اپنی صنعت و حرفت۔ اپنی دستکاریون کو یکے بعد دیگرے تہ خاک کرنا پڑا اس سراسیمگی کے عالم مین اگر اُسکی دستگیری کرنے والی کوئی چیز ہوسکتی تھی تو وہ زراعت تھی۔ اُسوقت مشینری نے ہندوستان کے اعضا کو مفلوج کردیا تھا۔ اُسکی رگون کا خون منجمد تھا۔ اُس کا مستقبل تیرہ و تار نظر آرہا تھا۔ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھا مرتا کیا نہ کرتا جبراً و قہراً اُس نے رہی سہی سرگرمی کو زراعت کی طرف مرتکز کردیا۔

انقلاب کی رفتار کو کامل ایک صدی تک سکوت کے ساتھ مشاہدہ کرنے کے بعد ہندوستان نے

ہندوستان کا قہری محسوس کیا کہ وہ ان اثرات کو قبول کرنے پہ مجبور تھا بلکہ اسکی گلوخلاصی کا راز ان ہی
خیر مقدم انقلابی قوتوں کی نشوونما مین مضمر تھا۔ لیکن سوال غور طلب یہ تھا کہ وہ کیا ذرایع
تھے جن سے اُن کی نشوونما ممکن ہوسکتی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ دنیا کے زبردست سرفتی ممالک نے اپنے
معدنی وسائل کے بل بوتے پر کیونکر اقتدار حاصل کرلیا۔ اور یہ صرف کوئلہ اور لوہا تھا جس نے اُن کو
اقوام عالم مین ممتاز بنا دیا۔

برعظم ہند کا دامن کانون کے جواہر ریزون سے مالا مال ہی ملک کے نہ معلوم کتنے خطے ہین
جنمین قارون کے خزانے پنہان ہین۔ لیکن اس مدفون راز کو دریافت کرنے کے لیے بھی مخصوص
تربیت یافتہ دماغون کی ضرورت ہی۔ جدید علوم وسائنس کی تحقیقات نے متمدن یورپ کو آنکھین دین
اوران ہی علوم مین بصارت حاصل کرنے سے ہندوستان کی معدنیات کو فروغ دیا جاسکتا ہی

بیسوین صدی کی ترقی پذیر قوموں کی جدید تاریخ سے منکشف ہوتا ہی کہ ہر قوم کی مادی وحرفتی ترقی کا انحصار
حرفتی ترقی کے ضروریات سرمایہ پر ہی۔ سرمایہ، صرف زر تک محدود نہین بلکہ اس مین مفید مقصد
ہندوستان کی بے مائگی مشینری۔ تربیت یافتہ مزدور اور پختہ کار ذمہ داران تنظیم بھی شامل ہین
جن کا فرض یہ ہی کہ وہ جان فشانیان کرین اور خارجی اور داخلی کفایتون پر حاوی ہونے کی قابلیت
رکھتے ہون۔

ہندوستان مین یہ خامیان ہنوز موجود ہین جو اُسکی راہ ترقی مین روڑے اٹکا رہی ہین۔

ہم نے انقلاب کی اہمیت کا احساس تو کیا لیکن کب؟ جب پانی سر سے اونچا ہوچکا تھا۔ اور
پھر طرہ یہ کہ جب میدان مین قدم رکھا تو عبرت انگیز بے مائگی کے ساتھ، ہم نہ اسرار معدنیات سے واقف
تھے نہ ہم کو دھاتون کی ماہیت دانی سے مس تھا۔ ہم جمادات ونباتات کے سائنسون سے نابلد تھے۔
ہم صرف اپنے ملک کی خام اشیا کو غیر ممالک مین بھیجنا چاہتے تھے اور اُسکے عوض کوڑیون کی تیار شدہ
نظر فریب اشیا کو سونے چاندی کے داموں خرید کرکے اپنی ضروریات زندگی مین داخل کردینا چاہتے
تھے۔ انجینیری، جمادات معدنیات وادویہ سازی۔ وغیرہ ہمین قبیل کی تعلیم ہندوستان مین ہنوز
گہوارۂ طفولیت مین ہی۔

اگر کسی فرزند وطن کے سر اسکے احساس اور اسپر عمل کا سہرا ہوسکتا ہی تو وہ ہے ان ٹاٹا کی فرمات ہے

جس نے بیسویں صدی کے آغاز مین اِن علوم کی عملی تعلیم بنگلور اور سلمی مین (جواب جمشید پور کے نام سے موسوم ہی) بنیاد ڈالی ۱۹۱۴ء مین جب دنیا کی مہیب ترین جنگ کا آغاز ہوا تو اس وقت ہندوستان نہ صرف اِس ناگزیر کشمکش مین مبتلا تھا بلکہ باوجود افلاس و بے زری کے وہ اپنی تاریخ کے قابل یادگار مالی مشکلات کا مقابلہ کر رہا تھا۔ ہندوستان کے سرمایہ دار روپیہ اصول پر لگانے مین فطرۃً ہچکچاتے ہین اسمین مالی دشواریان اور تربیت یافتہ مزدورون اور کام کرنے والون کا فقدان یہ رکاوٹین تھین جنھون نے ہم کو ایک غیر متوقع ہنگام مین جنگ کے چھڑنے کے فوائد سے بہرہ اندوز ہونے سے محروم کر دیا۔

ہمارے قدرتی وسائل تھے لیکن ہم اُن کو کس مصرف مین لا سکتے تھے؟ نہ ہم اِن علوم سے آشنا تھے جنکے توسط سے اُن کے جوہر پرکھے جا سکتے تھے نہ ہم یہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم اُن کا کیا استعمال کر سکتے ہین اور اُن کو کیونکر اپنے کام مین لا سکتے ہین۔ نہ ہمارے پاس وہ آلات تھے جن سے ہم اُن کی موجودہ صورت کو بدلکر اُن کو اپنے مفید مطلب شکل مین نہ لا سکتے تھے۔ بہر تقدیر ہم برقی قوت کے بجائے صرف اپنی جسمانی طاقت سے کام لے سکتے تھے۔ برطانیہ عظمیٰ کی دوسری نوآبادیات نے، امپائر کی دولت کو جسطرح لوٹا وہ ہماری تغافل شعاری کے لیے ایک تازیانہ تھا اور اُسی کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان جنگ کی جھنجھوڑی سے چونک کر میدان عمل مین وہ چند ولولہ و سرگرمی کے ساتھ گامزن ہو گیا۔

مرقومۂ بالا سطور مین ہمنے یورپ کے حرفتی انقلاب کا خاکہ پیش کرتے ہوے یہ دکھلایا ہی کہ ان انقلابی قوتون سے مغلوب ہو کر ہندوستان کیونکر ایک زراعتی ملک بن گیا۔ گذشتہ تجارت کی آنا دانہ پالسی چالیس سال مین ہندوستان نے اِس میدان مین زیادہ قدم بڑھایا ہی ۱۸۵۰ء مین تمام آبادی کے قریب قریب پچاس فیصدی کی زندگی کا انحصار زراعت پر تھا ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار کی بنا پر زراعت پیشہ آبادی کا تناسب ۷۳ فیصدی کے قریب تک پہنچ گیا ہی۔ یہی نہین بلکہ گذرے سنہ بیس سال مین اُس نے گیارہ فی صدی اور ترقی کی ہی جیسا کہ گورنمنٹ کی مردم شماری سے حسب ذیل اعداد شمار سے ظاہر ہی:

لہ ۱۹۱۳-۱۴ء کا دور انتزاع بنکس

Banking crisis of 1913 - 14.

	۱۸۹۱ء	۱۹۰۱ء	۱۹۱۱ء	زیادتی ۱۸۹۱-۱۹۰۱ء	زیادتی ۱۹۰۱-۱۱ء	زیادتی ۱۸۹۱-۱۹۱۱ء
	فی صدی	فی صدی	فی صدی	فی صدی	فی صدی	فی صدی
برٹش انڈیا	۶۲	۶۸	۷۳٫۵	۶	۵٫۵	۱۱٫۵
دیسی ریاستین	۵۷	۶۰	۶۷٫۸	۳	۷٫۸	۱۰٫۸

ان اعداد کے دیکھنے سے بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ برٹش انڈیا کی رفتار مین بہ نسبت دیسی ریاستون کے زیادہ سرگرمی تھی لیکن ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے اعداد نے ثابت کر دیا کہ دیسی ریاستین تیزی کے ساتھ برٹش انڈیا کی تقلید کرتی جاتی تھین۔ دیکھتے دیکھتے گذشتہ بیس سال کے اندر برٹش انڈیا بحیثیت مجموعی ۵٫۵ فی صدی اور دیسی ریاستون نے ۷٫۸ فی صدی مزید ترقی کر لی تاہم دیسی ریاستون کی زراعت پیشہ آبادی کا تناسب برٹش انڈیا سے ہنوز ۷٫۵ فی صدی کم ہے۔

ہندوستان کا زراعت کی طرف تیزی کے ساتھ جھکنا ایک ایسا مسئلہ نہین جو بآسانی حل ہو سکے آغاز جنگ سے قبل ہندوستان کی ۶۰ فی صدی اشیا، درآمد انگلستان سے آتی تھین انگلستان کی تجارت کے مفلوج ہو جانے کے بعد ہندوستان کی زندگی کا یہ انقلاب کسی طرح تعجب انگیز نہین خیال کیا جا سکتا۔ بلکہ تیقن کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہماری صنعت و حرفت نے ہماری کمر سیدھی نہ کی اور انگلستان اپنی سیاسی اور اقتصادی مجبوریون کے سبب سے ہندوستان کی بیس کروڑ آبادی کی ضروریات زندگی کے بہم پہنچانے سے قاصر رہا تو کوئی وجہ نہین کہ ہمارے مستقبل قریبہ مین ملک کی زراعت پیشہ آبادی کا تناسب، حیرت انگیز ترقی نہ کر جائے۔

ہندوستان مین زراعت کا انحصار بارش پر ہے جسکے لیے تعین وقت تو ضرور ہے لیکن تیقن نہین ظاہر ہے کہ جو قوم ایک غیر استوار ستون سے تکیہ لگائے ہوئے ہو اُسکے قدم جمائے رہنے کی کیونکر ضمانت کی جا سکتی ہے۔ بارش کی قلت ہی کروڑون مخلوق کو بیکسی کی موت کے بھینٹ کر دینے کے لیے کافی ہے۔ اڑیسہ کا حال کا قحط ہمارے لیے ایک تازہ عبرت انگیز مثال ہے۔

ہندوستان مین قحط کا مفہوم محض قحط پیداوار تک محدود نہین بلکہ اُس کا حقیقی مفہوم قحط سائل ہے

کمشنران قحط نے ملک کی فاقہ کش آبادی کے لیے متعدد پنشون کی سفارشات کی ہین لیکن حقیقت یہ ہو کہ اگر گورنمنٹ تجارتی اغراض کو پس پشت ڈال کر جسارت آمیز حرفتی پالسی پر عمل پیرا ہو جاتی تو بہت ممکن تھا کہ ہماری ان مصائب سے گلو خلاصی ہو جاتی۔

جنگ گورنمنٹ اور رعایا دونون کے لیے سبق آموز تھی اُس نے ثابت کر دیا کہ ہماری ضروریات زندگی کے بہم ہونے کا انحصار کس حد تک غیر اقوام پر تھا جنگ کی خوفناک رفتار کی ترقی کے ساتھ برطانیہ عظمیٰ کو ہندوستان کے وسائل کی قوت کا احساس ہوگیا۔ برطانیہ نے اپنے طرز عمل سے ظاہر کر دیا کہ آیندہ اُسکی پالسی کا منشا یہ ہوگا کہ وہ ہندوستان کو اپنے پیرون پر کھڑا ہونے کے قابل بنا دے اور آئندہ مہیب جنگلون کے نازک مواقع پر وہ نہ صرف اپنی مدافعت کر سکے بلکہ وہ شہنشاہ معظم کی تمام ایشیائی مقبوضات کا نگہبان بن سکے۔

گورنمنٹ کی پالیسی مین تغیر

جنگ نے برآمد کے سلسلہ کو منقطع کر دیا تھا اور جہاز رانی کے خطرات یورپ کی بازارون کو سونا کرتے جاتے تھے۔ انگلستان کے ہاتھ بندھے ہوے تھے اُسکے کارخانے ہندوستان کی ضروریات کو پورا نہ کر سکتے تھے اسوقت اگر گورنمنٹ کے پاس کوئی تدبیر ممکن ہو سکتی تھی تو وہ یہ تھی کہ وہ ہماری صنعت وحرفت ہماری دستکاریون کی جن کا قدم ہنوز جمنے نہ پایا تھا دستگیری کرتی۔ جس سے نہ صرف ہندوستانکی حرفتی زندگی کی اصلاح ہو سکتی تھی بلکہ اسکے وسائل کو کارآمد بنانے سے گورنمنٹ کی آڑے وقت مین بہت کچھ مدد ہو سکتی تھی۔ اس پالسی کے امید افزا نتائج بہت جلد ظہور پذیر ہونے لگے سرمایہ داروں نے اپنے قدیم روایات کو خیرباد کہکر عظیم الشان اسکیم بنانا شروع کر دی اور التوائے جنگ سے پیشتر ہی ملک کی روزافزون سرگرمی اور انہماک نے ظاہر کر دیا کہ ہندوستان مستقبل قریبہ ہی مین اپنی حرفتی زندگی کی تعمیر مین غیر اقوام کا دست نگر نہ رہیگا۔

شہنشاہ حسین رضوی

حاکم سے بھلائی کی توقع ہے محال　　جبتک کہ رعیت کے بھلے ہون نہ خصال
تم اپنے سوا کسی کے محکوم نہین　　عمال ہین بس یہی تمھارے اعمال

(ماخوذ)　　حالی

دو نعتیہ غزلین

ذیل مین مولانا محمد علی جوہر بی اے (آکسن) اور مولوی عبدالماجد بی اے کی ہمطرح نعتیہ غزلین درج کی جاتی ہین۔ محمد علی صاحب جبتک نظر بند نہین ہوے تھے اُن کے جوہر شاعری سے خاص خاص احباب کے سوا عموماً لوگ ناآشنا تھے ادھر الناظر کی بڑی خوش قسمتی ہو کہ سب سے پہلے اُنکی ابتدائی غزلون کی اشاعت کا ہمین موقع ملا۔ نظر بندی اور قید سخت کے درمیان جو فرق مدارج ہو اُسی کی نسبت سے حضرت جوہر کے تخیل نے میدان شاعری مین بھی ترقی کی ہو۔ جسکے آثار اس غزل سے بخوبی نمودار ہین جو جیلخانہ مین کہی گئی اور ہمین اسوقت ملی تھی جبکہ الناظر جاری نہ تھا۔ یہ غزل اگرچہ مجموعۂ کلام جوہر مین چھپ گئی ہو مگر امید کہ عبدالماجد صاحب کی غزل کے ساتھ اُس کا لطف دوبالا ہو جائیگا۔ کہ وہ بھی اب مذہبی رنگ مین ڈوب گئے ہین عبدالماجد صاحب کو بھی بحیثیت شاعر کے احباب خاص کے سوا کوئی نہین جانتا حالانکہ وہ ایک عرصہ سے شعر کہتے ہین ۱۹۱۶ء مین اُن کا ایک ڈراما ناظر کے فرضی نام سے الناظر مین چھپا تھا اور جو دوسرے ہی سال سے کتابی صورت مین اُنکی دیگر تصانیف کے ساتھ مشتہر ہو رہا ہو۔ زود پشیمان کا کل حصۂ نظم خود اُن کا کہا ہوا تھا۔ الناظر کے بند ہونیکی وجہ سے ناظرین کرام کو اسکا موقع نہین ملا کہ مصنف فلسفۂ جذبات کی لاادریت و تشکیک کو ایمان و یقین مین رفتہ رفتہ متبدل ہو جانیکا مطالعہ کر سکتے مگر انکی غزل کے ملاحظہ سے اب اندازہ ہو جائیگا کہ یہ تغیر کس درجہ تک مکمل ہو چکا ہے الحمد للہ علی ذلک۔

(۱) از مولانا محمد علی جوہر

تنہائی کے سب دن ہین تنہائی کی سب راتین
اب ہونے لگین اُن سے خلوت مین ملاقاتین

ہر لحظہ تسلی ہے ہر آن تشفی ہے
ہر وقت ہے دل جوئی ہر دم ہین مداراتین

کوثر کے تقاضہ ہین تسنیم کے ہین وعدے
ہر روز یہی چرچے ہر رات یہی باتین

معراج کی سی حاصل سجدون مین ہو کیفیت
اک فاسق و فاجر مین اور ایسی کراماتین

بے مایہ ہین ہم لیکن شاید وہ بُلا بھیجین
بھیجی ہین دُرودون کی کچھ ہم نے بھی سوغاتین
شیطان کی چالون سے اب ہوتے ہین سب واقف
اب ہون گی الم نشرح ملعونون کی سب گھاتین
بیٹھا ہوا توبہ کی تو خیر سنا باکر
ملتی نہین یون، جوہر اس دیس کی برساتین

(۲) از مولوی عبدالماجد بی اے

پڑھ صل علےٰ حق کے محبوب کی ہون باتین
رحمت کی گھٹائین ہون اور نور کی برساتین
وعدے ہین شفاعت کے تسکین کی ہین باتین
آقائے دوعالم کی دیکھو تو مدارا تین
غمخواریٔ اُمت سے اِک آن نہین غافل
ظاہر مین تو ہے پردہ، پردہ مین ملاقاتین
محشر مین امان پائی صدقے مین دُرودون کے
دشواری مین کام آئین بھیجی ہوئی سوغاتین
دارین کے کیا جلوے فردوس کے کیا نقشے
سب کا وہی دولھا ہے سب اس کی ہین باراتین
اک نام مبارک ہے اور وِرد دُرودون کا
سارا یہی تحفہ ہے کُل ہین یہی سوغاتین
دیدار کی حسرت ہے اور نام کی رٹ ہر دم
اِس شغل مین دن گذرے اس دُھن مین کٹین راتین
ہمنام پیمبر مین ہے اتنا اثر اب بھی
یونان کو دی ذلت شیطان کو دین ماتین

میکس مُلر

میکس مُلر ۶ دسمبر ۱۸۲۳ء کو جرمنی کے ایک چھوٹے سے گاؤن مین پیدا ہوا تھا اس کا باپ ایک کتب خانہ کا مہتمم تھا۔ اُسے شاعری سے بہت دلچسپی تھی اور اسکی نظمین تمام ملک مین بہت مقبول تھین۔ عوام اُن کو بہت قدر کی نگاہون سے دیکھتے تھے۔ لیکن اس ہر دلعزیز شاعر کو قدرت نے باغ عالم کی سیر زیادہ دنون تک نہ کرنے دی اور وہ ۳۳ برس کی عمر مین ایک بیوہ عورت اور دو معصوم ہستیون کو حوادث روزگار کا مقابلہ کرنے کے لیے چھوڑ کر خود گوشۂ قبر مین جا سویا۔

لیکن جسوقت تک میکس مُلر کا باپ زندہ رہا، وہ نہایت فارغ البالی سے گزارہ کرتا رہا۔ اُس کی آمدنی اُس کی ضروریات کے لیے کافی تھی۔ اگرچہ اس فارغ البالی کی حالت مین بھی اُس کو روپیہ پس انداز کرنے کا خیال کبھی نہ ہوا۔ اور فی الواقع اُسکو یہ خیال ہونا بھی نہ چاہیئے تھا۔ وہ شاعر تھا اور شاعر کو دنیاوی جھگڑون سے کیا غرض؟ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ مرا، تو پس ماندون کے گزارہ کی کوئی صورت نہ تھی۔ اُس ڈیوک نے جسکے ہان میکس مُلر کا باپ ملازم تھا، اُس کی ماں کے لیے ترس کھا کر کچھ پنشن مقرر کردی۔ لیکن یہ پنشن بہت قلیل تھی اور اُس مین دو بچون کا پرورش پانا آسان بات نہ تھی۔

اُسکے ننہال کے لوگ نہایت آسودہ حال تھے، اور اُنھون نے میکس مُلر کی ماں کے ساتھ بہت سلوک کیا۔ لیکن اخراجات کے افکار سے آزاد ہونے کے باوجود، وہ لوگون سے بہت کم ملتی جلتی تھی۔ اور اپنا زیادہ وقت تنہائی مین گذارتی تھی۔ اُسکے دل پر خاوند کی موت کا بہت اثر پڑا تھا۔ اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ اپنے دونون یتیم بچون کو لیکر اپنے خاوند کی قبر پر جاکر گھنٹون رویا کرتی تھی قاعدہ ہے کہ بچے جس حال مین رہتے ہین۔ اُس سے متاثر ہوتے ہین۔ میکس مُلر جب اپنی ماں کو روتے دیکھتا، تو خود بھی رونے لگتا اور افسردہ خاطر ہو جاتا۔

لیکن اُس کی ماں نہایت منتظم اور سلیقہ شعار عورت تھی۔ اُس کو خاوند کی موت کا بہت رنج تھا لیکن اسکی وجہ سے وہ بچون کی پرورش سے کبھی غافل نہین ہوئی۔ اُسے جتنی آمدنی ہوتی اُسی مین بسر اوقات اور بچون کی تعلیم و تربیت سے اپنا دل بہلاتی تھی۔

میکس ملر جب تک بچہ تھا، اپنی ماں کے پاس رہ کر تعلیم پاتا رہا، اُس کے بعد وہ اپنے گاؤں کے مدرسے مین جانے لگا۔ مدرسہ کے اکثر معلم اسکے باپ کو جانتے تھے اور اس وجہ سے میکس ملر پر خاص توجہ اور شفقت کرتے تھے۔

اُس کی صحت ابتدا ہی سے خراب تھی۔ طالب علمی کے زمانہ مین اکثر اُس کو بیماریان ستاتی تھین دردسر کی وجہ سے وہ سخت محنت نہ کرسکتا تھا۔ اُس نے کئی دفعہ اس کا علاج کرانا چاہا اور اس غرض سے یکے بعد دیگرے کئی ڈاکٹرون کی طرف رجوع کی۔ لیکن کسی سے فائدہ نہ ہوا۔ اور کئی مرتبہ تجربہ کرنے پر جب مرض مین افاقہ نہ ہوا۔ تو اُسے ڈاکٹرون پر سے اعتبار جاتا رہا۔

میکس ملر ابتداے سن سے نہایت رحمدل واقع ہوا تھا کسی کو تکلیف مین دیکھتا تو اسکی روح کو صدمہ ہوتا۔ ایک مرتبہ وہ اپنے دادا کے ساتھ شکار کھیلنے جنگل مین گیا۔ وہان ایک ہرنی جسکے ساتھ دو چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے، ماری گئی۔ میکس ملر نے جب ہرنی کی حالت نزع اور بچون کی تکلیف دیکھی تو اُسکے قلب کو بہت صدمہ ہوا۔ اور اُس نے اُسی دن سے یہ عہد کرلیا کہ آج سے مین شکارگاہ مین قدم نہ رکھون گا۔ اس پر اُسکے ہمسنون نے بہت مذاق اُڑایا، لیکن تمام عمر اپنے ارادہ مین ثابت قدم رہا۔

ابھی جبکہ وہ مدرسے مین زیر تعلیم تھا، ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے اُس کی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ ایک بہت بڑے امیر آدمی نے جو اولاد نہ رکھتا تھا اور میکس ملر کا دور کا رشتہ دار بھی تھا، یہ ارادہ کیا کہ اُس کو متبنیٰ کرے۔ صرف یہی نہین بلکہ یہ بھی طے پایا کہ اُس کی شادی ایک نہایت حسین اور مالدار لڑکی سے کردی جائے۔ میکس ملر نے جو ابتدا سے نہایت آزاد منش واقع ہوا تھا، جب یہ سُنا تو فوراً انکار کردیا۔ ان حالات مین اگر کوئی دوسرا شخص ہوتا تو شاید ایسے موقع کو ہرگز نہ جانے دیتا۔

مدرسے کی تعلیم ختم کرکے میکس ملر نے یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہی۔ اُسکے لیے یہ لازمی تھا کہ اُس کی ماں اور بہن اُسکے ساتھ رہین۔ اور گھر کا انتظام وغیرہ کرین۔ ان دونون نے اس بات کو بخوشی منظور کرلیا۔ اور قریب قریب تین برس تک یہ لوگ ایک چھوٹے سے مکان مین بسر کرتے رہے۔

۱۸۴۳ء مین جب وہ یونیورسٹی کی تعلیم ختم کرچکا تھا، اُسکے ایک دوست برن ہیگر ڈن نے پیرس مین اُس کو مدعو کیا۔ اسی زمانے مین اُسکے چچا زاد بھائی نے یہ تجویز کیا کہ وہ آسٹرین گورنمنٹ کی ملازمت

داخل ہوکر انگلستان جائے۔ کچھ عرصہ تک وہ مذبذب رہا کہ ان دو صورتون مین سے کس کو اختیار کرے آخر کار اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ مین برن ہیگر ڈون کے ساتھ کچھ زمانہ تک پیرس مین بسر کرون گا۔

اسکو ابتدا سے پُرانی زبانون کے سیکھنے کا شوق تھا۔ اُس نے ایشیا کی کئی زبانین سیکھین منجملہ اُنکے سنسکرت پر اُس نے خاص توجہ کی۔ اُس کا یہ شوق روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ جب وہ پیرس مین مقیم تھا، تو اسکو ایک دوسرے عالم سے ملنے کا اتفاق ہوا، وہ بھی سنسکرت کا بہت شایق تھا اتحاد مذاق کی وجہ اُس نے میکس ملر سے خاص طور پر میل جول بڑھایا اور ہر طرح اُسکی اعانت کرتا رہا۔ اسی زمانہ مین ایسٹ انڈیا کمپنی کی سلطنت کی بنیاد مستحکم ہو رہی تھی۔ عیسائی پادریون کے ذریعہ سے قدیم زبان سنسکرت کی خوبیان اور یہانکی پُرانی کتابون کی داستانین یورپ کے فاضلون کے کانون تک پہونچ رہی تھین ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ہندوستان کے علمی خزانے کے گران بہا موتی، انگلستان مین جمع کیے جا رہے تھے۔ قدرتی طور پر میکس ملر کو اس ذخیرہ سے متمتع ہونے کی خواہش ہوئی۔

وہ اپنے علمی شوق کو پورا کرنے، انگلستان پہونچا۔ ابھی اُسکو وہان گئے ہوے پورا ایک سال بھی نہ ہوا تھا کہ اُسکے مربی نبسن نے اُس سے برٹش ایسوسی ایشن کے سامنے ایک مضمون پڑھنے کی فرمائش کی۔ اگرچہ میکس ملر نے بہت کچھ عذر کیا۔ لیکن نبسن نے کچھ سماعت نہ کی میکس ملر نے مجبوراً ایک مضمون تیار کیا۔ اور گونفضلا کے سامنے تقریر کرنے کا یہ پہلا اتفاق تھا، تاہم وہ بحیثیت مجموعی نہایت کامیاب رہا

اُسی زمانہ مین یہ تجویز ہو رہی تھی کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ویدون کا ایک ترجمہ شایع کیا جائے۔ کمپنی کے ڈائرکٹرون نے بڑی ردوقدح کے بعد اس کو منظور کیا۔ اس سے اُن کا مقصد علمی خدمت نہ تھا بلکہ یہ ایک ایسا ذریعہ تھا، جس سے عام لوگون کو، اور کمپنی کے اُن ملازمین کو جو ہندوستان مین روانہ کیے جاتے تھے، ہندوؤن کے عقائد، اُنکی رسمین، اور ایک حد تک اُنکی زندگی کے حالات معلوم ہو سکتے تھے، ویدون کو جو اُس زمانہ تک یورپ کیا ہندوستان مین بھی نہ چھپے تھے ترتیب دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔

کمپنی کی طرف سے ویدون کے ترجمہ اور ترتیب دینے کی خدمت میکس ملر کے سپرد ہوئی۔ بہت دنون تک وہ لندن مین مقیم رہا لیکن جب وہ پریشان ہونے لگے تو اُس نے اس خیال سے کہ اگر آکسفورڈ مین

سکونت رہے گی تو مختلف قسم کی آسانیاں ہون گی، اپنا جاے قیام تبدیل کردیا۔ آکسفورڈ مین اُس وقت متعدد مذہبی، سیاسی اور علمی جماعتین تھین۔ میکس ملر ان مین سے کسی مین شریک نہ ہوا بلکہ نہایت خاموشی سے اپنا کام کرتا رہا۔

خدا خدا کرکے ویدون کی ترتیب اور ترجمہ کا کام ختم ہوا۔ اُسکے بعد اُسکو یونیورسٹی کی طرف سے پروفیسری کا عہدہ عطا کیا گیا۔ جب میکس ملر نے اس خبر کو سُنا تو اُسے یقین نہین آیا۔ کیونکہ یونیورسٹی کی پروفیسری کو وہ بہت معزز اور بلند پایہ عہدہ خیال کرتا تھا۔

میکس ملر بیشک متعصب عیسائی نہ تھا۔ اُسکے مذہبی خیالات سادہ اور نہایت سلجھے ہوے تھے۔ اُس نے جو نصایح بابو کیشب چندر کو کیے تھے، وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہین۔ اُس نے کہا کہ نوع انسان کی خدمت کا نام عبادت ہے۔ عام آدمیون کو اُن کی مسجدون، مندرون، اور گرجون مین جانے دو۔ تم اپنے گروہ کو ہفتہ مین ایک دن کسی خاص مقام پر جمع کرو۔ دعا مانگنے یا چند نصیحت کے الفاظ دُہرانے کے بعد اُن مین بعض کو شہر کے غریب اور محتاج لوگون کے پاس۔ بعض کو جیلخانون مین قیدیون کے پاس اور باقی لوگون کو اسپتالون مین مریضون کی خدمت کرنے کے لیے بھیج دو۔ اگر محتاج مریض اور قیدی تمھارے ساتھ عبادت کرنا چاہین یا دعا مانگنا چاہین تو تم کو اُن کا ساتھ دینا چاہیے۔ تمھین اُن کے ساتھ سچی اور بغرض محبت اور رحم سے پیش آنا چاہیے۔ جب کبھی تم سے ممکن ہو انکی روپیہ سے بھی مدد کرو۔ یہ خدمت تمھارے لیے سچی پاک عبادت ہوگی۔ وہ دن جب تم یہ سب باتین کرو گے تمھارے لیے مبارک ثابت ہوگا۔ ممکن ہے کہ ایسے کام کرنے کے بعد تم مکدر ہو جاؤ۔ لیکن اسمین ذرا بھی شک نہین کہ تم مین ایک نئی روح، اور ایک نیا جذبۂ ہمدردی پیدا ہو جائے گا۔

میکس ملر نے نفس مطمئنہ پایا تھا۔ اُسکو ہنگامہ آرائی سے سخت نفرت تھی۔ وہ کبھی سیاسی انجمنون کا ممبر نہین ہوا۔ یہانتک کہ وہ اصول سوسائٹی کے افراد سے ملنا پسند نہ کرتا تھا۔ بہت لوگ اسے کاہل اور بیکار خیال کرتے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ اُس نے کبھی دنیاوی اعزازات و مناصب کے حصول مین جدوجہد نہین کی۔ وہ علم کا شیدائی تھا، اور اس قسم کی حرکتون سے کوسون دور رہتا تھا اُسکے نزدیک یہ چیزین بیکار اور ناقابل التفات تھین۔ اور اُن کے بجاے انسان کے خیالات، علوم اور عقائد نہایت ضروری تھے۔

لوگ حصول شہرت کی مختلف تدابیر اختیار کرتے رہتے ہین۔ میکس ملر کو ان چیزون سے وحشت تھی اُس کا خیال تھا کہ کبھی حق چھپ نہین سکتا۔ بہت ممکن ہو کہ تھوڑے آدمی اس حقیقت سے واقف ہوسکین جو ایک فرد واحد نے دریافت کی ہو۔ لیکن اس سے خود اُس حقیقت کی کم وقعتی نہین ہوسکتی۔ ممکن ہو کہ جو حقیقت آج دریافت ہوئی ہو، اسکو لوگ ہزارون برس بعد تسلیم کرین۔ لیکن اس کا تسلیم کیا جانا یقینی ہو۔ اُسکے لیے جلدی اور عجلت کی ضرورت نہین۔

یہی سبب تھا کہ بحث کرتے وقت وہ سامعین کے جذبات کو برانگیختہ کرنے اُن کے عقائد سے مدد لینے اور اس طرح کی دوسری چالین چلنے سے احتراز کرتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ لوگ اُسکے خیالات کو نہ تسلیم کرتے۔ لیکن وہ اس کی مطلق پرواہ نہ کرتا۔ اور یہ کہ کر خاموش ہوجاتا کہ اگر میرا بیان صحیح ہو تو لوگ کبھی نہ کبھی اُسکی واقعیت کو تسلیم کرین گے۔

میکس ملر کے خیال مین ہندوستان مین سوسائٹی کی تقسیم نہایت عمدہ طریقے پر کی گئی ہو۔ وہ کہتا ہو کہ سوسائٹی مین دو قسم کے لوگون کی ضرورت ہو۔ ایک وہ جو فلسفی اور شاعرانہ مزاج کے ہون۔ اور اُن کی عملی زندگی بھی ان کے اثرات سے خالی نہو۔ دوسرے وہ لوگ جو کاروباری زندگی بسر کرین اور زندگی کی جد وجہد کو جاری رکھین۔

مُطلب حسین

(ماخوذ از دیوان غالب جدید)

کیا ہے ترک دنیا۔ کاہلی سے — ہمین حاصل نہین۔ بے حاصلی سے
خراج دہبہ ویران۔ یک کف خاک — بیابان خوش ہون تیری عاملی سے
پراگندان ہو گئے شعلے ہزارون — رہے ہم داغ اپنی کاہلی سے
خدا لیجئے بدرے مہربان تو — ہے ہم در بدر استا بلی سے

اسد قربان لطف جور پیہم
ہر لیتے ہیں لیکن بیدلی سے

وکیل صاحب

انقلاب روزگار نے ہماری زندگی کے ہر پہلو سے رنگینی اور لطافت کو علیحدہ کرکے اُسے کچھ ایسا روکھا پھیکا بنا دیا ہے کہ جس جانب نظر اُٹھائیے بجز پستی، اُداسی، اور دلگیری کے کچھ نظر نہین آتا۔ کشمکش حیات۔ نفع و نقصان کے خیالات۔ کسب معاش کے افکار۔ مال و متاع کی محبت نے دامن حرص کو اتنی وسعت دیدی ہے کہ اُس نے ساری زندگی کو محیط کرلیا ہے۔ اطمینان۔ سکون قلب اور قناعت جو فنون لطیفہ کی نشو و نما کے واسطے ناگزیر ہین اُن کا ہندوستان مین پتہ نہین چلتا۔ خوشحال حضرات حصول زر کی کوششون مین نادارون اور حاجتمندون سے زیادہ پریشان اور اور سرگردان ہین۔ مذاق اور خوش طبعی تو درکنار اب فساد خوردن گندم بھی برائے نام باقی رہ گیا ہے دو دلون کے ملانیکا دلچسپ کام جس پر ادبی کے سپرد تھا اسمین برہمی اور انتشار نظر آتا ہے۔ قاضی بجام اور وکیل مین موانست و ہم آہنگی باقی نہین رہی زمانہ کی نیرنگی نے پنڈت جی اور قاضی صاحب کو معزول کرنے کی ٹھان لی ہے۔ ان حضرات کی عزت و حرمت مین معتدبہ کمی ہوگئی۔ عشاق کا جھرمٹ اب ان حضرات کی دربارداری نہین کرتا بلکہ اگر کہین راستہ گلی مین کسی نوجوان سے مُٹھبھیڑ بھی ہوگئی تو وہ ایسی بے رُخی سے برتاؤ کرتا ہے کہ گویا اُس کو کبھی سابقہ ہی نہ پڑیگا بیشتر اوقات علیک سلیک تک کی نوبت نہین آتی۔

علم معاشرت (؟) کا اصول ہے کہ ہر شے کی فراوانی ضرورت کی مناسبت کے لحاظ سے ہوتی ہے چاہے یہ اصول مغربی ممالک مین صنف لطیف کی تعداد کی زیادتی پر حاوی نہو سکے لیکن ہمارے ملک مین پنڈتون اور قاضیون کی کمی پر ضرور اُس کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ روز بروز ان حضرات کی تعداد مین کمی ہوتی جاتی ہے اور اگر یہی لیل و نہار رہے تو ایک وقت ایسا آئیگا کہ ان کے وجود کا پتہ صرف تاریخ کے اوراق مین بدقت چل سکے گا۔ یہ بیچارے تحفظ نام و خاندان کے واسطے ہر قسم کی کوشش ضرور کر رہے ہین اور یہ انھین کی دوڑ دھوپ کا نتیجہ تھا کہ مجلس واضعان قوانین مین Civil Marriage Act (سول میرج ایکٹ) پاس نہو سکا اور مسٹر باسو اور ڈاکٹر گور صاحب کو زک اُٹھانا پڑی۔ لیکن تا کے۔

اسمین کوئی شک نہین کہ آجکل اخبارون مین سیکڑون بلکہ ہزارون نامون کے آگے پنڈت یا قاضی کا دلچسپ لقب نظر آتا ہی۔ لیکن اگر تحقیقات کی جاے تو ثابت ہوجائیگا کہ زمانہ نے ان الفاظ کو مفہوم سے بالکل متعارا کردیا ہی۔ جو حضرات ان القاب کو اختیار کیے ہوے ہین اُن مین سے ایک مین بھی کوئی خاندانی صفت نظر نہ آے گی۔ بیشتر بلکہ قریب قریب سب اس کا اعتراف کرین گے کہ اُنھون نے ساری عمر مین کبھی شرع۔ شاستر یا قانون کے روسے دو دلون کو کیا نہین کیا۔ یہ القاب نوجوانون کو گردیدہ کرکے ووٹ حاصل کرنے کی غرض سے بلا استحقاق غصب کرلیے گئے ہین۔

نائی اور حجام نے کونسل کی ممبری اور ملک کی نمایندگی کا بیڑا اُٹھایا ہی۔ اُن کو قاضی صاحب کی حمایت کی پروا نہین رہی۔

رہے جناب وکیل صاحب اُنھون نے تو شاہی زمانہ سے پَر پُرزے نکالنا شروع کردیے تھے۔ یعنی بجاے دُھلن کی نمایندگی کے ریاستون کی نمایندگی شروع کردی تھی اور ہر دربار مین دوسری ریاست کی جانب سے وکلا حاضر رہتے تھے۔ اب بھی رزیڈنٹون اور پولیٹی کل ایجنٹون کے دربار مین ریاستہاے ماتحت کے وکلا حاضر باشی کرتے ہین۔

انگریزی عملداری کے شروع ہونے کے بعد تو اس فرقہ نے ایسی حیرت انگیز اور خوفناک ترقی کی ہی کہ جس سے حکام کو اس اندیشہ کی گنجائش پیدا ہوگئی ہی کہ یہ حضرات بجاے برٹش راج کے وکیل راج قائم کرنا چاہتے ہین۔ بعض انگریزی اخبارون کی راے مین وکیل راج کا بنیادی پتھر رکھ بھی دیا گیا ہے معلوم نہین کہ کہانتک صحیح ہی۔ دراصل یہ سب نتیجہ اُن مراعات کا ہی جو ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کے وقت مین اُن کے پیشہ آبائی کا لحاظ کرکے اُن کے ساتھ برتی گئین۔ اب بے کھٹکے وقت بے وقت گاتے اور بغلین بجاتے ہین۔ اگر شروع مین اتنا منھ نہ لگائے جاتے تو اتنی ہمت وجسارت نہین ہوسکتی تھی۔ شروع شروع مین ان حضرات نے اپنی کارگذاریون کو محض اثاث البیت اور جائداد تک محدود رکھا۔ بالکل اسیطرح جیسے ملواکڑ صاحب جسم انسان کو تختۂ مشق بنائے ہوے ہین۔

علم نفسیات کا اصول ہی کہ اس دنیا دنی مین صرف اُن اعمال وافعال کی قدر ومنزلت کی جاتی ہی اور اُنھین کو فروغ ہوتا ہی جنمین عامل کی ذاتی غرض نہ شامل ہو۔ چنانچہ اس زمانہ مین خود فراموشی فیشن مین کوئی شخص اپنے ذاتی اغراض کو پیش نظر رکھ کر کبھی کوئی کام نہین کرتا ہی۔ اسی سبب سے

مغربی اقوام" خدمت الناس" کے افضل ترین شغل مین محو و منہمک رہتی ہین۔ ہمارے وکیل صاحب نے اس گر کو پہلے ہی سمجھ لیا تھا اور ڈنکے کی چوٹ پر ہر سقف و بام سے کہنا شروع کیا کہ وہ انصاف کی دیوی کی دایہ یا انصاف کے مندر کے پجاری ہین۔ جبر۔ ظلم۔ زبردستی کی بیخ کنی کرتے اور "حق بحق دار" پہونچانیکا پیشہ اُنھون نے محض بنظر فائدہ عامہ خلایق اختیار کیا ہی معاوضہ مختانہ یا فیس کا کیا تذکرہ یہ اُن پر حرام ہی۔ آنریریم[1] بیشک قبول کرلیتے ہین لیکن یہ مختلف الاصل شے ہی۔

ہمارے اِس "زیان کدۂ فنا" مین مظلومون اور مجبورون کی کسی زمانہ مین کمی نہین رہی چنانچہ دردمندون کے جوق کے جوق حاجت روائی کی غرض سے اِن کے دروازہ پر جمع ہونے لگے۔ اب کیا تھا کام چل نکلا۔

زمانہ کے تغیر اور اپنی ذات کی اہمیت کو محسوس کرکے اِن حضرات نے اپنا رویہ بالکل بدل دیا حق۔ انصاف۔ دیانت۔ راست بازی کا وظیفہ ہر وقت نوک زبان رہتا ہی۔ لیکن اگر اعمال کیجانب نظر کی جاے تو ان الفاظ کے مفہوم کا اُن کے طرز عمل مین بالکل پتہ نہین چلتا۔ "خدمت الناس افضل الاشغال" پر عملاً کاربند ہین۔ اب بے فیس کے بات نہین کرتے۔ اور اُسکی تعداد کے متعلق کسی قسم کی حدود کے ماننے پر تیار نہین ہین۔ اور "حق رسانی" کے فن کو اُنھون نے ایسا پیچیدہ بنا دیا ہی کہ بغیر اُن کی امداد کے انصاف و حق رسی غیر ممکن ہی۔

زمانہ کی ترقی نے قریب قریب ہر چیز سے اُس کا قابل استعمال جزو علٰحدہ کرلیا ہی اور بہت سی اُن چیزون کو جو اسلاف کے نزدیک بیکار تھین کسی نہ کسی خاص مصرف مین لگا دیا ہی۔ مثلاً جانورون کی ہڈیان۔ انکا ہندوستان مین کوئی خاص مصرف نہ تھا اب لاکھون بلکہ کرورون روپیہ کی تجارت اُن کے متعلق ہوتی ہی۔ یا پھٹے پُرانے چیتھڑون کو لیجیے۔ ہندوستان مین یہ شے پہلے بیکار محض تھی۔ کوڑے کرکٹ مین ڈال کر بدقت اُن سے نجات ملتی تھی۔ اب یہی چیتھڑے نہایت قدر کے ساتھ جمع کیے جاتے ہین اور اُن سے کاغذ بنایا جاتا ہی۔ بمبئی کے کئی کروڑپتی سوداگرون کی ثروت کا ذریعہ یہی غلیظ چیتھڑے ہین ماہرین فن حقیقت شناسی کی راے مین آجکل کے معاہدون کی بے ثباتی اور کمزوری کی وجہ یہ بھی ہی کہ وہ ایسے کاغذ پر تحریر ہوتے ہین جو اِن بوسیدہ اور غلیظ چیتھڑون سے بنتا ہی۔ یہ حضرات وکیل اور سیورے کے

---

[1] بیرسٹر کی فیس کو (Honrarium) کہتے ہین۔

معاہدات کو تمثیلاً پیش کرتے ہین واللہ اعلم اُن کی راے کہانتک صحیح ہی۔

اسی طرح اس زمانہ مین جھوٹ ایسی بیکار اور مذموم شے سے حق اور حق رسی کے قابل قدر نتائج پیدا کیے جاتے ہین۔ البتہ یہ ضروری ہی کہ جسطرح ہڈیون کو پسنا صاف کرنا اور استعمال کرنا یا غلیظ چیتھڑون سے کاغذ بنانا انجنیر کا کام ہی۔ اسی طرح جھوٹ کو قانونی لباس پہنانا وکیل کا حق ہی۔ اس عیب کے واسطے بہت بڑے ہنر کی ضرورت ہی۔ اگر کوئی دوسرا شخص اس جانب کوشش کرے گا تو بجاے فائدے کے نقصان اُٹھائیگا۔ روزمرہ یہی ہوتا ہی۔ سنا جاتا ہی کہ مغربی ممالک مین بڑے بڑے مدرسے قائم ہین جسمین جھوٹ کی تحقیقات اور تشریح کی جاتی ہی اور طلبا کو اس دقیق فن سے واقفیت بخشی جاتی ہی۔ ہمارے ہندوستان مین بھی اُن تعلیم گاہون کی نقل کی گئی ہی لیکن "نقل را چہ عقل"، وہان دعوتین کھا کھلا کر ڈپلوما حاصل کیا جاتا ہی۔ یہان فاقہ کشی، شب بیداری اور محنت شاقہ کے بعد بھی سند مشکل سے ملتی ہی۔ لیکن باوجود ان ظاہری خامیون کے ہمارے ملک کے پاس شدہ قانون دان بھی جھوٹ کا نہایت قابل قدر استعمال کرتے ہین۔ عرضی نالش یا بیان تحریری تیار کرتے وقت واقعات کی کتر بیونت جس خوبی سے کی جاتی ہی اس کا اعتراف بارہا ولایت کے مقننین نے کیا ہی ایسی تو سیکڑون بلکہ ہزارون مثالین ملین گی جہان جرح وقدح کے ذریعہ سے اُنھون نے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ کر دکھایا نہ معلوم کتنے حرامی حلالی بن گئے اور حلالی حرامی یہی اس پیشے کا اوج کمال ہی۔ وکیل صاحب کی باطل پرستی اور دروغ نوازی نے ہماری زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کر دیا ہی ارباب نظر کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی نظر آتی ہی۔ چنانچہ لارڈ کرزن نے ہماری اس خاصیت کا اعتراف اپنی ایک تقریر مین کیا تھا جسپر ہمارے ہموطن بہت ناراض ہوے اور حضرت لسان العصر نے جل کر فرمادیا "جھوٹے ہین ہم تو آپ ہین جھوٹون کے بادشاہ" تقیہ کے مسئلہ کو مادی صورت ان ہی حضرات کے طفیل سے حاصل ہوئی۔ چغہ زیب تن کرنیکے بعد وکیل صاحب راست گوئی کے اخلاقی فرض سے بالکل بری ہو جاتے ہین۔ معلوم نہین یہ چغہ قیامت کے دن ان کو مذہبی اور اخلاقی پاداش سے کسطرح محفوظ رکھ سکے گا۔

ڈپلوما (سند وکالت) اور چغہ اِن کے وجود کے ضروری عناصر ہین۔ موکل کی ہدایت ان کی زرہ، دہان کی بندوق بلکہ توپ نہین نہین مشین گن اور الفاظ کی گولیان اور گولے ان کے آلات حرب ہین اِنپر جتنے

حملے ہوتے ہین وہ زرہ پر پڑکر پھسل جاتے اور موکل کو مجروح و مقتول کردیتے ہین۔ ان حضرت کا بال بیکا نہین ہوتا۔ جسوقت دو وکیل برسرپیکار ہوتے ہین اسوقت کا سین دیکھنے کے قابل ہوتا ہی۔ ہان کے مشین گن مین زبان کی لبلبی نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتی ہی۔ اور دس ہزار الفاظ فی منٹ کے حساب سے خارج ہوکر اُن کے دعوے کے مطابق فریق ثانی پر پڑتے ہین لیکن میری رائے ناقص مین جج بیچارے کے دل و دماغ کو مجروح کرتے ہین۔ حملہ کے وقت ہدایت کے حدود کا بالکل لحاظ نہین کیا جاتا بلکہ جو موکل بیچارے کے وہم و گمان مین بھی نہ تھا۔ کہدیا جاتا ہی۔ اگر خدانخواستہ کسی غلط بیانی سے گرفت کی گنجایش نکلتی ہی تو سارا الزام موکل کے سر تھوپ دیا جاتا ہی۔ ازل سے آج تک کبھی وکیل صاحب کوئی لڑائی نہین ہارے۔ موکل نے شکست کھائی ہو تو ان سے کوئی سروکار نہین اور نہ یہ اُسکے ذمہ دار ہین۔ اُس نے اپنی جہالت سُستی۔ دروغ بیانی مفلسی وغیرہ کا خمیازہ بھگتا۔

اسمین کوئی شک نہین کہ ذرایع آمدنی کی وسعت کے لحاظ سے دنیا مین کوئی کاروبار اس مقتدر پیشہ کی ہمسری نہین کرسکتا۔ وکالت کا ڈپلوما ملتے ہی کائنات کے قریب قریب سارے موجودہ پیشون پر انسان کو اختیار کلی حاصل ہوجاتا ہی۔ سطحی نظر سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ڈاکٹری انکے احاطہ اقتدار سے باہر ہی۔ لیکن یہ واضح رہے کہ ڈاکٹری اور وکالت کا مخرج ایک ہی ہی اور دونون مین رشتہ اخوت ہی۔ تکالیف انسانی سے دونون پیشے فائدہ اُٹھاتے ہین فتور جسمانی کی اصلاح ڈاکٹر صاحب کرتے ہین اور فتور مالی سے سبکباری کی کوشش وکیل صاحب فرماتے ہین۔

چشم بینا سے پوشیدہ نہین کہ بہت سے وکلا لین دین اور مختلف قسم کی تجارتون مین کُھلم کُھلا مصروف ہین اور اعلیٰ سے اعلیٰ ایگزیکیوٹیو اور جوڈیشل ملازمت ان کے واسطے آغوش محبت وا کیے ہوے ہی۔

سُنا جاتا ہی کہ ان حضرات کی پابندی یا خلاف ورزی کے واسطے ایک ایکٹ بھی پاس کردیا گیا ہی جسکا نام ایکٹ قانون پیشہ (Legal Practitioners Act) ہی مگر وکیل صاحب کے طرز عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ قانون صرف مشتمل بہ نواہی ہی۔ اور وکالت شروع کرتے وقت اُن سے قسم لیلی جاتی ہی کہ ہمیشہ اس کی خلاف ورزی کرتے رہین۔ چنانچہ یہ فرض نہایت دیانت کے ساتھ انجام پاتا ہی۔

اگر ایک وکیل کے پیشہ مین داخلہ کے وقت سے اخیر تک جملہ مدارج ترقی وارتقا کا معائنہ کیا جائے تو نہایت عجیب اور دلچسپ منظر دکھائی دیتا ہی۔

ڈپلوما ملنے کے بعد نئے وکیل صاحب عموماً کسی "باران دیدہ" وکیل کا دامن پکڑ لیتے ہین اور شیطان کی طرح ہر وقت ساتھ رہتے ہین۔ شیطان کا لفظ گریہ ضرور ہی لیکن حقیقت حال کو ظاہر کرتا ہی۔ انگریزی اصطلاح مین وہ نوآموز جو ہر وقت پرانے خرانٹ وکیل کے ساتھ رہتا ہی ڈیول (Shadow) کہا جاتا ہی۔ تھوڑی مدت کی تعلیم کے بعد جب یہ شیطان شیطنت کے جملہ کورس مین پاس ہوکر اس سے اونچی ڈگری حاصل کرلیتا ہی تو اپنے استاد سے علحدہ ہوکر دوکان کھولدیتا ہی اب ایک ہوشیار محرر کی تلاش ہوتی ہی۔ لغوی معنون مین ہوشیار اُسے کہتے ہین جو عدالت کے کاغذات کی تحریر اور ترتیب سے واقف ہو۔ اصطلاح مین اس لفظ سے مراد ایسا محرر ہی جو مقدمہ لاسکے۔ یعنے جسکا دلالون۔ مقدمہ والون۔ عرائض نویسون۔ قانونی دہیانیون اور اگر ممکن ہوسکے تو جرائم پیشہ لوگون سے میل جول ہو۔ جو وکیل صاحب کی چستی۔ چالاکی۔ چرب زبانی۔ حکام سے میل جول کا راگ بطریق احسن گاسکے۔ جو وکیل اور موکل کے درمیان سفارت مین مشاق ہو اور جسکو گواہون کے سمجھانے شہادت کے فراہم کرنے اور اُسکی قطع وبرید مین پوری واقفیت ہو۔ باوجود اتنی ترقی کے جو ہندوستان کے در و دیوار سے ٹپکتی ہی ایسے آٹھون گانٹھ کمیت انسان کم ملتے ہین جنمین جملہ صفتین جمع ہون اسی وجہ سے ہر نئے وکیل کو یہی شکایت ہوتی ہی کہ "ہوشیار محرر نہ ملنے کی وجہ سے بازار سرد ہی۔

چار و ناچار جیسا محرر میسر کرلیا جاتا ہی بیشتر اوقات محرر کی کوئی تنخواہ مقرر نہین ہوتی۔ جو مقدمات اُسکے ذریعہ سے آتے ہین اُن کے محنتانہ کا ایک جزو محرر صاحب کی جیب گرم کرتا ہے یہ ایکٹ قانون پیشہ اور اُس قسم کی پابندی مین کیا جاتا ہی جسکا تذکرہ کیا جاچکا ہی۔ بہرحال دوکان کھولدی جاتی ہی اور دفتر مرتب ہوتا ہی۔ کمرے کے اندر وکیل صاحب کا دفتر و کتبخانہ اور برآمدے مین محرر صاحب کا تخت بچھایا جاتا ہی۔

دفتر مین جتنی بڑی بڑی ضخیم کتابین فراہم ہوسکتی ہین آراستہ کردی جاتی ہین۔ اسکی بالکل ضرورت نہین کہ یہ کتابین قانون ہی کی ہون۔ راقم الحروف کو ایک ایسے دفتر مین جانیکا اتفاق ہوا کتابون کی

تعداد اچھی خاصی معلوم ہوتی تھی۔ معائنہ سے معلوم ہوا کہ قانون کے متعلق صرف کرانبرہ (Crannenborough) کے شایع کیے ہوے ایکٹ تھے اور بقیہ کتابین دیگر مختلف مضامین پر تھین مثلاً تھیکرس ڈائرکٹری (Thackers Directory) کی تین پرانی جلدین۔ اسپکٹیٹر (Spectator) کے مجلد رسالون کی پانچ جلدین۔ شروع انیسوین صدی کے شایع شدہ تیس یا چالیس بوسیدہ ناول وغیرہ۔ وکیل صاحب سے متحیر ہوکر دریافت کیا کہ ان بیکار کتابون کو یہان رکھنے سے کیا فایدہ؟ انھون نے شرما کر معذرت آمیز لہجہ مین فرمایا کہ یہ کارگذاری منشی جی یعنے محرر صاحب کی ہی۔ موکلون کو گرویدہ کرنے کے لیے یہ تدبیر کی گئی ہی۔

وکیل صاحب کی میز پر بھی بہت سی مسلین رکھی ہوئی تھین بعد کو معلوم ہوا کہ وہ بھی محض فرضی مقدمات کی مسلین تھین اور بیشتر انمین سے بالکل سادی تھین۔ یہ دوسری ترکیب موکلون کو پھنسانے کی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد مین رخصت ہوا۔ میری رگ حب الوطنی جوش مین آئی۔ خیالات مین ہیجان پیدا ہوا۔ اور یہ سوچتا ہوا کہ اُس ملک کی فلاح اور ترقی کی کیا امید ہوسکتی ہی جس کے تعلیم یافتہ نوجوان اپنی زندگی کے بہترین زمانہ کو اس قسم کے مکر اور حیلہ سازی مین بسر کرین۔ نہایت ملول و مغموم گھر پہنچا۔ اسوقت میرے چہرے کی لمبائی بغیر شمول ریش مبارک ڈیڑھ ہاتھ کی تھی۔ "بہترین جزو" کو صورت دیکھتے ہی دہشت پیدا ہوئی۔ ایک بچہ کو گود مین لیے دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوے اور تیسرا ساتھ دوڑتا ہوا آن کھڑی ہوئین۔ اور فوراً سوالون کی بوچھار شروع کردی۔ "کیا ہوا۔ کیا بات ہی۔ طبیعت تو اچھی ہی۔ چُپ کیون ہو۔ خدانہ کرے کچھ نقصان ہوگیا۔ کسی سے لڑآئے کچھ بتاؤ تو" اتنے مین بچون نے چیخ پکار شروع کردی۔ بمجبوری مین نے جواب دیا "کچھ نہین کچھ نہین تمھاری سمجھ کی بات نہین۔ تم کیون پریشان ہوتی ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو"۔ بیوی صاحب کے مزاج کا پارہ خدا جانے کے سوڈگری پر چڑھ گیا اور جلبلا کر کہنا شروع کیا "لے ہے مجھے کیون کاٹنے دوڑتے ہو۔ مین نے کیا کیا۔ نیکی برباد گنہ لازم۔ پوچھو مین نے کیا بھس ملا دیا جو پوچھ لیا۔ مین ایسی سڑن دیوانی ہوگئی کہ بات نہ سمجھ سکون۔ اللہ رکھے ۱۲۔ ۱۴ بچون کی مان ہوئی اب تک بات سمجھنے کا سلیقہ نہ آیا تمھارے گھر مین آکے سب کچھ ہوگئی ہون۔ اپنے ماں باپ کے یہان تو سارے گھر کا بکھیڑا میرے سر تھا اور سب لوگ کہتے تھے کہ مجھ جیسی سمجھدار لڑکی دیکھنے مین نہین آئی۔ نہ یقین ہو تو بچھو چوڑی والی ستلیا مہترانی۔

بھی نادون سے دریافت کرلو۔ ابھی مرنہین گئی ہین۔ ایسی بیقدری خدا نہ کرے کسی کی ہو۔ جب کوئی اُلجھاؤ پڑجاتا ہی انسان صلاح ومشورہ کرتا ہی، حجیائن بی کہتی تھین کہ یہ شرع کی بات ہی۔ تھین کہتے تھے کہ انگریزون نے بڑے بڑے کام جتنے کیے ہین اپنی بیگم کی مدد سے کیے ہین۔ اخبارون مین چھپ چکا ہی۔ دیکھتے ہو۔ اُن کا کیسا بول بالا ہی۔ تمھارے یہان جو بات ہی "تمھاری سمجھ کی نہین جاؤ اپنا کام دیکھو" بس ہر وقت ہم لوگون سے یہی کہا جاتا ہی ہم ایسے بیحیا ہین کہ ذرا ماتھے پر بل دیکھا اور پوچھنے دوڑے"

یہ سلسلہ شاید ختم ہی نہ ہوتا کہ اتنے مین چرا ہندسی معلوم ہوئی۔ بیوی صاحبہ اُس بچہ کو جو ٹانگون سے لپٹا ہوا تھا جھٹک کر پائچے سنبھالتی اور یہ کہتی ہوئی بھاگین "غضب ہوگیا ہانڈی لگ گئی جب ہوتا ہی یہ باتون مین لگا لیتے ہین اور کھانا ستیاناس کروا دیتے ہین۔ ایسا مردوا دیکھنے مین نہین آیا"

ناظرین اس جملہ معترضہ کو معاف فرمائین۔ ذاتیات مین کچھ ایسی دلچسپی قدرت نے پیدا کردی ہی کہ بغیر کہے دل نہین مانتا۔ چاہے دوسرے لوگ اُس سے پریشان ہی کیون نہ ہوجائین۔

معتبر ذرایع سے معلوم ہوا کہ میرے رخصت ہونے کے بعد وکیل صاحب نے منشی جی کو آواز دی وہ کمرے مین تشریف لائے اور میز کے پاس کھڑے ہوگئے اور مندرجۂ ذیل مکالمہ شروع ہوا۔

وکیل صاحب ۔ منشی جی یہ تناٹا تو وحشت انگیز ہی کب تک اسطرح بسر ہوسکتی ہی۔

منشی جی ۔ جی ہان۔ کیا کہا جائے۔ آجکل کام ہی کی اسقدر کمی ہی کہ بڑے بڑے وکیل ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھے ہین۔ رائے بہادر۔۔۔۔ کے محرر کہتے تھے کہ آجکل کام کا تو قحط ہی۔ ہمارے وکیل صاحب بنک سے روپیہ نکالکر خرچ چلا رہے ہین۔ مین نے بازار کے چکر لگائے بیٹھ مراری لعل مکھن لال۔ پھول چند۔ بیجناتھ۔ سادھورام ولد سکھ رام وغیرہ وغیرہ کی دکانون پر گیا۔ یہ لوگ میرے پہلے کے مؤکل ہین۔ منیب جی سے ملاقات ہوئی اُنھون نے کہا آجکل بازار کا رنگ بہت پھیکا ہی کچھ چُستی پیدا ہو تو مقدمون کا کام بھی چلے۔ کئی بڑی بڑی نالشین کرنے کو پڑی ہین۔ لیکن ابھی نہین ہوسکتین۔ کئی دلالون سے بھی کہہ رکھا ہی۔ وکالت مین کبھی کبھی ایسا سناٹا ہوجاتا ہی۔

وکیل صاحب ۔ میرے چند دوستون کی رائے ہی کہ ایک ہندو محرر بھی رکھ لیا جائے۔ اُسے ہندو

محرر بھی رکھ لیا جاوے۔ اُسے ہندو بھائیون کے رام کرنے مین ملکہ ہوگا۔ لالہ ہرنبس راے کا نام بتایا گیا ہے۔

محرر صاحب۔ راے تو بہت اچھی ہے۔ لیکن اگر کام ہی نہ ہوا تو وہ بیچارے کیا کرین گے۔ بجز اسکے کہ اس تنگ دستی مین میرے نصف کے حصہ دار بنجائین اور کیا نتیجہ ہوسکتا ہے۔ تنخواہ تو اُنھین دی نہ جائیگی۔ ورنہ مجھے بھی تنخواہ کا حق پیدا ہوگا۔ جب بایست" کا مضمون نہو گا دو چار روز مین نکل بھاگین گے۔ اور پھر بدنام کرتے پھرین گے۔ مین اُن کے آنے کے خلاف نہین لیکن نشیب و فراز آپ سوچ لین۔

قبل اسکے کہ وکیل صاحب کچھ کہین محرر صاحب نے دو آدمیون کو برآمدے کی جانب آتے دیکھا۔ فوراً جھپٹ کر تخت پر آبیٹھے۔ اور کاغذات جو کھلے رکھے ہوے تھے۔ دیکھنے لگے۔ جب تک یہ لوگ قریب نہ آلیے محرر صاحب نے گردن نہ اُٹھائی۔ بہت زیادہ منہمک معلوم ہوتے تھے۔ وہ لوگ برآمدے مین آگئے اور اُن مین سے ایک نے پکارا منشی جی۔ محرر صاحب نے نظر اُٹھائی اور کمال مسرت ظاہر کیا "اخاہ پنڈت جی بہت دنون مین دکھائی دیے کہیے بال بچے اچھے ہین۔ گاؤن کا کیا حال ہے۔ آیئے بیٹھیے" پنڈت جی معہ اپنے ہمراہی کے تخت پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے "کیا کہیے دنیا کے جھنجھٹ سے فرصت نہین ملتی۔ ہمارا تو عدالت سے جی پھیکا ہوگیا ہے۔ لیکن کیا کرین۔ (اِنھون نے ہمراہی کیطرف اشارہ کرکے) بہت مجبور کیا اسوجہ سے آنا پڑا۔

محرر صاحب۔ کیا آپ والا معاملہ ابھی تک طے نہین ہوا۔

پنڈت جی۔ نہین وہ کیا طے ہوگا۔ جب وکیل اور عدالت بے ایمانی پر کمر باندھ لین تو اُس کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔ (راوی کا بیان ہے کہ پنڈت جی پر مقدمات کی دلالی کا مقدمہ چلایا گیا تھا۔ بہت دقت سے جان بچی۔ لیکن پھر بھی کلکٹر صاحب نے حکم جاری کردیا تھا کہ پنڈت صاحب عدالت کے احاطہ مین نہ گھسنے پائین! اور جب کبھی نظر آئین تو چالان کردیا جاے۔

محرر صاحب نے روے سخن تبدیل کرکے فرمایا۔

محرر صاحب۔ اِنکا کیا معاملہ ہے (ہمراہی کی جانب اشارہ کرکے)

پنڈت جی۔ (ان کے اوپر دشمنی کی وجہ سے خفیفہ مین نالش کردی گئی ہے۔ (ایک کاغذ دکھا کر)

یہ عرضی دعوی ہی تعین صرف چالیس روپیہ ہی۔

محرر صاحب ۔ وکیل صاحب اسوقت ایک بڑا سب ججی کا مقدمہ دیکھ رہے ہین اُن کو بالکل فرصت نہین کیا ایسا ممکن نہین کہ کل پر یہ کام اُٹھا رکھا جاے۔

پنڈت جی ۔ خوب کہی ۔ مقدمہ آج ہی۔ اُٹھا رکھا جاے کل پر۔ ہم اتنے دور سے آئے ہین ہماری خاطر اِس کو جلدی دیکھو۔ محنتانہ۔ تحریر اور خرچ لے لو معاملہ سمجھ لو۔ تو ہمین چھٹی ہو جاے۔ ہمین اور کام بھی کرنا ہی۔

محرر صاحب ۔ خیر ان کی خاطر سب کچھ ہو سکتا ہی۔ یہ کہکر کاغذات لیکر کمرے مین گئے۔ وکیل صاحب یہ باتین سُن ہی چکے تھے۔ عرضی نالش ملاحظہ کی۔ فرمانے لگے۔

وکیل صاحب ۔ بہت چھوٹا مقدمہ ہی۔ اسمین جواب کی کیا گنجائش ہو سکتی ہی۔

محرر صاحب ۔ حضور چُپ رہین۔ جواب کچھ نہ کچھ پیدا ہو ہی جائیگا۔ چھوٹے ہی کام بڑے کامون کو کھسیٹتے ہین۔ یہ دیوانی کا مقدمہ ہی۔ اسکو واپس نہ کرنا چاہیئے۔ مقدمہ صاحب اولاد معلوم ہوتا ہی۔ دیکھتے جایئے کتنے اور مقدمے اِس سے پیدا ہوتے ہین موٹا اسامی ہی محنتانہ خوب دیگا۔

وکیل صاحب ۔ بھئی میری سمجھ مین تو نہین آتا کہ اِس مقدمے سے اور مقدمات کیسے پیدا ہو سکتے ہین۔ خیر طے کر لیجیے۔

اِس درمیان مین پنڈت جی اور موکل بیچارے سے نہایت معنی خیز باتین ہو رہی تھین۔

پنڈت جی ۔ ایشور کرے وکیل صاحب مقدمہ لے لین۔ چھوٹے کامون مین ہاتھ نہین لگاتے ہین۔ حاکمون سے اور اُن سے بہت میل ہی۔ جج خفیفہ سے تو بہت بڑی دوستی ہی۔ ذرا شام کو دونون ملتے ہین۔ ہنسی دل لگی ہوتی ہی۔ نالش انڈا کھیلا جاتا ہی۔ اِن کا کہنا وہ ٹال نہین سکتے۔

موکل (پنڈت جی کے قدم چھوکر) مہاراج پرسب تمہری کرپا ہی۔ ہم نیچ کا کون پوچھت۔

اتنے مین محرر صاحب اندر سے نکلے۔ اور فرمانے لگے "پنڈت جی تمھاری خاطر وکیل صاحب کو مین نے مجبور کیا بڑی دقت سے راضی ہوے"

پنڈت جی ۔ منشی جی تمھاری بڑی مہربانی۔ لے اب حساب بناؤ اور خرچ لے لو تو ہمین اطمینان ہو جاے۔ منشی جی نے حسب ذیل حساب تیار کر کے سنا دیا۔

مختانہ وکیل صاحب	تحریر محرر	منصرم صاحب	پیشکار صاحب	دو چپراسی	وکالتنامہ
۳/	۱/	۱/	۱/	۱/	۸/

کاغذ وغیرہ	متفرقات	میزان کل
۸/	۱/	۱۵/

موکل بیچارہ نوگرفتار تھا۔ بہت متحیر ہوا۔ پنڈت جی سے کہنے لگا "مہاراج کہرچہ بہت جادہ ہی۔ اٹھارہ روپیہ تو ہم اودہار لیے رہین"

پنڈت جی۔ ارے چپ۔ اسی مارے تو ہم آتے نہ تھے ہمنے پہلے ہی کہدیا تھا کہ عدالت مین خرچ ہوتا ہی۔ تم جو چاہو کہ "نون لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے" تو یہ ممکن نہین۔ بڑا وکیل کروگے تو بڑا خرچ ہوگا۔ موکل بیچارے نے روپے محرر صاحب کے حوالے کیے۔ بیان تحریری کی تیاری ہونے لگی۔

پنڈت جی نے کئی مرتبہ پر تولے لیکن موکل نے ہاتھ جوڑکر روک لیا۔ بیان تحریری مین شروع سے اخیر تک برابر انکار کردیا گیا۔ موکل کے انگوٹھے کی نشانی لی گئی۔ جواب تیار ہوگیا۔ وہ غریب کہتا ہی رہا کہ تسک لکھا ہی لیکن کسی نے پروانہ کی۔ بلکہ ہر مرتبہ ڈانٹ دیا گیا۔

پنڈت جی روانگی کے لیے اُٹھے۔ تھوڑی دور جاکر واپس آئے۔ اور محرر صاحب کو بُلایا۔ محرر صاحب اُن کے پاس گئے اور فوراً ۱/ چہارم مختانہ اور ۱/ نصف متفرقات اُن کے نذر کیا۔ پنڈت جی نے رستم ٹینٹ مین رکھی اور یہ فرماکر چلتے ہوے "مالدار اسامی ہی خیال رکھنا"

(باقی آئندہ)

حقیقت نگار

طالعے دارم آنکہ از پے آب　　گر روم سوے بحر بر گردد
در بدوزخ روم پے آتش　　آتش از یخ فسردہ تر گردد
در زکوہ التماس سنگ کنم　　سنگ نایاب چون گہر گردد
گر سلامے برم نبزد کسے　　ہر دو گوشش بجملگی کر گردد
در بصحرا روم بجستن خاک　　خاک حالی بترخ زر گردد
آن چنین حالہا بہ پیش آید　　ہر کرا روزگار بر گردد
باہمہ نیز شکر باید کرد　　کہ مبادا ازین بتر گردد

مولانا لطف اللہ صاحب بلیوری

غزلیات

(منشی شبیر حسن خان جوشش ملیح آبادی)

جو چاہنا اختیار کرنا — دنیا پہ نہ اعتبار کرنا
اے موت! یہ تجھسے التجا ہے — اب ہم کو نہ ہوشیار کرنا!
غم دیکے کہا یہ اُس نے مجھسے — "دیکھ آنکھ نہ اشکبار کرنا"
اپنا ہی یہ ظرف ہے کہ تیری — ہر بات پہ اعتبار کرنا
اے دوست! نہیں رقیب، ہمکو — اتنا نہ ذلیل و خوار کرنا
مقصود جو زندگی ہو دل کی — راحت کو نہ اختیار کرنا
اے بادِ صبا اُس آشنا کو — ہم سے بھی کبھی دوچار کرنا!

اے جوشش نہ آئے موت جبتک
اُس شوخ کا انتظار کرنا

(اسیر زندان فرنگ مولانا حسرت موہانی)

بدلِ گردشِ ایام ملے گا کہ نہیں — گوشۂ یاس میں آرام ملے گا کہ نہیں
بیوفا چھوڑ چلا ہم کو "کہیں گے کہ نہ وہ" — جان نثاری کا کچھ انعام ملے گا کہ نہیں!
کام کیا شوق کی تاثیر نہ آئے گی کبھی — کھُل کے بھی وہ بُتِ خودکام ملیگا کہ نہیں
کرمِ پیرِ مُغانِ عام ہے — رندو نہ ڈرو — کہ ہمیں بادۂ گلفام ملے گا کہ نہیں
جلوۂ دوست کی نسبت یہی ہر دم ہے خیال — کہ وہ اب پھر بھی سرِ بام ملے گا کہ نہیں
صبر کا آرزو نے نامنہاد کی جگہ — دفترِ دل میں کہیں نام ملے گا کہ نہیں

کل تو رندوں میں ملا تھا مگر اب پھر بھی کہیں
دیکھیے حسرتِ گمنام ملے گا کہ نہیں

منشی محمد قاسم خان آزاد از ناگپور

مری قسمت کے چکر سے پڑی ہے یہ بھی چکر مین
پریشانی بھی خود آکر پریشان ہے مرے گھر مین

ہمارے اشک خونین رنگ لائے دیدۂ تر مین
یہ دیکھ اے ہمنشین یون آگ لگتی ہے سمندر مین

ہماری موت جینے کے لیے ہے یاد رکھ قاتل
ترے ہاتھون پہنچتا ہے ہمین اس گھر سے اُس گھر مین

بنا دے ساقیا مست الست اس رند میکش کو
شراب شوق بھر دے آج میرے کاسۂ سر مین

زہے قسمت ہنسے وہ کھلکھلا کر میری میت پر
پس مردن لپیٹا ہے مجھے پھولون کی چادر مین

مضامین شوق کے اُڑنے لگے نازک خیالی سے
ہمارا نامہ باندھا جائیگا جبریل کے پر مین

مری آہون سے اُڑتے ہین دھوئین اربع عناصر کے
مرے نالون سے چرخ پیر بھی رہتا ہے چکر مین

کنارا دوسرا جنت مین ہے دریائے اُلفت کا
یہان ڈوبا ہوا نکلے گا جا کر حوض کوثر مین

ہمارا جسم نزار اب ہے اگر باقی تو ایسا ہے
کہ اُس بُت کو شکن سی اک نظر آتی ہے بستر مین

وہ آزادی کو زلف یار پر قربان کرتے ہین
مبارک ہو کہ اب آزاد بھی آنے ہین چکر مین

(سید معین الدین احمد قیس رضوی از پٹنہ)

اہل ادراک جو سوچین گے تو حیران ہون گے
ہم وہ جوہر ہین کہ پیدا ہین نہ پنہان ہون گے

حشر مین ایک اکیلی نہین تو اے شب غم
میرے پنجے مین تو دس پانچ گریبان ہون گے

آکے تو خانۂ خالی مین بھیانک ہوگی
ہم خدا جانے کہان اے شب ہجران ہون گے

کون دن ہوگا جو پہنچین گے درِ ساقی پر
کون دن ہوگا جو مست مے عرفان ہون گے

بھون دے آتش غم شوق سے عشاق کے دل
ذائقہ آئے گا جو وقت یہ بریان ہون گے

ڈبڈبائے ہوے ہین پانون کے چھالے از حد
چشم بر راہ مگر خار مغیلان ہون گے

مرنے والون کو یہ امید بھلا اُن سے کہان
قتل کر کے ہمین انگشت بدندان ہون گے

تو کبھی بیکس و تنہا نہ رہے گی مرے بعد
مجھ سے دیوانے بہت اے شب ہجران ہون گے

دل سے جاتی نہین اُس مصحف رخسار کی یاد
حضرت قیس بھی اب حافظ قرآن ہون گے

خیابان قدرت مین گلچین کی دست درازیان

قدرت کے لگائے ہوے باغ مین ایک فرشتہ آتا ہے جس کا نام موت ہے، وہ اپنے بڑے تیز اور چمکدار چاقو سے ہرے بھرے پودون کو کاٹ ڈالتا ہے، وہ سرسبز اور میوہ سے لدی ہوئی شاخون کو دم بھر مین درختون سے جدا کرکے نہایت بے رحمی سے اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔

ایک دن اُس فرشتہ نے سوچا "یہ ٹھیک نہین ہے کہ صرف ہرے پودے یا میوہ دار شاخین جدا کی جائین اور ڈالیون مین پتیون کی آڑ پکڑے بہار دکھاتے ہوے پھول چھوڑ دیے جائین" اس نے کہا "بیشک یہ پھول ننھے ہین، یہ خوشبودار ہین اور یہ خوبصورت، یہ صحن چمن مین صبح سے شام تک آزادی کے گیت گاتے ہین، ہان، اور یہ کسی کی یاد مین صبح نور کے تڑکے آنسو بہاتے ہین، سر دھنتے ہین، سینہ چاک کرتے ہین اور مٹ جاتے ہین، اچھا، مین انھین لیجاؤن گا۔ اسی کے پاس جسے چاہتے ہین، جسکی محبت مین سرشار رہین ہان، اُسی کے پاس جسکے لیے روتے ہین، خدا کی قسم اُسی کے پاس لیجاؤن گا لیجاؤن گا اور انعام وصول کرون گا" اُس نے یہ کہا اور مسکرایا،

پھر اُس نے ناشگفتہ غنچون کو آنسو بھری نظر سے دیکھا اور اُن کی بند پنکھڑیون کے بوسے لیے اُس نے سرسبز پودے کی شاخون پر ایک تاسف آمیز نظر ڈالی اور منھ بند کلیون کو اپنے چاقو سے کاٹ کر اکٹھا کرلیا، اُس نے کہا "رونا کاہے کا یہ تو مالک کے پاس جارہے ہین، مالک وہان محبوب کے پاس"

فرشتہ نے کجکیے ہوے پودون، اکٹھا کی ہوئی شاخون اور سمیٹے ہوے پھولون کی طرف دیکھا اُس نے زیر لب خفیف سا مسکراتے ہوے کہا "میرے مالک کو ان کی سخت ضرورت ہے، یہ تو اُسی کی چیزین ہین اور اُسی کے باغ کی پیداوار ہین" وہ کچھ سوچ کر بولا "بیشک، یہ پھول اُس نے کھلونے بناکر بھیجے تھے، جن سے ماں باپ اپنا جی بہلاتے ہین"!

اُس نے کہا "یہ پودے، یہ پھول، وہان نور کے کھیتون مین بڑھین گے اور دودھ کی نہرون مین پرورش پائین گے، میری نگرانی مین پھلین پھولین گے اور ان خوشبودار کلیون کو بہشت کی پاک و بزرگ روحین اپنے صاف شفاف نورانی لباس مین پہنین گی اور خوش ہون گی"

کلیون کی ان نے دیکھا، اُس کے دل مین محبت کی آگ بھڑکی، دھڑکن بڑھی، اُس نے کلیجہ مین ٹیس محسوس کی، استاد والی نے اپنے بچون کو بیار کیا، محبت کی آخری نظر ڈالی اور سینہ پر پتھر رکھ کے فرشتہ کے حوالے کیا، بیتاب دل کو یون سمجھایا کہ "کم بخت مرا کیون جاتا ہے، عالم بالا مین تو یہی باعث نجات ہون گے"

اُس دن باغ مین ایک مسافر آیا تھا، سب لوگ کہتے ہین کہ وہ فرشتہ تھا، یہ بھی کہتے ہین کہ اس کا نام موت ہے، بعض اُسے بُرا بھی کہتے ہین، کچھ کہتے ہین کہ وہ باغ ویران کر گیا، کیا سچ مچ؟ ہان وہ فرشتہ تھا مگر موت؟ نہین یہ نام نہین اُس کا نام رحمت ہے، وہ اپنے آقا کا وفادار اور فرمان بردار نوکر ہے وہ باغ سے پھول اور پودے لے گیا، اُس نے مُنھ بند کلیان بھی توڑ لین، وہ باغ ویران کر گیا، مگر اُس نے اُنھین اپنے مالک کے دائمی فرحت افزا باغ مین نصب کر دیا، وہ وہان ہمیشہ پھولین گے اور اُن کی مہک بہشت کے باغون کی رونق ہوگی، اُن کی خوبصورتی جنت کی آرائش مین تا قیامت چار چاند لگاتی رہیگی، !!!

(لانگ فیلو)　　جلیل احمد (علیگ)

میری سب سے پہلی غزل

نقشہ کھنچا ہوا ہے تصور مین یار کا　　آیا ہے میرے باغ مین موسم بہار کا

امید و بیم کی یہ کشاکش ہے قلب مین　　ہنگامہ برپا ہے گرم کسی کارزار کا

رحم اے جنون کہ ضعف سے بیحال ہے مرا　　اُٹھتا نہین ہے بوجھ گریبان کے تار کا

آتا ہے فاتحہ کے لیے کوئی اس طرف　　یارب نشان ملے دہمارے مزار کا

غصہ سے میری قبر کو ٹھکرا کے یون کہا　　اُٹھا نہ تجھ سے بار مرے انتظار کا

دشمن اُنھین عزیز ہے وہ ہین مجھے عزیز　　کس سے گلہ کرون ستم روزگار کا

آہٹ پہ کان در پہ نگہ تھی لگی ہوئی　　یون دم نکل گیا ترے اک جان نثار کا

اب کیا مجھے زمانہ مٹائے گا اے حبیب
باقی نہین نشان بھی میرے مزار کا

حبیب احمد صدیقی

نظرے خوش گذرے

ایک چلبلا لڑکا سڑک پر اکیلا جا رہا تھا۔ کچھ دور آگے چند راہگیر ایک دوسرے سے ہنس ہنس کر باتین کرتے ہوے چلے جا رہے تھے۔ لڑکا کچھ تو اپنی چلبلی طبیعت سے مجبور تھا۔ کچھ تنہائی مین سامان تفریح مہیا نہ دیکھ کر مائل بہ شرارت ہوا اور ذرا تیز قدم بڑھا کر اُن راہگیرون کے پس پشت پہونچ گیا۔ اور دفعتاً جست کر کے ایک خفیف الجثہ مگر قدرے بلند قامت شخص کے سر پر زور سے چپت ماری اور پیچھے ہٹ گیا۔ اور قبل اس کے کہ وہ راہگیر یا اُس کے ساتھی اُس لڑکے سے پرسش کرتے یا انتقام کے خواہان ہوتے وہ فوراً متانت و سنجیدگی کا مجسمہ بنکر اپنی بھولی اور شیرین آواز مین کہنے لگا "لاحول ولا قوۃ۔ کیا دھوکا ہوا ہے" مین عالم خیال مین اس وقت اپنے مدرسے کے باغ مین ٹہل رہا تھا اور ان کو (جن کے چپت ماری تھی اُن کی طرف اشارہ کر کے) اپنا ایک بے تکلف دوست جانکر اس قسم کی دلگی کا مرتکب ہوا۔ مگر اب معلوم ہو گیا کہ صورت واقعات دوسری ہے اور مین راہگیر صاحب سے متوقع ہون کہ وہ اس غلط فہمی کی بنا پر میری بے تکلفی سے کدر نہ ہون گے" چند روز ہوے اسی سے ملتا جلتا ایک لطیفہ اخبار ہمدم کے بہرہ مراسلات مین چھپا تھا۔ ایڈیٹر صاحب اور اُن کے مخبر صادق دونون کو اس کامیاب مذاق پر مبارکباد!!

ہمارے پڑوس مین ایک اخبار کا دفتر قائم ہوا ہے جس کا نام ہے شطرنج اخبار الہ آباد۔ اکثر صبح کو ہوا خوری کے لیے باغ مین اور کسی کام سے جب اُدھر سے گذر ہوتا تو اُس کا سائن بورڈ دیکھکر بے اختیار جی چاہتا تھا کہ اس کے حالات معلوم کیے جائین مگر کثرت کار کی وجہ سے موقع نہ ملتا تھا پھر ہمدم کے ایک نوٹ سے معلوم ہوا کہ اخبار مذکور نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بھی چھاپی تھی جس کے متعلق بعد کو ایڈیٹر صاحب اخبار مذکور نے اپنی برأت بھی کر لی۔ تھوڑے دن ہوے دو دوستون کی ہمراہی مین ہمین اس دفتر کی زیارت کا بھی موقع ملا۔ مین نے زیارت کا لفظ بیان قصداً لکھا ہے اس وجہ سے کہ واقعی یہ دفتر زیارت ہی کے قابل نظر آیا۔ دفتر کی مختصر ڈیوڑھی مین ایک تختہ لٹکا ہوا ہے

جس کا ہندوستانیون مین عام رواج نہ ہونے کی وجہ سے اُردو مین ابتک کوئی نام نہین ہے مجھے انگریزی نام بھی معلوم نہین جو ترجمہ کی کوشش کرون۔ بہرحال اُس پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس مکان کے مغرز مکینون مین سے کون موجود ہے۔ اور کون باہر گیا ہوا ہے۔ دیوارون پر دونون جانب مختلف تحریرین لکھی ہوئی ہین۔ جن مین السلام علیکم اور وعلیکم السلام بھی ہے۔ ڈیوڑھی مین ایک کاتب صاحب مشق خامہ فرسائی کر رہے تھے۔ دفتر کے دو حصہ نظر آئے۔ جناب ایڈیٹر تشریف نہ رکھتے تھے۔ اس لیے اُن کی نشستگاہ خالی نظر آئی۔ منیجر صاحب نے عنایت سے اپنے دفتر مین بٹھایا۔ جسمین دیوارون پر متعدد باتصویر اور سادے کیلنڈر اور تحریک ترک موالات کے متعلق مختلف صاد پر لگی ہوئی تھین۔ ایک جانب دیوار پر لکھا ہوا تھا، کاتب اور تمباکو کی دوکانون پر جیسے کھارے کے ٹکڑے لگے ہوتے ہین بجنسہ اُسی نمونے کے موافق یہان بھی کھارا لگا ہوا تھا۔ ایک طاق کے اندر لکھا تھا حاکم اور Officer اسی طرح پر دوسری دیوار اور طاق کی تحریرین مختلف لوگون کے جائے قیام وغیرہ ظاہر کرتی تھین۔

دفتر اخبار کی یہ زیب و زینت اور یہ مغربیت اور افرنگیت بجاے خود جالب توجہ تھی مگر ہم لوگ زیادہ بیتاب اُس اخبار کو دیکھنے کے لیے تھے چنانچہ ہماری درخواست پر منیجر صاحب نے ایک پرچہ عنایت فرمایا۔ یہ ہمدم کے پیمانہ کا ۳۲ صفحے کا اخبار دیسی سفید کاغذ پر چھپا ہوا دفتر سے زیادہ قابل زیارت ثابت ہوا۔ پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ یہ ۱۴ دسمبر سے ۸ فروری تک پورے ۸ پرچون کے بجاے ایک اخبار شایع ہوا ہے۔ اخبار کے ورق الٹنے کے ساتھ ہی نگاہ چند جلی سطور سے جا کر ٹکرائی۔ جنمین نہایت کریہہ و غلیظ گالیان درج تھین۔ اُس کے بعد مشکل تھا کہ ہم لوگ اس اخبار کے مطالعہ پر مزید وقت صرف کر سکتے۔

ہمارے چلے آنے کے تھوڑی ہی دیر کے بعد دفتر اخبار سے اطلاع آئی کہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار واپس آگئے ہین اور خود دفتر الناظر مین تشریف لا رہے ہین۔ وہ آئے تو کچھ دیر اُن سے اخبار کے متعلق باتین ہوتی رہین۔ اور اُن سے عرض کیا گیا کہ گالیون کی اشاعت تو کم سے کم ہونا چاہیے مگر صاحب موصوف نے یہ کہکر بجاے خود اپنے تئین بری الذمہ ثابت کر دیا کہ وہ ہماری تحریر نہ تھی بلکہ دوسرون کی تحریرون کے اقتباسات تھے اور گویا "نقل کفر کفر نباشد" کے مصداق ۔ سطور ہذا کے

لکھنے سے پہلے ایک بار پھر اُس دفتر کی زیارت بھی کی گئی اور اخبار کا وہ پرچہ بھی حاصل کیا گیا جس کو دیکھکر ہم لوگ اس قدر مکدر ہوے تھے۔ یہ اخبار شروع سے لیکر آخر تک عجائبات کا مرقع ہے۔ ایڈیٹر صاحب کا خیال ہے کہ ہندوستان کی حالت سیاسی لیڈرون کی بازیگریون کی بدولت بالکل بساط شطرنج کے موافق ہو رہی ہے اور اخبار شطرنج کا مقصد یہ ہے کہ ان سب کی چالون کو وقتاً فوقتاً ظاہر کرتا رہے۔ چونکہ ایڈیٹر صاحب کا تعلق سکھ فرقہ سے ہے اس لیے ظاہر ہے کہ آپ کی توجہ کا مرکز اصلی اکالیون کی تحریک ہونا چاہیئے۔ جس کے متعلق آپ کی راے ہے کہ یہ کوئی مذہبی و قومی تحریک نہین بلکہ ریاستہائے پٹیالہ و نابھہ کی باہمی نزاع اس تحریک کا سبب بنی ہے اور قومی لیڈرون اور اخبار نویسون نے دونون دربارون کے لوٹنے کے لیے یہ سارا جال پھیلایا ہے۔ اس سوال کے جواب مین کہ آپ نے اکالیون کی پردہ دری کے لیے اپنے وطن پنجاب کو خیرباد کہکر اس صوبہ سے یہ اخبار کیون نکالا ہے۔ ایڈیٹر صاحب کو کسی قدر ہچکچاہٹ ہوئی اور مصالح مخصوص کا حوالہ دے کر بات قطع کر دی گئی۔ کسی سے سوز وطن کا ہمین کیا حق ہو سکتا ہے لیکن مخصوص مصالح سے ناواقفیت، اخبار شطرنج کی حمایت پرستانہ روش اور اکالیون کی جد و جہد اور ترک موالات جیسی قومی تحریک سے اس کی مخالفت یہ سب باتین مل کر ضرور اس قسم کے اندیشے پیدا کرتی ہین کہ کہین جو الزام ہندوستان کے دوسری قومی لیڈرون اور اخبار نویسون پر دیا جاتا ہے، اخبار شطرنج پر تو وہ چسپان نہین ہوتے۔ کیونکہ جب بے زر عشق ٹین ٹین ہوتا ہے تو ایک ایسے اخبار کی یہ ساری ٹیم ٹام بھی خالی از علت نہین جسے ادبی حیثیت سے دیکھیے تو، پالسی کے نقطۂ نظر سے جانچیے تو کسی حال مین بھی عامۂ خلائق کی پسندیدگی حاصل نہین ہو سکتی۔ اُردو ادب پر ہمان بہت سے پنجابی اخبار نویسون کا احسان ہے وہان اخبار شطرنج نے بھی اُسی غریب کو سرفراز کر کے بہت کچھ رہین منت بنایا ہے۔ اس اخبار مین جس کے متعلق اعلان ہے کہ ہندوستان کے بڑے بڑے اسٹیشنون پر دھیلہ کمیشن کے بک سٹال سے مل سکتا ہے۔ اُردو زبان کی نظم و نثر کے عجیب و غریب نمونے موجود ہین۔

گورنمنٹ کی موافقت اور ترک موالات کی مخالفت کرنے والے اخبارون کی ملک مین کمی نہین لیکن جو لوگ اُردو نہین جانتے اُنھین یا تو اُردو مین اخبار نکالنے کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیے یا ایسے اصحاب کو اخبار کے عملہ مین ملازم رکھنا چاہیے جو اُردو نظم و نثر کے واقف کار ہین۔ کم سے کم قومی زبان کو تو اپنی واقفیت اور بدمذاقی کا شکار نہ بنانا چاہیئے۔ اور جو لوگ اخبارون مین اپنی یا دوسرون کی طرف سے

گالیان چھاپنے کی بداخلاقی کے مرتکب ہون اُن کے متعلق سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے حال پر رحم فرمائے۔ اپنے قلم سے گالیان لکھنے اور دوسرون کے قلم کی لکھی ہوئی گالیون کو اخبار مین شایع کرنے مین ایڈیٹر صاحب شطرنج کو شاید کچھ فرق محسوس نہ ہوتا ہو لیکن ہمارے نزدیک تو دونون یکسان ہین۔ اور ہمین یقین ہے کہ اگر کوئی آزاد یا گورنمنٹ کی بارگاہ کا معتوب اخبار اس قسم کی تحریرون کی اشاعت کرتا تو فوراً ہی پریس ایکٹ اور تعزیرات ہند یا ضابطۂ فوجداری کی کلین اُس کا گلا دبوچنے کے لیے تیار ہو جاتین۔ مگر حامیان حکومت کو جہان اسلحۂ آتشین کے لیے لائسنس ملنا آسان ہے وہان اس قسم کی اخلاق سوز تحریرون کی اشاعت بھی معاف ہو تو کیا فکوہ کیا جا سکتا ہے۔

مسلم لیگ کے متعلق گذشتہ نمبر مین ہم زیادہ نہ لکھ سکے تھے اب مختصراً حقیقت واقعی بیان کرنا چاہتے ہین۔ مسلمانون مین سیاسی ذوق ابتک مفقود ہے۔ جن لوگون نے ابتداءً مسلم لیگ کی بنیاد رکھی تھی اُن مین ایک جماعت کثیر تو ایسی تھی جو صرف حکومت کے اشارون پر بندوقون کی مخالفت کرتے رہنے ہی کو سیاست جانتی تھی چند افراد ایسے بھی تھے جو صرف مفاد قومی پر نظر رکھتے تھے مگر رفتہ رفتہ حالات ملکی مین تغیر ہوتا گیا اور مسلمانون کا ذوق بھی اُس سے کافی متاثر ہوا حتیٰ کہ آزادی کامل کی تجویز کو کانگریس اور لیگ کے جلسۂ عام مین جس فداے قوم و ملک نے پیش کرنے کی جرأت فرمائی وہ بھی مسلمان تھے اور اب جو صاحب اس تحریک کی تنظیم کرنا چاہتے ہین وہ بھی مسلمان ہین۔ اور غالباً اس کے حامیون کی تعداد غالب بھی مسلمانون ہی مین ہے گی لیکن اس واقعہ سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ باستثنائے بعض عام مسلمانون کی سیاسی جدوجہد تا متر اس ایک خیال پر مبنی ہے کہ مسیحی اقوام اپنے مذہبی تعصب کی وجہ سے حکومت ترکیہ کو مٹانا اور دیگر اسلامی ممالک کو اپنے زیر اقتدار لانا چاہتی ہین۔ جنگ طرابلس، جنگ بلقان اور گذشتہ جنگ یورپ کے دوران مین مسلمانون نے جو کچھ سیاسی بیداری کا مظاہرہ کیا اُس سب کا یہی ایک سبب تھا اور تحفظ خلافت کے لیے جتنی کوششین گذشتہ تین سال کے اندر ہوئی ہین۔ اُن کا محرک بھی یہی ایک جذبہ تھا چنانچہ جب تک مسئلۂ خلافت کی اہمیت چند انگریزی تعلیمیافتہ دماغون کے اندر محدود رہی اور مسلمانون کے

حقوق جداگانہ کا تحفظ ہمارا شعار رہا وہ لوگ جو کچھ سیاسی مذاق رکھتے تھے مسلم لیگ کو چلاتے رہے مگر جب تحریک خلافت خواص سے گذر کر عوام تک نفوذ کر گئی اور ہندو مسلمانون کا باہمی اتحاد ان کے نظام عمل کا جزو اعظم قرار پا گیا تو قدرتاً مسلم لیگ کی طرف سے توجہ ہٹ گئی۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ تحریک خلافت کی بنیاد مسلم لیگ ہی کے کارکنون نے ڈالی تھی اور جہانتک کہ اصول سے بحث ہے مسلم لیگ ابتدا سے لیکر آج تک اُس نظام عمل کی موید بھی رہی ہے جو مسئلہ خلافت کے حل کے لیے رہنمایان قومی نے تجویز کیا ہے مگر ترک موالات کی تحریک کو منظور کرنے کے بعد کارکنان مسلم لیگ ریزولیوشن سازی کے مشغلہ سے محروم ہو گئے اور قوم کی سیاسی رہنمائی کا کام مجلس خلافت کے ہاتھ مین چلا گیا۔ اگر مسلم لیگ کے صدر و معتمد تحریک ترک موالات کے حامی و موید ہوتے تو شاید وہ تقسیم عمل کے اصول کو ملحوظ رکھکر مجلس خلافت کے ذمہ چند مخصوص کام چھوڑ کر بقیہ تمام امور کا انصرام مسلم لیگ کے ذریعہ سے کراتے لیکن صورت حال اس کے برعکس تھی۔ یہ دونون بزرگ اس تحریک سے اصولی اختلاف رکھتے تھے اور چونکہ عملاً یہ ناممکن تھا کہ قوم ایک رخ جاتی اور مسلم لیگ محض اپنے عہدہ دارون کے خیال سے دوسری راہ اختیار کرتی۔ ان حضرات نے مسلم لیگ کو حالت تعطل مین رکھنا گوارا کیا۔ مسلمانون مین ایسے لوگون کی کمی نہین جو حکومت سے موالات کرنے ہی مین ملک و قوم کی اگر نہین تو کم سے کم اپنی نجات ضرور سمجھتے ہین لیکن اُنھون نے بھی مصلحت کے خلاف سمجھا کہ کانگریسی معتدلین کی طرح اپنی جماعت علیحدہ قایم کرین یا مسلم لیگ کو اپنے قبضہ و تصرف مین لانے کے لیے مسلمان تارکین موالات سے پنجہ آزمائی فرمائین۔ اور وہ اصحاب جو اپنے تئین Independent Nationalist (آزاد وطن دوست) کہتے ہین جن مین شاید مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح اور معتمد سید ظہور احمد صاحب کا شمار بیجا نہ ہوگا ان کی تعداد کم سے کم مسلمانون مین اتنی قلیل ہے کہ کوئی جداگانہ تنظیم غالباً ممکن بھی نہ تھی۔ گو ان کے جو ہمخیال کونسلون مین پہنچ گئے ہین وہ وہان کی ڈیاکرٹیک پارٹی یا جمہوری جماعت مین شامل ہو گئے ہین۔ یہ عقدہ ابتک ہمارے ذہن بلید کی رسائی سے باہر رہا ہے کہ ان محترمان قوم نے مسلم لیگ کے عہدون سے دستکشی اختیار کر کے اپنے سر سے مسلم لیگ کی موجودہ غفلت و جمود کی ذمہ داری کیون نہین ہٹالی۔ کلکتہ اور ناگپور کے اجلاس عام کی کارروائیون مین شریک رہنے کے بعد اُن کو اندازہ ہو جانا چاہیے تھا

کہ قوم کی جو خدمت وہ اب تک کر رہے یا کرنا چاہتے تھے قوم اس سے بے نیاز ہو گئی ہے۔ وہ اپنے فتوائے ضمیر کے خلاف یقیناً رائے عامہ کی تابعیت نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن انھیں اس کا کیا حق تھا کہ وہ اپنی رائے مخالف کی تابعیت میں ایک مجلس قومی کو برباد کر دیں۔ مسلم لیگ کا دفتر اب بھی لکھنؤ میں موجود ہے اُس دفتر میں نہ کرسی ٹائپ رائٹر اور کاغذوں کی الماریاں بھی ملیں گی اور دو چار اصحاب کو دفتر سے رہا ہے بھی دیے جا رہے ہیں۔ لیکن کیا ایک مجلس کی زندگی کے لیے صرف انھیں چیزوں کی حاجت ہے۔ اور بس۔

ہمارے دلمیں مسٹر محمد علی جناح اور سید ظہور احمد صاحب دونوں کی بہت عزت ہے مگر ہمیں ان کے اس طرز عمل میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ اور اگر محض قومی عہدوں کی محبت اُن کے اس رویہ کی ذمہ دار ہے تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی مجلس کے عہدے دنیا میں کیا قدر و قیمت رکھتے ہیں جس کا وجود قوم کے تخیل میں معشوق کی کمر سے زیادہ حقیقت نہ رکھتا ہو۔

الناظر کے اسی نمبر میں مسٹر جلیل احمد (علیگ) کا ایک مضمون زیر عنوان "خیابان قدرت میں گلچین کی دست درازیاں" شایع ہوا ہے مضمون چھپ جانے کے بعد رسالہ ہزار داستان لاہور کا جنوری نمبر وصول ہوا تو اسمیں یہی مضمون "خیابان قدرت میں گلچین" کے عنوان سے نظر آیا۔ اس کے بعد ادیب اُردو لکھنؤ کا فروری نمبر آیا تو اُس میں یہی مضمون بجنسہ اسی عنوان سے چھپا ہے۔ ابھی جنوری اور فروری کے بہت سے رسالے آنے کو باقی ہیں۔ اور غالباً یہ توقع بیجا نہیں کہ اُن میں سے اور کئی رسالوں میں یہی مضمون درج ہوا ہوگا۔ بعض اہل قلم اگر اپنے مضامین کو اس قدر دقیع سمجھتے ہیں کہ جب تک ہندوستان کے تمام رسائل اُن کی اشاعت نہ کریں، وہ مطمئن نہیں ہو سکتے تو ہمیں اُن سے کوئی شکایت کا حق نہیں۔ البتہ ہمیں اپنے اُن کرم فرماؤں سے ضرور شکوہ کرنے کا موقع ہے جنھوں نے اس مضمون کو بھیجتے وقت یہ اطلاع دینی ضروری نہیں سمجھی کہ یہ مضمون دوسرے رسائل کو بھی بھیجا جا چکا ہے۔ کیونکہ الناظر ہمیشہ اس قسم کے مضامین کی اشاعت سے احتراز کرتا رہا ہے۔

الناظر کبھی ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شایع ہوا کرتا تھا مگر جیسا کہ جنوری ۱۹۲۰ء میں اعلان کر دیا گیا تھا اب اُس کی اشاعت ہر مہینہ کی پہلی جمعہ کو ہوتی ہے۔ ناظرین کرام کو رسالہ تیسرے ہفتہ میں نہ پہونچے

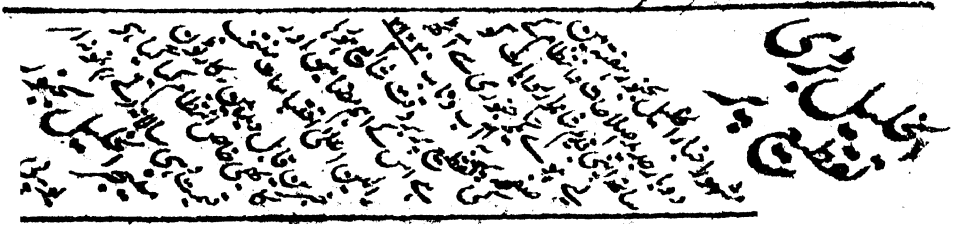
توقعا فرمائین۔

میری غیر حاضری مین متعدد نئے اخبارات و رسائل جاری ہوے اور پرانے بند ہوگئے ہین۔ بند ہوجانے والون مین مخزن و کہکشان لاہور خاص طور پر قابل تذکرہ ہین۔ مخزن اگرچہ شیخ عبدالقادر و شیخ محمد اکرام صاحبان کے ہاتھون سے نکلنے کے بعد بہت کچھ اپنی سابقہ منزلت کھو چکا تھا تاہم الفضل للمتقدم کی بنا پر ادبی رسائل مین اسکی اب بھی کافی وقعت تھی۔ کہکشان چونکہ مولوی سید ممتاز علی صاحب قبلہ کی نگرانی مین شایع ہوتا تھا اور اُسکے ابتدائی جلدون کو دیکھکر نئی امیدین قائم ہوئی تھین اس لیے اُس کے بند ہوجانے کی خبر بالکل غیر متوقع تھی۔

نئے پرچون مین سب سے ممتاز جگہ انجمن ترقی اُردو کے سہ ماہی رسالہ اُردو کی ہے اُس کے بعد لاہور کے ہمایون۔ ہزار داستان و الکمال اور آگرہ کا نگار قابل تذکرہ ہین۔ جن کے متعلق ہم پھر کبھی اظہار خیال کر سکین گے۔ فی الحال ہم اپنے نئے معاصرین کا دلی خیر مقدم کرنے پر اکتفا کرتے ہین۔

جمادی الاول کو حضرت شوکت میرٹھی المعروف بہ مجدد سنہ مشرقیہ نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم فارسی و اُردو کے پختہ مشق شاعرون مین تھے۔ اور اُردو اخبار نویسی کے قدیم دور کی یادگار۔

انھون نے متعدد کتابین مثل حل اشعار خاقانی و شرح دیوان غالب وغیرہ تالیف فرمائین مگر اُن کے دعاوی کمال کے اندازہ سے اِن کتابون کی قدر بہت کم ہوئی۔ اکثر اصحاب تو آپ کی عجیب و غریب ایون کو دیکھکر آپ کی طرف سے حد درجہ بدگمان ہوجاتے تھے۔ لیکن اس مین ذرا شک نہین کہ آپ کا شمار ماہرین فن مین کیا جاتا تھا اور اس لحاظ سے آپ کی وفات نے ادبی حلقون مین خاص رنج و افسوس پیدا کیا۔ اللہ تعالی مرحوم کو اپنے جوار رحمت مین جگہ بخشے اور پسماندگان خصوصاً آپ کے صاحبزادہ حضرت قدرت میرٹھی کو توفیق صبر عطا فرمائے۔



امیر مینائی مرحوم

- صنم خانۂ عشق ۱؎
- مراۃ الغیب ۴؎
- خیابان آفرینش ۱؎
- محامد خاتم النبیین ۸؎
- بیاض سخن ۴؎

منشی سجاد حسین مرحوم

- احمق الذین ۸؎
- حاجی بغلول ۸؎
- میٹھی چھری ۶؎
- پیاری دنیا ۸؎
- کایا پلٹ ۸؎
- طلسمی ڈانوس ۱؎

پنڈت رتن ناتھ سرشار

- فسانۂ آزاد ۴ جلد مجلد ۱۶؎
- سیر کہسار ۱۲؎
- خدائی فوجدار ۱؎
- جام سرشار ۱۲؎
- الف لیلہ بطرز نادل ۴؎

منشی جوالا پرشاد برق

- مرثالنی ۱۲؎
- ہار آستین ۱۲؎
- بنگالی وطن ۱۲؎
- پرتاب ۱۲؎
- معشوقۂ فرنگ ۱۲؎

مولانا عبد الحلیم شرر

- ابوبکر شبلی ۴؎
- خواجہ معین الدین چشتی ۶؎
- صقلیہ من اسلم ۱۲؎
- قیس ولیلیٰ ۴؎
- مقدس نازنین ۴؎
- ایام عرب جلد ۱؎
- یوسف وزلیخا ۴؎
- فتح اندلس ۱؎
- ماہ ملک ۱؎
- حسن کا ڈاکو ۴؎
- دربار حرام پور ۲ جلد ۱۲؎
- مفتوح فاتح ۴؎
- جویائے حق ۲ جلد للعہ ۱۲؎
- لعبت چین ۴؎
- عزیزۂ مصر ۴؎
- غیب داں وطن ۴؎
- فردوس بریں ۴؎
- فلپینا ۴؎
- رومۃ الکبریٰ ۴؎
- الفانسو ۱۲؎
- شہید وفا ۸؎
- حسن انجلینا ۱۰؎
- ملک العزیز ورجینا ۱۰؎
- آغا صادق کی شادی ۱۰؎
- افسانۂ قیس ۱۲؎
- حسن بن صباح ۶؎
- تاریخ بغداد ۴؎

مرزا داغ مرحوم

- آفتاب داغ ۴؎
- مہتاب داغ ۴؎
- یادگار داغ ۸؎
- انتخاب داغ ۴؎
- فریاد داغ ۴؎

مولوی شہاب الدین احمد دہلوی

- دارالحکومت دہلی ۳ جلد ۱۲؎
- تاریخ بجاپور ۳ جلد ۱۲؎
- حرز اطفال ۴؎
- نشاط عمر ۴؎
- عصائے پیری ۴؎
- شمع ہدایت ۱۲؎
- لخت جگر ۲ جلد ۱۲؎
- حسن معاشرت ۴؎
- اقبال وطن ۴؎

نیاز فتحپوری

- گہوارۂ تمدن ۱؎
- ترجمہ گیتان جلی ۱؎
- کیوپڈ اینڈ سائکس ۸؎

سیماب اکبر آبادی

- خدیجۃ الکبریٰ ۴؎
- بنت الرسول ۵؎
- سیرۃ الحسین ۱۲؎
- جام کوثر ۵؎

حکیم محمد علی خادم حرم

- عبرت کامل ہے ۱؎
- حسن سرو کامل ہے ۱؎
- رام پیاری کامل ۸؎
- دیول دیوی ۴؎
- گورا ۱؎
- نیل کا سانپ ۹؎
- جعفر عباسہ ۱۲؎
- اختر وحسینہ کامل ۱؎

منشی احمد علی شوق قدوائی

- ترانہ شوق ۴؎
- قاسم وزہرہ ۸؎
- میکفن اور روسی ۲؎

جوش ملیح آبادی

- روح ادب ہے
- مقالات زرین ۱۱؎
- آواز حق ۸؎
- اوراق سحر ۱۵؎
- جذبات فطرت ۱۳؎

منشی تیرتھ رام

- فسانہ لندن ۳ جلد ۱۲؎
- وطن پرست ۱۰؎
- منزل مقصود ۱؎
- روخ کا خروج ۱۰؎
- خونی ہیرا ۴؎

جلال لکھنوی مرحوم

- مضمونہائے دلکش ۱؎
- نظم نگارین ۸؎
- سرمایہ زبان اردو ۱؎
- رسالہ تذکیر ونانیث ۸؎
- افادہ تاریخ ۸؎
- قواعد المنتخب ۱۴؎

خواجہ عشرت لکھنوی

- لغات اردو ۴؎
- اصول اردو ۶؎
- جان اردو ۶؎
- قواعد میر ۶؎
- شاعری کی پہلی کتاب ۸؎
- شاعری کی دوسری کتاب ۸؎
- شاعری کی تیسری کتاب ۸؎
- اصلاح زبان اردو ۶؎
- گلدستۂ ظرافت ۶؎
- زباندانی ۶؎

صفدر مرزا پوری

- مرقع ادب ۴؎
- بزم خیال ۴؎
- مشاطۂ سخن ۱؎

مولوی محمد حسین محوی

- ازواج الانبیا ۴؎
- انسانی قربانیاں ۸؎

حکیم احمد حسین الہ آبادی

- ترجمۂ تاریخ ابن خلدون طبع اول ۱؎
- " دوم ۱؎
- " سوم ۱؎
- " چہارم ۱؎
- " پنجم ۱؎
- " ششم ۱؎
- " ہفتم ۱؎
- جلد ہشتم ونہم زیر طبع ہیں
- " دہم ۱؎
- " یازدہم ۱؎
- سلطان صلاح الدین ۴؎
- سلطان نورالدین محمود ۱؎

مولوی سعید مارہروی

- آثار اکبری ۱؎
- حیات صالح ۶؎
- حیات خسرو ۱؎
- امرائے ہنود ۱؎

مولوی ممتاز علی

- تذکرۃ الانبیا ۱؎
- شیخ حسن ۱۲؎

منشی نوازش علیخان

- سفرنامہ ابن بطوطہ ۱؎
- قسطنطنیہ ۱؎
- ڈیوٹی ۱؎

جسٹس محمود مرحوم

کتاب الطلاق ۱۶/
کتاب الشفعہ ۱۶/
شرح قانون شہادت ۱۶/

مولوی عزیز مرزا بی اے

خیالات عزیز ۱۶/
وکرم اُروسی ۱۶/

خواجہ غلام الثقلین مرحوم

روزنامہ سیاحت ۱۶/
فلسفیانہ نکتہ چینی اسلام پر ۱۶/

منشی محمد لطیف مرحوم

اکبر ۱۶/
اورنگ زیب ۱۶/
لارڈ کلائیو ۱۶/
رنجیت سنگھ ۱۶/

مسٹر عنایت اللہ خانی بی اے

دعوت اسلام ۱۶/
ارض نہرین ۱۶/
زلفی ۱۵/

مسٹر ظفر عمر بی اے

نیلی چھتری ۱۶/
بہرام کی گرفتاری ۱۶/
چور دن کا کلب ۱۶/

مولوی محمد علی ایم اے

سیرۃ خیر البشر ۱۶/
النبوت فی الاسلام ۱۶/
جمع قرآن ۱۶/

پروفیسر نواب علی ایم اے

تذکرۃ المصطفےٰ ۱۶/
معراج الدین ۱۶/
صحف سماوی ۱۶/
شمع سخن ۱۰/

ڈاکٹر اقبال ایم اے

ملت بیضا ۱۵/
بلبل ترانہ ۱۲/
شکوہ ۱۲/
جواب شکوہ ۱۴/
نالۂ یتیم ۱۲/
فریاد اُمت ۱۳/
ہلال ۱/
اکبری اقبال ۱۳/
شمع و شاعر ۱۲/
خضر راہ ۱۴/

مولوی ظفر علی خانی اے

معرکہ مذہب و سائنس ۱۶/
خیابان فارس جلد اول ۱۶/
ڈائمانگ روڈ جاپان ۱۶/
جنگ مین مشکل ۱۶/
فلسفہ ابن سینا ۱۶/
معاشرت ۱۸/
اپریل فول ۱۰/

مفتی انوار الحق ایم اے

تذکرۃ الحبیب ۱۶/
حقایق اسلام ۱۶/
اثبات واجب الوجود ۱۶/
تاریخ ابو البشر ۱۶/
قوت خیال ۱۶/

پروفیسر الیاس برنی ایم اے

اسرار حق ۱۶/
معارف ملت ۱۶/
مناظر قدرت ۱۶/
جذبات فطرت ۱۶/
علم المعیشت ۱۶/

ہاشمی فرید آبادی

مشاہیر یونان و روما ۱۶/
تاریخ یونان قدیم ۱۶/

منشی احمد علی بی اے

تاریخ تمدن ۲ جلد ۱۶/
شباب لکھنو ۱۶/

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفہ جذبات ۱۶/
بحر المحبت ۱۲/
تاریخ اخلاق یورپ ۲ جلد ۱۶/
مکالمات برکلے ۱۶/
زود پشیمان ۱۸/

خواجہ عباد اللہ اختر بی اے

مشاہیر اسلام ۱۶/
دمشق سے ۱۶/
بغداد ۱۶/
صدیق اکبرؓ ۱۶/
ترجمہ شرح دیوان حافظ ۱۶/

مسٹر سجاد حیدر بی اے

خیالستان ۱۶/
زہرا ۱۶/
ثالث بالخیر ۱۸/

مسٹر انیس احمد عباسی بی اے

زلیخا ۱۲/
نازنین آرمینیا ۱۶/
ہاجرہ کی کامیابی ۱۲/
احمد گنجہ پنا ۱۶/

مولوی عبد الحق بی اے

قواعد اردو ۱۶/
انتخاب کلام میر ۱۶/

مولوی عشق چغتائی بی اے

مبادی سائنس ۱۶/
بجلی کے کرشمے ۱۶/
محاربات صلیبی ۱۶/

مولوی سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم ۱۶/
حیات امام مالک ۱۶/
خلافت اور ہندستان ۱۸/
بہادر خواتین اسلام ۱۶/
اہل السنۃ والجماعت ۱۸/

پروفیسر عبدی الباری ندوی

مبادی علم نباتی ۱۶/
برکلے کا فلسفہ ۱۶/
مذہب و عقلیات ۱۶/

مولوی محمد حلیم انصاری

تمدن اسلام ۲ جلد ۱۶/
الاسلام والنظام ۱۶/
اسلام اور سوشلزم ۱۶/
جواہر قرآنی ۱۶/
فتح اندلس ۱۶/
فلاح دارین ۱۶/

خواجہ حسن نظامی

سیپارۂ دل ۱۶/
وزنامہ ممالک اسلامیہ ۱۶/
میلاد نامہ ۱۶/
محرم نامہ ۱۶/
یزید نامہ ۱۶/
محفل ماتم گیارھویں ۱۲/
اکرشن جیون ۱۶/
کم ٹو موت ۱۶/
بیوی کی تعلیم ۱۶/
بیوی کی تربیت ۱۶/
تالیف خطوط نویسی ۱۲/
خطوط حسن نظامی ۱۲/
جگ بیتی کہانیاں ۱۸/
فاطمی عورت اسلام سے ۱۶/
چٹکیاں اور گدگدیاں ۱۲/

مولوی عبد الرشید الخیری

صبح زندگی ۱۶/
شام زندگی ۱۶/
شب زندگی ۱۶/
نوحۂ زندگی ۱۲/
منازل السائرہ ۱۶/
الزہرا ۱۲/
عروس کربلا ۱۶/
جوہر قرابت ۱۶/
یاسمین شام ۱۶/
موؤدہ ۱۸/

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۴۷۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم

قیمت سالانہ للعموم

الناظر

قیمت فی پرچہ ۲ آنہ

ایڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

نمبر ۱۴۱ | ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء | جلد ۲۴

فہرست مضامین

فیہ مافیہ	چلبی	۱
فارسی شاعری کے اولین نمونے	مولوی محمد مسلم۔ ایم اے، ایم۔ او۔ ایل	۱۰
اہل قلم کی قدر و قیمت	مسٹر جے۔ آر۔ راے	۱۶
نونہالوں کی موت (نظم)	مولوی وحید الدین سلیم پانی پتی	۲۱
نکولو میکیولی اور اس کا فلسفہ	پروفیسر محمد حامی الدین رفیق ایم اے	۲۴
غزل نعتیہ	مولوی عبد الماجد بی اے	۳۳
تین اور تیرہ سات اور پانچ	خان بہادر مرزا سلطان احمد	۳۴
افادات شاد	مولوی سید علی محمد شاد عظیم آبادی	۴۰
غزل نعتیہ	مولوی سید محمد فاروق (شاہپوری)	۴۱
شکریہ	م۔ ح۔ مسلم	۴۲
غزل	ماسٹر باسط علی باسط بسوانی	۴۳
پردہ (نظم)	حکیم جگر صدیقی زمیندار بسوان	۴۴
غزل	منشی صدر الدین سرشار (کمنڈوی)	۴۵
نقد و تبصرہ	"ناظر"	۴۶

نظرے خوش گذرے ۵۴

الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر و پبلشر۔ اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُردو کی بہترین کتابیں

نفیس اور دیدہ زیب کتابوں کی خریداری پر کمیشن دیا جائے گا

کمیشن کے متعلق شرائط کی خریداری پر

مرزا غالب مرحوم

اردوئے معلی ۲ جلد
عود ہندی ۱۲/
دیوان غالب مکمل و مدلل ۲ جلد سے
نکات غالب ۸/

سرسید احمد خان مرحوم

تفسیر القرآن جلد ۱ تا ۶
خطبات احمدیہ ۷/
آثار الصنادید للعہ/
مضامین سرسید الاخلاق للعہ/
مکمل مجموعہ لکچر للعہ/
اسباب بغاوت ہند ۸/

نواب محسن الملک مرحوم

مضامین سرسید الاخلاق للعہ/
مجموعہ لکچر للعہ/
خطبات پنجاب ۳ جلد معہ/

مولوی محمد ذکاء اللہ مرحوم

تاریخ ہندوستان ۱ جلد معہ ۹/
تاریخ عہد انگلشیہ ۸/
آئین قیصری ۸/
کرزن نامہ ۷/
صحیفہ فطرت ۷/
محاربات عظیم ۸/
تعلیم الانتظام ۸/
فلسفہ امثال ۸/
اہل عرب کا جبر و مقابلہ ۶/
معاون الحساب ۱۲/

مولوی سجاد مرزا بیگ دہلوی

الانسان ۷/
الاستدلال ۸/
حکمت عملی ۸/
تسہیل البلاغت ۷/
تمنائے دید ۱۰/

مولوی نشاء اللہ ڈپٹی وطن

ترک تیموری ۴/
حالات قسطنطنیہ ۸/
تاریخ فرانکش و مغرب الاقصیٰ ۱۳/
حالات عراق و عرب و عثمان ۷/

مولانا آزاد مرحوم

آب حیات ۸/
دربار اکبری ۸/
سخندان فارس ۸/
نگارستان سخن ۸/
بزنگ خیال ۱۲/
دیوان ذوق ۷/

مولوی سید احمد دہلوی مرحوم

راحت الانی ۴
رسوم دہلی ۴
تسخیر شوہر ۱۲/
مہر افروز بیگم ۱۰/
انشاء ہادی النساء ۸/
لغات النساء للعہ/
علم اللسان ۸/

مرزا حیرت دہلوی

غیر الرسول ۱ جلد ۷/
کنات شہادت ۲ جلد ۷/
قصہ حاجی بابا اصفہانی ۷/
روز البصرت کامل ۷/
الف لیلہ نیا زاد ۷/
الف لیلہ شہرزاد ۷/

مولانا حالی مرحوم

حیات جاوید مجلد ۸/
یادگار غالب ۸/
حیات سعدی ۴
دیوان حالی ۴
مقدمہ شعر و شاعری ۴
مسدس حالی ۴ ۸/
جواہرات حالی ۴
بیوہ کی مناجات ۲/

مولانا شہری مرحوم

حیات انیس ۷/
ایشیائی شاعری ۸/
نور جہان بیگم ۸/
ٹیپو سلطان ۸/
حیدر علی سلطان ۴
اردو کی ڈالی ۳/
اردو کا گلدستہ ۴

مولانا اسلم جیراجپوری

حیات حافظ ۴
حیات جامی ۸/
علوم عرب ۴
خواتین ۴

مولانا نذیر احمد مرحوم

ترجمہ القرآن المقابل ۷
حائل شریف مترجم ۷
مطالب القرآن ۸/
الحقوق والفرائض ۴
اجتہاد ۸/
مبادی الحکمۃ ۸/
رویائے صادقہ ۴
موعظہ حسنہ ۴
ابن الوقت ۴
ایامیٰ ۴
فسانۂ مبتلا ۴
مراۃ العروس ۱۰/
بنات النعش ۹/
توبۃ النصوح ۹/
منتخب الحکایات ۶/
چند پند ۶/
مجموعہ نظم بینظیر ۴
مکمل مجموعہ لکچر ۲ جلد ۴

مولوی حبیب الرحمن خان شروانی

سیرۃ الصدیق رض ۴
علمای سلف ۸/
اسلامی اخلاق ۸/

مولانا شبلی مرحوم

سیرۃ النبی جلد اول مجلد بغیر ۸/
جلد دوم مجلد ۸/
آغاز اسلام ۸/
الفاروق ۷ و ۸/
سیرۃ النعمان ۴
الغزالی ۷ و ۴
المامون ۴
سوانح مولانا روم ۷/
سفرنامہ مصر و شام و روم ۴
مضامین عالمگیر ۸/
رسائل شبلی ۴
مقالات شبلی ۴
موازنہ انیس و دبیر ۷/
شعر العجم جلد اول ۷/
" جلد دوم ۷/
" جلد سوم ۷/
" جلد چہارم ۷/
" جلد پنجم ۷/
مجموعہ کلام شبلی اردو ۱۲/
کلیات فارسی ۷/
اسلامی حکومت ۱۲/
اسلامی مدارس ۱۲/
مثنوی صبح امید ۱۲/

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

سنہ ۱۹۲۲ و ۲۳ء کی جدید کتابیں

(تصانیف مولانا راشد الخیری دہلوی)

شب زندگی - حصہ دوم - پہلا حصہ متعدد بار چھپ کر مقبول ہو چکا ہے - یہ حصہ حال ہی میں شایع ہوا ہے قیمت عہ/

سمرنا کا چاند - اس دلچسپ ناول کے مطالعہ سے تہذیب جدید کے خط و خال نمایاں طور پر پیش نظر ہو جائیں گے قیمت عہ/

آفتاب دمشق - اس تاریخی ناول میں اسلام و نصرانیت کی معرکہ آرائی کا نقشہ دکھایا گیا ہے قیمت عہ/

(تصانیف منشی امیر احمد علوی بی اے)

اردو شاعری - یہ مضمون عصمہ ہوا رسالہ اردوئے معلی میں شایع ہو کر بہت مشہور ہو چکا ہے اب کتابی صورت میں چھاپا گیا ہے - قیمت ۸/

تذکرۂ رند - یعنی آتش کے شاگرد نواب سید محمد خان رند کے حالات معہ اشعار منتخب قیمت ۴/

(متفرقات)

بندگی - یعنی امام ابن تیمیہ کی کتاب العبودیت کا ترجمہ از سید ولی اللہ بی اے ایل ایل بی - جسکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آزادی و غلامی میں کیا فرق ہے اور اتباع سنت اور جہاد فی سبیل اللہ کے کیا معنی ہیں قیمت عہ/

نظام حیات انسانی - یہ اسم بامسمی رسالہ سنسکرت کی ایک قدیم کتاب کا ترجمہ ہے جو انگریزی میں منتقل ہونے کے بعد بابو بنسی لال سنگھ وکیل ہائیکورٹ نے لباس اردو سے مزین کیا ہے قیمت ۸/

بحر المحبت - مولوی عبد الماجد بی اے نے مصحفی کی اس نایاب مثنوی کو جدید طرز تصنیف پر باضافہ مقدمہ و تشریحات پہلی بار شایع کیا ہے قیمت ۱۲

دیوان حسرت موہانی - مولانا حسرت موہانی کے متعدد چھوٹے چھوٹے دیوان وقتاً فوقتاً چھپتے رہے اب سنہ ۱۹۰۳ء سے سنہ ۱۹۱۹ء تک کا کل کلام یکجا شایع ہوا ہے عہ/

مثنوی درد دل - مولوی بشیر الدین احمد دہلوی خلف مولانا نذیر احمد مرحوم جن کی متعدد تصانیف و تراجم مقبول ہو چکے ہیں یہ انھیں کی نالۂ دلگیر کی صدا ہے قیمت ۸/

تصویر خیال - عالم ہستی کی طرف سے فرزند کی کشمکش دنیا کی نظر فریب دلچسپیاں موت کے بعد کی کیفیت دوزخ و اعراف و جنت کے نظارے، اس خیالی تصویر میں دکھائے گئے ہیں مصنف کا فرضی نام اسحاق سلیم ہے قیمت ۹/

اسلامی مساوات - از مولوی محمد حفیظ اللہ آنریری سکرٹری مسلم ایجوکیشنل کانفرنس پھلواری شریف - رسالہ کا مقصد خود کتابچہ کے نام سے ظاہر ہے قیمت ۸/

مجموعۂ کلام جوہر - مولانا محمد علی بی اے کا کلام قیمت ۴/

سیاحت ہوا - فرانس کے مشہور ناول نویس جولیس وان کے ایک مشہور علمی فسانہ کا ترجمہ سید محمود اعظم فہمی نے کیا ہے قیمت عہ/

ملا بار و موپلا - سنہ ۱۹۲۱ء کے ہنگامہ سے پہلے شمالی ہند میں موپلا کا نام بالکل اجنبی تھا - مگر اب سب جانتے ہیں کہ جنوبی ہند میں مسلمانوں کے ایک فرقہ کا نام موپلا ہے جو ساحل ملابار پر رہتی ہے مولانا آزاد سبحانی صاحب نے اس رسالہ میں اس حصہ ملک اور اس بہادر قوم کے حالات لکھے ہیں قیمت ۸/

ملنے کا پتہ - الناظر بک ایجنسی، لکھنؤ

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ ۱۹۲۳ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ لکھکر بھیجدیجئے۔ مذکورۂ بالا جنتری آپ کی خدمت میں روانہ کردی جائے گی۔

خاص ڈاکٹر ایس کے برمن کے کیمیا خانہ کا تیار کردہ کیشراج تیل

فائدہ اور خوشبو کے لحاظ سے یہ ایک ہی تیل ہے

آج کل سیکڑوں قسم کے خوشبودار تیل بازار و نمین بکتے ہین جو ظاہری چمک دمک اور خوشبو مین ایک دوسرے سے بڑھ چڑھکر ہوتے ہین۔ مگر ان تیلون مین وائٹ آئل عموماً جزو ہوتا ہے جو بجاے فائدہ کے دماغ اور بالون کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ ایسے تیلون کے چند روزہ استعمال سے بال بوقت سفید ہوجاتے ہین۔ آنکھ اور دماغ سے خاص تعلق ہے۔ اس لیے ایسے تیل دماغ مین گرمی پہنچاکر آنکھ کو بھی نقصان پہنچاتے ہین اور یہی وجہ ہے کہ آج کل کے نوجوانون کو بے وقت چشمہ کی ضرورت ہوجاتی ہے۔ ان سب خرابیون کو مدنظر رکھ کر کیشراج تیل کی تیاری مین خوشبو سے زیادہ فائدہ کا خیال رکھا گیا ہے۔ اسکے لگانے سے جڑین مضبوط اور بال مثل بھونرے کے سیاہ اور گھونگھر والے ہوجاتے ہین۔ یہ دماغ کو ٹھنڈک اور دل کو فرحت پہنچاتا ہے۔ قیمت فی شیشی عہ محصول ڈاک ۷/

ہیلک

یہ ہر قسم کے گھاؤ۔ درد۔ ہاتھ موچ۔ گانٹھ۔ گلٹی۔ جھائی۔ دھاسہ حکیہ۔ ہاتھ پیرون کا پھٹنا۔ روکھا پن نیز آگ سے جلے ہوئے گھاؤ۔ جلن چوٹ کی وجہ سے درد یا خون کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے لیے حکمی دوا ہے۔ جو ہے بلی بکری برنی۔ بچھو وغیرہ۔ گی کاٹی ہوئی جگہ سے زہر دور کرنے کے لیے ہیلک ایک نسخہ یہ دوا ہے۔ فٹ بال۔ کرکیٹ جمناسٹک کے کھلاڑیون کے لیے ہیلک روزانہ استعمال کی چیز ہے۔ اسکے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہین ہوتی۔ فی زمانہ اس قسم کی تمام دوائیون کے تجربہ کرنے پر ہیلک سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے۔ ہر گھر گرہست کو ہیلک کی ایک ڈبیہ ضرور رکھنا چاہیے۔ قیمت فی ڈبیہ ۱۰/ محصول ڈاک ۶/

ایجنٹ۔ ڈاکٹر گنگا رام جبلی، چوک لکھنؤ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

نمبر ۱۴۱ جلد ۲۴ ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء

فیہ مافیہ

(اثر: "چلبی")

ایڈیٹر صاحب کی عنایت سے اس اشاعت کے ساتھ یہ ایک جدید سلسلہ شذرات شروع ہوتا ہے۔ اس سلسلہ مین عموماً اُن عنوانات پر نظر کی جایا کرے گی جو باوجود اپنی اہمیت کے کسی طویل مقالہ یا مفصل بحث کے محتاج نہین۔ مقصد اس تحریر کا انشاء اللہ ہمیشہ یہ رہیگا، کہ علمی، سیاسی، معاشری ہر قسم کی تحریکات حاضرہ و حوادث حالیہ پر حق و صداقت کے ساتھ اسلامی نقطۂ خیال کی ترجمانی ہوتی رہے۔ اشخاص و حوادث دونون پر تنقید ہوگی، گو کوشش یہ رہیگی، کہ تنقید مخالفانہ کے وقت حتی الامکان ذاتیات سے دامن آلودہ نہ ہونے پائے، البتہ ناگزیر صورتون مین اس سے مفر نہ ہوگا۔ الناظر کے ایڈیٹوریل کی تائید لازمی نہ ہوگی۔ نصب العین اصلاح رہیگا۔ رائے مین غلطی ہونا لازمۂ بشریت ہے لیکن اگر خدا کو منظور ہے تو نیت مین فساد نہ پیدا ہوگا۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔

یہ مقاصد و عزائم ایک بیکس و درماندہ بندہ کے ہین، جسکو اپنی خطاکاریون کا پورا اعتراف ہے۔ ان ارادون کا نباہ صرف اُسکے ہاتھ مین ہے، جو سب اسباب پر قدرت رکھتا ہے، جو دلون کے اسرار سے واقف ہے، اور جو عاجزون اور درماندون کی اپنی توفیق سے دستگیری کرنے والا ہے۔ جو عدم محض سے ساری کائنات کے

پیدا کرنے پر قادر ہو، جو پانی کی ناپاک بوندوں کو ارسطو و فلاطون، کینٹ و ڈارون بنا دیتا ہو، اور جس نے کفر و شرک کی گمراہیوں میں پڑے ہوئے افراد کو صحابہ کرام اولیا عظام کے مرتبہ پر پہنچا دیا ہو، اُس کے فضل و کرم سے کیا بعید ہو، کہ ایک عصیان مجسم کو اس کی توفیق دے دے، کہ وہ راہ حق و دیانت میں کچھ خدمات انجام دے سکے۔ ایک مسلم ہستی کو بعد اعتراف توحید سب سے پہلی جو تعلیم دی جاتی ہو وہ یہی ہو کہ فضل خداوندی کی طلب کرے، اور بصد تضرع و الحاح منھ پھوڑ کر یہ عرض کرے،

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○	"ہمیں راہ راست دکھا تا، یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنا فضل و کرم کیا ہو، نہ کہ ان لوگوں کی روش جو تیرے غضب میں آچکے ہیں یا بھٹکے ہوئے ہیں"

غرض اپنے بے بساطی و نااہلی کے احساس کے باوجود محض توفیق خداوندی کے بھروسہ پر خدائے قادر و توانا کا نام لیکر اس خدمت کا آغاز کیا جاتا ہو۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ۔

سال رواں کے واقعات میں اسلامی ہند کے لیے ایک اہم واقعہ ڈاکٹر اقبال کا ناٹ کے خطاب سے سرفراز ہونا ہو۔ متعدد مسلمان اخبارات نے اس واقعہ پر سخت ناخوشی کا اظہار کیا ہو بخلاف اس کے بعض نے مبارکباد پیش کی ہو۔ لیکن اگر مزید غور و تعمق سے کام لیا جائے، تو دونوں فریق افراط و تفریط میں مبتلا نکلیں گے۔ موجودہ خطابات کے معنی بجز اسکے اور کچھ نہیں، کہ حکومت کی جانب سے خطاب یاب فرد کی عزت باعظمت کا اعتراف ہو۔ عزت کے متعلق ہر مسلم ہستی کا عقیدہ یہ ہو کہ اس کی اصل مستحق صرف ذات رب العزت ہے کہ

وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (جاثیہ ع ۴)	زمین و آسمان کی سب بڑائیاں اسی کو سزاوار ہیں۔

حقیقی عزت کا اہل صرف رب الارباب و ملک الملوک ہو، جو خود اپنے متعلق ارشاد فرماتا ہو، کہ

اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (یونس ع ۷) عزت ساری کی ساری خدا ہی کی ہو

آفتاب کے پرتو سے ذرات خاک بھی چمکنے اُٹھتے ہیں۔ اسی طرح اس عظمت و کبریائی کا ایک حصہ اُن انسانی ہستیوں کے بھی نصیب میں آجاتا ہو۔ جو اپنے تئیں صفات آلیہ سے متصف کر چکے ہوتے ہیں۔ یعنی انبیائے کرام اور عام صالحین و مومنین۔ ارشاد ہوتا ہو کہ

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (منافقون۔ع۱)

عزت کر خدا، اُس کے رسول، اور مومنین کی ہے البتہ منافقین اس کو نہیں سمجھتے۔

نوع انسانی کی تقسیم مرد و عورت، اور مختلف قبایل و جماعات میں، تو باہمی شناخت و امتیاز کی سہولتوں کی غرض سے کر دی گئی ہے ورنہ جہانتک عزت و تکریم کا تعلق ہے جو شخص جتنا زیادہ صاحب تقویٰ یا پرہیزگار ہے، وہی خدا کی نظر میں اس کا زیادہ حقدار ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (حجرات ع۲)

جو بارگاہ رب العزت سے راندہ ہو چکا، اُسے کوئی مجازی دربار معزز نہیں بنا سکتا۔

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ (حج ع۲)

جسکو خدا ذلیل کرے اُسے کوئی عزت دینے والا نہیں

حصول عزت کی تمنا ہے تو یاد رہے، کہ ساری عزت کا سزاوار تو حق سبحانہ وتعالیٰ ہے اور اسکے سامنے باعزت ہونے کا ذریعہ صرف اعمال صالحہ ہیں جو اس کے حضور تک پہنچتے ہیں اور وہی حق تعالیٰ نیک عمل کرنے والوں کے درجہ کو بلند کرتا رہتا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (فاطر۔ع۲)

بعض نادان ایسے بھی ہیں، جو مسلمانوں کے علی الرغم کفار سے میل ملاپ رکھتے ہیں شاید اس طمع میں کہ اس سے حصول اعزاز ہو سکے گا، سو یہ نادان اس پر بھی حقیقت کو فراموش کیے ہوئے ہیں کہ عزت تو صرف خدا ہی کی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (نساء ع۲۰)

کفر و اسلام، ظلمت و نور کے درمیان رشتۂ موالات بہر صورت و بہر حال ممنوع ہے۔ چہ جائیکہ کسی قوم سے رشتۂ موالات جوڑنا اور اُس کے سامنے دست طلب پھیلانا، جو اپنی عداوت اسلام کا بارہا ثبوت دے چکی ہو! ایسی قوم کے ساتھ محبت و دوستی رکھنے کی قطعی ممانعت کی تصریح ایک جگہ نہیں متعدد مقامات پر کلام خداوندی میں موجود ہے۔ مثلاً

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ ۔ (آل عمران ع ۳)

مسلمانوں کو نہ چاہیئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو اپنا دوست بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس سے اور اللہ سے کچھ سروکار نہیں

یا مثلاً

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (نساء ع ۲۱)

ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو اپنا دوست نہ بنانا۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ خدا کا صریح جرم اپنے اوپر عائد کرو۔

یا پھر مثلاً۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (مجادلہ ع ۳)

جو لوگ خدا اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں ان کو تو (اے پیمبر) تم نہ پاؤ گے، کہ خدا اور رسول خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھیں خواہ وہ لوگ اُن کے باپ، یا بیٹے یا بھائی یا اور کنبہ والے ہی کیوں نہ ہوں۔

پس اگر یہ ثابت ہو جائے، کہ ڈاکٹر اقبال نے حکومت وقت سے دوستی و محبت رکھی، اور اسکے سامنے اس عزت کی طلب کی، تو بے شبہ اُن کا یہ فعل سخت ترین سرزنش و نفرین کا مستحق قرار پائیگا لیکن اس کے لیے قطعی ثبوت اور شہادت معتبر کی ضرورت ہے محض خطاب یا بی اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ موصوف نے کارکنان حکومت سے تعلقات محبت قائم رکھے اور اُن کے سامنے حصول خطاب کی خواہش پیش کی۔ جب تک یہ صورت ثابت نہ ہو جائے، ہر مسلمان کو بدگمانی کے گناہ سے بچنا چاہیئے (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (حجرات ع ۲) اسکے بعد دوسرا احتمال یہ رہ جاتا ہے کہ حکومت نے از خود ڈاکٹر اقبال کی ادبی و حکیمانہ عظمت کا اعتراف کیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو موصوف پر قطعاً کسی طرح کا الزام نہیں عائد ہو سکتا۔ کمال جب ایک مرتبۂ خاص سے متجاوز ہو جاتا ہے، تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مخالفین تک کو اعتراف کرنا پڑتا ہے اور صاحب کمال کی اس سے بڑھ کر خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے۔

تاریخ اسلام اس قسم کے واقعات سے بیگانہ نہیں حضرات صوفیہ میں بہ کثرت ایسی ہستیاں نظر آئیں گی جن کے معتقدین میں مسلمانوں سے زائد اقوام غیر کی تعداد ہے۔ یہ اعتقاد و ارادت کیا ہے؟ ایک مسلم کی روحانی قوت کا غیر مسلموں کی طرف سے اعتراف۔ بعض صحابہ کرام کی دیانت پر کفار کو اس قدر اعتماد تھا، کہ اپنے آپس کے خصومات میں وہ ان حضرات کو ثالث بناتے تھے اس سے بھی واضح تر و محکم تر سند اُسوۂ یوسفی میں ملتی ہے حضرت یوسف علیہ السلام کی بیگانہی، عصمت، و عظمت اخلاقی کا سکہ جب ملک پر بیٹھ گیا، تو غیر مسلم فرمانروائے وقت نے اُنھیں "مکین و امین" کے لقب سے ممتاز کیا (قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ) اس پر اس نبی برحق نے نہ کچھ برہمی کا اظہار کیا، نہ اس عزت کو واپس فرمایا، بلکہ اُلٹے اور مطالبہ کیا، کہ اگر مجھ کو اس اعزاز و اعتبار کا اہل سمجھتے ہو، تو مجھے وزارت مال (فنانس ممبری) کا منصب دو۔

قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ (یوسف ع ۷)

مجھے سرکاری خزانوں کا حاکم مقرر کیجئے کہ میں خوب حفاظت کر سکتا ہوں، اور (اس کاروبار سے خوب واقف ہوں)

سب سے بڑی اور سب سے زیادہ مضبوط نظیر حضور سرور کائنات صلعم کی ہے۔ کفار مکہ جس درجہ کی عداوت رکھتے تھے معلوم ہے۔ با این ہمہ سردار دو عالم کی امانت و دیانت و پاکیزگی اخلاق کا اعتراف ان اشقیا کو بھی کرتے ہی بنا، اور اُنھیں نے "امین" کا خطاب دیا۔ تاریخ و سیر میں یہ واقعہ درج ہے لیکن کہیں نہیں درج ہے کہ سرور انبیا صلعم نے اس خطاب کو واپس فرمایا ہو، یا اس لقب سے بیزاری ظاہر فرمائی ہو۔ پس اگر اقبال کی ادبی و حکیمانہ عظمت کا اعتراف حکومت وقت نے از خود کر کے انھیں اس خطاب سے سرفراز کیا، تو اس میں غریب اقبال کا کیا قصور، یہ تو اُن کے انتہائے کمال کی دلیل ہے۔ اُس عاشق کی خوش نصیبی میں کسے کلام ہو سکتا ہے کہ جسے رقیب روسیہ تک سرٹیفکٹ دے۔

"دانایان فرنگ" نے بالآخر قادر علی الاطلاق کے جوڑ پر اپنے ہاں ایک عظیم الشان مجلس اقوام" کا صنم اکبر پیدا ہی کر لیا، جو پرستاران سیاست کی نظر میں "رب الارباب" کا حکم رکھتا ہے۔ اس انجمن کا ایک شعبۂ علمی بھی ہے جسکا مقصد تمام مہذب شائستہ و روشن خیال اقوام کے درمیان علمی تعلقات اخوت و محبت پیدا کرنا ہے۔ اس شعبہ کی جانب سے حال میں جو روئداد شائع ہوئی ہے اُسکے اقتباسات انگریزی

اخبارات کی وساطت سے ہندوستان بھی پہونچے ہین۔ یورپ کی رفتار تمدن اُسے جس آخری منزل کی جانب لیے جارہی ہی، اس کی کیفیت خود اس کی زبان سے سننے کے قابل ہی۔

کمیٹی کے ارکان محققین اس تمہید کے بعد، کہ یورپ کے اکثر علمی و ذہنی مرکزون کی حالت حد درجہ تاسف انگیز ہی، تحریر فرماتے ہین کہ

"مشہور اور قدیم یونیورسٹیان جان بلب ہورہی ہین"

اور

"قریب ہی کہ اعلیٰ ترین بیوت الحکمۃ (اکاڈمیون) اور سائنٹفک تجربہ گاہون (لیبوریٹریون) کو بالکل ٹوٹ جانا پڑے"

پھر اتنا ہی نہین کہ کاغذ و سامان طباعت کی گرانی نے اشاعت علوم و کتب کو شدید صدمہ پہنچادیا ہی بلکہ بعض ممالک مین تو یہ نوبت پہنچ گئی ہی کہ

"افلاس و تنگدستی عنقریب ہر قسم کی علمی زندگی کا خاتمہ کیا چاہتی ہی"

روس کی حالت اور زیادہ نازک و مایوس کن ہی۔

یہ حالت کن ممالک کی ہی؟ اُن کی جنھین کل تک اپنے علوم و فنون، تہذیب و شائستگی پر ناز تھا۔ یہ عالم سکرات کن اقوام پر طاری ہی؟ اُن پر جو کل تک نشۂ قوت و زعم شباب مین سرمست تھین۔ یہ شام زوال کس تمدن کی ہی؟ اُس کی جسکا آفتاب اقبال ابھی نصف النہار پر تھا۔ یہ لازمی نتیجہ ہونا تھا، بداعمالی، خود پرستی و خدا فراموشی کا۔ قانون فطرت ہمیشہ سے یہ رہا ہی کہ جن قومون نے آیات الٰہی حق، صداقت، دیانت، ایمان، و اعمال صالحہ کو پس پشت ڈالکر اپنا معبود جاہ و سلطنت، ملک و مال، قوت و مادیت کو ٹھیرالیا، اُنھین آہستہ آہستہ غیر محسوس طریقہ پر زوال و ہلاکت کے گڑھے کی جانب گھسیٹ کر لاڈالا گیا ہی اُن کا سب سے بڑا بھروسہ اپنی تدبیر و حکمت پر رہا کیا ہی، لیکن بالآخر ہمیشہ وہی ہستی اُن پر غالب آئی ہی جو اُن کے تمام مدبرون سے مدبر تر اور اُن کے تمام حکماء سے حکیم تر ہی۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ (اعراف ۲۳)

جن لوگون نے ہماری نشانیون کو جھٹلایا ہم اسطرح آہستہ آہستہ انھین ہلاکت و بربادی کی طرف کھینچتے لے جاتے ہین کہ انھین خبر بھی نہین ہوتی اور ہم انکو مہلت بھی دیتے رہتے ہین اسلیے ہماری چال بڑی پکی چال ہی

اس ارشاد سے چند سطرین پہلے ایک اور قوم کا ذکر ہے، جس کے جزئیات تک موجودہ متمدن اقوام پر منطبق ہوتے ہین۔ یہ ایسی قوم تھی، جو الطاف الٰہی سے سرافراز کی گئی تھی طرح طرح کی نعمتین اُسے دی گئی تھین، لیکن اُس نے اپنی یہ کینچل اُتار دی، اور شیطان کے ورغلانے مین آکر گمراہ ہوگئی۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ (اعراف-۲۲)	اے پیغمبر اُن سے اس کا حال بیان کردو جس کو ہم نے اپنی کرمات عنایت کی تھین، پھر اُس نے وہ کینچل اُتار دی، اور شیطان اُس کے پیچھے لگا، اور اُس نے گمراہی اختیار کی۔

آج یورپ کو دولت، جاہ، حکومت، سب طرح کی دنیوی نعمتین حاصل تھین لیکن بجاے خداپرستی کے اُس پر خود پرستی کا شیطان سوار ہے۔

اگر وہ قوم راہ نیک اختیار کرتی، تو خدا مزید برکات سے سرافراز کرتا، لیکن اُس نے نفس پرستی کی روش اختیار کی۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ۔	اگر ہماری مشیت ہوتی تو ہم اس کا مرتبہ بلند کرتے لیکن اُس نے پستی مین گرنا چاہا اور اپنے خواہش نفس کے پیچھے لگا رہا۔

بعینہٖ یہی حال یورپ کا ہے۔ بجاے اس کے کہ وہ انعامات الٰہی کی قدر کرتا، اور نیک کاری و خداترسی اختیار کرکے اپنے تئین مزید لطف و کرم کا مستحق بناتا، اُلٹا ہوس پرستیون مین لگ گیا، خشیت الٰہی مظلومون کی حمایت، کمزورون پر شفقت، اور محتاجون کی دستگیری چھوڑ کر ظلم و ستم، مکر و فریب سے اپنی خود پرستی کے دوزخ کو بھرنا شروع کردیا۔

اُس پچھلی بدبخت قوم کی مثال حریص کتے کی سی ہوگئی تھی کہ اُسے دُتکارو تو بھی زبان لٹکائے رکھتا ہے، اور اُس کے حال پر چھوڑ دو تو بھی۔

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا۔ (اعراف-۲۲)	اسکی مثال کتے کی ہوگئی کہ اُسے نکالو گے تو بھی زبان باہر لٹکائے رکھتا ہے اور اُس کے حال پر چھوڑ دو تو بھی یہی مثال اس قوم کی ہے جس نے ہماری نشانیون کو جھٹلایا!

ٹھیک یہی مثال آج یورپ کی سلطنتون پر چسپان ہوتی ہے۔ جوع الارض (امپریلزم) اور زر پرستی (کیپٹل ازم) ان پر اسدرجہ غالب آچکی ہے کہ یہ اپنی چالون مین کامیاب ہون تو اور نہ کامیاب رہین تو دونون

سورتون مین لعنت ہوس اُن کا پیچھا نہین چھوڑتی۔

چند لفظون کا فرق دیکر اس قوم کے مزید خصوصیات ارشاد ہوتے ہین۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ	اُن کے دل ہوتے ہین مگر سوچنے سمجھنے کا کام نہین لیتے اُنکے
أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ	آنکھین ہین مگر دیکھنے کا کام نہین لیتے اُن کے کان بھی ہین
لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ	مگر سننے کا کام نہین لیتے۔ یہ لوگ تو گویا چارپایہ ہین بلکہ اور
أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (اعراف-۲۲)	اُن سے بھی گئے گذرے۔ یہی وہ لوگ ہین جو مدہوش غفلت ہین

یورپ کی موجودہ زندگی حرف بحرف اِن بیانات کی مصداق ہی اِن کے کان ہین مگر ٹرکی، مصر، ہندوستان، ایران، وافریقہ کے مظلومون اور زیردستون کی صدائے نالہ وفریاد سننے کے لیے نہین اُن کے آنکھین ہین مگر ہندوستانی مخلوق کی فاقہ کشی، سمرنا مین ترکی خواتین کی بیحرمتی، اور سارے مشرق مین مساجد، مقابر، ومعابد کی توہین دیکھنے کے لیے نہین اُن کے دل ہین مگر زبردست اقوام کی خواہش آزادی کے شور وغل، مطالبہ ومظاہرہ سے متاثر ہونے کے لیے نہین۔ ایسی صورت مین اگر اُن کو چوپایون سے بھی گیا گذرا ہوا سمجھا جاے تو کیا بیجا ہی؟

ایسی قوم کا جو انجام ہونا ہی اُس کی پیش بینی ہر عقل سلیم کر سکتی ہی۔

چند ہفتہ ہوے یورپ سے ایک مشہور رقاصہ اور ایکٹرس مس میری لائڈ کی وفات کی خبر موصول ہوئی جس کے اندر تاریک خیال مشرق کے لیے بہت کچھ سامان عبرت موجود ہی۔ مس لائڈ نے جب اول اول اسٹیج پر قدم رکھا ہی تو حسن وشباب کا مجسمہ تھین۔ رعنائی وزیبائی اُن کی سہیلیان تھین۔ نزاکت ولطافت اُن کی ایک ایک ادا پر قربان تھی، حسن پرستون نے آنکھون پر بٹھایا۔ رنگین مزاجون نے آستانۂ ناز کو بوسہ دیا، شہرت نے تالیان بجا کر اُنھین ہاتھون ہاتھون لیا، اور مقبولیت نے اُن کے کمالات کا نقارہ بجایا۔ اخبارات نے تصاویر شایع کین، رسائل نے مضامین لکھے، اور ارباب ذوق دنیاے متمدن کے گوشہ گوشہ مین اُس حسن کی دیوی کا راگ گانے لگے۔ آمدنی کی یہ کیفیت کہ اسٹیج پر اس پیکر محبوبی کا نمودار ہو جانا درشنی ہنڈی یا اگر اتفدر ریک کے مرادف تھا شکل دیکھتے ہی قدردانون کی جماعت بے اختیار ہو جاتی اور سیم وزر کی بارش شروع ہو جاتی۔ سنڈے ٹایمز کی روایت ہی کہ موصوفہ سے بڑھکر انگلستان مین آج تک کسی رقاصہ کی آمدنی نہین

ہوئی۔ ہزار ہا روپیہ ایک شب مین ملجانا دشوار نہ تھا۔

لیکن آفتاب شباب کبتک نہ ڈھلتا۔ امتداد وقت نے بالآخر اپنا اثر دکھایا۔ رخسارون کے پھول کمھلاے۔ چہرہ پر بجاے مارالشباب کے رنگ وروغن کے جھرّیون نے اپنا تسلط جمایا۔ تازگی گئی، اُداسی آئی شادابی اُڑی، پژمردگی چھائی۔ توانائی مٹی، ناتوانی اُبھری۔ آواز کی دلآویزی دشیرینی کی جگہ کرختگی وناہمواری نے لی نوبت یہان تک پہنچی، کہ گذشتہ ستمبر مین جب یہ معمر فسیعفہ اسٹیج پر تشریف لائین تو حاضرین اُن کے بوڑھے غمزون پر ہنسی نہ ضبط کرسکے، اور بے اختیار آوازہ کسنا شروع کردیے۔ کسقدر عبرت کا مقام تھا کہ کل تک جس اسٹیج پر اُسے پریرویون کا سرتاج سمجھا جاتا تھا آج اُس بڑھیا ڈائین کے ساتھ اُسی اسٹیج پر معمولی رواداری کے برتاؤ سے بھی گریز تھا ابھی معنے ہین اس ارشاد ربانی کے کہ ہم جسکی عمر بڑھاتے ہین

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ (یٰسٓ - ع ۵)

اُس کے قوی کو کمال پر پہنچاتے ہین۔ اُسے پھر بناوٹ مین الٹا گھساتے بھی ہین۔ اور کمال کو زوال مین تبدیل کردیتے ہین۔ کیا یہ لوگ ہماری اس قدرت وحکمت کو نہین سمجھتے۔

اکتوبر مین یہ تصویر عبرت آخری مرتبہ اسٹیج پر آئی۔ اسوقت ایک ڈاکٹر سہارا دینے کے لیے ہمراہ تھے۔ تماشہ کے بعد ہی غش آیا۔ تیماردار اُٹھاکر مکان لائے۔ مگر یہ مکان ذاتی نہ تھا۔ بڑھاپے کی تنگدستیون نے ذاتی مکان فروخت کردینے پر مجبور کردیا تھا، اور آخر عمر مین سکونت ایک عزیزہ کے ہان تھی یعنی کل تک جسکے ایک ایک ٹھوکر پر سیم وزر کا انبار لگ جاتا تھا، وہ آج ایک ایک کوڑی کو محتاج تھی۔ ہفتون غذا تقریباً ترک رہی کسی وقت خواہش ہی نہین ہوتی تھی۔ ہر وقت ایک غفلت وغنودگی بلکہ نیم بیہوشی کی کیفیت طاری رہتی تھی، زندگی کی آخری رات ساری کی ساری آتشدان کے سامنے اکڑون بیٹھے ہوے گذاری۔ دوسری صبح کو طایر روح قفس جسم سے آزاد ہوا۔ ہزار کائنات ہمارے حسن وجمال، دلربائی ودلبری کی، اور یہ ہی بساط ہمارے ان عشق وجانبازی، محبت وسرفروشی کی!! اس قسم کے حسن وعشق کا یہ انجام ہونا لازمی تھا۔ (مولانا ے روم)

عشقہاے کز پے رنگے بود
عشق نہ بود عاقبت ننگے بود

فارسی شاعری کے اولین نمونے

ہماری اُردو کی طرح فارسی ادبیات کی بسم اللہ بھی شعر سے ہوتی ہے، مگر کب، کس شخص سے اور کس شعر سے؟ اِن سوالات کا کوئی فیصلہ کن جواب آج تک دیا نہ جا سکا۔ غیر محتاط فارسی تذکرہ نویسوں نے اپنی عادت کے موافق فارسی شاعری کو نہایت قدیم زمانوں سے منسوب کر دیا ہے کسی نے بہرام گور متوفی ۴۳۸ء اور اُس کی معشوقہ دل آرام کی متحدہ فکر کو جو ایک شعر نما بول کی صورت میں ظاہر ہوا فارسی شاعری کا سنگ بنیاد قرار دیا۔ کسی نے قصرِ شیرین کی دیوار پر جو خسرو پرویز متوفی ۶۲۸ء کی یادگار تھی ایک شعر کندہ سُنا۔ کسی نے ابو حفص حکیم سغدی کے اِس شعر کو پہلی سعی بتایا ہے ؎

آہوِ کوہی در دشت چگونہ رودا اوندارد یار، بے یار چگونہ بودا

بعضوں نے ابو العباس مروزی کے ع "اے رسانیدہ بدولت فرق خود بر فرقدین" والے قصیدے کا ذکر کیا ہے جو ۸۱۹ء میں المامون عباسی کے ورود مرو کی تقریب میں نظم کیا گیا۔ اِس قصیدہ کے چند شعر تذکروں میں ملتے ہیں جن میں سے دو یہ ہیں۔

کس بدین منوال پیش از من چنین شعری نگفت مر زبانِ پارسی را ہست با این نوع بین
لیک زان گفتم من این مدحت ترا تا این لغت گیرد از مدح و ثنائے حضرتِ تو زیب و زین

اگر یہ شعر معتبر تسلیم کر لیے جائیں جب بھی خود اِنھیں شعروں سے اتنا تو ماننا پڑے گا کہ ابو العباس سے پہلے کسی نے فارسی میں کوئی قابل ذکر شعر نہیں کہے۔ دولت شاہ اور شمس قیس صاحب معاصر الشعاء عجم نے اضطراری مصرعہ غلطان غلطان ہمے رود تا لبِ گور کو رباعی کی بنیاد بتایا ہے اور رباعی فارسی شاعری کی اولین صنف ہے۔ لہذا یہ مصرع فارسی شاعری کی بنیاد ٹھہرا۔

مگر یہ دعاوی مختلف اسباب سے ناقابل قبول اور کم از کم مشتبہ ہیں۔ ان کی تحقیق و تنقید کا موقع کوئی اور ہوگا سر دست ہم مختلف ذرائع سے فراہم کر کے وہ نمونے پیش کرتے ہیں جو زیادہ تر غیر مختلف فیہ اور نسبتہً معتبر ہیں۔

---

(۱) فارسی میں تذکرہ دولت شاہ سمرقندی جو صفت روایات میں ممتاز ہے۔ اور مجمع الفصحا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ ہو)

جسطرح ولی دکنی اُردو شعر کا باباآدم مانا جاتا ہی حالانکہ اِس سے پہلے کئی ریختہ گو ہوگذرے ہین اسی طرح رودکی فارسی شاعری کا باباآدم تسلیم کیا جاتا ہی۔ اگرچہ اِس سے پہلے اور اُس کے زمانے مین کئی فارسی گو ہوگذرے مگر اُن کے کلام کی کمیابی نے اُن کو دولت شہرت سے محروم رکھا۔

قریب قریب مسلم ہی کہ فارسی شاعری کی ابتدا صنف رباعی سے ہوتی ہی۔ یہ ابتدائی کلام تمام صنایع و بدایع سے معرا فطرتی جذبات سے مملو اور اپنی سادگی کے سبب سے کسقدر دلپذیر اور موثر ہین۔

حنظلہ بادغیسی متوفی ۲۱۹ھ

یارم سپند گرچہ بہ آتش ہمے فگند　　از بہر چشم نا نہ رسد مرد را گزند
او را سپند مجمرہ ناید ہمے بکار　　بار دے ہمچو آتش و با خال چون سپند

ولہ

مہتری گر بکام شیر در ست　　تو خطر کن ز کام شیر بجوے
یا بزرگی و ناز و نعمت و جاہ　　یا چو مردانت مرگ رو بار دے

نظامی عروضی کی روایت کے موافق مندرجۂ بالا قطعہ نے احمد المختار کے دل مین حکومت و عظمت کی اُمنگ پیدا کی اور صفاریون کے مقابلہ پر آمادہ کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ معمولی گدھا ہانکنے والے کے پیشے سے ترقی کرکے تاجدار بن گیا۔

محمود وراق متوفی ۲۵۹ھ

نگارینا بنقد جانت ندہم　　گرانی در بہا ارزانت ندہم
گرفتم بجان دامان وصلت　　نہم جان از کف و دامانت ندہم

فیروز مشرقی متوفی ۲۰۳ھ

مرغیست خذنگ او عجب دیدی　　مرغے کہ شکار او ہمہ جانا
دادہ پر خویش گرگش ہدیہ　　تا بچہ اش را برد مہمانا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰) اُردو مین سخندان فارس آزاد جو دولت شاہی کی نسبت زیادہ غیر معتبر ہی اور شعر العجم شبلی جو فارسی شاعری کی بہترین تاریخ اور محققانہ و مبصرانہ تذکرہ ہے ان سب مین یہ شعر مذکور ہین۔ ناظرین اُن مین ملاحظہ فرما سکتے ہین ۱۲

ابو سلیک گرگانی سنہ ۳۰۹ھ

بہ مژہ دل زمن بدزدیدی — اے بلب قاضی و بمژگان دزد
مزد خواہی کہ دل زمن بردی — اے شگفتا کہ دیدہ دزدی و مزد

شہید بلخی

ابر ہمے گرید چون عاشقان — باغ ہمے خندد معشوق وار
رعد ہمے نالد مانند من — چونکہ بنالم سحرگاہ زار

ولہ

اگر غم را چو آتش دود بودے — جہان تاریک بودے جاودانہ
درین گیتی سرائے گر بگردی — خردمندے نیابی شادمانہ

رودکی متوفی سنہ ۳۲۹ھ

سلطان محمود غزنوی کے دربار کے ملک الشعرا عنصری جیسے جلیل القدر شاعر نے اعتراف کیا ہے کہ غزل میں مجھے رودکی کی ہمسری کی مجال نہیں۔ رودکی کا کلام جو کچھ ہم تک پہنچا ہے عنصری کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ تغزل کا نقش اول ہے۔ ہر بیت مطلع ہے پھر بھی تازگی تشبیہ اور بلندی تخیل سے زور طبیعت نمایاں ہے۔ لحوظ خاطر رہے کہ آج جو تشبیہات غزل میں فرسودہ اور اس لیے بے مزہ معلوم ہوتی ہیں وہ رودکی کے کلام میں اول اول نظم ہوئی ہیں۔ لہذا وہ اُس عصر میں کس قدر نظیف و لطیف اور تازہ و شگفتہ ہوں گی۔ ذرا ایک ہزار سال کے فاصلہ سے اُسی نظر سے ملاحظہ فرمائیں[1]

بیار آن مے کہ پنداری روان یاقوت ناب استے — ویا چون برکشیدہ تیغ پیش آفتاب استے
بیا کی گوئی اندر جام مانند گلاب استے — بخوشی گوئی اندر دیدۂ بیخواب خواب استے
سحاب استے قدح گوئی و مے قطرہ سحاب استے — طرب گوئی کہ اندر دل دعائے مستجاب استے
اگر مے نیستے یکسر ہمہ دلہا خراب استے — وگر در کالبد جان را بدیدستے شراب استے
اگر این مے بہ ابر اندر بچنگال عقاب استے — ازان تا ناکسان ہرگز نخوردندے صواب استے

---

[1] ڈاکٹر ایتھے نے اسدی (پسر اسدی طوسی شاعر محمودی) کی لغات الفرس قلمی مولفہ ۴۵۸ھ سے جو دنیا پر قدم پر تین قلمی فارسی نسخہ سمجھا جاتا ہے اور دوسرے ذرایع سے رودکی کی ۲۲ بیتیں جمع کی ہیں۔ مسلم۔

ولہ

چون کشتہ بینی ام دولب کردہ فراز — وانرجان تہی قالب فرسودہ باز
بر بالینم نشستہ می گوئی بناز — "کاے کشتہ ترامن وپشیمان شدہ باز

شیخ ابوالعباس فضل بن عباس معاصر رودکی

پادشاہے گذشت خوب نژاد — پادشاہے نشستہ فرخ زاد
زان گذشتہ زمانیان غمگین — زین نشستہ جہانیان دل شاد
بنگر اکنون بچشم عقل و بگو — ہرچہ برما زایزد آمد داد
گرچراغے زپیش ما برداشت — باز شمعے بجاے او بنہاد
در زحل نحس خویش پیدا کرد — مشتری نیز داد خویش بداد

ایک بادشاہ کی موت کے بعد دوسرے کی تخت نشینی، غم وشادی دونوں کا اظہار شاعر نے نا اچھا پیرایہ اختیار کیا ہے اور اس نازک فرض سے کس خوبی سے عہدہ برآ ہوا ہے۔

شیخ ابوزید احمد سرمی گرگانی

خراسان کے ایک امیر نے شیخ سے رودکی کے مقابلہ کے شعروں کی فرمائش کی۔ شیخ نے جواب دیا۔

اگر بدولت بارودکی نمے مانم — عجب مکن از رودکی نہ کم دانم
اگر بکوری چشم بیافت گیتی را — زبہر گیتی من کور بود نتوانم
ہزار یک ازان کو یافت از عطائے ملوک — بمن دہی، سخن آید ہزار چندانم

ولہ

آنجا کہ درم باید دینار برانداز — وانجا کہ سخن باید چون موم کن آہن
چون باد ہمے گردد، با باد ہمے گردم — گہ باقدح و بربط گہ بازرہ و جوشن

ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بخاری

ابر بہنپان کرد آفتاب تابان را — بسبزہ بنفشت آن لالہ برگ خندان را
بسوے ہر دو مہش برد و شاخ ریحان بود — بشاخ مورد لے پوست شاخ ریحان را

لہ رودکی نابینا تھا۔ کہتے ہیں کہ شعر زیادہ تر برجستہ گایا بجا کر پڑھا کرتا تھا۔ مسلم

بتے کہ خستہ دلان را زلوبہ درمان است | دریغ دارد ازین درد دیدہ درمان را
ابر نسیان مانم کنون من از عشم او | سزد کہ صنعتِ خوبست ابر نسیان را
بیک گذر کہ سحر گاہ بر گلستان کرد | بہشت کرد سراسر ہمہ گلستان را

دقیقی طوسی

اکثر سخن سنجوں کا خیال ہے کہ اگر دقیقی اپنے محبوب ترکی غلام کے خنجر سے اپنے کرتوت کی سزا نہ بھگتتا تو آج شاہنامہ کا سہرا فردوسی کے سر کے عوض دقیقی کے سر پر جلوہ نما ہوتا اسکے ایک ہزار شعر کا شاہنامہ فردوسی بین علی حالہ منقول ہونا فردوسی کی قدر دانی و رتبہ شناسی کا بین ثبوت اور بہترین سند ہے۔

کاشکے اندر جہان شب نیستے | تا مرا ایں جبران آن لب نیستے
زخم عقرب نیستے بر جانِ من | گرد را زلف معقرب نیستے
در نبودے کو کبش در زیر لب | مونسم تا روز کو کب نیستے
در مرکب نیستے از نکوئی | جانم از عشقش مرکب نیستے
در مرا بے یار باید زیستن | زندگانی کاش یارب نیستے

ولہ

من ایں جا دیر ماندم خوار گشتم | عزیز از ماندن دایم شود خوار
چو آب اندر ثمر بسیار ماند | عفونت گیرد از آرام بسیار

ولہ در مدح جام برقاب۔ چہ خوش گفت!

نگہ کن آب و یخ در آبگینہ | فروزان ہر سہ ہمچو شمع روشن
گدازندہ دو یکتا فسردہ | بیک لون ای سہ گوہر بین ملون

ولہ

دقیقی چار خصلت برگزیدہ است | بگیتی از ہمہ خوبی وزشتی
لب یاقوت رنگ و نالۂ چنگ | مے خوشرنگ و کیش زردشتی

ہمارے علماے اسلام کثرت تکفیر کے لیے بدنام ہیں۔ لیکن آج کل علماے یورپ اس ہنر میں

بھی ہمارے علما پر سبقت لے گئے ہین۔ چنانچہ ڈاکٹر اسپیتھے، نولدیکے، ہورن (جرمن) نے مندرجۂ بالا قطعہ کی بنا پر دقیقی کو زردشتی قرار دیکر تاریخ اسلام سے ایک ممتاز فرد کو جدا کر لینے کا خط حاصل کیا ہی کیش زردشتی سے محض میگساری مراد ہی۔ عہد اسلام مین مجوسیون کے سوا کسی کو شراب فروشی کی اجازت نہ تھی۔ مجوسیت میفروشی اور بادہ گساری قریب المعنی الفاظ تھے۔ پیر مغان اور مغ بچہ آج تک اسی معنی مین بندھتے چلے آتے ہین۔ دقیقی کی مجوسیت کو مین ناممکن نہین سمجھتا مگر اس قطعہ کی بنا پر یہ فتوی مضحکہ انگیز ہی

منصور منطقی رازی

دربار دیلم کے مشہور عالم پروزیر صاحب اسمعیل بن عباد کی مدح کے قصیدے سے چند شعر ہین۔

مہ گردون مگر بیمار گشت است — بنالید و شبش بگرفت نقصان
سپر کردار دسیمین بود اکنون — برآمد بر فلک چون نوک مژگان
تو گفتی خنگ صاحب تافتی کرد — فگند این نعل زرین در بیابان

ابو منصور عمارہ مروزی متوفی ۳۶۵ھ

جام شراب کی صفت مین یہ قطعہ کہا ہی۔

آتش اگر ندیدی با آب ممتزج — اینک نگاہ کن تو بدین جام و این شراب
جام بلور و لعل مے صافت اندرو — گوئی کہ آتشی ست برآمیختہ بآب

محمد مسلم ایم اے۔ ایم او ایل

غازی ز پے شہادت اندر تگ و پوست
غافل کہ شہید عشق فاضل تر ازوست
در روز قیامت این بآن کے ماند
این کشتۂ دشمن ست و آن کشتۂ دوست

(ابو سعید اشرف)

اہل قلم کی قدر و قیمت

مغرب اور مشرق مین

مغرب کا مقابلہ مشرق کسی بات مین بھی کرنے کی استطاعت نہین رکھتا۔ یہ بات اور ہو کہ ہم اپنے کو یورپ والون سے برتر اور بہتر تصور کرین۔ اور باتون سے قطع نظر صرف اسی امر پر غور فرمائیے کہ اہل قلم کی یورپ اور امریکہ مین کیا قدر ہو۔ اور یہ کہ ہندوستان مین اس کی کیا حالت ہو۔ اس امر پر خصوصیت سے زور دینا فضول ہو۔ کہ قومی ترقی اور تمدنی شوکت مین تصنیف و تالیف کا کیا دخل ہو۔ یہ امر بلاشبہ مسلم ہو کہ قومون کی ترقی اور ملکون کی اقبال مندی کا دار و مدار اہل قلم کے دماغ کی بہترین اپج اور اہل فکر کی پرواز خیال پر ہوتا ہو۔ اسے تسلیم کرنے مین کسی سمجھ دار کو تامل نہین ہو سکتا کہ دنیا مین خیال کی حکومت سب سے زبردست اور ہمہ گیر ہو۔ اس کے دائرۂ اثر سے کسی کو گریز نہین ہو۔ اس کے اقتدار کے سامنے سب کا سر خم ہے۔ اس کا لوہا ہر فرد بشر مانتا ہو۔ تخیل افراد کو ابھارتا اور راہ ترقی مین تیز گامی کی تحریک دیتا ہو۔ تخیل وہ قوت محرکہ ہو جس سے قومون کو اپنی حالت سدھارنے کی طاقت بہم پہنچتی ہو۔ یہ ایک خیال تھا جو امریکہ کی خانہ جنگی کا محرک ہوا۔ اس سے کئی لاکھ جانین بالواسطہ یا بلاواسطہ تلف ہوئین۔ اور اربون روپے کا مال برباد ہوا۔ مگر شش اشتی لاکھ بنی آدم جن سے جانورون کا سا سلوک ہوتا تھا۔ شرف و استحقاق انسانیت سے دوچار ہوئے۔ اور انھون نے اپنا وہ کھویا ہوا ورثہ پایا۔ جس سے وہ اپنی نادانی سے بیسون برس پہلے محروم ہو چکے تھے۔ مگر اس خیال لطیفہ کی بانی ایک گمنام مگر فرشتہ خصلت عورت کی تصنیف "انکل سامس کے بن" (چچا سام کی جھونپڑی) تھی۔ نپولین اعظم کی شوکت کی بنیاد ایک شخص کی تصانیف سے پڑی تھی۔ بلکہ یون کہنا چاہیے کہ انقلاب فرانس کی تحریک کے سامان ایک مصنف کی دوکتابون سے بہم پہونچے تھے جس سے کئی برس تک خانہ جنگی رہی۔ اور لاکھون انسانون نے اپنی جانون سے قبل از وقت رخصت حاصل کی تھی۔ مگر اس سے یورپ مین شخصی آزادی اور جمہوریت کے اقتدار کی بنیاد پڑ گئی۔ اور نپولین اعظم کی

شوکت و عظمت کے لیے میدان صاف ہو گیا۔ ۱۸۱۵ء مین نپولین کے معرکۂ عظیم واقعہ جنیہ مین فریڈرک اعظم کی لاثانی شوکت خاک مین ملائی گئی۔ اور پرشیا کی عظمت کے نشانات نیست و نابود ہو گئے لیکن اس رسوائی اور ذلت کا احساس جن دلون مین پیدا ہوا تھا اُنھون نے ایسے طریقہ سے اُن کا اعلان کیا۔ کہ ہر کس و ناکس کے سینہ مین قومیت کا طوفان اُمنڈ آیا جس سے نصف صدی مین پرشیا نے وہ عروج حاصل کیا کہ جو فریڈرک اعظم کے شان دار خواب کی بلند ترین پرواز مین بھی نہ آیا ہو گا۔ قصہ کوتاہ خیالات کی حکومت سب سے زبردست ہے۔ ان کی بدولت قومون کی ترقی اور عظمت کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ جو باتین انسان کے دل و جان سے عزیز ہین اور جن کی خاطر وہ جان شیرین کی بھی پروا نہین کرتا۔ اسی بےنظیر وسیلہ سے نصیب ہوتی ہین۔

اس مختصر بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ جس تناسب سے ان خیالات کی قدر و قیمت افراد قوم کرتے ہین اسی نسبت سے ان کی ترقی کے مدارج قائم ہوتے ہین۔ اب اصل مضمون کی طرف رجوع ہونا ضروری ہے۔ اہل قلم جو خیالات کے بانی اور محرک ہوتے ہین۔ اُن کی قدر ہمارے ہان جیسی ہے اُس کے بیان کرنے کی چندان ضرورت نہین ہے۔ ہان مغرب مین اُس کی جو کیفیت اب ہے اس کا اجمالی تذکرہ خالی از لطف و استفادہ نہ ہو گا۔ پچھلے سال جون جولائی مین ولایت سے اس مضمون کی خبر آئی تھی کہ مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ سے بعض لوگون نے جو کتابین شایع کرنے کے لیے خاص شہرت رکھتے ہین۔ اس قسم کی درخواست کی ہے۔ کہ وہ اگر گذشتہ سات آٹھ سال کے حالات بالخصوص جنگ اعظم کی ابتدا اور ترقی اور انتہا اور نیز متعلقہ معاملات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرین گے تو ان کی اس تصنیف کا نذرانہ نوے ہزار پونڈ یعنی ساڑھے تیرہ لاکھ روپیہ ملے گا۔ اہل الرائے نے یہ تخمینہ کیا تھا کہ موصوف کو پندرہ روپے فی لفظ حق المحنت ملے گا جس کے مساوی اس سے پیشتر کسی مصنف کو نصیب نہ ہوا تھا۔ یہ کمال تصنیف لاثانی ہے۔ اس کے متعلق یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مسٹر لائڈ جارج دنیا کے مدبرون مین بےنظیر حیثیت رکھتے ہین۔ ممدوح کی شخصیت کو تصنیف محولۂ بالا اور نیز لاثانی معاوضہ سے خاص لگاؤ ہے۔

مسٹر لائڈ جارج سے دوسرے درجہ پر مسٹر ونسٹن چرچل کی معرکۃ الآرا تصنیف "سیکرٹ ہسٹری آف دی وار" (جنگ عظیم کی تاریخ مخفی) ہے جو ماہ جنوری سے ٹائمز مین طبع ہو رہی ہے۔ اس کے جملہ حقوق

حاصل کرنے کے لیے پچاس ہزار پونڈ یعنی ساڑھے سات لاکھ روپیہ حق المحنت ادا کیا گیا ہے۔ صاحب موصوف نہ صرف معتدر مدبر ہی ہین۔ بلکہ قلم کے بھی دھنی ہین۔ کئی برس ہوے کہ اُنھون نے جنگ بوئر ان کے چشم دید حالات بحیثیت وقایع نگار لکھ کر بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ لیکن سب سے زیادہ نیکنامی انھین اپنے والدگرامی قدر لارڈ چرچل کے سوانحی حالات لکھنے سے نصیب ہوئی تھی۔ قیصر ولیم سابق شہنشاہ جرمنی کا درجہ نیسرا ہے۔ اپنی زندگی کے حالات قلم بند کرنیکے لیے اُن کو چالیس ہزار پونڈ یعنی چھ لاکھ روپیہ نذرانہ ملا تھا۔ سابق وزیر اعظم برطانیہ سے دوسرے درجہ پر اس عورت کو رقم عظیم امریکہ کے کتب فروشون کیطرف سے وعدہ ہوئی تھی جو فرانسس جوزف شہنشاہ آسٹریا کی اہل خانہ سمجھی جاتی ہے۔ کتب فروشون نے دس لاکھ روپے دینے کا وعدہ کرکے اُس سے یہ استدعا کی تھی کہ اپنے اور مرحوم تاجدار آسٹریا کے حالات حوالہ قلم کیے جائین۔ مگر برطانیہ کے مدبرون مین سب سے زیادہ قلم کے دھنی مسٹر اسکوتھ سابق وزیر اعظم برطانیہ ہین جو جنگ اعظم کے وقت لبرل گورنمنٹ کے لیڈر تھے۔ اور اصل حالات کے ماہر ہین۔ لیکن مسز اسکوتھ کو اپنے روزنامچہ کے لیے تین لاکھ روپے وصول ہوے ہین۔ جرمنی کے ممتاز ماہران جنگ۔ ہنڈن برگ اور لڈن ڈوراف کو دس اور بارہ ہزار پونڈ علی الترتیب جنگی تصانیف کے لیے ملے۔ لارڈ میکالے کو اپنی تاریخ انگلستان کے لیے بیس ہزار پونڈ یعنی تین لاکھ روپیہ نذرانہ لانگ مین کمپنی نے دیا تھا۔ دس ہفتے مین ساڑھے (۲۶) ہزار جلدین اس ضخیم کتاب کی فروخت ہوگئی تھین لارڈ مارلے نہایت مشہور اہل قلم مدبر اور فلاسفر ہین آپ کو گلیڈسٹون کی زندگی کے حالات مرتب کرنے کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپیہ معاوضہ ملا تھا۔ لارڈ رابرٹس آنجہانی کو اپنے تجربات ہند کی تصنیف کے لیے بھی ڈیڑھ لاکھ روپیہ محنتانہ دیا گیا تھا۔ پرنس رنجیت سنگھ (مہاراجہ نوانگر) کو جوبلی بک آف کرکٹ" کے لیے ساٹھ ہزار روپیہ لیمبک وڈ کمپنی نے معاوضہ نذر کیا تھا۔

نئی زمانہ قصہ نویسون اور ناول تصنیف کرنیوالون کو سب سے زیادہ معاوضہ ملتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ناولون کی قدر سب سے زیادہ ہے۔ ہر کس و ناکس اُن کا شیدا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ناول شایع کرنے والے ڈھڑا ڈھڑ روپیہ کماتے ہین۔ برخلاف اس کے علمی کتابون کی قدر ایک محدود دائرہ کے اندر ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اُن کی اشاعت بھی محدود رہتی ہے۔ اور حق المحنت بھی اُسی نسبت سے دیا جاتا ہے۔ جارج ماریٹر کو ٹرلبی کی تین لاکھ روپیہ معاوضہ ملا تھا اور ہچنسن کو "اگر جاڑا آئے"

لکھنے کے لیے ستر ہزار پونڈ مل چکے ہین۔ یہ کتاب پچھلے سال شایع ہوئی تھی۔ مگر ہاتھون ہاتھ لاکھون جلدین فروخت ہوچکی ہین۔ اگر اسے بائیسکوپ مین نمایان کیا گیا۔ یا ڈرامہ مین ڈھالا گیا۔ تو کئی لاکھ روپیہ اور ملے گا۔ گویا ہجنس مسٹر لائڈ جارج سے بھی بڑھ گیا ہی۔ امریکہ کے غیر فانی ظریف مصنف کو اپنی کتابون سے ڈھائی لاکھ پونڈ یعنی ساڑھے (۳۷) لاکھ روپے وصول ہوے تھے۔ امریکہ کے مشہور مصنف جنرل والس کو اپنی غیر فانی تصنیف "بن ہور" کے لیے اسّی ہزار پونڈ یعنی بارہ لاکھ روپیہ وصول ہوے تھے۔ فرانس کے مصنفون مین دما کو چالیس ہزار پونڈ ایک ناول کے لیے اور وکٹر ہیوگو کو دل آویز ناول "لے مزرابلی" کے لیے سولہ ہزار پونڈ دیے گئے تھے۔ سنجمن ڈسرائلی کو "ان ڈمٹن" کے لیے دس ہزار پونڈ اور جارج المیٹ کو اموکہ کے لیے سات ہزار پونڈ اور ولکی کالینس کو "ارم ڈیل" کے لیے پانچ ہزار پونڈ۔ سر والٹر اسکاٹ برسون تک ناول لکھ لکھ کے پندرہ ہزار پونڈ سالانہ کماتا رہا۔ جو اُس زمانہ کے اعتبار سے بالکل لاثانی ہی۔ اور اسی وسیلہ سے اس نے اپنا وہ قرضہ ادا کیا تھا جو کتب فروش کمپنی کے دیوالہ سے اُس کے حصہ مین آیا تھا۔ سر والٹر اسکاٹ کو نپولین کے سوانحی حالات لکھنے کے واسطے بیس ہزار پونڈ ملے تھے۔ اگر چارلس ڈکنس زندہ رہتا تو اسے ایڈون ڈرود کے لیے نو ہزار پونڈ ملتے۔ اس سے ظاہر ہی کہ ناولون کی کیسی اعلیٰ قدر ہی۔ اور اچھا قابل قدر دل چسپ ناول تصنیف کرنے کے لیے کیسا بھاری نذرانہ ملتا ہی!

شاید آپ یہ سوال پوچھین گے کہ اتنا بھاری معاوضہ کیون دیا جاتا ہی؟ اہل قلم کو بھاری بھاری نذرانے کیون دیے جاتے ہین؟

یہ سوال واقعی دلچسپ اور غور طلب ہی۔ اس کے جواب مین دو تین ضروری باتون کا تذکرہ غیر مناسب نہ ہوگا۔ اول تو تعلیم عام ہی۔ ہر ایک آدمی پڑھ لکھ سکتا ہی۔ چھکڑے اور گاڑی چلانے والے موٹا کام کرنے اور ٹوکری ڈھونے والے اپنے خطوط آپ لکھتے ہین۔ تعلیم کا رواج عام ہونے کے ساتھ ہی لوگون مین کتب خوانی کا عام شوق ہی۔ وہان ہر ایک آدمی اسی فکر مین مبتلا پایا جاتا ہی کہ اپنی فرصت کا وقت کسی مفید مشغلہ مین صرف کرے۔ مگر یہ بھی قاعدہ سے کیا جاتا ہی۔ اگر چھ گھنٹے دفتر یا آٹھ دس گھنٹے کارخانے مین کام کیا جاتا ہی تو گھر واپس آنے یا کسی کلب مین جانے مین تفریح حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہی۔ دوم عوام کے خیالات اور عادات بھی ہم سے مختلف ہین۔ وہان اور باتون کے خرچ کا تخمینہ

کیا جاتا ہے۔ وہاں اخبارون اور کتابون کے لیے بھی رقم خاص علیحدہ کی جاتی ہے۔ کپڑے تفریح اور دیگر ضروریات مین اخبار اور کتابین بھی شامل ہین۔ سوم۔ عوام اپنا اخبار خریدنے اور پڑھنے کو اپنی خودداری کا جزو لازمی سمجھتے ہین۔ جب کوئی آدمی اپنا اخبار یا کتاب پڑھتا ہو تو اُسے آگے بڑھ کر دیکھنا یا ورق کھینچکر پڑھنے مین مصروف ہو جانا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ہان یہ اور بات ہے کہ دو آدمی دو مختلف اخبارات یا کتابین ایک دوسرے سے پڑھنے کے بعد تبادلہ کرلین۔ مگر یہ بات خاص رسم معذرت اور اظہار تاسف کے ساتھ کی جاتی ہے۔ جب یہ کیفیت ہو۔ تو اخبارات کی لاکھون کی اشاعت اور اہل قلم کے بھاری معاوضے معمولی بات ہے۔ عوام قدردان ہین۔ کتب فروش تاجرانہ اصول پر کتابون کی طباعت اور فروخت کا کام کرتے اور معقول منافع کماتے ہین۔ برخلاف اس کے ہمارے ہان اول تو خواندگی عام نہین ہے اور جو لوگ پڑھے لکھے ہین۔ وہ اپنا اخبار یا کتاب خرید کر پڑھنا ہی پسند نہین کرتے۔ اگر کوئی آدمی کتب بینی کے بیحد شوق سے مجبور ہو کر ایسا کرے۔ تو پاس پڑوس کے سبھی اُس کے پاس جمع ہو جاتے ہین دیہات مین تو یہی دیکھنے مین آتا ہے۔ کہ اگر ایک آدمی کوئی کتاب یا رسالہ خریدتا ہے تو دو دو میل سے شوقین پڑھنے کو آتے ہین۔ گو خود روپیہ خرچ کر سکتے ہین۔ مگر عموماً یہ خیال کرتے ہین "جب مفت مین پڑھنے کو مل جائے تو روپیہ کون خرچ کرے" اس سے آپ بیقدری اور بدشوقی کا اندازہ کر سکتے ہین ملٹن کو اپنی لاثانی منظوم تصنیف کا دو پونڈ معاوضہ ملا تھا۔ اور گولڈاسمتھ کو "ویکر آف ویک فیلڈ" کے پانچ پونڈ ملے تھے۔ اس لحاظ سے ہندوستان مین اہل قلم کی اب وہی قدر ہے جو انگلستان مین اب سے ڈیڑھ سو برس پہلے تھی۔ جب تک ادب اور علم کی یہ قدر نہ ہو تو ہم ترقی کیسے کرین! نہ تو پولیٹیکل ترقی ممکن ہے۔ اور نہ اقتصادی پیش قدمی کا امکان ہے!

جے۔ آر۔ راے

در دیار باب ہنر را چارہ کردن مشکل ست
صاف نتوان کرد آب گوہر ناصاف را
از جہان بے چشم بستن کے شود راحت نصیب
باز تا باشد نہ بیند دیدہ روے خواب را

رباعی محمد ظاہر

نونہالون کی موت

قدرت نے لگایا ہے — اک باغِ طرب افزا
میوون سے لدی شاخین — ہین جھومتی یان ہر جا

پودون مین وہ سرسبزی — قدرت نے عیان کی ہے
جن پر کہ نظر پڑتی — سب اہل جہان کی ہے

ناگاہ فرشتہ اک — ہوتا ہے یہان داخل
خون اُس کی نگاہون سے — ہر لحظہ ٹپکتا ہے

ہے ہاتھ مین جو چاقو — بجلی سا چمکتا ہے
ہے کاٹتا اک دم وہ — سرسبز نہالون کو

رحم اُن پہ نہ کیون آئے — سب دیکھنے والون کو
میوون سے لدی شاخین — پودون سے جدا کرکے

لے جاتا ہے اور خوش ہے — یہ جور و جفا کرکے

اِک دن یہ فرشتے نے — سوچا کہ مرا چاقو
پتون مین چھپے مگر — میوون کے درختون کے

کرتا ہے جُدا بازو — جو پھول سے ہین
کیا کیا نہ تھرکتے ہین — پھندے سے مرے بچکر

یہ سچ ہے کہ حُسن اِن پر — اِک نور سا ہے برساتا
گلشن ہی مہک جاتا — جب سانس یہ لیتے ہین

پھولوں ہی کے دم سے ہے اس باغ کی آبادی یہ نغمۂ آزادی
شبنم کے گہر آنسو ہر صبح بہاتے ہیں گلچین کو دکھاتے ہیں
لازم ہے کہ پاس اس کے میں جاؤں انھیں لیکر رہتے ہیں سدا مضطر
یہ جس کی جدائی میں

یہ کہہ کے فرشتے نے غنچوں پہ نظر ڈالی دل رحم سے تھا خالی
افسوس کیا لیکن جو تھیں کلیاں جا تو سے انھیں کاٹا تھا باغ میں سناٹا
دیکھا اس کی یہ بیدردی دامن میں مسیحا نے غنچے وہ لیے سارے افسردہ یہ بیچارے
پھر ہنس کے کہا:- کیوں ہیں لے جاؤں گا میں ان کو جس کے غم دوری میں
مالک کی حضوری میں ہر صبح یہ روتے ہیں
ہیں غنچہ و گل اس کے ہیں اس کے چمن سارے پودے یہ گمن سارے
اُلفت میں اسی کی ہیں پھولوں کا ہر اک پودا خوش ہوگا وہاں جاکر جنت کی ہوا کھاکر
پھولیں گے پھلیں گے سب جب ڈوب کے ابھریں گے یہ دودھ کی نہروں میں سب نور کی لہروں میں
پھول ان کے نہائیں گے جنت میں جو ہیں روحیں پاکیزہ و نورانی زینت ہے انھیں پانی
ہیں پھول یہی جن سے

کہتے ہین یہ فرشتہ ہے　　یہ موت کا پیغامی　　پامال یہ انجامی

سرسبز نہالون کو　　پھولون کو جو کرتا ہے　　جو باغ پہ گرتا ہے

ہے توڑتا آفت یہ　　جو کاٹتا پھرتا ہے　　دنیا کی زبانون پر

یہ سچ ہے۔ مگر جن کو　　اک برق بلا بنکر　　اک قاصد رحمت ہے

یہ کاٹ کے جو پودے　　کھیتون پہ کسانون پر　　ہے سب کو لگا دیتا

پروان چڑھین گے یہ　　بے درد ہے نام اس کا　　رحمت کی فضاؤن سے

کچھ روز مہکتے یہ　　تھوڑی سی بصیرت ہو　　پھر اس کی جفا سہتے

جنت مین نگران پر　　یہ اُن کی نگاہون مین　　بچھ بادِ خزان اُن پر

یان لایق عبرت ہے　　اس باغ سے ہے لیتا　　بڑھ جائے گی لاج ان کی

ہستی ہے جو آج ان کی　　فردوس کے باغون مین　　برسے گا سدا جوبن

مالک کی نظر مین واں　　جنت کی ہواؤن سے　　کر سکتی نہین ان سے

خوراک یہ سب لین گے　　دنیا مین اگر رہتے

(وحید الدین سلیم)

از قعر گل سیاہ تا اوج زحل　　کردم ہمہ مشکلات عالم را حل

بیرون جستم ز قید ہر کر و حیل　　ہر بند کشودہ شد مگر بند اجل

(بوعلی سینا)

نکولو میکیولی اور اس کا فلسفہ

یونان کے مایۂ ناز حکما افلاطون و ارسطا طالیس کے بعد جن کی شہرہ آفاق تصانیف نے فلسفہ سیاسیات کی بنیاد ڈالی، اس فن سے بحیثیت ایک مستقل علم کے بحث کرنیوالوں مین کسی شخص کو اس قدر شہرت حاصل نہین ہوئی، جتنی سرزمین اطالیا کے ایک محب وطن نکولو میکیولی کو۔ اگرچہ اس نے مختلف مباحث پر بہت سی کتابین چھوڑی ہین۔ ناول، ڈراما، سیاسی مراسلات اور ذاتی خطوط۔ غرضکہ لٹریچر کی کوئی شاخ ایسی نہین ہے جو اُس کے رشحات دماغ سے بارآور نہوئی ہو۔ لیکن حیرت افزا امر یہ ہے کہ اسکی شہرت اور بقائے دوام کا باعث ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس کو خود اُس نے کبھی کوئی اہمیت نہین دی اور جسمین بقول ڈیوڈ ہوم کے کوئی ایسا مسئلہ نہین ہے جس کو ہر شخص نہ جانتا ہو۔

میکیولی ۳ مئی ۱۴۶۹ء کو فلارنس مین پیدا ہوا اور ۱۵۲۷ء مین اُس نے انتقال کیا چوتھہ برس سے زیادہ وہ جماعت صلح و آزادی کا امین خاص رہا۔ یہ جماعت فلارنس کے تمام فوجی و ملکی معاملات کی نگران و محافظ تھی۔ داخلی و خارجی انتظامات و معاملات کے متعلق جسقدر خط و کتابت ہوتی تھی۔ وہ میکیولی کیا کرتا تھا اور یہ فرائض اُس نے اس قدر خوبی کے ساتھ انجام دیے کہ اُس کے سیاسی تجربات سے فائدہ اُٹھانے کی غرض سے اُس کو کم از کم ۳۵ سفارتہائے خارجیہ پر مامور کرکے بھیجا گیا اور جمہوریہ فلارنس کے ماتحت جو ریاستین تھین اُن کے تصفیہ طلب معاملات کا فیصلہ اور عہدنامہ جات کی ترتیب اُس کے توسط سے ہوا کرتی تھی۔ اُس کے سیاسی مراسلات جو ۱۸۷۶ء مین پہلی مرتبہ شایع ہوے نہایت دلچسپ اور بیش قیمت معلومات سے لبریز ہین۔ اُس کی سیاسی زندگی کا زمانہ ملک اٹلی کی تاریخ کا وہ تاریک دور ہے جبکہ ملک بیرونی دشمنون کی باہمی رقابت اور ہنگامہ آرائیون کا دنگل بنا ہوا تھا۔ فرانس اسپین اور مقدس سلطنت رومہ کے۔ فرمانروایان سیزر و اگسٹس کی سرزمین پر جنگ آزمائی کیا کرتے تھے تمام ملک چند خود مختار ریاستون مین بٹا ہوا تھا اور اُن مین باہمی کوئی رشتہ اتحاد یا موانست نہین تھا بعض حصے فرانس ہسپانیہ اور آسٹریا کے زیر تسلط تھے غرضکہ ملک اُس وقت علمی سیاسی اور قومی انحطاط کے اُس دور سے گذر رہا تھا۔ جبکہ افراد قوم مین جذبۂ وطنیت، یا احساس قومی بالکل مردہ ہو جاتے ہین اور

اعلیٰ مقاصد و بلند مطامح نظر کے حصول تک پہونچنے سے پہلے اُن کی پست بین آنکھون مین خیرگی پیدا ہوجاتی ہی۔ اِس زمانہ مین اُس کو دوم رتبہ سیزر بورجیا (Cesar Borgia) کی خدمت مین باریابی حاصل ہوئی جن لوگون کو پاپا بان رومہ کی پراسرار زندگی اور تقدس وروحانیت کے پردہ مین نہایت مکروہ اور شنیع افعال کے ارتکاب کا کچھ علم ہی وہ شاید اس درندہ صفت شیطان سیرت انسان کے محیر العقول کارنامون کو سُن کر اور اُس کی انسانی جذبات سے یکسر عاری زندگی کا حال سُن کر انگشت بدندان نہ ہون، اِس لیے کہ اُن کو معلوم ہی کہ جن تاثرات کے ماتحت اُس کی نشو ونما ہوئی تھی ان کا لازمی نتیجہ ایسی ناپاک و مکروہ ہستیون کا عرصۂ وجود مین آنا تھا۔ لیکن جو لوگ یورپ کے ازمنہ وسطیٰ کی تاریخ کا سطحی مطالعہ کرنے سے قبل رینالڈز کے مشہور ناول "رومان، فاسٹ" کو پڑھتے ہین اُن کے دل پر الگزنڈر بورجیا سیزر بورجیا اور لوکریزیا کے کارنامون کا جو حیرت انگیز اثر پڑتا ہی وہ ناقابل بیان ہی اُن کو یہ تمیز کرنا مشکل ہوتا ہی کہ امن و عافیت دنیا اور انسان کی روحانی مسرت و اطمینان قلب کے لیے شیطان کا وجود زیادہ خطرناک ہی۔ یا اس خاندان کا جس کا ہر فرد وساوس شیطانی و صفات طاغوتی کا ایک مجسم نمونہ نظر آتا ہی اول موقع ملاقات کا وہ تھا جب بورجیا نے اپنی جبثیال بے ایمانی کی مدد سے ایک عظیم الشان کامیابی حاصل کی تھی اور اپنے تمام حریفون کو ایک ہی دم مین گرفتار کرکے ایک ہی جھٹکے مین موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا دوسری ملاقات اُس وقت ہوئی تھی جب وہ بیماریون سے تباہ و خستہ حال ہوکر اور ناکامیون اور نامرادیون سے عاجز آکر اپنے خاندان کے سب سے زبردست دشمن کے چنگل مین پھنس گیا تھا اپنے مراسلات مین میکیولی نے یہ واقعات بالتفصیل درج کیے ہین بعض لوگون کا خیال ہی کہ ان دونون شخصون مین گہری دوستی و موافقت تھی اور میکیولی کے سر یہ الزام تھوپا جاتا ہی کہ اس بے رحم اور شقی القلب ظالم کے افعال شنیعہ اور حرکات مذمومہ کا محرک وہ ہوا کرتا تھا لیکن سرکاری کاغذات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ اُن کی ملاقاتین اور مشورے اگرچہ بظاہر اتفاق و مراسم دوستانہ پر مبنی نظر آتے تھے۔ لیکن حقیقت مین وہ معاندانہ و مخالفانہ پہلو لیے ہوتے تھے مگر اسمین شک نہین کہ میکیولی کے دماغ نے اِن صحبتون کا بہت اثر قبول کیا اور یہ تو ایک قدرتی بات تھی کہ حکومت و طریقۂ حکومت کے متعلق اسکے خیالات ایک ایسے شخص کی رائے کا عکس ہون جس نے نہایت مخالف حالات و اسباب کے مقابلہ مین درخشان کامیابی حاصل کی مین سیزر بورجیا وہ شخص تھا جسکے قوائے دماغی کو جب خواہشات

نفسانی دغلبۂ شہوت سے تحریص وتحریک نہین ہوسکتی تھی تو حصول سلطنت اور دشمنون سے انتقام لینے کے عزم سے وہ اپنی بےچین طبیعت کو آمادہ کار بناتا تھا۔ وہ پہلا شخص تھا جو کلیسائے روما کے پرعیش اور قوائے عمل کو شل کر دینے والے ماحولات سے نکل کر بادشاہ اور جنرل ہوا۔ اپنے حیرت انگیز مکر و فریب سے دشمنون کو تباہ کر کے سلطنت حاصل کی اور پھر ان ہی لوگون کو جو اُسکے حصول مقصد کا آلہ بنے تھے تباہ کر کے بدنامی کے داغ کو دُھونا چاہا۔ اور نیکنامی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُس کے بعض نہایت مکروہ و شنیع افعال کے متعلق اپنا فیصلہ صادر کرتے وقت ہم کو یہ خیال ضرور رکھنا چاہیئے کہ وہ پندرھوین صدی کا ایک اطالوی تھا اور اُس زمانہ مین اُسکے جرائم اُس معیار اخلاق سے نہین جانچے جاتے تھے۔ جس پر وہ اب پرکھے جاتے ہین اُس کی موت پر جو میکیولی نے افسوس کیا ہے وہ ممکن ہے کہ جذبات حب الوطنی پر مبنی ہو۔ جنھون نے اُس کو ایک ایسے شخص کی موت پر اظہار حسرت وغم کرنے پر آمادہ کیا ہو، جو ملک اطالیا کی خودمختاری کو قائم رکھنے اور اغیار کی دستبرد سے بچانے کا اہل تھا اور اُن لوگون کا مقابلہ کر سکتا تھا جو اُس کے ملک کے حصہ بخرے کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔

اپنے ملک کی حفاظت مین میکیولی نے بھی اپنے مقدور بھر حصہ لیا ملک کی بربادی اور کمزوری کے اسباب اور اُن کا دفعیہ اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ نظام فوجی کی خرابی اور بےترتیبی نے اطالیون کو یہ روز بد دکھایا ہے کہ ملک خودمختاری سے ہاتھ دُھو بیٹھا ہے اور اجانب کی حرص و آز کا شکار ہو رہا ہے اُس نے کرایہ کی فوجون سے لڑنے کا طریقہ جو ملک مین عام ہو رہا تھا بالکل منسوخ کر دیا۔ اور ایک قومی فوج قائم کی۔ اِس مقصد کے لیے فن جنگ کا غور مطالعہ کیا اور اُسکے تمام اصول اور جزئیات پر بخوبی حاوی ہوگیا اُس کی یہ کوششین جو دانشمندی اور جوش حب الوطنی پر مبنی تھین بہت کچھ مفید ثابت ہوئین۔ لیکن اٹلی اُس وقت ایک طرف تو بیرونی خطرات سے گھرا ہوا تھا اور دوسری طرف سیاسی جتھہ بندی اور اتحاد عمل کے فقدان نے اندرونی خدشات پیدا کر دیے تھے چنانچہ وہ اپنی اسکیم کو پورے طور سے عملی جامہ پہنا بھی نہین سکا تھا کہ ۱۵۱۲ء مین فلارنس کی جمہوری سلطنت کا چراغ گل ہوگیا اور پوپ اور امپرر کی مدد سے میڈی سی (MEDICI) شخصی حکومت قائم ہوگئی میکیولی کی تکالیف و مصائب کا دور اب شروع ہوا اُس کے تمام مناصب اُس سے چھین لیے گئے اور بالآخر فلارنس سے نکل جانے کا اُس کو حکم دیا گیا۔

اس طرح اُس کی سیاسی زندگی کا خاتمہ ہوا۔ اب اُس نے اپنے وطنی گاؤں مین سکونت پذیر ہوکر اس جبریہ فرصت کو مطالعہ اور تالیف مین صرف کیا اگرچہ اُس کو حکومت کی جانب سے سخت اذیتین دی گئین یہانتک کہ ایک سازش مین شرکت کے جُرم مین اُسکو داخل محبس بھی کیا گیا لیکن ان تمام مصائب کو میکیولی نے نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ چنانچہ وہ خود کہتا ہے "قریب تھا کہ مین اپنی زندگی کو خیرباد کہدون لیکن خدا نے اور میری بیگناہی نے مجھکو بچایا مین نے قید اور دیگر مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا" ان واقعات سے اُسکی غیر معمولی شجاعت و شہامت اور عدیم النظیر ثبات و استقلال کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ یاس و ناامیدی سے گھبرانے کے بجائے اُس نے اپنی قسمت کو مطالعہ کتب و تعلیمی شغف سے بلند کرنے کا ارادہ کیا۔ اکثر اُس کو علما و فضلا سے اپنے مسودات کے متعلق بحث کرنے اور مشورہ لینے کا بھی موقع مِل جاتا تھا اپنی عمر کے آخری زمانہ مین اُس نے حکمران فلارنس سے مصالحت کرلی اور جلاوطنی کی مدت ختم کرکے فلارنس واپس آیا اور یہان کی تاریخ تحریر کرنے مین مصروف ہوگیا اپنی ملازمت اور سیاسی مصروفیتون کے دوران مین اور مختلف ممالک مین سفرا کی حیثیت مین کام کرنے کی وجہ سے اُس کو جو مفید معلومات و تجربات یورپ کی سیاسی و معاشرتی حالات کے متعلق حاصل ہوے تھے اُن سے اپنی تصنیفات مین اُس کو بہت مدد ملی۔ ان واقعات اور حالات سے اُس نے جو فلسفیانہ نتائج مستنبط کیے ہین اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی معلومات و مشاہدات بہت وسیع و غائر تھے۔ بخلاف اکثر لوگون کے جو اپنے علم و مطالعہ سے تجربات حاصل کرنے مین مدد لیتے ہین، میکیولی نے اپنی مفید اور وسیع تجربات و مشاہدات سے اپنی تصانیف مین مدد لی۔ ملازمت سے سبکدوش ہوجانے کے بعد اُس نے اپنا وقت قدیم مورخین کی کتابون کے مطالعہ مین صرف کیا۔ پلوٹارک کی شہرۂ آفاق تالیف سوانح مشاہیر یونان و رومہ سے اُس کو عشق تھا۔ ایک خط مین وہ خود اپنے شوق و شغف کا اظہار اس طرح کرتا ہے "دن بھر کی پریشانیون اور تفکرات کے بعد مین نے اپنے گرد آلود کپڑون کو اُتار کر پھینکدیا اور ایک خلعت شاہی پہن کر گویا ان مشاہیر متقدمین کے دربار مین بصد عجز و نیاز حاضر ہوا۔ وہان مین نے ان زندہ جاوید روحون سے ہمکلام ہونے کی قابل فخر و عزت حاصل کی اور میرے کام و دہن ایک ایسی غذا لطیف سے لذت یاب ہوے جو صرف میرے لیے ہی مخصوص تھی اور جس سے شیرین کام ہونے کے لیے مین پیدا کیا گیا تھا۔ ان اوقات مین مین تمام دنیوی تفکرات و آلام کو بھول گیا مفلسی کا سوہان روح خیال میرے ذہن سے بالکل محو ہوگیا اور موت کے اطمینان کش خوف سے قطعاً

آزاد ہوگیا میں ہمہ تن ان برگزیدہ و پاک روحوں کے ہمیشہ زندہ رہنے والے کارناموں کا مطالعہ کرنے میں مصروف ہوا" وہ صرف پڑھنے اور غور کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتا تھا جو کاہلی و تن آسانی کی بہترین تیر بہدف اُس کے قوائے عملی و تشویق کار اُس کو مجبور کرتے تھے کہ میدان عمل میں وہ اپنی دماغی تگ و تاز کے جوہر دکھائے۔ چنانچہ تصنیف و تالیف تحریر و ترتیب میں وہ پورے شوق اور انہماک کے ساتھ مشغول ہوا حکمران فلارنس نے اُس کو ملک کی انتظامی و اصلاحی خدمات پر مامور کرکے اُس کو اظہار قابلیت کا اور موقع دیا۔ معدہ کی شکایات نے اُس کو بہت کمزور کر دیا تھا، آخر کار جون ۱۵۲۷ء کو ملک اٹلی کا یہ مشہور محب وطن، فلسفی مورخ اور مدبر دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اطالیہ کا قومی اتحاد اور اُس کی سیاسی آزادی کا زمانہ ابھی بہت دور تھا، اُس کی تاریخ کے صفحات میزینی، گریبالڈی اور کیور ایسے مایۂ ناز فرزندوں کے مخلصانہ و مدبرانہ کارناموں سے ہنوز خالی تھے لیکن اُنیسویں صدی کے ان پیغمبران سیاسی و علم برداران حریت نے جس مقصد کی تکمیل کی اُس کی اہمیت اور ضرورت پندرھویں صدی میں میکیولی کے ذہن نشین ہوچکی تھی اور اُسکے حصول میں اُس نے اپنے مقدور بھر حصہ بھی لیا۔ اب ہم اُس کی تصانیف اور ان اصول سیاسیات پر ایک ناقدانہ نظر ڈالنا چاہتے ہیں جن کی وجہ سے حریت و جمہوریت کا کوئی نام لیوا اور راستی و حق پرستی کا کوئی شیدائی اُس کا نام بغیر ملامت کیے ہوئے نہیں لیتا۔

اگرچہ میکیولی کی کل تصانیف ایک شان امتیاز اور مخصوص حیثیت رکھتی ہیں، لیکن ہمارے زیر بحث اس وقت اس کا مشہور اور ہدف نکتہ چینی رسالہ پرنس ہے جس میں اُس نے وہ اصول حکمرانی اور ذرایع حصول و تحفظ سلطنت و حکومت بالتفصیل بیان کیے ہیں جن کی وجہ سے خود کتاب اور صاحب کتاب پر سخت نکتہ چینی ہوئی ہے۔ لیکن مضمون کتاب پر کوئی راے ظاہر کرنے سے قبل یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ میکیولی ایک راسخ العقیدہ جمہوریت پسند مدبر تھا، اور جمہوریت فلارنس کے انتزاع پر بھی اُس کے اعتقادات میں تزلزل واقع نہیں ہوا تاریخ رومائے قدیم کا بڑی دلچسپی و تعمق کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچا تھا، کہ زمانہ جمہوریت کے دافعات اور اصول نظم و نسق موجودہ زمانہ میں بھی ملک کو ادبار اور غلامی سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اُس کا اعتقاد تھا کہ بقا و تحفظ سلطنت کے لیے دو چیزیں ناگزیر ہیں ایک مذہب دوسری فوجی قوت۔ اس لیے کہ بغیر فوجی قوت اور ہتھیاروں کے مفید قوانین کا اجرا، ملک میں نہیں ہوسکتا، اور بغیر مذہب کے قوت و اسلحہ کا استعمال طوائف الملوکی اور بدنظمی کا باعث

ہوتا ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی میکیولی جمہوریت کا اسقدر دلدادہ تھا، اور روما قدیم کی عظمت و شوکت پر اس قدر نازاں، نیز موجودہ اطلی کو اُس کی سابقہ حالت پر پہونچانے مین ساعی، تو پھر اُس نے پرنس، کس غرض سے تصنیف کیا؟ اس رسالہ مین ایسے اصول بیان کیے ہین جن سے جمہوریت کی بیخ کنی منظور ہے اور جن کا اطلاق بالکل روما قدیم کی حالت پہ نہین ہوسکتا۔ ظاہر اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُس کے پاس کوئی مفید مشغلہ نہین تھا، اور وہ افلاس سے گھبرا ہوا تھا۔ اُس کا دماغ کسی مفید کام کی جستجو مین تھا، اور اُس کی زبون حالت دنیوی اعزاز کے حصول کی متقاضی تھی۔ اُس کو ایک مہربان مربی کی تلاش تھی جو اُس کی دستگیری کرسکے۔ فلارنس مین جمہوریت کی بحالی ایک امر محال تھا۔ میڈلیسی حکمران فلارنس کا خاندان انے اچھی طرح قدم جما لیے تھے، اور ملک کی بہبود و ترقی مین سرگرمی سے کوشان تھے۔ میکیولی کی دلی خواہش تھی کہ اپنے ملک کی خدمت کا اُس کو پھر کوئی موقع ملے تاکہ جسطرح جمہوریت کے زمانہ مین اُس نے اپنے وطن مالوف کی خدمت کی تھی، اب بھی کرے۔ وہ یہ بھی بخوبی جانتا تھا کہ اپنی ذات سے ملک کے لیے وہ کیا مفید کام کرسکتا ہے۔ اگر اُس کو کسی سے ذاتی عناد ہوسکتا تھا تو وہ فلارنس کے امرا و نوابان تھے جنھون نے ملک کے ساتھ دغا کی تھی اور حکومت کی بیخ کنی مین حصّہ لیا تھا، میڈلیسی سے اس کو کوئی وجہ پرخاش نہین تھی کیونکہ اُس نے تو ابنا وطن کی غداری اور اندرونی بغاوت سے نائدہ اُٹھایا تھا۔

ان خارجی اسباب سے معلوم ہوتا ہے کہ ذاتی رسوخ اور دنیوی اعزاز حاصل کرنیکی غرض سے اُس نے یہ کتاب لکھی لیکن ان کے علاوہ ایک اور قوی وجہ بھی اس کی محرک ہوئی۔ وہ اپنے ملک مین ایک انقلاب تحریک پیدا کرنا چاہتا تھا، اور ایک خاص مقصد کی اشاعت مدنظر تھی۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، اطلی کی حالت ناقابل اصلاح ہوچکی تھی۔ قومی آزادی حاصل کرنے اور اغیار کی دستبرد سے محفوظ رہنے کے لیے یہ ضرور تھا کہ ملک کی بنیاد از سر نو ڈالی جائے۔ لیکن حالات موجودہ مین اجتماعی کوشش کی بہ نسبت انفرادی کوشش اور سرگرمی زیادہ مفید اور کارآمد ہوسکتی تھی۔ میکیولی کا یہ خیال بمنزلہ یقین کے پہنچ چکا تھا کہ سلطنت کی تاسیس و قیام کسی زبردست ہادی اور الوہیت انتساب ہستی کے مافوق العادت کارنامون کے مرہون منت ہوتے ہین۔ اندرونی بدامنی اور باہمی مناقشات کی موجودگی مین جمہوری

استقرار قریب قریب ناممکن ہوتا ہو۔ ملک کو اس وقت ایک موسس اور ہادی کی ضرورت تھی جو قابل بھی ہو اور بہادر بھی ہو۔ ایسا آدمی اُس کو سیزر بورجیا نظر آتا تھا۔ سیزر بورجیا نے ایک ریاست کے قیام کا سنگ بنیاد رکھا تھا، میکیولی کا خیال تھا کہ اسی بنیاد پر اطالیا کے قومی و سیاسی اتحاد کی عمارت نصب کی جاے۔ لیکن سیزر بورجیا کو آخر مین اتفاقی واقعات کی وجہ سے ناکامی حاصل ہوئی۔ اب میکیولی کو اسی قابلیت کے کسی اور شخص کی تلاش ہوئی جو اُسکے مقصد مین معین ہوسکے۔ قدرتاً اب اس کا ذہن حکمران فلارنس کی جانب منتقل ہوا، جو اس کی دستگیری کرسکتا تھا۔ لیکن لورنیزو میڈیسی نے جس کے خاطر یہ رسالہ لکھا گیا تھا اس کی طرف کوئی توجہ نہین کی، اور میکیولی کو اپنی تمام دماغی مشقت کا صلہ آنے والی نسلون کی جانب سے ایک ناقابل رشک قدر دانی کی صورت مین ملا۔

جس نیت اور مقصد سے یہ رسالہ لکھا گیا وہ بیان ہوچکے ہین، یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہو کہ جب یہ پہلی مرتبہ شایع ہوا تو اس نقطۂ نگاہ سے نہین دیکھا گیا، جس سے وہ موجودہ زمانہ مین جانچا گیا ہو ایک غلطی جو میکیولی کے اصول فلسفہ کے متعلق راے قایم کرنے مین ہوتی ہو، یہ ہو کہ یورپ کے دور وسطیٰ اور بالخصوص اطالیہ کی اخلاقی، سیاسی، و معاشرتی زندگی، قومی انحطاط، اور جن احولات و تاثرات مین خود میکیولی نے اپنی زندگی کا کثیر حصہ گذارا، نیز دیگر معاصرانہ خصوصیات کو مدنظر نہ رکھ کر، موجودہ زمانہ کے اصول سیاسی اور تمدن و اخلاق کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی جاتی ہو۔ اُس کی زندگی کا بیشتر حصّہ ناکامی و نامرادی مین بسر ہوا تھا۔ اُس کو انسانی فطرت کے خوش آئند پہلو کے مطالعہ کرنے کا بہت کم موقعہ ملا تھا، اُس کا ملک ادبار و نکبت کی آخری منزلین طے کر رہا تھا، اور کوئی امید اُس کی ترقی و عروج کی نظر نہین آتی تھی، ایسی حالت مین اگر اُس کا معیار اخلاق پست ہوا اور اس کے اصول اخلاقیات کی تعلیم سے مُبرا نظر آئین تو کوئی تعجب نہین ہو۔ اس کا خیال ہو کہ انسان بدطینت واقع ہوا ہو۔ محض ضرورتاً یا مجبوراً وہ کبھی کبھی نیک ہوجاتا ہو، عوام الناس احسان فراموش، متلون مزاج، دغاباز، بزدل اور طامع ہوتے ہین اگر تم اُن کے کسی مقصد مین مفید ثابت ہوسکو، تو جب تک اُن کی غرض پوری نہ ہو وہ تمھاری خاطر اپنا خون بہانے کو آمادہ نظر آتے ہین، مال۔ زندگی اور اولاد تک سے دریغ نہ کرین گے۔ لیکن جون ہی اُن کا مطلب پورا ہوا، وہ تمھارے مخالف ہوجائین گے۔ جب لوگون کا یہ حال ہو تو بادشاہ اور حکمران کیسے نیک طینت ہوسکتے ہین۔ ایسی حالت مین نیک منشی کا لازمی انجام تباہی و بربادی ہو۔ بادشاہ کی

پالیسی رعایا کے رجحان طبع اور اطوار پر منحصر ہوتی ہے جب رعایا کی یہ حالت ہو تو بادشاہ کو لازم نہین کہ وہ ایفاے عہد ایمانداری، رحم وانصاف کو اپنا شعار بنائے۔ اس کو بہائم صفتی وانسان سیرتی کا نمونہ ہونا چاہیے اور اپنے اصلی عادات وخصائل کو پردۂ خفا مین رکھکر فریب وتصنع سے کام لے اور دوسرون پر اُن صفات کا اظہار کرے جو حقیقت مین اُس کی ذات مین موجود نہین ہین۔ عوام الناس چونکہ خود غرضی کی وجہ سے یہ چاہتے ہین کہ اُنکا حکمران خیر محض اور جملہ کمالات بشری کا اہل ہو اس لیے اُن کو خوشنما دھوکہ مین ڈالنے کے لیے ہمیشہ اُن کے سامنے اپنا بنایت امن پسند۔ صادق القول۔ رحمدل۔ ایماندار اور مذہب پرست ہونا ظاہر کرے۔

بادشاہون کی صفات واہلیت کے متعلق میکیولی کی راے کا اندازہ اس سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ وہ فرڈیننڈ فاتح اسپین کو جس نے مذہب کی آڑ مین یہودیون اور موروان پر ناقابل بیان مظالم کیے بہترین اور کامیاب ترین حکمران سمجھتا تھا۔ سیزر بورجیا کا باوجود اس کے حیا سوز حرکات کے وہ بیحد مداح تھا، کیونکہ یہ دونون اُسکے مقررکردہ معیار مذہب ونوت کے اعتبار سے ہر طرح سلطنت وحکومت کے اہل تھے۔

ریاکاری، مکروفریب، قتل وغارت، زور وتلبیس کی یہ عریان تعلیم، حصول مقصد کی غرض سے ہر جائز وناجائز، معیوب ومستحسن ذرایع پر عمل کرنے کی یہ بے حجابانہ تلقین اخلاق کش اور مذہب سے یکسر معرا اصول کی یہ بیباکانہ تبلیغ، کوئی تعجب نہین اگر اس دور تمدن وتہذیب مین نشانۂ ملامت وہدف تشنیع ٹھہرے۔ پرنس کی رد وتکذیب اور نکتہ چینی مین جو لٹریچر لکھا گیا ہے اُس پر نظر ڈالنے کا یہ موقع نہین ہے۔ بہت کم تصانیف ایسی ہین جو اسقدر بحث ومباحثہ کا باعث ہوئی ہون جسقدر یہ مختصر رسالہ۔ مشہور فرانسیسی اہل قلم وولٹیر فریڈرک اعظم والی پروشیا کو رسالہ کے تعلق یہ ہدایت کرتا ہے "بورجیا ایسے لوگون کے واسطے یہ کتاب مفید اور قابل تعریف ہوسکتی ہے، کیونکہ وہ جرائم ودغابازی کے ذریعہ سے دنیا مین عزت وحکومت حاصل کرنا چاہتے ہین، لیکن تعین لازم ہے کہ ان اصول پر کان نہ دھرو اور ان کو بُرا سمجھو، جس طرح زہر کا استعمال ہمارے مقصد مین بعض وقت معین ہوسکتا ہے اسی طرح ان اصول پر کاربندی ممکن ہے اکثر مفید مطلب ہو لیکن اصلی سیرت اور حقیقی عظمت وبزرگی ان سے ہرگز حاصل نہین ہوسکتین"۔ خود فریڈرک کی راے بھی اس رسالہ کے تعلق بہت خراب تھی، لیکن اپنے زمانۂ حکومت مین اسکو تسلیم کرنا پڑا کہ اس کے بعض اصول نہایت مفید وکارآمد ہین۔

حقیقت مین میکیولی نے سائنٹفک طریقہ سے وہ ذرایع بیان کیے ہین جن سے مطلق العنان حکومت قائم کی جاتی ہی اور محفوظ رہ سکتی ہی نیز اُن افعال کا اظہار کردیا ہی جو بادشاہون کی ذات سے سرزد ہوتے ہین نہ وہ جو اُن کو کرنا چاہئین۔ ارسطاطالیس نے اسی انداز سے ایک کتاب سیاسیات کے موضوع پر لکھی ہی جسمین (Tyranny) (جبریہ حکومت) کے متعلق بحث ہی اُس کی نیک نیتی مین کوئی شبہ نہین کرسکتا۔ اگر سیمیات سے طریقہ استعمال و موقعہ استعمال کے متعلق کوئی کتاب لکھی جائے جسمین اُس کی مقدار استعمال بیان کی جائے یا اور دیگر ضروری ہدایات مہیا کی جائین اُن حالات کا بیان ہو جب زہر کام مین لایا جائے یا نہ لایا جائے تو اُس سے ہرگز یہ مراد نہین ہی کہ کسی شخص کو اُن ذرایع کے استعمال پر اُکسایا جاتا ہے لیکن اس مین بھی شک نہین کہ اگر کوئی زہر سے کام لینا چاہے تو اُسکے لیے یہ کتاب اور ہدایات مندرجہ بہت مفید ہوسکتی ہین۔ اس کے علاوہ بادشاہون کی خفیہ حرکات و شنیع افعال کی بدترین مذمت کا اور عوام کو اُن کی خوفناک چالون سے آگاہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہی کہ اُن کو خوب کھول کھول کر بیان کیا جائے۔ اس نظر سے جانچا جائے تو جیسا میکن کا خیال ہی یہ رسالہ ویسی خوبی سے ترتیب دی ہوئی ایک ہجو ہی ہی میکیولی خود کہتا ہی کہ اس رسالہ مین سوائے مشاہیر اور بادشاہون کے کارنامون کے تذکرہ کے اور کچھ نہین ہی۔

× میکیولی کے اصول کو موجودہ دور تہذیب و تمدن کی روشنی مین اگر جانچا جائے تو اس کا سب سے بڑا جرم یہ نظر آتا ہی کہ اُس نے اُن خفیہ کارستانیون اور سازشون کی قلعی کھولدی جو کمزور قومون کا گلا گھوٹنے اور اُن کے حقوق و آزادی سے محروم کرنے کے لیے یورپ کے ایوانہاے وزارت مین ترتیب دی جاتی ہین مدبرین یورپ کی امن سوز و عافیت کش پالیسی اور طرز عمل کو دیکھکر یہ کہنا بیجا نہین ہوگا کہ میکیولی کا ایک حد تک ڈاکٹر اقبال کے جارحانہ و خوددارانہ اصول فلسفہ کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہی کہ میکیولی کے اصول محض دور بربریت و ظلمت کے شایان تھے اور اس ترقی و شائستگی کے زمانہ مین اُس کا تاریک فلسفہ ایک دفتر بیمعنی کی حیثیت رکھتا ہی۔ ×

محمد حامی الدین سالک

غزل نعتیہ

پڑھتا ہوا محشر مین جب صل علےٰ آیا
رحمت کی گھٹا اُٹھی اور ابر کرم چھایا

جب وقت پڑا نازک اپنے ہوے بیگانے
ہان کام اگر آیا تو نام ترا آیا

پُرسش تھی گناہون کی اور یاس کا تھا عالم
بیکس کی خبر لینے محبوب خدا آیا

یہ نام مبارک تھا یا حق کی تجلی تھی
دم بھر مین ہوا فاسق ابدال کا ہمسایہ

چرچے ہین فرشتون مین اور رشک ہے زاہد کو
اس شان سے جنت مین شہ اے نبی آیا

کعبہ سے بھی کچھ بڑھکر ہے اس کی کشش دلبین
جس شہر مین تو مرقد سے ہی تیرے شرف پایا

کیون نزع کی دشواری آسان نہو جاتی
تھا نام ترا لب پر اور سر پہ ترا سایہ

اک عمر کی گمراہی اک عمر کی بیتابی
جز بیسری غلامی کے آخر ثمر پایا

حکمت کا سبق چھوڑا عزت کی طلب چھوڑی
دنیا سے نظر پھیری سب کھو کے تجھے پایا

سمجھے تھے سیہ کاری اپنی ہے فزون حد سے
دیکھا تو کرم تیرا اس سے بھی سوا پایا

فاسق کی ہے یہ میت پر ہے تو تری اُمت
ہان ڈال تو دے دامن کا اپنے ذرا سایہ

تین اور تیرہ

سات اور پانچ

جسطرح کل انسانی مخلوق نفس واحدہ سے خلقت پذیر ہوئی ہے جیسے کل انسانی نسلون کا تولیدی سلسلہ ایک ہی شروع رکھتا ہے اسی طرح کل ہندسے بھی ایک ہی ہندسہ (۱) کی ذریات مین سے ہین شروع مین ایک ہی ہندسہ (۱) کا تھا رفتہ رفتہ اُسی سے تمام دوسرے ہندسے بنتے گئے یا بنائے گئے۔ دیکھو دس تک سوائے ہندسہ جات (۵) (۷) (۸) کے باقی کل ہندسے ایک ہی شکل کے ہوتے ہین۔ تھوڑی سی تبدیلی اور بیشی سے (۱) کا ہندسہ ۲ - ۳ - ۴ - ۶ - ۹ - اور (۱۰) بنتا گیا۔ ذرا غور سے ان چھ ہندسون کو دیکھو کہ تھوڑی سی زیادتی اور تبدیلی کرکے ایک ہی سے کسطرح یہ دوسرے ہندسے بنائے گئے ہین۔ رہے ہندسہ جات ۵ - ۷ - ۸۔ اگر مزید غور کروگے تو ان مین بھی ہندسہ (۱) کی ہستی مشہود ہے۔ اگر ہم ہندسہ ۷ - ۸ کو اُلٹ کر دیکھین تو اُن مین بھی (۱) کا ہندسہ پایا جاے گا ہندسہ (۱) کو اگر گولائی دی جائے تو (۵) کا ہندسہ بن جاتا ہے۔

دس سے آگے بڑھو تو وہی صورتین پھیر پھیر کے لائی جاتی ہین یہ مان لینا چاہیے کہ شروع سب مفرد اور مرکب ہندسون کا (۱) ہندسہ ہی ہے گویا ہندسی دُنیا مین (۱) کا ہندسہ ہندسون کا نفس واحدہ ہے۔ دوسری زبانون کی ہندسی اشکال سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہندسہ (۱) ہی سے سب دیگر ہندسون کی تدوین اور ترکیب ہوئی ہے۔

ہندسہ

بعض لوگ کہتے ہین کہ چونکہ ہندسہ یا ہندسون سے اندازہ ہوتا ہے اس واسطے یہ اندازہ کا اُلٹ ہے ہماری راے مین یہ درست نہین غالباً چونکہ یہ علم ہند سے نکلا ہے اس واسطے ہندسہ کو ہندسہ کہتے ہین۔ علم ہندسہ وہ علم ہے جسمین ہندسی قوتون اور ہندسی جوڑ میل کا بیان ہوتا ہے کاروباری زندگی مین ہر ملک اور ہر قوم کے اندر ہندسہ سے جو کام شب و روز پڑتا ہے وہ مخفی نہین جو قوم علمی رنگ مین علم ہندسہ اور قیمت ہندسہ سے بے بہرہ ہے وہ گویا اپنی زندگی کی قیمتا اور ضروریات سے بے بہرہ ہے

ریاضی مین ہندسہ ہی پر دہان ہی اور ریاضی کی قوت جو کچھ اس وقت دنیا مین کام کر رہی ہی وہ ظاہر ہی جو شخص علم ہندسہ جانتا ہی وہ مہندس ہی مہندس کون ہی جو علم ہندسہ جانتا ہو

ہندسون کی طاقت

شروع کے ہندسہ (۱) کی طاقت بہت بڑی طاقت ہی اس طاقت کی بدولت اس کی ذریات بے اندازہ مانی گئی ہی ایک کا ہندسہ اگرچہ ایک ہی مگر بموجودی سی تا بہ بیل سے اسکی طاقت بڑھتی جاتی ہی ایک ہی طاقت اپنی وسعت کے تحت مختلف طاقتون کی مدون اور ترتیب دہندگی خلقت مین ایک ہی کی طاقت کام کر رہی ہی چونکہ ایک ہی یا واحد طاقت کل طاقتون کی بنیاد ہی اس واسطے ہر نوع کے شروع کی ایک ہی طاقت تھی تحت اس بنیادی ایک طاقت کے مختلف صورتون مین وحدت سے ترقی کر کے کثرت کی طاقت مین متشکل ہوتی ہی اور ہمارے اردگرد سب اسی کا ظہور اور حدوث ہی۔

ایک کی طاقت سب طاقتون سے زبردست اور سب بنی طاقتون کو محتوی ہی اس سے نیچے اُتر کر جسقدر اضافی طاقتین ہین وہ بتدریج اس طاقت ایک سے کمزور ہوتی جاتی ہین ہندسہ (۲) کی طاقت اگرچہ ہندسہ (۳) کی طاقت سے کم ہی مگر اس مین شامل ہی اسی طرح ہندسہ (۳) کی طاقت ہندسہ (۴) مین شامل ہی اور مقابلتاً ہر ایک دوسرے ہندسہ کی طاقت سے پہلے ہندسہ کی طاقت سے زیادہ ہی برخلاف ایک کے جو بادبود پہلے ہونے کے بھی آخری یا دوسرے ہندسون سے زیادہ طاقتور ہی کیونکہ بالمقابل دیگر اضافی ہندسون کے وہی ایک بنیادی ہندسہ بنیادی طاقت ہی

صفر

علم ہندسہ صفر کی ایک بڑی طاقت ہی لغوی معنی اگرچہ لفظ صفر کے خالی اور تہی کے ہین مگر ہندی حساب مین صفر سے وہ نقطہ مراد ہی جو حد دائین جانب ہونے سے بس گنا طاقت بڑھا ہی اور بائین جانب ہونے سے کچھ قیمت نہین پاتا اور صفر کی صورت پانچ (۵) کے ہندسے سے مشابہ ہوتی انگریزی مین اب یہی صورت رائج ہے مگر عربی فارسی اور اردو مین نقطہ کا (۰) کہتے ہین صفر کی بے قیمتی اور دائین جانب لگ کر قیمت دار ہو جانا ثابت کرتا ہی کہ ایک طاقت کے اتصال سے کمزور دوسری طاقت قیمتی اور طاقتور ہو جاتی ہی جس ہندسہ کے ساتھ صفر ہوگا اُس کی طاقت دس گنا کر دے گا

بعض ہندسون کی اضافی قیمت

بعض ہندسے اضافی قیمت بھی رکھتے ہین قیمت کہہ لو یا خصوصیات اور تاثرات مختلف زبانون اور مختلف بول چال مین بعض ہندسے ایک اضافی خصوصیت اور اضافی قیمت یا طاقت رکھتے ہوے بالخصوص شہرت رکھتے ہین۔ دنون کی طرح کوئی ہندسہ کچھ خصوصیت رکھتا ہو اور کوئی کچھ محاورات اور بول چال مین ایسی خصوصیت اور قیمت کا علم ہوتا ہو کبھی کبھی ایسی قیمت اور طاقت کسی وجہ سے موجہ ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی دہی رنگ مین مختلف تعبیرین کی جاتی ہین۔

ہندسون مین سے پانچ۔ سات۔ تین اور تیرہ کو خصوصیت سے تعبیری پہلو سے شہرت حاصل ہو۔ تنقیدی رنگ مین یہ نہین کہا جا سکتا کہ کیون رفتہ رفتہ لوگون کے خیالات اور اذہان ایسی ایسی انوکھی تعبیرات یا تاویلات اور اجتہادات کے یون رہین ہوتے گئے ہین اور کیون ان تعبیرات کی یہ وقعت ہوئی اور کیون ایسی قیمت لگائی جاتی ہو۔ علم ہندسہ مین تو بظاہر ان تعبیرات کی بابت براہ راست کچھ نہین کہا گیا ہان ہندسہ کی شاخ جفر رمل اور جوتش مین ہندسون کی کچھ نہ کچھ قیمت لگائی گئی ہے

کسی قدر تعبیرات ہندسی

جب ہم اپنے اپنے رنگ مین چند ہندسون کی تعبیرات۔ اور اجتہادی تاویلات کی تقریرون اور تحریرون مین تفصیل دیکھتے ہین تو یہ کہنا ہی پڑتا ہو کہ ان ہندسون کی طاقت اور وقعت اثر اور خصوصیت کا سلسلہ ہر ایک ملک اور ہر ایک زبان مین جاری اور معمول رہتا ہو۔ مثلاً

سات پانچ کرنا	تکرار
سات پانچ لانا	جھگڑا نکالنا۔
سات پردون مین رکھنا	سخت احتیاط
سات پردے لگنا	حد درجہ ستر
سات تودن سے منھ کالا کرنا	بڑے درجہ کی نفرت۔
سات دھار ہوکر نکلنا	چھوٹ چھوٹ کر نکلنا۔
سات سمر	موسیقی کے ساتون درجے۔

سات سمندر	دنیا کے کل بحر اعظم
سات سنگار	عورتوں کی سات آرائشیں
سات سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی	باوجود پاپی ہونے کے ادعائے نیکی۔
سات سہاگنوں کو کھلانا	منت کی ایک رسم
سات سہیلیوں کا جھمکا	عقد ثریا۔
سات پھیرے۔	طواف وقت شادی۔ طواف گرد آتش۔
سات اوھن	گرگ بندی۔

جب بعض لوگ فال دیکھتے ہیں تو اول سطر دیکھ کر پھر ساتویں سطر دیکھتے ہیں اور پھر ساتوان ورق یا ساتوان صفحہ ایسے ہی کہتے ہیں سات آسمان اور سات زمین۔

تین اور تیرہ

سات کے ہندسہ کے مقابلہ میں ہندسہ جات (۳) اور (۱۳) کی قیمت اور تعبیر و اجتہاد کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہے جھگڑے کے وقت کہتے ہیں میاں تین دفعہ کہدو مجھے منظور ہوگا تین دفعہ کلمہ پڑھ کر کہو فیصلہ ہو جائے گا۔ تین لکیریں کھینچدو بس فیصلہ ہے۔ تین تیرہ مت کرو اصل بات کہو۔

تین بلائے تیرہ آئے دال میں پانی

تین پانچ۔

تین پانچ کرنا۔

تین بیڑ بکائیں میاں باغبان۔

تین تیرہ۔

تین تیرہ کرنا۔

تین حرف بھیجنا۔

تین دن قبر میں بھی بھاری ہیں۔

تین کانے۔

(۱۳)

تیرا تیری	منحوس مہینہ صفر کا
تیرہواں	ہنود کی ایک نامی رسم کرپا کرم کا دن
تیرھویں صدی	منحوس اور خراب صدی۔

انگریزی کہاوت ہے کہ اگر میز یا دسترخوان پر ۱۳ مہمان ہوں تو نحس ہے۔

نہ تینوں میں نہ تیروں میں	بے حقیقت
دودھ کی بڑی تیراک ہے۔	ایک چالاک عورت۔

ان تعبیرات کی فلاسفی

کبھی کبھی ہم یہ کہا کرتے ہیں کہ بعض پرانی باتوں یا بعض پرانے اجتہادات اور پرانی تعبیرات کی کوئی فلاسفی اور دلیل نہیں ہوتی ہاں بعض تعبیرات اور بعض اجتہادات ایسے ہی ہوتے ہیں کہیں بعض تعبیراتی اور اجتہادی باتیں مدلل اور موجہ بھی ہوتے ہیں مزید غور کی ضرورت ہے۔ پنجاب میں فقرہ (نہ تینوں میں نہ تیروں میں) کی بابت ایک کہانی بنائی ہوئی ہے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں تک درست ہے وہ یہ کہ ایک عیاش مزاج آدمی نشہ عیش پرستی میں بہت کچھ برباد کر کے یہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ مطلوب سے کے نزدیک اس کا کیا درجہ ہے ایک دوست نے خانمان سوز مطلوب سے پوچھا تو اس نے جواب میں کہا کہ میرے طالبوں کے کئی ایک درجے ہیں یہ طالب نہ تینوں میں ہے اور نہ تیروں میں گویا اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ اس کہانی سے بھی فلسفیانہ رنگ میں یہ پتہ نہیں چلتا کہ تین اور تیرہ عدد کی تخصیص کی ضرورت کیا تھی یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ نہ چار میں اور نہ چودہ میں اسی طرح سات پانچ کے بجائے سات اور چار نو اور چھ بھی کہا جا سکتا تھا۔

دراصل ہندوؤں اور اعداد میں سے بعض ہندسے مثل سات، پانچ اور تین و تیرہ کے بعض وجوہ کی بنیاد پر رفتہ رفتہ خاص کر لیے گئے ہیں اس تخصیص کی وجہ سے ایسے اعداد ضرب الامثال کہاوتوں اور خاص مقولات میں لائے جاتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے (نہ نو من تیل ہوگا اور نہ رادھا ناچے گی) ایسے ہی (نہ نو میں نہ تیرہ میں) اس محاورہ کی اصل بھی کسی بیوقوف کے فرضی قصہ سے منسوب ہے اسی طرح نو ندہ بارہ سدھ ہو جانا۔ اور نو نقد نہ تیرہ اُدھار اور نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی کے محاورات بھی ہیں بعض محاورات ہندسی

کے وجوہ تو مبہم نہیں لیکن بعض کے وجوہ سرسری طور پر معلوم نہیں ہو سکتے۔

محاورہ

محاورہ کیا ہے وہ کلمہ یا وہ کلام جسے چند ثقات نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنی کے واسطے مختص کر لیا ہو جیسے پانچوں انگلیاں برابر نہیں آپ بھی پانچوں سواروں میں ہیں۔ پانچوں سواروں میں نام لکھوانا۔ پانچ میں پرمیشر۔

کوئی محاورہ سوائے کسی خاص وجہ اور ربط کے نہیں ہوتا عام اس سے کہ ایسی خصوصیت وجہ اور ربط موجہ ہو یا غیر موجہ مناسب ہو یا غیر مناسب وہ محاورات جن کی ترکیب کسی قدر غیر مناسب بھی ہوتی ہے۔ چونکہ عام بول چال اور روزمرہ میں آ چکے ہوتے ہیں اس واسطے کسی زبان میں اور اہل زبان کے نزدیک انکی بھی کچھ نہ کچھ قیمت ہوتی ہے جیسے کہ بعض غلط العام الفاظ بھی بعض صورتوں میں تسلیم کر لیے جاتے ہیں اگرچہ اُن کی قیمت کچھ بھی نہیں ہوتی یا جیسے کہ بعض تابع مہمل الفاظ غیر مہمل الفاظ کے ساتھ بولے جاتے ہیں۔

آخر تخصیص ہندسوں کی وجہ

بعض ہندسوں کی تخصیص یہ دیکھتے ہوئے کہ تقریر اور تحریر میں اُن کا اطلاق ایک سہولت اور ایک خصوصیت کے ساتھ ہوتا ہے کچھ نہ کچھ [illegible] ہے۔ میں ہر مخصوص ہندسہ کی خصوصیت کی وجہ مناسب یا غیر مناسب کچھ نہ کچھ ہوتی ہے مثلاً ہندسہ (۳) کی خصوصیت یوں ہوئی کہ بعض حالات میں تین ہی دفعہ قسم کھانے اور انکار یا اقرار کرنے پر بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس واسطے دوسری صورتوں میں پہلی تعبیر مقدم رکھی گئی۔ اسی طرح سات پانچ کا اطلاق بھی ہوتا ہے بعض وقت ایسے مخصوص ہندسوں کا ایک خاص صورت میں اطلاق اس وجہ سے بھی کرتے ہیں کہ لوگوں کے عام کاروبار میں ان ہی مخصوص ہندسوں کے مطابق عمل بھی ہے۔

اور یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ عام بول چال اور عام کاروبار میں مقابلتاً بعض ہندسوں کی طاقت زیادہ تسلیم کر لی گئی ہے۔ جیسے فن نقوش اور تعویذات میں پندرہ نقش اور تیرہ نقش کی طاقت اور کشش اس کے مشاق خصوصیت سے تسلیم کرتے ہیں۔ یہ جو بات ہے کہ نقوش پندرہ اور تیرہ میں عملی اور علمی پہلو سے کوئی جذب اور کوئی اثر ہو یا نہ ہو لیکن جو لوگ ان اعداد کو ایک خصوصیت دیتے ہیں اُن کے خیال میں تو ان

ایک طاقت اور جذب ہوتا ہے اور ان ہی کی ریس سے اور لوگ بھی اُن کو مخصوص سمجھ لیتے ہین۔

علم الاعداد

علم الاعداد نہ صرف معمولی کاروباری امور مین ہی کار برار ہے بلکہ دوسرے فنون اور تجارت مین بھی ان کی بہت کچھ قیمتین اور خصوصیتین تسلیم کی گئی ہین۔ یہ حدابات ہے کہ بعض لوگ اُن کی تصدیق نہ کرین بعض لوگون نے اعداد کی تیمتون پر جُداگانہ بحث کی ہے اور ہر عدد کو دوسرے عدد کے مقابلہ مین خصوصیات اور کشش کے لحاظ سے زیر بحث لاکر ایک جداگانہ قیمت قرار دی ہے گو ان کی ایسی توجیہات دوسرون کے نزدیک کیسی ہی عام یا خام خیالات کا عکس ہون۔ عوام ہی اس قسم کے خیالات نہین رکھتے بلکہ خواص اور بڑے بڑے فلاسفر بھی اس کے حامی ہین۔ علامہ ابن خلدون کے مقدمہ تاریخ مین اس قسم کی بحثین پائی جاتی ہین۔

سلطان احمد

افادات شاد

تہ شمشیر یا مشکل ہے رکھنا اپنی گردن کا
مگر آسان نہین پہچاننا قاتل کی چتون کا

کوئی صہبا کشی مین طاق کوئی مے پرستی مین
خرابات مغان مین جمع ہے اُستاد ہر فن کا

کہان چھوڑا ہے مجھ وحشی کو قاتل نیمجان تو نے
وہ کالی رات، سناٹے کا عالم، بولنا رن کا

نکالے بیٹھ کر کانٹے نہ اپنے پائے زخمی سے
کبھی بھولے سے دل توڑا نہ ہمنے اپنے دشمن کا

جھکے پڑتے ہین موتی کان کے رخسار رنگین پر
خدا حافظ ہے اس نازک صراحی دار گردن کا

تہ خنجر کہین مین مٹ نہ جاؤن شرمساری سے
ادب لازم ہے اے خون گلو قاتل کے دامن کا

ترے در سے ہمین دیر و حرم مین کھینچتے کیون ہین
نہ لوٹا شیخ کو ہم نے نہ گھر چھینا برہمن کا

بہار باغ جاتی ہے کہو بلبل منھ ل بیٹھے
قریب آیا زمانہ نالہ و فریاد و شیون کا

وہ میکش ہون جنھین سے اُٹھ نہین سکتین مے آنکھین
گوارا کب ہے جھکنا بزم مین شیشے کی گردن کا

مین بے بس ہون مرا آرام ہے غیرون کے ہاتھون مین
پھرا ہے پیری زمانہ آگیا اپنے لڑکپن کا

ہے دربان و اعظان شہر کی کافر نگاہون کا
کیے رکھتا ہون ساغر پر ہمیشہ سایہ دامن کا

وہ زلف مشکبو لپٹی نہ ہو کانون کے بندون سے
سبب کھلتا نہین اے شاد اپنے دل کی اُلجھن کا

غزل نعتیہ

فروری کے الناظر مین حضرت جوہر و جناب ماجد کی ہم طرح غزلین پڑھ کر دل مین ایک تحریک ہوئی جسکا نتیجہ ذیل مین ہدیۂ ناظرین ہے۔
ایک عرصہ کے بعد مہر خاموشی ٹوٹی تو سب سے پہلے جو اشعار نظم ہوئے وہ حضور سرور کائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین ہین۔ یہ امر اتفاقیہ سہی لیکن اس خیال سے مجھے روحانی مسرت ہے (ف)

تھین عشق و محبت کی اللہ رے کیا گھاتین
معراج کے پردہ مین ہوتی تھین ملاقاتین

کچھ اشک ندامت کے، کچھ طور خجالت کے
دربار رسالت مین لایا ہون یہ سوغاتین

فردوس کی بخشش ہے، انعام ہے جنت کا
اک بندۂ عاصی کی اس درجہ مدارات ین

مینوش پہ کیا کھلتے اسرار حقیقت کے
ہین ساقیٔ کوثر کی ساری یہ کراماتین

رحمت کی گھٹائین ہین، غفران کے ہین بادل
کیا وادی بطحا کی دلچسپ ہین برساتین

کیا نالۂ وشیون تھے، کیا گریۂ پیہم تھا
او غارِ حرا تجھ کو سب یاد ہین وہ باتین

ہے شوقِ حضوری سے اک دھن سی لگی دل مین
دن ہے تو دعائین ہین شب ہے تو مناجاتین

فاروق تصور ہے ہر وقت مدینہ کا
کٹتے ہین اسی مین دن کٹتی ہین یونہین راتین

(سید محمد فاروق شاہ پوری)

شکریہ

مٹنے والا تم پر مٹ گیا۔ فدا ہوگیا۔ مگر اے جان جہان! تم نے اُس وقت اُسکی کچھ بھی دلدھی نہ کی۔ ارمانون۔ آرزوؤن کا خون کیا۔ اس کی حسرتون کو بیدردی سے ٹھکرادیا۔ .....

چشم التفات کا ذکر ہی کیا ہے۔ تم نے تو کبھی اس پر اجنبی نگاہین بھی نہ ڈالین! آہ تمھاری یہ رخی بے التفاتی تھی کہ گردش قسمت!.....

عقل نے اسے دھوکا دیا۔ دل پر حسرتون نا اُمیدیون کا تسلط ہوگیا۔ ظالمون نے یہان تک مجبور کردیا کہ تمھارے جمال جہان آرا سے دور سے بھی لذت اندوز ہونیکی اجازت نہ دی۔ مگر دل شریف دل!! سچی محبت کے پاک جذبات سے بھرا ہوا دل!!! وہ دل جو تمھاری نذر ہوگیا تھا!!! ویسا ہی وفادار رہا۔ تمھاری یاد اس مین ویسی ہی قائم رہی۔

خدا جانے تم نے کیا خیال کیا۔ مگر دُنیا نے تو اُسے بوالہوس کا خطاب دیا۔ رقیبون کو شکمندانہ اطمینان حاصل ہوا۔ غمخوار بے فکر ہوئے۔ دوستون مین غائبانہ چہ میگوئیان ہوئین۔ اور رفتہ رفتہ یہ تغیر بھی پرانا پڑگیا۔

جذبہ عشق کب تک بے اثر رہے گا ..... سچی محبت کی کشش کب تک اثر نہ کرے گی؟ ..... قطب نمائے حسن کی سوئی کب تک اضطرار کی حالت مین رہیگی؟ ..... سوسائٹی کی بیجا یا بجا علائق کا کب تک رُکاوٹ رہیگا؟ ..... پاک معصوم اور بھولا بھالا دل کب تک متاثر نہوگا؟ ..... بوالہوسون کی غرضی نمایش کا کب تک رنگ نہ کھلے گا؟ ..... نیک کانشنس نادانستہ ظلم کی تلافی بغیر کب تک مطمئن رہیگا؟ .....

عاشق ہجران نصیب کی برگشتہ قسمت نے پلٹا کھایا۔ تغافل کا عکس شروع ہوا۔ نامرادی کی بخت خفتہ نے کروٹ لیکر آنکھین کھولدین۔ خرمن حسن مین عشق کی چقماق سے آگ لگ گئی اور ایسا شعلہ بھڑک اُٹھا کہ تمام خس وخاشاک اُس سے جل کر خاکستر ہوگئے۔ سوسائٹی کی بندشین تار عنکبوت ہوگئین۔ اور مسیحا خود بیمار

پڑکر اپنے بیمار کی زیارت کو چلا!! . . . . . .

یا وہ بیرخی تھی کہ آنکھین اُٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ تھا یا یہ التفات ہو کہ آنکھین اُٹھنے کی خود منتظر ہین!!

ناکام آرزو کو خواب کا گمان ہوا۔ آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ کمزور قلب تڑپ کر اپنے مرکز سے ہٹ گیا طبیعت اپنی بساط سے بڑھ کر دل دھڑکنے لگا . . . . . .

حسرتون نے اپنی اٹوانٹی کھٹوانٹی اُٹھانے مین دیر کی! . . . . . بسمل نیم جان پر شادی مرگ کی حالت طاری ہوگئی!! . . . . . پرستار حسن نے اُن ترانی کی جگہ نیچی نظرین پائین . . . . . آخر اس گستاخی نا تحیر کا خاتمہ ہوا۔ شعور نے اپنی موجودگی کا یقین دلا کر خواب کے خیال کو دھوڈالا . . . . . مگر آہ! . . . . . اس احسان کے شکریہ کے اظہار کے لیے تمام دنیا کی زبانین گونگی ہین اور تمام مذاہب کے سجدے بیکار!! . . . . . .

لے وفا ہرگز نہ بود کشیوہ ات
از وفا این لطف تو بالاتر است

م - ح - مسلم

محفل مین اُن کے سامنے گو مین خموش تھا
ظاہر نگاہ شوق سے اُلفت کا جوش تھا

مجنون کی خاک دوش صبا پر تھی نجد مین
لیلیٰ کی جستجو مین وہ خانہ بدوش تھا

بیخود وہ ہو گئے تری کافر نگاہ سے
دعوائے صبر تھا جنھین وہ بوالہوس تھا

مجھ سا گنا ہگار سر حشر بچ گیا
دامن ترے کرم کا مرا پردہ پوش تھا

پروانے کی خطا نہین اے شمع بزم یار
تجھ سے لپٹ گیا یہ محبت کا جوش تھا

قاضی شہر شیخ حرم ہو کہ محتسب
ساقی نے جس کو دیکھ لیا بادہ نوش تھا

دل جل رہا تھا صورت پروانہ بزم مین
باسط مثال شمع گو مین خموش تھا

باسط بسوانی

"پردہ"

پردہ اگر نہ ہوتا تھا انتظام مشکل
پردے مین ہو رہے ہین دنیا کے کام مشکل

کس طرح چین آتا کیونکر حیات ہوتی
دن کی جو روشنی پر پردہ نہ رات ہوتی

پردہ اگر نہ ہوتا دل مین لہو بھرا تھا
پردہ اگر نہ ہوتا کعبہ مین کیا دھرا تھا

تو نے پہلے تیاگ نظر مین چین پایا
پردہ جو لازمی تھا پھر گورنے چھپایا

پردہ کی سب ہی قوت اعضا مین کچھ نہ ہوتا
پردہ اگر نہ ہوتا دنیا مین کچھ نہ ہوتا

کس طرح جان کھوئے پروانہ نیمجان ہے
فانوس کا تو پردہ اے شمع درمیان ہی

پردے مین تو چھپی ہی لیکن ملے وہ کیونکر
بیتاب ہو رہا ہے تجھپر جلے وہ کیونکر

پروانے کا نہ سننا اپنا نہ حال کہنا
اے شمع کس سے سیکھا پردہ مین بیٹھ رہنا

تو زرد ہو گئی ہی آنسو ترے بہے ہین
پردے مین راز تیرے پروانے لے رہے ہین

پردے مین تو چھپی ہی کیا جانستان ادا ہے
تو جان لے رہی ہی وہ جان دے رہا ہی

دعوی ترا بجا ہی فانوس مین نہان ہے
انداز حسن تیرا پردے سے بھی عیان ہی

پروانے کو میسر ہرگز طپش نہ ہوتی
پردہ اگر نہ ہوتا ایسی کشش نہ ہوتی

تاثیر اپنے دل پر کیا کیا اثر فزا ہے
پیش نظر نہین ہی پردے مین ہر صدا ہے

برسون پھرے چمن مین برسون تلاش کی ہی
گل سامنے عیان ہے پردے مین تو چھپی ہی

پردے کی رہنے والی کیا لطف آ رہے ہین
تیرے نسیم جھونکے دل گدگدا رہے ہین

شاید نہ تھی چمن مین امید کا مگاری
بے پردہ ہو کے شبنم پردے مین پھر سدھاری

پردے مین رہکے یار پردہ نشین نے مارا
پردے سے اُس نے ہمکو سو سو طرح پکارا

کوئی صدا سُنی جب یادِ نگار آئی
دل نے کہا تڑپ کر آواز یار آئی

نالے نہ دربدر ہم یوں دلخراش کرتے
پردہ جو وہ نہ کرتا کس کو تلاش کرتے

بے پردہ سامنے تو اے پردہ ور کھڑا ہے
پردہ دُوئی کا اپنی آنکھوں پہ خود پڑا ہے

انداز کون ہی جو قاتل نہین تمھارا
پردے سے باہر آنا مشکل نہین تمھارا

ہستی جلا کے ہم بھی اُٹھ جائین گے جہان سے
پردہ کو پھونک دین گے آہِ شرر فشان سے

آنکھون مین پھر رہا ہی رو برو چھپا ہے
اودل کے رہنے والے کیون ہمسے تو چھپا ہے

پردے مین کیون چھپا ہے اے نور بے نیازی
ہر شان سے عیان ہی شان کرشمہ سازی

نکہت چھپی ہوئی ہی اُسمین بھی خو ہے تیری
گل مین ہی رنگ تیرا گلشن مین بو ہے تیری

باغِ جہان پہ تیرا احسان ہی غائبانہ
ہر برگ کہہ رہا ہے ہم سے ترا فسانہ

سامان کارسازی پردے مین ہو رہے ہین
انداز دلنوازی پردے مین ہو رہے ہین

روتے ہین مُنھ چھپا کر راتون کو رونیوالے
پردے مین ہو رہے ہین سب کام ہونیوالے

دل مین ہمین جگر وہ دیر آشنا نہ ملتا
پردہ اگر نہ ہوتا کچھ بھی مزا نہ ملتا

حکیم جگر صدیقی زمیندار بسوان

اب قفس سے نہ جدا کر مرے صیاد مجھے
آشیان یاد ہے ظالم نہ چمن یاد مجھے

کچھ بھی شکوہ نہین تجھسے ستم ایجاد مجھے
کر دیا میری تمناؤن نے برباد مجھے

دلکشی خانۂ زندان کی بتاؤن کیونکر
کر نہ دین اہلِ ستم قید سے آزاد مجھے

دردِ دل کہنے پہ مجبور نہ کر اے صیاد
مہربان پا کے تجھے کچھ نہین اب یاد مجھے

دلِ سودا زدہ پھر جان سے بیزار ہوا
لیچلا پھر طرفِ کوچۂ جلاد مجھے

خوشنوایان گلستان کی نشانی ہون مین
ذبح کر کے کہین بھیجتائے نہ صیاد مجھے

اپنی تقدیر کی خوبی پہ ہون نازان سرشار
بعد مرے قاتل نے کیا یاد مجھے

صدر المدرسین جناب حکیم جگر صاحب زمیندار بسوان

نقد و تبصرہ

(از "ناظر")

(الف) ادب

(۱) مجموعہ کلام جوہر:- مولانا محمد علی کے کلام کا مجموعہ۔ حجم ۴۵ صفحہ۔ تقطیع جیبی۔ مع تصویر مولانا۔ قیمت ۴/ پتہ:- جامعہ ملیہ اسلامیہ (نیشنل مسلم یونیورسٹی) علی گڈھ

فطرت کبھی کبھی غیر معمولی فیاضی سے کام لیکر ایسے افراد بھی پیدا کرتی رہتی ہے، جن کی ذات مختلف و متعدد صفات عالیہ کی جامع ہوتی ہے اس قسم کے افراد میں سے ایک ہمارے مولانا محمد علی جوہر بھی ہیں۔ ان کی انگریزی انشا پردازی ایک زمانہ سے مسلم چلی آتی ہے۔ فن صحافت (جرنلزم) میں اُن کے کمالات کا اعتراف تمام ماہرین فن کر چکے ہیں، اُن کی قوت تقریر مخالفین پر بھی اپنا سکہ بٹھا چکی ہے، اُن کا حُب قوم شک و تذبذب کے مرتبہ سے مدت ہوئی ارفع ہو چکا ہے، لیکن کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہ جس پایہ کے انگریزی ادیب ہیں اسی درجہ کے اُردو کے شاعر بھی ہیں۔ ان کی شاعری رسمی قافیہ پیمائی نہیں۔ دل سے نکلے ہوئے شرارے ہیں جو اثر سے کوئی مصرع خالی نہیں "انچہ از دل خیزد بر دل ریزد" قدیم فارسی مقولہ ہے پیش نظر اوراق اس کلیہ کی پوری تصدیق کریں گے۔ زبان کی سلاست اور بیان کی صفائی اُس پر مستزاد ہیں آمد و تصنع کی جھلک ایک شعر میں بھی نہ ملے گی، ساری کتاب آپ بیتی، "آمد بے تکلفی برجستگی" کا ایک مسلسل مرقع ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پُر غیب سے سامان بقا میرے لیے ہے

پیغام ملا تھا جو حسینؑ ابن علیؑ کو
خوش ہوں وہی پیغام قضا میرے لیے ہے

میں کھو کے تری راہ میں سب دولت دُنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لیے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

کیوں ایسے نبی پر نہ فدا ہوں کہ جو فرمائے
اچھے تو سبھی کے ہیں بُرا میرے لیے ہے

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد　　ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد
قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے　　اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
تجھ سے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے　　میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد
لذت ہنوز نامۂ عشق میں نہیں　　آتا ہے لطف جرم تمنا سزا کے بعد

جہاں کہیں تغزلیہ مضامین باندھے ہیں، وہاں کلام میں غیر معمولی لطف و کیف پیدا ہو گیا ہے جس کی قدر اہل دل ہی کر سکتے ہیں۔ مثلاً ؎

تنہائی کے سب بیان ہیں تنہائی کی سب باتیں　　اب تک نہ لگیں اُن سے خلوت میں ملاقاتیں
کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے ہیں وعدے　　ہر روز وہی چرچے ہر رات وہی باتیں
معراج کی سی حاصل مجروں میں ہو کیفیت　　اک فاصلۂ فاحش اور ایسی کرامتیں
بے مایہ سہی ہم لیکن شاید دلِ بلا ہیں　　بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

تمام محاسن ظاہری و معنوی کے ساتھ مرتب صاحب سے دو ایک فروگذاشتیں بھی ہو گئی ہیں مثلاً صفحہ ۳۹ پر جو مطلع "سلام کے بعد" والی غزل کا درج ہے، یہ مطلع حضرت جوہر کا نہیں بلکہ حضرت آبی غازی پوری کا ہے جو اُن کے مطبوعہ دیوان میں موجود ہے۔ اسی طرح صفحہ ۱۱۵ پر جوہر کا ایک دلچسپ شعر درج ہونے سے رہ گیا ہے ؎

تم تو کعبہ کے خدا تھے پھر نکالے کیوں گئے
اے بتو کیسی خدائی ہو سے ہوتے ہو گئی

(۲) انتخاب زرین۔ مرتبہ سر سید راس مسعود و ناظم تعلیمات حیدرآباد دکن۔ حجم ۱۰۸ صفحہ۔ قطع جنتری کاغذ چکنا کتابت و طباعت خوشنما۔ پتہ منیجر نظامی پریس مدایون۔ قیمت فی نسخہ مجلد عہ/

مختلف شعراء کے کلام کو اپنے مذاق کے مطابق انتخاب کر کے بیاضیا تشکول مرتب کرنا قدیم شرقی دستور چلا آتا ہے۔ سید راس مسعود صاحب ناظم تعلیمات سرکار دکن نے بھی گذشتہ و موجودہ اُردو شعراء کا کلام اسی طرز پر اپنے مذاق کے مطابق منتخب کر کے شائع کیا ہے۔ اصول انتخاب مرتب صاحب کے الفاظ میں یہ رہا ہے:-

"میں نے وہی کلام انتخاب کیا ہو جس کو میرے دل نے پسند کیا جن اشعار نے مجھ پر گہرا اثر کیا انھیں کو میں نے اس تذکرہ میں لیا ہو اور جن اشعار سے صرف عارضی یا فوری ولولہ پیدا ہوتا تھا اُن کو ترک کر دیا ہو" (دیباچہ صفحہ ۲)

ظاہر ہو کہ کوئی انتخاب ایسا نہیں ہو سکتا، جو ہر مذاق کے موافق ہو تاہم یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہو کہ پیش نظر مجموعہ کا بیشتر حصہ ایسا ہو، جو ہر صحیح المذاق شخص کے انتخاب میں آسکتا تھا، مولف صاحب کا نشو و نما تمام تر انگریزی صحبتوں میں ہوا ہو اس بنا پر خیال یہ تھا، کہ اُن کا ذوق بھی تمام تر مغربی ہوگا۔ اور ہندوستان کی مادری زبان اُن کے عرصۂ التفات سے خارج ہوگی۔ یہ تالیف اس خیال کی تردید کے لیے بالکل کافی ہو اور اُردو کا ہر بہی خواہ یہ دیکھ کر خوش ہوگا کہ سید احمد خان کے خاندان سے ابھی خدمت زبان کا ولولہ اور ذوق بالکل رخصت نہیں ہو گیا ہو،

مجموعہ کا اکثر حصہ غزلوں پر مشتمل ہو، لیکن دیگر اصناف سخن (مرثیہ، سلام، قطعات، مسدس وغیرہ) کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہو، کل ۹۵ شعراء کا انتخاب دیا گیا ہو جسمیں ولی دکھنی سے لیکر عزیز لکھنوی تک تقریباً تمام قابل ذکر شعراء آگئے ہیں، منتخب نظموں کی تعداد ۲۱۲ تک پہنچی ہو، ہر شاعر کے مختصر حالات بھی چند سطروں میں مندرج ملتے ہیں صحت سنین ولادت و وفات کا خاص اہتمام رکھا گیا ہو۔ غالب، حالی، اقبال، میر پر زیادہ توجہ رہی ہو، جو بالکل بجا ہو، البتہ پورے ۶ صفحے چکبست صاحب کی نذر کر دینا، اور حضرت اکبر کی صرف ایک غزل کا انتخاب کرنا ایک طرف اسراف بے محل اور دوسری طرف بخل بیجا کا ثبوت دیتا ہو جا بجا مسامحات بھی ملیں گے مثلاً غالب کا مدفن احاطہ درگاہ حضرت محبوب الٰہی بتایا ہو۔ یہ صحیح نہیں۔ احاطہ درگاہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ایک جداگانہ مختصر حلقہ میں غالب کی قبر ہو۔ نظم طباطبائی کا سال ولادت بھی محتاج تحقیق رہ گیا ہو۔

(۳) انتخاب مخزن۔ ضخامت ۲۰۰ صفحہ تقطیع ۱۸ × ۲۲۔ کاغذ و طباعت درجہ اوسط قیمت عہ/ ملنے کا پتہ:۔ شیخ مبارک علی تاجر کتب۔ لوہاری دروازہ۔ لاہور

مخزن لاہور کی ابتدائی جلدوں کا انتخاب پندرہ سال ادھر شایع ہو کر ملک میں مقبول ہو چکا ہے، یہ انتخاب بعد کی ۹ جلدوں کا ہو۔ نوعیت مضامین کا اندازہ عنوانات ذیل سے ہوگا:۔ موسیقی، خوشی، خدا کی ہستی، فریب دولت، تو اور میں، تا بینا بیوی، حضرت کون وغیرہ۔ مضمون نگاروں میں خواجہ حسن نظامی شیخ عبدالقادر، سلطان حیدر جوش، سجاد حیدر، لالہ لاجپت رائے، باقر علی داستان گو کے اسماء گرامی قابل ذکر

ہین۔ حصۂ نظم مین اکبر، اقبال، محمد علی جوہر، ناظر، تسلیم و وحشت کی جادو بیانیان اپنی جانب متوجہ کرینگی مجموعہ فی الجملہ دلچسپ ہے البتہ فہرست مضامین کا فقدان بار بار ناگواری کے ساتھ محسوس ہوتا ہے۔

(ب) سیرت و تاریخ

(۱) تاریخ الامت حصہ اول
سیرۃ رسول اللہ صلعم
(۲) تاریخ الامت حصہ دوم
خلافت راشدہ

مولفہ حافظ محمد اسلم صاحب استاد تاریخ اسلام جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڈھ
مجموعی ضخامت ۔۔ ۴۸ صفحہ تقطیع ۲۰×۲۶ کاغذ طباعت درجۂ اوسط
ملنے کا پتہ :۔
دفتر جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڈھ قیمت ۴ عہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ مسلمانان ہند کی بہترین توقعات کی مرکز ہے اور اس کا بانی (محمد علی) اسلام اور حضور شارع اسلام صلعم کے ان شیدائیون مین ہے جو صدیون مین پیدا ہوکر بلال حبشیؓ و اویس قرنیؓ کی یاد تازہ کرتے رہتے ہین، جامعہ کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ قوم کو دماغی غلامی اور ذہنی فرنگیت کی عبودیت سے آزادی دلاکر ذوق صحیح و طلب حق پیدا کرے گی۔ اس ادارہ علمی دار العلوم مین تاریخ اسلام کی مسند درس حافظ محمد اسلم صاحب کے سپرد ہوئی تھی جن کا تازہ کارنامہ تاریخ الامت کی شکل مین ہمارے سامنے ہے۔

سیرت نبوی پر قلم اٹھانا، ایک مسلمان کے نزدیک دنیا کے سامنے مشکل ترین کاموں مین سے ہے حضور سرور کائنات صلعم کے متعلق قلم کی ایک معمولی غیر ذمہ دارانہ جنبش بھی ایک مسلمان کے عقیدہ مین انتہائی جرم ہے چنانچہ اس زمانہ کے آزاد خیال علماء تک اس جرأت کا قصد کرکے مدتون ہچکچاتے رہے مولانا شبلی کی وسعت نظر، ذوق تحقیق، اور پھر آزاد خیالی مین کس کا کلام ہوسکتا ہے، یہ نہ جب انھون نے تالیف سیرت نبوی کی تحریک پیش کی تو صاف اعتراف کیا :۔

> مین مدت سے ان باتون کا احساس کر رہا تھا لیکن اس بنا پر قلم اٹھانے کی جرأت نہین ہوتی تھی کہ آنحضرت کے واقعات مین ایک حرف بھی صحت کے اعلیٰ معیار سے ذرا اتر جائے تو سخت جرم ہے یہ بھی وجہ ہے کہ عربی زبان مین سیکڑون ہزارون کتابین لکھی گئین لیکن جو گروہ زیادہ تر محتاط اور ادب شناس تھا اس نے بہت کم جرأت کی۔ کبار محدثین ۔۔۔۔ نے سیرت نبوی مین کوئی کتاب نہین لکھی۔" (الندوہ جنوری ۱۹۱۲ء)

لکھنے کے لیے قلم اٹھاتے ہین لیکن یہ حالت ہے کہ کام کے احساس عظمت سے ہاتھ کانپے جاتے ہین۔ فرماتے ہین :۔

"اس شدید ضرورت کو تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن یہ کام انجام دینا آسان نہیں۔ میں اُن مشکلات کو کسی قدر توضیح سے لکھتا ہوں تاکہ قوم اپنی اور میری ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھ لے" (ایضاً)

خود سیرت کے دیباچہ میں بھی ان مشکلات کا اعتراف ملتا ہے:-

"میرا فرض اوّلین یہی تھا کہ تمام تصنیفات سے پہلے میں سیرت نبوی کی خدمت انجام دیتا، لیکن ایک ایسا اہم اور نازک فرض تھا کہ میں مدت تک اسکے ادا کرنے کی جرأت نہ کرسکا..... واقعہ یہ ہے کہ کوئی تصنیف اس تصنیف سے زیادہ دیر طلب و جامع مشکلات نہیں ہوسکتی" (سیرت نبوی حصہ اول جلد اول صفحہ ۵)

یہ اعتراضات شبلی کے تھے، لیکن ہمارے اُستاد تاریخ اسلام" کا فضل و تبحر اس قسم کی مشکلات سے ارفع تھا۔ اُن کے پیش نظر قدما کی تصانیف کا اسقدر عظیم الشان ذخیرہ موجود تھا، کہ

"اُن سے اس زمانہ کی تاریخ کا مرتب کرلینا آسان کام ہے" (تاریخ الامت حصہ اول صفحہ)

ہمارے محقق کو جو کچھ دشواری محسوس ہوئی، وہ صرف یہ تھی، کہ ان قدیم مصنفین نے

"صرف واقعات کو سلسلہ وار جمع کردیا ہے، نہ اُن کے اسباب سے تعرض کیا ہے نہ انکی نسبت رائیں لکھی ہیں" (صفحہ)

اِس قدیم طریقہ تصنیف پر اگرچہ عقلاً و نقلاً کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا، خود حافظ اسلم صاحب کے نزدیک بھی۔

"اصولاً و انصافاً یہ طریقہ پسندیدہ تھا" (صفحہ ۸)

تاہم اس حقیقت کبریٰ سے یہ روشن خیال محقق کیونکر قطع نظر کرسکتا تھا کہ

"اب زمانہ بدل گیا ہے، لوگ مورخ کی رائے کو ضروری سمجھنے لگے، اس لیے خود مسلمان بھی اپنی روش بدلنے پر مجبور ہوگئے" (صفحہ ۸)

اللہ اکبر! کسقدر قوی دلیل اور کسقدر معقول وجہ ارشاد ہوئی ہے، یہ نہیں کہ قدما کے طرز تحریر میں کوئی مذہبی سقم تھا، یہ نہیں کہ ان کا طریق بیان حق و صداقت سے الگ ہوتا تھا، یہ نہیں کہ اس پر عقلاً کچھ اعتراضات وارد ہوسکتے ہیں، بلکہ یہ اور صرف یہ جرم اُن پر عائد ہوتا ہے کہ اُنھوں نے موجودہ مغربی معیار کی پیروی نہیں کی! ہمارا روشن خیال محقق اور سب کچھ سہہ سکتا ہے، لیکن اس کی برداشت اُس کے امکان سے باہر ہے کہ اس کی تحریر کا ایک حرف بھی موجودہ مغربی معیار سے گرا ہوا سمجھا جائے۔ اس کی روشن خیالی کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ اس نے قدما کے ذخیرۂ تصانیف کو خرافات و ناقابل التفات سمجھا اور بجائے ماخذ اصلی کی طرف رجوع کرنے کے اپنے پیش نظر

اپنے ایک ہمعصر اور ہم چشم (اس لیے کہ وہ صاحب بھی جامعہ مصریہ مین اُستاد تاریخ اسلام ہین) کی تازہ تالیف کو رکھا۔ یہ کوئی قیاس یا بدگمانی نہین، حضرت مولف ایک ایسی جسارت کے ساتھ جو صرف بادی مجرمون کے ساتھ مخصوص ہی، اپنی اس روشن خیالی کی تصریح فرماتے ہین:-

مین نے جسوقت اس کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا، تو دیکھا کہ قدیم تاریخون سے کار برآری مشکل ہی اسلیے جدید تصنیفات پر نظر دوڑائی ان مین علامہ شیخ محمد الخضری استاد تاریخ الاسلام جامعہ مصریہ.... کی تاریخ الامم الاسلامیہ مجھے ملی جس سے وہ مشکل آسان ہوگئی" (صہ ۲)

اس مشکلکشا کا ذرا وصف مخصوص بھی سن لیجیے۔ یہ نہین کہ اسکے مصنف قدیم ذخیرہ تصانیف پر کوئی بڑی گہری یا وسیع نظر رکھتے ہین۔ یہ بھی نہین، کہ ذات حضور سرور کائنات صلعم کے ساتھ کوئی قلبی نسبت رکھتے ہین، اور پھر یہ بھی نہین، کہ روایات کی عقلی تنقیح و تنقید مین کوئی خاص دستگاہ رکھتے ہین۔ بلکہ یہ اور صرف یہ، کہ خیر سے ہماری جامعہ ہندیہ" کے استاد تاریخ اسلام کی طرح یہ جامعہ مصریہ کے استاد تاریخ اسلام بھی روشن خیالی سے بہرہ وافر رکھتے ہین، ارشاد ہوتا ہی۔

مشکل آسان ہوگئی۔ کیونکہ شیخ موصوف نے اس کتاب کو موجودہ اصول تاریخ نویسی کے مطابق مرتب کیا ہی"!! (صہ ۲)

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کس قدر عبرت کا مقام ہی کہ ایک سچا عاشق رسول صلعم (محمد علی) مغربیت و فرنگیت سے تنگ آکر ایک خالص اسلامی درسگاہ قایم کرتا ہی، مسلمانون کو یورپ کی دماغی غلامی سے نجات دلانے کی سعی مین اپنی دنیا برباد کر دیتا ہی، اپنی درسگاہ مین قرون اولی کی فضا پھیلانا چاہتا ہی۔ اسی درسگاہ کا ایک تنخواہ دار معلم، جس کے سپرد تاریخ اسلام جیسا مقدس مضمون ہی، اس مقدس درسگاہ کے احاطہ کے اندر، وہی مسموم فضا پھیلاتا ہی، جس کے اندر خود اُس کی عمر کا بیشتر حصہ (قدیم علی گڈھ کالج مین رہکر) گذر چکا ہی اور اپنی دماغی غلامی کو کھلے خزانہ طلبہ تک متعدی کر رہا ہی۔

تہذیب جدید کا یہ آنریری مشنری اپنی روشن خیالی کا مزید ثبوت یون دیتا ہی:-

"تاریخی حیثیت سے ہم کسی شخص کی صرف اُس فضیلت کو لکھ سکتے ہین جسکا ثبوت واقعات سے ملے" (صفحہ ۳)

لیکن لکھنا شاید سہواً نظر انداز ہوگیا، کہ کسی "واقعہ" کی واقعیت کا کیا معیار ہی؟ یقیناً کہ وہ روایت ہے یورپ والے تسلیم کرلین۔

کانِ عقلیت کے چند جواہر ریزے بھی قابل ملاحظہ ہیں :-

"مسلمان ہیں دوسری قوموں کی طرح اپنے پیشوایان مذہب کے ساتھ عقیدت مندی میں غلو کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان سے کسی قسم کی غلطی کا ہونا محال تھا یہی وجہ ہے کہ اکثر ائمہ و بزرگان دین کی سوانحعمریاں... تاریخی معیار سے دور جا پڑی ہیں..... ہمارے بیان کی بنیاد علم پر ہے نہ کہ عقیدت پر ہم نے یہ فرشتوں کی تاریخ نہیں لکھی ہے بلکہ انسانوں کی" (ص ۲)

اس بیگانۂ عقیدت مدعی علم و دانش سے کوئی یہ دریافت کرے، کہ صحابہ کرام کا انسان ہونا بالکل مسلم لیکن کیا وہ اس درجہ اور اسی طرز کے انسان تھے جیسے وہ خود، یا سطور ہذا کا راقم یا اُن کے ناظرین ہیں؟ اور کیا اُن کے مشاجرات اور باہمی نزاعات" پر اسی طرح رائے قایم کی جاسکتی ہے جیسی آج لائڈ جارج و پونکارے کی باہمی جوتی بیزار پر ہو سکتی ہے؟ حافظ اسلم صاحب کی علمی قابلیت، اخلاق و عادات پر آج اگر ایک تین چار سال کے بچہ سے رائے لی جائے تو حافظ صاحب کہاں تک اسے جایز رکھیں گے؟ بعینہ یہی نسبت حافظ صاحب کو حضرات صحابہ کرام کے ساتھ ہے آج ایک جاہل گنوار اگر ڈارون کے اصول ارتقا یا کینٹ کے فلسفہ پر تنقید کرنے لگے تو حافظ صاحب غالباً اسے آگرہ کی ایک مخصوص سرکاری عمارت میں بند کیے جانے کی تجویز فرمائیں لیکن بالائے تعظیم اس سے بڑھ کر یہ عبارت (بیباکی) ہے کہ حضرت سیر خدا کرم اللہ وجہہ کو "بے تدبیری" "کمزوری ارادہ و تعمیل کاری" کا ملزم قرار دیا جائے (ص ۳۲۳)، انھیں عجیب و غریب عجلت کا مرتکب گردانا جائے (ص ۳۲۶) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اخلاق کریمانہ پر یہ تنقید کی جائے کہ

"بظاہر کسی حکیم یا عالم میں ہو تو بہت قابل تعریف ہو لیکن فرمانروا اور خلیفہ کے لیے پسندیدہ نہیں (ص ۳۲۶)

اور خلفاء ثلثہ کی شہادت کے واقعہ کو "قتل" کے عام لفظ سے موسوم کیا جائے!

حافظ صاحب نے جس قسم کے "واقعات" رقم فرمائے ہیں اور جس طرح ان کو اُن کی محض تاریخی حیثیت پر نازیبا ان کے لحاظ سے یہ خدمت آج سے بہت پیشتر مور، مارگولیس وغیرہ متعدد مستشرقین یورپ انجام دے چکے ہیں حافظ صاحب نے اگر بجائے جامعہ مصر کے استاذ تاریخ کے آکسفرڈ کے اساتذہ تاریخ اسلام کو اپنا ماخذ بنایا ہوتا تو "میزان علم" و "حکمت" یقیناً چند قدم اور آگے بڑھ کر لیتے۔ کہتے شاید اس فروگذاشت کا سبب حافظ صاحب کی انگریزی میں عدم مہارت ہو۔ اگر ایسا ہے تو جوان ہمتی سے کام لیکر اب انگریزی زبان کی تحصیل و تکمیل پر بیوی وقت صرف کرنا چاہیے کہ بغیر اس کے معراج عقلیت و فرنگیت نصیب ہونا ممکن نہیں

ساری کتاب میں اول سے آخر تک بجائے مذہبیت و اسلامیت کے یہی عقلیت و فرنگیت کی روح سرایت کیے ہوئے ہے۔ کسی ایسی روایت کا سایہ تک نہیں پڑنے پایا ہے، جسکا قبول کرنا مغربی عقل پر کچھ بھی بار ہو۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ صحابہ بیچارے تو الگ رہے، خود حضور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص فضایل، ہاں وہ فضائل جو باوجود حضور صلعم کی بشریت کے عام بشری سطح سے آپ کو ممتاز کرتے ہیں۔ اُن کے تذکرہ سے یہ نام نہاد "سیرۃ الرسول" یکسر خالی ہے۔ اُن کے بجائے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف عام محاسن اخلاق، حلم، کرم، تواضع، راستی، وغیرہ کے چند واقعات مندرج ملیں گے، جن سے "دانایان فرنگ"، و عقلاے یورپ" کو بھی مجال انکار نہیں بلکہ جن کا اعتراف ابوجہل و ابولہب تک کو تھا۔

حضور صلعم کے سفر طایف کی کل کائنات اس مسلمان محقق کے نزدیک اتنی ہے کہ آپ

"زید بن حارثہ کو لیکر طایف کی طرف گئے ..... اسلام کو پیش کیا لیکن اُن لوگوں نے مطلق توجہ نہ کی بلکہ سخت کلامی سے پیش آئے اور آپ بیوقت وہاں سے چلے، اُنھوں نے اپنے غلاموں اور بازار کے اوباشوں کو اُبھار دیا جنھوں نے پتھر برسانے شروع کیے ..... وہاں سے ناکام و نامراد مکہ میں واپس آئے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ نماز پڑھی، اور گھر تشریف لے گئے" (ص ۶۳)

ذکر میلاد مبارک کے لیے صرف اتنا اقتباس ذیل کافی خیال کیا گیا ہے:۔

"دوشنبہ کے دن صبح کے وقت ۹ ربیع الاول ۱۲ اپریل ۵۷۱ء کو اسی سال جسمیں اصحاب فیل کا واقعہ ہوا تھا، آنحضرت صلعم کی ولادت ہوئی" (ص ۶۴)

گویا ظہور قدسی بھی مولف کتاب ہذا کی نگاہ میں ولادت جیسا واقعہ تھا آغاز جہاد کے اسباب کی تشریح کرنا بھی شاید اس روشن خیال مورخ کے نزدیک داخل عقیدت تھا اس لیے ذیل کے تشفی بخش عبارت پر اکتفا کی گئی:۔

"قریش کا قافلہ تجارت کے لیے ہر سال ملک شام کو جایا کرتا تھا، اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا، مدینہ چونکہ ان کے راستہ میں تھا اس لیے مسلمانوں نے سوچا کہ ان کی اس تجارت کو روک دیں تاکہ وہ عاجز ہو کر صلح کرلیں" (ص ۹۱)

گویا موجودہ مہذب و متمدن سلطنتوں کی طرح یہ بھی فریق مخالف کی ناکہ بندی کی ایک صورت تھی۔

ان لوگوں کے قلوب عقیدت اسلام سے بیگانہ، اور عشق رسول کی نعمت سے محروم ہیں۔ خدا معلوم وہ

اپنے تئین حامی اسلام کے پردہ مین کیون ظاہر کرتے ہین۔ زبان پر خواہش وصل یار ہو، اور مردی کا یہ عالم ہو کہ رقیب کے نام سے لرزتے جاتے ہین۔ خدا محمد علی کے سوز دل کے طفیل مین ان کی جامعہ کے کارکنون کو توفیق نیک و عقل سلیم دے۔

نظرے خوش گذرے

مسٹر جلیل احمد (علیگ) کے مضمون کو ہزار داستان اور ادیب اُردو مین چھپا ہوا دیکھ کر جو خیالات گذشتہ نمبر مین ظاہر کیے گئے تھے اُن کے جواب مین صاحب مضمون کی یہ تحریر وصول ہوئی ہے:-

"الناظر بابتہ فروری ۱۹۲۳ء دیکھا، اپنا مضمون بھی پڑھا اور نظرے خوش گذرے بھی نظر سے گذرا، واقعات یہ ہین کہ مین نے اس مضمون کو پہلے "ہزار داستان" مین بھیجا لیکن وہان سے عرصہ تک کوئی رسید نہین آئی۔ مین نے متواتر دریافت کیا اور رسید بھی طلب کی مگر بے سود، آخر مین نے نا امید ہو کر آپ کی خدمت مین روانہ کیا، ادیب اُردو مین مین نے نہین بھیجا بلکہ میرے ایک دوست اختر ہاشمی نے اپنی طرف سے اُسے روانہ کر دیا، مجھ سے وہ مضمون دیکھنے کے لیے لے گئے تھے مگر حاشا مجھے خبر نہین کہ اُنھون نے وہان بھیجدیا"

اسکے بعد ظاہر ہے کہ صاحب مضمون سے کسی قسم کی شکایت نہین رہ سکتی۔ مگر الناظر کے نوٹ سے فائدہ کی ایک صورت یہ نکل آئی کہ مکرمی جناب مولوی وحید الدین سلیم پانی پتی نے اس خیال سے کہ جلیل احمد صاحب سے جو شکایت پیدا ہوئی اُسکا تدارک رفع ہو جائے، اُن کے مضمون کو جو دراصل ایک انگریزی نظم کا ترجمہ تھا نظم کا جامہ پہنا کر الناظر مین شایع ہونے کے لیے ارسال فرمایا۔ یہ نظم اسی پرچہ مین درج کر دی گئی ہے اور امید ہے کہ ناظرین کرام کی خاص دلچسپی کا موجب ہوگی۔

کانگریس کی اکثریت و اقلیت کے درمیان جو افتراق پیدا ہو گیا ہے اسکے رفع کرنے کے لیے مولانا ابوالکلام آزاد کی کوششین اس حد تک تو ضرور بار ور ہوئی ہین کہ رہنمایان اقلیت نے آخر اپریل تک گیا کانگریس کے فیصلہ پر اکثریت کے ساتھ مل کر کام کرنا منظور کر لیا۔ مگر اس کی توقع نہین کہ

ان دو مہینون کے اندر کوئی بڑا کام کیا جا سکے۔ کم سے کم صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ مین جہان میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈون کے انتخابات نے تمام کارکنون کے وقت و توجہ کو اپنے لیے مخصوص کرلیا ہو، مارچ کے اندر کوئی کام نہین ہو سکتا۔ بظاہر حالات جو عارضی مفاہمت اس وقت ہوئی ہے اس کا مقصد بجز اس کے کچھ نہین کہ موجودہ انتشار و تفریق کے نقصانات کا احساس دونون جماعتون کو ہو گیا ہو اور اس میعاد کے ختم ہو جانے سے پہلے پہلے رہنمایان کانگریس کسی ایسے طریق کار پر متحد ہو جائین گے جو اصولاً گیا کانگریس کی تجویزات پر مبنی ہو۔ گو مسٹر سی آر داس کے اس اعلان سے کہ جدید پارٹی کی تنظیم کا کام برابر جاری رہے گا۔ احتمال ہوتا ہو کہ حالات کے مطالعہ سے جو نتیجہ ہم نے اخذ کیا ہو وہ کہین غلط نہ ثابت ہو۔

خفتہ بخت مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس گیا کے بجاے لکھنو مین منعقد ہونے والا ہو مسلم لیگ سے خود اس کے اراکین کو کس قدر دلچسپی ہو اس کا اندازہ تو صرف اسی ایک واقعہ سے ہو جاتا ہو کہ اسکے اکثر جلسون کی کارروائی محض نصاب (کورم) کے پورا نہونے سے رُک جاتی ہو لیکن کچھ اور لوگ ہین جو اپنی سنہری روپہلی مصلحتون کی بنا پر اس حالت بیہوشی مین بھی مسلم لیگ کی قدر افزائی کو تیار رہین۔ ان حضرات کی کوشش تھی کہ مسلم لیگ کا جلسہ سالانہ دہلی مین منعقد ہو۔ مگر اتفاق سے اُن کی نہ چلی۔ آئندہ جلسۂ لیگ مین اس کی تو توقع نہین کہ کوئی بڑا اجتماع ہوگا۔ البتہ ایک جماعت اس تاک مین ضرور ہو کہ موقع ملے تو لیگ پر تصرف حاصل کرلے۔ لیگ کے تارک موالات اراکین علی الخصوص ڈاکٹر انصاری صاحب کو خبردار رہنا چاہیے کہ اگر ان کی طرف سے ذرا بھی غفلت برتی گئی تو لیگ ان لوگون کے قبضہ مین چلی جائے گی جو خود دوسرون کے اشارون پر کام کرنے کے عادی ہین یا موجودہ قومی تحریک سے علی الاعلان مخالفت رکھتے ہین۔

عزیز مکرم شیخ مشیر حسین قدوائی کے خلوص و آزادمنشی کے ہم ہمیشہ مداح رہے ہین اور اسی وجہ سے باوجود اختلاف راے کے ہم اُن کی بہت عزت کرتے ہین۔ لیکن گذشتہ دو سال کے اندر اُن کی اکثر تحریرون کو دیکھکر ہمین اندیشہ پیدا ہو گیا ہو کہ وہ بھی اُسی بلا مین مبتلا ہو گئے جو لیڈری کے لیے

گویا لازمی ہے۔ اگست ۱۹۲۱ء میں بمقام لندن مسٹر تلک کی برسی کے موقع پر اُنھوں نے بحیثیت صدر جو تقریر کی تھی، اُس کا بڑا حصہ تحریک ترک موالات کی مدح سرائی کے لیے وقف تھا جس کے متعلق خدا معلوم اُن کو یہ غلط فہمی کیوں ہے کہ وہ اُس کے بانیوں میں ہیں، حالانکہ عدم تشدد، کونسل، عدالت و مدارس کا مقاطعہ یہ سب چیزیں شروع ہی سے اس کا جزو لاینفک تھیں۔ مگر اب صرف وہ اس مقاطعہ کی مخالفت فرمانے سے دریغ نہیں کرتے بلکہ عدم تشدد، کا علی الاعلان مضحکہ اڑا رہے ہیں کیا یہ صرف اس لیے ہے کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی رہنمائی میں ترکان احرار نے یونانیوں کو شکست دیکر مسلمانان ہند کو موجودہ تحریک سے ایک حد تک بے نیاز کر دیا ہے۔ میدان کارزار سے مولانائے فرنگی محل کی پسپائی کے لیے تو شاید یہ حیلہ شرعی قابل قبول ہو سکتا ہو مگر قدوائی صاحب کو تو ہمارے مولوی صاحبان سے زیادہ باخبر اور واقف راز ہونا چاہیے۔ یہ ضرور ہے کہ وہ شے جسے مہاتما گاندھی نے Slave mentality (غلامی ذہنی) کا لقب دیا ہے کم و بیش ان تمام لوگوں پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے جو تہذیب جدید اور علوم مغربی سے حصہ وافر حاصل کر چکے ہیں۔ مگر قدوائی صاحب کی سادگی مزاج، بحیثیت دینی اور آزادہ روی کو یقیناً اس سے بالاتر ہونا چاہیے۔

قدوائی صاحب کی ایک اور بات بھی بہت سے لوگوں کے لیے ناقابل فہم ہے۔ وہ پہلے اپنی بے لاگ تحریروں کے لیے کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں مگر اب تو شاید ہی اُن کا کوئی مضمون ایسا شایع ہوتا ہو جو کچھ لوگوں پر طعن و تشنیع یا کسی صاحب کی ثنا و صفت سے خالی ہو۔ اس کا شکوہ نہیں کیا جا سکتا کہ اُن کی طعن و تشنیع کے مخاطب تمام تر وہی لوگ ہوتے ہیں جو اگرچہ صاحب ثروت نہیں مگر سالہا سال سے قوم کی بُری بھلی خدمت کر رہے ہیں اور اُس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو حریت دوست اور آزادی طلب کہا جا سکتا ہے۔ یا اُن کی ستائش و اعتماد کے سزاوار صرف بمبئی کے لوگ کیوں ہیں بلکہ افسوس اس بات کا ہے کہ وہ رمز و کنایہ کی عبارت چھوڑ کر کھلے میدان میں کیوں نہیں لوگوں پر وار کرتے اور جس شخص کی امانت کا حال ظاہر ہو چکا ہے اُس پر مسلمانوں کو اعتماد رکھنے کی تلقین کیوں فرما رہے ہیں۔

اگر جامعۂ ملیہ پر جسے وہ محمد علی صاحب کا کھلونا کہتے ہیں دس ہزار روپیہ صرف ہونا یا ڈاکٹر محمود صاحب کی کتاب پر بائیس ہزار کی لاگت آنا اُن کے نزدیک قابل اعتراض ہے تو اس کی کیا

ضرورت ہو کہ ہمدم کے کالمون مین بہ سبیل تذکرہ اس اسراف پر طعن کشی کی جائے۔ وہ مرکزی خلافت کمیٹی کے رکن ہین اور اسی کے جلسہ مین اس کی بحث اٹھا سکتے تھے یا اخبارات مین کالمون مین ان باتون سے اپنی بیزاری ظاہر کرنا چاہیے تھی۔

اسی طرح اگر یہ واقعہ صحیح ہو کہ انگورہ فنڈ کا سولہ لاکھ روپیہ جو سیٹھ چھوٹانی صاحب کی تحویل مین تھا اب نقد موجود ہونیکے بجائے ساکھوا رشیشم کی لکڑی بن گیا ہو تو پھر اس تلقین اعتماد کے کیا معنی؟ اگر آپ کو دوسرون کے برخلاف امید بلکہ یقین ہو کہ روپیہ محفوظ ہو اور عند الطلب مل سکتا ہو تو صاف صاف کہیے کہ لوگون کو جو خبرین پہنچ رہی ہین اور افراد قوم کے دل مین جو بے چینی و بے اعتمادی پیدا ہو رہی ہو اس کا دفع ہو جانا بہتر ہو ورنہ آئندہ بیوقوفون اور عقیدمندون کے سوا کوئی قومی فنڈ مین چندہ نہ دے گا۔

مہاتما گاندھی کے فلسفۂ سیاسی اور اصول کار پر متعدد اطراف و جوانب سے اعتراضات ہوئے اور ہون گے لیکن مسلمانون کے لیے ہرگز پسندیدہ نہین کہ جب تک مصائب کے شدائد مین مبتلا رہے وہ مہاتما جی کی ہر صدا پر ہندوؤن سے زائد بلند آہنگی کے ساتھ آمنا و صدقنا کہتے رہے لیکن جیسے ہی کہ ہوا کا رخ پلٹا اور انھین ذرا دم لینے کا موقع ملا انھون نے مہاتما جی سے منھ موڑ لیا اور اپنی سابقہ روش پر واپس آنے کے لیے بیتاب ہین۔ جو مسلمان یہ سمجھتے ہین کہ ہم تنہا رہکر حکومت کا ساتھ دیکر فلاح و خیر حاصل کر سکتے ہین انھین ہندوؤن سے برسرپیکار رہنا اور شملہ دلندن کو کعبہ مقصود بنائے رکھنا مبارک ہو لیکن وہ اصحاب جو کل تک ترک موالات ہو نیکا ادعا رکھتے اور ترک موالات کو بہترین حربہ سیاسی جانتے تھے انھین تو ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے کہ وہ کہان جا رہے تھے اور کدھر چل رہے ہین۔ مرزا غالب نے ایسے ہی مواقع کے لیے کہا ہو کہ

وقت اور ہی بشر ہستواری اصل ایمان ہو

بے شبہ مہاتما گاندھی کی تحریک ہمین اس نتیجہ پر نہین پہنچا سکی جس کی ہم نے توقع کی تھی لیکن کیا یہ بھی کہا جا سکتا ہو کہ اہل ہند نے ان جیسا مخلص و بے لوث لیڈر پا کر اپنے خاص مقاصد مین کوئی کامیابی حاصل نہین کی۔

اگر خدا نے قادر و توانا کے سوا دنیا کے تمام مذاہب کے مقتدرین و مبلغین اور دنیا کے

دوسرے اولوالعزم انسان ایک دن مین شہر روما کی تعمیر کو انجام تک نہین پہونچا سکے تو یقیناً تحریک ترک موالات سے مایوسی و بیزاری ظاہر کرنے مین مسلمان حق بجانب نہین کہے جا سکتے۔ اور عجلت پسندی و قلون مزاجی یا مایوسی و ناامیدی کے نتائج سے تو یقیناً کوئی مسلمان بے بہرہ نہین ہو سکتا۔

اردو کی تہذیب کے عنوان سے جو مضمون گذشتہ نمبر مین شایع کیا گیا تھا اُس کے متعلق دو گریجویٹ نوجوانون نے اپنی خانگی تحریرون مین تائیدی خیالات ظاہر کیے ہین۔ بہتر ہوگا اگر وہ اصحاب اور نیز دیگر ارباب فکر و رائے اس مسئلہ پر اپنے مفصل خیالات الناظر مین ظاہر فرمائین تاکہ غور و بحث کے بعد کوئی صورت عمل پیدا ہو سکے۔

اخبار منصور کا دوجدید سائز مین اضافہ

موجودہ سائز کا زبردست حامی حق و صداقت کا داعی ممالک اسلامیہ و دیگر ملکون اور ہندستان کی تازہ ترین خبرون کا مجموعہ ملک کے بہترین مشہور نامہ نگارون کی تحریرون کا خزانہ ترکی مصری عربی ایرانی افغانی صحائف اور یورپ افریقہ اور جرمنی کے مشہور قوم پرست اخبارات کے اقتباسات کا گنجینہ ابتک بحسن و خوبی ہفتہ مین دو بار ۲۲×۱۰ سائز پر شایع ہوتا تھا لیکن یکم جنوری سے ۲۶×۲۰ ڈبل سائز پر ہفتہ مین دو بار شایع ہوا کرے گا۔

مشتہرین و خریدار رمونہ مفت طلب فرمائین

ہر شہر اور ہر قصبہ مین ایجنٹون کی ضرورت ہے

چندہ سالانہ چھ روپے ششماہی تین روپے اور سہ ماہی ڈیڑھ روپیہ مقرر ہے

المشتہر

محمود خان مالک و منیجر اخبار منصور بکھنؤ اردو بیلکھنڈ

مشہور ٹسری صافے

بھاگلپوری ٹسری اور ریشمی صافے اعلیٰ درجے کے ذیل کے پتہ پر بہ کفایت نرخ پر ملسکتے ہین۔

مولوی کبیر احمد خان برادر رز بھاگلپور سٹی

برائے فروخت

ایک پریس آہنی ۲۶×۲۰ پیمانہ کا جو مطبع کی ضرورت سے فاضل ہے قیمت بالمشافہ یا خط و کتابت طے ہو جائیگی

منیجر الناظر پریس لکھنؤ

امیر مینائی مرحوم

صنمخانۂ عشق ۱؎
مرأۃ الغیب ۴؎
خیابان آفرینش ۴؎
محامد خاتم النبیین ۸؎
مینائے سخن ۴؎

منشی سجاد حسین مرحوم

احمق الذین ۸؎
حاجی بغلول ۸؎
میٹھی چھری ۶؎
پیاری دنیا ۸؎
کایا پلٹ ۸؎
طلسمی فانوس ۱؎

پنڈت رتن ناتھ سرشار

فسانۂ آزاد ۴ جلد ۱۰؎
سیر کہسار ۱۲؎
خدائی فوجدار ۱؎
جام سرشار ۱؎
الف لیلہ بطرز نادل ۸؎

منشی جوالا پرشاد برق

مرزا لنی ۱۲؎
مار آستین ۱۲؎
بنگالی مرد مطلق ۱۲؎
پرتاب ۱۲؎
معشوقۂ فرنگ ۱۲؎

مولانا عبد الحلیم شرر

ابوبکر شبلی ۴؎
خواجہ معین الدین چشتی ۶؎
صقلیہ یعنی اسلام ۱۲؎
قیس ولیلیٰ ۴؎
مقدس نازنین ۴؎
ایام عرب بلد ۱؎
یوسف و زلیخا ۴؎
فتح اندلس ۱؎
ماہ ملک ۱؎
حسن کی ڈاکو ۴؎
دربار حرامپور ۲ جلد ۱۰؎
مفتوح فاتح ۴؎
جویائے حق ۲ جلد ۱۰؎
لعبت چین ۸؎
عزیزہ مصر ۴؎
غیب داں لطف ۸؎
فردوس برین ۸؎
فلپانا ۴؎
رومۃ الکبریٰ ۴؎
الفانسو ۱۲؎
شہید وفا ۸؎
حسن انجلنا ۱۰؎
ملک العزیز ورجنا ۱۰؎
آغا صادق کی شادی ۱۰؎
انسانہ قیس ۳؎
حسن بن صباح ۶؎
تاریخ بغداد ۴؎

مرزا داغ مرحوم

آفتاب داغ ۸؎
مہتاب داغ ۸؎
یادگار داغ ۸؎
انتخاب داغ ۴؎
فریاد داغ ۴؎

مولوی بشیر الدین احمد دہلوی

دار الحکومت دہلی جلد ۱ ۱۰؎
تاریخ بجاپور ۲ جلد ۱۵؎
حرز اطفال ۸؎
نشاط عمر ۴؎
عصائے پیری ۸؎
شمع ہدایت ۱۲؎
لخت جگر ۲ جلد ۱۰؎
حسن معاشرت ۴؎
اقبال و لطف ۴؎

نیاز فتحپوری

گہوارۂ تمدن ۱؎
ترجمہ گیتان جلی ۱؎
کیوپڈ اپنڈ سائکس ۸؎

سیماب اکبر آبادی

خدیجۃ الکبریٰ ۴؎
بنت الرسول ۵؎
سیر تعلیمین ۱؎
جام کوثر ۵؎

حکیم محمد علی خادم مرحوم

عبرت کامل ہے ۱؎
حسن سرو کامل ہے ۱؎
رام پیاری کامل ۸؎
دیول دیوی ۴؎
گورا ۱؎
نیل کا سانپ ۹؎
جعفر و عباسہ ۱۲؎
اختر و حسینہ کامل ۱؎

منشی احمد علی قدر ادبی شوق

ترانۂ شوق ۴؎
قاسم و زہرہ ۸؎
میکفن اور لوسی ۲؎

منشی حسین ملیح آبادی جوش

روح ادب ۴؎
مقالات زرین ۱۱؎
آوازۂ حق ۸؎
اوراق سحر ۱۵؎
جذبات فطرت ۳؎

منشی تیرتھ رام

فسانۂ لندن ۶ جلد ۱۲؎
وطن پرست ۴؎
منزل مقصود ۱؎
روحوں کا خروج ۱۰؎
خونی ہیرا ۴؎

جلال لکھنوی مرحوم

مضمونہائے دلکش ۸؎
نظم نگارین ۸؎
سرمۂ زبان اردو ۱؎
رسالۂ تذکیر و تانیث ۸؎
افادۂ تاریخ ۸؎
قواعد المنتخب ۱۴؎

خواجہ عشرت لکھنوی

لغات اردو ۴؎
اصول اردو ۶؎
جان اردو ۶؎
قواعد میر ۶؎
شاعری کی پہلی کتاب ۸؎
شاعری کی دوسری کتاب ۸؎
شاعری کی تیسری کتاب ۸؎
اہسالی زبان اردو ۶؎
گلدستۂ ظرافت ۶؎
زباندانی ۶؎

صفدر مرزا پوری

مرقع ادب ۴؎
بزم خیال ۴؎
مشاطۂ سخن ۸؎

مولوی محمد حسین محوی

ازواج الانبیا ۴؎
انسانی قربانیاں ۸؎

حکیم احمد حسین آبادی

ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد اول ۱۰؎
" دوم ۱۰؎
" سوم ۱۰؎
" چہارم ۱؎
" پنجم ۱۰؎
" ششم ۱؎
" ہفتم ۱۰؎
جلد ششم و ہفتم زیر طبع ہیں
" دہم ۱؎
" یازدہم ۱؎
سلطان صلاح الدین ۴؎
سلطان نور الدین محمد ۸؎

مولوی سعید مارہروی

آثار اکبری ۱۰؎
حیات صالح ۶؎
حیات خسرو ۸؎
امرائے ہنود ۱؎

مولوی ممتاز علی

تذکرۃ الانبیا ۴؎
شیخ حسن ۱۲؎

منشی نواب زین علیخان

سفرنامۂ ابن بطوطہ ۴؎
قسطنطنیہ ۴؎
ڈیوٹی ۴؎

جسٹس محمود مرحوم

کتاب الطلاق عہ/
کتاب الخنثیٰ عہ/
شرح قانون شہادت سے/

مولوی عزیز مرزا بی اے

خیالات عزیز عہ/
دکرم اردسی عہ

خواجہ اغلاالثقلین مرحوم

روزنامہ سیاحت عہ/
فلسفیانہ نظر اسلام پر ۱۴/

منشی محمد لطیف مرحوم

اکبر عہ
اورنگ زیب عہ
لارڈ کلائیو عہ
رجعت سنگھ عہ

پروفیسر عنایت اللہ بی اے

دعوت اسلام للعہ/
ارض نہرین ۱۴/
زلفی ۱۵/

مسٹر ظفر عمر می اے

شبلی چھبیسی عہ
بلوم کی گرفتاری عہ
جورون کا کلب عہ/

مولوی محمد علی ایم اے

سیرۃ خیر البشر عہ
النبوت فی الاسلام عہ
جمع القرآن عہ/

پروفیسر نواب علی ایم اے

تذکرۃ المصطفےٰ عہ/
معالج الدین عہ ۱۲/
صحف سماوی سے/
شمع سخن ۱۰/

ڈاکٹر اقبال ایم اے

ملت بیضا ۱۵/
مکمل ترانہ ۱۲/
شکوہ ۱۲/
جواب شکوہ ۱۴/
نالۂ یتیم ۱۲/
فریاد امت ۱۳/
بلال ۱۱/
اکبری اقبال ۱۳/
شمع و شاعر ۱۲/
خضر راہ ۱۴/

مولوی ظفر علی خاں بی اے

معرکہ مذہب سائنس عہ
خیابان فارس جلد اول عہ
ڈوا جنگ روس جاپان عہ
جنگ بین نیشنل عہ/
فلسفہ ابن سینا ۱۶/
معاشرت ۱۰/
اپریل فول ۱۰/

منشی احمد علی بی اے

تاریخ تمدن ۲ جلد ہے
شباب لکھنو عہ

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفہ جذبات عہ/
بحر المجبت ۱۲/
تاریخ اخلاق یورپ جلد ۲ے
مکالمات برکلے عہ
زود پشیمان ۸/

خواجہ عباد اللہ اختر بی اے

مشاہیر اسلام ۱۲ عہ/
دمشق سے/
بغداد عہ/
صدیق اکبرؓ عہ ۱۲/
ترجمہ شرح دیوان حافظ ۵/

مسٹر سجاد حیدر بی اے

خیالستان عہ
زہرا ۰ ۵/
ثالث بالخیر ۸/

مسٹر انیس احمد عباسی بی اے

زلیخا ۱۲/
نازنین آرمینیا عہ
ہاجرہ کی کامیابی ۱۲/
احمد کیتھرینا عہ/

مولوی عبد الحق بی اے

قواعد اردو عہ/
انتخاب کلام میر عہ/

مولوی عشق حسینخان بی اے

مبادی سائنس عہ/
بجلی کے کرشمے عہ
محاربات صلیبی عہ

مولوی سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم عہ ۱۲/
حیات امام مالک ۵/
خلافت اور ہندوستان ۸/
بہادر خواتین اسلام ۱۴/
اہل السنۃ والجماعت ۸/

پروفیسر عبدی

مبادی علم نہانی عہ
برکلے کا فلسفہ عہ
مذہب و عقلیات ۱۶/

مولوی محمد حلیم انصاری

تمدن اسلام ۲ جلد للعہ/
الاسلام و النظریہ ۱۲/
اسلام اور پردہ نسواں فارم ۱۴/
جواہر قرآنی عہ/
فتح اندلس عہ/
فلاح دارین عہ/

خواجہ حسن نظامی

سیپارۂ دل عہ/
وزنامہ ممالک اسلامیہ عہ ۱۴/
میلاد نامہ ۵/
محرم نامہ عہ/
یزید نامہ ۱۴/
فضل نامہ گیارھویں ۱۲/
کرشن جیون عہ/
کم ٹو موت ۵/
بیوی کی تعلیم ۱۴/
بیوی کی تربیت عہ/
آداب خطوط نویسی ۱۲/
خطوط حسن نظامی ۱۲/
جگ بیتی کہانیاں ۸/
فاطمی عہد اسلام سے/
چٹکیاں اور گدگدیاں ۱۲/

مولوی عبد الرشید بی اے

صبح زندگی عہ
شام زندگی عہ
شب زندگی ۲ جلد عہ
فوحۂ زندگی ۱۲/
منازل السائرہ ۵/
الزہراء ۱۲/
عروس کربلا عہ
جوہر قدامت عہ
یاسمین شام عہ
موودہ ۸/

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر ۴۰۸ اے　　بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

نیشنل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا سالانہ علمی رسالہ

ایڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

جلد ۲۴ | ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۳ء | نمبر ۱۴۲

فہرست مضامین

فیہ مافیہ	(چلمن) ۱	
غزل نعتیہ	مسٹر ضیاء احمد بی اے	۹
کلام الملوک	مولوی محمد مسلم عظیم آبادی۔ ایم اے، ایم او ایل،	۱۰
انجمن کیمپ کمیٹی کے کارنامے	مسٹر جے۔ آر۔ راے	۱۳
باشد کہ بیدلان را کامے ز لب برآری	مولوی محی الدین احمد متنا عمادی	۱۶
ابن خلدون اور اُن کا فلسفۂ تاریخ	مسٹر معتضد ولی الرحمن ایم اے	۱۷
دوست کی جستجو (نظم)	مولوی محی الدین احمد متنا عمادی	۳۱
غزل	مسٹر جلیل احمد آنا بی (علیگ)	۳۲
مثنوی بحر المحبت (ریویو)	مولانا عبد السلام ندوی	۳۳
رنگ بہار (نظم)	ماسٹر باسط علی باسط لبوانی	۳۷
اردو رسائل کی کمزوریاں	مولوی توحیدی فاضل الہیاتی	۳۸
غزل	حکیم افتخار علی جگر لبوانی	۴۳
نقد و تبصرہ	"ناظر"	۴۴
نظرے خوش گذرے		۴۹

الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر و پبلشر۔ اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُردو کی بہترین کتابیں

مرزا غالب مرحوم

اردوئے معلی	عہ
عود ہندی	۱۲ر
دیوان غالب بک ایجنٹی سے	ر
نکات غالب	عہ

سرسید احمد خان مرحوم

تفسیر القرآن جلد	عہ
خطبات احمدیہ	عہ
آثار الصنادید للعہ	ر
مضامین سہ تہذیب الاخلاق للعہ	ر
مکمل مجموعہ لکچر للعہ	ر
اسباب بغاوت ہند	۸

نواب محسن الملک مرحوم

مضامین سہ تہذیب الاخلاق للعہ	ر
مجموعہ لکچر للعہ	ر
آبِ بقا ۳ جلد معہ	ر

مولوی محمد اللہ عباسی

تاریخ الاسلام للعہ	ر
الاسلام	عہ
زاہدہ	عہ
انشر سخن	سے ر

مولانا آزاد مرحوم

آب حیات	سے ر
دربار اکبری	صہ
سخندان فارس	سے ر
بہارستان ناز	سے ر
بزنگ خیال	۱۲ر
دیوان ذوق	عہ

مولوی سید احمد دہلوی مرحوم

راحت قلبی	عہ
رسوم دہلی	عہ
تنویر شہریار	عہ
مہر افروز بیگم	۱۲ر
انشاء ہادی النسا	عہ
لغات النسا	للعہ
علم اللسان	۸

مرزا حیرت دہلوی

شیر از رسول جلد	ے ر
کتاب غبار دت جلدے	
قصہ حاجی بابا اصفہانی	عہ
روز البصرت کامل	ے ر
الف لیلہ دنیا زاد	ے ر
الف لیلہ شہرزاد	ے ر

مولانا حالی مرحوم

حیات جاوید جلد	صہ ر
یادگار غالب	سے ر
حیات سعدی	عہ
دیوان حالی	عہ
مقدمہ شعر و شاعری	عہ
مسدس حالی	عہ ۸
جواہرات حالی	عہ
بیوہ کی مناجات	۲

مولانا اشہری مرحوم

حیات انیس	عہ
ایشیائی شاعری	عہ
نور جہان بیگم	۸
ٹیپو سلطان	عہ
حیدر علی سلطان	عہ
اُردو کی ڈالی	۳
اردو کا گلدستہ	۴

مولانا اسلم جیراجپوری

حیات حافظ	عہ
حیات جامی	۸
علوم عرب	عہ
خواتین	عہ

مولانا نذیر احمد مرحوم

ترجمہ القرآن المقابل	ے
حمائل شریف ترجم	ے
مطالب القرآن	عہ
الحقوق والفرائض	سے
اجتہاد	عہ ۴
مبادی الحکمۃ	عہ
رویائے صادقہ	عہ
موعظۂ حسنہ	عہ
ابن الوقت	عہ
ایامیٰ	عہ
فسانۂ مبتلا	عہ
مراۃ العروس	۱۰
بنات النعش	۹
توبۃ النصوح	۹
منتخب الحکایات	۶
چند پند	۶
مجموعہ نظم بنظیر	عہ
مکمل مجموعہ بکٹ	۲ جلد عہ

مولوی صہیب الرحمٰن خان شروانی

سیرۃ الصدیق رض	عہ
علمای سلف	عہ
اسلامی اخلاق	۸

مولانا شبلی مرحوم

سیرۃ النبی جلد اول	عہ نوعہ
جلد دوم	عہ
آغاز اسلام	۸
الفاروق	سے ر و عہ
سیرۃ النعمان	عہ
العزالی	عہ و عہ
المامون	عہ
سوانح مولانا روم	عہ
سفرنامہ شام و روم	عہ
مضامین عالمگیر	عہ
رسائل شبلی	عہ
مقالات شبلی	عہ
موازنہ انیس و دبیر	سے ر
شعر العجم جلد اول	سے ر
" جلد دوم	عہ
" جلد سوم	عہ
" جلد چہارم	عہ
" جلد پنجم	عہ
مجموعہ کلام شبلی اردو	۱۲
کلیات فارسی	عہ
اسلامی حکومت	۴
اسلامی مدارس	۴
مثنوی صبح امید	۴

مولانا عبد اللہ مرحوم

تاریخ ہندستان جلد	عہ ۸
تاریخ عہد عائشہ	سے ر
آئین قیصری	عہ ر
کرزن نامہ	عہ ر
صحیفۂ فطرت	عہ ر
محاورات عظیم	
تعلیم الانتظام	عہ ر
فلسفۂ امثال	عہ ر
اہل عرب جرجی مقابلہ	۶
معاون الحساب	۱۲

مولوی سجاد میرزا بیگ دہلوی

الانسان	عہ ۸
الاستدلال	سے ر
حکمت عملی	سے ر
تسہیل البلاغت	سے ر
تمنائے دید	۱۰

مولوی اللہ وطن

تزک تیموری	عہ
حالات قسطنطنیہ	عہ ر
تاریخ مراکش سفر الاقصیٰ	عہ ۱۲
حالات عرق و عرب	عہ ر

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

سنہ ۲۳-۱۹۲۲ء کی جدید کتابین

اخبار الاندلس قوموں کے عروج و زوال کے قصے، اُن کے اخلاقی و معاشرتی کارنامے ارباب بصیرت کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُٹھا دیتے ہیں۔ ہسپانیہ وہ دلکش زمانہ میں سلطنت اسلامیہ کے زرین تاج کا درخشندہ ہیرا تھا۔ اسکے عبرت خیز حالات تاریخی ہر مسلمان کی مذہبیت میں تازگی اور روح میں بیداری پیدا کر دیتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ ان حالات کو پڑھکر ایک مسلمان متاثر ہوئے بغیر رہ سکے۔ جناب منشی خلیل الرحمٰن صاحب کا مسلمانوں پر عموماً اور اردو دان طبقہ پر خصوصاً احسان ہے کہ انھوں نے ہسپانیہ کی اسلامی حکومت کے عروج و زوال کی تصویر ہمارے ملک کے سامنے پیش کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اس سے قبل نفح الطیب اور دیگر تراجم و تالیف کے ذریعہ آپ نے جو کچھ خدمات ادبی سرانجام دی ہیں اُسپر آپ شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہیں اخبار الاندلس بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے قابل مترجم نے ایس۔ پی۔ اسکاٹ کی مشہور آفاق انگریزی تصنیف "ہسٹری آف دی مورس ان اسپین" (History of the moors in spain) سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ "نفح الطیب" کے بعد مترجم نے یقیناً ہسپانیہ کے متعلق مغربی خیالات کے اظہار کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اس کتاب کے ترجمہ پر قلم اُٹھایا ہے۔ دونوں جلدوں کا حجم سات سات صفحوں سے زیادہ ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے۔ قیمت جلد اول مجلد عہ/ جلد دوم مجلد عہ

الناظر بک ایجنسی۔ لکھنؤ

مشہور ٹسری صافے

بھاگلپوری ٹسری اور ریشمی صافے اعلیٰ درجے کے ذیل کے پتے پر بکفایت نرخ پر ملتے ہیں

مولوی کبیر احمد خان برادرز بھاگلپور سٹی

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ ۱۹۲۳ء کی کانفرنس جنتر، نہایت خوشبودار چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ لکھ کر بھیج دیجیے۔ مذکورۂ بالا جنتری آپ کی خدمت میں روانہ کر دی جائیگی۔

خاص ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن کے کیمیا خانہ کا تیار کردہ کیشراج تیل

فائدہ اور خوشبو کے لحاظ سے یہ ایک ہی تیل ہے

آج کل سیکڑوں قسم کے خوشبودار تیل بازاروں میں بکتے ہیں جو ظاہری چمک اور خوشبو میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوتے ہیں۔ مگر ان تیلوں میں ڈائٹ آئل عموماً جزو ہوتا ہے۔ جو بجائے فائدہ کے دماغ اور بالوں کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ ایسے تیلوں کے چند روزہ استعمال سے بال بیوقت سفید ہو جاتے ہیں۔ آنکھ اور دماغ سے خاص تعلق ہے۔ اس لیے ایسے تیل دماغ میں گرمی پہنچا کر آنکھ کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج کل کے نوجوانوں کو بیوقت چشمہ کی ضرورت ہو جاتی ہے۔ ان سب خرابیوں کو مدنظر رکھ کر کیشراج تیل کی تیاری میں خوشبو سے زیادہ فائدہ کا خیال رکھا گیا ہے۔ اس کے لگانے سے جڑیں مضبوط اور بال مثل بھونرے کے سیاہ اور گھونگھر والے ہو جاتے ہیں۔ یہ دماغ کو ٹھنڈک اور دل کو فرحت پہنچاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۰ر محصول ڈاک ۷ر

ہیلک

یہ ہر قسم کے گھاؤ۔ درد۔ ہاتھ۔ موچ۔ گانٹھ۔ گلٹی۔ جھائی۔ ہماسہ۔ چکتہ۔ ہاتھ پیروں کا پھٹنا۔ روکھا پن۔ بواسیر آگ سے جلے ہوئے گھاؤ۔ جان جوٹ کی وجہ سے درد یا خون کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے لیے حکمی دوا ہے۔ چوہے۔ بلی۔ بکری بڑی۔ بچھو وغیرہ کی کاٹی ہوئی جگہ سے زہر دور کرنے کے لیے ہیلک ایک شرطیہ دوا ہے۔ فٹ بال۔ کرکیٹ جمناسٹک کے کھلاڑیوں کے لیے ہیلک روزانہ استعمال کی چیز ہے۔ اس کے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں ہوتی۔ فی زمانہ اس قسم کی تمام دوائیوں کے تجربہ کرنے پر ہیلک سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے۔ ہر گھر گرہست کو ہیلک کی ایک ڈبیہ ضرور رکھنا چاہیئے۔ قیمت فی ڈبیہ ۱۰ر محصول ڈاک ۶ر

ایجنٹ۔ ڈاکٹر گنگا رام۔ جیتلی چوک۔ لکھنؤ۔

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن نمبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

نمبر ۱۴۲ جلد ۲۴ ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۳ء

فیہ ما فیہ

(اثر: چلپی)

ٹائمس آف انڈیا (بمبئی) شاید ہندوستان کے انگریزون کے ہاتھ مین سب سے سنجیدہ اور سب سے معزز اخبار ہی، اپنی روزانہ ہفتہ وار اشاعتون کے علاوہ وہ ہر سال ایک ضخیم و مصور سالنامہ (اینول) بھی شایع کرتا رہتا ہی۔ اس سالنامہ کی تازہ ترین اشاعت (بابت سنہ ۲۳ء) حسب معمول حسن طباعت اور ظاہری آب و تاب کے جملہ لوازم کے ساتھ اکی بار بھی ہوئی۔ مضامین مین مقالۂ اول جسے مرتبۂ امتیاز دیا گیا ہے، سر ہنری شارپ سی۔ ایس۔ آئی کے قلم سے نکلا ہی، جو ہندوستان مین ایک مدت تک "خدائے تعلیم" رہ چکے ہین، اور اب خزانۂ ہند سے معقول پنشن پاکر اوقات فرصت مضمون نگاری مین صرف فرما رہے ہین۔ مضمون کا عنوان "قدیم دہلی کا ایک نظارہ" ہی۔ عنوان مضمون پر ایک فوٹو دیا ہی، جسمین ایک انگریز سبزہ زار پر چت لیٹا ہوا دکھائی دیتا ہی، اور ایک پیر مرد جن کے ایک طویل سفید داڑھی ہی، اور جن کا لباس صرف ایک تہبند ہی، اس انگریز کے سر پر جھکے ہوے اُس کی ایک آنکھ پر اپنا ہاتھ پھیر رہے ہین، اور گویا مسمریزم کی طرح اس پر کسی عمل کے کرنے مین مصروف ہین۔

مضمون ایک افسانہ کی شکل مین ہی۔ تخیل یہ ہی، کہ مضمون نگار کو بعض تاریخی مسائل کی عقدہ کشائی کا شوق ہی

(مثلاً یہ کہ ہمایون کی موت کی بابت جو روایت مشہور ہی اُسکی کیا اصلیت ہی؟ محمد تغلق پر اپنے والد کی ذمہ داری کہانتک عائد ہوتی ہی؟ (وتس علی ہذا) کسی ہوٹل مین ایک انگریز محقق تاریخ ہند ہی جو میجر کا فوجی عہدہ رکھتا ہی، ملاقات ہوتی ہی، مقالہ نویس اِن سے اعانت چاہتے ہین، میجر صاحب اس کے جواب مین جو گلفشانی فرماتے ہین، اس کا ایک حصہ حسب ذیل ہی:-

"اگر آج وہ پُرانا قاتل نظام الدین زندہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ ان واقعات کا پتہ بتا سکتا۔ اکثر فسادات کی تہ مین وہی کام کرتا تھا، اور ممکن ہی اب بھی اس کا اثر ہو، خیر اسے دور رفان کرو"

مسلمان ناظرین کچھ سمجھے، کہ اس خونی مُفسد سے کس ہستی کی جانب اشارہ ہی؟ نام کی تصریح موجود ہی، لیکن ناظرین کا ذہن تصریح اسم کے باوجود بھی مسمّی کی جانب بیک بیک قطعاً منتقل نہین ہوسکتا۔ یہ اُس مقدس ہستی، یہ اُس بزرگ ذات اس برگزیدہ نایب رسول کا ذکر ہی، جسے اسلامی دنیا حضرت "سلطان المشایخ" "نظام الاولیا" "محبوب آلہی قدس سرہ" کے القاب سے یاد کرتی ہی، اور جسکی عقیدت و عظمت کا نقش کروڑون باشندگان ہند کے دلون مین آج بھی اس استحکام و قوت کے ساتھ جاگزین ہی جسکا عشر عشیر بھی جارج پنجم ایڈورڈ ہفتم، اور وکٹوریہ کے نصیب مین نہین آسکتا۔ کیا تماشہ ہی، کہ دنیا کے سلاطین مجازی کے خلاف ایک خفیف کلمہ بھی زبان سے نکالنا موجب تعزیر قرار پاتا ہی، اور قلب و روح کے فرمانروایان حقیقی کی خاصان حق کی، داعیان معرفت کی، خواہ مخواہ اور بالکل بلا وجہ علانیہ توہین و تحقیر کی جاتی ہی، علی الاعلان ان ارواح مقدسہ کے ساتھ گستاخی کی جاتی ہی، اور کوئی شخص اس مظاہرۂ خباثت اس منونۂ شیطنت پر مواخذہ کرنے نہین کھڑا ہوتا!

اقتباس بالا ایک فوجی میجر کی تقریر کا تھا، آگے چلکر خباثت مجسم مقالہ نویس اپنے ذاتی خیال کا زہر یون اُگلتا ہی:-

"مجھے بھی گہری دلچسپی پیدا ہوگئی اس طلسمی شخصیت، نظام الدین سے اسکے حیرت انگیز اقتدار سے سلطان کے ساتھ اُس کے مناقشات سے، اُس کے تصوف سے، اور ٹھگون اور خونیون کے ساتھ اس کی ہمدردی سے"

اس اقتباس نے ثابت کردیا کہ مدارج البیت مین محکمۂ تعلیم کا یہ سویلین بھی اپنے فوجی رفیق سے ایک

قدم پیچھے نہیں اس کے بعد مقالہ نویس اپنے ایک طلسمی خواب کا ذکر کرتا ہے جس (بہ قول اس کے) اسکو حضرت سلطان الاولیاؒ کی زیارت نصیب ہوئی اور حضرت نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کے بذریعہ سحر اپنے تمام پچھلے واقعات تاریخی کا حالت وقوع مین مشاہدہ کرادیا۔ چنانچہ یہ تصریح بھی اب شاید چندان ضروری نہ ہو کہ عنوان مضمون پر جس پیر مرد کی تصویر درج کی ہے، وہ گویا حضرت قدس سرہ کی شبیہ مبارک ہے۔

دنیا کی تاریخ مین یہ کوئی انوکھا واقعہ نہین۔ سعادت کے ساتھ شقاوت، قدوسیت کے ساتھ شیطنت، رحمانیت کے ساتھ ابلیسیت ہمیشہ جلوہ مین رہی ہے اور جہان جہان اولیاء رحمٰن نے ظہور فرمایا ہے وہین وہین اولیاء طاغوت بھی پیدا ہوتے رہے ہین۔ ہر حسینؑ سے مقابلہ کے لیے یزید ہر ابراہیمؑ کی اذیت رسانی کے لیے نمرود، ہر موسیٰؑ سے مجادلہ کے لیے فرعون اور ہر احمد مختارؐ کی تکذیب کے لیے ابوجہل کا وجود ناگزیر رہا ہے یہ ایک عام سنت الٰہی ہے کہ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ (فرقان - ۳۰)

اسی طرح ہر قوم کے بدکار اپنے نبی کے دشمن ہوتے رہے ہین

ان خبیثون کے پاس جب جب کوئی داعی حق آیا ہے تو انھون نے ہمیشہ اس کے ساتھ تمسخر و استہزا ہی کا برتاؤ کیا ہے۔

مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (یٰسین - ۲)

اور دور حاضرہ مین اسی استہزا کا مکذبانہ نام "روشن خیالی"، "عقلیت" و "تحقیق تاریخی" پڑ گیا ہے۔

تماشا گاہ عالم ان مناظر سے بیشمار مرتبہ آشنا ہو چکی ہے، کہ داعیان حق آئے ہین اور بدبخت اقوام نے ان کا استقبال اسی استہزا سے کیا ہے۔

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ۝ مَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (زخرف - ۱)

لیکن نتیجہ بھی ہمیشہ ایک ہی رہا ہے، یعنی جو قوم ان سے کہین زور آور تھی ہم نے اس کو ہلاک کر مارا، اور دنیا مین ان اگلی قومون کے افسانہ چل پڑے

فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ (زخرف - ۱)

جس ہستی نے معزز نمرود کو پشہ سے خالی کرادیا، جس نے فرعون کی خدائی کو چشم زدن مین ڈبو دیا، بس نے ابوجہل کے سر پر غرور کو طعمۂ زاغ و زغن بنا دیا، جس نے یزید کے جاہ و حشم کا نشان تک باقی نہ

وہی ہستی آج بھی نہایت آسانی کے ساتھ شارپ اس کے دریدہ دہن فوجی دوست ہائمس آف انڈیا کے دفتر اور اُس کے تمام ہم قوموں سے انتقام لینے پر اس وقت بھی قادر رہے اور انشاء اللہ اس کا زمانہ دور نہیں

ماہ گذشتہ مین انگلستان کے دارالامراء (ہاؤس آف لارڈز) مین برطانیہ کی "ہوائی طاقت" پر چند دلچسپ تقریریں ہوئین، جن پر ایک نظر کرنا خالی از نفع نہ ہوگا۔ آغاز بحث لارڈ کینہمڈ کی تقریر سے ہوا جنھون نے فرمایا، کہ اس وقت فرانس کے پاس ہوائی جہازون کے ۶۴ بیڑہ موجود ہین، درآنحالیکہ برطانیہ کے قبضہ مین ان کی موجودہ تعداد کل ۶ ہے[1] اور ایسی حالت مین گویا برطانیہ ہر وقت فرانس کے رحم وکرم پر ہے کہ فرانس جسوقت بھی چاہے، اپنی ہوائی تاختون سے برطانیہ کو چشم زدن مین مغلوب ومفتوح کرسکتا ہے۔ لارڈ گرے اور لارڈ ہالڈین نے اس "خطرۂ عظیم" کی پوری تصدیق کی، اور اس کی اہمیت پر زور دیا۔ لارڈ سڈلینڈ نے مخالفت مین تقریر کی، اور فرمایا کہ فرانس کی سطح پر انگریزی ہوائی طاقت کے لانے کے معنی یہ ہین کہ پانچ ملین پونڈ (۲½ کروڑ روپیہ) کی رقم فی الفور لگانا پڑے گی اور آئندہ اس سے بھی بیشتر سرمایہ لگاتے رہنا ہوگا اور ایک بڑا مقدار سرمایہ لگانے کے معنی یہ ہین کہ دوسری ضروری مدات مین خواہ مخواہ تخفیف کرنا پڑے گی

کل تک فضائے عالم اس صدا سے گونج رہی تھی، کہ فرانس و برطانیہ ایک دوسرے کے حلیف ہین لیکن آج یہ کیا ہے کہ یہی حلیف ایک دوسرے کے حریف نظر آرہے ہین۔ صبح تک یہ غلغلہ تھا، کہ فرانس و برطانیہ مین سے کسی ایک کا جہان کہین پسینہ گرے گا، وہان دوسرا اپنا خون بہانے کو تیار ہوگا۔ پھر یہ کیا ہے کہ غروب آفتاب سے قبل ہی دونون ایک دوسرے کے خون کے پیاسے نظر آرہے ہین۔ کیا معاہدات سیاسی ایسی ہی بودی چیزین ہین؟ کیا ارباب سیاست کی تقریرین ایسی ہی بے ثبات ہوتی ہین؟ کیا اصحاب صحافت کی تحریرین سیاہی خشک ہونے سے قبل ہی نسیاً منسیاً ہوجاتی ہین؟ واقعیت کی زبان ان تمام سوالات کا جواب اثبات مین دیتی ہے۔ بیشک ہر ملکی عہدنامہ کی بنیاد پانی پر ہے، سیاسیات کی ہر زبان آوری تارعنکبوت سے بھی ضعیف تر ہے، صحافت کی ہر انشاپردازی نقش باطل ہے۔ یہ تمام عہود کاذب، یہ تمام دعوے جھوٹے، اور یہ تمام وعدے غلط ہین، ان سب کی آخری بنیاد نفسانیت وخودغرضی پر ہوتی ہے جو سراسر باطل ہے، اور ہر باطل کی

---

[1] موجودہ تخمینہ کے مطابق ۱۹۲۵ء مین فرانس کے پاس کل طیارون کی تعداد ۲۱۸۰ ہوجائیگی اور برطانیہ کے پاس ۵۷۵۔

زندگی دُھوکے کی زندگی ہوتی ہی۔

عمرِ پائدار صرف حق کی ہے، حیات حقیقی محض حقیقت کی ہے۔ باقی رہنے والی شے

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ (بنی اسرائیل ۹)

صرف حق ہے، اور باطل تو پیدا ہی اس لیے کیا جاتا ہی کہ فنا ہو جائے۔

دانایانِ سیاست کو اپنی دانائی و خوش تدبیری پر نازاں رہتا ہی، مدبرین فرانس و برطانیہ اپنی سیاسی کرشمہ سازیوں پر مست ہو رہے تھے، اور مدبرِ حقیقی کے اس قانون کو بھلائے ہوئے تھے کہ

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (خاطر ۵)

اس قسم کی چالین اور داؤ گھات تو خود اپنے کرنیوالے پر اُلٹ آتے ہین۔

اصطلاح قرآنی مین انھین مکاید سیاسی اور شیطانی ڈپلومیسی کے لیے ایک جامع لفظ "سحر" کا مستعمل ہوتا ہی، اور اُس کے متعلق بدکردارون سے ارشاد ہوتا ہی کہ یہ تم نے اپنے داؤ گھات کا شعبدہ

مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (یونس ۸)

لا کھڑا کیا ہی، سو خدا اسکو دم کے دم مین ملیا میٹ کردیگا اور یہ اس لیے کہ خدا بدکارون کے کام کو بننے نہین دیا کرتا۔ البتہ خدا اپنی برکت سے حق کو حق کر دکھائیگا خواہ یہ تم مُنکرون کو کتنا ہی شاق ہو۔

اور لائڈ جارج، ولارڈ کرزن، اور پریسڈنٹ ولسن کا رکو کیسا ہی ناگوار گزرے۔

ثبات و پائداری صرف اُس شے کے نصیب مین آسکتی ہی جسکی بنیاد ایثار، خلوص، بے نفسی، حق و صدق پر ہو۔ باقی جن چیزون کی بنیاد خود غرضی، نفس پرستی، حرص و طمع، خودی و خود بینی، جاہ پرستی و زر پرستی پر ہی، اُنھین ایک لمحہ کے لیے بھی ثبات و استقلال نصیب نہین ہو سکتا، خواہ انھین "حب قوم"، "وطن دوستی" و "رفاہ خلق" کی پُرفریب اصطلاحات سے موسوم کرکے کتنا ہی ان کی حقیقی ملعونیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاے۔ اسلام اس قسم کی تمام "پرستیون" کا دشمن ہی، قوم پرستی، وطن پرستی، علم پرستی، تہذیب پرستی۔ یہ سب دراصل نفس پرستی ہی کی مختلف شکلین ہین اور اسلام نے ان سب کو شرک سے تعبیہ کیا ہی جو قومین ان باطل پرستیون

ہیں مشغول رہتے ہیں، وہ وہی ہوتی ہیں، جنھوں نے اپنی نفس پرستیوں کو معبودیت کے مرتبہ پر فائز کر رکھا ہو

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا (فرقان ۴)	کیا تم نے اُس شخص کے حال پر نظر کی ہو؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہو، تو (اے پیمبر) کیا تم اس کی نگہداشت کر سکتے ہو کہ اُسے گمراہ نہ ہونے دو؟

اس صنف کی نفس پرستی جاہلوں اور بے علموں کا حصہ نہیں ہوتی۔ اچھے اچھے مدعیان علم و دانش اس جہل مرکب میں گرفتار نکلتے ہیں۔

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ۔ (جاثیہ ۴)	بھلا تم نے اُس شخص کے حال پر بھی نظر کی جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہو، اور جسکو خدا نے اُس کے علم کے باوجود گمراہ کر رکھا ہو۔

حُبِ دنیا کا لازمی نتیجہ ہو، کہ اسی دنیا میں آتش فتنہ و فساد، جدال و قتال، دوزخ کا نمونہ دکھا دے۔

سلسلۂ سخن میں ایک مشہور حدیث نبوی حُبُّ الوطن من الایمان کی جانب ذہن منتقل ہوتا ہو جسکا مطلب ظاہر بینوں کی نظر میں یہی نکلتا ہو کہ ہر شخص اپنے وطن کی محبت و دوستی کو جزو ایمان سمجھے۔ لیکن اس وطن دوستی کے جو عافیت سوز قدرتی نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا نظارہ کرتے کرتے دنیا عاجز آگئی ہو، ناممکن تھا کہ رحمت عالم کی کوئی تعلیم اسقدر مخالف رحمت ہو۔ "وطن" سے یقیناً مُراد وطن اصلی ہو، نہ کہ مصر و ہندوستان، شام و روم، انگلستان و فرانس، کہ یہ سب کائنات مادی ہی کے مختلف قطعات ہیں، اور کائنات مادی سے محبت رکھنا، اسی کو ہم اُمّی کے ایک قول صحیح کے بموجب تمام آفات و معاصی کا سرچشمہ ہو۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ کیا خوب فرمایا ہو ایک عارف نے

گنج علم اظہر مع الباطن	گفتا ایمان بود حب الوطن
این وطن مصر و عراق و شام نیست	این وطن شہرے ست کان را نام نیست
زانکہ از دنیاست این اوطان تمام	مدح دنیا کے کند خیر الانام

حب دنیا ہست راس ہر خطا از خطا کے می شود ایمان عطا

حب دنیا، عذاب اُخروی ہی کا نہیں ہلاکت دنیوی کا بھی یقینی مقدمہ ہے۔ دنیا ہمیشہ برباد ہوتی رہی ہے، جب کبھی بھی اُسپر مال وزر، جاہ و اقتدار کی محبت نے غلبہ کیا ہے۔ اسلام نے اس رخنہ کی بندش پوری مضبوطی کے ساتھ کی ہے چنانچہ جو قلوب ایمان خالص سے معمور ہوتے ہیں ان میں حب دنیا کا شائبہ تک باقی نہیں رہ جاتا۔ دنیا کی وقعت اُنکی نظر میں ایک کھیل تماشہ سے زیادہ نہیں رہ جاتی اور واقعی

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (عنکبوت - ۷)

زندگی اُن کے لیے صرف عقبیٰ میں رہ جاتی ہے

اہل تقوے کو بھلائی صرف دار آخرت میں دکھائی دیتی ہے، باقی یہ نسیا کی

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (انعام - ۴)

چہل پہل ان کی نگاہ میں فقط ایک کھیل تماشہ رہ جاتی ہے۔ اور بس۔

انسان کی فطرت ایسی واقع ہے، کہ اس کے اہل و عیال، بیوی بچے بعض اوقات اس کی

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ (تغابن - ۲)

روحانیت کے حق میں وبال بلکہ دشمن ہو جاتے ہیں۔

اسی بنا پر انسان کے اولاد و ازواج، اصطلاح قرآنی میں اس کے لیے فتنہ کا

اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (تغابن - ۲)

حکم رکھتے ہیں۔

اور گمراہوں کی شناخت یہ بتائی گئی ہے، کہ وہ لوگ عقبیٰ کے مقابلہ میں حیات

يُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (اعلیٰ - ۱)

دنیوی کو اختیار کیے رہتے ہیں۔

اور اپنی جائداد دن کے ساتھ، اپنی املاک کے ساتھ، اپنے سرمایہ کے ساتھ

تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ (فجر)

بیحد محبت رکھتے ہیں۔

لیکن آج خود مسلمانوں کا طرز عمل کیا ہے؟ وہ کالجوں میں کیوں داخل ہوتے ہیں اس لیے کہ اعلیٰ مناصب پر فایز ہو سکیں، طبابت، وکالت، اور ڈاکٹری کے پیشے کس غرض سے سیکھتے ہیں؟ اس لیے کہ نقیس اور زندہ کی گرانقدر رقموں سے شاد کام ہو سکیں۔ مغرب کے دور دراز ممالک کے سفر کی صعوبات کس مقصد سے

کرتے ہین؟ اس لیے کہ حصول جاہ وثروت کے زیادہ مواقع ہاتھ آئین۔ قومی انجمنین کیون قائم کرتے ہین؟ قومی درسگاہین کیون کھولتے ہین! قومی اخبار کیون نکالتے ہین؟ اس لیے کہ یہ سب (انفرادی یا اجتماعی) جلب منفعت کے وسائل ہین۔ سب سے بڑھکر یہ کہ مذہب کو بھی اسی مقصد کا ایک آلہ بنا لیا گیا ہی، اور یہ مذہبی ضروریات پر عموماً زور اس لیے دیا جاتا ہی کہ حصول منافع دنیوی کی تمنا بر آئے۔ ایسی صورت مین اگر حکمت الٰہی اُن سے مسلسل انتقام لے رہی ہو، اور قدم قدم پر ان کی کوششون کو ناکام، اُن کی عزتون کو برباد، اور اُن کی زندگیون کو تلخ بنا رہی ہو، تو کس مُنھ سے شکوہ کیا جا سکتا ہی؟ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ۔

جو کچھ ہی وہ سب اپنے ہی ہاتھون کے ہین کرتوت — شکوہ ہی زمانہ کا نہ قسمت کا گلا ہے

اسوقت "فتنۂ ارتداد" کے متعلق جو خبرین روزانہ اخبارات مین شایع ہو رہی ہین، اور ہندوؤن کی جانب سے اس بحث پر جو مضامین نکل رہے ہین، اُن کا ایک دلچسپ اور سبق آموز پہلو یہ بھی ہی، کہ بعض وہ اخبارات جو ہندوؤن کے ملک دارت مین ہین، اور جو اپنے تئین "متحدہ ہند" کی قومی آواز کے ترجمان قرار دیا کرتے ہین، اُن کا لب ولہجہ اس موقع پر خالص ہندوانہ ہو گیا ہی، بلکہ یہ لفظ بھی صحیح نہ ہوگا، اس لیے کہ اُن کو ہندو مذہب سے بجاے خود عقیدت کیسی، ہمدردی تک نہین، لیکن مسلمانون کے مقابلہ مین اُن کا رویہ از سر تا پا مسلم آزار ظاہر ہو رہا ہی۔ الہ آباد کا انگریزی روزنامہ لیڈر اس کی نمایان مثال ہی۔ ہندو مذہب کے عقاید وتعلیمات اس روشن خیال "ترقی خواہ" "وآزادی پسند" ترجمان قوم کی نظر مین شاید ایک مجموعۂ اوہام وخرافات سے زاید قابل احترام نہین لیکن اسوقت چونکہ مقابلہ مسلمانون سے (خواہ وہ مسلمان بھی برائے نام ہی ہون) آپڑا ہی، اس لیے وہ اپنی ساری قوت اشاعت توحید کی مخالفت اور حمایت کفر وشرک مین بے دریغ خرچ کر رہا ہی! علی گڈھ کالج کے مرحوم بانی کیا خوب فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ مین کسی شخص کے مسلمان ہونے کا معیار صرف یہ ہی کہ اہل کفر اُسے مسلمان سمجھکر اس کی مخالفت وعداوت پر آمادہ ہون۔ اللہ اللہ!

یہ شان امتیاز تو دیکھو کہ اہل کفر
مومن سمجھ رہے ہین ہمین خوار دیکھکر!

غزل نعتیہ

حضرت جوہر اور جناب ماجد کی غزلون کو دیکھ کر چند اشعار نعت جو زبان قلم پر آ گئے ہین حاضر خدمت ہین احب الصالحین ولست منہم۔ اور تتبع بھی (اگرچہ کامیاب نہو) محبت کی دلیل ہے۔ اشعار بیجا یہ سہی مگر شاید ہوائے آفتاب ذرہ کو اوج اعتبار بخشے۔

ہوتی ہین تصور مین ہر وقت ملاقاتین
مولا کی غلامون سے اس درجہ مدارا تین

طیبہ کے اُفق سے وہ گھنگھور گھٹا اُٹھی
رحمت کی پھواریں ہین اور نور کی برساتین

تشریف شفاعت کی توقیع کرامت کی
معراج مین یہ پائین عجوب نے سوغاتین

لو کفر کی ظلمت سے خورشید عرب چمکا
اب دن کا اُجالا ہے دنیا سے گئین راتین

معصوم کو فکر اتنی امت کے گناہون کی
شب تا بسحر سجدے سجدون مین مناجاتین

کیا شان تری بخیر امۃ ہے تری اُمت
کیا بات تری وحی یوحیٰ ہین تری باتین

اُن قدمون کے مین قربان آتا تھا درم جن پر
اُن ہونٹون کے صدقے جو کرتے تھے مناجاتین

ایسے مین خدا حافظ زاہد تری توبہ کا
یہ کیف فزا موسم یہ لطف کی برساتین

ہو یا دضیا دل مین اُس عارض وگیسو کی
اِس طرح سے دن گذرین اس طرح کٹین راتین

ضیا احمد

کلام الملوک

الناظر کے پچھلے نمبر مین فارسی شاعری کے اولین نمونے" نہایت منتخب و مختصر طور پر پیش کیے گئے ہین۔ تذکرہ لب الالباب مولفہ محمد عوفی شایع کردہ پروفیسر براون جلد دوم مین یہ نمونے کثرت سے درج ہین۔ جن اصحاب کو ان سے دلچسپی ہو اسی کتاب کی طرف رجوع کرین۔ یہ ۶۱۸ھ کی تالیف ہو اور فارسی مین دنیا بر سب سے قدیم و معتبر تذکرہ ہو۔ اسی کتاب کے پہلے حصہ سے زیادہ تر چوتھی صدی ہجری کے چند نامدار شعرا کا چیدہ کلام ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

امیر منتصر اسمٰعیل بن نوح سامانی متوفی ۳۹۵ھ ہجری

خاندان سامانی کا آخر اور سب سے غیور و شجاع حکمران تھا۔ اس کی تمام عمر دشمنون سے مقابلہ کرنے، جیتنے، ہارنے، بھاگنے، چھوٹ نکلنے، لڑنے مرنے مین گذری کہتے ہین کہ جلوس کے بعد عمر بھر اس نے کبھی اپنی زرہ اور اسلحہ نہین اتارے اور بزم عیش مین شریک نہ ہوا۔ مگر قضا و قدر کا مقابلہ کون کر سکا ہو۔ اسی کی ذات پر خاندان سامانی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کا کلام عربی رجز کا مزا دیتا ہو اور فارسی شاعری مین فردوسی کے سوا اس کی نظیر نظر نہین آتی۔ عوفی نے اس کے چند شعر نقل کیے ہین جو سادگی اور روح شجاعت سے لبریز ہین۔

گویند مرا چون سلب خوب نسازی — بادی گہ آراستہ و فرش ملون؟
با نعرۂ گردان چہ کنم لحن مغنی — با پویۂ اسپان چہ کنم مجلس گلشن
جوش می و نوش لب سانی بچہ کار ست — جوشیدن خون باید بر عقیدۂ جوشن
اسپ است و سلاح است مرا برگہ و ساغ — تیر است و کمان است مرا لالہ و سوسن

سلطان محمود غزنوی متوفی ۴۲۰ھ

بزم آرائے حسینی مین جواب لباب الالباب عوفی کا سرقہ ثابت ہو چکا ہو سلطان محمود کی غزل ذیل درج ہو یہ ایک مجموعہ مین غضری کے خط مین مولف کی نظر سے گذری۔ دوسرے اور پانچوین شعر کے مضامین سلطان کی ذات سے تعلق رکھتے ہین۔ لہذا اُن کے معتبر ہونے مین شک نہین۔

من گرد دلِ خویش ہوائے تو نجیدم — با مہر تو پیوستم واز خویش بریدم
دیگر زبان چون تو ندیدم زبے آنک — ثبت است بجائے کہ من آنجا نہ رسیدم
با من بنجید آنکہ چو او کس نہ گرفتم — نگرفت سر زلف تو ہر چند خمیدم
چون زلف شدم دست و چو تنجا نہ شدم روے — چون زلف تو کاویدم و چون روے تو دیدم
گفتم کہ یکے بندہ خریدم بدرم من — نے نے غلط است این کہ خداوند خریدم

امیر شمس المعالی قابوس بن وشمگیر المتوفی ۴۰۰ھ

یہ طبرستان کے زیاری خاندان کا نہایت فاضل حکمران گذرا ہے تتمۃ الدھر مین اُس کے عربی قصائد درج ہین۔ اسی کا قطعۂ ذیل شاہان عجم کے کمالات و مشاغل کی کامل فہرست ہے۔

کار جہان سراسر آزاست یا نیاز — من پیش دل بیارم آزو نیاز را
من بیست چیز از جہان برگزیده ام — تا ہم بدان گذارم عمر دراز را
شعر و سرود و رود دوی خوشگوار را — شطرنج و نرد و صید گہ و یوز و باز را
میدان و گوی و بارگہ و رزم و بزم را — اسپ و سلاح و خود و دعا و نماز را

امیر ابو الحسن اغاجی بخاری معاصر دقیقی

یہی مضمون اس امیر نے بھی اس قطعہ مین زیادہ ایجاز و بلاغت کے ساتھ باندھا ہے۔

اے آنکہ نداری خبرے از ہنر من — خواہی کہ بدانی کہ نیم نعمت پروردہ
اسپ آرد کند آرد کتاب آرد کمان آرد — شعر و قلم و بربط و شطرنج و می و نرد

برف آسمانی کی صفت مین کسقدر اچھوتا مضمون پیدا کیا ہے۔

بہوا در نگر کہ لشکر برف — چون کند اندرون ہمے پرواز
راست ہمچو کبوتران سپید — راہ گم کردگان ز ہیبت باز

یعنی ذرا دیکھو تو کہ برف کا لشکر کس طرح ہوا مین اُڑ رہا ہے۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سفید کبوتر باز کے خوف سے بھٹکتے اور ٹھوکرین کھاتے پھرتے ہین۔

امیر طاہر بن فضل

متنبی کا ممدوح سیف الدولہ متوفی ۳۵۶ھ علم و فن کا مشہور سرپرست اور پیش پسند فرمانروا تھا۔

ایک قصیدہ مین اُس نے قوس قزح کی ایسی تشبیہ پیدا کی ہے جو شاہانہ تشبیہ کے نام سے مشہور ہو گئی ہے یعنی جس شخص نے شاہانہ عشرت کا مشاہدہ نہ کیا ہو اُسے ایسی تشبیہ کبھی سوجھ نہین سکتی۔ وہ ہذا۔

وساقٍ صبیحٍ للصبوح دَعَوتُہ ۔۔۔ فقام وفی اجفانہ سنۃ الغمض
یطوف بکاساتِ العُقار کانجم ۔۔۔ فمن بین منقض علینا ومنقض
وقد نشرت ایدی الجنوب مطارنا ۔۔۔ علی الجود کنا والحواشی علی الارض
یطرزھا قوس السحاب باصفر ۔۔۔ علی احمر فی اخضر تحت مبیض
کاذیال خودٍ اقبلت فی غلائل ۔۔۔ مصبغۃ والبعض اقصر من بعض

یہ شعر امیر طاہر بن فضل نے سُنے تو اُن کا فارسی قطعہ مین لفظ بلفظ ترجمہ کیا ہے

آن ساقیِ مہ روے صبوحی بر من خورد ۔۔۔ وز خواب دو چشمش چو دو نرگس خرم
دان جام مے اندر کفِ او ہمچو ستارہ ۔۔۔ ناخوردہ یکے جام دگر دادہ و مادم
دان میغ جنوبی چو یکے مطرب خوش بود ۔۔۔ دامن بزمین بر زدہ ہمچون شب ادہم
بربستہ ہوا چون کمرے قوس قزح را ۔۔۔ از اصفر و از احمر و از ابیض معلم
گوئی کہ دو سہ پیرہن است از دو سہ گونہ ۔۔۔ دز دامنِ ہر یک زدگر پارہ گکے کم

یعنے ہوا نے دھنک کے ایک زرد سُرخ سفید رنگون کا پٹکا باندھ دیا تو ایسی صورت قائم ہو گئی جیسے کوئی نازنین کئی رنگون کے کرتے پہنے ہوا ور ہر ایک کا دامن دوسرے سے ذرا ذرا چھوٹا ہو۔

اسی مضمون کو سلطان سنجر کے ملک الشعرا امیر معزی نے زیادہ صفائی اور چستی سے یون نظم کر کے اپنا بنا لیا ہے

نماید خویشتن قوس قزح چون چنبر رنگین ۔۔۔ کہ باشد در زمین پنہان شدہ یک نیمہ زان چنبر
چو پوشید سہ پیرہن کہ ہر یک را بود پیدا ۔۔۔ بن و دامن یکے احمر یکے اصفر یکے اخضر

محمد مسلم

اچنج کیپ کمیٹی کے کارنامے

اسمبلی کے کسی ممبر کے حسب قرارداد گورنمنٹ ہند نے بڑھے ہوئے اخراجات اور گھٹتی ہوئی آمدنی کا گورکھ دھندا سلجھانے کے لیے ماہرون کی ایک کمیٹی مقرر کی کہ جس کے صدر لارڈ اچنج کیپ اور اراکین سر ٹامس کیٹو۔ مسٹر ڈی۔ ایم دلال۔ سر راجندر ناتھ مکرجی۔ آنریبل سر الگزنڈر مرے اور آنریبل مسٹر شوتم داس ٹھاکرداس تھے۔ گویا آدھے ممبر ہندوستانی اور آدھے انگریز تھے۔ سوائے ایک کے باقی تمام اراکین بڑے بڑے کارخانون کے منتظم اور ڈائرکٹر ہین۔ ہزارہا آدمی ان کے زیر اہتمام کام کرتے ہین۔ مسٹر دلال جو انڈیا کونسل کے رکن تھے مالیات و اقتصادیات کے زبردست ماہر ہین۔ اس وجہ سے اس کمیٹی کی جانچ پرتال سے سب کی تسلی ہونی چاہیے۔ نومبر مین اس نے دہلی مین اپنا اہم کام شروع کیا۔ اور فروری کے تیسرے ہفتے مین اپنی رپورٹ مکمل کرکے گورنمنٹ ہند مین بھیج دی اس امر کا ذکر ضروری ہو کہ گورنمنٹ ہند نے اپنی آمدنی اور خرچ کی کوئی تفصیل اراکین کمیٹی سے پوشیدہ نہ رکھی اس لیے جو تجاویز تخفیف اخراجات کے باب مین پیش کی ہین۔ وہ معقول اور قابل تسلیم ہین۔

پانچ چھ برس سے مالیۂ ہند کی پیچیدگیان بڑھتی چلی آتی ہین۔ اخراجات آمدنی سے تجاوز کرتے چلے جاتے ہین کہ جس سے حکومت کئی قسم کی مشکلات سے دوچار ہو رہی ہو گو اصلاحات کا دور ۱۹۲۱ء کے ساتھ شروع ہوا۔ مگر افراد ملک کی تمدنی حالت سنوارنے کی عملی تجاویز مین سخت رکاوٹین حائل ہو رہی ہین۔ نہ صرف یہی ہوا۔ بلکہ ٹیکسون کا بار گران بڑھتے بڑھتے انتہا کے درجہ پر پہنچ گیا ہے اصلاحات کے دور جدید کے دوران مختصر مین چالیس پچاس کروڑ روپے سالانہ اہل ہند کی جیبون سے نکلے جا رہے ہین۔ باین ہمہ آمدنی حکومتی اخراجات کی متحمل نہین ہوتی۔ اس لیے معاملہ فہم اور خیر خواہان ملک کے سامنے یہ معمہ آتا ہو کہ اس گتھی کو کسطرح سلجھایا جائے ۱۸-۱۹۱۹ء سے اب تک بجٹ کے شمار کی مجموعی رقم ایک ارب ساڑھے سات کروڑ روپے تک پہنچ چکی ہو گویا ملک ہند بقول وزیر مالیہ کونسل ممالک اتنی بڑھی ہوئی رقم کا زیر بار ہو گیا ہو۔ اگر اُسے نہرون اور آب پاشی کے سلسلون پر خرچ کیا جاتا تو پچیس کروڑ ایکڑ

مزروعہ اراضی مین سے دس کروڑ ایکڑ ہر دن سے سیراب ہوتے۔ اور زراعت پیشہ گروہ کی زرعی آمدنی چالیس ارب کے لگ بھگ ہوتی۔ اور یہ ملک خشک سالی اور اسمک باران کے تباہ کن اثر سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتا۔ کیون کہ ۱۹۲۱ء کے اخیر تک ہندوستان کی مختلف نہرون پر (۵۰) کروڑ روپیہ کے قریب خرچ ہو چکا ہے۔ اور سیراب رقبہ کی مجموعی آمدنی کا تخمینہ تیرہ ارب کے قریب کیا گیا ہے چالیس کروڑ روپے سالانہ ہماری جیبون سے نکلے جاتے ہین۔ اس سے بار مزید عائد ہو گیا ہے۔ شاید یہ سوال پیدا ہو گا کہ اخراجات کیون بڑھ گئے ہین اور آمدنی کیون کمتفی نہین ہوتی؟ یہ بڑا جامع سوال ہے۔ مگر اس کا جواب بہم پہنچانا بڑا دقت طلب کام ہے۔ جنگ اعظم کے باعث جو عالمگیر تباہی رونما ہوئی ہے۔ اس کے اثر مذموم سے ہندوستان بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ ہمارے بڑھے ہوئے مصارف حکومت اقتصادی آفتون کی وجہ سے لاحق ہوئے ہین۔ ضروریات زندگی کی گرانی تین سال کی مسلسل خشک سالیون کا انجام ہے۔ پھر یورپ کی تجارتی اور صنعتی کساد بازاری بھی ان مشکلات کی ذمہ دار گردانی جاتی ہے۔ جنگی مصارف کی رقم بہت بڑھ گئی ہے کیونکہ ہندوستان کی سپاہ بھی اسی قسم کی مراعات سے آراستہ کی گئی ہے کہ جس سے گورہ فوج بہرہ یاب ہے۔ اور ۷۰ روپیہ ماہانہ۔ راشن وردی مفت۔ اور رہنے کے لیے عمدہ مکانات تعمیر ہو رہے ہین۔ گذشتہ سال فوجون مین کئی ہزار جوانون کی تخفیف ہو چکی ہے مگر تو بھی خرچ دو چند ہے۔ یہ نہایت اہم مسئلہ ہے۔ اس وجہ سے اسپر تفصیلی بحث درکار ہے۔

۱۹۱۳-۱۴ء مین جنگی اخراجات انتیس کروڑ چوراسی لاکھ (۴۱) ہزار روپے تھے۔ مگر ۱۹۲۱-۲۲ء مین یہ ۶۹ کروڑ ۳۴ لاکھ ۶۹ ہزار روپے تک پہونچے تھے۔ مگر ۱۹۲۲-۲۳ء مین اس صیغہ کے لیے پونے (۶۸) کروڑ روپے مخصوص کیے گئے تھے۔ اور یہ آمدنی کے نصف سے بھی زیادہ ہے۔ وزیرستان کی معرکہ آرائیون اور سڑکون اور فوجی مورچہ بندیون کا خرچ جو سال گذشتہ مین (۳۸۵) کروڑ تک پہونچا۔ اسی مدمین شامل ہے۔ علاوہ ازین غیر ضروری فوج اور زائد فوجی افسرون کی موقوفی کا خرچ (۲۸) کروڑ روپیہ ہوا ہے۔ یہ بھی جنگی مصارف مین شمار ہوتا ہے۔ یکم اپریل ۱۹۲۲ء کو ہندی اور گورہ سپاہ کی مجموعی تعداد تین لاکھ نو ہزار (۳۰۹۸) تھی۔ مگر اس مین محفوظ اور معاون اور مقامی دستے شامل نہین۔ اور نہ ہی عدن ایران اور نوآبادیون کی فوج شمار کی گئی ہے۔ اینچ کیپ کمیٹی نے فوجی مصارف کی جملہ مدون پر غور کر کے یہ تجویز کیا ہے کہ ساڑھے دس کروڑ گھٹا دیے جائین۔ اور یہ امر موجب طمانیت ہے۔ کہ سپہ سالار بہادر نے کمیٹی کی تجاویز سے

بادنی تغیر اتفاق کیا ہے۔ اور رفتہ رفتہ اُنھیں عملی صورت دی جاے گی کمیٹی کی تجاویز کا اختصار یہ ہے کہ گورہ اور ہندی فوجوں میں معتدبہ تخفیف کی جاے۔ اول الذکر میں (۵۷۰۰) اور موخرالذکر میں (۶۶۴۳) جوان گھٹانے کی تجویز ہے۔ علاوہ ازیں تین گورہ رسالے اور بعض توپ خانے توڑنے کی بھی تجویز ہے۔ ہندی پلٹنوں میں پچاس فی صدی تخفیف ضروری ٹھہرائی گئی ہے۔ اس سے تین کروڑ روپے کی بچت نکلے گی۔ فوجی تعمیرات کی خرچ کی کمی سے (۷۰) لاکھ۔ محفوظ فوج کی اصلاح۔ سپلائی سروس کی اصلاح کرکے فضول خرچ کی موقوفی۔ اور نیز بحری دستہ کے خرچ کی ترمیم پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ جو جہاز فوجیں سمندر پار لے جانے کے لیے رکھے جاتے ہیں۔ اُنھیں نیلام کرنے کی اشد ضرورت جتائی گئی ہے۔ اس طرح جنگی مصارف کی رقم میں معتدبہ تخفیف ہوگی۔ کمیٹی نے یہ قرار دیا ہے کہ فوجی بجٹ پونے (۵۸) کروڑ روپے سالانہ ہو۔ اور رفتہ رفتہ اسے گھٹا کر پچاس کروڑ روپے کرنا چاہیے۔ اور یہ وہ رقم ہے جو عملی کمیٹی اور انڈیا آفس نے پچھلے سال فوجی خرچ کیلئے تجویز کی تھی۔

باقی نو کروڑ روپے سول انتظامات میں کم کیے جائیں گے۔ کہ تین ریلوے کی مد بڑی اہم ہے۔ اس محکمہ میں بہت اندیشہ ہے کمیٹی نے جو اصلاحی تجاویز ریلوے کی بابت پیش کی ہیں۔ وہ قابل تدر ہیں۔ اگر انھیں عملی صورت دی گئی تو بہت جلد بہت سی شکایات رفع ہوجائیں گی خرچ میں جو فضولیات ہوتی ہیں وہ بند ہوجائیں گی۔ اور پبلک کو بہت آرام نصیب ہوگا۔ [illegible] ایگزیکٹو کونسل کے ممبروں کے قلمدان کی تقسیم و تبدیلی کی گئی ہے۔ مارروا کا محکمہ اور ریلوے بورڈ میں شامل کیا جاے گا۔ باقی تجارت مصنوعات۔ امور زراعت۔ تعلیمات۔ حفظان صحت۔ اور تعمیرات وغیرہ میں منقسم کیے جائیں گے۔ انہارکے انسپکٹر جنرل کا عہدہ موقوف کیا جائے گا۔ نظارت ہند اور بائی کمشنر کے دفتروں کے مصارف گھٹا دیے جائیں گے۔ قصبہ کوئٹہ کو کوئی محکمہ نہیں کہ جسمیں تخفیف کی گئی ہو۔ کمیشن شاید سب سے زیادہ نامقبول تخفیف سائنٹفک محکموں کی ہیں کہ جن میں آرکیالوجی (آثار قدیمہ) جیالوجی (ارضیات) سروے (پیمائش) وغیرہ وغیرہ شمار ہوتے ہیں لیکن چونکہ ہندوستان کی مالی حالت [illegible] سائنسی معاملات کی اہمیت کو بخوبی نہیں سمجھتے۔ خوشی کی بات ہے کہ گورنمنٹ ہند نے کمیٹی کی تجاویز [illegible] اتفاق کرکے اپنے خرچ کا تخمینہ مرتب کیا ہے سال آئندہ [illegible] باقی سنہ ۱۹۲۲ء میں عمل پذیر ہوں گی۔ اسطرح پر اِنچ کیمپ کمیٹی کی تجاویز [illegible] کارگر وسیلہ ثابت ہوں گی۔

سید۔ آر۔ راس

باشد کہ بیدلان را کامے زلب برآری

خاکسار کے تہیۂ سفر حجاز کی اطلاع پاکر مری مولوی محی الدین تمنا عمادی نے مندرجۂ ذیل اشعار ارسال فرمائے ہین جن کی لذت سے ناظرین الناظر بھی کام آشنا ہولین ۔

ایڈیٹر

اے خوش نصیب لوگو اثیر کے جانے والو! عیش ابد کما لو رنج سفر اُٹھا کر
جاتے ہو تم، تو جاؤ، لیکن یہ یاد رکھو جاتے ہو میرے دل مین اک آگ سی لگا کر
لکھی ہی تھی یہ دولت تقدیر مین تمھاری کیا پھل ملے گا مجھکو اب خار تم سے کھا کر
آؤ ذرا کہ دے لون تسکین اپنے دل کو خاکِ قدم تمھاری آنکھون سے مین لگا کر

اس بدنصیب کی ہے اک عرض، سنتے جاؤ کہتا ہے چشم تر سے نہرون لہو بہا کر
دیکھو، یہ یاد رکھنا طیبے مین جب پہونچنا مجھکو نہ بھول جانا مقصود اپنا پاکر
ہو روضۂ نبیؐ پر جب حاضری تمھاری کہنا بہت ادب سے جالی کے پاس جاکر
سرکار! نیند کب تک؟ اللہ؟ جلد اُٹھیے اُمت کا دم رُکا ہے گویا لبون پہ آکر
محشر بپا ہے اُٹھیے اے شمعِ بزمِ محشر! امت کے سر پہ رکھیے دستِ کرم اب آکر
بگڑی ہے بات ایسی بنتی نہین بنائے بیٹھے ہین آپ ہی سے سب آسرا لگاکر
اور اک غریب، جس کو کہتے ہین سب تمنا آنے کے وقت ہم نے دیکھا جو اُس کو جاکر
طیبہ کی سمت رُخ تھا، اشک آنکھون سے رواں تھے بیچارہ کہہ رہا تھا یون ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر

تا در جہانِ خوبی امروز کامگاری
باشد کہ بیدلان را کامے زلب برآری (حافظ)

تمنا عمادی

ابن خلدون اور ان کا فلسفہ تاریخ

محمد بن خلدون پہلے مصنف ہیں جنھوں نے تاریخ کو بذات خود ایک خاص علم کا موضوع قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے ان کو علم تاریخ کا بانی سمجھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ جس کے جواب میں اختلافات آرا کا پایا جانا ضروری ہے لیکن ان کے مقدمہ کا کوئی منصف مزاج ناظر اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ سے قبل کے تمام مصنفین میں سے یہی ایک ایسے مصنف ہیں جو اس اعزاز کے مستحق سمجھے جا سکتے ہیں۔

ان کے سوانح حیات کے لیے ہم ان کی خود نگاشت سوانح عمری کے ذمہ ہیں لیکن یہ سوانح عمری ۱۳۹۷ء (۷۹۹ھ) یعنی وفات سے ۱۰ سال قبل ہی ختم ہو گئی ہے۔ اس کی صحت اور راست گوئی میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا اور اس کے ساتھ ہی اس میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ کافی مفصل ہے لیکن بڑا نقص یہ ہے کہ اس سے نہ تو مصنف کے خیالات و معتقدات ہی واضح ہوتے ہیں نہ اگلی وغیرہ زندگی اور ان کے احوال ہی پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں کوئی ایسی خوبی نہیں جس کی ہم کو ابن خلدون کے لیے مضمحل سے امید ہو سکتی تھی۔

ابن خلدون ۱۳۳۲ء میں تونس میں پیدا ہوئے۔ وہ حضرموت کے ایک قدیم عرب قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور ایک ایسے خاندان سے تھے جس کا سپین پر بہت اثر پڑا۔ بنو امیہ کے زوال کے وقت یہ خاندان آکر شمالی افریقہ میں آباد ہوا تھا۔ ابن خلدون کی خاص اہتمام سے تعلیم دی گئی انھوں نے قرآن شریف کے علاوہ قدیم عربی نظم، حدیث، صرف و نحو، منطق، ریاضی، فقہ، دینیات اور فلسفہ میں مہارت پیدا کی۔ اسی وجہ سے وہ بہت عدیم الفرصت رہتے تھے اور ہمیشہ طلب علوم اور مطالعہ ادبیات میں منہمک نظر آتے تھے۔ تیس برس کی عمر میں وہ ابن اسحاق ثانی سلطان تونس کے ہاں ملازم ہوئے۔ اسی وقت سے ان کی سیاسی جد و جہد کا آغاز ہوتا ہے۔ صرف دو سال بعد وہ ابو عنان سلطان فیض کے ہاں چلے گئے۔ ابو عنان کے وہ منظور نظر ہو گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ درباریوں نے ان کے خلاف سازش کی اور آخر ان کو بے عزت کر کے قید میں ڈلوا دیا۔ ۱۳۵۹ء میں ابو عنان نے انتقال کیا۔

ان کے جانشین ابوسالم نے ان کو رہا کرکے اپنا کاتب مقرر کیا۔ لیکن اس وقت وہ درباریون کے محسود اور مبغوض رہے ابوسالم کی وفات کے بعد ان پر اور وزیر عمر پر ان بن ہوئی اور ان کو دربار چھوڑ کر اسپین جانا پڑا، یہاں ابن الاحمر نے ان کو ہاتھون ہاتھ لیا۔ اور اگلے ہی سال ان کو سفیر مقرر کرکے پیٹر، شاہ قستالہ کے پاس اشبیلیہ بھیجدیا۔

۱۳۶۵ء مین وہ اپنے ایک قدیم دوست ابن عبداللہ کے وزیر اعظم مقرر ہوکر پھر افریقہ آئے لیکن یہ شخص عبدالعباس، شاہ قسطنطین کے خلاف ایک جنگ مین مقتول ہوا۔ اس کے بعد ابن خلدون کی زندگی بہت خطرے مین گذری۔ کیونکہ وہ ایسی جگہ تھے جہان کے والی ہر وقت ایک دوسرے کے خلاف آستینین چڑھائے رہتے تھے، ان کی جان بھی صرف بعض طاقتور اور خود مختار عربی قبائل کے سردارون کی دوستی کی وجہ سے بچی رہی۔ ۱۳۷۰ء سے ۱۳۷۴ء تک وہ شاہ مراکش کے ملازم رہے اور عرب قبائل کے ساتھ رسل و رسائل اور انصرام مہمات مین خصوصیت کے ساتھ مشغول رہے ۱۳۷۴ء مین وہ دوبارہ اسپین گئے۔ لیکن جلد ہی وہان سے واپس آنے پر مجبور ہوے۔ اس کے بعد چار سال اُنھون نے بالکل عزلت مین گزار دیے۔ یہ تمام مدت ایک بڑے کھنڈر ان قلعہ مین مطالعہ مین صرف کی۔ اسی عزلت مین اُنھون نے شہرۂ آفاق مقدمہ تیار کیا اور تاریخ عرب و بربر کی بنا ڈالی۔ مؤخرالاسم کو جاری رکھنے کے لیے اُن کو بڑے بڑے کتبخانون کی ضرورت لاحق ہوئی اور اسی وجہ سے اُنھون نے ۱۳۷۸ء مین تونس کی طرف مراجعت کی۔

سلطان عبدالعباس اور عامۃ الناس نے ان کا استقبال نہایت گرمجوشی سے کیا اور طلبہ نے ان کو مجبور کیا کہ وہ ان کو تعلیم دین۔ لیکن درباریون مین سے ایک فرقہ جس کے سرعسکر مفتی اعظم ابن عرفہ تھے، اُن کی اس مراجعت اور اس عزت و احترام کو اپنے لیے فال بد سمجھا چنانچہ ان لوگون نے ریشہ دوانیان شروع کین۔ ابن خلدون اپنے خلاف آئے دن کی سازشون سے گھبرا گئے اور عہد کیا کہ تاریخ برابر ختم کرنے کے بعد وہ حج کے لیے روانہ ہوجائین۔ چنانچہ اکتوبر ۱۳۸۲ء مین وہ اجازت حاصل کرکے مصر کی طرف روانہ ہوئے اور نومبر مین اسکندریہ پہونچ گئے۔ اور صرف ایک ماہ قیام کرکے قاہرہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان کی شہرت تو چار دانگ عالم مین پھیل ہی چکی تھی اور اس وقت اتفاق سے کہ جانے والا کوئی کاروان بھی تیار نہ تھا۔ لہذا وہان کے سلطان نے ان کو مجبور کیا کہ وہ اپنا حج کا ارادہ

فتح کرکے قاہرہ میں پروفیسری قبول کرین۔ اُنھوں نے سر تسلیم خم کیا اور وہیں مستقل طور پر مقیم ہو گئے رفتہ رفتہ وہ قاضی القضاۃ کے عہدہ تک ترقی کر گئے۔ اس عہدہ پر قوانین عدل و انصاف کی پابندی نے سرکاری آدمیوں میں ان کے بہت سے دشمن پیدا کر دیے۔ اس کے علاوہ اُن پر ایک مصیبت یہ پڑی کہ جس جہاز میں اُن کا خاندان مراکش سے مصر جا رہا تھا وہ ڈوب گیا اور "بہ یک گردش چرخ نیلوفری" اپنی نرود دولت اور خوشی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس صدمہ سے وہ بہت دلگیر ہوئے۔ مگر سوائے دعا کے اُن کے پاس بھی کوئی چارہ کار نہ تھا۔ ۱۳۸۷ء میں وہ عازم حج ہوئے اور وہاں سے قاہرہ آکر کچھ مدت تک تو تعلیم دیتے رہے اور مطالعہ میں مصروف رہے اور ۱۳۹۷ء میں خود نوشت سوانح عمری لکھی جسمیں اُس وقت تک کے حالات درج کیے۔ ۱۴۰۰ء میں وہ سلطان مصر کے ہمراہ سلطان تیمور کے خلاف ایک مہم میں شامل ہو کر شام گئے اور دمشق میں محصور ہوئے۔ لیکن انھوں نے اپنے آپ کو فاتح کے حوالہ کر دیا۔ تیمور نے ان کی بہت عزت و حرمت کی اور ان کی لیاقت و قابلیت کی قدر کی۔ ابن خلدون نے بھی اپنے آپ کو ایک وفادار اور لائق درباری ثابت کیا۔ تیمور ان کو ترکستان لے جانا چاہتا تھا مگر ان کا اصرار اس کے ارادہ پر غالب آیا اور یہ قاہرہ واپس چلے آئے۔ یہاں دوبارہ قاضی القضاۃ مقرر کر دیے گئے۔ اور آخر چوہتر برس کی عمر میں ۱۴۰۶ء میں انتقال کیا۔

مذکورۂ بالا مختصر سی سوانحعمری سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابن خلدون ایک عجیب و غریب آدمی تھے۔ ان کی تمام زندگی ایسے حالات میں گذری جو نہایت پیچیدہ تھے۔ ہر روز نئے نئے واقعات رونما ہوتے تھے، آئے دن ان کے خلاف سازشیں ہوتی تھیں جن جن حاکموں کے زیر سایہ وہ رہے وہ مستبد تھے اور اُن کے درباری کمینے اور حاسد۔ ان تمام باتوں کے باوصف انھوں نے بہت سے مواقع پر کارہائے نمایاں کیے ان کے اعدا ان کو اکثر نیچا دکھانے میں کامیاب ہوتے رہے مگر وہ بھی اپنی خداداد لیاقت کی وجہ سے جلد ہی اپنی اصلی حالت پر آجاتے تھے۔ نوجوانی اور بڑھاپے دونوں حالتوں میں اور زمانہ کے حادثات کے باوجود وہ بہت ذی اثر اور ممتاز رہے۔ کبھی انکی خوشامد کی جاتی تھی، کبھی ان کو دھمکایا جاتا تھا اور کبھی ان کی تعریف کی جاتی تھی۔ ہر حال میں اُن کا جوہر ذاتی اسیطرح ضو فگن رہا۔ وہ ایک ہر دلعزیز شخصیت والے ایک ہمہ دان درباری اور سوسائٹی کے ایک درخشندہ رکن تھے۔ ان کی رائے صائب اور اُن کی گفتگو مؤثر ہوتی تھی۔ ان کو ماحول کے مطابق اپنے آپ کو بدل لینے میں خاص ملکہ تھا وہ مختلف النوع [illegible]

کام کرسکتے تھے اور ہران علوم وفنون مین طاق تھے جن کو ان کے مسلمان ہمعصرون نے ترقی دی۔ ان کی طبیعت مین بھی سازشین کرنے اور لڑوانے کا مادہ ہوتا تھا مگر وہ اپنے عالی رتبہ ہونے کی وجہ سے مجبور تھے۔ ان کی طبیعت بھی مستبدانہ حکومت کی طرف مائل تھی۔ اجمالاً معلوم ہوتا ہی کہ وہ سیاسیات اور ادبیات مین شہرت کے خواہان تھے۔ لیکن وہ اس [illegible] مین اپنے اس مقصد مین کامیاب ہونے کے لیے اُنھون نے اخلاقی قوانین کو پس پشت ڈال دیا فتنہ انگیز حرکتین کین۔ وہ ایک پکے مسلمان تھے۔

فلسفہ مین وہ کسی خاص مسلک سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ چودھوین صدی سے قبل تمام اسلامی ممالک مین فلسفہ بہت بدنام ہوچکا تھا اور ہان کہین قرآن شریف کا فیصلہ معاملات مذہبی مین ناطق سمجھا جاتا تھا وہان دینی تعصب اور جوش نے اصول مسائل پر آزادانہ غور وفکر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ اس لحاظ سے ابن خلدون اپنے زمانہ کے عوام سے کچھ الگ تھے عالم ما فوق الاحساس کے مسائل مین ان کو عقل کی نسبت الہام پر زیادہ اعتماد تھا۔ چنانچہ اُنھون نے اپنے مقدمہ کی مکمل ایک فصل مین یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہی کہ فلسفہ کو غلطی سے علم کہا گیا ہی اور یہ کہ یہ نہ صرف اپنے دعاوی کو ثابت ہی نہین کرسکتا بلکہ مذہب کے خلاف ہونے کی وجہ سے زہر سان بھی ہی وہ صرف اس قدر تسلیم کرتے ہین کہ تاریخ فلسفہ کا مطالعہ کچھ مفید ہوسکتا ہی کیونکہ اس سے ہماری فہم مین ترقی ہوتی ہی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہین کہ اس کا مطالعہ صرف ان لوگون کو کرنا چاہیے جو علوم قرآن اور فقہ مین ماہر ہون۔ تجربی علوم کی وہ بہت قدر کرتے تھے آنحضرت (صلعم) کی تعلیمات کو بے چون وچرا مانتے تھے اور مذہب اور مابعد الطبیعیات مین تمام قسم کی مداخلت کو غلط یا بیجا دخل سمجھتے تھے۔ چونکہ ان کا تعلق کسی خاص فلسفہ سے نہ تھا اس لیے ان کو اس بات کا بھی خیال نہ آیا کہ وہ تاریخ کی توجیہ فلسفہ کی روشنی مین کرین اور قرآن شریف مین علم تاریخ کی بنا کے لیے کچھ مواد نہ تھا لہذا اُنھون نے اپنے تمام تاریخی نظریون کو براہ راست تاریخی واقعات سے مستنبط کیا ہی۔ اس باب مین اُن کا علم نہایت وسیع عملی مشخص اور عالمانہ تحقیقات اور ذاتی تجربہ کا نتیجہ تھا۔ اس کے علاوہ اُن کو معاشرتی مظاہر کی اصلیت اور ان کے مفہوم تک پہونچنے مین خاص مہارت تھی۔ اور نہایت ہی سہولت کے ساتھ ان کے اسباب اور تعلقات کو معلوم کرلیتے تھے تعمیمات کرنے مین ان کو ید طولی حاصل تھا۔ اور

حقیقت یہ ہے کہ یہی خصوصیات ان کی تحقیقات میں کامیابی کا باعث ہوئیں۔ اس میں ان کے غور و فکر یا فلسفیانہ اصول کی جدت و عمدگی کو کچھ دخل نہیں۔

ابن خلدون نے مختلف موضوعات پر طبع آزمائی کی۔ ان کے بعض چھوٹے چھوٹے رسائل تو اُسی وقت مشہور ہوئے اور بعد میں غائب ہو گئے۔ ان کی تمام شہرت ان کے شاہکار "تاریخ عالم" اور خاصکر اس کے پہلے حصہ مقدمہ پر مبنی ہے۔ دوسرے حصہ میں عربوں، شامیوں، ایرانیوں، اسرائیلیوں، قبطیوں، یونانیوں، رومنوں اور ترکوں کی تاریخ ہے۔ تیسرے اور آخری حصے میں برابر اور ارد گرد کی اقوام کا ذکر ہے۔ ان موخر الذکر دو حصوں پر صرف معدودے چند ماہرین اپنی رائے ظاہر کر سکتے ہیں۔ ان کا مصنف ان کی جدت، علم و نقد کے قوانین کی مطابقت اور اُن کی قدر و قیمت کے لحاظ سے بہت اعلیٰ و ارفع سمجھتا تھا۔ لیکن اصلیت یہ ہے کہ وہ اس میں غلطی پر تھا۔ ڈوزی، دوسلین، اور عمری جیسے لائق نقاد، جو تاریخ عالم کے مطالعہ میں مصروف ہیں سب اس بات میں متفق ہیں کہ ایک تاریخی تصنیف کی حیثیت سے اس میں بہت سے نقص ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ اس کا طرز تحریر غیر واضح اور غیر محتاط ہے۔ واقعات کے بیان کرنے میں طول لاطائل دیا ہے اور اس کو بیکار اور فضول استدلالات سے ثقیل کر دیا ہے۔ مواد اور مضامین کی تقسیم اس ڈھنگ کی ہے کہ تکرار لازمی ہو گئی ہے۔ اور ان ماخذ کو جن کی سند کو قابل وثوق قرار دیا ہے، اکثر غلط بیان کیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کی یہ رائے درست ہو۔ لیکن سوچنا یہ چاہیے کہ اگر ابن خلدون کی تصنیف زمانہ حال کی ایک سائنٹفک تاریخ کی فنک پر کامل العیار اُترتی تو ان کا یہ کارنامہ معجزہ سے کم نہ ہوتا۔ ایک تاریخی تحقیق کی حیثیت سے ان کا کام پہلے ہی عقل کو حیران کیے دیتا ہے۔

اب ہم کو اپنی تمام تر توجہ مقدمہ کی طرف منعطف کرنی چاہیے۔ یہ بذات خود ایک مکمل کتاب ہے اور اسی کتاب کا ایک مختصر و مجمل حال اور آئندہ کا موضوع ہے۔

اس میں ایک دیباچہ ہے، ایک مقدمہ اور چھ فصلیں۔

دیباچہ میں تصنیف کا موضوع تاریخ بتایا گیا ہے جو علم کی ایک نوع ہے جس کی ہر جگہ قدر کیجاتی ہے، عام طور پر ترقی دی جاتی ہے اور بہت طرح مفید اور کارآمد ہے۔ تاریخ کے متعلق کہا گیا ہے کہ بظاہر یہ ان تمام واقعات کو بیان کرتی ہے جو اقوام کے تجربہ میں ہر زمانہ میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور یہ باطن واقعات کا مطالعہ اور ان کی تحقیق، ان کے اسباب، معاشری مظاہر کے ظہور کے طریق پر ایک جامع و مانع اور مدلل بحث کرتی ہے۔

جب تاریخ ان دو صفات سے متصف ہو تو اس کا شمار علوم مین ہو سکتا ہی" ابن خلدون کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح تاریخ بھی اور علوم کے ہم رتبہ ہو جائے۔ ان کا خیال تھا اور صحیح خیال تھا کہ ان سے قبل کسی مصنف نے بالارادہ یا مسلسل کوشش اس مقصد کو حاصل کرنے کی نہین کی۔

مقدمہ مین مصنفین کے غیر ناقدانہ رویہ اور اس کے اسباب پر بحث کی ہی، شہادتون کے قبول کرنے مین ان کی عجلت اور بیان کردہ واقعات کی غیر کافی اور غلط توجیہات کی بہت سی مثالین پیش کی ہین۔ اسی سلسلہ مین مسعودی کے اس بیان پر بھی تنقید کی ہی کہ جہان اس نے حضرت موسےٰ کے زیر کمان اسرائیلیون کی تعداد کا ذکر کیا ہی۔ اور جس بناء پر اس تعداد کو ناقابل اعتبار ثابت کیا گیا ہی وہ تقریباً وہی ہین جو کولن سو نے زمانہ حال مین بیان کی ہین۔ مورخون کی غلطیون کے اسباب انھون نے یہ بیان کیے ہین کہ یہ لوگ زمانہ اور قرن کے فرق کو نظر انداز کر دیتے ہین۔ اور دو واقعات مین تشابہ کی وجہ سے نتیجہ اخذ کرنے مین جلدی کرتے ہین۔ اسکے علاوہ خود رائی اپنے اوپر یا دوسرون پر اعتماد کورانہ تقلید، اور تہذیب و تمدن کی ماہیت اور اس کے اثر کے متعلق قلت علم ان کو راہ گم کرنے مین مدد دیتے ہین۔ ان مین سے آخری سبب پر بحث کے دوران مین ابن خلدون نے اپنی اس تحقیق و تفحیص اور اس کے متوقعہ نتائج کو "علم تمدن" کے نام سے موسوم کیا ہی یہی علم ان کے نزدیک تاریخ مین خطا و صواب کا معیار ہی۔

مقدمہ کی پہلی فصل مین ہیئت اجتماعی پر بالعموم اور اس سے متعلق نسل انسانی اور زمین کے ان حصص پر بحث ہی جنمین یہ آباد ہی۔ اس بحث کا پہلا مقدمہ یہ ہی کہ انسان بالطبع مدنی ہی، اس کا جسم اُس کی روح اور اُس کی تمام خواہشات و احساسات کے عمل اور ترقی کے لیے لازمی ہی کہ ابنا جنس مین تعاون اور رشتہ مواخات ہو۔ اور حیات عامہ اور حیات اجتماعی مین وہ ایک دوسرے کے شریک ہون۔ یہ حیات عامہ یا حیات اجتماعی بتدریج ترقی پذیر ہوتی ہی اور اس ترقی مین تہذیب یا تمدن کے درجات و مراتب مین سے گذرتی ہی۔ جسطرح علم ہندسہ کیمیات پر، علم ہیئت اجسام فلکی پر اور علم طب جسم انسانی پر بحث کرتے ہین اسی طرح یہ نیا علم یعنی علم تاریخ، تہذیب یا تمدن پر بحث کرتا ہی۔

اس کے بعد تاریخ اور تمدن کے اساس طبعی پر ایک طول طویل بحث ہی۔ اس مین ربع مسکون، اُس کے حصص، اُس کے بڑے بڑے حصون، بڑے بڑے دریاؤن، اور اس کی آب و ہوا کا ذکر ہے۔

آب وہوا کے لحاظ سے اس کو سات منطقات پر تقسیم کیا ہے اور پھر ہر منطقہ کو دس حصون مین۔ ان حصون مین سے ہر حصے کے باشندون کی تخصیص کی ہے۔ ان مین سے تین معتدل منطقات کو بہ تفصیل بیان کیا ہے اور اُنکے باشندون کی معاشری حالت اور ان کی تہذیب کے ممیزات پر بحث ہے۔ اسی بحث مین یہ بتایا گیا ہے کہ نوع انسان کے جسمانی، نفسیاتی اور اخلاقی خصوصیات پر آب وہوا اور سردی گرمی کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے مثلاً حبشیون کی سیاہ رنگت اور اُن کے اوضاع واطوار کی تمام خصوصیات آب وہوا ہی کا نتیجہ بتائی گئی ہین اسی مین مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ زمین کی زرخیزی یا قحط وغیرہ کا آدمیون کی جسمی یا نفسی حالت پر کیا اثر ہوتا ہے۔ اور اس طرح ہیئت اجتماعی مین کیا کیا تغیر وتبدل ہوتا ہے،

یہ فصل جاکر نبوت کی بحث پر ختم ہوتی ہے، اس مین غیر مرئی عالم، جس کے علم سے چند برگزیدگان کو عوام کی تعلیم کے لیے بہرہ اندوز کیا گیا ہے، پر بحث ہے، اس بحث مین بھی بہت کسی دلچسپ اور سبق آموز باتین مین اگرچہ بعض ناظرین کے نزدیک بحث بالکل بے محل وبے موقعہ ہے۔ مگر حضرات اس بات کو نظرانداز کردیتے ہین کہ ایک سامی الاصل شخص کے لیے یہی نبوت تمام مذہبی معلومات کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ لہذا اگر مذہب تہذیب وتمدن کا ایک جزولاینفک ہے تو یہ بحث بھی ناگزیر ہے۔

مقدمہ کی دوسری فصل مین خانہ بدوش اور نیم وحشی اقوام کی تہذیب کا ذکر ہے۔

ابن خلدون کا اصلی تبحر علم اسی فصل مین نظر آتا ہے۔ کیونکہ یہان اُنھون نے جو کچھ لکھا ہے وہ ذاتی تجربہ اور نہایت ہی وسیع علم کی بنا پر لکھا ہے۔ سب سے پہلے اُنھون نے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان کی تمام رسوم اور اُس کے تمام تعینات اس کے کسب معاش کے طریقے پر منحصر ہین۔ چنانچہ اُنھون نے دکھایا ہے کہ شروع شروع مین لوگ صرف ضروریات ہی پر قانع تھے مگر بعد مین وہ آہستہ آہستہ عیش پسند اور عشرت جواہ ہوتے گئے۔ ان کی اس ترقی کے تمام درجہ ماحول کے مطابق ہونے کے لحاظ سے بالکل فطری تھے۔ اسی واسطے اُن کے نزدیک عربون کی حالت بالکل طبعی ہے۔

اسی فصل مین اُنھون نے بدوی اور مدنی زندگی مین تعلق دکھانے کی بھی کوشش کی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مقدم الذکر زندگی موخرالذکر زندگی پر مقدم ہے، یہی گہوارۂ تمدن کہی جاسکتی ہے، اسی سے تمام شہر پیدا ہوتے اور پلتے ہین اور یہی اُن کو آباد کرتی ہے۔ وہ بادیہ نشینون کی اخلاقی حالت کو ان کی خشونت مزاج کے باوجود شہرالون کی اخلاقی حالت پر ترجیح دیتے ہین۔ یہ لوگ خاصکر بہت باہمت ہوتے ہین

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی حرکات وسکنات مین آزاد ہوتے ہین۔ ان کے اوضاع واطوار اور نشست و برخاست کسی ہم جنس کے احکام کے تابع نہین ہوتے۔ اور اس طرح ان مین خود اعتمادی اور قوت حیات ہمیشہ تازہ رہتی ہے۔

بادیہ کی حیات اجتماعی پر بحث کرتے کرتے وہ لکھتے ہین کہ عصبیت کی ضرورت سب سے زیادہ اہل بادیہ کو ہوتی ہے اور یہ احساس عصبیت ان لوگون مین قوی ہوتا ہے جو آپسمین رشتہ دار ہون یا جنمین اسی قسم کا کوئی اور مستحکم تعلق پایا جاتا ہو۔ یہی نیم وحشی اور اہل بادیہ اپنی صحت نسل پر بجا طور پر فخر کرسکتے ہین۔ اس قسم کے قبائل کے لیے لازمی ہے کہ حکومت کا حق ایک قوی ترین خاندان کو ہو۔ اس حق کا کسی غیر قبیلہ مین منتقل کرنا ہمیشہ مُہلک ہوتا ہے۔ ایسے ہی خاندانون مین جو ایک دوسرے کے مشیر کار ہون اور جن مین رشتہ امواخات قائم ہو اصلی شرافت ونجابت پائی جاتی ہے اور خاندانون کی شرافت محض برائے نام ہوتی ہے۔ ان کے لیے اس لفظ کا استعمال بطور استعارہ ہوتا ہے۔ شہر مین رہنے والون مین کوئی خاندان ان معنون مین شریف نہین ہوتا۔ وہ نیک ذی اثر اور ذی عزت ہوتے ہین مگر شریف نہین ہوتے۔ ایک خاندان کی شرافت صرف اسی پر مبنی نہین کہ وہ شریفون کے اخلاف ہین بلکہ اصلی شریف وہ ہے جسمین شریفون کے اوصاف پائے جائین۔ یہودی دنیا بھر مین سب سے زیادہ شریف خاندان کے اخلاف ہین اور وہ بجا طور پر اپنے بزرگون کی عظمت شان پر فخر کرسکتے ہین۔ مگر اس وقت ان مین خاندانی شرافت مفقود ہے۔ ایک خاندان کی شرافت مشکل سے چار نسلون تک باقی رہتی ہے، اور آج تک کوئی خاندان ایسا نہین ہوا جس نے اپنی شرافت کو چھ نسلون تک قائم رکھا ہو۔ حکومت کرنے کی قابلیت صرف وہی لوگ رکھتے ہین جو نیک خصلتون اور نیک کامون کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسرون سے ممتاز کردین۔

اسکے بعد ابن خلدون بیان کرتے ہین کہ ان نیم وحشی خانہ بدوشون مین فتوحات کرنے کی زیادہ قابلیت ہوتی ہے بشرطیکہ ان کے دل مین اپنے قبیلہ کی عظمت کا احساس ہو ان کے مقاصد متحد ہون اور وہ حیوانی لذائذ یا غلامی کے ہاتھون تباہ نہ ہوچکے ہون۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت مین اُنھون نے آنحضرت (صلعم) اور آپ کے خلفا کے زیر حکومت عربون کے حیرت انگیز غلبہ و تسلط کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی لکھتے ہین کہ عرب میدانون مین رہنے

والون پر تو تسلط ہو گئے۔ مگر برابر اور پہاڑی اقوام ان کے قابو مین نہ آئین۔

عربون کی خرابیان اور اُن کے نقائص سے بھی وہ غافل نہ تھے۔ یہ بات اس عدیم المثال باب سے ظاہر ہوتی ہی جہان اُنھون نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہی کہ عربون نے اپنے ہر مفتوحہ ملک کو تباہ و برباد کیا۔ اس باب کے کچھ حصہ کا ترجمہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ وہ یہ ہی:۔

"خانہ بدوشانہ زندگی کی عادات وخصائل نے عربون کو ایک وحشی قوم بنا دیا ہی۔ ان کے اوضاع واطوار کی خشونت ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہی۔ اور اسی مین ان کو لطف بھی آتا ہی۔ کیونکہ اسی کی بدولت ان کو خود مختاری اور آزادی حاصل ہوتی ہی۔ اس قسم کی حالت تہذیب کے راستے مین بمنزلہ ایک سنگ گران کے ہی۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل وحرکت کرنا اور صحرا کو قطع کرنا ازل سے ان کا مشغلہ رہا ہی۔ خانہ بدوشانہ زندگی ترقی تہذیب کے لیے اسی قدر مضر ہی جسقدر کہ مدنی زندگی اس کے لیے مفید اگر عربون کو اپنے پیشے کے لیے اینٹون کی ضرورت ہوتی ہی تو وہ ایک مکان کو گرا کر اینٹین حاصل کیا کرتے ہین۔ اگر ان کو نیمون کے لیے ڈنڈون کی حاجت ہوتی ہی تو وہ بلا تکلف ایک عمارت کی چھت کو گرا کر اسمین سے وہ ڈنڈے نکال لیتے ہین۔ ان کی بسر اوقات کا طریقہ ہی ایسا ہی کہ وہ مکانات تعمیر نہین کر سکتے اور عمارتین ہی تہذیب کا سنگ بنیاد ہوا کرتی ہین۔ اس کے علاوہ تحصال بالجبر مال و دولت کو مسلمانون سے چھیننا اور بغیر کسی حد یا اعتدال کے غصب ونہب ان کی گھٹی مین پڑا ہوا ہی۔ اگر ان کی آنکھ کسی اچھے گلے یا نفیس سامان آرائش یا ایک کارآمد چیز پر پڑتی ہی تو وہ پھر اُن کی دست برد سے محفوظ نہین رہ سکتی۔ جب وہ ایک علاقہ کو فتح کر لیتے ہین یا ایک خاندان کی بنیاد رکھتے ہین تو اپنے جذبۂ غصب ونہب کی تشفی کے لیے تمام اُن قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہین جن کا مقصد یہ ہوتا ہی کہ وہ جان و مال کی حفاظت کرین۔ ان کی حکومت مین ہر چیز رو بہ تباہی ہوتی ہی۔ وہ تاجرون اور صناعون پر ناقابل برداشت بار ڈالتے ہین اور ان کو یہ خیال تک نہین آتا کہ یہ لوگ ان کی مدد کے مستحق ہین نہ کہ اس بار گران کے۔ یہی تجارت وصنعت مال و دولت کا ایک وسیلہ ہوا کرتی ہین۔ اگر دست کاری پر بیجا بار ڈالا جاے یا اس پر بندشین عائد کی جائین تو ان مین نفع کی صورت نظر نہین آتی اور فائدہ کی امید نہین رہتی لہذا کوئی شخص اس پر محنت نہین کرتا

جب حالت یہان تک ردی ہوجاے تو نظام اجتماعی بگڑنا شروع ہوجاتا ہی اور تہذیب مین قرتی معکوس ہونے لگتی ہی اس کے علاوہ عرب حکومت کے تمام وظائف کو پس پشت ڈالدیتے ہین، وہ جرائم کو بند کرنے یا حفاظت معاملہ کی کوشش نہین کرتے۔ ان کی تمام تر کوشش یہ ہوتی ہی کہ رعایا کا تمام روپیہ کھینچکر اپنے خزانون کو پُر کرلین۔ اپنے اس مقصد کے حاصل کرنے مین وہ لوگ جبر و تشدد سے بھی گریز نہین کرتے۔ اگر اسمین وہ کامیاب ہوگئے تو وہ بےفکر ہوجاتے ہین۔ وہ اپنی رعایا کی امداد یا جرائم پیشہ لوگون کے استیصال سے سلطنت کا حسن انتظام کا خیال بھی اپنے دل مین نہین لاتے۔ ایک رسم کے مطابق جو اُن مین پشتہا پشت سے متوارث چلی آرہی ہی وہ جسمانی سزا کی جگہ جرمانون کو رواج دیتے ہین تاکہ اسطرح ان کی آمدنی بڑھ جاے۔ لیکن محض جرمانون سے جرائم اور مجرمون کا استیصال نہین ہوسکتا۔ بلکہ برخلاف اس کے اس سے شریر النفس لوگون کو اور جرأت ہوتی ہی۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی کامیابی کی خاطر مالی نقصان کی پرواہ نہین کیا کرتے۔ ان حالات کے ہوتے ہوے یہ کہنا بیجا نہین کہ ایک عربی قبیلہ کی رعایا پر کوئی حاکم نہین ہوتا۔ اور رعایا کی یہ خودسری رعایا اور ملک کی خوشحالی دونون کے لیے یکسان مضر ہی۔ . . . . . شروع سے لیکر اس وقت تک عربون نے جس ملک کو فتح کیا اُن پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہی کہ انھین سے تہذیب اور آبادی غائب ہوجاتی ہی۔ بلکہ اُن کی حالت یہان تک زدہ ہوجاتی ہی کہ اس سرزمین کی خصوصیات ہی بدل جاتی ہین۔ یمن مین معدودے چند بڑے بڑے شہرون کے سوا آبادی کے تمام مراکز اس وقت غیرآباد ہین۔ عراق کا بھی یہی حال ہی۔ ایرانی حکومت کے زمانے کے باغات اس وقت جنگل ہین۔ شام اب تباہ حال ہی۔ اور شمالی افریقہ کے ممالک تا ایندم زبان حال سے عربون کی لوٹ مار کا گلہ کررہے ہین۔"

اگلے باب مین عربون کو غیر مطیع، حاسد اور جھگڑالو کہا ہی۔ مصنف کے نزدیک یہی وجہ ہی کہ دنیا کی تمام اقوام مین سب سے کم عصبیت اُن مین ہی۔ اور اسی لیے یہ لوگ اس قابل نہین کہ بڑی اور دیرپا سلطنت قائم کرسکین۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان کے ماندوبود کی سادگی، ان کے ارادون کی پختگی اور واجب الوجود کی عزت ان کا طغراے امتیاز ہی۔ اس موخرالذکر خصوصیت کی وجہ سے وہ لوگ بہت جلد کسی رسول یا ولی کے عقائد کو قبول یا اُن کے مطابقت کرنے کی طرف مائل ہوجاتے ہین۔ اور اسی مذہبی جوش کی

حالت مین وہ اس قابل ہوتے ہین کہ نئی سلطنتون کو قائم کرین یا موجودہ سلطنتون کو تباہ کرین لیکن اس سے اگلے باب مین ہم کو یہ بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ گو سلطنتین قائم کر سکتے تھے مگر ان کا برقرار رکھنا ان کے لیے دشوار تھا۔ جب کبھی وہ ایک سلطنت قائم کرنے مین کامیاب ہوتے بھی ہین تو ان کا فطری غرور اور غیر مطیع رہنے کی عادت تو ترقی کر جاتی ہے اور جوش مذہبی یا تو کم ہو جاتا ہے یا بالکل مردہ ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آئے دن ایک نہ ایک قبیلہ یا سردار حاکم اعلیٰ کی اطاعت سے منھ موڑ لیتا ہے اور پھر وہی نیم وحشی حالت عود کر آتی ہے۔

تیسری فصل مین ابن خلدون نے سلطنتون کے عروج انتظام اور اُن کے زوال کے متعلق بحث کی ہے۔ یہ فصل بہت لمبی ہے اور اس کا بڑا حصہ تاریخ کی نسبت سیاسیات سے زیادہ تعلق رکھتا ہے اس حصہ کو جو اس فصل کے درمیان مین ہے ایک اسلامی سلطنت کے نظام و انتظام، اسکے وظایف وطرق اور اس کے عہدون اور تکملہ جات پر ایک مستقل رسالہ فرض کیا جا سکتا ہے۔ تمام بحث بہت دلچسپ اور معلومات سے پُر ہے لیکن اس وقت ہمارے موضوع سے باہر ہے۔ سطور آئندہ مین ہم مجملاً بیان کرین گے کہ مصنف کے خیال مین سلطنتین کس طرح قائم ہوتی ہین اور لپٹ جاتی ہین اور کس طرح وہ طاقت حاصل کرتی ہین اور پھر اس کو کھو بیٹھتی ہین۔

ایک سلطنت کو حاصل کرنے مین عوام الناس کا جوش بہت بڑا عنصر ہے۔ جب ایک قبیلہ یا فوج کے افراد مین ایسا اتفاق ہو اور ان کے اغراض و مقاصد اور احساسات یکطرح متحد ہون کہ وہ ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہون اور ہر قسم کا ایثار کرنے پر راضی ہون تو اُن کا قائد نہایت آسانی کے ساتھ ایک سلطنت قائم کر سکتا ہے۔ لیکن اس قائد کو اپنے تابعین ہی کے جوش اور ہمدردی پر تکیہ نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ اس کو چاہیے کہ اُن لوگون کو اپنے قابو مین اور اپنا مطیع رکھے جن کے جوش اور عقیدت کی وجہ سے اس کو سلطنت حاصل ہوئی ہے۔ وہ ایک دیرپا اور مستقل سلطنت صرف اسی وقت قائم کر سکتا ہے جب وہ انتظام اچھا رکھے عدل و انصاف اور امن و امان کو ترقی دے، عاقلانہ قوانین بنائے اپنی آئندہ فوج کھڑی کرے اور اپنے اور اپنے خاندان کا رعایا کو گرویدہ بنائے۔ اسکے بعد مصنف نے بیان کیا ہے کہ جو مذہب ہی صرف ایک ایسی قوت ہے جس کی بدولت سلطنت مین نفس و عداوت (باقی صفحہ ۔۔۔ پر)

رقابت کی جگہ دوستی، اتفاق، تعاون اور جوش کا دور دورہ ہو سکتا ہے اس لیے ایک [illegible]

استحکام کے لیے اس سے بہتر کوئی اور بنیاد نہیں ہو سکتی۔ لیکن جوش مذہبی اس وقت تک بیکار ہوتا ہے جب تک کہ اس کا حلقۂ اثر وسیع نہ ہو۔ اور جب تک کہ طاقتور گروہ اس کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرے۔ خدائے تعالیٰ اصلاح کا کام صرف اُن لوگوں کے سپرد کرتا ہے جو اس کے اہل ہوتے ہیں۔ یا جن پر کہ ان کی ایمان نہ لائیں وہ اس کے رسول نہیں ہو سکتے۔ جمہور کا جماع اور عملی کامیابی ایک ربانی صداقت پر شاہد ہوا کرتی ہیں۔ مصنف نے اپنے ان تمام دعاوی کی مثالیں ان واقعات سے دی ہیں جو شرقی تواریخ میں مذکور ہیں۔

اس کے بعد کے چند ابواب میں سلطنتوں کے مدت قیام پر بحث کی ہے۔ اسمیں یہ ثابت کیا ہے کہ ان میں کس طرح وسعت حدود زوال کا باعث ہوتی ہے۔ اور یہ کہ ایک عالمگیر سلطنت قائم کرنے کی راہ میں کس قدر مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ مصنف کا خیال ہے کہ عربوں کی فتوحات صرف اس وجہ سے دیرپا نہ ہو سکیں کہ ان کو سرانجام دینے میں کچھ دیر نہ لگی۔ ان کی تمام فتوحات اور ان کا زوال بقول شخصے

چون آب روان آمد و چون ریگ روان رفت

اور ان کی سلطنتوں میں زوال صرف اس وجہ سے جلدی آگیا کہ ان کی حدود بہت وسیع ہو گئی تھیں۔ مصنف کا عقیدہ ہے کہ مفتوحہ سلطنتوں کی وسعت اور ان کی عمر فاتحین کی تعداد اور ان کی طاقت کی نسبت سے ہونی چاہیے۔ جن ممالک میں متعدد قبائل آباد ہیں ان میں فتوحات کی رفتار سست ہونی چاہیے۔ عراق اور شام آسانی کے ساتھ فتح ہو گئے اور مراکش مشکل سے اور آہستہ آہستہ بادشاہوں کے استبداد اور عیش پرستی کی طرف میلان اور اس کی وجہ سے فساد اور تباہی کے منہ میں جانے کو مصنف نے نہایت ہی خوبی سے بیان کیا ہے۔ اور ان تمام تعمیمات کے لیے شرق کی تواریخ نے کافی مواد مہیا کیا۔

ابن خلدون کا عقیدہ ہے کہ ایک فرد بشر کی طرح ایک سلطنت میں بھی جان ہوتی ہے جو عموماً انسان کی تین نسلوں سے زیادہ باقی نہیں رہتی۔ یا بالفاظ دیگر ایک سلطنت کی عمر ایک آدمی کی اوسط عمر سے تین گنی، یعنی ایک سو بیس برس ہوتی ہے۔ اس مفروضہ اصول یا واقعہ کی تشریح و توجیہ اس طرح کی ہے کہ ہر سلطنت کے لوگوں میں پہلی نسل میں عصبیت اور خانہ بدوشوں کی خشونت طبع بہت زیادہ ہوتی ہے۔ دوسری نسل میں طاقت اور دولت کی وجہ سے عیش پرستی اور مدنی زندگی کی غلامانہ عادات ظاہر

ہو جاتی ہین اور تیسری نسل بادیہ نشینون کے تمام ممیزات خصوصی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہی اور اس طرح وہ سلطنت ایک بڑے حملہ آور کے حملون کو روکنے کی تاب نہین لاسکتی۔ یہ تمام تعمیمات اور تشریحات ایک شرقی ممالک کے تاریخی واقعات پر مبنی ہین۔ ان کا اطلاق مغرب کی سلطنتون پر نہین کیا جا سکتا۔

اسی فصل مین ابن خلدون نے نہایت حیرت انگیز وضاحت کے ساتھ یہ دکھایا ہی کہ تاریخ مین تمام تغیر و تحرک مسلسل ہوتا ہی۔ ان کا عقیدہ ہی کہ ہر سلطنت پر کئی حالات گزرتے ہین اور اسمین مختلف قسم کا تغیر و تبدل ہوتا ہی اور اس تغیر و تبدل کا اثر سوسائٹی کے ہر عنصر اور اس نسل کے افراد کے معتقدات اور ان کے قول و فعل پر پڑتا ہی۔ وہ اس حقیقت سے آشنا معلوم ہوتے ہین کہ لوگون کا عام رویہ تاریخ کے اس زمانہ حیثیت اور تعلقات کے مطابق ہوتا ہی جسمین وہ اپنی زندگی بسر کرتے ہین۔ اس لحاظ سے وہ زمانہ وسطی کے عیسائی مورخین سے کئی درجہ بالاتر ہین۔ یہ مورخین بلا کسی استثنا کے اس کلیہ سے ناواقف تھے کہ "زمانہ مختلف تغیرات کو اپنے جلو مین لیے ہوے آتا ہی"۔ لیکن ابن خلدون اس سے غافل نہ تھے۔ وہ بہ تکرار اور مختلف صورتون مین بیان کرتے ہین کہ تاریخ مسلسل ہی اور اسمین تمام تر ترقی غیر مختتم اور لازمی ہی۔ جس طریقے سے انھون نے تہذیب کے تبدل پر اپنے خیالات ظاہر کیے ہین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ اپنے اس کلیہ کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے۔ ان صفحات کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ان کا مصنف ایک فلسفی ہی اور فلسفی بھی ایسا کہ جس کے مقابلے مین یورپ کے زمانۂ وسطی کے تمام فلسفی مورخین مین سے فرد واحد بھی نہین نکل سکتا۔

اب ہم اپنی توجہ چوتھی فصل کی طرف متوجہ کرتے ہین۔ اس مین شہرون انمین طریق بود و باش اور ایک مدنی اور مجتمع تہذیب پر بحث کی ہی۔

سب سے پہلے مصنف نے شہرون کے قیام اور ان کے برباد ہونے کا تعلق سلطنتون کے عروج و زوال سے دکھایا ہی۔ ان کے نزدیک پہلے سلطنتین قائم ہوتی ہین اور بعد ازان شہرون کی بنا پڑتی ہی۔ یہ شہر اس سلطنت کے ساتھ ہی تباہ ہو سکتے ہین اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ ان کے بعد باقی رہین۔ پھر ان اسباب پر غور کیا ہی جو اس سلطنت کے قایم کرنے والون کو شہرون کی بنا ڈالنے پر مجبور کرتے ہین۔ اور ان حالات کو واضح کیا ہی جو شہرون کے جاروقوع کے انتخاب مین زیادہ تر دخیل ہوتے ہین۔

اسی فصل مین ابن خلدون نے بیان کیا ہی کہ کم ازکم وہ خود تو اپنے ہمقومون کی فطنت اور انکے کارنامون کو بیان کرنے مین رنگ آمیزی نہین کرتے۔ وہ لکھتے ہین کہ ان لوگون کی عمارتین ایسی قوم کے شایان شان نہین جو اس قدر قوی اور دولتمند رہی ہو۔ یہ عمارتین ان لوگون کی عمارتون سے کہین فروتر ہین جو اُن سے پہلے گذر چکے ہین۔ ان کا خیال ہی کہ عربون مین فن معماری اور دیگر فنون مین مہارت حاصل کرنے کی قابلیت ہی نہ تھی۔ وہ لوگ طبعاً عالیشان عمارتون اور اور قسم کی نفاستون کے خلاف ہین۔ اُنکی تمام تعمیرات عموماً ٹھوس نہین ہوتین۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس کو تسلیم کرتے ہین کہ اندلس مین مسلمانون نے جملہ فنون کو ترقی دی۔ اس کی وجہ اُنھون نے یہ بیان کی ہی کہ وہان مسلمانون کی تہذیب مسلسل رہی۔

آئندہ ابواب مین شہرون کا اردگرد کے ضلاع پر اثر، ان کے خاص خاص خاندانون کے مال و جاہ مین تعلق، ان کے اور اور لوگون کی دولت اور اخلاق کے تعلقات، تمدن و فنون پر ان کے اثرات، اُن کے سیاسی اور معاشری تغیرات اور اُن کی تباہی پر بحث ہی۔

مقدمہ کی پانچوین فصل مین قوم کی حفاظت کے وسائل، اس کے ترفہ اور خوشحالی کے اسباب اور اسی کے متعلق تمام صنعتی، اقتصادی، طبعی اور تفریحی فنون کی ترقی پر بحث کی ہی۔ چھٹی فصل تو گویا تمام علوم کا دائرۃ المعارف ہی۔ یہ آخری فصلین بھی گذشتہ فصلون کی طرح کچھ دلآویز اور سبق آموز نہین لیکن افسوس ہی کہ یہ ہمارے موضوع سے باہر ہین۔ اگرچہ مصنف کے نقطہ نظر سے یہ بے موقع و بے محل نہین۔ اور اسی لیے ان کو خارج کرنا خالی از نقصان نہین۔

ابن خلدون کی اس تصنیف پر تنقید کرنا غیر ضروری ہی۔ جو جو غلطیان یا نقائص اسمین پائے جاتے ہین ان کی وجہ یہ ہی کہ مصنف یورپ کی تاریخ اور وہان کی تہذیب سے کماحقہ واقف نہ تھا۔ اگر ان کو قدیم اور عیسائی زمانہ کی تاریخ سے اتنی ہی واقفیت ہوتی جتنی کہ دنیاے اسلام سے تھی اور اگر وہ ان کے متعلق اسی قدر ژرف بینی اور آزادی کے ساتھ تعمیمات کرنیکے قابل ہوتے تو اس وقت دنیا کے تمام علم ادب مین کوئی کتاب انکی تصنیف کا مقابلہ نہ کرسکتی۔ ان تمام باتون اور صفات کی عدم موجودگی مین بھی یہ کتاب اسقدر جید اور زبردست ہی کہ صرف اس کی وجہ سے مصنف کا نام اسوقت تک کندن کیطرح دمک رہا ہی۔

(ماخوذ) معتصد ولی الرحمان ایم اے

دوست کی جستجو

ہو وہ گُل جو بَن مین، تو بن سے لا، جو چمن مین ہو تو چمن سے لا
جو وہ یون نہ آئے تو اے صبا؛ کسی مکر سے، کسی فن سے لا
"نہ ملا کہین" یہ نہ مجھ سے کہہ، تو لغیر لا سے اُسے نہ رہ:
جو سفر مین ہو تو سفر سے لا، جو وطن مین ہو تو وطن سے لا
جو وہ حور ہو تو جنان مین دیکھ، جو وہ چاند ہو تو فلک پہ جا
جو گہر ہو وہ تو صدف کو چیر، جو عقیق ہو تو یمن سے لا
رُخ صاف اُس کا ہے آئینہ، تو حلب سے لا اُسے ڈھونڈھکر
جو ہین مشک اُس کی وہ کاکلین، تو تلاش کر کے ختن سے لا
ہے وہ خضر سبز قبا، تو دیکھ نشیب لُجّۂ بحر مین
ہے مسیح معجزہ خواگر تو فراز چرخ کہن سے لا
ہو وہ بُو اگر کسی پھول مین، تو اُڑا کے لا اُسے باغ سے
جو وہ شمع ہو کسی بزم مین، تو اُٹھا کے اُس کو لگن سے لا
جو گھرا ہو کانٹون مین گل مرا، تو بچا کے کانٹون سے لا اُسے
جو پڑا گہن مین وہ چاند ہو، تو چھڑا کے اُس کو گہن سے لا
یہ مین جانتا ہون کہ باغبان نہ بتائے گا تجھے کچھ نشان
ذرا باتون باتون مین پوچھکر تو پتا تو سرو دمن سے لا
نہ سُنا فسانۂ قیس و نل، ہے کچھ اور دُھن مجھے آج کل
کوئی تحفہ جا کے حبش سے لا، کوئی یادگار قرن سے لا
کوئی جلوہ میری نگاہ مین کسی شمعِ حُسن کا پیش کر
کوئی نغمہ میرے دماغ مین کسی زلف پُر شکن سے لا

جو ہے تیری رضا، کہ جان اُس گلِ سرو قد کی گلی مین دون
تو اجازت اس کی بھی اے صبا اُسی سرو غنچہ دہن سے لا

کوئی حشر ہم پہ جو ڈھا بھی تو اُنھین کی چال سے اے فلک!
کوئی فتنہ ہم پہ جو لا بھی تو اُسی چشمِ پر فتن سے لا

جو سوال وصل کیا کہین، تو بگڑ کے بولے وہ یون وہین
کوئی حرف بھی نہ زبان پر کبھی ایسے بیہودہ پن سے لا

ہو زبان مین لاکھ فسونگری، نہین ملتی خلق مین برتری
جو ہو دعویِ سروسروری، تو ثبوت دار و رسن سے لا

نہین مولوی ہی محی دین، ہر بڑا ہی شاعر نکتہ بین
جو نہ آئے اُس کا تجھے یقین، کوئی طرحِ بزمِ سخن سے لا

تمنّا عمادی

غزل

مین ہون اور عالمِ تنہائی ہے — وہ ہین اور انجمن آرائی ہے
دے کے دل جان پہ بن آئی ہے — مین ہون اور عالمِ رسوائی ہے
خود بخود پاؤن مین نکلے چھالے — کیا بیابان مین بہار آئی ہے؟
پھر نگاہِ غلط انداز ادھر — پھر ترے کشتہ مین جان آئی ہے
ہان اِدھر بھی کوئی ساغر ساقی — کتنی پُر کیف گھٹا چھائی ہے
عشق نے خوب ہی بدنام کیا — مجھ سے آگے مری رسوائی ہے
پہلے سوچا نہ ادا نے اُن کی — قتل کر کے مجھے پچھتائی ہے
دل کے زخمون کو ہرا کرنے کو — پھر گلستان مین بہار آئی ہے
دیکھتی ہین ترا جلوہ ہر جا — یہ مری آنکھون مین بینائی ہے
ہائے اِن آنکھون کی دلکش مستی — دیکھ کر جان پہ بن آئی ہے
ہے مرا بزم مین آنا ممنوع — کوئی رسوائی سی رسوائی ہے؟
ہمنے کیا اسکا بگاڑا ہے جلیل — کیون عدو گنبدِ مینائی ہے

جلیل (علیگ)

مثنوی بحر المحبت

از شیخ غلام ہمدانی مصحفی

زمانہ قدیم مین شاعری، اور علوم و فنون کی طرح ایک مستقل فن کی حیثیت رکھتی تھی اس لیے اسکی تکمیل کیلیے تمام اصناف شعر مین مہارت پیدا کرنا ایک لازمی امر تھا یعنی جسطرح عالم بننے کے لیے تمام علوم متداولہ مثلاً صرف نحو، منطق، فلسفہ، فقہ، تفسیر اور حدیث وغیرہ کی تکمیل ضروری ہی اسی طرح اُس زمانے مین شاعر بننے کے لیے غزل، مثنوی، قصیدہ، قطعہ اور رباعی وغیرہ مین کمال پیدا کرنا ناگزیر تھا، یہی وجہ ہی کہ قدیم شعراء مین جتنے بڑے بڑے اساتذہ گذرے ہین اُن مین اکثر نے تمام اصناف شاعری مین اپنے زور طبع کے جوہر دکھائے ہین اور ہر صنف مین کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہی آج ہمارے شعراء کے مجموعہائے کلام کو صرف دیوان کہتے ہین اور بالکل سچ تو یہ ہی کہ موجودہ دور مین اس پر دیوان کا لفظ بھی صحیح طور پر صادق نہین آتا غزلون کے سیکڑون مجموعے شایع ہوتے ہین لیکن ان مین بہت کم ایسے نکلتے ہین جنمین ہر رنگ کا نصاب پورا کیا گیا ہو لیکن شعراے قدیم کے دواوین کو صحیح طور پر کلیات کا خطاب دیا گیا ہی جسکی وجہ صرف یہ ہی کہ وہ شاعری کے تمام اصناف و انواع پر مشتمل ہین یعنی اُن مین قصیدہ، غزل، مثنوی، مخمس، ترکیب بند، بلکہ ہجو ہزل وغیرہ تک بھی پائے جاتے ہین۔ قدماء کے دور آخر تک روش قائم رہی لیکن متوسطین کے دور مین شیخ ناسخ اور خواجہ آتش نے شاعری مین جو تغیرات و انقلابات کیے اُس مین ایک افسوسناک تغیر یہ بھی کیا کہ قدماء کی اس جامع خصوصیت کو چھوڑ کر صرف غزل گوئی پر قناعت کرلی اور اُن کے بعد یہ ایک عام روش قرار پا گئی جسکا نتیجہ رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ آج غزل کے سوا ہمارے شعراء کو اور کچھ کہنا نہین آتا بلکہ بالکل سچ تو یہ ہی کہ اگر دور جدید کی بعض متجسس نگاہین اور تحقیق طلب طبیعتین نہ ہوتین تو اس الزام کا سلسلہ شیخ غلام ہمدانی مصحفی ہی کی ذات سے شروع ہو جاتا، اور اُن کی پر گوئی کے لحاظ سے یہ الزام اور بھی قابل اعتراض صورت اختیار کر لیتا، لیکن ہم پسند دوست مولوی عبدالماجد بی اے کے ممنون ہین کہ اُنھون نے قدماء کے دور کی سب سے آخری اور سب سے بہتر یادگار کو ہدف ملامت بننے سے محفوظ رکھا اور اپنے صارف تحقیق سے ایک گوہر نایاب نکال کر ٹیک کے سامنے پیش کیا جسکا نام مثنوی بحر المحبت ہی جو شیخ مصحفی کے

روانی طبع کا نمونہ ہی اور اُس کو مولوی صاحب موصوف نے جدید طریقہ پر ایڈٹ کرکے شایع کیا ہی۔ یعنی ابتدا مین ایک مختصر سا دیباچہ لکھا ہی جس مین اس نسخے کی چند خصوصیات دکھائی ہین ایک مقدمہ کا اضافہ کیا ہی جسمین مصحفی کے حالات زندگی کے ساتھ اُن کی شاعری پر بھی مفصل بحث کی ہی اس کے بعد خود مثنوی بحر المحبت پر ایک مفصل تبصرہ لکھا ہی جسمین بحر المحبت اور میر کی دریاے عشق کا اس حیثیت سے موازنہ کیا ہی کہ دونون اگرچہ ایک ہی دریا کی لہرین ہین یعنی مصحفی سے

چند سال قبل میر تقی میر نے ایک مثنوی دریاے عشق کے نام سے کہی تھی مصحفی نے اسی نمونہ کو سامنے رکھ کر بحر سخن مین غواصی کی ہی، دونون کا پلاٹ ایک ہی، طرز بیان ایک ہے، وزن ایک ہے، زبان ایک ہے، یہانتک کہ کہین کہین الفاظ بھی متحد ہین۔

تاہم مصحفی کو جا بجا میر پر ترجیح حاصل ہی لیکن اس موقع پر اُن کو یہ بتانا ضروری تھا کہ باوجود ان وجوہ ترجیح کے مصحفی کی یہ مثنوی اس قدر گمنام کیون رہی؟ غالباً یہ میر کی پھیلائی ہوئی چاندنی مین اس ستارے کی روشنی گم ہوگئی ہوگی۔ اس کے علاوہ جہانتک ممکن ہوسکا ہی اس نسخہ کی تصحیح کی ہی اشعار پر نمبر لگائے ہین۔ اور قدیم الفاظ و محاورات کی تشریح کی ہی اس لحاظ سے یہ مختصر سی مثنوی ایک قابل ریویو کتاب بن گئی ہی جسپر ہم متعدد حیثیتون سے نگاہ ڈالتے ہین

مثنوی کا اصل نسخہ | صرف مصنف کے کتبخانہ مین تھا، دوسرے کتبخانون مین اس کا پتہ نہ لگ سکا، کاتب صاحب نے املا کی سخت غلطیان کی تھین، نسخہ جا بجا سے کرم خوردہ تھا، اسلئے اگرچہ قدرۃً متعدد مقامات کی صحت مشتبہ رہ گئی، تاہم ان مشکلات کے باوجود اُنھون نے اُس نسخہ کو جس قدر صحیح طور پر ایڈٹ کیا ہی، اُس کے لیے وہ مستحق مبارکباد ہین۔

مقدمہ | مین صرف مصحفی کے حالات لکھے ہین اور ساتھ ساتھ اُن کی شاعری پر ریویو بھی کیا ہے آب حیات کے علاوہ خود مصحفی کے قلمی تذکرے سے بھی حالات لیے ہین، اور مرزا علی لطف کے گلشن ہند سے بھی بعض باتین لی ہین، اور تذکرہ طور کلیم اور سراپا سخن سے بھی استناد کیا ہی، قدرت اللہ شوق کے تذکرے مین بھی مصحفی کے حالات ہین اور اس مین اگرچہ ان تمام تذکرون سے زائد صرف ایک بات ملتی ہی یعنی یہ کہ وہ ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت مین مصروف رہتے تھے اور اس کو اپنے پاس سے ایک لحظہ بھی جدا کرنا پسند نہین کرتے تھے، اس مناسبت سے اپنا تخلص مصحفی رکھا تھا تاہم یہ کوئی معمولی بات نہین ہی کیونکہ اس سے

مصحفی کی مذہبی اور اخلاقی حالت کا اندازہ ہوتا ہے، بالخصوص موجودہ حالت میں مولوی عبدالماجد صاحب کے لیے یہ نکتہ مصحفی کی زندگی کو بہت کچھ دلچسپ بنا سکتا تھا،

مولوی عبدالماجد صاحب نے مصحفی کی منزل مرثیہ اور سید انشاء کے ساتھ معرکہ آرائی کی داستان آب حیات سے لی ہے، لیکن اس زمانہ میں جب مولوی محمد حسین آزاد کو عام طور پر حاطب اللیل تسلیم کر لیا گیا ہے، تو اس کے لیے اور تذکروں کی سند بھی لازمی تھی، مصحفی اور انشاء کی نوک جھونک میں کلام نہیں لیکن آب حیات میں اس داستان کو جس تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے وہ ہم کو کسی اور تذکرے میں نظر نہیں آتی، بہرحال یہ دونوں مسائل مزید تحقیق و سوالے محتاج ہیں،

مصحفی اور سلیمان شکوہ کے جو واقعات لکھے ہیں یعنی یہ کہ انھوں نے مصحفی کا ماہوار وظیفہ پچیس سے گھٹا کر پانچ کر دیا، اور مصحفی کے فریق نے جو سوانگ سید انشاء کے مقابل میں نکالا تھا اس کو روک دیا وہ بھی ہماری نگاہ سے کسی تذکرے میں نہیں گزرے، بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ اس دور جود و کرم میں سو روپیہ ماہوار سے کم کسی استاد کو نہیں ملتی تھی اور ایک ایسے بلند رتبہ استاد کو پانچ روپیہ ماہوار دینا تو خود مرزا سلیمان شکوہ کی توہین ہے، مصحفی کا جو شعر نقل کیا ہے وہ بھی غالباً مصنوعی ہوگا ہم نے مصحفی کے چار دیوان دیکھے ہیں، ان میں یہ اشعار نہیں ملتے، صرف ایک شریفانہ شکایت نامہ ہماری نظر سے گذرا ہے جس میں نہایت مہذب الفاظ میں بادشاہ کی کم نگاہی اور متعدد شعرائے دربار کی منافقانہ روش کا گلہ کیا ہے،

تصنیفات کی جو فہرست دی ہے اس میں ایک دیوان فارسی بھی ہے، ایک تذکرے میں لکھا ہے کہ انھوں نے نظیری کے دیوان کا جواب لکھا تھا، غالباً یہ وہی دیوان ہوگا، آب حیات میں بھی نظیری کے دیوان کے ساتھ مصحفی کی دلآویزی کا تذکرہ موجود ہے،

حسرت نے ان کے دو اوین کا جو انتخاب شایع کیا ہے، اس کے علاوہ ایک انتخاب رامپور میں اسیر و اسیر نے کیا ہے جو ہماری نظر سے گذرا ہے اور ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے، لیکن غالباً مولوی عبدالماجد صاحب اس سے ناواقف ہیں۔ مولوی عبدالماجد نے ان کے کلام کے متعلق متعدد تذکروں کی عبارتیں نقل کی ہیں، اور اخیر میں مولوی محمد حسین آزاد کی رائے نقل کر کے لکھتے ہیں۔

راقم سطور کے نزدیک آزاد مغفور کی رائے حرف بحرف صحیح ہے، مصحفی میں زبانی مشاقی

بختگی کلام کے اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے لیکن طبیعت شاعرانہ نہین پائی تھی، قواعد فن کے لحاظ سے ہر شعر کانٹے کی تول جچا تلا ہوتا تھا، لیکن درد گداز، جوش و خروش، نزاکت و لطافت تخیل و برجستگی، یہ سیاختگی کے جوہر عطیۂ فطرت ہوتے ہین،

لیکن مولوی محمد حسین آزاد نے کسی اُستاد کا پورا دیوان پڑھ کر کوئی رائے قائم نہین کی ہے، اور تذکرہ نویسون کا بھی یہی حال ہے، خود مولوی عبدالماجد صاحب نے بھی یہ زحمت گوارا نہ کی ہوگی، لیکن ہم نے مصحفی کے چار دیوان اور دو انتخاب دواوین پڑھے ہین، اور اُن کو پڑھ کر اس نتیجہ پر پہونچے ہین، کہ مصحفی کے کلام مین یہ سب کچھ بلکہ اس سے زیادہ اور کچھ موجود ہے لیکن اسکے لیے شعر الہند کی اشاعت کا انتظار کرنا چاہیے۔

اُنھون نے اشعار کے جو انتخاب دیے ہین وہ محض معمولی ہین، بالخصوص تصوف مین تو صرف ایک معمولی غزل نقل کردی ہے اور لطف یہ ہے کہ اسکے ساتھ داد بھی دی ہے لیکن ہمارے نزدیک مصحفی نے تصوف کے تمام مسائل کو نہایت دلآویز شاعرانہ پیرایے مین ادا کیا ہے، اور جابجا فلسفہ کی جھلک بھی انکے کلام مین پائی جاتی ہے، غرض ہمارے نزدیک مصحفی میر، میرزا، جرأت، اور درد وغیرہ کا مجموعہ ہین اور اس حیثیت سے ان سب پر فضیلت رکھتے ہین۔

ولیس من اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

بہرحال یہ کتاب چونکہ ایک مسلم الثبوت اُستاد کی یادگار ہے، اور عمدہ طور پر ایڈیٹ کی گئی ہے اس لیے جو لوگ شعر و سخن کا ذوق رکھتے ہین اُن کے پڑھنے کے لائق ہے" اور الماری مین رکھنے کے قابل قیمت صرف ۱۲ر لکھائی چھپائی عمدہ اور دیدہ زیب، مولوی عبدالماجد صاحب دریا آباد ضلع بارہ بنکی کے پتہ سے مل سکتی ہے،

عبدالسلام ندوی

قدسی	عرفی
دل دادن و سخن نشنیدن گناہ من	گر دست تو گشتن و مردن گناہ من
دل بردن و بیگناہ نہ کردن گناہ کیست	دیدن چنین و رحم نہ کردن گناہ کیست

رنگ بہار

پھر فصل بہار آئی اے ساقی میخانہ
پھر غیرت جنت ہے گلشن ہو کہ ویرانہ

پھر بابت زینت ہین ہر سمت گل رنگین
کروٹ سی بدلتا ہے پھر سبزۂ بیگانہ

پر لطف ہے نظارہ پھر لالۂ دلکش کا
بیگون نظر آتی ہے پھر نرگس مستانہ

پھر آگ لگائے ہین گلشن مین گل رنگین
بلبل ہے غدا ان پر پھر صورت پروانہ

پھر حوض مصفا مین آئینے کا ہے عالم
پھر گیسوے سنبل مین ہے دست صبا شانہ

میرے دل مردہ مین پھر روح سی دوڑی ہے
ہین باد بہاری کے انداز مسیحانہ

ہو لطف جو پردے سے شیشے کی پری نکلے
محفل تری اے ساقی بنجائے پری خانہ

میری یہ تمنا ہے یون جلوہ نما ہو وہ
شوخی مین بھی پنہان ہو انداز حجابانہ

تو اپنا کرم کردے اب تشنہ دہانون پر
اک ہاتھ مین شیشہ لے اک ہاتھ مین پیمانہ

لے تجھ کو سناتا ہون مین ایک غزل ساقی
صدقے تری بخشش کے ہر شعر ہے رندانہ

غزل

مستانہ وحدت ہون رکھتا ہون کہ بتخانہ
ہر جا نظر آتا ہے وہ جلوۂ جانانہ

ساقی مین بہک اٹھون کمظرف نہین ایسا
للہ دیے جا تو پیمانہ پہ پیمانہ

کعبے کی طرف جاؤن کیا اسکی ضرورت ہے
سجدے کے لیے کافی ہوگا درمیخانہ

ہو ساقی کوثر کا دیدار مجھے حاصل
لبریز ہو اے ساقی جب عمر کا پیمانہ

یون چور ہوے باسط تو بادۂ عرفان سے
بن جائے تری ہر ہر لغزش مستانہ

ماسٹر باسط۔ بسوانی

اُردو رسائل کی کمزوریاں

"تم اگر کسی قوم کی اخلاقی، تمدنی، علمی و سیاسی حالت کا صحیح اندازہ کرنا چاہتے ہو تو اس کی ضرورت نہیں کہ تم اُس ملک میں عرصۂ دراز تک جا کر رہو بلکہ اس علم کے لیے بہترین ذریعہ یہ ہے کہ تم اُس قوم کی تصنیفات و صحافت کا عمیق مطالعہ کرو۔ پس اس کے مطالعہ سے تمھیں اس قوم کی کل تمر تیاں اور اندرونی حالتوں کا پتہ مل جائے گا"

یہ وہ الفاظ ہیں جو ایک ممتاز یورپین مستشرق نے نیویارک کے ایک بڑے جلسہ میں حاضرین سے مخاطب ہو کر بیان کیے۔ پس اس اصول کے موافق میں اس وقت ہندوستانی تصنیفات و اخبارات کو چھوڑ کر ملک کے اُن اُردو رسائل کی موجودہ حالت سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔ جو متحدہ قومیت کی علمی و ادبی، تاریخی و سیاسی حالت کے آئینہ دار کہے جاتے ہیں۔ اور بلا کسی طویل تمہید کے رسائل کی اُن کمزوریوں کو بکمال نیک نیتی ظاہر کرنا چاہتا ہوں جو گو بظاہر معمولی کہی جاتی ہیں لیکن اصول تہذیب کے اعتبار سے بہ ہیئت مجموعی وہ قوم کی ذہنی و تمدنی ترقی کے لیے حد سے زیادہ نقصان رساں ہیں اور اُن کمزوریوں کے ہوتے ہوئے ہم اپنی صحافت کو متمدن اقوام کے سامنے فخریہ پیش نہیں کر سکتے۔

ایڈیٹروں کی کمزوریاں

(۱) اکثر رسائل میں افتتاحی مضمون ایڈیٹر کے قلم سے نہیں ہوتا بلکہ وہ دوسروں کے رطب و یابس کو ترتیب دے کر ایڈیٹری کے اہم فرض سے سبکدوش ہو جانا چاہتا ہے۔ اس سے ایڈیٹر کی قابلیت پر حرف آتا ہے اور جب تک مضمون نگاروں کے مضامین جمع نہیں ہو جاتے رسالہ کی اشاعت تعویق میں رہتی ہے۔

(۲) اندرونی کمزوریوں کی وجہ سے رسالہ کبھی معینہ تاریخ پر شایع نہیں ہوتا اس سے ناظرین کا ذوق مطالعہ مردہ ہو جاتا ہے اور اُن میں رسالہ کے لیے کوئی بیچینی باقی نہیں رہتی۔

(۳) بعض ایڈیٹر ممتاز اہل قلم سے بالمعاوضہ مضامین حاصل کرتے ہیں مگر معاوضہ کے ادا کرنے میں حد سے زیادہ لیت و لعل سے کام لیتے ہیں، اس سے مضمون نگار رنجیدہ ہو کر وقت پر مضامین نہیں بھیجتے لہذا

اُن کے بہترین مضامین سے رسالہ خالی رہ جاتا ہے۔

(۴) بعض ایڈیٹر معمولی اور نومشق مضمون نگاروں سے مضامین طلب کرتے ہیں اور خطوط میں اُنکی مبالغہ آمیز تعریف کرتے ہیں اس سے ایڈیٹر کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ نیز نوآموز مضمون نگاروں کے حوصلے بڑھتے ہیں،

(۵) بعض رسائل نے ایک خاص کالم مضمون نگاروں کی ثنا و مدحت کے لیے مقرر کیا ہے جسمیں تقریباً معمولی سے معمولی مضمون نگار کی بھی تعریف کی جاتی ہے اور گو اس کالم میں تنقید بھی کی جاتی ہے مگر بالقصد تعریف کا حصہ زیادہ ہوتا ہے اس سے معمولی لوگوں کا حوصلہ بڑھتا ہے اور رسالہ اپنے ناظرین کو قیمتی مضامین بہم پہنچانے سے قاصر رہتا ہے، حالانکہ مشق انشا کے لیے رسائل سے اخبارات کا بہرۂ مرا سلسلہ زیادہ موزوں ہے،

(۶) اکثر ایڈیٹر اُن مضمون نگاروں کے مضامین پر تعریفی نوٹ لکھتے ہیں جن سے یا تو ذاتی تعلقات خوشگوار ہوں یا اُن کی مالی وغیرہ وجاہت مسلّم ہو، اس سے دوسرے فاضل مضمون نگاروں کے حوصلے پست ہوتے ہیں اور اُن کے مضامین زیادہ اعتنا و توجہ سے نہیں پڑھے جاتے،

(۷) بعض ایڈیٹر ذاتی کمزوری کی وجہ سے مضامین کو غلط طریق پر مرتب کرتے ہیں۔ اس سے بہترین مضامین سب سے آخر میں جگہ پاتے ہیں اور اکثر ناظرین بعد کے مضامین کو کم پڑھتے ہیں۔

(۸) بعض ایڈیٹر اپنے بہترین مضمون نگاروں کے مضامین کی وقت پر رسید نہیں دیتے اور ان کے ضروری خطوط کے جواب میں نامعقول مصروفیت کا بہانہ کرتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات مقالہ نگاروں کو وہ پرچہ بھی نہیں ملتا جسمیں اُن کا مضمون شایع ہوا ہے۔ اس سے مضمون نگاروں میں بد دلی پیدا ہوتی ہے۔

(۹) بعض ایڈیٹر مضمون نگاروں کے مضامین طباعت سے پہلے بطریق اصلاح نہیں دیکھتے اس سے اکثر خشک اور غیر مفید مضامین شایع ہو جاتے ہیں اور اُن میں زبان و اصول کی سیکڑوں غلطیاں جسمیں باقی رہتی ہیں جو رفتہ رفتہ ناظرین کو غلط بینی کا عادی بنا دیتی ہیں۔

(۱۰) بعض ایڈیٹروں کو شوق ہوتا ہے کہ ہزاروں دشواریوں کے ہوتے ہوئے بھی رسالہ جاری رہے اس سے رسالہ کبھی پابندی کے ساتھ شایع نہیں ہوتا، اور اکثر ناظرین کو دو دو تین تین ماہ کے

ذوق سکن انتظار کے بعد یکجائی اشاعتین ملتی ہین نتیجہ مین اُن کا ذوق مردہ ہوتا ہی اور رسالہ سے بداعتمادی پیدا ہوتی ہی حالانکہ سیکڑون دشواریون کے ہوتے ہوے ایڈیٹر کا یہ خیال کہ رسالہ بہر نوع زندہ رہے ایک قسم کا دھوکہ ہی اس سے خریدارون مین بے اطمینانی اور نفرت پیدا ہوتی ہی۔

مضمون نگارون کی غلطیان

(۱) بعض مضمون نگار اپنی شہرت و قابلیت کے گھمنڈ مین ایڈیٹرون سے شاہانہ خط و کتابت کرتے ہین اور اپنے ہر مضمون کا اس قدر معاوضہ طلب فرماتے ہین جو رسالہ کی حیثیت سے کہین زیادہ ہوتا ہی اس سے اُن کی عالمانہ حیثیت مین تاجرانہ انداز کا غلبہ پایا جاتا ہی اور اُن کے بہترین مضامین ملک و قوم کی نفع رسانی کے لیے نہین ہوتے بلکہ وہ اس تجارت کی وجہ سے مضامین کو بہ اعتبار قیمت وصفحات لکھتے ہین اس سے اکثر مضمون اصول و بحث کے اعتبار سے تشنہ رہ جاتا ہی جو ارباب علم و فضل کی شان کے خلاف ہی۔

(۲) بعض نوآموز مضمون نگار اپنے مضمون کے ساتھ اپنا پورا نسب نامہ معہ تحصیل و ضلع اور ڈاکخانہ کے شایع کراتے ہین اس سے اُن کی طفلانہ مزاجی اور ناواقفیت کا پتہ ملتا ہی، اور اگر بطریق تہذیب ایڈیٹر اُن کے پتہ مین کچھ اصلاح و ترمیم کردے یا نام کے ساتھ اُن کی پوری خود نوشت دگریان نہ لکھے تو پھر ایڈیٹر سے ناراض ہوکر مضمون بھیجنا بند کردیا جاتا ہی اور خطوط کے ذریعہ ایڈیٹر کو ان سنی سنائی جاتی ہین۔

(۳) بعض حضرات ایک غزل یا ایک معمولی سے مضمون پر رسالہ کا دائمی اجرا چاہتے ہین جو اُن کی ناواقفیت اور خود غرضی کی علامت ہی۔

(۴) بعض معمولی مضمون نگار مضمون بھیجنے سے پہلے ہی ایڈیٹر کو "معقول معاوضہ" دینے پر آمادہ کرتے ہین۔ اور اگر خدانخواستہ ایڈیٹر اس لغو مطالبہ پر خون جگر کے دو بڑے بڑے گھونٹ غٹ سے پی کر رہ جائے تو پھر اس رسالہ کی بدخواہی و مذمت ان کا پیشہ ہو جاتا ہی۔

(۵) بعض حضرات رسالہ کی پالیسی کے بالکل خلاف صفحات کے صفحات سیاہ کرکے ایڈیٹر کو بغرض اشاعت کسی قریبی اشاعت ہی کے لیے ارسال فرماتے ہین اور رسید و جواب کی طلب مین ایڈیٹر کے نام ڈاک پر ڈاک چلی آتی ہی، نیز مضمون مین اتنی بھی جگہ باقی نہین چھوڑتے کہ غریب ایڈیٹر کسی ضروری فقرہ کی اصلاح کرسکے، پس اگر ایسے مضامین کو ایڈیٹر بکمال جرات ردی کی ٹوکری مین پھینک دے

تو پھر خطوط کے ذریعہ اسی کا بھیجا پلپلا کر دیا جاتا ہے

زبان کی غلطیاں

ایڈیٹروں اور مضمون نگاروں کی ان کمزوریوں کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اکثر مضامین بہ اعتبار زبان و ادب نہایت غلط و مہمل شایع ہوتے رہتے ہیں اور بعض اوقات تو ایسی فاش غلطیاں شایع ہو جاتی ہیں جنہیں ارباب ذوق سلیم کانپ اٹھتے ہیں آخر اس غفلت کی وجہ سے یہ غلطیاں زبان میں اس طرح داخل ہو جاتی ہیں گویا وہ اس کا "قانونی جزو" ہیں۔ چنانچہ ذیل میں بعض غلطیاں پیش کرتا ہوں،

(۱) صوبجات متحدہ کے ایک نامور رسالہ میں ایک طویل مضمون دو نمبروں میں شایع ہوا تھا جس کی سرخی تھی "اہل ہنود کی معاشرت"، لائق مضمون نگار اور فاضل ایڈیٹر نے اس جلی حروف سے لکھی ہوئی غلطی کو ملاحظہ نہ فرمایا کہ اس میں "اہل ہنود" کی ترکیب سراسر غلط ہے جبکہ ہنود ہندو کی جمع ہے نہ کہ کسی مذہب کا نام،

(۲) ملک پنجاب کی مردم خیز زمین میں جہاں سیکڑوں غیر ضروری انبیا و اولیا ہر سال پیدا ہوتے رہتے ہیں وہاں بال صفا پوڈر، خضاب لاجواب اور "علمی تاش" کے موجدین کی کوئی کمی نہیں۔ مگر ابتو مخترعین و مصلحین کی اس خدا ساز جماعت نے اُردو زبان پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے اور اس میں بھی ایجاد و اصلاح کی حد سے زیادہ نازک ضرورت کو محسوس فرما کر بعض ایسی اصلاحات شایع فرمائی ہیں جو مانٹیگو شیمسفورڈ اصلاحات سے بھی میسّر نہیں آسکتی تھیں، مثلاً ملک پنجاب کے دو نہایت ہی ممتاز ادبی رسائل کے سرورق پر جلی حروف سے لکھا ہوتا ہے کہ۔ اُردو ادب کا ماہواری رسالہ اب کوئی ان ناخدایان اُردو سے پوچھے کہ حضور مکرم اس موقع پر یائے معروف کے اضافہ کی ایسی کونسی ضرورت تھی جسے سب سے پہلے آپ ہی نے محسوس فرمایا؟ جو قواعد کے لحاظ سے سراسر لغو و مہمل ہے ورنہ آپ کے اس وزن و قافیہ کے اعتبار سے دوسرے صوبوں میں روزانہ اخبارات پر روزوار اور ہفتہ واری کی تقلید کرنی پڑے گی، تو شاید ملک پنجاب کے اہل قلم (جہاں حافظ عبداللہ عسکری نے دیوان حافظ کی منظوم شرح لکھی ہے) اپنی خاص مادری زبان اُردو میں جواب دیں گے کہ ہم نے قواعد اُردو کا کافی مطالعہ کیا ہوا ہے؟ لہٰذا "ماہوار" کی مروجہ اصطلاح میں۔ یائے معروف کا اضافہ

ازبس لابدی ہی،

(۳) ظاہر ہی کہ تواریخ جمع ہی، لیکن دیکھا جاتا ہی کہ اکثر مقالہ نگار اس لفظ کو مفرد کے معنی مین استعمال کرتے ہین، چنانچہ صوبجات متحدہ کے ایک ممتاز رسالہ نے اپنے افتتاحیہ مین ایک منشی فاضل مضمون نگار کا مضمون شایع کیا تھا جسمین سات جگہ لفظ تواریخ، معنی مفرد استعمال کیا تھا، مثلاً تواریخ شاہد ہی، تواریخ ہم کو بتلاتی ہی؛ لیکن نہ تو ایڈیٹر اور نہ فاضل مضمون نگار نے اس غلطی کو محسوس فرمایا اور آج بیشتر "تواریخ" کا استعمال مفرد کے معنی مین دیکھا جاتا ہی،

(۴) دارالحکومت ہند کے ایک ادبی رسالہ مین ایک کہنہ مشق ایڈیٹر کا مضمون شایع ہوا تھا، جسمین پانچ جگہ آپ نے "مغلظات" کو مغلے زاد" تحریر فرمایا تھا ممکن ہی کہ جو لفظ لارڈ ہارڈنگ کے زمانہ مین "ظ" اور "ت" سے لکھا جاتا ہو وہ لارڈ ریڈنگ کے زمانہ مین مولوی عبدالحق صاحب کی سی جدید اسکیم کے موافق ہارڈنگ و ریڈنگ کے ہم وزن، مغل بچہ کے قیاس پر مغلے زاد، لکھا جا سکتا ہو لیکن ایڈیٹر کی رعایت قابل داد ہی، اور کیون نہو جبکہ اس کھلی ہوئی پانچ جگہ پر مستعمل غلطی کا عذاب کاتب کی گردن پر آسانی سے ڈالا جا سکتا ہی، یا للعجب؟

کمزوریون کے نتایج

اب ان کمزوریون کے نتایج ذیل مین ملاحظہ ہون،

(۱) کئی کروڑ اُردو بولنے اور سمجھنے والون کے علمی و ادبی رسائل کا وجود منزلہ عدم کے ہے

(۲) قابل و فاضل ایڈیٹر میسر نہین آتے،

(۳) رسائل حشرات الارض کی طرح پیدا ہوتے ہین اور مرجاتے ہین۔

(۴) باوجود اس کثرت کے ملک مین ایک رسالہ بھی ایسا نہین جو مقررہ تاریخ پر خریدارون کو پہنچ جاتا ہو،

(۵) ہر شخص بآسانی کسی رسالہ کا ایڈیٹر و مرتب جامع و سرمحرر بن جاتا ہی۔

(۶) رسالہ کی زندگی تاجرانہ اغراض سے متعلق ہوتی ہی،

(۷) مہمل و دور از کار مضامین کثرت سے شایع ہوتے ہین اور ناظرین اعلیٰ درجہ کے مضامین سے محروم رہتے ہین،

(۸) رسایل کو دوام و ثبات نہین اس سے خریدارون کا سیکڑون روپیہ برباد ہوتا ہی اور وہ پھر کسی نئے پرچہ پر بھروسہ نہین کرتے جسے اُن کی "بدذاقی" کہا جاتا ہی۔

(۹) ان کمزوریون سے ملکی رسائل بدنام ہوتے ہین اور ان خرافات مین ناظرین کا قیمتی وقت ضایع ہوتا ہی چنانچہ ایسے ہی ردی رسائل کے متعلق پروفیسر بیولک ایم ڈی نے حال ہی مین سینٹ میری ہسپتال لندن مین ایک لکچر کے دوران مین بیان کیا کہ :-

گذشتہ جنگ سے جہان اور ہزارہا نقصانات ہوئے وہان ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ کاغذ و طباعت کی گرانی سے عدہ مہمل و فضول رسائل کی اشاعت بند ہوگئی ورنہ ان مہمل رسائل کی کثرت اس سُرعت سے بڑھ رہی تھی کہ کچھ روز مین کتبخانون کی گنجایش اُن کے لیے کافی نہ ہوتی اور دنیا ان بیکار رسائل کے مطالعہ مین مصروف ہوجاتی وغیرہ

امید کہ مذکورہ کمزوریون پر ٹھنڈے دل سے غور کرکے اصلاح کی طرف توجہ کی جائے گی ع

من پنجہ شرط بلاغ ست با تو می گویم

توحیدی (سابق اڈیٹر اخبار البرید)

تم آؤ نہ اس کی قضا چارہ گر ہو　　ادھر ہو نہ بیمار الفت اُدھر ہو
مرے یا جیے کوئی تم بیخبر ہو　　ستمگر ہو ظالم ہو بیداد گر ہو
مرے کعبۂ دل مین کافر کا گھر ہو　　بت نامسلمان مسلمان اگر ہو
وہ دامن سے جھاڑے تو قدموں سے لپٹے　　مری خاک ہو یار کی رہگذر ہو
جہان دل ہو تم اُس جگہ پانوں رکھنا　　کبھی گر ہماری لحد پر گذر ہو
وہ ہون سامنے صبح روز قیامت　　مجھے طول اے شام غم اس قدر ہو
جو وہ لاش کے ساتھ تربت تک آئین　　مرے کی ہو منزل مرے کا سفر ہو
ہوا خاتمہ آج بیمار غم کا　　خبر بھی ہوئی تم کو یا بیخبر ہو

جگر کعبے مین سر جھکانا اُدھر تم
جدھر اُس بت نامسلمان کا گھر ہو

جگر بسوانی

نقد و تبصرہ

(از: ناظر)

(الف) فلسفہ و تصوف

(۱) نظمی اسرار ہستی از سید ضامن حسین گویا۔ تقطیع کتب درسی۔ حجم ۴۸ صفحہ۔ ملنے کا پتہ۔ سید ضامن حسین گویا۔ محلہ احمد زئی۔ پیلی بھیت۔

اسرار آلہیات و معرفت کی تشریح کے لیے نظم کا قالب عموماً نثر سے بہتر و موزون تر سمجھا گیا ہے۔ ہندوستان کی قدیم ترین کتاب، وید مقدس، اشلوکوں میں ہے۔ کرشن جی کی گیتا کلام منظوم ہے۔ حضرت مسیح کی انجیل اگرچہ نثر میں ہے۔ لیکن طرز ادا و پرواز بیان بالکل شاعرانہ ہے۔ زبور کے راگ مشہور ہیں۔ مسلمان صوفیہ میں اکثر نے اسرار معرفت کو جامۂ نظم ہی پہنا کر پیش کیا ہے۔ سنائی، عطار، مولانائے روم، عراقی، مغربی، امیر خسرو، جامی، اسلامی تصوف کے عناصر اعظم ہیں، اور یہ سب حقایق و معارف زبان شعر ہی میں ادا کرتے ہیں۔

اردو کی ابتدائی زندگی صوفیانہ و عارفانہ نظموں ہی سے شروع ہوئی۔ تاہم یہ اس کی بدقسمتی تھی، کہ ابتک کسی عارف کامل کی مستقل سرپرستی اُسے حاصل نہیں ہوئی۔ خال خال مثالیں ملتی ہیں، لیکن جب تک کوئی رومی کوئی سنائی، کوئی عطار اُردو میں بھی نہ پیدا ہو لیگا۔ اُردو کا افلاس اس حیثیت سے فارسی کے معاملہ میں مسلم رہے گا۔

پیش نظر مثنوی اردو کے اس افلاس کے کم کرنے کے مقصد سے لکھی گئی ہے، اور اس حد تک پوری کامیاب رہی ہے، جہانتک کوئی ایک کتاب یہ مقصد پورا کر سکتی ہے۔ توحید، وحدت وجود، صفات باری، تنزیہ، و حقیقت شناسی وغیرہ مسائل کو نظم میں ادا کیا ہے، اور کمال یہ ہے کہ شاعرانہ انداز بیان کا سررشتہ کہیں ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے۔ وجود باری و توحید وغیرہ پر دلائل قائم کیے ہیں، مخالفین کے اعتراضات نقل کیے ہیں، ان کے جوابات دیے ہیں۔ کہیں علم کلام کے مسائل بیان کیے ہیں کہیں فلسفہ کے پھر بھی مصنف صاحب ہر جگہ شاعر ہی رہے ہیں متکلم یا فلسفی نہیں ہو گئے ہیں۔

آغاز کلام یوں ہوتا ہے ؎

چمن میں ہے کیا بہار دیکھو — چمن ہے کیا لالہ زار دیکھو
نکلتی ہے دل سے خود بخود واہ — زبان کہتی ہے اللہ اللہ
وہ خوشنما میں لیور گویا — وہ پیارا پیارا ہے اُن کا نغمہ
کہ محو ہو جائے سننے والا — رہے نہ کچھ ہوش تن بدن کا
یہ پھول سے بچے مہکنے والے — یہ بیل بوٹے طرح طرح کے
کھلائے کس نے اُگائے کس نے؟ — دکھائے کس نے سنائے کس نے؟

.....

تمام دنیا جہان کیا ہے؟ — زمین کیا آسمان کیا ہے؟
مکین کیا ہے مکان کیا ہے؟ — یہ جسم کیا شے ہے جان کیا ہے؟
ظہور ہے کس کی قدرتوں کا — یہ نور ہے کس کی قدرتوں کا؟
یہ روشنی خود ہی کہہ رہی ہے — کہ شمع بزم جہان کوئی ہے

آگے چل کر اسی سادہ زبان میں اور ایسے ہی شیریں الفاظ میں مادیت، قدمیت، سوفسطائیت، دہریت، ثنویت، تثلیث وغیرہ جملہ مخالف توحید مذاہب کی تردید کی ہے۔ اور الٰہیات و تصوف کے مختلف عنوانات پر دلچسپ و لطیف پیرایہ میں اظہار خیال کیا ہے۔ بہ حیثیت مجموعی ہمیں یہ کہنے میں مطلق تامل نہیں کہ یہ قلیل الحجم مثنوی اپنی معنوی بلندی، نیز پیرایۂ ادا کے لحاظ سے اُردو کے سرمایہ میں ایک قابل قدر اضافہ ہے

(ب) افسانہ و قصص

(۱) چار چاند۔ از حامد اللہ افسر بی۔ اے۔ تقطیع کتب درسی حجم ۸۰ صفحہ۔ قیمت ۵ ر ملنے کا پتہ انڈین بک ڈپو۔ میرٹھ۔

مولف صاحب نے یہ کتاب جو چار قصوں کا مجموعہ ہے، بچوں کے لیے تالیف فرمائی ہے۔ وہ شاید رسمی انکسار کے دشمن ہیں، چنانچہ دیباچہ میں خود اپنی تالیف کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ اولاً ان قصوں میں۔

"حقیقی انسانی جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے"

اس اظہار رائے کو اگر وہ ناظرین کے ذمہ چھوڑ دیتے، تو شاید بہتر ہوتا، اس لیے کہ ہر اہل قلم اپنی تالیف مین اپنے نزدیک تو حقیقی جذبات انسانی ہی کی ترجمانی کی کوشش کرتا ہی، اس کا فیصلہ دوسرون کے ہاتھ مین ہوتا ہی کہ اُسے کامیابی کہان تک ہوئی۔ دوسری خصوصیت بہ قول مولف ان قصون کی یہ ہی کہ یہ

"انتہا درجہ کے دلچسپ بھی ہین اور سبق آموز بھی"

مولف صاحب کا حسن ظن اگر اپنی تالیف کے متعلق صحیح ہوتا، تو ناقد کا کام بہت ہلکا ہو گیا ہوتا، یعنی فقرۂ منقولۂ بالا پر صاد کر دینا کافی ہوتا۔ لیکن افسوس ہی کہ مولف صاحب نے اپنے دماغی کارنامون کے متعلق حسن ظن قایم کرنے مین ذرا عجلت سے کام لیا، اور یہ تحریر فرما کر تو خود ستائی کو درجۂ کمال تک پہنچا دیا کہ

"میرا خیال ہی کہ . . . اس قسم کی کتابین . . . یقیناً طلبا کے لیے بیحد مفید ثابت ہون گی"

واقعہ یہ ہی کہ منجملہ چار قصون کے تین قصے تمامتر سرکار انگریزی کے متعلق جذبات وفاداری سے لبریز ہین، اور "واقعات" ایسے بیان کیے گئے ہین جنھین واقعیت سے کوئی لگاؤ نہین۔ پہلے سبق مین ماں بیٹے کو یون سمجھا رہی ہی:-

"ہمارا فرض ہی کہ جس طرح ہم سے ہو سکے ہم اس (سرکار) کی مدد کرین . . . . . بادشاہ اور رعیت کا تعلق باپ اور بیٹے سے کم نہین ہی۔ جیسے ایک بیٹے کو جہان تک ہو سکے اپنے باپ کی مدد کرنا ضروری ہی اسی طرح رعایا کو ضرورت کے وقت اپنے بادشاہ کو جان و مال سے مدد دینا لازم ہی اور ہماری سرکار برکت والی اور انصاف والی سرکار ہی۔ کہ اس کی حکومت مین غریب امیر سب امن اور آرام کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہین۔ آج کل دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہین ہی جہان لڑائی کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفین اور فتنے پیدا نہ ہو گئے ہون۔ لیکن ہندوستان ہمیشہ کی طرح اب بھی چین مین ہی" (صفحہ ۱۳)

خدا معلوم ہندوستان کا زیادہ صحیح طور پر شہر میرٹھ (جہان کا یہ قصہ ہی) کا وہ کون قابل زیارت گھرانا ہی جہان کوئی والدہ ماجدہ اپنے فرزند کے سامنے اپنے "ان حقیقی جذبات" کا اظہار فرما رہی ہون۔ بچون کی زبان سے سرکار کی حمایت مین سرفروشی کے جن "حقیقی جذبات" کی ترجمانی کی گئی ہی، وہ کبھی از سر تا پا غلط و بے اصل ہین۔ بچون کی زبان پر اگر کوئی کلمہ جاری رہتا ہی تو وہ "گاندھی کی جے" یا "محمد علی و شوکت علی کی جے"

کا ہے "سرکار کی جے" کی آواز سے امن بھاؤن اور جیلخانون کی چار دیواری کے باہر کسی کے کان آشنا نہین۔ کتاب کا بیشتر حصہ اسی قسم کے خرافات سے لبریز ہے۔ کتاب کی اشاعت اگر کسی ضلع کی امن سبھا یا صوبہ کے پبلسٹی بورڈ کی جانب سے ہوئی ہوتی، تو شاید زیادہ قرین دیانت ہوتا۔

(۲) تلاش راز۔ از نیاز فتحپوری۔ ملنے کا پتہ:۔ اُردو بک ڈپو مراد آباد۔ ضخامت ۴۸ صفحہ۔

رینالڈس کا انگریزی مین ایک مشہور افسانہ "ماسٹر عودی بک" ہے، جسکا اُردو ترجمہ بھی مدت ہوئی منشی سجاد حسین مرحوم (صاحب اودھ پنچ) کے قلم سے، دُھوکا یا طلسمی فانوس کے نام سے ہو چکا ہے تلاش راز اسی کتاب کا گویا خلاصہ ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ نیاز صاحب نے صراحۃً کیا معنی کنایۃً بھی کہین اپنے ماخذ کا حوالہ نہین دیا ہے۔ نیاز صاحب اُردو کی دُنیاے ادب مین ایک خاص وقعت حاصل کر چکے ہین۔ اُن سے ایسی کمزوری کا اظہار حد درجہ افسوسناک ہے:۔

(ج) علم اللسان

(۱) سرگزشت الفاظ۔ از مولوی احمد دین بی اے، وکیل۔ تقطیع کتب درسی ضخامت ۴۰۳ صفحہ قیمت عہ ملنے کا پتہ:۔ شیخ مبارک علی تاجر کتب۔ اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔

پچھلی صدی عیسوی کے وسط مین انگلستان مین ایک نامور فاضل آرچ بشپ ڈاکٹر ٹرینچ ہوے ہین، الفاظ کی ساخت و ترکیب، ان کا اشتقاق وتغیر، اور اُن کے معانی و مفاہیم کا ارتقا، ان کی مخصوص و فطری دلچسپی کا موضوع تھا۔ چنانچہ ۱۸۵۱ء مین اُن کی جو کتاب مطالعہ الفاظ (اسٹڈی آف ورڈز) کے نام سے شایع ہوئی وہ اس باب مین اُن کے ملکہ فطری کی ایک مستقل یادگار ہے۔ اس کتاب کو مقبولیت بھی اس قدر حاصل ہوئی۔ کہ ۱۸۸۰ء مین پادری میسیو کے زیر اہتمام، بہ اضافہ کثیر اس کا بیسواں ایڈیشن شایع ہوا،

سرگزشت الفاظ اسی انگریزی کتاب سے ماخوذ ہے جیسا کہ خود مولف صاحب نے دیباچہ مین فراخ دلی کے ساتھ اعتراف فرمایا ہے۔ لیکن اسے ترجمہ قرار دینا اس بنا پر صحیح نہ ہوگا، کہ مولف صاحب نے مثالین تمامتر اپنی ہی زبان سے دی ہین، قواعد اصول و کلیات سب ڈاکٹر ٹرینچ کے ہین۔ ترتیب عبارت مین بھی انھین کی تقلید ہے۔ تاہم اُن قواعد و کلیات کو چسپان اپنی زبان پر کیا ہے، اور مثالین جس قدر بھی دی ہیں سب اُردو ہی کی ہین۔ اور اس خصوصیت نے کتاب کو اردو خوان ناظرین کے لیے بہت ہی دلچسپ بنا دیا ہے۔

فصل اول (ص ۱-۴۸) مبادیات پر مشتمل ہے۔ فصل دوم (ص ۴۹-۱۰۱) مین دکھایا ہے کہ زبان نام ہے متجر نازک خیالی کا فصل سوم (ص ۱۰۲-۱۲۳) مین زبان کا تعلق حقایق اخلاق سے ہے۔ اور فصل چہارم (ص ۱۲۴-۱۷۴) مین واقعات تاریخ سے دکھایا گیا ہے۔ فصل پنجم (ص ۱۷۴-۲۲۰) مین جدید الفاظ و مصطلحات کے طریق آفرینش و ترویج پر بحث ہے۔ فصل ششم (ص ۲۲۰-۲۶۴) مترادف الفاظ سے متعلق ہے۔ فصل ہفتم مین جو آخری فصل ہے (ص ۲۶۳-۳۰۴) زبان پر معلمین کے اثرات کو بیان کیا ہے۔

چند اقتباسات سے مضامین کتاب کی نوعیت اور اُن کی اہمیت و دلچسپی کا اندازہ ہوگا۔ "زبان متجر نازک خیالی ہے" اس عنوان کے ذیل مین فاضل مولف لکھتے ہین :-

"زبان جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے نازک خیالی متجر ہے۔ یا یون کہو کہ اگر ہمین کسی قوم کی شاعری سے پوری واقفیت حاصل کرنی منظور ہو، تو ہمین صرف اُس کے اشعار یا نظم کی رنگینی مین رنگی ہوئی روایات ہی کو نہین دیکھنا چاہیے۔ بلکہ ہمین بہت سے ایسے الفاظ بھی ملین گے جو فرداً فرداً نازک خیالی کے پروردش یافتہ اور بالفریب نقش و نگار سے آراستہ ہین۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہوگا کہ ان مین نظم کا عطر کھینچکر بھر دیا گیا ہے۔ کسی لفظ کو لو اور ذرا نظر غور سے دیکھو تو فوراً معلوم ہو جاے گا کہ لفظ مذکور مین عالم ذہنی اور عالم اجسام کی کسی بڑی مشابہت اور مناسبت باہمی کا نقشہ کھنچا ہوا ہے۔ . . . . . مثلاً جس بندۂ خدا نے کسی کے "برباد" ہو جانے کا خیال اول ہی اول ظاہر کیا تھا ضرور ہے کہ اس نے بہت دفعہ آندھی اور ہوا کو خس و خاشاک اُڑاتے دیکھا ہوگا۔ اُس نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ خس و خاشاک کا تنکا تنکا ایک دوسرے سے جُدا کوئی کہین کوئی کہین اپنے اصلی مقام سے کوسون دور طوفان باد کے جھونکون سے اُڑتے پھرتے ہین اور یہ کہ اُن کی جمعیت کا حاصل ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ان کا قرار مشکل اور اُن کا نام و نشان مفقود ہو جاتا ہے۔ خس و خاشاک کی اس بیچارگی اور آوارگی کو اس نے ایک مصیبت زدہ انسان کی حالت سے مقابلہ کیا، اور کچھ فرق نہ پایا۔ اس کی نازکخیال طبیعت نے فوراً اس نامراد و کمبخت انسان کی حالت بیچارگی کو بھی بربادی کے لفظ سے تعبیر کیا۔

بخت کے متعلق بھی "بیدار" و "خوابیدہ" کے الفاظ پہلے استعمال کرنے والے ذہن نے جاگتے اور سوتے انسان و حیوان کی حالتون پر غور کرکے یہ الفاظ بخت پر چسپان کیے ہین۔ جاگنے کی ہشیاری، جلب منفعت، و دفع مضرت مین چابک دستی، اپنی حفاظت، اپنی زندگی کے سامان

مہیا کرنے کی فکر اور طاقت سوچنے کی بیکسی کس پرسی، بیچارگی اور مہوبہوت کی ہی صورت" (صـ۹-۱۱)

ہر استعارہ ابتداءً کسی نہ کسی حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس بحث پر یوں تحریر فرماتے ہیں :-

بیشتر الفاظ جو اب استعارہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ابتداء میں ظاہری حالات کے کسی ایک واقعہ پر مبنی تھے اور ہمارے سامنے اُس کی ایک روشن تصویر پیش کرتے تھے اور اب اس واقعہ کو انھوں نے اپنی صورت میں مجتمع و مجسم کر دیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔

طعنہ، طعن۔ نیزہ سے خستہ کرنے کو کہتے ہیں اور اب کسی شخص کی عیب جوئی اور اُسے بُرا بھلا کہنا ہوگا

ہتک ۔ اصل میں پھاڑنا اور اب کسی کی بے عزتی کرنے کے معنی میں مستعمل ہے ۔ ۔ ۔ ۔

تواضع۔ وضع رکھنے سے مشتق ہے۔ تواضع اپنے آپ کو کسی کے سامنے ڈال دینا۔ فروتنی سے مراد ہو گئی۔ فروتنی تو دیکھی اسی واقعہ اور اسی خیال کی مثال ہے۔

عداوت ۔ دوڑ کر حملہ کرنے کو کہتے ہیں اور یہی دشمن کا کام ہے" (صـ۲۹۴-۲۹۵)

کتاب اول سے آخر تک دلچسپ، مباحث و تحقیقات سے لبریز ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جا بجا بعض الفاظ کے اشتقاق اُن کے معانی کے ارتقاء اور مولف صاحب کے مجوزہ اصول و کلیات سے اختلاف کی بھی کافی گنجائش ہے لیکن اس قسم کے اختلافات کسی علمی کتاب کی تنقیص کے بجائے اس کی قدر و مرتبت میں اضافہ کا کام دیتے ہیں۔ اردو کی ناداری پر نظر کرتے ہوئے ایسی کتاب کا معرض تالیف میں آنا یقیناً قابل تہنیت و مستحق حوصلہ افزائی ہے۔ ادبی و لسانی مباحث سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو اس کا مطالعہ از بس مفید ہوگا۔ البتہ قابل شکایت صرف یہ امر ہے کہ کتاب کی زبان "پنجابیت" کے اثرات سے گرانبار ہے، کوئی صفحہ بہ مشکل اس اثر سے خالی نظر آئے گا۔ اور ترجمہ میں کی جھلک بھی جا بجا نظر آرہی ہے۔

کردۂ عزمِ سفر لطفِ خدایا رتو باد　　ہمتِ اہلِ نظر قافلہ سالارتو باد

محفل شمع تابان در گلستان بزمگہ تو باشی　　آنجا ہر کجا باشی بہار آبرو باشی

اے خوش آن روزے کہ بینم روے فرخ فالِ تو　　از سفر آئی و من آیم باستقبالِ تو

نظرے خوش گذرے

خاکسار ایڈیٹر کو آستان رسالت پر جبہہ سائی کی تمنا کرتے ہوے ایک مدت دراز گذر گئی مگر کل امر مرہون باد قا تھا۔ اب مرضی الٰہی معلوم ہوتی ہے اس لیے خدا کے فضل و کرم سے سامان سفر ہو گیا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ رسالہ ہذا کی اشاعت سے پہلے ہی میں لکھنؤ سے روانہ ہو جاؤں گا۔ چونکہ دلی آرزو یہ ہے کہ فریضۂ حج کی ادائی سے پیشتر زیارت روضۂ نبوی کا شرف حاصل ہو۔ اس لیے محرم تک واپسی کی توقع ہے۔ اس تمام مدت کے لیے الناظر اور جملہ کاروبار متعلقہ کا نظم و نسق میرے برادر زادہ منشی عزت علی علوی (علیگ) کے سپرد رہے گا۔ جن کی سعادت و لیاقت سے امید ہے کہ کل اصحاب معاملہ خوش اور مطمئن رہیں گے۔ عزیز موصوف نے علی گڈھ کالج میں بی اے تک پڑھنے کے بعد آخری امتحان سے چند ماہ قبل تحریک ترک موالات کے ماتحت اپنا سلسلۂ تعلیمی ختم کر دیا تھا اور اس وقت سے برابر لکھنؤ میں کانگریس کا کام کرتے رہے۔ مگر ادبی خدمت یا کاروبار تجارت کے سرانجام کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس لیے ناتجربہ کاری یا عدم واقفیت کی وجہ سے کسی صاحب کو شکایت پیدا ہو تو امید ہے کہ وہ معاف فرمائیں گے۔ انشاء اللہ واپسی کے بعد میں اُسکی تلافی کر دوں گا۔

الناظر کی ترتیب و تہذیب کا کام ایک قابل اور واقف کار دوست نے اپنے کمال محبت سے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اس لیے تو ظرین کرام کو اطمینان کامل رکھنا چاہیے کہ الناظر بند ہونے پائے گا۔ البتہ چونکہ مضامین کی طلب و تحصیل اور رسالہ کی طباعت و اشاعت کے کام بدستور دفتر سے انجام پائیں گے، اس لیے کوئی رسالہ کم حجم کے ساتھ یا کبھی ناوقت شایع ہو تو ناظرین کی عنایت و لطف سے توقع ہے کہ وہ بدل نہ ہوں گے

تہیۂ سفر کرنے کے بعد سے اس وقت تک میں اُن تمام اصحاب کو توجہ دلاتا رہا ہوں جن کی قلمی اعانت سے الناظر ابتک مستفید ہوتا رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ احباب و مخلصین الناظر کو فراموش نہ فرمائیں گے

یہ جو کچھ عرض کیا گیا محض ایک بندۂ حقیر کی سعی و کوشش کا اظہار ہے ورنہ انجام کار تو خدائے بزرگ و برتر کے اختیار میں ہے۔ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اپنے افضال بے پایان سے جسطرح اس کل کاروبار کو عدم سے وجود میں لائے اور ابتک منزل بہ منزل اس کے بقا اور نشو و نما کا سامان فرماتے رہے ہیں آئندہ بھی دست گیری فرمائیں اور جملہ آفات و حوادث سے محفوظ و مامون رکھیں۔ آمین یا رب العالمین

احباب قدیم مین سے دو صاحب جنھون نے الناظر کو شروع سے نہایت قیمتی امداد دی ہے بہ تحریک پر فور اُ متوجہ ہو گئے ہین اور اُن کے مضامین کا سلسلہ انشاء اللہ مئی نمبر سے شروع ہو جائے گا۔ مولوی عبدالحق صاحب نے برسون کے بعد الناظر کو یاد فرمایا ہے مگر مجھے امید ہے کہ اب وہ مستقلاً لکھتے رہین گے دوسرے صاحب نہایت کثیر الاشغال ہین لیکن مین اُن کی محبت و عنایت پر کامل اعتماد رکھتا ہون اور ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال نہین کر سکتا کہ وہ اپنے مقدور بھر میری عدم موجودگی مین الناظر کی خدمت سے دریغ کرین گے۔ ایک تیسرے صاحب جو خاک پاک بدیون سے تعلق رکھتے ہین اور تمام ارباب کمال کی طرح مرزا غالب کے اس محبوب خیالی سے کم نہین مبتلا شیوہ

دل کا سمجھتی ہے کہا میرے درد ستائی مبرم گداے

بتایا گیا ہے کچھ دن ہوے انھون نے تشریف لائے تھے اور وعدہ فرما گئے ہین کہ میری غیر حاضری مین الناظر کو تین مضمون عنایت فرمائین گے اگرچہ ایفاے عہد کرنا بجاے خود ایک ادائے محبوبیت ہے مگر میری تمنا ہے کہ میرے حیات فرصت کی نزاکت پر نظر فرما کر اپنے اس کلیۂ زندگی کو میری خاطر برائے چندے پیرایۂ نسیان فرما دین۔ اگر زندگی ہے تو انشاء اللہ آئندہ چلکر انھین میری صبر آزمائی کے بکثرت مواقع حاصل رہین گے۔

جناب مولانا حکیم عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلما کے واقعۂ ارتحال پر گذشتہ نمبر مین کچھ نہ لکھا گیا۔ اس فروگذاشت کا مجھے دلی افسوس ہے جس کے لیے مین احباب ندوہ سے عموماً اور اُن کے صاحبزادہ حکیم عبدالعلی صاحب سے خصوصاً عذر خواہی کرتا ہون۔ حکیم صاحب مرحوم جس اخلاص و استقلال کے ساتھ ندوۃ العلما کی خدمت کرتے رہے اس سے سارا ملک باخبر ہے لیکن اُن کی سادہ مزاجی حلم و متانت تواضع و انکسار، عام ہمدردی اور وسیع اخلاق نے ان کی خانگی زندگی کو جسقدر لائق احترام بنا دیا تھا اس کا اندازہ کچھ لکھنؤ ہی کے لوگ کر سکتے ہین۔ طبقۂ علما مین علم و فضل اور زہد و ورع اب بھی بفضلہ تعالیٰ نایاب نہین لیکن جو علما ہمارے مجلسی کامون مین حصہ لیتے ہین اُن مین بالعموم وہی عیوب پیدا ہو گئے ہین جو جدید تعلیم یافتہ گروہ مین پائے جاتے ہین۔ مگر مولانا مے مرحوم کی ذات بحمداللہ کہ ان کمزوریون سے مبرا تھی۔

مرحوم کے متعلق یہ تو عرصہ سے معلوم تھا کہ وہ عربی مین اسلامی تاریخ کے متعلق ایک مبسوط تالیف تیار کر رہے ہین مگر یہ بالکل جدید انکشاف ہے کہ اُنھون نے خاموشی کے اوقات مین اُردو شعرا کا ایک تذکرہ بھی مدون کیا ہے

جو اُردو دان طبقہ کے لیے خاص دلچسپی و اہمیت کی شے ہو۔ امید ہو کہ دار المصنفین کی طرف سے یہ دونوں کتابیں جلد شایع کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو توفیق صبر

مسلم لیگ کا جلسہ سالانہ حسب قرارداد ۳۱ مارچ اور یکم اپریل کو لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ پہلا دن تو صدر مجلس استقبالیہ شیخ فدا حسین بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ اور کونسل مسلم لیگ کے منتخب کردہ صدر جلسہ مسٹر غلام محمد بھرگری بیرسٹر ایٹ لا حیدرآباد سندھ کے صدارتی خطبوں پر صرف ہو گیا اور دوسرے دن جب تہنیت و تعزیت کی تجاویز کے بعد مقاصد سیاسی سے متعلق ایک تحریک پیش ہوئی تو مسٹر ظہور احمد بیرسٹر الہ آباد نے جو ترک موالات کے ماتحت اپنا پیشہ چھوڑنے کے بعد سے مستقلاً مجلس مرکزیہ خلافت بمبئی میں کام کر رہے ہیں صاحب صدر کو اس امر پر توجہ دلائی کہ جلسہ میں اگرچہ مجمع کافی ہو لیکن خود اراکین مسلم لیگ اتنی تعداد میں بھی موجود نہیں کہ لیگ کے قواعد و ضوابط کے مطابق جلسہ عام کا جو نصاب (۷۵ اراکین) معین ہو وہ پورا ہو اس لیے یہ جلسہ باضابطہ جلسہ نہیں کہا جا سکتا۔ اب جو صدر صاحب نے اراکین شماری کرائی تو معلوم ہو گیا کہ واقعۃً اعتراض برمحل تھا۔ اس کے بعد دیر تک اس کی فکر ہوتی رہی کہ جو اراکین اتفاقاً نہیں آئے ہیں یا کسی دوسرے مقام پر مصروف ہیں انھیں بُلا کر نصاب پورا کیا جائے۔ لیکن دو گھنٹے کے انتظار کے بعد بھی نصاب پورا نہ ہوا اور بالآخر صدر صاحب نے جلسہ کو غیر معین وقت تک کے لیے ملتوی کر دیا۔

اس غیر معمولی واقعہ کے عین یکم اپریل کے دن پیش آنے کی وجہ سے کسی ظریف الطبع شریک جلسہ نے فوراً ہی یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ نہیں تھا بلکہ درحقیقت اپریل فول منایا گیا تھا۔ سکرٹری صاحب مسلم لیگ کی سنجیدگی و متانت سے اس قسم کے مذاق کی توقع کرنا شاید ناقابل معافی ہو مگر جو واقعہ پیش آیا وہ بجائے خود اس درجہ مضحکہ انگیز اور لائق تمسخر تھا کہ جتنے فقرے بھی چست کیے جاتے وہ سب روا ہوتے مگر سب سے زیادہ پر لطف بات یہ ہے کہ اس عجیب و غریب منظر کا اثر سب سے کم جس شخص پر ہوا وہ جناب سکرٹری صاحب ہی کی ذات بابرکات تھی۔ کیونکہ اُنھوں نے قطعاً یہ محسوس نہیں کیا کہ یہ جو کچھ پیش آیا حقیقتاً انھیں کی سہ سالہ معتمدی کا صلہ تھا۔ لکھنؤ میں مسلم لیگ کے پچیس اراکین بتائے جاتے ہیں اور ہندوستان بھر میں تو غالباً سات آٹھ سو کی تعداد پہونچی ہوگی۔ باہر سے مسلم لیگ اور مرکزی خلافت کمیٹی کے جلسوں میں شریک ہونے والے اراکین لیگ جو آئے تھے ان کی تعداد چالیس سے کم نہ ہوگی۔ اب اگر اسی قدر اراکین مقامی بھی شریک ہو جاتے

تو جلسہ کا یہ حشر نہ ہوتا۔ مگر کارکنان لیگ کی غفلت اور بے توجہی کا خدا بھلا کرے کہ خاص لکھنؤ کے اراکین میں شریک ہونے والوں کے مقابلہ میں نہ شریک ہونیوالوں کی تعداد زیادہ رہی۔ مسلم لیگ کے سہ سالہ تعطل اور جلسہ سالانہ کے اسطرح برباد ہونے کا الزام مختلف لوگوں کے نزدیک مختلف طبقوں پر عائد ہوتا ہے۔ کچھ اصحاب عام اراکین مسلم لیگ کو اس کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ بعض اراکین کونسل مسلم لیگ کو قابل گرفت سمجھتے ہیں اور ایک جماعت کے نزدیک تمام تر ذمہ داری عہدہ داران لیگ کے سر عائد ہوتی ہے اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اگرچہ بالکل بری الذمہ انمیں سے کوئی نہیں کہا جا سکتا مگر اس صورت حال کے پیدا ہونے کے اصل ذمہ دار عہدہ داران ہی ہیں۔ کونسل کے ایک جلسہ میں اور نیز شملہ گرمی کے خطبۂ صدارت میں انہی عہدہ داران لیگ کو مناسب الفاظ میں سند کارکردگی بھی دیدی گئی ہے حالانکہ خود اعتراف ہے کہ اس تمام مدت میں ہم نے یہی کیا کہ کچھ نہیں کیا۔ بعض اصحاب اس پر خوش ہیں کہ عہدہ داران لیگ نے باوجودیکہ انھیں لیگ کے منظور کردہ پروگرام سے اتفاق نہ تھا قوم کی رائے عامہ کا احترام کرتے ہوئے کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی لاریب کہ اس واقعہ کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر کوئی ان سے یہ تو پوچھے کہ اگر وہ مزاحمت کرتے بھی تو قوم پر کیا آفت نازل ہو جاتی۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ سیاسیات اور دیگر مجلسی کاموں کو محض ایک مشغلہ یا ذریعہ تشہیر و ترفع سمجھتے ہیں اُن سے کسی قسم کی شکایت ہی فضول ہے کیونکہ احساس مند دلوں کا یہ کام نہیں کہ جب کوئی نازک موقع آئے تو وہ قوم کی ضروریات و مفاد کی طرف سے آنکھیں بند کر کے آرام کی نیند سو جائیں۔

کونسل کے جلسے کافی طور پر دلچسپ رہے اس لیے کہ موالاتی اور آزاد وطن دوستوں کی ایک جماعت لیگ کو اپنی راہ لگانا چاہتی تھی اور تارکین موالات مجبور تھے کہ ان امور سے اپنے اختلاف کا اظہار کریں۔ بعض لوگ مسٹر جناح کو دوبارہ صدر منتخب کرنا چاہتے تھے اور وہ خود بھی اس کے لیے بالکل آمادہ و تیار تھے اس طرح کچھ لوگ سید ظہور احمد صاحب کو دوبارہ معتمد بنانے کے آرزومند نظر آتے تھے اور اگرچہ وہ خود بہت پیشتر تحریراً اراکین مسلم لیگ کو اطلاع دے چکے تھے کہ آئندہ وہ معتمد رہنا نہیں چاہتے مگر جب جلسہ میں ان کا نام پیش ہوا تو انھوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اور مزہ یہ تھا کہ خود تارکین موالات کی جماعت میں بھی بعض اصحاب صدارت کے عہدہ کو مسٹر جناح کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے آمادہ تھے۔

ان دوستوں کی ہمارے دل میں بہت عزت ہے مگر ہمیں افسوس ہے کہ اُن کا فلسفۂ سیاسی یا اصول کار ہمارے

فہم سے بالاتر ہے۔ مسلم لیگ ایک سیاسی جماعت ہے۔ جو معطل رہنے کی صورت مین تو بیشک کسی مرض کی دوا نہین بن سکتی لیکن کم از کم اگر زر و لیوشن بازی کا شغلہ جاری رہے تو اُس سے یقیناً مفاد قومی کو نفع یا نقصان پہونچنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ تاہم کین موالات کے نقطۂ نظر سے موالاتی بھائیون کے ہاتھ مین جانے کے بعد مسلم لیگ اگر امن بھاؤن کا رنگ اختیار نہ کرے تو کم از کم لبرل لیگ کے برابر تو ضرور ہی ہمارے بالمقابل کھڑی ہوسکتی ہے۔ اور اگرچہ لبرل لیگ سے لڑائی مول لینے کی ضرورت نہین مگر وہ لوگ جو تارک موالات ہین جو اپنے صوبہ یا ضلع مین کسی لبرل لیگ کے قیام مین معاون ہونا پسند کرین گے پھر کیا ان دوستون کو یہ زیبا ہے کہ لبرل لیگ اور اُس کے کارکنون اور اراکین سے تو ہر موقع پر مقابلہ کیا جاے اور خود مسلمانون کے مشق زر و لیوشن سازی و ڈیپوٹیشن بازی کے لیے مسلم لیگ کو لبرل لیگ بنا دیا جاے۔

ہمارے بعض دوست کبھی کبھی اور بالکل دفعۃً ایسے مصلحت اندیش اور انجام بین بن جاتے ہین اور انکی جرات مردانہ اور اصول کی خاطر اُن کی عظیم الشان قربانیان سب پس پشت جا پڑتی ہین۔

مسلم لیگ کو آپ نہین چلا سکتے یا چلانا چاہتے تو خدارا اُسے معطل رہنے دیجیے کہ کم سے کم کوئی ضرر نہین ہوتا۔ آپ سمجھتے ہین کہ وہ کوئی مفید کام کرسکتی ہے تو شوق سے اس کو از سر نو منضبط کیجیے اور چلایئے مگر اُسکی عنان انتظام اپنے ہی ہاتھون مین رکھیے۔ ورنہ ایک دفعہ قیصر باغ کی ہوا اُسے لگی اور معاملات آپکے قابو سے باہر ہوگئے۔ پھر اُسے واپس حاصل کرنے کے لیے ایک نیا محاذ قایم کرنا پڑے گا۔ اور جو قوت اور وقت اس پر ضایع کی جائے گی یقین ہے کہ اس کے لیے آپ ہمیشہ پچھتائین گے۔ وما علینا الا البلاغ۔

برائے فروخت

ایک پریس آہنی ۲۶ × ۲۰/۴ پیمانہ کا جو مطبع کی ضرورت سے فاضل ہے قیمت بالمشافہہ یا خط و کتابت سے طے ہو جائیگی

منیجر الناظر پریس لکھنؤ

امیر مینائی مرحوم

صنمخانۂ عشق
مراۃ الغیب
خیابان آفرینش
محامد خاتم النبیین
مینا و سخن

منشی سجاد حسین مرحوم

احمق الذین
حاجی بغلول
مٹھی بھر ی
پیاری دنیا
کایا پلٹ
طلسمی فانوس

پنڈت رتن ناتھ سرشار

فسانۂ آزاد ۴ جلد
سیر کہسار
خدائی فوجدار
جام سرشار
الف لیلہ بطرز نادل

منشی جوالا پرشاد برق

مرثائی
مار آستین
بنگالی وطن
پرتاب
معشوقۂ فرنگ

مولانا عبد الحلیم شرر

دلگداز
خواجہ حسن نظامی
مقدمہ ابن خلدون
قیس و لیلیٰ
عذرا بنت نوفل
یوسف زلیخا
فتح اندلس
ماہ ملک
حسن کا ڈاکو
فردوس بریں
فلپا نا
روضۃ الکبریٰ
الفانسو
شہید وفا
حسن انجلنا
ملک العزیز ورجینا
آغا صادق کی شادی
افسانۂ قیس
حسن بن صباح
تاریخ بغداد

مرزا داغ مرحوم

آفتاب داغ
مہتاب داغ
یادگار داغ
انتخاب داغ
فریاد داغ

مولوی سید احمد دہلوی

فرہنگ آصفیہ ۲ جلد
دارا و کورش کی چھ جلد
تاج جہانپور ۳ جلد
سرزنش اطفال
نشاط امید
عصائے پیری
شمع ہدایت
غنچۂ جگر ۲ جلد
حسن معاشرت
اقبال و وطن

نیاز فتحپوری

نگارستان
ترجمہ گیتان جلی
کیوٹ پنڈ سالمس

سیماب اکبر آبادی

خدیجۃ الکبریٰ
بنت الرسول
سیرۃ الحسین
جام کوثر

حکیم محمد علی خادم مرحوم

عبرت کامل ہے
حسن سیرت کامل ہے
رحم پیاری کامل
دیوان بیوی
گورہ
بیل کا بانیہ
جغد و مماثلہ
اختر و سینہ کامل

منشی احمد علی قدر دادا

مولوی احمد شوق

ترانۂ شوق
قاسم و زہرہ
میکنزن اور نوسی

مولوی شبیر حسین ملیح آبادی

رموز ادب
مقالات زرین
آوازۂ حق
اوراق سحر
جذبات فطرت

منشی تیرتھ رام

فسانۂ لندن ۲ جلد

وطن پرست
منزل مقصود
روح و خون
خونی پرا

جلال لکھنوی مرحوم

مضمون نہالی دلکش
نظم نگارین
نثر زبان اردو
رسالۂ مذکر و تانیث
افادۂ تاریخ
قواعد المنتخب

خواجہ عشرت لکھنوی

لغات اردو
اصول اردو
جان اردو
قواعد میر
شاعری کی پہلی کتاب
شاعری کی دوسری کتاب
شاعری کی تیسری کتاب
صلاح زبان اردو ۱
گلدستۂ ظرافت
زباندانی

صفدر مرزا پوری

مرقع ادب
بزم خیال
مشاطۂ سخن

مولوی محمد حسین نجمی

ازواج الانبیا
انسانی قربانیاں

حکیم احمد حسین الہ آبادی

ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد اول
" دوم
" سوم
" چہارم
" پنجم
" ششم
" ہفتم
جلد ششم و دہم زیر طبع ہیں
" نہم
" یازدہم
سلطان صلاح الدین
سلطان نور الدین محمود

مولوی سعید احمد ہزاروی

آثار اکبری
حیات صالح
حیات خسرو
املاے ہنود

مولوی سید ممتاز علی

تذکرۃ الانبیا
شیخ حسن

منشی نوابش علی خان

سفرنامۂ ابن بطوطہ
قسطنطنیہ
ڈیوٹی

جسٹس محمود مرحوم

کتاب الطلاق عہ/
کتاب الغصبہ عہ/
شرح قانون شہادت ہے/

مولوی عزیز مرزا بی اے

خیالات عزیز عہ/
ذکر میر اردسی ہے/

خواجہ غلام الثقلین مرحوم

روزنامہ سیاحت عہ/
فلسفیانہ نکتہ اسلام پر ۴/

منشی محمد لطیف مرحوم

اکبر ۴/
اودھ پنچ ۴/
لارڈ کلائیو ۴/
زینت نغمہ ۴/

عناء الدین اے مسٹر یت خانی

دعوت اسلام للعہ/
ارض نشرین ۴/
زلفی ۵/

مسٹر ظفر عزیز بی اے

نیلی چھتری ۴/
بلوم کی گرفتاری ۴/
چور دن کا کلب ۵/

مولوی محمد علی ایم اے

سیرۃ خیر البشر عہ/
النبوت فی الاسلام عہ/
جمع القرآن ۵/

پروفیسر نواب علی ایم اے

تذکرہ مصطفےٰ عہ/
معالج الدین ۱۲/
صحف سماوی ۷/
شمع سخن ۱۰/

ڈاکٹر اقبال ایم اے

ملت بیضا ۵/
مکمل ترانہ ۱۲/
شکوہ ۱۲/
جواب شکوہ ۱۴/
نالہ یتیم ۲/
فریاد امت ۳/
بلال ۱/
اکبر اقبال ۳/
شمع و شاعر ۱۲/
خضر راہ ۱۴/

مولوی ظفر علی خانصاحب بی اے

سورۃ مذہب و سائنس ۴/
ضیاء بان فاتحہ جلد اول ۴/
ڈوائیگ روس جاپان ۴/
جنگ دین و تمدن ۱۴/
فلسفہ ابن سینا ۱۶/
معاشرت ۱۰/
اپریل فول ۱۰/

مرزا محمد ہادی بی اے

امراؤ جان ادا ۵/
شریف زادہ ۱۰/
خونی عاشق ۱۴/
خونی مصور ۴/
خونی شہزادہ ۱۴/
مثنوی امید بیم ۴/

ڈاکٹر اقبال ایم اے

تاریخ اخلاق یورپ جلد ۲ے
مکالمات پلیٹو ۴/
زوال بشیان ۸/

خواجہ عباد اللہ اختری بی اے

مشاہیر اسلام ۱۴/
دمشق ۷/
بغداد ۱۴/
صدیق اکبرؓ ۱۲/
ترجمہ شرح دیوان حافظ ۵/

مسٹر سجاد حیدر ی اے

خیالستان ۴/
زہرا ۱۳/
ثالث ایخ ۸/

مسٹر انیس احمد عباسی اے

زلیخا ۱۴/
نازنین آسیلیا ۴/
ہاجرہ کی کامیابی ۱۲/
احمد کیتھرینا ۱۴/

منشی احمد علی بی اے

تاریخ تمدن ۲ جلد ۴ے
شباب لکھنو ۴/

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفہ جذبات ۱۴/
بحر المحبت ۱۲/
تاریخ اخلاق یورپ جلد ۲ے
مکالمات پلیٹو ۴/
زوال بشیان ۸/

مولوی سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم ۱۴/
حیات امام مالک ۵/
خلافت اور ہندستان ۸/
بہادر خواتین اسلام ۴/
اہل السنۃ والجماعت ۸/

پروفیسر عبد الباری ندوی

مبادی علم نباتی ۴/
برکلے کا فلسفہ ۴/
مذہب و عقلیات ۱۶/

مولوی محمد حلیم انصاری

تمدن اسلام ۲ جلد ۱۴/
الاسلام المنقذ منہ ۱۲/
اسلام اور روشنیٔ علم ۱۲/
جواہر قرآنی ۵/
فتح اندلس ۱۴/
فلاح دارین ۵/

مولوی عبد الحق بی اے

قواعد اردو ۱۴/
انتخاب کلام میر ۱۴/

مولوی معشوق حسین خانصاحب بی اے

مبادی سائنس ۱۴/
بجلی کے کرشمے ۴/
محاربات صلیبی ۴/

مولوی سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم ۱۴/
حیات امام مالک ۵/
خلافت اور ہندستان ۸/
بہادر خواتین اسلام ۴/
اہل السنۃ والجماعت ۸/

پروفیسر عبد الباری ندوی

مبادی علم نباتی ۴/
برکلے کا فلسفہ ۴/
مذہب و عقلیات ۱۶/

مولوی محمد حلیم انصاری

تمدن اسلام ۲ جلد ۱۴/
الاسلام المنقذ منہ ۱۲/
اسلام اور روشنیٔ علم ۱۲/
جواہر قرآنی ۵/
فتح اندلس ۱۴/
فلاح دارین ۵/

پروفیسر الیاس برنی ایم اے

اسرار حق ۷/
معارف ملت ۴/
مناظر قدرت ۴/
جذبات فطرت ۴/
علم الحیوانات ۴/

ہاشم فرید آبادی سید

مشاہیر یونان و روما ۴/
تاریخ یونان قدیم عہ/

خواجہ حسن نظامی

سیپارۂ دل عہ/
روزنامہ ممالک اسلامیہ ۴/
میلاد نامہ ۵/
محرم نامہ ۵/
یزید نامہ ۴/
عقل کہاں گیا دھوئیں ۱۲/
کرشن جیون عہ/
کم ٹو موت ۵/
بیوی کی تعلیم ۴/
بیوی کی تربیت ۵/
آتا لیق خطوط نویسی ۱۲/
خطوط حسن نظامی ۱۲/
جگ بیتی کہانیاں ۸/
فاطمی عورت اسلام سے ۷/
چنگیز اور ہلاکو ۱۲/

مولوی عبد الرشید الحق

صبح زندگی ۴/
شام زندگی ۴/
شب زندگی ۲ جلد عہ/
نوحۂ زندگی ۱۲/
منازل السائرہ ۵/
الزہراء ۱۲/
عروس کربلا ۴/
جوہر قدامت ۴/
یاسمین شام ۴/
موؤدہ ۸/

رجسٹرڈ نمبر اے ۴۷۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

ایڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

نمبر ۱۲ | ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء | جلد ۲۴

فہرست مضامین

فیہ ما فیہ		
ماقبل اسلام ہند پر ایک اجمالی نظر	"پیلبی"	۱۳
نغمۂ نعت	سید ہاشمی فرید آبادی	۲۲
خادم قوم	منشی عزت علی نگہت کاکوروی	۲۲
غزل	مولوی مطلب حسین عالی لکھنوی	۲۳
جواہر نعت	اسیر فرنگ مولانا حسرت موہانی	۲۷
اردو زبان میں فارسی ترکیبیں	مولوی عبد الماجد بی اے	۲۸
افادات شاد	سید مسعود حسن رضوی ادیب	۲۹
گفتار	مولانا سید علی محمد شاد عظیم آبادی	۳۵
کرشمۂ عشق	مسٹر محمد ادریس (الہ آباد)	۳۶
نظرات اشک	سید ناظر الحسن ہوش بلگرامی	۳۷
	"مہجور وطن"	۴۱
نقد و تبصرہ		۴۲
مکتوب زائر حرم	ظفر الملک علوی (کاتب) / مولوی عبد الماجد بی اے (مکتوب الیہ)	۵۲
نظرے خوش گذرے		۵۴

الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر و پبلشر اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُردو کی بہترین کتابیں

مرزا غالب مرحوم

اردو کے معلے	عہ
عود ہندی حصہ ۱۲	ر
دیوان غالب کامل بتصحیح	
نسخہ حمیدیہ	ر
نکات غالب	عہ

سرسید احمد خان مرحوم

تفسیر القرآن جلد	عہ
خطبات احمدیہ	عہ
آثار الصنادید	للعہ
مضامین تہذیب الاخلاق	للعہ
مکمل مجموعہ لکچر	للعہ
اسباب بغاوت ہند	ر

نواب محسن الملک مرحوم

مضامین تہذیب الاخلاق	للعہ
مجموعہ لکچر	للعہ
آبِ حیات ۳ جلد	معہ

مولوی حبیب اللہ عباسی

تاریخ از اسلام	للعہ
الاسلام	عہ
زاہد	عہ
نشتر سخن	ر

مولانا آزاد مرحوم

آب حیات	ر
دربار اکبری	معہ
گلدستہ فارسی	ر
نگارستان فارسی	ر
نیرنگ خیال	عہ
دیوان ذوق	عہ

مولوی رشید دہلوی احمدی مرحوم

راحت جانی	عہ
رسوم دہلی	عہ
تسخیر شوہر	۱۲
مہر افروز بیگم	۱۰
دلشاد ہادی النساء	عہ
لغات النساء	للعہ
علم اللسان	۸

مرزا حیرت دہلوی

فیضان رسول جلد	ر
کرامات غوثیہ جلد	ر
قصہ حاجی بابا اصفہانی	عہ
روزالیمبر کامل	ر
الف لیلہ نیا زاد	ر
الف لیلہ شہزاد	ر

مولانا حالی مرحوم

حیات جاوید جلد	عہ
یادگار غالب	ر
حیات سعدی	عہ
دیوان حالی	عہ
مقدمہ شعر و شاعری	عہ
مسدس حالی	عہ ۱۰
جواہرات حالی	عہ
بیوہ کی مناجات	۱۲

مولانا شہری مرحوم

سیاحت یمن	عہ
الیشائی شاعری	عہ
نورجہان بیگم	۸
ٹیپو سلطان	ر
حیدر علی سلطان	عہ
اردو کی ڈالی	۳
اردو کا گلدستہ	۴

مولانا اسلام جیراجپوری

دیوان حافظ	عہ
حیات جامی	۸
علوم عرب	عہ
خواتین	عہ

مولانا نذیر احمد مرحوم

ترجمہ القرآن المقابل	ر
حامل بشارتین مترجم	ر
مطالب القرآن	عہ
الحقوق والفرائض	ر
اجتہاد	عہ
سیاست الحکمۃ	عہ
رویائے صادقہ	عہ
موعظۃ حسنہ	عہ
ابن الوقت	عہ
ایامیٰ	عہ
فسانہ مبتلا	عہ
مرآۃ العروس	۱۰
بنات النعش	۸
توبۃ النصوح	۹
منتخب الحکایات	۶
چند پند	۶
مجموعہ نظم بنظیر	عہ
مکمل مجموعہ لکچر ۲ جلد	عہ

مولوی حبیب الرحمن خان شروانی

سیرۃ الصدیق	عہ
علمای سلف	عہ
اسلامی اخلاق	۸

مولانا شبلی مرحوم

سیرۃ النبی جلد اول مجلد بغیر	عہ
جلد دوم مجلد	ع
آغاز اسلام	۸
الفاروق	۱۲
سیرۃ النعمان	عہ
الغزالی	عہ
المامون	عہ
تاریخ مولانا روم	ع
مسلمانان ہند	عہ
مضامین عبدالحلیم	عہ
رسائل شبلی	عہ
مقالات شبلی	۱۲
شعر العجم جلد اول	۱۲
" جلد دوم	عہ
" جلد سوم	عہ
" جلد چہارم	عہ
" جلد پنجم	عہ
مجموعہ کلام شبلی اردو	۱۲
کلیات فارسی	عہ
اسلامی حکومت	۱۲
اسلامی مدارس	۱۲
مقتوسی ترجمہ اسید	۱۲

مولانا ذکاء اللہ مرحوم

تاریخ ہندوستان جلد	۸
تاریخ عہد گنشیہ	ر
آئین قیصری	عہ
اکزن نامہ	عہ
صحیفہ فطرت	عہ
محاربات عظیم	۸
تعلیم الانتظام	۸
فلسفہ اشکال	عہ
اہل کلا بجز مقابلہ	۱۲
سوال و جواب	۱۲

مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی

الانسان	عہ
الات لال	ر
حکمت عملی	ر
تسہیل البلاغت	ر
تمنائے دہ	۱۰

مولوی نذیر احمد ڈپٹی کلکٹر

سنہ ۲۳-۱۹۲۲ء کی جدید کتابیں

کروشیا اُردو زبان مین کروشیا سے مختلف اقسام کی زنانہ دست کاری کے نمونے بنانے پر بہترین تصنیف ہے اس سے قبل ریحانہ بیگم صاحبہ اقبال (دام اقبالہا) کی زیر سرپرستی اس فن پر "نقاشی" کے نام سے دو حصص مین ایک کتاب تیار ہو چکی ہے مگر انگریزی الفاظ کی بے جا بہتات نے اسے مقبول نہ ہونے دیا مؤلفہ یعقوبی بیگم صاحبہ نے اس غلطی کو محسوس کرکے عام فہم سلیس اُردو مین ابتدائی رسالہ لکھا ہے۔ انگریزی الفاظ کا تا الامکان بالکل ورترجمہ کیا ہے یہانتک کہ معمولی اُردو پڑھی لکھی بہنین بھی بآسانی سمجھ سکتی ہین قیمت عہ/۱۲

ہندوستانی جاسوس یہ ایک عربی ناول "اسرار نقرہ" کا اُردو ترجمہ ہے جسمین مشہور باغی اسلام ہندوستانی جاسوس مصطفےٰ نصیر (مراد آبادی) کے پوست کندہ حالات اُسکی خفیہ پیشہ روانیان اور بطل حریت غازی اعظم حضرت مصطفےٰ کمال پاشا ادام اللہ اجلالہ کے قتل کی سازشین ہین جاسوس مذکور کے پراسرار حالات زندگی کے ہمراہ اسکی ہوسناکیان کی صریح دستی اور اسنے عاشق کے تمام سربستہ رازون کا مردانہ وار انکشاف اسکی گرفتاری و قتل کی مفصل روداد ہے قیمت ۱۱/

طلوع الاسلام سر ڈاکٹر اقبال کے نام نامی سے کون علم دوست ہے جو ناواقف ہے ڈاکٹر صاحب موصوف نے حسب معمول انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ مین اپنے نو تصنیف مسدس "طلوع الاسلام" سے ارباب ذوق کے کانون کو لذت آشنا کیا ہے۔ وہی مسدس اب کتابی صورت مین شائقین ادب کی خدمت مین پیش کیا گیا ہے قیمت ۴/

احرار اسلام جناب عتیقی نے احرار ترکون کے حالات زندگی جمع کیے ہین اور ہمسے پوچھو ہمین ترکون سے محبت کیون ہے" کہ عملی تشریح اُن کے سوانح پیش کرکے کی ہے قیمت عہ

مشرقی ترکستان محمد اعظم صاحب فہمی نے سر اوریل آسٹن کے مشرقی ترکستان کے سفرنامہ کا اردو ترجمہ کیا ہے جو وسط ایشیا کے مناظر کا دلفریب مرقع ہونیکے علاوہ آثار قدیمہ کے تحقیق و انکشاف کے دلچسپ حالات سے مالا مال ہے قیمت ۶/

درس عمل مولانا نحوی کے دلگداز و رنگین کلام کے ارباب ادب و ذوق معترف ہین۔ درس عمل مولانا کی چند منتخب و پُرجوش قومی نظمون کا مجموعہ ہے قیمت ۴/

بابل کے بچے اس دلچسپ کتاب مین سائنس کی تعلیم بچون کو دینے کے لیے پروفیسر فیروزالدین مراد نے ننھی ننھی بوندون کی ایک بچہ سے گفتگو دکھائی ہے اور اسے بتایا ہے کہ بارش کس طرح ہوتی ہے اُوس کس طرح پڑتی ہے۔ اولے کیسے گرتے ہین وغیرہ۔ قیمت عہ/

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ ۱۹۲۲ء کی کافوری خبتری نہایت خوبصورت چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ لکھ کر بھیجدیجئے۔ مذکورہ بالا خبتری آپ کی خدمت میں روانہ کر دی جائے گی۔

خاص ڈاکٹر ایس کے برمن کے کیمیا خانہ کا تیار کردہ کیشراج تیل

فائدہ اور خوشبو کے لحاظ سے یہ ایک ہی تیل ہے

آج کل سیکڑوں قسم کے خوشبودار تیل بازاروں میں بکتے ہیں جو ظاہری چمک اور خوشبو میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھکر ہوتے ہیں۔ مگر ان تیلوں میں ڈائرٹ آئل عموماً جز ہوتا ہے۔ جو بجائے فائدہ کے دماغ اور بالوں کو سخت نقصان پہنچاتا ہے ایسے تیلوں کے چند روزہ استعمال سے بال بیوقت سفید ہو جاتے ہیں۔ آنکھ اور دماغ سے خاص تعلق ہے اس لیے ایسے تیل دماغ میں گرمی پہنچا کر آنکھ کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج کل کے نوجوانوں کو بیوقت چشمہ کی ضرورت ہو جاتی ہے۔ ان سب خرابیوں کو مدنظر رکھ کر کیشراج تیل کی تیاری میں خوشبو سے زیادہ فائدہ کا خیال رکھا گیا ہے۔ اس کے لگانے سے جڑیں مضبوط اور بال مثل بھونرے سیاہ اور گھونگھر والے ہو جاتے ہیں۔ یہ دماغ کو ٹھنڈک اور دل کو فرحت پہنچاتا ہے۔ قیمت فی شیشی عہ محصول ڈاک

ہیلک

یہ ہر قسم کے گھاؤ۔ درد۔ ہاتھ۔ موچ۔ گلٹی۔ جھائی۔ مہاسہ۔ چکتہ۔ ہاتھ پیروں کا پھٹنا۔ دکھاپن بواسیر۔ آگ سے جلے ہوئے گھاؤ۔ جلن چوٹ کی وجہ سے درد یا خون کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے لیے حکمی دوا ہے۔ چوہے۔ بلی۔ کڑمی۔ بر۔ بچھو وغیرہ کی کاٹی ہوئی جگہ سے زہر دور کرنے کے لیے ہیلک ایک شرطیہ دوا ہے۔ فٹ بال۔ کرکیٹ جمناسٹک کے کھلاڑیوں کے لیے ہیلک روزانہ استعمال کی چیز ہے اس کے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں ہوتی۔ فی زمانہ اس قسم کی تمام دوائیوں کے تجربہ کرنے پر ہیلک سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے۔ ہر گھر گرہست کو ہیلک کی ایک ڈبیہ ضرور رکھنا چاہیئے قیمت فی ڈبیہ ۱؎ محصول ڈاک ۱/۶

ایجنٹ۔ ڈاکٹر گنگا رام۔ جیتلی۔ چوک لکھنؤ۔

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن نمبر ۱ تاراچند دت اسٹریٹ۔ کلکتہ

الناظر

نمبر ۱۴۳ جلد ۲۴ ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء

فیہ ما فیہ

(اثر : "چلبی")

ماہ فروری مین جامعہ ملیہ اسلامیہ کا سالانہ جلسہ عطائے اسناد بڑی دھوم دھام سے علی گڈھ مین منعقد ہوا، اکابر قوم جمع ہوے منصوبہ بندھے، تقریرین ہوئین، زبانین حرکت مین آئین، آنکھون نے نئی نئی صورتین دیکھین، کانون نے نئی نئی باتین سنین۔ لیکن سب سے زیادہ اہمیت ڈاکٹر رے کے خطبۂ صدارت کے نصیب مین آئی۔ ڈاکٹر پرفلا چندر رے، بنگال کے نامور سائنس دان، ومحب وطن ہین علمی خدمات کی داد یورپ نے دی ہے، وطنی خدمات کے نمونہ اہل ملک نے دیکھے ہین۔ انھین ڈاکٹر رے نے ایک مبسوط خطبۂ انگریزی زبان مین طلبہ واساتذۂ جامعہ کے روبرو ارشاد فرمایا، جو متعدد مباحث پر شامل تھا، مثلاً یونیورسٹی کا نصب العین، قومی تعلیم کا مفہوم، اخلاق، عصبیت، وغیرہ۔ لیکن جزو اعظم علوم اسلام کی وسعت وعظمت اور علماء اسلام کی منقبت سرائی کے لیے وقف تھا۔ "قوم" کو یہ داستان اسقدر دلچسپ وخوشگوار معلوم ہوئی کہ انگریزی واردو کے تقریباً ہر بڑے چھوٹے اخبار نے اس خطبہ کو تمام وکمال اپنے صفحات پر شایع کیا، اور سارا ملک اسکی مدح وستایش سے گونج اٹھا۔

قوم سے زیادہ یہ نغمۂ شیرین اکابر قوم کو دلکش معلوم ہوا، چنانچہ جامعہ کے ارباب حل وعقد نے شاید

ندرت بیان، جامعیت مباحث، دتحقیق مسائل کی بنا پر خطبہ مذکور کو اس درجہ اہم سمجھا ہو کہ ملک کی مختلف زبانون مین اس کا ترجمہ شایع کرانے کا فیصلہ صادر فرما دیا ہو، اور اس وقت تک غالباً اس حکم کی تعمیل بھی ہو گئی ہو۔ جامعہ کے آرگن جامعہ نے اسکی اہمیت کا خاص طور پر اعتراف کیا، اور اسکے طویل اقتباسات اپنے ایڈیٹوریل مین شایع کیے۔ ڈاکٹر رے کی خدمات ملک وقوم کی بنا پر انکی عزت ہر قلب مین موجود ہو، اور ان کی یہ مقبولیت یقیناً ہمارے لیے باعث مسرت ہو سکتی تھی، لیکن انکے خطبہ کے غایر مطالعہ کے بعد جب اس انبار تحسین و آفرین پر نظر جاتی ہو، تو بیساختہ زبان سے نکل جاتا ہو کہ

کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا!

حقیقت یہ ہو کہ تحسین و آفرین تو الگ رہی، خطبہ بہ حیثیت مجموعی کسی طرح بھی صدر جلسہ جامعہ اسلامیہ کے لایق و شایان نہ تھا، اور اگر پڑھا ہی جا چکا تھا، تو اسکا استقبال اہل ایمان کی جانب سے صرف تعریض و ملامت، انکار و تردید کی صورت مین ممکن تھا۔ خطبہ کی زبان تمامتر ایک مغربی سائنٹسٹ کی زبان ہو اسکے مضامین سرتاپا ایسے دماغ سے نکلے ہوے ہین جسکا نشو و نما "عقلیت" و "روشن خیالی" کی فضا مین ہوا ہو، اسکی روح یکسر ذوق ایمانی و حلاوت روحانی سے معرّی ہو۔ اس قسم کے خطبات ارشاد کرنے والے حضرات مستشرقین یورپ کی جماعت مین بکثرت مل سکتے تھے، بلکہ ہندوستان مین بھی اس دماغ کے غیر ملکی بزرگون کا قحط نہین خدا ہی کو معلوم ہو کہ ڈاکٹر رے کا انتخاب کس بنیاد پر کیا گیا تھا اور ان سے کیا کیا توقعات قائم کی گئین تھین،

سارے خطبہ پر تفصیلی تبصرہ کرنے کی نہ ان صفحات مین گنجائش ہو، اور نہ اس سے کسی خاص مفید نتیجہ پیدا ہونے کی توقع ہو۔ صرف چند اجمالی اشارات کافی ہونگے۔ صرف ایک عنوان پر کسی قدر تفصیل سے گزارش کی جاے گی۔

جامعہ اسلامیہ۔ ہان وہ جامعہ جسکا سنگ بنیاد محمد علی کے نور ایمان نے رکھا، اور جسکا افتتاح محمود الحسن کے دست حق پرست سے ہوا ——— کا یہ فاضل صدر نشین اپنے کلام کا آغاز جس موضوع سے کرتا ہو وہ نہ خداوند قدوس و تعالی کی حمد اور نہ اسکے سچے اور آخری رسول کی نعت ہو، بلکہ اپنے اُن "دیوتاؤن" کی

تحمید و تقدیس سے جنکے آگے ہر ملعون قوم کی گردن طاعت خم رہتی ہے یعنی "علم" "تعلیم" "روشن خیالی" "حریت عقلی" وغیر ذلک من الہفوات والخرافات۔ کے خطبہ کے پہلے بند (پیراگراف) کا اختتام اس فقرہ پر ہوتا ہے:-

"ہندوستان کی نجات تعلیم پر موقوف ہے"

دوسرا بند اس امر کی تشریح سے لبریز ہے کہ عصبیت مذہبی کے نام سے یہ روشن خیال محقق لرزہ براندام ہوجاتا ہے اور اُسکے قلب بیگانہ ایمان میں ہیجان و اضطراب پیدا کرنے کے لیے جوش دینی و حمیت ملی کے الفاظ بالکل کافی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:-

"میں اعتراف کرتا ہوں کہ مخصص القوم والملت درسگاہیں مجھے پسند نہیں اور میں اس اندیشہ سے لرزتا رہتا ہوں کہ جیسا بالعموم ہوتا رہتا ہے کہیں یہ درسگاہیں تعصب و عدم رواداری کے مرکز نہ بن جائیں ....."

بے تعصبی، آزاد خیالی، و رواداری کی مزید مدح و ثنا کے بعد بند کا خاتمہ اس دعا پر نہیں (اس لیے کہ دعا کا مدعو کوئی معبود باطل نہیں ہوسکتا) بلکہ اس خواہش نفس پر ہوتا ہے کہ

"کاش یہ درسگاہ عصبیت مذہبی کی تنگنائے سے ہمیشہ محفوظ رہے، اور مذہبی تقشف اور جاہلانہ جوشمندی کی تنگ گڑھیا کبھی نہ بننے پائے"

اگلے دو بندوں میں جامعہ کی "آزاد مشربی" "وسیع الخیالی" و "عدم تقشف" پر اعتماد ظاہر کیا گیا ہے۔ قدیم علی گڈھ کالج کی روایات "روشن خیالی" "عقل نوازی" و "حریت دوستی" کو سراہا گیا ہے اور یہ امید ظاہر کی گئی ہے کہ جامعہ اسلامیہ ان روایات عظمیٰ کو برقرار رکھیگی بلکہ ان میں ترقی کا باعث ہوگی اس کے بعد جامعہ کے نصب العین پر گفتگو ہے، اور یہ نصب العین صرف ایک شے یعنی آزادی کو بتایا گیا ہے آزادی کامل۔ اور آزادی مطلق۔ اس مقام پر پہنچکر یہ محقق علوم جدیدہ و مکتشف خواص مادہ، ایک بلند بانگ خطیب بنجاتا ہے، اور اُسکی طلاقت لسانی کے چشمہ اپنی پوری قوت کے ساتھ اُبل پڑتے ہیں۔ ذیل کے جواہر ریزے ملاحظہ ہوں:

"اس آزادی سے ہماری مراد اسکے محدود معنی میں تعلیمی آزادی یا انتظامی آزادی نہیں بلکہ اُسکے انتہائی وسیع معنی مراد ہیں۔ اس سے مراد آزادی نفس سے ہے خیال آزاد ہو، عقل حاکم مطلق ہو،

دماغ غیر مقید ہو یعنی وہ حاصل ہو، جو تاریخ تمدن انسانی کا روشن ترین کارنامہ اور اہم ترین ثمرہ ہے
منقولات، اخبار، آثار و نظایر، و معتقدات، ان سب پر عقل و استدلال کی جرح ہونی چاہیئے، اور جو شے
ناقص نکلے، غیر مستدل ثابت ہو، غیر معقول نظر آئے، سب کو ترک و انکار کے ردی دان مین
ڈال دینا چاہیئے"

یہ کہنا اس فاضل عقل پرست سے شاید رہ گیا، کہ اس "ردی دان" مین اُن تصانیف کو بھی بلا تامل جھونک دینا چاہیے جن مین عقلیت کو لعنت سے تعبیر کیا گیا ہے، اور جن کا ایک ایک لفظ عقل کی جگہ نقل، استدلال کی جگہ ایمان اور قیل و قال کی جگہ ذوق و حال کو زندہ کرنا چاہتا ہے، مثلاً اقبال کی نظمیں، اور خود جوہر کی بعض غزلین اور بعض نثرین۔

ہادیت کا یہ پرستار، اور دولت ایمان سے تہی مایہ ضال و مضل مقرر، آگے چلکر ایک ایسی جسارت کے ساتھ جو صرف عذر جہل کی بنا پر قابل عفو ہو سکتی ہے "قومی تعلیم" کی تشریح ان الفاظ مین کرتا ہے:-

"لفظ قومی کا استعمال جہان تک ممکن ہو احتیاط کے ساتھ کرنا چاہیے، مگر بدقسمتی سے ایسا نہین ہوتا، ہندوؤن کی ایک اثر جماعت اسے ویدون یا کم از کم رامائن و مہابھارت کے شاندار زمانہ کے عہد کے اعادہ کے مرادف سمجھتی ہے، اور مسلمانون کو یہ لفظ قرون اولیٰ کی یاد دلاتا ہے کسی متوسط درجہ کے تعلیم یافتہ ہندو یا مسلمان سے دریافت کیجیے، کہ قومی کے کیا معنی سمجھتے ہو تو جواب مین پریشان خیالات اور بے معنی گفتگو سننا پڑے گی۔ مگر یہ قدامت پرستی، یہ محدود قومیت، یہ عہد ماضی کا عشق ہمارے مرض کا علاج نہین۔ . . . . . ہماری ترقی دنیا سے بے تعلقی مین نہین بلکہ موجودہ ترقی پذیر دنیا کے ساتھ عملی تعلقات مین مضمر ہے"

ڈاکٹر رے اور اُسکے ساتھ کے تمام عالم نما جاہلون اور عاقل نما نافہمون کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانون کے لیے قرون اولیٰ ہی خیر القرون ہے، اور وہ اپنی دینی و دنیاوی ظاہری و باطنی، جسمانی و روحانی، ہر قسم کی بہبود و فلاح، عروج و ترقی کمال و ارتقا، کا راز آگے بڑھنے مین نہین، پیچھے ہٹنے مین جو یونیورسٹیون اور کالجون مین نہین، رگستان عرب کے ذرون مین، علم و عقل مین نہین عشق و نقل مین، بیسوین صدی کے یورپ سے تعلقات پیدا کرنے مین نہین، پہلی صدی ہجری کے خاک نشینان حرم سے رشتہ جوڑنے مین مضمر سمجھتے ہین، اور یہ کسی

عقلی وہم و استدلال کی بنیاد پر نہیں، جو ابھی قائم ہوتا ہو اور ابھی تار تار ہو جاتا ہو، بلکہ علی وجہ البصیرۃ

هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف ۱۲)

میرا طریق تو یہی ہو کہ میں سب کو خدا کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے پیرو سب راہ بصیرت پر ہیں۔

قاصر النظر کیمیا دان، اُسے ناممکن سمجھتا ہو کہ "کوئی چشمہ اپنے منبع کو واپس لایا جا سکے" لیکن ہر اہل بصیرت، ہر صاحب ایمان کے سامنے یہ صورت ممکن ہی نہیں ہر وقت واقع ہوتی رہتی ہو، یہ ایک حقیقت مرئی ہو، جسکا مشاہدہ ہر لحظہ و ہر آن ہوتا رہتا ہو، البتہ اُسکے مشاہدہ کے لیے آنکھیں ہونا شرط ہو آفتاب کا مشاہدہ اگر بعض اصناف حیوانات نہ کر سکیں، تو منکر آفتاب کا نہیں، جن صاحبان بصیرت کے سامنے کائنات کا ذرہ ذرہ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ، اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اور اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ کا منظر ہر ساعت پیش کر رہا ہو اُن سے یہ کہنا کہ چشمہ کی واپسی منبع کی جانب محال ہو، اپنی مضحکہ خیز بے بصری کا ثبوت دینا ہو، محال و ممکن کی بحث کیسی، واللہ ثم باللہ ظاہر موجودات نام ہی اسی دائمی رجعت اسی غیر منقطع آمد و شد کا ہو ؎

از سخن صورت بزاد و باز مُرد	موج خود را باز اندر بحر بُرد
صورت از بے صورتی آمد بروں	باز شد اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ
پس ز ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست	مصطفٰے فرمود دنیا ساعتے ست
ہر نفس نو می شود دنیا و ما	بے خبر از نو شدن اندر بقا

آپ اگر روز روشن میں آفتاب کو نہیں دیکھ سکتے، تو بہتر ہو گا کہ بجائے اِس کے وجود سے منکر ہونے کے اپنی بے بصری پر ماتم کیجیے۔

خطبہ کا بڑا حصہ "حکمائے اسلام" کی عقل دوستی و علم نوازی پر مشتمل ہو۔ بغداد و قرطبہ کے مدارس کو حسرت کے ساتھ یاد کیا گیا ہو۔ بغداد کے عباسی اور اندلس کے اُموی فرمان رواؤں کی علمی فیاضیوں کی داستان دُہرائی گئی ہو، اور ابن سینا، ابن رشد، ابن بیطار، بیرونی، ابن ہیثم وغیرہ کے کمالات کی دل کھول کر داد دی گئی ہو۔ یہ مضمون اگرچہ مسلمانوں کے لیے اب پامال ہو چکا ہو، اور یورپ میں گبن، ڈریپر اور ہندوستان میں مولانا شبلی و سید امیر علی وغیرہم اسے بار بار اور تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں، پھر بھی استخوان فروشی و اسلاف پرستی کے

جذبات کا بھلا ہو، کہ قوم کے لیے یہ صد ہا مرتبہ کی سنی ہوئی کہانی اب بھی بے مزہ نہیں ہوئی ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب اور اُن کے تمام ہم مشربوں کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ اسلام میں "علم و فضل" (بہ اصطلاح مغرب) استدلال و تعقلیت اور فلکیات و عنصریات کی تحقیق مسایل کا مطلق کوئی درجہ نہیں۔ اسلام کی فضا، کائنات عقل (Intellectual Plane) سے کہیں ماورا ہے۔ اسلام میں جو کچھ عزت و وقعت ہے وہ اُن افعال و اعمال کی ہے، جن کا تعلق کائنات قلب (moral plane) سے ہے، یعنی ایمان و تقویٰ۔ اس کے رب العزت کے دربار میں عزت و تکریم کی نظر سے صرف وہی ہستیاں دیکھی جاتی ہیں جو صاحب تقویٰ ہوتی ہیں۔ اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات ع ۲) | منطق آرائی و فلسفہ تراشی کا اس عالم میں گذر نہیں

مسلم و مومن کے لیے قابل تقلید زندگی فلاطون و ارسطو، ابن رشد و ابن سینا کی نہیں، صدیق اکبرؓ و علی مرتضیٰؓ، ابوذر غفاریؓ و بلال حبشیؓ کی ہے

سرورِ عالم شہ دنیا و دیں — سوئے مومن راشفا گفت اے حزیں[2]
سوئے رسطالیس و سوئے بوعلی[4] — کے شفا گفتہ نبی[3] منجلی[5]
دل منور کن بہ انوارِ جلی — چند باشی کاسہ لیس بوعلے
چند چند از حکمتِ یونانیاں — حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں
علم رسمی بسرقیل[1] ست و قال — نے از و کیفیتے حاصل نہ حال
علم بود غیر علم عاشقی — ما بقی تلبیس ابلیس شقی

اس سے بھی بڑھ کر ہر کلمہ گو کے سامنے تقلید کامل کے اُس شخص کی زندگی کا نمونہ موجود ہے، جو دنیا کا سب سے بڑا عالم تھا، لیکن "علوم و فنون" کی کتابوں کا حرف شناس تک نہ تھا، دُنیا کا سب سے بڑا حکیم تھا، لیکن مدرسۂ "عقلیات و ادبیات" کا بھدخوان بھی نہ تھا، دنیا کا سب سے بڑا معلم تھا، لیکن عنصریات و فلکیات، ریاضیات و ارضیات کے ہر موجودہ معیار کے لحاظ سے امی محض تھا"

---

[1] سورا بالضم و اسروف پس خوردہ [2] حزیں، دانا [3] ارسطاطالیس، ارسطو [4] بوعلی سینا [5] روشن کنندہ

یہ بالکل سچ ہے کہ علم و تعلیم کے فضائل احادیث نبوی اور کلام ربانی میں بہ کثرت وارد ہوئے ہیں۔ لیکن یہ بھی اُسی قدر سچ ہے کہ اس علم کو ہمارے مروجہ علم و فن سے بجز اشتراک اسم کے کسی قسم کی کوئی مناسبت نہیں۔ وہ علم مبارک جسے انبیاء کرام علیہ السلام کا وصف امتیازی ارشاد کیا گیا ہے،

وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا (انبیاء - ۶)

وہ علم مقدس جس کے مزید حصول و طلب کی توفیق چاہنے کا سرور عالم کو خاص طور پر حکم دیا گیا،

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طٰہٰ - ۷)

وہ علم شریعت جس کا عطف لفظی و اتحاد معنوی برکت ایمان کے ساتھ وارد ہوا ہے،

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ (روم - ۶)

وہ علم جو تمام و کمال صرف ذات باری ہی کو حاصل ہے، جس کی تھاہ کوئی نبی نہ پا سکتا، اور جو اپنے درجہ کمال میں حضرت رب الارباب کے ساتھ مخصوص ہے۔

وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (طٰہٰ - ۵)
وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا (طٰہٰ - ۶)
إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ (احقاف - ۲)

اس "علم" سے بعد المشرقین رکھتا ہے جو تشکک و ارتیاب، مادیت و عقلیت کی گمراہی کی جانب بلاتا ہے، جو ایمان و یقین کو مُردہ کرتا ہے، جسکی ترقی نظام سرمایہ داری کے سایۂ عاطفت میں ہوتی ہے، جسکی اشاعت و ترویج قلوب میں رشک و حسد، نیتوں میں کھوٹ، اور طبائع میں خود غرضی و نفس پرستی پیدا کرکے رہتی ہے، جسکے اساتذہ اپنا بہترین کارنامہ شقاوت و شہوت رانی، درندگی و بہیمیت کے نت نئے آلات و وسائل کی ایجاد سمجھتے ہوں، اور جسمیں انہماک و توغل کا انجام جنگ و خون ریزی، قتل و خودکشی پر آکر ہوتا ہے!

یہ علم، جو اسلام کا حقیقی نصب العین ہے، کتبخانوں کی سیر کرنے، لیبوریٹریز (تجربہ گاہوں) میں وقت صرف کرنے، اور علماء سے بحث و مباحثہ کرنے سے نہیں حاصل ہوتا، اس علم کا سب سے بڑا عالم ایک "امی" تھا جو

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ (جمعہ - ۱)

ایک اُمی قوم میں مبعوث ہوا، اور جسکی اُمیت اسکے لیے باعث ننگ نہیں باعث فخر تھی، اور جسکا

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ (اعراف - ۱۹۰)

اتباع دنیا پر فرض کر دیا گیا ہے، اس کا پیام یہ تھا

فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ (اعراف - ۲۰)

کہ تزکیۂ نفس کرو" - یہ نہ تھا کہ فرعون کا مقبرہ کھودو، کمزور اقوام کو محکوم بناؤ، اور ہوائی جہاز تیار کرنے کی فکر میں لگے رہو۔

اس علم کے متعلم ڈاکٹر ہے کے سے خطا کا زگنہگار عاجز و بے بس بندے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ نعمت براہ راست

وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا (کہف - ع ۹)

وہاں سے نازل ہوتی ہے، جو تمام علوم کا سرچشمہ اور تمام اساتذہ کا استاد ہے۔

یہ منزل کتب عشرہ کا نصاب پورا کرنے، یا تجربات معینہ کی تکمیل سے طے نہیں ہوتی،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (بقر - ۳۹)

اس کا راستہ اقلیم تقوی میں ہو کر ہے۔ ادھر تقوی کے صیقل نے قلب بشری کا زنگ دور کیا، اور اُدھر معارف حقایق بے نقاب نظر آنے لگے۔ کسقدر صحیح کہا ہے اکبر الہ آبادی نے ؎

چشم خرد سے عار تھا حسن جنوں پسند کو
عقل نے آنکھ بند کی، اُس نے حجاب اُٹھا دیا

اس علم کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے علماء کے قلوب طمع دنیوی، خواہش تفوق

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر - ۴)

و سابقت سے نہیں، بلکہ خشیت الٰہی سے پُر ہوتے ہیں۔

یہ حکمت، انکار، و استکبار، خودی و خود بینی کی جانب نہیں بلکہ احساس عبدیت، اعتراف

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ (لقمن - ۲)

عجز، اور مزید عبادت و شکر گذاری خالق کی جانب لے جاتی ہے،

اس علم کے راسخین (Advanced Students) کی شناخت

وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (آل عمران - ۱)

یہ ہوتی ہے، کہ اُن کا عقیدۂ توحید مستحکم اور ایمان کامل و غیر متزلزل، شک و ارتیاب سے ماورا ہوتا ہے۔

اِس علم اور عام دینوی علوم کے درمیان بہترین فارق یہ ہی کہ آخر الذکر ہمیشہ قلب انسانی کو ظن و تخمین، تردد و اضطراب سوال و جواب، رد و قدح، بے اطمینانی و ارتیاب کے گرداب مین مبتلا رکھتے ہین، بہ خلاف اِسکے یہ علم طبیعت مین یکسوئی، قلب مین اطمینان اور دل مین شانتی پیدا کرتا رہتا ہی۔

مالھم بہ من علم الا اتباع الظن (نساء - ۲۲)
ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون
قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون

یہ علم وہ ہی، جس کا سایہ بھی ابن رُشد و ابن سینا، ابن ہیثم و ابن بیطار پر نہین پڑنے پایا، یہ علم وہ ہی جو دنیا کی اُن خوش نصیب ہستیون کی قسمت مین آیا، جن کے نام عالم ناسوت مین ابراہیمؑ و موسیٰؑ و داؤدؑ و سلیمانؑ و لوطؑ و یوسفؑ، ابوبکر صدیقؓ و علی مرتضیٰؓ و عائشہ صدیقہؓ و فاطمہ زہراؓ ہین، یہ وہ علم وہ ہی جسکی سب سے بڑی دولت اس افضل البشرؐ کے حصہ مین آئی جسکے گنج سعادت پر علماء عالم تکین تعلم کی مُہر لگی ہوئی ہی اگر ڈاکٹر رے اِس علم کی جانب ہمین دعوت دے رہے ہین، تو حاشا و کلا ہمارے اُن کے کوئی جنگ نہین ہی

بیا کہ ما سپر انداختیم گر جنگ است

ہمارا سر اطاعت، بھی اُن کے ارشاد کے آگے خم ہوتا ہی لیکن اگر اسکے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم علم و تعلیم کا اُن کے ذہن مین ہی، تو ہمارے اُن کے جنگ قایم ہی، اور قایم رہیگی، جب تک کہ دنیا مین حق و باطل نور و ظلمت تریاق و زہر، ہدایت و ضلالت کی تفریق قائم ہی

تصریحات قرآن اور پر گذر چکین، یہی حال اُن تمام احادیث نبوی کا ہی، جن مین فضایل علم و علما وارد ہوے ہین۔ بعض احادیث مین "علم دین" اور "علم برائے خدمت اسلام" کی تصریح موجود ہی، اور جہان کہین تصریح نہین موجود ہی، یہ بالکل بدیہی ہی کہ وہان بھی مقصود اسی علم سے ہی جسکی ترویج انبیاء علیہم السلام کرتے رہے ہین۔ اِن آیات و احادیث کے صاف و صریح معانی کو چھوڑ کر اُنھین علوم مروجہ کی تائید مین پیش کرنا بالکل اُسی درجہ کی دانشمندی ہی کہ اقبال کی اسرار خودی کو اس امر کے ثبوت مین پیش کیا جائے کہ وہ قوم کو خودی، بمعنی اردو مین کبر و خود نمائی کی تعلیم دے رہے ہین!! اس قسم کا دعوی اگر نادانستگی و ناواقفیت کی بنا پر ہو تو ترس

دہمدردی کے قابل ہی، اور اگر اسکی بنیاد ادعاء عالمانہ پر ہی، تو اس قابل ہی کہ اس کا استقبال تحقیر و تسخر سے کیا جاے، ڈاکٹر سے بیچارہ تو حقیقت اسلام الگ ہی، روایات اسلام تک سے بیگانہ ہی اس پر چنداں الزام بھی نہین۔ اصل شکوہ جامعہ کے کارکنون سے ہی، جنھون نے اس تلقین شیطانی کو نہ صرف سکوت تحمل کے ساتھ سنا بلکہ اُس کی ترویج و اشاعت مین انتہائی سعی کر رہے ہین، اور اُن کا ماہوار آرگن اسکی مدح و تحسین مین رطب اللسان ہو رہا ہی ؎

رونا یہ ہی کہ آپ بھی ہنستے تھے ورنہ یان
طعن رقیب دل پہ کچھ ایسا گران نہ تھا

مرشد رومیؒ سے بڑھ کر تعلیم اسلام کا شارح اور کون ہو سکتا ہی، علم حقیقی و قلم رسمی دونون کے مقصد غایت و طریق حصول کے امتیازات اپنی مخصوص ملہمانہ زبان مین بیان فرماتے ہین ؎

علمہاے اہل دل حمال شان — علمہاے اہل تن احمال شان
علم را بر دل زنی یارے بود — علم را بر تن زنی مارے بود
ہین بکش بہر ہوا این بار علم — تا شوی راکب تو بر رہوار علم
ہین بکش بہر خدا این بار علم — تا بہ بینی در درون انوار علم
خویش را صافی کن از اوصاف خود — تا بہ بینی ذات پاک صاف خود
بینی اندر دل علوم انبیا — بے کتاب و بے معید و اوستا
نے صحیحین و احادیث و رواۃ — بلکہ اندر شرب آب حیات

فطرت بشری کی ستم ظریفیان بعض دفعہ غضب کی ہوتی ہین، اور تماشا گر اور تماشائیون دونون کو بجاے خود ایک تماشا بنا دیتی ہین۔ چنانچہ حال مین اودھ کے ایک نامور بیرسٹر صاحب جو ماشاء اللہ تمدن جدید و معاشرت مغربی کے شیدائیون کی صف اول مین ہین، اور جن کے تعلقات محبت و وفاکیشی سرکار انگریزی کے ساتھ ہر قسم کے شک و شبہ سے ارفع ہین اپنے کمسن صاحبزادہ کو "ارض مقدس" برطانیہ کی کسی تعلیم گاہ مین داخل کرانے کی غرض سے عازم ولایت ہوے مگر جہاز پر قدم رکھنا تھا کہ دفعۃً انشراح صدر اس تیزی سے

ہوا کہ شاید اب تک کسی اہل اللہ کے حصہ میں نہ آیا ہو۔ چشم زدن میں مراتب سلوک و عرفان طے ہو گئے اور نیشن نوازیٔ دنادار سرکار برطانیہ "یک بیک ایک صوفی و عارف کامل کی شکل میں تبدیل ہو گیا،

آیات کمال کا ظہور اول اُس صحیفہ نگاری سے ہوتا ہے جو جہاز کے روانہ ہوتے ہی انگریزی زبان میں صاحبزادی کے نام سے غرض تسکین و تشفی صادر ہوا ہے اور جسکا اردو ترجمہ چند روز ہوئے لکھنؤ کے اسلامی روزنامہ نے شاید تبرکاً اپنے خاص کالموں میں شایع فرمایا ہے۔ سلک مسلسل کے چند جواہر پارے ملاحظہ ہوں:-

"جب عارضی جُدائی کا انسان احساس کرتا ہے تو اُس آخری یوم مفارقت کا تو کیا ہی کہنا جو ایک نہ ایک دن ہم سب کو پیش آنے والا ہے" میں نے تم سب لڑکیوں کی پرورش اُس اخلاقی آئین پر کی ہے جسکو اتقا، (خداترسی) کہتے ہیں مگر یاد رہے تقرب الٰہی صرف مصیبتوں کے وقت میسر آتا ہے" خدا شاہد ہے کہ میرا منشا ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا اس کنبہ کو بہ لحاظ تعلیم ایسے اوصاف حمیدہ سے آراستہ کرے کہ وہ اسلام کی عزت و وقار کی حفاظت کر سکے، کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور بہ حالت اسلام ہی داعی اجل کو لبیک کہیں گے۔

سُنتے ہیں کہ لکھنؤ والوں کو لکھنؤ کے نکتہ سنجان حقیقت نے جو شیخ موصوف کے ذاتی حالات و معاشرت کے محرم ہیں اس مظاہرہ اسلامیت و دستاویز مشرقیت کی ایک ایک سطر کو خوش عقیدگی کی آنکھوں سے پڑھا، اور بعض راسخ الاعتقاد بزرگ ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جو عنقریب اس شیخ طریقت کی زندگی کے ایک ایک جزئیہ کو درس عرفت بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرینگے، اور ہم ظاہر بینوں کے سامنے کشف حقایق کا ایک دریا بہا دینگے۔ نمونے کے طور پر دو ایک مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) شیخ طریقت نے بجائے حج کے سفر انگلستان اختیار کیا۔ شریعت ظاہری اس پر معترض ہو گی لیکن اسکی کھلی ہوئی وجہ یہ ہے کہ خدا کی عنایت، حکمت و قدرت کا جو جلوہ فرنگستان میں اسوقت موجود ہے اُس کا عشر عشیر بھی ارض حرمین میں نہیں، اس لیے چشم بصیرت کو اسی سرمہ فرنگی ہی کی ضرورت تھی۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ شدید موسم گرما میں ریگستان عرب کا سفر کرنا خواہ مخواہ اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنا فعل جو صریحاً ممنوع ہے۔

(۲) اپنی زبان کو بھلا کر خانگی زندگی مین انگریزی زبان اختیار کرنا، یہانتک کہ بیوی بچون سے بھی خط وکتابت انگریزی مین کرنا، ایثار کامل کا ثبوت دینا ہی۔ صوفی کے لیے اولین شرط یہ ہی کہ اپنی محبوب چیزون مین ایثار کرے، اور اپنی زبان سے محبوب تر شے اور کیا ہوسکتی ہی، پس جو اسکے ترک پر قادر ہوگیا، اسکے مرتبۂ کمال مین کیا شبہہ ہوسکتا ہی۔

(۳) بارہ برس سے کم عمر کے بچہ کو کیسر فرنگیون کی تعلیم وتربیت مین دیدینا اسکی استقامت کا شدید ترین امتحان ہی، اور چونکہ اس امتحان مین اس کا کامیاب رہنا یقینی ہی اس لیے اسکی جانب سے آئندہ عمر بھر کے لیے یہ پورا ضمانت نامہ ہی۔

غرض سارا خط اسی قسم کے نوادر حکم ومعارف سے لبریز ہی۔

ایک محفل مین یہ مناقب نقل ہورہے تھے۔ اتفاق سے ایک منچلے کی زبان سے یہ شعر نکل گیا ؎

اتنی نہ بڑھا پاکی دامن کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

اس کی یہ مداخلت سوء ادب پر محمول کی گئی، اور راوی کا بیان ہی کہ اس پر لا یعل کا مقدمہ چلانے کی تجویز ہورہی ہے۔

با مردم زشت نام ہمراہ مباش
از صحبتِ دیگدان سیاہی خیزد
نادان ہمہ جا با ہمہ خلق آمیزد
چون غرقہ بہر چہ دید دست آویزد

از صحبتِ خیسہ مرد نامرد شود
بے ہمت وبے عزت وبیدرد شود
صد سال اگر شعلہ سرد زد آتش
یک غوطہ در آب گر خورد سرد شود

ماقبل اسلام ہند پر ایک اجمالی نظر

ظہور اسلام سے چند صدی قبل ہندوستان کی معاشرت کا کچھ پتہ سنسکرت کے ناٹکوں سے چلا ہے کیونکہ گو اُن کے سن تصنیف کا تعین نہیں ہوسکتا تاہم سرسری طور پر ان کا زمانہ اور باہم تقدم تاخر معلوم ہے دوسرے اسی عہد میں ہمیں ہندی معاشرت کی ایک جھلک اُس مختصر مذکرے میں نظر آتی ہے جو چینی سیاح فاہیان اپنی سرگزشت میں لکھ گیا ہے۔ یہ بودھ مت کا پیرو تھا اور اپنے مذہب کے مولد و منشا کی زیارت کرنے پانچویں صدی عیسوی میں ہندوستان آیا۔ اس کے دو صدی بعد ایک اور چینی کو بھی ہندوستان کا شوق زیارت یہاں لایا تھا اور ایک نامور عالم[1] کا قول ہے کہ ایک ہزار برس کے قصے کہانیوں میں اگر تاریخ کو کسی بنیاد پر پاؤں ٹکانے کی جگہ ملتی ہے تو شاید وہ صرف انہی چینیوں کی تحریر ہے۔ ان میں سے پہلے زائر کے بیانات بہت کم اور محض اس وجہ سے فائدہ مند ہیں کہ اور کوئی تحریر اُس کے برابر قدیم بھی نہیں ملتی۔ ورنہ اس کا سفرنامہ ہمیں یہ بھی ٹھیک نہیں بتاتا کہ قدیم ہندو اور بودھ مت والوں کے باہمی تعلقات کیسے تھے؟ حالانکہ ہماری نظر میں سب سے دلچسپ اور ضروری سوال یہی ہے۔ تاہم اس کی تحریر سے بودھ مت کے زوال کی کچھ نہ کچھ کیفیت ضرور معلوم ہوتی ہے اور نیز اس بات کا کچھ اندازہ ہو جاتا ہے کہ برہمنوں نے کس طریقے سے اپنا گیا ہوا اقتدار دوبارہ حاصل کیا۔ فاہیان ۳۹۹ء سے ۴۱۲ء تک ہندوستان میں رہا اور شمال سے چل کر گنگا کے کنارے کنارے ساحل بحر تک پہنچا تھا۔ اس زمانے میں بودھ مت ہر مقام پر پھیلا ہوا تھا۔ لیکن زوال کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ چند صدی پہلے موجودہ نیپال کی سرحد کے قریب ایک بارونق شہر سراوستی بودھ مت کے مذہبی علوم کا بہت بڑا مرکز تھا جب فاہیان یہاں آیا تو اُسے وہاں کے مدارس اور خانقاہوں کی عظیم الشان عمارتوں میں ہر طرف شکستگی کے آثار نظر آئے اور خود شہر کو اُس نے دیکھا کہ لوگ سکونت چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے تھے اور اب صرف ۲ سو مفلوک خاندان اس میں آباد تھے۔

آئندہ دو صدی کے حالات کو یہاں طول دینے کی ضرورت نہیں اول تو اس زمانے کے واقعات

---

[1] پروفیسر کرول۔

ہی بہت کم معلوم ہوے ہین دوسرے جو کچھ معلوم ہو وہ بھی مشکوک اور غیر واضح ہو۔ کیونکہ اس مدت کی کوئی تاریخ موجود نہین، مگر لوگون کی عام حالت اچھی ہو یا بری کم سے کم علم ادب تو اُس زمانہ مین خوب پھول پھل رہا تھا! اور کالیداس کے وہ نادر روزگار ناٹک اُسی عہد کی یادگار ہین جن مین سے ایک (یعنی شکنتلا) کا ناقص ہی ترجمہ دیکھ کر گٹھے جیسا صاحب نظر بھی مدح وستایش کیے بغیر نہ رہ سکا تھا، روزمرہ زندگی کے متعلق جو ناٹک ہین اُن مین "بچون کی گاڑی" کو خاص امتیاز حاصل ہو کہ اس ناٹک مین شاعر نے زندہ دل شرفا کے آداب واخلاق کی نہایت پاکیزہ تصویرین دکھائی ہین، "میگھ دت" اور "گیتا گوبند" گوالون کے گیت ہین اور ان مین قدرتی موسم ومناظر کی جو خیالی نقاشی شاعر نے کی ہو جس قسم کے جذبات اور ولولون سے وہ معمور ہین، اُن کا اس زمانے کے ہندوؤن مین کہین پتہ بھی نہین ملتا۔ دیگر علم وفن جیسے صرف ونحو، لغت، فلسفہ اور موسیقی، طب، جراحی وغیرہ مضامین پر متعدد کتابین لکھی گئی تھین جو اس بات کی گواہ ہین کہ لوگون کو علم کا ذوق اور فراغت حاصل تھی۔ خود منو سے جو دھرم شاستر منسوب ہو وہ بھی عام یقین کے موجب اسی پانچوین صدی عیسوی کے آخری ایام مین موجودہ شکل مین مرتب ہوا۔ بظاہر ان علمی سرگرمیون کا مرکز قنوج تھا اور اس وسیع سلطنت پر ان دنون اودتیہ خاندان کی فرمانروائی تھی۔ لیکن یہ ٹھیک معلوم نہین کہ اس کا حلقہ اثر وحکومت کہان تک تھا۔ دہلی (جو اُس زمانہ مین اندرپرست کے نام سے موسوم تھی) اور اجمیر وگجرات مین راجپوت راجہ حکومت کرتے تھے۔ مہاراشٹر مین خاندان چالوکیا کا راج تھا اور اُنھون نے یہان فن عمارت کے ایک خوبصورت طرز کو رواج دیا تھا جو اُن سے بھی پہلے بودھ مت والے شروع کر چکے تھے۔ یعنی بودھ مت والون نے منحوت (کوہ تراشیدہ) مندر بنانے کا جو طرز اختیار کیا تھا، گمان ہوتا ہو کہ چالوکیا خاندان والون نے اُسی کو ترقی دی تھی۔ اگرچہ دریاے نربدا کے شمال مین بھی اس آخری طرز عمارت کے بعض نمونے پائے گئے ہین۔

مشرق مین بعض اور طاقتور ریاستین موجود تھین۔ اڑیسہ کے راج پر کسی شمالی قوم نے حملہ کیا تھا لیکن آخر مین کیسری خاندان نے اُسے ۴۷۳ء مین نکال دیا؛ اور جنوب مین ملک تلنگانہ پر اندھر خاندان کے خود مختار راجہ حکومت کرتے تھے جس کا پہلے کچھ ذکر آچکا ہو۔ اس علاقے پر بھی شمالی حملہ آورون نے یورش کی تھی یہ لوگ "یون" کہلاتے تھے اور اڑیسے سے خارج ہونے کے بعد تلنگانہ مین پھیل گئے تھے۔ اسکے بعد مغرب مین جاٹ قوم کے راجپوتون کی ریاست دیوگری کا علاقہ تھا جس کے کوہ تراشیدہ مسادر

ظاہر کرتے ہین کہ وہان عرصۂ دراز تک امن وآسودگی کا دور دورہ رہا۔ بعض لوگون نے قیاس کیا ہو کہ دکن مین ایک اور راجپوت ریاست تھی جس کا پایۂ تخت گوداوری کے کنارے پٹین مین تھا، اور جہان اس خاندان کی حکومت تھی جس نے دکن مین سکا سمت جاری کیا۔ یہ سمت ۷۸ء سے شروع ہوتا ہو اور اب تک جنوبی ہند مین اس کا رواج ہو۔

ہمارا دوسرا چینی زائر، ہیون چوینگ جسوقت ہندوستان مین آیا ہو (از ۶۲۱ء تا ۶۴۵ء) تو یہان کی آزاد ریاستون کی تعداد ستر سے کم نہ ہوگی۔ لیکن جہانتک شمالی ہند کا تعلق ہو وہان کے سب علاقے کسی نہ کسی حد تک قنوج کے حاکم کو راجہ ادھیراج تسلیم کرتے تھے اور یہان ابھی تک شلادیتہ نامی قدیم خاندان کا راجہ ہرش (ہرشا) فرمانروائی کرتا تھا جس سے اس چینی سیاح نے شرف ملاقات حاصل کیا۔ ملک مالوہ علما کا مرکز تھا لیکن ہندوستان کے اور علاقون کی طرح یہان بھی بودھ مت والون کی بستیان پہلے کی نسبت کم ہوتی جاتی تھین اور نہ صرف برہمنون کے مدرسے اور مندر زیادہ ہوگئے تھے بلکہ بعض نہایت متعصب مذہبی فرقے پیدا ہوتے جاتے تھے جو ہمیشہ مذہبی ہیجان وفساد کی علامت ہوتی ہو خاص بودھ مت کا گہوارہ یعنی کپل وستو کی راج دھانی ویران وتاراج ہوگئی تھی اور یہی حال ہانکی خانقاہ ہونکا تھا، بنارس کے قریب شوپرستون کی کثرت تھی اور یہ لوگ چم ننگے پڑے پھرتے تھے اور اپنے کی راکھ بھبوکے بدن پر مل لیتے تھے۔ خود شہر مین اسی دیوتا کی پرستش کا زور تھا، اور ہیون چوینگ نے اپنی آنکھ سے وہان شوکی ۶۰ ہاتھ اونچی برنجی مورتی نصب دیکھی۔ بنارس کے قریب بودھ مت والون کا مشہور ومعروف مدرسہ سارناتھ ابھی تک قایم تھا لیکن ہیون چوینگ کے جانے کے تھوڑے ہی دن بعد اُسے بھی دشمنون نے جلاکر برباد کردیا۔ خود راجہ ہرش غالباً بودھ مت کا پیرو مگر اصول رواداری کا پابند تھا، چنانچہ ہمارے چینی زائر کے سامنے جب ہزارون آدمیون کو اُس نے کھانا کھلایا تو انمین کسی قسم کی مذہبی تفریق نہین کی

لیکن بودھ مت کے ساتھ قدیم ہندوؤن کے تعصب وتشدد کی مثالون سے قطع نظر کی جائے تو بھی ایسا معلوم ہوتا ہو کہ کمزور ہوتے ہوتے آٹھوین اور نوین صدی عیسوی مین یہ مذہب آخر کار ہندوستان سے نابود ہوگیا۔ اور ہر چند اُسکا اثر بالکل فنا نہین ہوا تھا مگر برہمنی مت نے ہند کے قدیم ادیان کو اپنے ساتھ ملاکر عوام کے دلون مین گھر کرلیا۔ کیونکہ بودھ کی خالص حکیمانہ تعلیم غالباً عوام الناس کو عملاً اپنا پیرو بنانے کی

سادہ دل دیکھے سے ڈرجائین۔ اسکے بعض پرستار عجیب عجیب قسم کی نہایت مکروہ حرکتین کرتے ہین۔ اس مذہب کے ایک فرقے مین آدمی کی قربانی کرنیکی بھی تعلیم دی گئی ہو اور اس خوفناک کام کی ایک ایک رسم کو نہایت تفصیل وصراحت کے ساتھ بیان کیا ہو،

شنکراچارنیہ کے کوئی دوسو برس بعد ایک اور پرستش کا آغاز ہوا جو ایسی سخت دلی پر مبنی نہ تھی اس سے ہماری مراد وشنو کی پوجا ہو اسکی بنا بھی قدیم آریون کے اُس تصور خدا پر تھی جس کا مظہر اول اول صرف سورج تھا مگر بعد مین بہت سے انسانی اور غیر انسانی اوتار مانے جانے لگے تھے جن سے دنیا کا کوئی نہ کوئی فیض پہنچتا ہو۔ پھر شوا اور وشنو پر ایک خالق کل کا عقیدہ بڑھاکر وہ نئی تثلیث قایم ہوئی جس نے برہمنون کے قدیم مذہب کی جگہ لے لی۔ بہ الفاظ دیگر موجودہ ہندوؤن کے مشہور تین خدا یہ ہین :- برہما یعنی خالق۔ شیو یعنی ہلاک کرنیوالا۔ اور وشنو یعنی پرورش کرنے والا لیکن قوت الٰہی کی ان تین متمثل صورتون مین پہلی کبھی عوام الناس کے تخیل مین جگہ نہ کرسکی۔ اور عملاً دیکھیے تو ہندو لوگ شوا اور وشنو ہی مین سے کسی ایک کے پرستار ہوتے ہین۔ چنانچہ پہلے دیوتا کی پوجا کا عام رواج دکن مین ہو اور شمالی ہند مین زیادہ تر دوسرے کی پرستش کی جاتی ہو۔ باقی برہما کا تصور مین آنا کچھ ایسا دشوار ہو کہ سُنا ہو ہندوستان بھر مین اس دیوتا کا صرف ایک شوالا پھوکر مین ایک نہایت مقدس جھیل کے کنارے بنا ہوا ہو،

اس طرح عوام الناس کے اوہام انتخاب کرکے برہمنون نے اُنھی بنیادون پر اپنے ہندومت کی عمارت اُٹھائی جن سے بچہ بچہ واقف تھا۔ اب لوگ اپنے اپنے گانون کی دیوپری کو بھی پوج سکتے تھے جن سے ان کی دادیون نے اُنھین ڈرایا یا بزرگون نے عقیدت کرنی سکھائی تھی اور اسی کے ساتھ ایک شایستہ مذہب کی پیروی کا بھی انھین دعوی ہوگیا تھا اور وہ اپنے تئین دینی اور دنیوی دونون اعتبار سے زیادہ معزز و ترقی یافتہ سمجھ سکتے تھے۔

اسی ضمن مین نئے مذہب نے بودھ مت کی الٰہیات سے نہ صرف چند اصول بلکہ اس کی تعلیم کے عام اثرات بھی قبول کرلیے، چنانچہ عقاید مین تناسخ ارواح کا مسئلہ وہین سے آیا جو موجودہ ہندوؤن کے ادنی اور اعلی ہر طبقے کے خیالات پر مسلط ہے اور خاص خاص جانورون کی جان لینے مین ہندو جو تقدم کرتے ہین یا گوشت خوری سے انھین جس درجے احتراز ہو اُسے بودھ کی تعلیم کے عام اثرات کی یادگار سمجھنا

چاہیے، اول اول وشنو نتھی (جس کی خاص مذہبی کتاب وشنو پران کی تاریخ ۱۴۵۰ء یا اس کے قریب کا زمانہ قرار دے دی گئی ہے) گوتم بدھ کی تکفیر کیا کرتے تھے کہ اُس نے دہریت کی تعلیم دی لیکن بعد میں اُنھیں مصلحت یہی نظر آئی کہ اُسے بھی اپنے خدا وشنو کا اوتار مان لیا جائے، بعض اہل تحقیق کا دعویٰ ہے کہ خود اس فرقے کے شعائر قریب قریب تمام وکمال بودھ کی شریعت سے ماخوذ ہیں اور انھیں پر برہمنوں نے اپنی بعض دلائل کا اضافہ کر دیا ہے، اس فرقے کے حریف یعنی شیو پرستوں میں جیسا کہ اوپر آچکا ہے، بہت کچھ مقامی توہمات کا رنگ جھلکتا ہے اور اُن کے عقائد میں نیچ ذاتوں کے جذبات خوف و رجا شامل ہوگئے ہیں مگر اس میں بھی برہمن درحقیقت بودھ مت والوں کے مقلد ہیں جو مصالحت کا یہ راستہ دکھا گئے تھے۔ اور انھوں نے درخت اور سانپوں تک کی پرانی پوجا کو مباح کر لیا تھا، ہندوؤں کے موجودہ عقائد میں بھی اس پرستش کی اگر تعلیم نہیں دی جاتی تو کم سے کم وہ جائز ضرور ہے اس وسیع مشربی سے ہندو مذہب کو ایک یہ فائدہ بھی ہوا کہ ہندوستان میں آئندہ جو نئی مذہبی اصلاح ہوئی اسکی بھی ہندو مت میں گنجائش نکل آئی اور ہر نئے فرقے کی پرانی ملت میں کھپت ہوگئی۔ ان میں سے بعض فرقوں نے ذات پات کی تفریق، اور بت پرستی پر سخت حملے کیے اور توحید مطلق کے ساتھ انسان کی کامل مساوات کی تعلیم دینی چاہی۔ بلکہ چودھویں صدی میں کبیر نے جو اصلاح شروع کی اس کا میلان اسلام کی جانب تھا جو انہی دنوں ہندوستان میں آیا اور ہندو مت سے بالکل متضاد تھا۔ سکھوں کے فرقے نے بابا نانک صاحب کی تعلیم کو ترقی نہ دی تو کم سے کم اتنا ضرور کیا اور پنجاب کا ایک بڑا گروہ اب تک اس مذہب کا پیرو ہے لیکن جب ہندو مت اس قسم کی تمام نئی باتوں کو اصولاً تسلیم کرنے پر تیار ہو جاتا ہے اور اُن کے بانیوں کو خدا کا رسول بلکہ خود اپنے دیوتاؤں کا اوتار مان لیتا ہے تو پھر ان نئے فرقوں کا بھی سر اسکے سامنے جھک جاتا ہے اور اس خاطرداری کے جواب میں نئے مصلحین کے اکثر پیرو مصالحت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سکھوں کا فرقہ ایسا ہے جو عرصے سے اپنے مذہب پر اڑا رہا اور کسی قسم کی باہمی مصالحت کو اُس نے قبول نہیں کیا۔ لیکن اب جبکہ یہ لوگ سلطنت برطانیہ کی رعایا بن گئے ہیں اور اُن کا نیا نیا مذہبی اور جنگی جوش سرد ہو گیا ہے تو ان کی علیحدگی کی آرزو بھی کم ہوتی جاتی ہے اور آئندہ تاریخ خود بتا دیگی کہ اس فرقہ بندی میں سیاسی اغراض و اسباب کا دخل کتنا تھا، ظن غالب یہی ہے کہ سکھ مذہب رفتہ رفتہ گھل مل کے ہندو مت ہی کے ایک فرقے کا نام رہ جائیگا اور اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو کبیر پنتھی، ستنامی اور بہت سے

دوسرے فرقوں کا ہو چکا ہے،

ایک اور فرقہ ہے مگر وہ البتہ ایسا ہے جو مٹتا ہی نہ تھا کہ سطح پر نمایاں ہوتا ہے یہ سراوگیوں کا گروہ یا جین مت ہے، اور عام طور پر بدھ مت سے بھی قدیم فرقہ سمجھا جاتا ہے اس کا ساتھی جس کا وہ کچھ زور شور تھا مٹ ہو گیا مگر جین مت اس کے بعد بھی زندہ رہا۔ اب تک ہندوستان کی آبادی کا جزو ہے، اگرچہ یہ جزو نہایت قلیل ہے مگر اس کی تعداد میں کسی زوال کے آثار نہیں پائے جاتے۔ اس فرقے کے مذہبی اصول سیدھے سادے ہیں، اس میں مذہبی رواداری ہے لیکن اس کے پیرو اپنے مذہب میں نہایت پختہ ہوتے ہیں دنیاوی اعتبار سے بھی اُن کی مرفہ الحالی میں کوئی خاص زوال نہیں آیا ہے،

اس مذہب کو چھوڑ کر مسلمانوں کے حملے کے وقت اہل ہند کے اخلاق کی جو کیفیت تھی وہ ان کی خانگی معاشرت اور ملکی حالات کا مطالعہ کرنے سے آئینہ ہو جاتی ہے۔ بودھ مت کی تعلیم نے ان میں اخلاق کا ایک خاص معیار قائم کر دیا تھا جو ایک حد تک موجودہ اہل برما و سیام کے اخلاقی معیار کی مثل تھا لیکن صدیوں تک غیروں کے محکوم رہنے کی بدولت آج کل ہندوؤں میں جو نہ ہبی احتیاط اور قدیم رسموں کی قابل قدر پابندی نظر آتی ہے۔ وہ اس وقت نہ تھی یا بہت کم تھی۔ لوگ عیش و نشاط کے دلدادہ تھے، اہل بصیرت اور بزرگان باخدا کی فہمائش کے باوجود کثرت تعداد انہی لوگوں کی تھی جن سے دنیا کے مزے نہ چھوٹتے تھے۔ گرمی کی صاف ستھری اور ٹھنڈی چاندنی راتیں، برسات میں گھنگور گھٹاؤں کا جھوم جھوم کے آنا اور زمین کو خلعت سبز پہنانا۔ پھر موسم زمستان کی سرد و جان بخش ہوا کا تازہ شگوفوں کی مہک لانا اور دماغ کو معطر کر جانا۔ غرض خود قدرت نے ہندوستان کو سامان عیش و نشاط دینے میں دریا دلی سے کام لیا تھا ہندوؤں کی زندہ دلی بھی اعتدال و تقوی کی حدود سے آگے نکل گئی تھی۔ اور ہر چند ذات بندی کی قیود باہمی اختلاط میں ہمیشہ حارج رہیں لیکن اُس وقت تک یہ قیود بھی اتنی سخت اور مضبوط نہ تھیں۔ جتنی کہ مسلمانوں کے آنے کے بعد ہوئیں۔ پردے کی رسم کا بھی وجود ثابت نہیں ہوتا۔ اور ہم عورتوں کو بے نقاب باہر نکلتا دیکھتے ہیں۔ وہ دوستوں سے مل جل سکتی تھیں اور مردوں کے ساتھ عام صحبتوں میں حصہ لیتی تھیں۔ اسی طرح اُن کے شوہر بلا خوف بدنامی دوسری عورتوں سے مل جل سکتے تھے اور معزز شرفا تک کام دیوتا کے کنج میں حسینان پیشہ ور سے ملاقاتیں کرتے تھے۔ ملک میں کتنی مشاطہ دوم ڈھاڑی اور اسی قسم کے مسخرے خوشامدیوں کی جنھیں بداخلاقی کے جراثیم کہنا چاہیے، کافی سے زیادہ تعداد پائی جاتی تھی

زمانے کا ٹھیک ٹھیک تعین کرنا کہ یہ بے فکریاں کتنے دن رہیں۔ محال ہے۔ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ یہ عیش کاری ہندو قوم کو آہستہ آہستہ گھن کی طرح کھائے جاتی تھی۔ تن آسانی اور کاہلی نے لوگوں کو علم و ہنر کی طرف سے بالکل غافل و بیخبر کر دیا تھا۔ عام طور پر جہالت کا دور دورہ تھا اور جب مسلمان ہندوستان میں آئے ہیں تو سوائے برہمنوں کے خاص خاص مدرسوں کے ملک میں پڑھے لکھے آدمی عنقا تھے۔

امرا کی عیش و غفلت اور عوام کی جہالت نے سب سے زیادہ نقصان نظم و نسق اور قومی شیرازہ بندی کو پہنچایا تھا، اور سچ یہ ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں کوئی سیاسی نظام ہی موجود تھا دیہات اور برادریوں کی پنچایتیں جنپر آج کل ہمارے سیاسی رہنما جا و بیجا فخر کیا کرتے ہیں حقیقت میں خاندان یا قبیلے کی ایک بگڑی ہوئی حکومت کا نام ہے جس کا وجود تمام نیم وحشی اقوام میں پایا جاتا ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ جب ہندوؤں میں تہذیب و تمدن کی ابتدا ہوئی تو اُس وقت جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے وہ بجز بدترین قسم کی شخصی بادشاہی کے اور کوئی سیاسی نظام مرتب نہ کر سکے۔ اسی شخصیت کو خواص نے ان کے مذہبی معتقدات میں داخل کر دیا اور اُن کا راجہ "نہ صرف دیوتا کا قائم مقام بلکہ خود ایک "دیوتا" اور معاذ اللہ، اُن داتا سمجھا جانے لگا!

اس نظام کا سب سے بڑا نتیجہ جس کا ظہور مسلمانوں کے آنے سے کچھ پہلے ہوا، یہ تھا کہ اہل ہند کے دل سے سیاسی اور قومی اتحاد کا خیال بالکل غائب ہو گیا اور پرگنے پرگنے میں آزاد و خود مختار ریاستیں بن گئیں جن کے راجہ آئے دن آپسمیں لڑتے اور ایک دوسرے کا خون بہاتے رہتے تھے، ان خانہ جنگیوں نے تمدن کی ترقی کے ذرائع کو مسدود و موقوف کر دیا تھا۔ تجارت اور آمد و رفت نہایت دشوار ہو گئی تھی۔ رہزنی باقاعدہ پیشہ بن گئی تھی اور دن دہاڑے راستے لٹتے تھے۔ اس زمانے کی دماغی اور اخلاقی حالت کا ہندوؤں کے "آنری ناٹک" سے اندازہ ہوتا ہے جو غالباً دسویں صدی عیسوی کی تصنیف ہے۔ اس میں جن اشخاص کا ذکر آتا ہے اُن کی حالت وہی ہے جو زمانہ ادبار میں کسی بگڑے ہوئے امیر و وزیر کی ہونی چاہیئے، حصول جاہ اور نیز ذمہ داری اور ادائے فرائض سے بچنے کے لیے قتل و دغا کے بدنما طریق سب سے چلتی ہوئی تدبیر رہ گئے ہیں۔ قانون و عدالت کا سارے ناٹک میں کہیں ذکر نہیں آتا۔ پردیسی اور اجیر سپاہیوں کا جابجا حوالہ موجود ہے۔ عام بداخلاقی اور سیاسی بدنظمی کا صریحا

زور دورہ نظر آتا ہو اور اہل بصیرت کو کسی بڑے انقلاب کے آنے کی خبر دیتا ہو،

سید ہاشمی (فرید آبادی)

نفحۂ نعت

تھمیں وردِ زبان دن کو اس نور کی جو باتیں
کیا صلِّ علیٰ پڑھتی یہ آئی ہیں اب راتیں
ہیں جلوہ گہِ ناز میں، اور اُن سے ملاقاتیں
اک عاصی و خاطی پہ اللہ ری عنایاتیں
کیا دن تھے تجلی کے کس حسن کی وہ راتیں
چھینٹے تھے حقیقت کے عرفان کی برساتیں
ہیں دونوں جہاں تیرے سرشارِ وحدت
اے پیرِ مغاں دیکھیں سب تیری کراماتیں
اس حسنِ تصور کے، دیکھو تو ہیں کیا جلوے
خود صلِّ علیٰ دل میں پڑھتی ہیں مناجاتیں
مانا کہ نہیں تم کو منظور خود آرائی
پھر طور کے کیوں جلوے، موسیٰ کی ملاقاتیں
یہ قیدِ گرفتاری، سجاد کی سنت ہے
یوسف سے کوئی پوچھے زندان کی کراماتیں
کس نور کا پرتو ہے فگہت یہ مرے دل پر
ہر وقت جواب لب پر رہتی ہیں مناجاتیں

خادم قوم

جب مین نے کالج کی زندگی کو خیرباد کہا، اور دُنیاے عمل مین قدم رکھا، تو میرے اکثر احباب نے پرتکلف دعوتین کین۔ اور مبارکباد کے اتنے خطوط اور تار آئے کہ مین سب کا جواب دیتے دیتے عاجز آگیا۔ میرے احباب، کالج کے طلبہ، اساتذہ اور سب سے زیادہ مین خود اس بات پر خوش تھا کہ مجھے امتحان مین اعلیٰ نمبرون سے پاس ہوتے ہی کالج کی پروفیسری عطا کی گئی تھی۔ مین نے ملازمت کے لیے کہین درخواست نہین دی، کسی کی سفارش نہین حاصل کی، بلکہ میرے کالج کے پرنسپل نے میری محنت اور شاندار کامیابی دیکھکر خود مجھسے اصرار کیا کہ مین اُسی کالج مین ملازمت کرلون۔

لیکن میری ملازمت کی مُدت بہت قلیل تھی۔ مجھے کالج مین پڑھاتے پورے دو سال بھی نہین ہوئے تھے کہ ملک کی سیاست مین ایک حیرت انگیز انقلاب ہوا۔ اکثر وکلا نے وکالت چھوڑ دی، بعض سرکاری ملازمین نے استعفے داخل کردیئے اور نوجوان جوشیلے طالبعلمون نے قومی خدمت کے جوش مین کتابون کو بالاے طاق رکھ دیا۔ اسی زمانہ مین مجھے چند سیاسی راہنماؤن سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ کچھ اُن کی راے سے اور کچھ قومی خدمت کے خیال سے مین بھی اپنے کالج کی ملازمت سے دستکش ہوگیا۔

اب مین آزاد تھا۔ میرے سر کوئی ذمہ داری نہ تھی۔ مین نے نہایت جوش سے سیاسی تحریکون مین حصّہ لینا شروع کیا۔ جتنے جلسے ہوتے تھے اُس مین میری شرکت ضروری خیال کی جاتی تھی، اور اکثر اوقات مین ہی صدر بنایا جاتا تھا۔ اخبارات مین میری تصویرین شائع ہوتی تھین۔ اور قومی اخبارات میری خدمات، قابلیت اور انہماک کی تعریفون مین کالم کے کالم سیاہ کرتے رہتے تھے۔

مین خوش تھا کہ قوم کی خدمت کر رہا ہون۔ میرا جوش اور انہماک روز بروز زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ میری ہر دلعزیزی بڑھتی جاتی تھی۔ دن رات مین مجھے مشکل دو گھنٹے فرصت کے مِل سکتے تھے۔ اس قدر مشغولیت کے سبب سے میری صحت خراب ہونے لگی، یہان تک کہ مین کام کرنے سے عاجز ہوگیا۔ حکیمون اور ڈاکٹرون نے متفقہ راے دی کہ مجھکو کم از کم چھ ماہ تک اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کرنا چاہیے

مین نے خود بھی ان لوگون کی راے سے اتفاق کیا۔ اور ایک نوکر کو ہمراہ لے کر اپنے ایک دوست کے علاقہ پر پہنچا اور وہین قیام کا ارادہ کیا۔ میرے دوست بہت بڑے تعلقدار تھے۔ اُن کے ہان مجھے کسی بات کی تکلیف نہ ہونے پائی تھی اور نہایت آرام و اطمینان سے وقت گذرتا تھا۔

میرا قاعدہ تھا کہ سہ پہر کے وقت اخبار دیکھنے کے بعد اکیلا کھیتون مین سیر کرنے نکل جاتا تھا اور وہان سے شام ہوتے ہوتے واپس آتا۔ ایک روز جب مین حسب معمول تفریح کر کے واپس آرہا تھا مین نے ایک درخت کے نیچے ایک سادھو کو بیٹھے ہوے دیکھا۔ اس کے گرد بہت آدمیون کا مجمع تھا۔ مین بھی بلا ارادہ اُس طرف بڑھا اور گاؤن کی سیدھی سادی مخلوق کے گروہ مین شامل ہوگیا۔

ابتدا سے مین فقیرون اور سادھوؤن کے خلاف تھا۔ اور اُن کو قوم کا ایک بیکار اور تباہ کن حصہ خیال کرتا تھا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد مین نے سلسلۂ کلام شروع کیا۔ لیکن فوراً ہی مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ نہایت تعلیمیافتہ اور حالات دُنیا سے باخبر ہے۔ میرا شوق بڑھ گیا اور مین تھوڑی دیر تک اُس کے پاس بیٹھا رہا۔ سادھو کا برتاؤ اور طریقۂ کلام ایسا تھا کہ مین جلد ہی بے تکلف ہوگیا۔ دوران گفتگو مین مین نے مہذب پیرایہ مین شکایت کی کہ "فقیرون اور سادھوؤن کا طبقہ اس لحاظ سے قابل الزام ہے کہ وہ اپنا تمام وقت بیکاری مین صرف کرتا اور اپنی ضروریات کا بار دوسرون پر ڈالتا ہے"۔ سادھو نے میری طرف ایک خاص انداز سے دیکھا اور کہا۔ "لیکن اس الزام سے تو شاید آپ بھی نہین بچ سکتے۔ آپ بھی اپنی ضروریات زندگی کے لیے دوسرون کے محتاج ہین"۔ مین نے جواب دیا "بیشک مین خود کسب معاش نہین کرتا لیکن مین دوسرون کے لیے کام کرتا ہون اور وہ میرے ضروریات کو پورا کرتے ہین"۔ سادھو بولا "بس یہی حال ہمارا بھی سمجھ لیجیے لوگ ہم کو کسب معیشت کی فکرون سے آزاد رکھتے ہین اور ہم اُن کو اخلاق نیکی اور مذہب کی باتین سکھاتے ہین۔ یہ ٹھیک ہے کہ لوگ اکثر تن آسانی کی غرض سے فقیری اختیار کرتے ہین۔ لیکن اس سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ ہمارا مقصد ہی خراب ہے"۔

مین اس جواب کو سُن کر خاموش ہوگیا۔ کچھ دیر کے بعد مین نے اُس سے رُخصت چاہی۔ سادھو نے مجھے نہایت اخلاق سے رخصت کیا اور وعدہ لیا کہ دوسرے دن مین پھر اُس سے ملون۔

دوسرے دن مین حسب معمول شام کو ہوا خوری کے لیے نکلا۔ اور سادھو کے پاس پہنچا۔ اُس دن اُسکے پاس کوئی اور آدمی نہ تھا اور سادھو بالکل تنہا تھا۔ اِدھر اُدھر کی باتین کرنے کے بعد اُس نے میرے

مشاغل دریافت کیے۔ مین نے مختصر طور پر اُسے بتادیا کہ مین نے ملازمت کو خیرباد کہکر قوم کی خدمت اپنے سر لی ہے میرا جواب سنکر سادھو مسکرایا۔ اور کہا۔ اگر تکلیف کا خیال نہو تو آج رات یہین بسر کیجیے۔ مین چند چیزین آپ کو دکھانا چاہتا ہون اور وہ صرف آپ رات کے وقت دیکھ سکتے ہین۔

مجھے چونکہ کوئی امر مانع نہ تھا، اس لیے مین نے وہین شب بسر کرنا بخوشی منظور کرلیا۔

ہم لوگون نے دس بجتے بجتے کھانا کھایا۔ جب کھانے سے فراغت ہوگئی تو سادھو نے کہا "آیئے اب آپ کو وہ چیزین دکھاؤن جنکا مین نے وعدہ کیا تھا۔

ہم دونون روانہ ہوے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد مین نے دیکھا کہ سادھو ایک عالیشان مکان کے سامنے ٹھہر گیا۔ یہ مکان بلندی اور عظمت کے لحاظ سے کسی بڑے رئیس کا محل معلوم ہوتا تھا لیکن بھاٹک پر دربان اور کسی قسم کی شان و شوکت کا پتہ نہ تھا۔ اس مکان کے سامنے ایک بہت بڑا درخت تھا سادھو نے میرا ہاتھ پکڑا اور اُس درخت کے سایہ مین لے چلا۔ وہان پہونچکر اُس نے مجھسے کہا "ابھی یہان ہم لوگون کو انتظار کرنا پڑے گا"

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ مکان سے ایک شخص باہر نکلا۔ اُس کا مُنھ چادر سے ڈھکا ہوا تھا اور وہ نہایت تیزی سے ایک طرف جارہا تھا جب وہ آگے بڑھا تو ہم لوگ اس کے پیچھے ہوئے۔

قریب دو تین فرلانگ چلنے کے بعد وہ شخص ایک تنگ و تاریک گلی مین داخل ہوا۔ وہان اُس نے ایک خستہ مکان کے دروازہ پر آواز دی۔ مکان سے ایک بوڑھی عورت اپنے بچے کو گود مین لیے ہوے نکلی اور کہنے لگی "مین آپ کا کس طرح شکریہ ادا کرون۔ اگر واقعی آپ میری کھال کی جوتیان بنواکر پہنین تو بھی مجھے عذر نہو۔ یہ صرف آپ کی تکلیف اور مہربانی کا نتیجہ ہے کہ میرا اکلوتا لڑکا صحیح و سلامت ہے ورنہ ایسے موذی مرض سے کون بچ سکتا تھا"

اُس شخص نے عورت کی بات کاٹ کر کہا "ان تعریفون کی جن کا مین کسی طرح مستحق نہین ہون بالکل ضرورت نہین ہے۔ یہ بتاؤ کہ لڑکے کی طبیعت اب کیسی ہے اور مین ڈاکٹر صاحب سے کیا کہون"؟

عورت بولی "اب طبیعت بالکل صاف ہے۔ سویرے سے غفلت وغیرہ کچھ نہین ہے۔ امید ہے کہ کل پرسون تک بالکل تندرست ہوجاے گا"

اُس آدمی نے بچے کو گود مین لیا اور کہا "اچھا مین ڈاکٹر کو دکھاکر ابھی بچے کو واپس لاتا ہون۔ یہ کہکر

وہ ایک سمت کو روانہ ہوا۔ ہم لوگ ایک طرف چھپے کھڑے رہے۔ نصف گھنٹہ کے بعد وہ واپس آیا بچے کو اُس کی ماں کے حوالہ کیا۔ دوا اور کچھ نقد روپیہ اُس کو دیا اور دوسرے دن آنے کا وعدہ کرکے روانہ ہوا۔

ہم لوگ بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلے۔

اس جگہ سے تھوڑی دور پر ایک یتیم خانہ تھا۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا سیدھا یتیم خانہ مین گیا وہان اُس نے لڑکون سے باتین کین۔ اُن کے کھیلون اور کہانیون کا حال سنا۔ وہ ابھی ان باتون ہی مین مشغول تھا کہ ایک لڑکا روتا ہوا اُس کے پاس آیا۔ اور شکایت کی کہ "میری تصویر عزیز نے چھین لی ہے" اُس بچے کو روتے دیکھ کر اُس نے اُسے گود مین اُٹھا لیا۔ آنسو پوچھے، پیار کیا اور کہا۔ "اچھا اگر عزیز نے تمھاری تصویر چھین لی ہے، تو مین تم کو اُس سے اچھی دو تصویرین لا دون گا۔ اس طرح روتے ہوئے بچے کو خاموش کرکے وہ اکیلا عزیز کے کمرہ مین داخل ہوا۔ اُس کو دیکھتے ہی عزیز نے اپنی شرارت کی معافی چاہی۔ مگر اس کو خلاف امید سزا یا جھڑکی کے بجائے اُس آدمی نے گود مین لے کر پیار کیا۔ اور کچھ اُس کے کان مین کہہ کر وہان سے روانہ ہوا۔ دو ایک جگہ تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر وہ اُس کے کمرہ مین واپس آیا جہان روتے ہوئے بچے کو چھوڑ گیا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ عزیز اور وہ بچہ جس کی تصویر چھین لی گئی تھی، ساتھ بیٹھے ہوئے کھیل رہے ہین۔ اور تصویر جس کی تھی اُسی لڑکے کے ہاتھ مین ہے۔ اُس نے عزیز کو شاباشی دی اور سب سے رخصت ہوا۔

یہان سے روانہ ہوکر وہ ایک جھوپڑی مین داخل ہوا۔ جھوپڑی کے اندر ایک بوڑھا آدمی ٹوٹے پلنگ پر پڑا درد سے کراہ رہا تھا۔ اُس شخص نے جیب سے ایک شیشی نکالی شیشی سے تیل نکال کر بوڑھے کے بدن پر مالش کی۔ جب وہ اُس سے فارغ ہوا، تو بوڑھے کو اُٹھایا اور اُس کو کھلا پلا کر گھر کی طرف واپس ہوا۔

مین اُس وقت تک خاموش تھا۔ لیکن اب مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور مین نے سادھو سے پوچھا "یہ کون شخص ہے؟"

سادھو نے کہا کہ "یہ یہان کے رئیس و تعلقہ دار چودھری برکت ہین"

یہ سُن کر مین حیرت مین آگیا۔ کیونکہ یہ وہ شخص تھا جو نہایت خوشحال رئیس ہونے کے علاوہ ہر جگہ نہایت معزز خیال کیا جاتا تھا۔ مین نے ان کی دریا دلی، فیاضی اور ایثار کی اکثر تعریفین سُنی تھین لیکن

ان کی ہر دلعزیزی کے راز سے ناواقف تھا اسی حیرت مین مین سادھو کے ساتھ قدم بڑھائے چلا جا رہا تھا کہ اُس نے کہا "اچھا اب مین رخصت ہوتا ہون۔ کبھی کبھی میرے ہان ہولیا کیجیے! مہمان ہونگا" یہ کہہ کر سادھو مجھ سے رخصت ہوا اور مین سوچنے لگا کہ کتنی قیمتی اور کس قدر قابل وقعت خدمت ہو جو شہرت اور عزت سے بے نیاز ہو۔

عالی (لکھنوی)

غزل

سب سے شوخی ہے اک ہمین سے حیا
اے فریب نگاہ یار یہ کیا

تفرقہ ہے یہ کس قیامت کا
دل جدا ہم جدا ہین یار جدا

اب وہ ملتے بھی ہین تو یون کہ کبھی
ہم سے کچھ واسطہ نہ تھا گویا

ہم کو منظور سب ہے سب مرغوب
تجھ سے جو کچھ ملے جز اک سزا

جلوۂ یار ہے دلون کے لیے
فی المثل اک طلسم ہوشربا

مین بھی ہون اک فقیر حاجتمند
کرم اے بادشاہ جود و عطا

گلشن حسن یار کی حسرت
جانفزا کس قدر ہے آب و ہوا

حسرت موہانی بی اے

جواہر نعت

پڑھو ربّ سلّم کہ ذکر نبیؐ ہے
جو سب کا ہے مولا جو رب کا ولی ہے

مبارک رہے شیخ کو طوفِ کعبہ
جبین میری ہے اور اُن کی گلی ہے

ہوئی بھی محبّت تو محبوبِ حق سے
کہاں جا کے قسمت ہماری لڑی ہے

مین جاتا تھا یثرب یہ جنت مین لائے
فرشتون کو سوجھی یہ کیا دلگی ہے

نہ پرسش کا کھٹکا نہ محشر کی پروا
دم نزع ہے آنکھ اُن سے لڑی ہے

یہ کس جا پہ لائی اجل، اے مین صدقے
کہاں باغ جنت، یہ ان کی گلی ہے

رہی ہے نظر مہر کی دشمنون پر
غلامی کا حق کچھ تو ان سے قوی ہے

مولوی عبدالماجد بی اے

اردو زبان مین فارسی ترکیبین

بہی خواہان اُردو کے دو بڑے گروہ اُردو کی ترقی چاہنے والون کے دو بڑے بڑے گروہ ہین۔ ایک طرف وہ پرانے خیال کے لوگ ہین جو زبان کے معاملے مین کسی طرح کی جدت جائز نہین رکھتے اور بات بات پر سند طلب کرتے ہین۔ اُن کے نزدیک اگلے بزرگون کے مقرر کیے ہوے قاعدون مین ترمیم کرنا گویا قرآن مین تحریف کرنا ہے۔ یہ گروہ مقلدون کا ہے۔ دوسری طرف نئی امت کے وہ لوگ ہین جن کے نزدیک اصول زبان کی پابندی کرنا ترقی کی راہ مین کانٹے بچھانا ہے۔ اُن کے اس خیال نے انھین اصول و قواعد کی واقفیت سے بھی بالکل بے نیاز کر دیا ہے۔ اس گروہ مین ہر شخص بجاے خود مجتہد ہے۔

ایک تیسری جماعت ایک چھوٹی سی جماعت اور بھی ہے جو اصول و قواعد کے ماتحت زبان کی ترقی چاہتی ہے البتہ اُن قاعدون سے اختلاف کرتی ہے جو مدتون کے تجربے کے بعد اُردو کے حق مین مضر ثابت ہوے ہین اس جماعت کے اصول و عمل مین کہین اجتہاد کی شان نظر آتی ہے کہین تقلید کی۔ مگر ان کے اجتہاد اور دوسرے گروہ کے اجتہاد مین فرق ہے۔ اُن کے یہان اجتہاد نام ہے اصول و قواعد سے آزادی کا۔ خود مختاری اور خود سری کا اور ان کے اجتہاد کے معنی صرف یہ ہین کہ جب کسی فرعی قاعدے کو اصول زبان کے خلاف دیکھتے ہین تو اُس قاعدے مین اصول کے موافق ترمیم کر کے اُسکی پابندی کرتے ہین۔ اسی طرح اُن کی تقلید اور پہلے گروہ کی تقلید مین بھی بہت فرق ہے۔ اُن کے یہان ہر لفظ ہر فقرے ہر ترکیب ہر تشبیہ ہر استعارے کے صحیح یا غلط ہونے کا دار و مدار اس پر ہے کہ اُردو کے گذشتہ مسلم الثبوت شاعرون مین سے کسی نے اُسے استعمال کیا ہے یا نہین اور ان کے یہان سب باتون کی صحت کا فیصلہ اس بنا پر کیا جاتا ہے کہ وہ زبان کے معینہ اصول و قواعد کے مطابق ہین یا نہین۔ یعنی وہ لوگ اساتذہ کے کلام کی پیروی کرتے ہین اور یہ اُن کے اصول کی یہی وجہ ہے کہ جو بات قواعد صرف و نحو اور اصول فصاحت و بلاغت وغیرہ کی رو سے صحیح ہوتی ہے اُسے یہ صحیح سمجھتے ہین اور محاورہ اور اُن چیزون کے سوا جن مین قیاس کو دخل نہین ہے اور کسی بات کے لئے اساتذہ کے کلام سے سند نہین چاہتے۔ مختصر یہ کہ بعض جماعت کے لوگ نہ خالص مجتہد ہین نہ کامل مقلد ان کے اجتہاد مین تقلید کا پہلو نکلتا ہے۔ اور انکی تقلید

مین اجتہاد کی شان نظر آتی ہی،

اِس جماعت کے اصول مسلمہ | اِس جماعت نے جس کا ہم خیال مین بھی ہون جن اصول کو اپنے مسلمات مین داخل کرلیا ہی اُن کا ذکر بھی ضروری ہی تاکہ لوگون کو میرا مطلب سمجھنے مین غلط فہمی نہ ہو اور یہ معلوم ہوجائے کہ جو مسئلہ زیر بحث ہی اُسے مین کس نظر سے دیکھتا ہون۔ وہ اصول مسلمہ یہ ہین،

(۱) زبان کی باقاعدہ اور مستقل ترقی کے لیے اُس کی صحت و فصاحت کا ایک معیار قائم کرنا ضروری ہی۔

(۲) اُردو سارے ہندوستان کی مشترکہ زبان ہی اِس لیے جو معیار اس کے لیے مقرر کیا جائے وہ اتنا بلند نہ ہونا چاہیئے۔ کہ کسی خاص شہر یا مخصوص طبقے کے لوگون کے سوا کوئی اُردو جاننے کا دعوی یا اُردو سیکھنے کی جرأت نہ کرسکے۔

(۳) اردو ایک مستقل اور خود مختار زبان ہی اِس لیے وہ کسی دوسری زبان کے اصول و قواعد کی پابند نہین ہی،

(۴) اُردو مین جتنے لفظ شامل ہوگئے ہین اُن کا ماخذ عربی ہو یا فارسی سنسکرت ہو یا انگریزی مگر وہ خود عربی یا فارسی سنسکرت یا انگریزی لفظ نہین ہین اب وہ سب اُردو لفظ ہین اور اُردو کے قاعدے سب پر یکسان عمل کرینگے۔

(۵) زبان کی ترقی اور وسعت کے لیے یہ بھی ضروری ہی کہ اُس کے بولنے اور سمجھنے والون کا حلقہ وسیع ہو۔

فارسی ترکیبون کا معینہ قاعدہ | اب ہم اِن اصول مسلمہ کو پیش نظر رکھکے اُردو مین فارسی ترکیبون کے استعمال پر بحث کرین گے، ابھی تک جس قاعدے پر عمل کیا جاتا ہی وہ یہ ہی کہ جن دو لفظون کو فارسی کے طریقہ سے باہم ترکیب دین اُن مین ذیل کی شرطون مین سے کوئی نہ کوئی موجود ہونا چاہیئے۔

(الف) دونون لفظ فارسی ہون
یا (ب) دونون لفظ عربی ہون
یا (ج) ایک لفظ فارسی ہو اور ایک عربی
} اور ان لفظون مین معنوی لفظی تصرف نہ کیا گیا ہو۔
یا (د) کسی اور زبان کے ایسے لفظ ہون جنکے مترادف لفظ عربی یا فارسی مین نہ موجود نہین۔
یا (ہ) اسم علم ہون۔

اس قاعدے سے اختلاف کی وجہین | ہم کو اپنے مسلمہ اصول کی بنا پر اس قاعدے سے اختلاف ہو ذیل مین ہم اس اختلاف کی وجہین دلیلون کے ساتھ بیان کرینگے،

(۱) اسکی پابندی محال ہو | اس قاعدے کی پابندی محال ہو، کیونکہ اس پر عمل کرنے کے لیے ہر اُردو جاننے والے کے لیے عربی اور فارسی کا عالم ہونا ضروری ٹھہرتا ہو، عربی اور فارسی سے تھوڑی بہت واقفیت بھی کافی نہین جب تک اِن زبانون پر پورا عبور نہو کوئی ہر اُردو لفظ کے متعلق قطعی طور پر کیونکر کہہ سکتا ہو کہ وہ عربی یا فارسی سے آیا ہی یا کسی اور زبان سے، اور اگر یہ کسی طرح سمجھ بھی لے کہ وہ لفظ عربی ہو یا فارسی تو یہ کیونکر سمجھیگا کہ اُس لفظ مین کوئی معنوی یا لفظی تصرف ہوا ہی یا نہین یعنی اُس لفظ کا جو املا، تلفظ، اور معنی اُردو مین ہین وہی عربی یا فارسی مین بھی ہین یا نہین، پھر اس بات کا فیصلہ کرنا تو شاید عرب اور ایران والون کے لیے بھی آسان نہین ہو کہ اُردو یا کسی اور زبان کے فلان لفظ کا مترادف عربی یا فارسی مین موجود ہی یا نہین، ہندوستان کے عربی اور فارسی جاننے والون سے تو اس کی توقع کی ہی نہین جا سکتی، جب اس امر کا قطعی فیصلہ وہ لوگ نہین کر سکتے، جنھون نے اپنی عمر مین عربی و فارسی کی تحصیل مین صرف کردی ہین تو محض اُردو جاننے والے کس شمار مین ہین، اُنھین اس قاعدے کا پابند کرنا امر محال پر مجبور کرنا ہو،

بات یہ ہو کہ جن لوگون نے یہ قاعدہ بنایا تھا اُن کے لیے اُس کی پابندی اتنی مشکل نہ تھی، ایک زمانہ تھا کہ ملک کی تعلیمی، دفتری اور کاروباری زبان فارسی تھی، عربی کا چرچا بھی کچھ کم نہ تھا، عربی و فارسی کے عام رواج نے اُس زمانہ کی فضا مین یہ اثر پیدا کر دیا تھا کہ اُس زمانے کے غیر تعلیمیافتہ ان زبانون سے اتنے بیگانہ تھے جتنے آجکل کے تعلیمیافتہ ہین اس لیے اب یہ قاعدہ اور اس طرح کے اور سب قاعدے صرف و نحو کی کتابون مین لکھے تو جا سکتے ہین مگر ان پر عمل نہین کیا جا سکتا،

(۲) اگر محال نہین تو بھی بیحد مشکل ہو | اگر اس قاعدے کی پابندی محال نہ قرار دی جا سکے تو بھی اس قدر مشکل ہو کہ عربی اور فارسی کے عالمون کے سوا کوئی اہل زبان بھی صحیح اُردو بولنے اور لکھنے کا دعویٰ نہین کر سکتا، جب اہل زبان لوگون کا یہ حال ہو تو غیر زبان والون کا کیا ذکر، انھین اگر معلوم ہو جائے کہ اُردو جاننے کے لیے عربی و فارسی کی تکمیل ضروری ہو تو شاید وہ اُردو سیکھنے کی کبھی ہمت نہ کرین، مختصر یہ کہ اس قاعدے کی موجودگی مین اُردو ہندوستان کی عام زبان نہین ہو سکتی،

(۳) اگر مشکل نہو تو بھی زبان کے حق مین مضر ہو | اگر اس قاعدے کی پابندی مشکل بھی نہ ٹھہرے تو بھی مجھے اُس سے اختلاف ہے

اِس لیے کہ اسپر عمل کرنے سے ہماری زبان کو کئی طرح پر نقصان پہنچ رہا ہی،

بڑا نقصان | ایک بڑا نقصان تو یہ ہی کہ ہم کو ہر وقت یہ خیال رکھنا پڑتا ہی کہ فلان فلان لفظ اُردو کے نہین عربی یا فارسی زبان کے ہین اور اصل زبان مین اُن کا تلفظ یون نہین یون ہی اور اُن کے معنی یہ نہین یہ ہین اس کا لازمی نتیجہ یہ ہی کہ ہزارون لفظون مین ایک اجنبی پن باقی رہ جاتا ہی، وہ ہماری زبان مین بالکل گھُل مل نہین جاتے۔ حالانکہ ضرورت اِسکی ہی کہ ہم دوسری زبانون کے لفظون کو بالکل اپنا کرلین یہان تک کہ اگر ضرورت ہو تو اُنکی صورت اِس طرح بدل دین کہ عام طور پر لوگ انھین اپنی ہی زبان کے لفظ سمجھین۔

بہت بڑا نقصان | دوسرا بہت بڑا نقصان یہ ہی کہ اِن ترکیبون سے عبارت مین جو اختصار اور حسن پیدا ہوجاتا ہی اور اُس سے مطلب مین جو آسانی ہوتی ہی اُس کا مقتضا یہی ہی کہ ہم انھین کثرت سے استعمال کرین مگر اِن کے استعمال کے لیے موجودہ قاعدے کی رُو سے یہ ضروری ٹھہرتا ہی کہ ہم عربی اور فارسی کے وہ لفظ استعمال کرین جن مین کسی طرح کا تصرف نہین کیا گیا ہی۔ یعنی جو کسی طرح اُردو زبان کے لفظ نہین سمجھے جاسکتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک تو تصرف کا عمل بند ہوگیا یا اُسکی رفتار بہت سُست ہوگئی اور یہ ہماری زبان کے حق مین بہت مضر ہی دوسرے ہماری زبان کے بیشمار لفظ جو نازک سے نازک مطلب لطیف سے لطیف پیرائے مین ادا کرسکتے تھے متروک ہوتے جاتے ہین اور اُن کی جگہ پر عربی و فارسی کے جو لفظ آرہے ہین انھین ہم اپنی زبان کے لفظ نہین سمجھ سکے۔ اِس لیے کہ جب تک کسی لفظ پر ہم کو اپنی زبان کے اصول کے مطابق ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل نہوگا اس وقت تک وہ لفظ اجنبی ہی رہیگا، اس صورت حال سے اول تو ہم کو اپنی زبان نہایت تنگ نظر آنے لگی ہی دوسرے اُردو کی شیرینی اور لطافت پر جو بُرا اثر پڑا ہی اور اُردو کی فصاحت و بلاغت کا جو غلط معیار قائم ہورہا ہی وہ اہل ذوق سے پوشیدہ نہین ہی۔

سب سے بڑا نقصان | تیسرا سب سے بڑا نقصان یہ ہی کہ اِس طرح کے قاعدون کی وجہ سے اُردو مین عربی و فارسی لغت اور عربی و فارسی صرف و نحو کی ایک حد تک پابندی کرنا پڑتی ہی اور یہ پابندی اردو کو خود مختار زبان کا درجہ حاصل نہین کرنے دیتی اور یہ نہ ہوا تو کچھ نہوا۔ یہ عربی و فارسی کے اسی فضول اتباع کا نتیجہ ہے کہ اُردو کے بعض بہی خواہ صرف اس بنا پر اُسکی ترقی سے مایوس ہین کہ جن چشمون سے یہ زبان سیراب ہوتی تھی وہ خشک ہوگئے۔ مگر مین تو اُردو کو ایسی اکاس بیل نہین سمجھتا جو عربی و فارسی کے درخت کے سہارے ہی سرسبز رہ سکتی ہی۔ میرے نزدیک اُردو اپنے قواعد صرف و نحو۔ قواعد قرأت و تجوید قواعد املا اور لغت وغیرہ مین

بالکل خود مختار ہے۔

پرانے قاعدے میں ترمیم کی تجویز | مین نے جو کچھ اوپر بیان کیا ہے اُس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُردو مین جسطرح کی فارسی ترکیبین رائج ہین وہ بالکل عام کردی جائین فارسی اور عربی لفظون کے لیے مخصوص نہ سمجھی جائین بالخصوص "خانہ" "گر" "ساز" "باز" "وان" "بان" "دلہ" کے ساتھ ہندی لفظون کو آزادی سے ترکیب دین۔ اور جن قاعدون سے یہ ترکیبین بنتی ہین اُنھین اُردو کی صرف ونحو مین داخل کرلین تاکہ لوگ انھین اُردو ہی کے قاعدے سمجھین۔ اور قواعد فارسی کے اتباع کا خیال پیدا ہی نہ ہونے پائے۔

تجویز پر اعتراض اور اُس کا جواب | مندرجہ بالا تجویز کی تائید مین جتنی دلیلین مین نے بیان کی ہین اُنھین رَدّ کرنے کے لیے بعض جلد باز ناظر ایک بھونڈی سی مثال پیش کردینا کافی سمجھین گے، مثلاً کہا جاسکتا ہے کہ اس نئے قاعدے کے موافق "دیوار اینٹ" "لکڑی ہول" "لٹھ بردار" "چٹھی نویس" کہنا بھی صحیح ہوگا۔

غیر فصیح ہم غلط ہونا | مین عرض کرون گا کہ صحیح تو ضرور ہوگا البتہ ممکن ہے کہ فصیح نہو۔ کلام کا عیب اور حُسن دوسری چیز ہے اور غلطی اور صحت دوسری چیز ہین، یا یون کہیے کہ اصول فصاحت اور ہین اور قواعد صرف ونحو اور ہین جسطرح بہت سے فقرے اور جملے ایسے ہوسکتے ہین کہ صحیح ہون مگر فصیح نہون اسی طرح بہت سی ترکیبین اس نئے قاعدے کے موافق ایسی بن سکین گی جو صحیح ہون مگر فصیح نہون۔ لیکن جسطرح صرف غیر فصیح ہونے کی بنا پر کوئی فقرہ یا جملہ غلط نہین کہا جاسکتا اسی طرح صرف غیر فصیح ہونے کی بنا پر کوئی ترکیب بھی غلط نہین کہی جاسکتی، اور جسطرح باوجود صحت غیر فصیح فقرون اور جملون سے پرہیز لازم ہے اسی طرح باوجود صحت غیر فصیح ترکیبون سے بھی بچنا چاہیے۔ مگر کسی ترکیب کے غیر فصیح ہونے کا تصفیہ صرف اس بات سے نہونا چاہیے کہ اُس سے کان آشنا نہین ہین۔ بیشمار بالکل نئی ترکیبین ایسی ہوسکتی ہین جو فصاحت کی جان سمجھی جاسکین۔ ہان کانون کو ناگوار معلوم ہونا البتہ کسی ترکیب کے غیر فصیح ہونے کی دلیل ہوسکتا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر اوقات کوئی ترکیب صرف اس وجہ سے ناگوار معلوم ہوگی کہ وہ پُرانا قاعدہ ہمارے ذہن مین راسخ ہوچکا ہے اور ہم بلا ارادہ عادتاً اُس کی پابندی کرتے ہین۔ مثلاً اگر کوئی شخص "دامن کوہ" کی جگہ "دامن پہاڑی" کہے تو فوراً یہ

فصاحت کے معاملہ مین کانون کا حکم | **ایک نکتہ**

لہ لوگ بالعموم انھین فارسی ترکیبین سمجھتے ہین اس لیے مین نے بھی اُن کے سمجھنے کے لیے انھین فارسی ترکیبین کہا ہے ورنہ مین تو اپنے اصول کے موافق اُن کو اُردو ترکیبین سمجھتا ہون۔ یہ دوسری بات ہے کہ لفظون کو باہم ترکیب دینے کا یہ طریقہ ہم نے فارسی زبان سے سیکھا ہو۔ ۱۲

اعتراض ہوگا کہ یہ ترکیب کانوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہو لیکن اگر "پہاڑی" کسی شخص کا نام ہو اور "دامن پہاڑی" سے اس شخص کا دامن مراد ہو تو پھر کوئی اعتراض نہ رہیگا۔ اس مثال سے واضح ہوگا کہ یہ غیر فصیح ہونے کا اعتراض اسی پرانے قاعدے کی بنا پر تھا جو پہلے سے ہمارے ذہن میں موجود تھا۔ اس لیے کہ لفظ "پہاڑی" اسم نکرہ ہو یا معرفہ "دامن پہاڑی" کی ترکیب اگر خوشگوار ہو تو دونوں حالتوں میں ہو اور اگر ناگوار ہو تو دونوں صورتوں میں ہو۔

ایسی ترکیبیں جن میں دونوں لفظ فارسی یا عربی نہیں ہیں پھر بھی وہ غیر فصیح نہیں ہیں	اسی طرح "کچہری ایام" "راہ داسیون" "تار الکٹریسی" "تاج پگھمن" میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں عربی یا فارسی کے لفظ نہیں ہیں

مگر چونکہ یہ ترکیبیں پرانے قاعدے کے موافق ہیں اس لیے کوئی انھیں غیر فصیح نہیں کہتا۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہو کہ کسی فارسی ترکیب کے دونوں لفظوں میں سے کسی ایک کا ہندی یا انگریزی لفظ ہونا اس ترکیب کو غیر فصیح قرار نہیں دیتا بلکہ اُسی پرانے قاعدے کا وجود۔ اگر اس قاعدے سے قطع نظر کر لیا جاے تو ہزارہا ترکیبیں ایسی بن سکیں گی جو نہ کانوں کو ناگوار معلوم ہونگی نہ اور کسی طرح غیر فصیح کہی جا سکیں گی جیسے سواری ریل۔ موسم برسات۔ کنارۂ میز پایۂ کرسی۔ کوچۂ قینچی۔ افسر فین۔ اخبار تار۔ اخبار نویس۔ خیرات خور۔ گاڑی خانہ۔ بوٹ ساز وغیرہ۔

زبان کی فطرت کے خلاف چلنا | حقیقت یہ ہو کہ ان تمام قاعدوں کی طرح جو اردو میں فارسی عربی یا کسی اور زبان کی پیروی لازمی قرار دیتے ہیں یہ قاعدہ بھی اردو کی فطرت کے خلاف ہو۔ اسی وجہ سے کہ اہل مدرسہ کی سخت کوششوں کے باوجود صدہا ترکیبیں مقررہ قاعدے کے خلاف رائج ہو گئیں اور ہی لوگ جو پہلے ان ترکیبوں کو سُن کر ناک بھوں چڑھاتے ہوں گے اور ان کا زبان پر لانا جہل کی علامت سمجھتے ہوں گے آج انھیں بے تکلف بولتے ہیں۔ ایسی ترکیبوں کی چند مثالیں یہ ہیں۔ چور خانہ۔ کباڑ خانہ۔ مسافر خانہ چھاپہ خانہ۔ ڈاک خانہ۔ پاگل خانہ۔ دیوان خانہ۔ چنڈو خانہ۔ شہر بازار۔ تنگ بازار۔ چال باز۔ دھوکہ باز۔ گٹھری ساز گوٹہ ساز۔ پچاز۔ داماد زار۔ گاڑی بان۔ اگال دان۔ پاندان۔ پیچ دار۔ پھندنے دار۔ چھپکلی دار چمکدار۔ گھنگھرو دار۔ تھانہ دار۔ چوکی دار۔ پہرہ دار۔ ٹیکہ دار۔ ممبر انجمن۔ چندہ۔ سالانہ۔ سکریٹری کانفرنس انتظام میونسپلٹی محکمۂ چنگی۔ دفتر پولیس۔ کوتوال شہر۔ لب سڑک لٹھ بند۔ بیچ بند۔ چپہ بند۔ بھالا بردار چنور بردار۔ کاپی نویس۔ میز پوش۔ پلنگ پوش۔ کلدار پوش۔ سیاہ نویس۔ تھوک فروش۔ گھڑاری تکنہ دی

کرشمۂ عشق

(سید ناظر الحسن صاحب ہوش بلگرامی، رامپور اسٹیٹ)

سید ناظر الحسن صاحب ہوش بلگرامی مؤلف "بدیہہ گوئی" و ایڈیٹر رسالہ "ذخیرہ" (مرحوم) کی عنایت سے ذیل مین ہم اُن کی زیر فکر مثنوی کا ابتدائی حصہ شایع کرتے ہین۔ پوری مثنوی غالباً پانچ ہزار اشعار پر مشتمل ہو۔ (ایڈیٹر)

بنام خدائے کمال آفرین — جلیل و جمیل و جمال آفرین
ہوا حسن و الفت کا خالق وہی — زمان و مکان سے ہے سابق وہی
کیا اس لیے پردۂ کُن کو چاک — کہ ہو ناظر ما یکون مشتِ خاک
محبت کا ہے ذرّہ ذرّہ مین نور — ہے اس سے مکین و مکان کا ظہور
محبت سے خالی نہین کوئی شے — محبت سے ہر چیز معمور ہے
اسی آب سے ہے شجر مین بہار — اسی آگ کو ہے حجر مین قرار
اگر دل مین بلبل کے ہے گل کا داغ — تو پروانہ مصروفِ طوفِ چراغ
محبت کا قمری کی گردن مین طوق — محبت سے شمشاد سرمستِ شوق
محبت کا لالے کے دل مین ہے داغ — مہکتا ہے بوئے محبت سے باغ
جماد و نباتات و حیوان تمام — محبّت کا دم بھرتے ہین صبح و شام
محبت ہے انسان کی لیکن کچھ اور — جُدا سب سے ہے اس کا رنگ اس کا طور
محبت سے ہے ابتدا عشق کی — ہے ترکِ خودی انتہا عشق کی
ہے فرطِ محبت کا انجام عشق — کمالِ محبّت کا ہے نام عشق
کہے کچھ زبان مین یہ طاقت نہین — خدا کی ہے قدرت محبت نہین
محبت ہے سرمایۂ امتیاز — محبت ہے پیرایۂ اہتزاز
اسے ساری خلقت پہ ہے برتری — کہ اس سے جنس کا ہے خدا مشتری

تھی روز ازل اک طرف کائنات
نفائس جواہر زر و زین حیات

زر و گوہر و عزت و ملک و جاہ
ہے دنیا کی قومون کو جن جن کی چاہ

محبت تھی اک سمت جلوہ کنان
بظاہر سبک اور بباطن گران

نہ عزت کا اس کی تھا کوئی قرین
یہی پلہ مائل تھا سوئے زمین

تو ازن جواہر سے اصلا نہ تھا
تھا یوسف کا پلہ جو اٹھتا نہ تھا

زمین پر جو خواہان یہ منزل کی تھی
اسی روز سے جستجو دل کی تھی

یہ دولت یہین سے ہویدا ہوئی
کہ مخلوق سب دل سے شیدا ہوئی

محبت کو منطق سے کیا کام ہے
محبت مے عشق کا جام ہے

شریعت نے اس کو رگ جان کہا
تصوف نے نار فروزان کہا

کہ اک یاد معشوق کو چھوڑ کر
جلاوے رگ قلب کو توڑ کر

ہین اقسام آتش کے دنیا مین چار
نہین قسم خامس کا جسمین شمار

ہے اک آگ دنیا مین پھیلی ہوئی
کہ جسمین ہے سوزش بھی اور نور بھی

تھی وہ دوسری جسمین تھا صرف نور
جو چمکی تھی اک دن سر کوہ طور

سراپا تھا گو بحر آتش مین غرق
شجر کی نضارت مین تھا کچھ نہ فرق

ہے پھر تیسری قسم نار سقر
ہمیشہ جو بے نور ہے شعلہ ور

ہین اہل عذاب ایسے آشفتہ حال
وہ ہین کالے شعلے جو ہونگے دبال

ہے قسم چہارم شجر کی وہ آگ
نمو سے زراعت کی ہر سو لاگ

شجر کی جڑون مین یہ مستور ہے
نہ گرمی ہے اس مین نہ کچھ نور ہے

ہے وہ پانچوین آگ اب کون سی
بتایا معشوق کو جس نے دی

تھا جو کچھ کہ دل مین نہان جل گیا
مکین بچ گیا اور مکان جل گیا

ہوا اک شے معین حیات دمات
نہین ہے سمجھنے کے قابل یہ بات

جو ہین اہل تحقیق مغرب مین اب
ہین اس رائے پہ متفق سب کے سب

کہ جب ایک قوت کے دو نوجوان
کسی راہ مین ہون نظارہ کنان

نکلتی ہین آنکھون سے دو بجلیان ۔۔۔ ہے ان دونون کا ایک خط پر قران
لپٹتی ہے باہم نگہ سے نگاہ ۔۔۔ پلٹتی نہین پھر وہ آنکھون کی راہ
جو ہوتا ہے جزر دنظران کا کم ۔۔۔ یہ ہے علت کرب و رنج و الم
ہے یہ قول جس کا وہ نادان ہے ۔۔۔ بلند اس سے بھی عشق کی شان ہے
مساوی ہے گر شرط تاب وتوان ۔۔۔ تو کیون اپنے بچہ کی عاشق ہے مان
قوی اور کمزور ہے کس کی آنکھ ۔۔۔ وہ بچہ کہ کہلتی نہین جس کی آنکھ
عبث ہے یہ منصور کی دار پر ۔۔۔ نہین منحصر عشق دیدار پر
یہ قول ارسطو زبان پر ہے عام ۔۔۔ کہ شرط محبت کا ہے عشق نام
ہون کیا عشق کے کارنامے بیان ۔۔۔ دکھاتا ہے یہ طرفہ نیرنگیان
کہین ہے یہ سوز اور کہین ساز ہے ۔۔۔ کہین ہے نیاز اور کہین ناز ہے
طریق اور دستور اس کا نیا ۔۔۔ برابر ہے بادشاہ و گدا
طبیبے کہ دارد کفن ہا بدوش ۔۔۔ حکیمے کہ غارت کند عقل وہوش
یہی قیس عامر کا استاد تھا ۔۔۔ یہی دین و آئین فرہاد تھا
تھا ہاروت وماروت کا یہ مشیر ۔۔۔ کیا چاہ بابل مین جس نے اسیر
اسی نے زلیخا پہ ڈالی کمند ۔۔۔ کیا اس نے یعقوب کو دردمند
نہین کشتۂ عشق کا خون بہا ۔۔۔ ہے مقتول اس کا شہید وفا
یہ ہے خضر راہ فنا و بقا ۔۔۔ یہ بندے کو دیتا ہے حق سے ملا
یہ ہے سحر بھی اور اعجاز بھی ۔۔۔ یہ ہے راز دار اور غماز بھی
حقیقی کہین ہے مجازی کہین ۔۔۔ ہے پستی کہین سرفرازی کہین
یہی عشق توعین ایمان بھی ہے ۔۔۔ یہی عشق ایمان کی جان بھی ہے
غرض اس کے اسلوب مجذوب ہین ۔۔۔ محبت کے جوڈھنگ ہین خوب ہین
اثر رکھتی ہے خوش جمالون کی آنکھ ۔۔۔ غضب ڈھاتی ہے رونیوالون کی آنکھ
نظر یاس وحرمان کی جاتی نہین ۔۔۔ تڑپ قلب کی دیکھی جاتی نہین

کلیجے تک آتا ہے غم کا اثر — دُکھا دل، اُٹھا ہاے دردِ جگر
محبت مین ہوش و خرد کھوئین گے — کلیجہ کوئی تھامے ہم روئین گے
غریب الوطن کا فسانہ اگر — سنین گے تو بیتاب ہوگا جگر
اگر اشکِ غم شمع بھر لائیگی — سحر تک نہ بستر پہ نیند آئیگی
غریبون کی قبرون پہ گر جائینگے — گلے سے مزارون کو لپٹائینگے
جہان سے گذرنا نہ دیکھین گے ہم — جوانی کا مرنا نہ دیکھین گے ہم
زیادہ تڑپ اہل محفل کی ہے — یہ لو شمع کی کس جلے دل کی ہے
مزارون پہ جان حزین کھوئین گے — عزیزون کو ہم ڈھونڈھکر روئین گے
یہ ہے آنکھ جن کی جگائی ہوئی — ہے تربت مین نیند اُن کو آئی ہوئی
نگاہین وہ کیا ہوگئین آہ آہ — برابر تھی جن سے محبت کی چاہ
یہ کس نے لحد سے پکارا ہمین — ارے بند آنکھون نے مارا ہمین
یہ تاثیر اجل کے پسینہ کی ہے — تباہی جو دل کے سفینہ کی ہے
نہین یہ جگہ خلق مین سیر کی — تڑپتے ہین میت پہ بھی غیر کی
یہ کیون دوسرے دل کا ہوتا ہے غم — کرا ہے جو کوئی تو روتے ہین ہم
وہ ہو آہ گرم آہ یا سرد ہو — وہی دل ہے جسمین کہ کچھ درد ہو
نہ یہ حُسن والون کا انداز ہے — نہ یہ عشق ہے اور نہ یہ ساز ہے
غرض حاصل حُسن والفت وہ ہے — خدا جسکو سمجھے محبت وہ ہے
الٰہی مجھے عشق کا شوق دے — الٰہی مجھے عشق کا ذوق دے
الٰہی عطا کر دلِ بے قرار — چھپا دے مری مشتِ گل مین شرار
ملے عشق کی تجھ سے دولت مجھے — عطا ہو محبت مودت مجھے
محبت وہ عین عبادت جو ہے — مودت وہ اجرِ رسالت جو ہے
محبت ملے شاہِ لولاک کی — مودت ملے عترتِ پاک کی
رہے قلب مین عشق آل رسول — الٰہی بحق علی و بتول

ہے یہ حاصل قلبِ اہلِ وفا — محبت مودت پہ ہو خاتمہ
نہ تھے مرتے دم تک مودت رہے — زبان پر مودت کی آیت[1] رہے

[1] لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ۱۲

قطراتِ اشک

باوجود قید و بند کی آزادی کے حریت دوست ہندوستانی وطن سے باہر بھی جلاوطنی کی سزا بھگت رہے ہیں انھیں میں سے ایک دوست نے ذیل کی نظم ناظرین الناظر کی ضیافت طبع کے لیے کوئینگ تامر سے بھیجی ہے۔ (ایڈیٹر)

بارہا وطن شدم نالان — روز و شب از غمش سرشک فشان
ہست مدت کہ از وطن دورم — از فراقش مدام رنجورم
پیشِ چشمم بود بلبل و نسار — وطنم ہمچو "جنت الابرار"
منکہ از خاکِ پاکِ کشمیرم — جائے دیگر نمے تواں میرم
مثلِ من صد ہزار اہلِ وطن — از ستم در بدر چہ مرد و چہ زن
مارسیدہ ازیں بہشت شدیم — از ستم جانبِ کنشت شدیم
ہمچو گلہ رمیدہ از ہر سو — کو شبان تا کنیم سوئش رو
کو شبان تا بزیرِ سایۂ خویش — جمع آرد فراریٔ بزمیش
آہ و صد آہ نیست چو پانی — این چنین تا کند نگہ بانی
این مذلت کہ رو بما بنمود — اثرِ عیش و نوش گویا بود
عیش بیجا است باعثِ ذلت — زیں سبب شد خراب این جنت
اے خدا ہمتے بما دہ — از کرم مسلکے بما دہ
تا نمائیم کارِ خود اصلاح — سر در آریم در طریقِ فلاح

"مہجورِ وطن"

نقد و تبصرہ

(الف) تصوف

(۱) مناقب رزاقیہ۔ (فارسی) مولفہ حضرت ملا نظام الدینؒ فرنگی محلی۔ تقطیع ۲۰×۲۶۔ حجم ۵۶ صفحہ قیمت عہ/ پتہ :۔ الناظر بک ایجنسی، وکٹوریہ اسٹریٹ۔ لکھنؤ

صوبۂ اودھ مین بانسہ کی درگاہ ایک خاص شہرت و امتیاز رکھتی ہے۔ بانسہ بارہ بنکی کے ضلع مین ایک قدیم موضع کا نام ہے۔ ریلوے اسٹیشن صفدر گنج سے تین چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے، آبادی مختصر آب و ہوا خوشگوار، شروع شوال مین ہر سال دھوم دھام سے میلہ لگتا ہے، زائرین کا ہجوم، دوکانداروں کی بھیڑ۔ تماشائیون کا انبوہ، ایک ہفتہ کے لیے گانون پر شہر کا دھوکا ہونے لگتا ہے جلب توجہ کا ایک بڑا سامان "آسیب زدہ" عورتون (کچھ مرد بھی ہوتے ہین) کا ہجوم ہوتا ہے، سال مین ہمیشہ ایک تعداد آسیب زدون کی ٹھہری رہتی ہے، عرس کے زمانہ مین بہت بڑھ جاتی ہے، عام اعتقاد یہ ہے کہ صاحب مزارؒ کے تصرف سے بھوت پریت، آسیب چڑیل جن وغیرہ اُتر جاتے ہین یا جل کر مر جاتے ہین۔

صاحب مزارؒ کا اسم مبارک سید عبدالرزاقؒ ہے۔ عوام مین "رجاک بابا" کے نام سے مشہور ہین۔ گیارھوین صدی ہجری کے وسط مین ولادت ہوئی۔ ۱۱۳۳ھ مین وفات پائی، سلسلۂ نسب سید کونین صلعم سے ملتا ہے، مشرب طریقت قادری تھا، فیوض باطنی سلطان الہند اجمیریؒ کے دربار سے بھی حاصل کیے خلافت میر عبدالصمدؒ "خدانما" احمد آبادی سے پائی، سلسلۂ فیض بہت وسیع ہوا، ایک مستقل نظام طریقۂ رزاقیہ کی بنیاد پڑ گئی۔

مناقب رزاقیہ، فارسی زبان مین اسی بزرگ کی ایک مستند سرگذشت ہے، مولف خود اس پایہ کے بزرگ گذرے ہین، جنکا نام مسلمانون کی علمی و تعلیمی تاریخ مین قیامت تک زندہ رہیگا یعنی ملا نظام الدین فرنگی محلی شارح ہدایۃ الحکمت و مسلم الثبوت و بانی درس نظامیہ علما، معاصرین کے لیے اُن کی شاگردی باعث افتخار و امتیاز تھی، اور اُن کے چلائے ہوے درس نظامیہ کا سکہ آج ہندوستان کے گوشہ گوشہ مین چل رہا ہے، علامہ آزاد بلگرامی کی شہادت ملاحظہ ہو :۔

امروز علما، اکثر قطر ہندوستان نسب تلمذ بہ مولوی دارند وکلاہ گوشہ تفاخری شکنند وکسے کہ سلسلۂ تلمذ بادی رساند بین الفضلار علم امتیازی افرازد۔ مردم بسیار دیدہ شد کہ تحصیل جاہاے دیگر کردند وبراے اعتبار خاتمہ فراغ از مولوی گرفتند" (مآثر الکرام، صـ۲۲)

معقولات کے اس جید عالم، منقولات کے اس زبردست فاضل، علوم ظاہری کے اس استاذ الاساتذہ کو بالآخر دیہات کے ایک امی وحرف ناشناس کا حلقہ بگوش بننا پڑا، اور چند روز کے بعد خلعت خلافت سے سرافرازی حاصل کی۔

حضرت سید بانسویؒ کے ملفوظات وحالات، فضایل ومناقب، فارسی واردو کی متعدد تالیفات مین ملتے ہین، لیکن جو مرتبۂ استناد ملا صاحب کی مناقب رزاقیہ کو حاصل ہی، وہ اور کسی کے نصیب مین نہین۔ خوش اعتقادی اکثر احتیاط وثقاہت اور بے احتیاطی ومبالغہ بیانی کے درمیان فرق مٹا دیتی ہی۔ لیکن ملا نظام الدین کا قلم تحقیق واحتیاط کا خوگر تھا۔ اس نے اپنے یہ اوصاف میدان عقیدت مین بھی قائم رکھے۔

کتاب پانچ حصون مین منقسم ہی۔ ملا صاحب اپنی زبان مین بجاے "فصل" کے "وصل" لکھتے ہین اور اون جیسے واصل حق کی زبان ہی، جو دنیا کو دعوت وصل دینے آیا ہو، وصل ہی کا لفظ اچھا بھی معلوم ہوتا ہی۔ پہلی فصل (صـ۳-۸) مین اپنے مرشد کے نسب، حلیہ، واقعات وفات وسلاسل روحانی کو بیان کرتے ہین۔ دوسری فصل (صـ۹-۱۴) مین عام اخلاق وخصایل ومجاہدات وغیرہ کا ذکر ہی۔ تیسری فصل (صـ۱۵-۲۸) مین وہ ارشادات نقل کیے ہین، جو ہاتف غیب کی آواز سنکر زبان مبارک پر آتے تھے۔ چوتھی فصل (صـ۲۹-۳۸) واقعات خواب والہامات بیداری سے متعلق ہی۔ پانچوین فصل (صـ۳۹-۵۶) متفرق واقعات کرامت وخرق عادت وغیرہ کی جامع ہی۔

ملا صاحب، چونکہ خود صاحب حال تھے، اس لیے اپنے مرشد کے واقعات زندگی واقوال نقل کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی بعض اہم مسایل کی بھی عقدہ کشائی کرتے جاتے ہین۔ مثلاً عام اعتقاد یہ ہی کہ خرق عادت کا وقوع صرف انبیا سے ہوسکتا ہی، اولیا سے نہین۔ ملا صاحب اس کے مخالف ہین۔ اُن کے نزدیک خرق عادت دونون یعنی انبیا، واولیا، دونون سے ظاہر ہوسکتا ہی۔ فرق صرف اصطلاح کا ہی۔ اگر وہ فعل مدعی نبوت سے اُسکے دعوی کی تصدیق مین صادر ہوگا، تو اُسے معجزہ سے موسوم کرین گے۔ اور اگر عمومی طور پر کسی ولی سے صادر ہوگا، تو کرامت کہلائیگا

اسی طرح بعض دیگر مسائل مثلاً مسئلہ سماع، مسئلہ تناسخ، عدم تقید نماز، وغیرہ سے متعلق مولف کے ارشادات قابل دید و قابل توجہ ہین۔

ڈیڑھ سو سال سے زائد تک غیر مطبوع رہنے کے بعد اول اول کتاب ۱۳۱۳ھ مین شمس العلماء مولانا محمد نعیم فرنگی محلی و حضرت سید شاہ غلام جیلانی بانسوی قدس سرہما کے زیر اہتمام و تہذیب شایع ہوئی تھی۔ چند سال کے بعد بازار مین ناپید ہوگئی تھی۔ یہ دوسرا ایڈیشن سید ممتاز احمد صاحب رزاقی (موجودہ سجادہ نشین بانسہ) و مولوی سبغت اللہ صاحب فرنگی محلی کے زیر اہتمام شایع ہوا ہے۔ پہلا ایڈیشن متعدد قلمی نسخون سے مقابلہ کے بعد طبع ہوا تھا اور صحت کا غیر معمولی اہتمام رکھا گیا تھا۔ تہذیب کتاب مین ان دو مرحوم بزرگوار نے جس حیرت انگیز دیدہ ریزی و جانفشانی و باریک بینی کا ثبوت دیا تھا، اسکی نظیر ہندوستان کے موجودہ دور تالیف و تہذیب مین شاید ہی مل سکے۔

(ب) ادب

(۱) مکاتیب اکبر (بہ نام عزیز لکھنوی) تقطیع خرد ضخامت ۲۱۶ صفحہ۔ ناشر: دائرہ ادبیہ لکھنؤ۔ قیمت مجلد عہ غیر مجلد عہ/

حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم نہ صرف ایک اعلیٰ شاعر تھے۔ بلکہ نثر کے بھی مستند انشاپرداز تھے۔ پیش نظر رسالہ ان کے اُن خطوط کا مجموعہ ہے، جو ۱۹۰۹ء اور ۱۹۲۱ء کے درمیان مرحوم نے حضرت عزیز لکھنوی کے نام تحریر کیے تھے۔

شروع مین سولہ صفحہ کا ایک دلچسپ مقدمہ ہے، پھر نہایت مفصل فہرست مضامین مکاتیب ہے۔ اس کے بعد اکبر و عزیز کی تصویر ہے۔ پھر حضرت اکبر کے ایک خط کا فوٹو ہے۔ صفحہ ۳۰ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔

بہ خلاف مضامین و تصانیف کے، جو عام پبلک کے لیے لکھی جاتی ہین، خطوط کا دایرہ ہمیشہ نہایت محدود ہوتا ہے، یعنی اُن کا مخاطب صرف مکتوب الیہ ہوتا ہے اور ان کے مطالب سے پورا لطف صرف مکتوب الیہ یا اسکے چند مخصوص احباب ہی اُٹھا سکتے ہین۔ مکاتیب اکبر بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین۔ تاہم زبان کی روانی و سلاست، بیان کی شوخی و بے تکلفی، واقعات حاضرہ پر دلچسپ و حکیمانہ اظہار رائے، معاصرین کے متعلق بلیغ اشارات، اور بڑے بڑے مطالب کو مختصر عبارت مین ادا کر دینا، ان سب خصوصیات نے مل کر کتاب کا مطالعہ تمام شائقین ادب کے لیے نہایت خوشگوار بنا دیا ہے۔ بعض اقتباسات ملاحظہ ہون:-

"مکرمی خواجہ صاحب نے سرسری طور پر کچھ نوٹ لکھ لیے ہین اُن مین فروگذاشتین ہین۔ آپکا حسن ظن ہو کہ آپ نے پسندیدگی ظاہر کی۔ اگر زندگی باقی ہو اور توانائی پائی تو انشاء اللہ آپکی مشورت پر عمل کرون گا۔ آپ مین جو صفات ہین مین ابتک انکی داد نہین دے سکا۔ دعا یہ ہو کہ داد طلبی سے مستغنی ہو جائیے۔ ضعف بہت ہو۔ سوسائٹی سے دل کا تعلق بہت کم ہو گیا ہو اور ہوتا جاتا ہو۔ سودا اور خفقان ہو ؎

اظہار عقل مین ہین احباب گرم کوشش
اور مجھ کو فکر یہ ہو اپنا جنون چھپاؤن (صد ۱۷۴)

"اخبار دیکھنے کو جی نہین چاہتا، طوفان بے تمیزی روز افزون ہو اصل یہ ہو کہ ہم خود غلان موسم ہوتے جاتے ہین۔ ہر ایک مطلع ذو تصنیف ہو۔ خدا کرے آپ اتنا جئین کہ اسکی داد دیسکین ؎

بوڑھون کے ساتھ لوگ کہانتک وفا کرین
لیکن نہ موت آئے تو بوڑھے بھی کیا کرین (صد ۸۵)

ع "سانس لیتا ہون تو اب خون کی بو آتی ہو" قیامت کا مصرع ہو۔ مجھکو کہنا چاہیے تھا آپ کی زبان سے کیونکر نکل گیا۔ آپ لکھتے ہین۔ خدا جانے شعر صحیح ہو یا نہین۔ ایسے شبہات کی مین بہت قدر کرتا ہون۔ معلوم ہوتا ہو کہ شاعر نے کمال آزادی مین اور ساری دنیا کے مذاق ادراک و فہم سے مستغنی ہو کر اپنا جذب دلی ظاہر کیا ہو اور اب اُسکو خیال آیا کہ آیا یہ آواز اُس عالم گرد و پیش کے موافق ہو یا نہین جسمین فطرت نے ہم کو جگہ دی ہو۔ . . . . . .

کالج کے باب مین آپ نے پوچھا ہو۔ زمانہ کی موجین ہین۔ دیکھتے رہیے۔ یکجائی سے کیا قوت تھی افتراق سے کیا ضعف ہوگا۔ اللہ کے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہیے ؎

شیعہ یہ کہہ رہے ہین کہ ہم داد خواہ ہین — سُنّی یہ کہہ رہے ہین کہ ہم بے گناہ ہین
ممبر یہ کہہ رہے ہین کہ ہم اہل جاہ ہین — لیڈر یہ کہہ رہے ہین کہ ہم رو براہ ہین
صاحب یہ کہہ رہے ہین کہ ہم بادشاہ ہین — کس کو خبر کہ حضرت اکبر تباہ ہین

(۲) حزن اختر۔ (مثنوی) مصنفہ واجد علی شاہ اختر والی سلطنت اودھ۔ مع تصویر مصنف و مقدمہ از مولانا عبد الحلیم صاحب شرر۔ تقطیع خرد رضخامت ۴۹ صفحہ۔ ناشر ادارۂ ادبیہ۔ لکھنؤ۔ قیمت مجلد مع خرچ عہ ۱۰

ایک مختصر مثنوی ہی، جسے "جانعالم" واجد علی شاہ آخری تاجدار اودھ نے زمانۂ قید فرنگ مین ۱۲۶۶ھ مین تصنیف کیا۔ پہلا ایڈیشن ۱۲۷۶ھ مین خود بادشاہی کے مطبع واقع مٹیا برج (کلکتہ) مین شایع ہوکر اہل دربار مین تقسیم ہوگیا تھا، اُس کے بعد سے یہ رسالہ ناپید ہوگیا تھا، محبوب علی صاحب ناظم دائرہ ادبیہ نے اتنے عرصہ کی گمنامی و بے نشانی کے بعد اب از سر نو اسے شایع کیا ہی، اور شروع مین جان عالم کی عکسی شبیہ کے ساتھ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کے قلم سے ایک مقدمہ کا بھی اضافہ کیا ہی،

مثنوی گویا زمانہ اسیری کی خود نوشت سوانحعمری ہی، سلطان عالم نے اپنے مصائب کا حال اور اپنے حرم و اولاد کی تفصیل درج کی ہی، عبرت اندوزی اور تاریخی اہمیت کے پہلو سے کتاب قابل قدر ہی، لیکن افسوس ہی کہ مثنوی شاعرانہ خوبیون سے خالی ہی، اور جس شے کو زمانہ موجودہ "مذاق سلیم" سے موسوم کرتا ہی اُس کا افسوسناک فقدان ہر ہر شعر مین محسوس ہوتا ہی، نمونۂ کلام ملاحظہ ہو۔

قید خانہ مین رہ کر اپنا حال بیان کرتے ہین ؎

دلا کر تو اب حال اپنا بیان — دعا اپنی صاحب کو کر ہر زبان

یہ احوال اعضا ہے جیسے کباب — نہ زلفون مین بل ہی نہ وہ پیچ و تاب

نہ چہرہ کا وہ ڈھب نہ وہ دل کا حال — ہر اک بال ہے جان و تن کو وبال

یہ آنکھون کا عالم ہے فوارے ہین — دماغ و جگر رنج کے مارے ہین

جو گرمی سے یہ لب پیاسے ہوے — تو دندان کھیلین بتاسے ہوے

وہ زانو جو تھے رشک مہر منیر — تو وہ ہوگئے غم سے نان شعیر

اپنے ایک محترم حرم کو جب یون عریان کرکے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہین تو ذوق سلیم کی آنکھین نیچی ہونے پر مجبور ہو جاتی ہین ؎

وہ ہے جعفری بیگم رلقا — خوش انداز نازک ادا خوشنما

لب سرخ برگ گل گلستان — صدف گوہر صاف کا ہے دہان

سر لام ہے زلف زیبائے یار — ہر اک تل ہے عارض کا مشک تتار

کھنچین اس طرح ابرؤن کی کمان — کہ کشتی کو حاضر ہین دو پہلوان

حباب لب نہر مین بھاتیان — یم وصل مین نہر مین چھاتیان

(ج) افسانہ

(۱) سیاحت ہوا۔ ترجمہ سید محمود اعظم فہمی۔ تقطیع خرد۔ حجم ۲۱۶ صفحہ۔ قیمت عہ/ ناشر: دائرۂ ادبیہ لکھنؤ،

فرانسیسی زبان کا ایک ناول ہے جو فارسی زبان میں ترجمہ ہوا، اور فارسی کی وساطت سے اب اُردو میں منتقل ہوا ہے۔ جابجا مترجم صاحبان نے حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ قصہ میں ہوائی جہازوں، کشتیوں طیاروں نیز فضائے ہوائی کے متعلق عام معلومات بہ کثرت دیے گئے ہیں جن کی بنا عموماً جدید مغربی سائنس پر ہے، کتاب پلاٹ اور زبان دونوں کے لحاظ سے اوسط درجہ کی ہے یعنی اگرچہ ان مستحق توصیف و ستائش نہیں نہ قابل اعتراض و گرفت بھی نہیں۔

(د) مسایل حاضرہ

(۱) ضرورت وقت۔ مصنفہ پروفیسر محمد تیمور، ایم اے، اسلامیہ کالج پشاور۔ تقطیع ۱۸×۲۲۔ حجم ۱۰۸ صفحہ قیمت عہ/ ناشر: مصنف۔

مصنف نے رسالہ کا دوسرا عنوان "ضعف ملی کا علاج" رکھا ہے اور کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے باب اول میں یہ بتایا ہے کہ اہل ہند نے انگریزی زبان و علوم کو کن اغراض سے اب تک حاصل کیا، نیز یہ کہ حکومت انگریزی اور مشنریوں نے مغربی علوم کی ترویج میں کیا مصالح سمجھے تھے۔ باب دوم میں مغربی علوم کے اقسام اور ان کے منافع کا موازنہ کیا ہے، باب سوم ہندوستان کی صنعتی پستی اور اُسکے اسباب پر بحث کرتا ہے۔ باب چہارم میں اس صنعتی پستی سے متعلق حکومت و اہل ملک کی ذمہ داریوں کا بیان ہے۔ باب پنجم کا عنوان "عملی تجاویز" ہے اور باب ششم اس امر سے متعلق ہے کہ قومی ترقی کے لیے کن اخلاق کی ضرورت ہے۔

مصنف کا طرز بیان سنجیدہ و عالمانہ ہے، ہندوستان کے قومی لٹریچر کا معلوم ہوتا ہے انھوں نے وسیع مطالعہ کیا ہے، اور تعلیمی، اقتصادی، و حرفتی رپورٹوں کے اعداد و معلومات ایک بہت بڑی حد تک انکی نظر میں ہیں، لیکن افسوس ہے کہ انکی تشخیص مرض و طریق علاج سے ایک لمحہ کے لیے بھی متفق نہیں ہو سکتے انکا زاویۂ نگاہ تمام تر مادی ہے، اُن کے نزدیک ہندوستان کے زوال کا باعث اسکی صنعتی پستی ہے، چنانچہ اگر یہاں کافی تعداد میں کارخانے اپنے جملہ لوازم کے قایم ہو جائیں تو ہندوستان ابھی یورپ، امریکہ و جاپان کا ہمسر ہو سکتا ہے اور یہی اُنکے نزدیک معیار ترقی و معیار کمال ہے اس فلسفہ کا ایک ایک جزیہ غلط و گمراہ کن ہے۔ اور مصنف صاحب کی دلیل کے دونوں مقدمات خصوصیت کے ساتھ باطل و بے بنیاد ہیں۔ نہ ہندوستان یورپ بن سکتا ہے اور نہ یورپ بن جانا ترقی کے مترادف ہے۔ ہمارے

نزدیک عبرت کا اس سے بڑھکر منظر اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ جس صنعتی تمدن کی لعنت سے خود یورپ بلبلا اٹھا ہے، اور جس کے شکنجہ میں پڑکر وہ خود قریب الموت ہو رہا ہے، اُسی لعنت کی جانب ہمارے نام نہاد مصلحین و معالجین غریب مشرق کو دعوت دے رہے ہیں۔ صنعتی تمدن بیچارہ مشرق پر ابھی کچھ روز رحم کرے اور پہلے اپنے پرستار قدیم یورپ کو تو ہلاکت و بربادی سے بچالے

(۵) رسایل و جراید

(۱) نوائے ہند۔ جلد اول نمبر اول۔ آج سے دو ڈھائی سال قبل کیمبرج کے بعض باہمت طلبہ نے نوائے کیمبرج کے نام سے ایک اُردو سہ ماہی رسالہ نکالنے کی ہمت کی تھی۔ چنانچہ پہلا نمبر آب و تاب سے نکلا لیکن وہی اشاعت آخری اشاعت بھی ثابت ہوئی۔ اب اسی روح نے نوائے ہند کا قالب اختیار کیا ہے اور بجائے سہ ماہی کے ششماہی شایع ہوا کرے گا،

پہلا نمبر رسالہ اُردو کی تقطیع پر ۶۶ صفحہ کی ضخامت کے ساتھ شایع ہوا ہے۔ ظاہری پہلو سے کاغذ، طباعت، کتابت، سرورق، ہر شے نفیس اور اعلےٰ قسم کی ہے۔ معنوی اعتبار سے بھی رسالہ کچھ کم درجہ کا نہیں۔ مضامین نثر اوسط درجہ کے ہیں، اور اس لحاظ سے کہ سب طلبہ ہی کی کاوش دماغ کے نتایج ہیں، مستحق تحسین و ستایش ہیں "ہماری زبان" والا مضمون خصوصیت کے ساتھ قابل غور و توجہ ہے، البتہ حصہ نظم، بہ استثنا اکبر کی نظم کے پست ہے، خصوصاً غزلیات تو کسی طرح اس قابل نہیں، کہ اُردو کے وطن سے چھ ہزار میل کے فاصلہ پر انھیں شرف اشاعت بخشا جاے۔

کوالف کیمبرج کے ذیل میں ص ۵۵ و ۵۶ پر "رزولیوشن" کے مرادف متعدد بار لفظ "مباحثہ" یا "مضمون مباحثہ" استعمال کیا گیا ہے اس موقع کے لیے اُردو میں صحیح لفظ "تجویز" یا "تحریک" ہے بجائے "مباحثہ مسترد ہوا" کے کہنا چاہیے کہ "تجویز یا تحریک مسترد ہوئی"۔ کوالف کیمبرج و آکسفرڈ کی زبان بھی پھیکی ہے اور طلبہ کے رسالہ میں یہ پھیکا پن اور زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ تاہم طلبہ کی ترقی و ترویج اُردو کے باب میں یہ کوشش تمام ہواخواہان اردو کی جانب سے عملی ہمدردی اور ہمت افزائی کی مستحق ہے۔ خدا ان کے اس شوق کو قائم رکھے، اور اس میں مزید قوت و برکت پیدا کرے۔ رسالہ کی قیمت، خریداری وغیرہ کے لیے دفتر انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن سے مراسلت کرنا چاہیے۔

(۲) ہمایون (لاہور) جلد ۳۔ نمبر اول۔

یہ پانچ جزو کا ماہوار رسالہ حبیٹس میاں محمد شاہ دین مرحوم کی یادگار میں لاہور سے ایک سال سے ادب اردو کی اچھی خدمت کر رہا ہے۔ پیش نظر نمبر سے اپنی زندگی کے دوسرے سال میں قدم رکھتا ہے۔ اس نمبر میں حصۂ نثر میں تاجور صاحب کا مضمون نظم غیر مقفیٰ پر اور مرزا محمد سعید صاحب کا مضمون شاعری و نفسیات پر قابل مطالعہ ہیں۔ تاجور صاحب نے اردو میں بے قافیہ نظم کی ترویج پر جس عالمانہ و دلنشین پیرایہ میں بحث کی ہے وہ تمام علم دوست اصحاب کے لیے لائق غور و توجہ ہے۔ حصۂ نظم میں حضرت گرامی کے فارسی اشعار داد و تحسین سے مستغنی ہیں۔ سالانہ قیمت پانچ روپیہ۔ پتہ:۔ دفتر ہمایوں عثمنگ روڈ۔ لاہور۔

(۳) نگار۔ جلد ۳۔ نمبر اول۔

یہ رسالہ بھی سال بھر سے نیاز فتحپوری صاحب کی زیر ادارت بھوپال سے نکل رہا ہے اور ادبی اور سائنٹفک مضامین شایع کرتا رہتا ہے۔ جو لوگ نیاز صاحب کے طرز تحریر کے دلدادہ ہیں اُن کے مذاق کا پورا سامان اُس کے صفحات میں موجود رہتا ہے زیر نظر نمبر کے مضامین بھی اسی رنگ کے ہیں۔ قیمت پانچ روپیہ سالانہ پتہ:۔ دفتر نگار۔ بھوپال۔

(۴) دین و دنیا۔ (دہلی) نمبر اول۔ جلد ۳

یہ رسالہ اپنی نوعیت میں سارے ہندوستان میں فرد ہے۔ آغاز میں چند صفحہ بالالتزام خواجہ حسن نظامی صاحب کے قلم کے ہوتے ہیں۔ اُن کی دلچسپی کے متعلق کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ حمد و نعت میں نظمیں ہوتی ہیں، اس کے بعد تفسیر کلام مجید، شرح مثنوی مولانائے روم، شرح دیوان حافظ، و شرح گلستان (سعدی) کے لیے ایک ایک صفحہ وقف رہتا ہے، اور یہ تمام شرحیں عامیانہ نہیں عالمانہ ہوتی ہیں ساتھ ہی زبان نہایت صاف و سلیس ہوتی ہے۔ ایک دلآویز دسبق آموز افسانہ بھی پرچہ میں ہوتا ہے۔ عام مضامین دو طرح کے ہوتے ہیں کچھ ایسے جنمیں مختلف دنیوی مسائل کی تشریح ہوتی ہے، اور کچھ ایسے جنمیں مختلف دنیوی ضروریات (متعلق بہ صنعت و حرفت، تجارت وغیرہ) کی بابت مفید ہدایات ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ سارے خصوصیات اشاعت زیر تبصرہ میں بھی موجود ہیں۔ پرچہ زبان، نوعیت مضامین، اور معلومات، ہر لحاظ سے قابل قدر ہوتا ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ محاسن ظاہری و معنوی کی اس جامعیت کے ساتھ، اور کاغذ و سامان طباعت کی موجودہ گرانی کے باوجود سالانہ قیمت صرف دو روپیہ ہے۔ ملنے کا پتہ:۔ دفتر رسالہ دین و دنیا۔ دہلی۔

(۵) جامعہ۔ نمبر اول۔ جلد اول۔

مولانا محمد علی کی قائم کردہ جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڈھ کالج کا یہ ماہوار رسالہ ہی جسکا صرف پہلا نمبر اب تک شایع ہوا ہی۔ عنان ادارت مولوی نورالرحمن بی اے کے ہاتھ مین ہی جن کا نام الناظر کے لیے نامانوس نہین مضامین عموماً طلبہ ہی کے لکھے ہوے ہین اور اچھے خاصے ہین نثر مین مولوی محمد مسلم ایم اے کا مضمون موجودہ ایرانی شاعری پر اور نظم مین اقبال سہیل صاحب کی دعاے صادقہ خصوصیت کے ساتھ قابل داد ہین، دعا ہے کہ رسالہ کو قوت ترقی و حیات طویل نصیب ہو۔ حجم ۵۶ صفحہ قیمت للعہ رسالانہ پتہ دفتر رسالہ جامعہ ملیہ اسلامیہ (مسلم نیشنل یونیورسٹی) علی گڈھ۔ (اُس کے بعد رسالہ کا دوسرا نمبر بھی وصول ہوگیا)

(۶) علی گڈھ میگزین۔ جلد ۲۔ نمبر ۱ و ۲

علی گڈھ کالج کا ماہانہ رسالہ اپنی زندگی مین بیون انقلابات دیکھ چکا ہی، ایک زمانہ مین مولانا شبلی اسکے ایڈیٹر تھے، اور دُنیاے ادب کی بہترین شخصیتین اس مین مضمون نگاری کرنا باعث فخر سمجھتی تھین، اسکے بعد اسکے نام، اُس کی شکل و صورت، اور اُسکی معنویت پر مد و جزر کے مختلف دور آتے رہے، تا آنکہ یہ پرچہ کلیتہً طلبہ کے ہاتھ مین آگیا ہی۔ وقت کی عدم پابندی اس کا قدیم شعار رہی ہی، اُسے قائم رکھنا غالباً وضعداری کے مفہوم مین داخل سمجھا جاے۔ موجودہ نمبر جنوری و فروری کا ڈبل نمبر ہی جو ۱۲۰ صفحہ کی ضخامت کے ساتھ نکلا ہی۔ مضامین متعدد اور دلچسپ ہین۔ مضمون نگارون مین قابل ذکر خواجہ حسن نظامی، سیّد سجاد حیدر، آغا حیدر دہلوی، پروفیسر رشید احمد صدیقی، سیّد اخلاق حسین بی اے ہین۔ اور شاعرون مین حضرت اقبال، حضرت گرامی و حضرت جوش ملیح آبادی کے اسماء گرامی اُسکے صفحات کی زینت کو بڑھا رہے ہین۔ قیمت سالانہ صہ پتہ، دفتر علی گڈھ میگزین۔ علی گڈھ

(۷) شباب اُردو (لاہور) جلد ۶۔ نمبر ۵

ادب اُردو کا یہ رسالہ تین ساڑھے تین سال سے شایع ہو رہا ہی، اسکی ایک نادر خصوصیت یہ ہے کہ سرورق پر ہر ماہ سارے ایڈیٹوریل اسٹاف، یعنے ایڈیٹر، آنریری ایڈیٹر جائنٹ ایڈیٹر اور اسسٹنٹ ایڈیٹر صاحب کے اسماء مبارک کی نمایش ہوتی رہتی ہی۔ ممکن ہی یہ اعلان ترقی اشاعت مین مؤثر پایا گیا ہو۔ پیش نظر نمبر ۲۰۰ صفحہ کا ہی، اور اتنے صفحات مین چھوٹے بڑے اہم مضامین کی گنجائش نکالی گئی ہے۔ اس سے بھی نوعیت مضامین کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔ قیمت سالانہ صہ پتہ، شباب اُردو، لاہور۔

(۸) الکمال (لاہور) جلد اول۔ نمبر ۴۔

ایک جدید رسالہ جس کے قلمرو میں مذہب، ادب، تاریخ، طب، تجارت و صنعت و حرفت شامل ہیں باقی اور علوم و فنون مثلاً "نجوم، رمل، جفر، کہانت" وغیرہ کا ذکر کرنا شاید از راہ انکسار رہ گیا ہے۔ تاہم رسالہ فی الجملہ دلچسپ ہے، اور مضامین (مثلاً "دربار حب" اور "شرع کا خون") ایسے ہیں جو ہر رسالہ کے لیے باعث زینت ہو سکتے تھے۔ حجم ۴۰ صفحہ قیمت بہ اختلاف کاغذ للعہ، دعا۔

(۹) نظام کالج اردو میگزین نمبر اول۔ جلد اول۔

مشہور و مرکزی درسگاہوں سے مخصوص مقاصد کے لیے رسائل کا نکلتے رہنا ایک عام دستور ہو گیا ہے پیش نظر رسالہ حیدرآباد کے مشہور و قدیم نظام کالج کا رسالہ ہے۔ مضامین اوسط درجہ کے ہیں ضخامت ۱۰۰ صفحہ قیمت سالانہ للعہ، پتہ، نظام کالج میگزین حیدرآباد دکن۔ تعجب ہے کہ عثمانیہ یونیورسٹی کو اب تک اپنا رسالہ نکالنے کا خیال نہیں پیدا ہوا۔

(۱۰) نونہال (لاہور) جلد ۲ نمبر ۱۲

یہ ہفتہ وار مشہور رسالہ بچوں اور بچیوں کے لیے لاہور سے حکیم احمد شجاع بی اے، کی ادارت میں نکلتا رہتا ہے اور اپنے رنگ میں مفید خدمت انجام دے رہا ہے۔ زیر نظر نمبر اپنی عام خوبیوں کا جامع ہے اور کہانیوں سبقوں اور نظموں کا ایک دلچسپ دلکش مجموعہ ہے۔

مکتوب زائر حرم

ایڈیٹر صاحب المناظر۔

مولوی ظفر الملک صاحب کا تازہ عنایت نامہ اس مضمون میں ان کی اجازت و علم کے بغیر اپنی ذمہ داری پر اشاعت کے لیے بھیجتا ہوں، ان کے اس خواب پر ہزار دن شب بیداریاں قربان ہوں میرے دل میں تو یہ خط پڑھکر رشک کا جذبہ پیدا ہوا۔ ممکن ہے بعض اور ناظرین بھی میرے اس جذبہ میں شریک ہوں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء وہ خواب کی تعبیر دریافت فرماتے ہیں مجھے انکے بھولے پن پر حیرت ہوتی ہے۔ یہ خواب خود اپنی تعبیر ہے۔ زیارت اقدس پر اگر حیات جاوید کا اطلاق نہیں ہو سکتا، تو میں نہیں جانتا، پھر کس دوسرے مفہوم پر ہو سکتا ہے۔ اس مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد کسی اور مرتبہ کی تمنا ہی بے معنی ہے۔

آنکس کہ ترا بدید جان را چہ کند　　فرزند و عیال و خان و مان را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی　　دیوانہ تو ہر دو جہان را چہ کند

شہادت کا مرتبہ بے شبہ بہت بلند و ارفع ہی، لیکن شاید اس سے بھی بلند تر مرتبہ صدیقیت کا ہی۔ اور مقبولیت بارگاہ نبوی سے بڑھ کر صدیقیت کی کوئی دلیل خیال مین نہین آسکتی۔ والسلام

عبدالماجد۔ دریاباد۔ بارہ بنکی

۷۸۶

جہاز ہمایوں (قریب عدن)　　پنجشنبہ ۳۔ مئی سنہ ۱۹۲۳ء

مکرمی۔ سلام مسنون۔ کراچی سے ایک عریضہ بھیج چکا ہون۔ کل جہاز عدن پہونچنے والا ہی صرف چند گھنٹے ڈاکٹری معاینہ کی غرض سے ٹھہرتا ہوتا ہی اور ہندوستانیون کو وطن خطوط بھیجنے کا موقع ملجاتا ہی۔ اسی امید مین یہ سطور لکھ رہا ہون۔ ضلع بارہ بنکی کے جو لوگ اس جہاز پر ہین دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ دریاباد اور علی آباد کے لوگ ہین۔ ایک شخص ..... سے گفتگو آئی تو وہ آپ لوگون سے واقف نکلا .....

سفر ابتک بخیر و خوبی گذرا ہی۔ البتہ ایک بات آپ کو لکھنے کے قابل گذری ہی۔ لکھنؤ سے روانگی کے وقت مجھپر کسی قدر مایوسی کا عالم طاری تھا۔ گویا مین وطن سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہا ہون۔ روانگی کے بعد یہ حالت جاتی رہی تھی۔ بمبئی مین یہ خیال پیدا ہوا کہ تو اپنی آلودگیون کے باعث اُس مقدس سرزمین پر حاضر ہونے کے قابل نہین۔ یہ خیال بعض اوقات اتنا ترقی کر جاتا تھا کہ ٹکٹ جہاز خرید چکنے کے بعد طبیعت فسخ عزم پر آمادہ ہو جاتی تھی۔ کراچی تک یہی حال رہا۔ اُس کے بعد جب واپسی کی تمام توقعات منقطع ہو گئین تو یہ کیفیت زائل ہوئی۔ دوشنبہ کی رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ مین روضۂ اقدس پر حاضر ہون۔ مزار شریف سے دور ایک مقام پر مراقب ہوا تو حضورؐ برآمد ہو گئے اور محبت کی نگاہون سے دیکھ کر فرمانے لگے کہ مانگ جو تیرا جی چاہے۔ مین متامل ہوا تو پھر نہایت لہاؤ کے ساتھ جیسے ماں اپنے بچہ سے کہتی ہی اصرار فرمایا کہ مانگ۔ مین نے عرض کیا کہ زندگی جاوید۔ معاً خیال آیا کہ شیطان اور اُس کی ذریت بھی ابدالآباد زندہ رہے گی اس لیے فوراً ہی یہ جملہ اضافہ کیا۔ مگر اسلام کے ساتھ۔ حضورؐ نے اس کو منظور فرمایا اور فرمایا کہ اچھا اپنے گھر جا اور یہ معلوم کر کے کہ میرے پاس زاد راہ کم ہی کچھ روپیہ مجھے مرحمت فرمایا

اور فرمایا کہ کل اور ملے گا۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

مین نہین کہہ سکتا کہ اس خواب کا کیا اثر ہوگا ممکن ہی کہ محض دماغی خلاقی ہو کیونکہ یکشنبہ کی شام کو گرامی کا یہ شعر کئی دفعہ زبان پر آیا تھا۔

پور مریم مردہ را زندہ کند خواجہ ما زندہ را زندہ کند

لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی ہوتا ہی کہ اس سے پہلے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت (بانیندہ) نصیب نہوئی تھی۔ گو صورت اب بھی یاد نہین مگر آنکھ کھلنے کے وقت یاد ہی پڑا کہ یہ ساری گفتگو حضور ہی سے ہوئی اس لیے یقیناً خواب صحیح ہوگا اور اُس کے بعد اُسکی یہ تعبیر ذہن مین آتی ہی مجھے درجہ شہادت نصیب ہوگا۔ خواہ مغفرین یا بعد کو۔ واللہ اعلم کیا معتقد رہین ہو۔ آپ کو اس لیے لکھتا ہون کہ ..... اور مثنوی کو برابر مطالعہ کرتے رہتے ہین۔ ممکن ہی کہ کوئی تعبیر مناسب ذہن مین آئے۔ تو امیدوار ہون کہ مطلع فرمائین گے انشاء اللہ تعالیٰ ۲۵ رمضان المبارک تک حرم محترم مین حاضر ہو جاؤن گا۔ اور وہان سے شوال کے پہلے قافلہ مین مدینۃ الرسول کے واسطے روانگی ہو سکے گی۔ آپ کو یہ عریضہ ۱۵ مئی تک مل جانا چاہیے۔ اگر آپ فوراً جواب دین تو مدینہ منورہ مین مل سکتا ہی ..... عجب نہین کہ آپ کا خط اور مین قریب ہی قریب مدینہ منورہ مین داخل ہون۔

مئی کے الناظر کے لیے نظرانے لکھ کر اسی ڈاک سے لکھنؤ بھیج رہا ہون خدا کرے کہ وقت پر پہونچ جائے امید ہی کہ آپ معہ اہل خاندان بخیریت ہون گے۔ خاکسار

ظفر الملک

اعتذار

ہر چند جانتا ہون کہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہی مگر محض بطور اظہار واقعہ ناظرین کرام کی خدمت مین کچھ گذارش کرنیکی جرأت کرتا ہون۔

مئی کا الناظر جسکو ۱۵ مئی کو شایع ہو جانا چاہیے تھا آج شایع ہو رہا ہے نظر سے خوش گذرے [illegible] آخری مضمون ۱۴ مئی ۱۹۲۳ء کو عدن سے وصول ہوا ہی جسکے بعد ہی عید الفطر کے وقت ہو جانے [illegible] کردی ہی۔ مگر اسکی تلافی اس طرح کردی گئی ہی کہ آٹھ صفحہ حجم معمول سے زیادہ ہو گیا ہی۔ [illegible]

نظرے خوش گذرے

مین ۱۶ اپریل کو لکھنؤ سے روانہ ہوا اور ایک ہفتہ بعد بمبئی سے جہاز ہمایون پر سوار ہوکر جدہ جا رہا ہون۔ انشاء اللہ العزیز ۲۵ مئی تک حرم محترم کی زیارت سے مشرف ہوجاؤن گا۔ یہ چند سطرین جہاز پر اس امید مین لکھ رہا ہون کہ عدن سے روانہ کرسکون گا اور عدن مین کسی سبب سے موقع نہ ملا تو پھر جدہ سے بھیج سکون گا۔ مکہ معظمہ مین ہفتہ عشرہ قیام کرکے مدینہ منورہ کی طرف روانگی کا قصد ہے اور ارض حجاز کی دلبستگیون سے مہلت ملے گی تو انشاء اللہ قافلہ یثرب کی روانگی سے قبل جون نمبر کے لیے بھی کچھ لکھنے کی کوشش کرون گا۔ اگر اشاعت رسالہ کے وقت تک خطوط لکھنؤ نہ پہونچ سکین اور کوئی پرچہ اس عنوان کے مضامین سے خالی رہ جاے تو امید ہے کہ ناظرین کرام سفر کی مجبوریون اور رسل ورسائل کی دشواریون پر نظر فرماکر مجھے مورد الزام نہ بنائین گے

سفر کی تیاریون نے اپریل نمبر کو مکمل کرنے کا موقع نہ دیا اور جلدی مین جتنا لکھا جاسکا کاتب صاحب کے حوالہ کردیا گیا۔ اور اگرچہ کافی وقفہ گذر جانے اور انتظامات سفر بحری کی مصروفیتون کے باعث خیالات کا وہ سلسلہ منتشر ہوگیا جو لکھنؤ کے گذشتہ جلسہ ہاے مسلم لیگ و مرکزی خلافت کمیٹی کے بارہ مین ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتا تھا: تاہم مرکزی خلافت کمیٹی کے معاملہ کی اہمیت اسکی مقتضی ہے کہ ارباب راے کے سامنے اصلی حالات بیان کیے جائین۔

الناظر کے کسی گذشتہ نمبر مین ناظرین پڑھ چکے ہین کہ اکتوبر ۱۹۲۲ء مین خلافت کمیٹی کا جلسہ دہلی مین منعقد ہوا تھا اور اس جلسہ مین پانچ اصحاب کا ایک تحقیقاتی کمیشن دفتر خلافت کمیٹی کی جانچ کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی نے جو رپورٹ کلکتہ کے جلسہ مین (غالباً نومبر کے آخر یا دسمبر کے شروع مین) پیش کی اسے جناب حکیم اجمل خان صاحب و دیگر بزرگان قوم نے دبا دیا اور اسکی مطبوعہ کاپیان تلف کرادین۔ کیا کوئی صاحب مطلع فرمائین گے کہ یہ رپورٹ جامعہ ملیہ مین کس کے حکم سے چھپی تھی اور اسکے مصارف طبع کس نے برداشت کیے؟ — اس کے بعد ان ارکان نے ایک دوسری رپورٹ مرتب کی جو گیا کے جلسہ مین پیش ہوکر قاعدہ داخل دفتر ہوئی گذشتہ فروری مین جب مرکزی خلافت کمیٹی کا جلسہ علی گڈھ مین منعقد ہوا تو علی گڈھ

کو (جو مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کا اگرچہ آرگن نہیں مگر اُس کے بعض ارکان مقامی کا خدمت گذار رضہ و ہی) اس سابقہ رپورٹ کا ایک نسخہ مل گیا اور اُس نے اپنی ایک اشاعت مین اُسے تمام و کمال چھاپ کر ملک مین کافی طور پر مشتہر کر دیا۔ علی گڈھ گزٹ سے اُن دیگر اخبارات نے بھی اس رپورٹ کو نقل کر لیا جو انواہی حکومت کے مدعی یا مرکزی خلافت کمیٹی سے اختلاف رکھتے ہین اور ایک صاحب جو خود بھی ماشاءاللہ ایک خلافت کمیٹی کے رکن ہین اور اس سے مستفیض بھی ہوتے رہے ہین اس کا ترجمہ کلکتہ کے مشہور اینگلو انڈین اخبار اسٹیٹسمین مین شایع کرا دیا۔ صاحب مذکور چونکہ اُس اخبار کے نامہ نگار خصوصی ہین اس لیے غالباً ان کا ضمیر اس کارروائی کے بارہ مین مطمئن ہوگا لیکن خلافت کمیٹی کے حقوق کا نظر انداز ہو جانا یقیناً لائق تاسف ہے۔

اسٹیٹسمین مین اس رپورٹ کا شایع ہونا تھا کہ ملک بھر مین اس سرے سے اُس سرے تک ایک آگ سی لگ گئی خصوصاً اینگلو انڈین اور لبرل پارٹی کے اخبارات کو تو خلافت کمیٹی پر لعن طعن کرنے کا خوب ہی موقع ملا اور اُنھون نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے مین کوتاہی نہین کی۔ اس آگ کو فرو کرنے کے لیے اور جو ہیجان خود عامۃ المسلمین کے خیالات مین اشاعت سے پیدا ہو گیا تھا اُس کو دفع کرنیکے لیے مرکزی کمیٹی کے کارکنون کو بڑی چوٹی کا سارا زور صرف کرنا پڑا چنانچہ لکھنؤ مین مسلم لیگ کے جلسہ کی خبر پاکر مرکزی خلافت کمیٹی کا ایک جلسہ بھی کر دیا گیا اور اس موقع پر ایک مطبوعہ بیان انگریزی اور اردو مین اسٹیٹسمین کی رپورٹ کے خلاف شایع کیا گیا۔ ایک سکرٹری صاحب نے اپنے دفتر کی صفائی کے لیے یہان تک اہتمام کیا کہ صندوق کے صندوق بھر کر تمام رسائل و مطالبات و دیگر حسابی کاغذات لکھنؤ اُٹھا لائے۔ اور مین اُنھین قابل مبارکباد سمجھتا ہون کہ نہ صرف جلسہ کے سامنے اُن کو سرخروئی حاصل ہوئی بلکہ اُس تحقیقاتی کمیشن کے بعض ارکان سے ایک ہمچی نامہ بھی انھین حاصل ہو گیا۔ اور اب اُس کے بعد ایک عدالت مین مجسٹریٹ کی زبان سے اسنادی الفاظ سُن لینے کے علاوہ اخبارات ہمدم لکھنؤ و مسلمان کلکتہ کی طمانیت آمیز تحریرون کے ساتھ ہی خود اسٹیٹسمین کی طرف سے بھی اس مفہوم کا ایک بیان شایع ہو گیا ہے کہ جو رپورٹ اُس کے کالمون مین شایع ہوئی تھی وہ قابل اعتماد اور صحیح نہین ہے، ع جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے۔ لیکن جو واقعات و حالات مسلسل کئی ماہ کی تلاش و جستجو کے بعد میرے علم مین آئے ہین اُن کی بنا پر سکرٹری مجلس مرکزیہ مجھے معاف فرمائین اگر مین اُنکی

خدمت مین یہ عرض کرنے کی جرأت کرون،

مین زبان سے تم کو سچا کہو لاکھ بار کہدون
اِسے کیا کرون کہ دل کو نہین اعتبار ہوتا

یہ سچ ہو کہ یہ رپورٹ جو مخالفین نے مشتہر کردی ہو وہ نہین ہو جو مجلس مرکزیہ کے جلسہ گیا مین پیش ہوئی تھی مگر اس امر واقعہ سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ یہ رپورٹ اُسی تحقیقاتی کمیشن کی مرتب کردہ تھی جسکے بعض اراکین نے کمال جسارت سے اب اُس سے اپنی بے تعلقی ظاہر کی ہو اور اگرچہ اس کے تسلیم کرنے مین کسی کو کلام نہین ہو سکتا کہ یہ رپورٹ جبکہ خود اُسکے مرتبون نے اُسے مسترد ہو جانے دیا تھا کسی باقاعدہ رپورٹ کی مرادف نہین ہو سکتی لیکن اُس کے یہ معنی بھی نہین لیے جا سکتے کہ جو مواد اسمین موجود ہو وہ بالکل بے اصل ہو یا اُس کے تمام بیانات قطعاً ناقابل اعتماد ہین۔ سطور آئندہ مین ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ بتانا چاہتے ہین کہ یہ رپورٹ کیون اور کن حالات مین لکھی گئی تھی جس سے ارباب رائے کو معاملات کی تہ تک پہونچنے مین مدد ملے گی۔

واقعہ یہ ہو کہ مرکزی خلافت کمیٹی کی حالت عرصہ سے ایک بساط شطرنج کے موافق ہو رہی ہو جسپر متعدد عہدہ داران اور وہ ارکان کمیٹی جو مختلف جماعتون اور طریقون سے خلافت کمیٹیون پر اثر انداز ہوتے اور اُن کے سرمایہ اور انتظامات پر قابو رکھتے ہین اپنی اپنی چالین کھیلتے رہتے ہین شطرنج مین سیاہ و سفید یا سُرخ و سبز دو رنگ کے مُہرے ہوتے ہین۔ یہان بھی اگرچہ رنگ بظاہر متعدد ہین مگر حقیقت مین دو پارٹیان کھلی ہوئی موجود ہین۔ ایک پارٹی سیٹھ چھوٹانی صاحب صدر مرکزی خلافت کمیٹی اور مسٹر احمد صدیق کھتری معتمد مرکزی کمیٹی کی ہو جسے شمالی ہند کے بعض مغززین اور صوبجاتی کمیٹیون کے بعض عہدہ داران کی حمایت و تائید بھی حاصل ہو۔ اور دوسری پارٹی علی گڈھ کے اُن کلنڈرون کی ہو جو مرکزی کمیٹی کا دفتر بمبئی مین ہونے کی وجہ سے وہان قیام پذیر رہتے یا بکثرت آتے جاتے رہتے ہین؛ یہ پارٹی بہت بڑی ہو اور چونکہ اُس کے متعدد افراد مہمان شاہی بن جانے یا دورہ وغیرہ پر رہنے کی وجہ سے بمبئی سے غیر حاضر ہو جاتے ہین اس لیے کسی ایک شخص کو اُس پارٹی کا سرگروہ قرار دینا دشوار ہو۔ کئی سال ہوئے کہ ایک دوسرے ہنگامہ کے سلسلہ مین اِس جماعت کو محمد علی صاحب کی ذریات کا لقب دیا جا چکا ہو اور غالباً اب بھی اُس پارٹی کو اسی نام سے موسوم کیا جا سکتا ہو؛

سیٹھ چھوٹانی اور سیٹھ احمد صدیق کھتری صاحبان حقیقتاً اپنی ذہنی و علمی اہلیتون یا گذشتہ قومی و ملکی خدمتون کے لحاظ سے جمعیتہ مرکزیہ خلافت جیسی مہتم بالشان مجلس کی صدارت و معتمدی کے لیے قطعاً موزون نہ تھے مگر جن حالات مین یہ مجلس قائم ہوئی تھی اُن پر نظر کرکے اور غالباً بعض وقتی فوائد کے خیال سے ابتداً لوگون کی توجہ اس طرف مبذول نہین ہوئی لیکن کچھ عرصہ تک برابر ساتھ کام کرنے کے بعد ممکن نہ تھا کہ ہمارے علی گڈھ کے کھلنڈرون کے لیے اس ملبوس زرین کا بار ناقابل برداشت نہو جاتا جبتک مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر کچلو وغیرہ بمبئی مین رہے اُن کی ذاتی شہرت و عظمت کا اثر دونون فریق کے درمیان توازن تام رکھنے کا سبب بنا رہا اور کوئی ظاہری رخنہ پیدا نہین ہوا۔ مگر بعد مین جو لوگ ان کے جانشین بنے وہ زیادہ دنون تک نباہ نہ کرسکے خصوصاً جبکہ واقعات نے اُن کے دل سے اُس رعب و داب کو بھی کسیر زائل کردیا جو صدر جمعیتہ مرکزی کی دولت و ثروت کے فسانون نے جما رکھا تھا۔ اِدھر سیٹھ چھوٹانی صاحب کا ستارۂ اقبال تنزل پذیر ہو رہا تھا اُدھر سیٹھ کھتری صاحب مجلس خلافت کے شعبۂ تبلیغ و اشاعت کے عملہ کی بساطت سے اپنے نمود و تشہیر مین منہمک تھے کہ دفعتاً دہلی مین اُن کی مخالف پارٹی کے ایک جہاندیدہ بزرگ نے یہ کمیشن کا شوشہ چھوڑدیا۔ اس کمیشن کے تعین کی اصلی غایت بعض لوگون کے خیال مین صرف اس قدر تھی کہ سیٹھ چھوٹانی صاحب کی صدارت پر اس ذریعہ سے ایک ضرب کاری لگائی جاسکے۔ مگر بعض اتفاقی اسباب نے اُس کے اصلی مطلب کو اگرچہ کلیتہً فوت ہونے نہین دیا تاہم ایک بڑے ہنگامہ کا ذریعہ اور آلہ ضرور بنادیا۔ یعنی ارکان کمیشن جب بمبئی پہنچے تو ڈاکٹر سید محمود اور مسٹر معظم علی کی عدم موجودگی اور خود بعض ارکان کمیشن کے ذاتی اسباب ترجیح سے سیٹھ کھتری کو فائدہ اُٹھانے کا موقع ملگیا اور ارکان کمیشن نے اُن کی رہنمائی مین دفتر کے معائنہ سے گم گشتہ راہ ہوکر وہ رپورٹ لکھ ڈالی جو کلکتہ مین "کالاے بدبریش خاوند" کی مصداق ٹھہرائی گئی۔ ان سب حضرات نے جو دوسری رپورٹ گیا مین پیش کی وہ بھی کارکنان مجلس مرکزیہ کے حق مین کچھ کم نقصان رساں نہ تھی مگر چونکہ جلسہ مین اکثریت اور غلبہ اسی پارٹی کو حاصل تھا اس لیے وہ نہ صرف رپورٹ داخل دفتر کردی گئی۔ بلکہ ارکان کمیشن کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اور وہ ملامت کے دوٹ سے بال بال بچ گئے گیا مین صرف یہی نہین ہوا بلکہ مجلس مرکزیہ کا نیا قانون اساسی بھی منظور ہوگیا جسکے رو سے سال ان کے اندر بمبئی کے ان سیٹھ صاحبان کا اپنے عہدون پر رہنا محال ہوگیا۔ مخالف پارٹی کے مقابلہ [illegible]

شکست پاجانے کے بعد کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ جب یہ مجمع پھر علی گڈھ مین مجتمع ہوا تو اس وقت خود ہمارے صوبہ کے ایک رکن خلافت نے جن کی رفتار ذہنی ابتک میرے فہم ناقص سے بالاتر رہی ہے۔ بمبئی پارٹی کے اشارہ سے اُس پہلی رپورٹ کا مطبوعہ نسخہ علی گڈھ گزٹ کو بغرض اشاعت دیدیا انتقام کی یہ کارروائی ناممکن رہتی اگر اسٹیٹسمین کے نامہ نگار خصوصی کی معرفت یہ فساد کی چنگاری انگریزی اخبارات کے بُھس تک نہ پہونچادی جاتی۔ ڈاکٹر محمود وغیرہ نے اس رپورٹ کی تردید اور اپنی برات کرنے مین جسقدر کد و کاوش کی اُس سے بھی مخالف پارٹی کو کچھ تشفی ہوئی ہوگی اور جب لکھنؤ مین انتخاب عہدہ داران کا مسئلہ ملتوی ہوگیا تو یقیناً اُن کا غم شکست بابی ایک حد تک ضرور غلط ہوگیا ہوگا۔

ڈاکٹر محمود کی طرف سے جو جوابات شایع ہوے ہین اُن سے اگرچہ اس رپورٹ کے بعض بیانات کی تردید ہوگئی لیکن اسراف اور بیقاعدگی کے الزامات ہنوز علی حالہ ہین۔ اور اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے ایک موقع پر یہ کہکر الزام اسراف کا بجاے خود دفع دخل کردیا ہے کہ اس بات کا دعویٰ نہین کیا جاسکتا کہ جس کام کے لیے جتنا روپیہ صرف کیا گیا ہے اس سے کم روپیہ مین وہ انجام نہین پاسکتا لیکن اُس کے سوا اور بھی بہت سی باتین ہین جن کے متعلق اُن کا جواب عامۃ المسلمین کو خواہ مغالطہ مین ڈال سکے مگر واقفان راز کے نزدیک قابل قبول نہین ہوسکتا، خود اپنی کتاب کے بارہ مین جو کمنامہ صاحب صدر مجلس خلافت کا دستخطی آج وہ پیش کرتے ہین اُس کے متعلق کیا مین اُن کی زبان بند تھی۔ صاحب صدر آج جس مشکل مین گرفتار ہین اُسکے لحاظ سے آپ اُن سے جسقدر دستخط چاہین حاصل کرسکتے ہین اور چونکہ دفتر آپ کے تحت مین ہے آپ اُسکو باقاعدگی کے تمام علامات سے بھی مزین کردے سکتے ہین۔ یہ دوسری بات ہے کہ خود آپ کے سابقہ بیانات سے موجودہ واقعات کی مطابقت نہوتی ہو اور اس طرح اُسکی حقیقت عیان ہوجاے

حسابات اور دوسری کارروائیون کے متعلق حکومت دفتری کے بیان خلاصون کی اشاعت کا جو دستور ہے اُسی کا تتبع ہماری قومی مجالس بھی کرتی ہین اور اس طرح اُن کو اس کا موقع ملجاتا ہے کہ جو امور اُن کے مصالح کے خلاف ہون اُن کی اشاعت روک دی جاے۔ مثلاً منقح حسابات کی رپوٹ کی عام اطلاع کی غرض سے شایع کی جاتی ہے تو جتنے فقرے تعریفی اور دفتر و کارکنان کی موافقت مین ہون وہ سب تو چُن لیے جاتے ہین اور جس قدر اُس نے اعتراضات کیے اور نقائص نکالے اُنھین نظر انداز کردیا جاتا ہے۔

ہم ان مشکلات سے بخوبی واقف ہین جو کارکنان خلافت اور دوسرے ملکی و قومی کام کرنے والون کو

پیش آتی ہین لیکن ساتھ ہی اُسکے ہم اُن نقائص سے بھی بیگانہ نہین جو ہمارے دوستون مین بطور طبیعت ثانیہ کے جاگزین ہوگئے ہین اور اسلئے بعض احباب اور بزرگون کے خلاف ہم مجبور ہین کہ ان نقائص سے چشم پوشی کرنا شیوۂ دوستی نہین جانتے۔ یہ اُسی چشم پوشی اور مروّت کا نتیجہ ہو کہ انگورہ فنڈ کے سولہ لاکھ سیٹھ چھوٹانی کے صرف مین آگئے اور اب کل رہنمایان قوم حیرت وندامت سے ایک دوسرے کا مُنھ تکتے ہین۔ اور کسی کے بنائے نہین بنتی۔ اور جو کفالتین اپنے دلون کو سمجھانے کے لیے وہ تلاش کر رہے ہین یاد رکھنا چاہیے کہ وہ کفالتین ہی ہون گی زرِ اعتدہو گا۔

علی گڈھ گزٹ کی شایع کردہ رپورٹ کی صحت و غلطی چندان قابل لحاظ نہین لیکن ارکان مجلس خلافت برائے خدا ذرا غور فرمائین کہ انگورہ فنڈ کے آلات کا تنہا حادثہ کیا اور کارکنان و عہدہ داران مجلس مرکزیہ کی انتہائی ناقابلیت اور اغراض و مقاصد قومی سے کمال بے پروائی کی دلیل نہین ہو۔ وہ کس مُنھ سے طیّارہ فنڈ اور جامعہ ملیہ کے لیے پندرہ لاکھ کا چندہ طلب کرتے ہین۔ جبکہ قوم کی اتنی بڑی امانت کو اپنی غفلت اور بہل انکاری سے ضایع کر دیا ہو۔

مولانا ابوالکلام نے ایک موقع پر مزاحاً یہ بیان کیا تھا کہ اس بدگمانی اور بے اعتمادی کے باوجود بھی جب ہم لوگ قوم کے سامنے دامن پھیلائین گے تو قوم ہمارا دامن بھر دے گی۔ قوم کی حالت نفسی کا مولانا نے نہایت صحیح اندازہ کیا ہو اور ہماری ضروریات قومی بھی اس کی داعی ہین کہ ہم قوم کے سامنے دامن پھیلانے پر مجبور ہون لیکن مین مولانا ہی سے پوچھتا ہون کہ آخر انصاف اور دیانت بھی کوئی چیز ہو اور اُن کو اور ہم سب لوگون کو جنھون نے قوم سے چندہ مانگا ہو کسی دوسری جگہ بھی اپنی ذمہ داریون کا جواب دینا ہو؟

حقیقت یہ ہو کہ انگورہ فنڈ کی بربادی کا یہ حادثہ ہماری قومی و ملکی زندگی کی تاریخ مین ایک عجیب و غریب واقعہ ہو علی گڈھ کالج مین ایک بار سرسید مرحوم کو اسی قسم کا مالی دھکا اپنے کارکن کی بددیانتی کی وجہ سے پہنچا تھا جس نے مرحوم کے آخری عمر کو نہایت تلخ و غمناک بنا دیا۔ یا اب یہ دوسرا واقعہ ہو جس کے متعلق ظاہر نہ سیٹھ چھوٹانی کو زیادہ الزام دیا جا سکتا ہو اور نہ کسی خاص کارکن کو۔ مگر جسکا اثر تمام احساس رکھنے والے قلوب پر پڑنا لازمی ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سطور بالا کی اشاعت سے کسی فریق کی دل آزاری مقصود نہین۔ لیکن مین جانتا ہون کہ حق کی

تلخی سے سب دوستون کو رنج ہوگا اس لیے باادب اُن صاحبون سے معافی چاہتا ہون اور دعا کرتا ہون کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اس فرقہ بندی اور نفسانیت سے نجات بخشین اور اخلاص و دیانت کے ساتھ خدمت قومی انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائین آمین یارب العالمین،

صوبہ جات ہذا مین میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈون کے انتخابات کی وجہ سے مارچ اور اپریل کے مہینون مین کافی سرگرمی کا اظہار ہوتا رہا۔ اور اگرچہ جیسا مارچ نمبر مین لکھا گیا تھا انتخابات کی کشمکشون نے صوبہ جات متحدہ کے کارکنان کانگریس کو اسکا موقع نہین دیا کہ گیا کانگریس کی ہدایت کے بموجب سرمایہ اور رضا کارون کی فراہمی پر پوری توجہ مبذول کرتے جہانتک کہ میونسپلیٹیون کے نتائج انتخابات کا علم ہوا ہے کارکنان کانگریس کے لیے وہ یقیناً طمانیت بخش ہین۔ گورکھپور کے سوا تقریباً تمام بڑی بڑی میونسپلٹیان کانگریس کے نامزد کردہ اراکین سے پر ہوگئی ہین اور چھوٹی میونسپلیٹیون کی غالب تعداد مین بھی کانگریس والون کو اکثریت حاصل ہوئی ہے۔ ہمارے شہر کے کارکنان کانگریس کو جو عظیم الشان کامیابی ہوئی ہے اُس کے لیے ہم اُنھین لائق مبارکباد سمجھتے ہین اور اُن سے زیادہ اہل شہر کو مستحق ستایش خیال کرتے ہین کہ اُنھون نے کانگریس کی عظمت و عزت برقرار رکھنے کے لیے ہر قسم کی ترغیبات اور مشوہ ون کو رد کردیا۔

ڈسٹرکٹ بورڈون کے نتائج انتخابات سے ہمین پوری طرح آگاہ ہونیکا موقع نہین ملا لیکن بظاہر آثار وہان اتنی کامیابی کی امید نہین اس لیے کہ باوجودیکہ خدا کے فضل و کرم سے تحریک ترک موالات کی بدولت کانگریس کمیٹیون کا نظام دیہات مین بہت کچھ پھیل گیا ہے لیکن ابھی تک دیہاتی رقبہ کے باشندون پر جیسا چاہیے کانگریس کمیٹیون کو قابو حاصل نہین ہوا ہے۔

بعض اصحاب میونسپلیٹیون اور کونسلون کے انتخابات کو یکسان تصور فرماتے ہین اور اس لیے اُن کا خیال ہے کہ میونسپلیٹیون کی شرکت بھی تحریک ترک موالات کے اُسی قدر خلاف ہے جسقدر کونسلون کا داخلہ شرعی حیثیت سے یہان بحث مقصود نہین لیکن مجھے اچھی طرح یاد پڑتا ہے کہ مہاتما گاندھی نے ایک موقع پر اپنے اخبار ینگ انڈیا مین تصریح ظاہر کیا تھا کہ میونسپل کمیٹیون کا معاملہ کونسلون سے بالکل جداگانہ حیثیت رکھتا ہے میرے پاس الموس ہے کہ ینگ انڈیا کا وہ پرچہ محفوظ نہین اور نہ اُن کی تقریرون اور مضامین کے

جو مجموعے مجھے حاصل ہوسکے اُن مین یہ مضمون تھا لیکن متعدد دیگر مضامین ایسے موجود ہین جن سے یہ امر بخوبی واضح ہوجاتا ہو کہ میونسپلٹیون مین تارکین موالات کے داخلہ کو وہ پسند فرماتے تھے۔ اور اُس کی وجہ ظاہر ہو۔

کونسلون اور میونسپلٹیون یا ڈسٹرکٹ بورڈون کی ساخت اور اُن کے اختیارات دونون مین بین فرق ہو۔ اول الذکر ایک قانون ساز جماعت ہو اور امور نظم و نسق کے متعلق وقتاً فوقتاً اظہار راے کے سوا اُسکو زیادہ دخل نہین۔ برخلاف اُسکے آخر الذکر دونون جماعتین تامتر انتظامی اور کارکن جماعتین ہین۔ کونسلون مین اگرچہ غیر سرکاری عنصر کو اکثریت حاصل ہو مگر اُن کے اختیارات گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے رو سے اس قدر محدود ہین کہ اگر کارکنان حکومت کے مصالح اُن کی راے سے مختلف ہون تو اُن کی اکثر بہتر سے بہتر تجاویز بھی عمل پذیر نہین ہوسکتین کسی حکومت کے نظام مین دو چیزین سب سے زیادہ اہم ہوتی ہین ایک مالیہ اور دوسری جمعیت عمال۔ ان دونون پر عملاً کونسلون کا کوئی اقتدار نہین۔ بجٹ کا بڑا حصہ اُن ابواب سے تعلق رکھتا ہو جو براہ راست گورنر کی انتظامی کونسلون کے تحت مین ہین اور جسکے متعلق کونسل قانونی حیثیت سے بالکل بے بس ہو۔ البتہ وہ قلیل جزو جسپر وزرا کا تصرف ہو کونسل کی راے سے متاثر ہوتا ہو گو وہان بھی گورنر کے اختیارات سند بخشی کونسل کی خواہشات کو ہر آن رد کردے سکتے ہین اور عمال سرکاری کا جہانتک تعلق ہو کونسل کو بہت ہی کم اُن پر اثر اندازی کا موقع ہو حتی کہ منتخب شدہ وزرا بھی اپنے عہدون پر تقرری کے لیے گورنر کی نگاہ کرم کے محتاج ہین۔

میونسپلٹیون مین اراکین بورڈ کو نہ صرف بجٹ پر حدود قانون میونسپلٹی کے اندر پورا قابو ہو بلکہ عملہ کلیتہً بورڈ کے اختیار مین ہو۔ اس وجہ سے وہ بہت کچھ اپنی خواہش کے مطابق میونسپلٹی کے نظم و نسق کو چلا سکتے ہین اور اب اکثر مقامات پر ڈسٹرکٹ بورڈون کی حالت بھی میونسپلٹیون کی سی ہوگئی ہو اسی لیے ان دونون شعبون کو لوکل سلف گورنمنٹ یا مقامی حکومت خود اختیاری کا لقب ملا ہو۔ پس حامیان سوراج کے لیے خصوصاً اُن اصحاب کے لیے جو آزادی کامل سے کم درجہ کا سوراج فی الحال قبول کرنے کے لیے تیار ہین، ان دونون شعبون مین دخیل ہونے کی کوشش کسی طرح تحریک ترک موالات کے منافی نہین ہوسکتی۔

اسمین شبہ نہین کہ حالات موجودہ مین میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈ بھی چونکہ حکومت کے ماتحت شعبے

ہین اِس لیے اُن کی شرکت نفس ترک موالات کے مخالف ہی لیکن یہ بات فراموش نہونا چاہیے کہ ہماری تحریک ترک موالات جس منزل پہ ہی اسمین کامل ترک موالات کا مشورہ نہین دیا گیا ہی ورنہ ڈاک خانہ تار گھر اور ریل کا مقاطعہ بھی لازم ہوتا اور محاصل کی ادائی بھی فی الفور بند کردی جاتی۔ درحقیقت ابھی تو تحریک کے صرف ابتدائی مدارج طے کرنے کی کوشش کی ہی رفتہ رفتہ اسمین نئے نئے شعبے اضافہ ہوتے جائینگے تاآنکہ ایک وقت ایسا آجائے کہ کل شعبہ جات حکومت کا مقاطعہ ممکن ہوسکے۔

بعض احباب نے لکھنؤ مین ایک انجمن اُردو کی بنا ڈالی ہی۔ اِس قسم کی کئی انجمنین یہان پہلے بھی بن چکی ہین مگر بدقسمتی سے کسی نے کوئی مفید کام نہین کیا اور شاید عملاً اب کسی کا وجود بھی نہین ہی۔ ایسی مجالس کے قیام کی ضرورت سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا۔ بلکہ دراصل ہماری زبان کو پھلنے پھولنے کے جو قدرتی مواقع حاصل ہین اُن کے لحاظ سے ابتک ایسی کثیر التعداد جماعتون کو نہ صرف وجود مین آجانا چاہیے تھا بلکہ بہت کچھ کام کرچکنا چاہیے تھا۔ لیکن اتفاق سے جو لوگ بالعموم انجمن سازی کے عادی اور مجلسی کامون کو بہ کامیابی انجام دینے کے راز سے واقف ہین انھین اپنی زبان کی طرف سے قابل افسوس بے التفاتی ہی اور جو اصحاب اُردو کے دلدادہ اور اُسکے نشوونما کے لیے حتی المقدور ساعی رہتے ہین اُن کو اجتماعی صورت مین منضبط ہوکر کام کرنے کا سلیقہ نہین، ایک مشکل یہ بھی ہی کہ ادبی خدمت کے لیے شعرائے گرامی قدر کے مجتمع ہونیکی ضرورت ہی اور اگرچہ اِس حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے دل دُکھتا ہی اور بہت سے شاعر دوستون اور بزرگون کی ناراضی کا بھی اندیشہ ہی لیکن واقعہ یہ ہی کہ شعرا کی جماعت کا ایک مرکز پر جمع ہونا اور اتفاق و اتحاد کے ساتھ کام کرنا ابتک ناممکن العمل پایا گیا ہی۔ اسی وجہ سے مین نے اِس انجمن کے بنا کاردن کو یہ مشورہ دیا کہ وہ ابتدا مین اپنے دائرۂ عمل کو بہت وسعت نہ دین بلکہ چند ہمخیال و ہمرنگ اصحاب مل سکین اُنھین کو جمع کرکے کام شروع کیا جائے جب کچھ عملی کام ہوجائے تو دائرۂ عمل کو وسعت دی جاسکتی ہی۔ اور موقع ہوا تو ایسے لوگون کو بھی شریک کرلیا جائے گا جو فرعی حیثیت سے خواہ کتنے ہی اختلاف رکھتے ہون مگر اصولاً متفق الخیال ہون لیکن بن اصحاب کے ہاتھ مین ابتدائی کام تھا اُنھون نے شروع ہی سے تمام عناصر کو یکجا کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اس انجمن جو پیر کے روز ۲۶ اپریل کو رفاہ عام مین ہوا تھا اُسمین قواعد و ضوابط کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جو

اگر خدانخواستہ کہیں باقاعدہ نشست کرنے لگی تو پھر انجمن کا وجود میں آنا ہی متوقع نہیں ہو سکتا۔ بہرحال اگر اس انجمن کو کچھ کام کرنا ہو تو اس کی جماعت کارکن کا انتخاب کرتے وقت اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ حتی المقدور مخالف اور متضاد عناصر کو نہ لیا جائے۔

جن احباب کے ذہن میں مقاصد و اصول کار کے انضباط کا کام چھوڑا گیا ہو ان میں سے بعض کو میری ناچیز رائے معلوم ہو لیکن دوسرے حضرات کی آگاہی کے لیے چند باتیں یہاں لکھنا بے موقع نہ ہوگا۔

(۱) قیام انجمن کا مقصد جہاں تک میں سمجھا ہوں زبان اردو کی خدمت ہے کسی رئیس کے دربار تک تقرب حاصل کرنا یا کسی صاحب کے مودود تشہیر کا آلہ بننا ایک علمی و ادبی مجلس کے شایان شان نہیں لہذا اس وبائے عام سے انجمن کے دامن کو بچائے رکھنا چاہیے۔ رئیسوں اور شہرت طلبوں سے مالی امداد بہت آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے اور اسی وجہ سے اکثر مجالس اس بیماری کا شکار بن جاتی ہیں۔ اس لیے متنبہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۲) انجمن کے نظام کو حتی الامکان ایسے اسلوب سے ترتیب دیا جائے کہ اس کا صرف اسی قدر کام اپنے سر لیا جائے جس پر فوراً یا بالتقریب میں عمل ہو سکے۔ مطمح نظر کو شروع ہی سے وسعت دینے کا الٹا نتیجہ طلب الکل فوت الکل کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ کام کو پھیلانا اگر ناگزیر اور ذرائع فراہم ہو جائیں تو ممکن ہے۔

(۳) ملک میں دو مجلسیں اردو کی خدمت کامیابی کے ساتھ کر رہی ہیں۔ ایک انجمن ترقی اردو اور دوسری دارالمصنفین۔ لکھنؤ کی انجمن اردو کو ایسے طریقہ پر چلانا چاہیے کہ ان میں سے کسی انجمن سے تصادم نہ ہو۔ بلکہ ممکن ہو تو ان کے منتظمین کو بھی اپنے مشوروں میں شریک رکھا جائے۔

(۴) تمام ممبران مجلس کو اگر اس انجمن میں شریک کرنا منظور ہو جیسا کہ اب تک ظاہر کیا گیا ہے تو قواعد و ضوابط میں اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ ان کے اصلی کار پر اثر نہ پڑے۔ ورنہ سب سے پہلا نام اطراف ہی کو اس انجمن میں شریک ہونا دشوار ہو جائے گا۔

ہمارے دیرینہ کرم فرما منشی نوبت رائے نظر لکھنوی نے اپریل کے دوسرے ہفتہ میں انتقال کیا۔ نظر صاحب ایک پختہ مشق اور خوشگو شاعر تھے، ادیب و انشاء پرداز بھی۔ اور اخبار نویس بھی۔ یہ تینوں صفات

کم لوگون مین ہوتی ہین اور لکھنؤ مین تو شاید نظر صاحب کے سوا کوئی دوسرا شخص ان حیثیات کا جامع نہین تھا۔

اتفاقات زمانہ نے اور ایک حد تک خود انکی آزاد و بیفکر قانع و ساکن طبیعت نے اُن کو زیادہ اُبھرنے کا موقع نہین دیا۔ تاہم وہ مدت العمر خاموشی کے ساتھ ادب اُردو کی خدمت مین مصروف رہے اور اگر ان کا تمام سرمایۂ نظم و نثر یکجا فراہم کردیا جائے تو امید ہو کہ آگے چلکر لوگ اُسکی پوری قدر کرین گے

نظر صاحب کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ ایک لڑکی تھی جسکی مفارقت کا داغ بامحبت باپ کے لیے ایک زخم کاری بن گیا اور بالآخر اُسی غم نے ان کی زندگی کا خاتمہ کردیا۔ ورنہ اُنکی عمر ابھی زیادہ نہ تھی اُن کے داماد اور نواسے میری دلی ہمدردی قبول فرمائین۔

جہاز ہمایون، در بحر عرب
یکم مئی سنہ ۱۹۲۳ء

ظفر الملک

برائے فروخت

ایک پریس آہنی $\frac{۲۶ \times ۲۰}{۴}$ پیمانہ کا جو مطبع کی ضرورت سے فاضل ہی۔ قیمت بالمشافہ یا خط و کتابت سے طے ہوجائیگی

مینجر المناظر پریس لکھنؤ

مشہور ٹسری صافے

بھاگلپوری ٹسری اور ریشمی صافے اعلےٰ درجے کے ذیل کے پتہ پر بکفایت نرخ پر ملسکتے ہین

مولوی کبیر احمد خان برادرز بھاگلپور سٹی،

امیر مینائی مرحوم

- صنمخانۂ عشق ۶/
- زمزمۂ الغیب ۴/
- سیاحان آفرینش ۶/
- محامد خاتم النبیین ۸
- جلاے سخن ۴/

منشی سجاد حسین مرحوم

- احمق الذین ۸/
- حاجی بغلول ۸/
- مجلس جھڑی ۶/
- بہار دنیا ۸/
- کایا پلٹ ۸/
- طلسمی خانوس ۶/

پنڈت رتن ناتھ سرشار

- فسانۂ آزاد ۴ جلد مصور ۱۶/
- سیر کہسار ۴/
- خدائی فوجدار ۶/
- جام سرشار ۶/
- الف لیلہ بطرز نادل صر

منشی جوالا پرشاد برق

- بالکنی ۱۲/
- آستین ۱۲/
- غالی ڈھنن ۱۲/
- پرزاب ۱۲/
- معشوقۂ فرنگ ۱۲/

مولانا عبد الحلیم شرر

- لیو بر شیلی ۴/
- خواجہ معین الدین چشتی ۶/
- صقلیہ بن اسلام ۱۲/
- قیس و لیلیٰ ۴/
- مقدس الشین ۴/

مولوی بشیر الدین احمد دہلوی

- دار الحکومت دہلی ۲ جلد ۱۶/
- تاریخ سیاحت یورپ ۲ جلد ۱۲/
- حزب اللطفان ۸/
- نشاط غم ۴/
- عصاے پیری ۸/
- شمع ہدایت ۱۲/
- لعبت چین ۸/
- نخت جگر ۲ جلد ۱۲/
- حسن معاشرت ۴/
- اقبال و وطن ۴/

نیاز فتحپوری

- شہرہ تمدن ۶/
- ترجمہ گیتان جلی ۶/
- کیوپڈ اینڈ سائکس ۸/

سیماب اکبر آبادی

- خدیجۃ الکبریٰ ۴/
- بنت الرسول ۵/
- سیرۃ الحسین ۶/
- حمام کوثر ۵/

مرزا داغ مرحوم

- آفتاب داغ ۸/
- مہتاب داغ ۸/
- یادگار داغ ۶/
- انتخاب داغ ۴/
- فریاد داغ ۴/

حکیم محمد علی خادم مرحوم

- عبرت کامل ۴/
- حسن سرو کامل ۴/
- رام پیاری کامل ۸/
- دیول دیوی ۴/
- گورا ۶/
- نیل کا سانپ ۴/
- جھوٹ و عباسہ ۱۲/
- اختر حسینہ کامل ۶/

منشی احمد علی شوق قدوائی

- ترانۂ شوق ۴/
- قاسم زہرہ ۸/
- سکندر و پورسی ۲/

جوش ملیح آبادی

- روح ادب ۸/
- مقالات زرین ۱۱/
- آوازۂ حق ۸/
- اوراق سحر ۱۵/
- جذبات فطرت ۱۲/

منشی تیرتھ رام

- فسانۂ لندن ۲ جلد ۱۲/
- وطن پرست ۴/
- منزل مقصود ۶/
- روحوں کا جزیرہ ۱۰/
- خونی ہیرا ۴/

جلال لکھنوی مرحوم

- مضمون نہاے دلکش ۸/
- نظم نگارین ۸/
- سرمایۂ زبان اردو ۶/
- رموز تانیث ۸/
- افادۂ تاریخ ۸/
- قواعد للنتخب ۴/

خواجہ عشرت لکھنوی

- لغات اردو ۴/
- اصول اردو ۶/
- جہان اردو ۶/
- قواعد میر ۶/
- شاعری کی پہلی کتاب ۸/
- شاعری کی دوسری کتاب ۸/
- شاعری کی تیسری کتاب ۸/
- اصلاح زبان اردو ۶/
- گلدستۂ ظرافت ۶/
- زبان دانی ۶/

صفدر مرزا پوری

- مرقع ادب ۸/
- بزم خیال ۸/
- مشاطۂ سخن ۸/

مولوی محمد حسین محوی

- ازواج الانبیا ۴/
- انسانی قربانیاں ۸/

حکیم احمد الہ آبادی

- ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد اول ۸/
- " دوم ۸/
- " سوم ۸/
- " چہارم ۶/
- " پنجم ۸/
- " ششم ۱۲/
- " ہفتم ۸/
- جلد ششم و ہفتم زیر طبع ہیں
- " دہم ۶/
- " یازدہم ۸/
- سلطان صلاح الدین ۴/
- سلطان ناصر الدین محمد ۸/

مولوی سعید مارہروی

- آثار الکبریٰ ۸/
- حیات صباح ۶/
- حیات خسرو ۸/
- امراے ہنود ۶/

مولوی ممتاز علی

- تذکرۃ الانبیا ۸/
- شیخ حسن ۱۲/

منشی نواب علی خان

- سفرنامۂ ابن بطوطہ ۸/
- قسطنطنیہ ۸/
- ڈیوٹی ۸/

جسٹس محمود مرحوم

کتاب الطلاق عہ
کتاب الشفعہ عہ
شرح قانون شہادت بہ

مولوی عزیز مرزا بی اے

خیالات عزیز عہ
ذکر اردسی بہ

خواجہ غلام السیدین مرحوم

روزنامہ سیاحت عہ
فلسفیانہ نکتہ چینی اسلام پر عہ

منشی محمد لطیف مرحوم

اکبر عہ
اودھ پنچ عہ
لارڈ کلائیو عہ
تجربت علمیہ عہ

عنایت اللہ بی اے

مسٹریت خاتمہ

دعوت اسلام للعرب
ارض نہرین عہ
دلفی ۱۵

مسٹر ظفر عمر بی اے

نیلی چھتری عہ
بہرام کی گرفتاری عہ
چودرون کا کلب عہ

مولوی علی بی اے

سیرۃ خیر البشر عہ
النبوت فی الاسلام عہ
جمع القرآن عہ

پروفیسر نواب علی ایم اے

تذکرۃ المصنفین عہ
معارج الدین عہ
صحف سماوی عہ
شمع سخن ۱۰

مفتی انوار الحق ایم اے

تذکرۃ الحبیب عہ
حقایق اسلام عہ
اثبات واجب الوجود عہ
تاریخ ابوالبشر عہ
فوت خیال ۶

پروفیسر الیاس برنی ایم اے

اسرار حق عہ
معارف ملت عہ
مناظر قدرت عہ
جذبات فطرت عہ
علم المعیشت عہ

ہاشمی فرید آبادی

مشاہیر یونان و روما علیہ
تاریخ یونان قدیم عہ

مرزا محمد ہادی بی اے

امراؤ جان ادا عہ
شریف زادہ ۱۰
خونی عاشق عہ
خونی مصور عہ
خونی شہزادہ عہ
مثنوی امید عہ

ڈاکٹر اقبال ایم اے

ملت بیضا عہ
مکمل ترانہ ۲
شکوہ ۲
جواب شکوہ ۴
نالہ یتیم ۲
فریاد امت ۳
بلال ۱
اکبری اقبال ۳
شمع و شاعر ۲
خضر راہ ۴

مولوی ظفر علی خانصاحب بی اے

معرکہ مذہب و سائنس عہ
خیابان فارس جلد اول عہ
ڈیا اجنگ روس جاپان عہ
جنگل میں منگل عہ
فلسفہ ابن سینا ۶
معاشرت ۸
ہیرل کول ۱۰

منشی احمد علی بی اے

تاریخ تمدن آ جلد عہ
سنسکرت لکھنو عہ

مولوی عبدالحق بی اے

مقدمہ [illegible]
بحر المحبت
تاریخ اخلاق یورپ جلد ۲
مکالمات برکلے عہ
[illegible] ۸

خواجہ عباد اللہ اختر

مشاہیر اسلام ۱۲
دمشق عہ
بغداد عہ
صدیق اکبرؓ عہ
ترجمہ شرح دیوان حافظ عہ

مسٹر سجاد حیدر بی اے

خیالستان عہ
زہرا عہ
ثالث بالخیر ۸

مسٹر انیس احمد عباسی بی اے

زلیخا ۱۲
تازیانہ یورپ عہ
ہاجرہ کی کامیابی ۱۲
احمد کیتھ پنا عہ

مولوی عبدالحق بی اے

قواعد اردو عہ
انتخاب کلام میر عہ

مولوی معشوق حسین خانصاحب بی اے

محرم نامہ عہ
مبادی سائنس عہ
بجلی کے کرشمے عہ
معاملات صلیبی عہ

مولوی سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم عہ
حیات امام مالک عہ
خلافت اور ہندوستان ۸
جہاد فی الاسلام عہ
اہل السنۃ والجماعت ۸

پروفیسر عبدی الباندوی

سادی علم انسانی عہ
برکلے کا فلسفہ عہ
مذہب و عقلیات ۶

مولوی محمد حلیم انصاری

تمدن اسلام ۲ جلد
الاسلام والمغربیہ ۱۲
اسلام اور رسول قائم ۱۲
جواہر قرآنی عہ
فتح اندلس عہ
فلاح دارین عہ

خواجہ حسن نظامی

بیوپار زادہ دل عہ
روزنامہ مالک اسلامیہ عہ
میلاد نامہ عہ
یزید نامہ عہ
تحفہ امریکا دو حصے ۱۲
کرشن جیون عہ
کم ٹو نوت عہ
بچوں کی تعلیم عہ
بیوی کی تربیت عہ
آداب خط و طوطی نویسی ۱۲
خطوط حسن نظامی ۱۲
جگ بیتی کہانیاں ۸
فاطمی دعوت اسلام سے عہ
چنگیز خان اور گوگ دیا ۱۲

مولوی عبدالرشید بی اے الخیر

صبح زندگی عہ
شام زندگی عہ
شب زندگی ۲ جلد عہ
نوحہ زندگی ۱۲
منازل السائرہ عہ
الزہراء ۱۲
عروس کربلا عہ
جوہر قدامت عہ
یاسمین شام عہ
مودہ ۸

رجسٹرڈ نمبر　　بسم اللہ الرحمن الرحیم　　اے ۴۷۸

الناظر

ایڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

نمبر ۱۴۴　　ماہ جون سنہ ۱۹۲۳ء　　جلد ۲۴

فہرست مضامین

فیہ مافیہ	"چلمن"	۱
خواب ہستی	جناب مولوی صدرالدین صاحب سرشار کمنڈوی (بھوپال)	۱۵
فن خطاطی	جناب سید ممتاز حسین صاحب جونپوری منصرم پرتاگڑھ	۱۷
حضرت داتا گنج بخش علی الہجویری رح	"عبداللہ"	۲۵
علامہ چانکیہ کے اقوال	جناب سید محمد عثمانی (علیگ) حیدرآباد دکن	۴۶
تنقید عالیہ	جناب مولوی سید ابو محمد صاحب ثاقب (کانپور)	۴۷
سبد گل فروش	جناب صاحبزادہ ولی احمد خان صاحب (مجوپور)	۵۲
غزلیات و منظومات		۵۳-۵۵
(۱) غزل	حضرت مولوی سید ناظر الحسن صاحب ناظر عرش آبرانی مصنف بدیہہ گوئی (رامپور)	۵۳
(۲) غزل	حضرت مولوی سید ولایت حسین صاحب محبت زاتی بانسوی	۵۴
(۳) غزل	جناب حکیم افتخار علی صاحب جگر صدیقی زمیندار بلیان	۵۴
(۴) ھل جزاء الاحسان الا الاحسان	حضرت مولوی محی الدین صاحب تمنا عمادپوری	۵۵

الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر و پبلشر:۔ اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُردو کی بہترین کتابیں

نصف محصول معاف ہوگا — منیجر ناظر بک ایجنسی لکھنؤ کی خدمت میں درخواست بھیجیے — نصف محصول معاف ہوگا

مرزا غالب مرحوم

اردوئے معلی	۱؎
عود ہندی	۱۲؎
دیوان غالب مکمل و مدلل	۱۲؎
نکات غالب	۰؎

سرسید احمد خان مرحوم

تفسیر القرآن مع حواشی مفصل	
خطبات احمدیہ	۶؎
آثار الصنادید	۱۰؎
تہذیب الاخلاق	
مکمل مجموعہ لکچر	
اسباب بغاوت ہند	۸؎

نواب محسن الملک مرحوم

مضامین تہذیب الاخلاق	
مجموعہ لکچر	۰؎
خطبات احمدیہ جلد ۳	۰؎

مولوی حیات اللہ عباسی

تاریخ الاسلام	
الاسلام	۶؎
راحۃ	۶؎
نشر سخن	۰؎

مولانا آزاد مرحوم

آب حیات	۰؎
دربار اکبری	۰؎
سخندان فارس	۰؎
نگارستان فارس	۰؎
نیرنگ خیال	۱۲؎
دیوان ذوق	۶؎

مولوی احمد دہلوی مرحوم

راحت جانی	۲؎
رسوم دہلی	۲؎
تسخیر شوہر	۱۲؎
مہر افروز بیگم	۱۰؎
انشاء ہادی النساء	۲؎
لغات النساء	۲؎
علم اللسان	۸؎

مرزا حیرت دہلوی

خیر الرسول جلد ۲	۰؎
کتاب الحدیث جلد ۲	۰؎
قصص انبیاء	۰؎
روز المبرۃ کامل	۰؎
الف لیلہ نیا زاد ۲	۰؎
الف لیلہ شہرزاد ۲	۰؎

مولانا حالی مرحوم

حیات جاوید مجلد	۰؎
یادگار غالب	۰؎
حیات سعدی	۲؎
دیوان حالی	۲؎
مقدمہ شعر و شاعری	۲؎
مسدس حالی	۲؎ ۸؎
جواہرات حالی	۲؎
بیوہ کی مناجات	۲؎

مولانا اشہری مرحوم

حیات انیس	۶؎
ایشیائی شاعری	۰؎
نور جہان بیگم	۸؎
ٹیپو سلطان	۰؎
حیدر علی سلطان	۲؎
اُردو کی ڈالی	۳؎
اردو کا گلدستہ	۴؎

مولانا اسلم جیراجپوری

حیات حافظ	۴؎
حیات جامی	۸؎
علوم عرب	۴؎
خواتین	۲؎

مولانا ندیر احمد مرحوم

ترجمہ القرآن المقابل	
صحاح ستہ مترجم	
مطالب القرآن	۰؎
الحقوق والفرائض	۱۲؎
اجتہاد	۲؎
سبادی الحکمۃ	۰؎
رویائے صادقہ	۲؎
موعظۂ حسنہ	۲؎
ابن الوقت	۲؎
ایامیٰ	۲؎
فسانۂ مبتلا	۲؎
مراۃ العروس	۱۰؎
بنات النعش	۹؎
توبۃ النصوح	۹؎
منتخب حکایات	۶؎
چند پند	۶؎
مجموعہ نظم مینیلر	۲؎
کلیات مجموعہ لکچر ۲ جلد	۲؎

مولوی حبیب الرحمن خان شروانی

سیرۃ الصدیقؓ	۲؎
علمای سلف	۰؎
اسلامی اخلاق	۸؎

مولانا شبلی مرحوم

سیرۃ النبی جلد اول مجلد مفصل	۱۲؎
جلد دوم جلد ۵	
آئینہ اسلام	۸؎
الفاروق	۰؎
سیرۃ النعمان	۲؎
الغزالی	۲؎
المامون	۲؎
سوانح مولانا روم	۶؎
سفرنامہ روم و شام	۲؎
مسلمانان عہد اکبر	۰؎
رسائل شبلی	۲؎
مقالات شبلی	۱۲؎
موازنہ انیس و دبیر	۰؎
شعر العجم جلد اول	۰؎
" جلد دوم	۶؎
" جلد سوم	۶؎
" جلد چہارم	۶؎
" جلد پنجم	۶؎
مجموعہ کلام شبلی اردو	۱۲؎
کلیات فارسی	۶؎
اسلامی حکومت	۱۲؎
اسلامی مدارس	۱۲؎
مثنوی صبح امید	۱۲؎

مولانا دکاء اللہ مرحوم

تاریخ ہندوستان جلد ۵	۱۲؎
تاریخ عہد گلشہ	۰؎
آئین فیصری	۰؎
کرزن نامہ	۶؎
صحیفۂ فطرت	۶؎
محاربات عظیم	۸؎
تعلیم الاسطام	۸؎
فلسفہ اشتال	۰؎
اہل کتاب جبر مقابلہ	۱۶؎
معاون الحساب	۱۲؎

مولوی سجاد مرزا عرف دہلوی

الاسان	۶؎
الات بلال	۰؎
حکمت عملی	۰؎
تسہیل البلاغت	۰؎
تمنائے دید	۱۰؎

مولوی شاء اللہ ایڈیٹر وطن

تزک تیموری	۲؎
حالات قسطنطنیہ	۰؎
تاریخ کم اکش و مغرب اقتصادی	۱۳؎
حالات عرب و عجم	۶؎

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

مطبوعات جدیدہ

ترکی دلھن حسن وعشق کے دلفریب کرشمے ہجر ووصال کے سچے جذبات رنج وغم کی دلچسپ تصویریں اگر ہمراہ تعلیم نسواں اور پردہ کی خوبیاں دیکھنا ہوں تو ظفر احمد صاحب ظفر سہارنپوری کا جدید ناول ترکی دلھن دیکھیے۔ قیمت

اسوۂ صحابیات مولانا شبلی مرحوم کے شاگردوں میں جن لوگوں نے اپنی زندگی علمی خدمات کے لیے وقف کردی ہے مولانا عبدالسلام ندوی وہ قابل بزرگ ہیں جن کی خاموش ومسلسل علمی کوششوں نے اسوۂ صحابہ اور انقلاب امم جیسے زبردست تصانیف سے ملک کو روشناس کیا ہے انہی بزرگ نے اب اسوۂ صحابیات جیسی گران بہا تصنیف سے ملک کو مرہون منت فرمایا ہے۔ حقیقتاً اسوۂ صحابہ کے بعد اسوۂ صحابیات کے متعلق کسی معقول ومستند تصنیف کی حاجت تھی اور اسوۂ صحابہ کے مصنف کے علاوہ شاید کسی اور کو اس کا حق بھی نہ تھا کہ وہ اسوۂ صحابیات پر قلم اٹھاتا۔ قیمت عہ

حیات جاوید جناب محترمہ بیگم ڈاکٹر محمود صاحبہ نے شہید کربلا حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے جانگداز واقعہ کو نظم کیا ہے۔ اس حیثیت سے کہ یہ صنف نسواں کے ایک فرد کی تصنیف ہے ضرور قابل تعریف ہے۔ ہر مسلمان کو جو حضرت جوہر کے اس مصرع پر ایمان رکھتا ہے ع اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد + اسمیں بہت کچھ عملی سبق کا مواد ملے گا۔ قیمت ۵/

المشتہر:۔ الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

مشہور ٹسری صافے

بھاگلپوری ٹسری اور ریشمی صافے اعلےٰ درجے کے ذیل پتہ پر بکفایت نرخ پر ملسکتے ہیں

مولوی کبیر احمد خان برادرز بھاگل پور سٹی

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ ۱۹۲۳ء کی کافوری خبتری نہایت خوبصورت چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ لکھ کر بھیجدیجئے۔ مذکورہ بالا خبتری آپ کی خدمت میں روانہ کردی جائے گی۔

خاص ڈاکٹر ایس کے برمن کے کیمیا خانہ کا تیار کردہ کیشراج تیل

فائدہ اور خوشبو کے لحاظ سے یہ ایک ہی تیل ہے

آج کل سیکڑوں قسم کے خوشبودار تیل بازاروں میں بکتے ہیں جو ظاہری چمک اور خوشبو میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوتے ہیں۔ مگر ان تیلوں میں ڈائرٹ آئل عموماً جز ہوتا ہے۔ جو بجائے فائدہ کے دماغ اور بالوں کو سخت نقصان پہنچاتا ہے ایسے تیلوں کے چند روزہ استعمال سے بال بیوقت سفید ہوجاتے ہیں۔ آنکھ اور دماغ سے خاص تعلق ہے اس لیے ایسے تیل دماغ میں گرمی پہنچا کر آنکھ کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج کل کے نوجوانوں کو بیوقت چشمہ کی ضرورت ہوجاتی ہے۔ ان سب خرابیوں کو مدنظر رکھ کر کیشراج تیل کی تیاری میں خوشبو سے زیادہ فائدہ کا خیال رکھا گیا ہے۔ اس کے لگانے سے جڑیں مضبوط اور بال مثل بھونرے سیاہ اور گھونگھر والے ہوجاتے ہیں۔ یہ دماغ کو ٹھنڈک اور دل کو فرحت پہنچاتا ہے۔ قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک

ہیلک

یہ ہر قسم کے گھاؤ۔ درد۔ ہاتھ۔ موچ۔ گلٹی۔ جھائی۔ مہاسہ۔ چکتہ۔ ہاتھ پیروں کا پھٹنا۔ روکھا پن بواسیر۔ آگ سے جلے ہوئے گھاؤ۔ جلن چوٹ کی وجہ سے درد یا خون کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے لیے حکمی دوا ہے۔ چوہے۔ بلی۔ کتے۔ بر۔ بچھو وغیرہ کی کاٹی ہوئی جگہ سے زہر دور کرنے کے لیے ہیلک ایک شرطیہ دوا ہے۔ فٹ بال۔ کرکٹ جمناسٹک کے کھلاڑیوں کے لیے ہیلک روزانہ استعمال کی چیز ہے اس کے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں ہوتی۔ فی زمانہ اس قسم کی تمام دوائیوں کے تجربہ کرنے پر ہیلک سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے۔ ہر گھر گرہست کو ہیلک کی ایک ڈبیہ ضرور رکھنا چاہیئے قیمت فی ڈبیہ ۱؎ محصولڈاک ۱/ ایجنٹ۔ ڈاکٹر گنگا رام۔ جیتلی۔ چوک لکھنؤ۔

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ۔ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

نمبر ۴ جلد ۲۴ ماہ جون سنہ ۱۹۲۳ء

فیہ مافیہ

(از "چلبی")

انجمن ترقی اردو کا سہ ماہی رسالہ اردو اپنی مختصر زندگی مین ادبیات اردو سے متعلق بعض نہایت قابل قدر مضامین شایع کر چکا ہے انجملہ وہ مبسوط تنقیدی مضمون بھی ہے جو شعر العجم پر پروفیسر محمود خان شیرانی کے قلم سے تین نمبرون مین نکل چکا ہے تنقید کا ماحصل یہ ہے کہ شعر العجم مین تالیف کی ہر قسم کی کمزوریان بہ کثرت موجود ہین مثلاً نقص بیانی ضعف روایت نقل اسناد مین بے احتیاطی تاریخی لغزشین وغیرہ عقیدت مندون کا گروہ ملول ہے کہ خواہ مخواہ ایک محقق ایگانہ کو غلط اعتراضات کا ہدف بنایا گیا ہے حریفون کی جماعت مسرور ہے کہ "محمود" وقت کے ہاتھون خوش عقیدگیون کا ایک صنم اعظم ("سومنات ادب") مسمار ہو کر رہا۔ کچھ لوگ اس تنقید کا رد لکھ رہے ہین کچھ لوگ تردید کی فکر مین ہین

نظر حقیقت سے دیکھا جائے تو دونون فریق راہ راست سے دور نظر آئین گے حریفون کا فخر و ناز اور عقیدت کیشون کا حزن و ملال دونون بیجا ہین، معترض صاحب کی بہت سی گرفتین بجاے خود قابل گرفت، اور متعدد اعتراضات پا در ہوا ہین۔ دوسری طرف شبلی معصوم نہ تھے کسی نے اگر انکی لغزشون پر ٹوکا تو اس مین چڑھنے اور چین بہ جبین ہونے کی کیا بات ہے؟

اصل یہ ہو کہ جو غلطیان اور کمزوریان آج شبلی کی تحقیق مین ثابت ہو رہی ہین، اُنکی ذمہ دار شبلی کی شخصیت نہین بلکہ بشریت ہو، وہ لاکھ محقق و نکتہ رس سہی، بہرحال بشر تھے، اور خطا و نسیان، نقص و ذہول، لوازم بشریت ہین۔ فلاطون نے غایت غور و فکر کے بعد اپنا فلسفہ دنیا کے سامنے پیش کیا، لیکن ابھی اسکی سیاہی بھی نہین خشک ہونے پائی تھی کہ ارسطو نے دھجیان اڑا دین۔ کل شام تک مدارس کے در و دیوار کینٹ و ہیوم کا کلمہ پڑھ رہے تھے، آج صبح دیکھا، تو اُن کی تصانیف کے اوراق نخاس مین ردی کے مول بک رہے تھے! ایک وہ دن تھا، کہ فیثاغورث کے نظام ہیئت سے انکار کرنا، علم و حکمت سے انکار کرنا تھا، ایک یہ دن ہو کہ مدرسہ کا بچہ بچہ اس بلند پروازی پر مضحکہ کرتا ہو!

سائنس ہو یا فلسفہ، تاریخ ہو یا طب، فنون لطیفہ ہون یا نافعہ، حکمت یونان ہو یا اجتہاد یورپ، علوم ہند ہون یا فنون چین، کمالات مصر ہون یا تحقیقات عرب،

فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ہر عالم سے بڑھکر ایک اور عالم ہو،

کا ازلی و ابدی قانون کسی حال مین ٹوٹ نہین سکتا، اور فنا و اجل کی دستبرد سے ان مین کسی شے کو بھی مفر نہین۔ بڑے سے بڑے متبحر عالم، بڑے سے بڑے محقق، بڑے سے بڑے کامل فن کی کاوش و جانفشانی کے نتائج، اپنی عمر معین کے خاتمہ کے بعد بالآخر ناقص، غلط، و مغالطہ پرور ہی نظر آنے لگتے ہین كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ اور "شے" کے دائرہ اطلاق مین علوم، فنون، سب ہی کچھ آجاتے ہین، اس کشمکش اور اُلجھن سے اگر بچنا ہو، تو اسی علم کی جانب رجوع کرنا چاہیے، جس کی تعلیم کے لیے بڑے سے بڑے کتبخانون کی بجاے صرف لوح دل کا مطالعہ کافی ہو، اور جس کے نتائج پر موسیٰؑ و عیسیٰؑ، سری کرشن و گوتم بدھ، جنید و عطار، نانک و کبیر، گاندھی و ٹالسٹائے سب متفق ہین، ؎

این خبرہا وین روایات محق — صد ہزاران پیر بروے متفق
یک خلافے نے میان این عیون — آنچنانکہ ہست در علم ظنون
آن تحریمی آمد اندر لیل تار — این حضور کعبہ و وسط نہار

گذشتہ چند ماہ مین مرکزی خلافت کمیٹی کے حسابات سے متعلق اخبارات مین بڑی سرگرم بحث

جاری رہی۔ بحث کا آغاز ایک رپورٹ کی اشاعت سے ہوا، جس پر تین یا چار ارکان مرکزی کمیٹی کے دستخط تھے اور جسمین کارکنون پر سخت غفلت، بے احتیاطی، بلکہ دبی زبان سے بد دیانتی تک کے الزامات عائد کیے گئے تھے۔ کارکن جماعت چند ہفتہ تک خاموش رہی اور جو طبقہ شروع سے خلافت کمیٹی کا مخالف تھا، اُس نے اِس خاموشی سے پورا فائدہ اُٹھایا، چنانچہ موالاتی جماعت کے تمام اخبارات (بشمول انیگلو انڈین، و لبرل اخبارات) نے ملک مین اِس سرے سے اُس سرے تک آگ لگادی، اور کارکنان مجلس مرکزی کی خیانت مجرمانہ کی آواز بلند منادی کی، لیکن کچھ عرصہ کے بعد بالآخر جب عہدہ دارون کی جانب سے جواب شایع ہوا، اور ایک ذمہ دار کارکن نے لکھنؤ اور پٹنہ، وکلکتہ مین حساب وکتاب کے تمام کاغذات تنقیح اور جانچ کے لیے سب کے سامنے پیش کردیے، تو فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِکُوْنَ کا سماں ایک بار پھر نظروں کے سامنے پھر گیا اور دلون کو وہ منظر یاد آگیا، جب عصاے موسوی نے اژدہا بنکر جادو کے تمام سانپون کو نگلنا شروع کردیا تھا، دنیا مین شاید ہر کذب و ناراستی کا یہی انجام ہوتا ہی، بادیانت معترضین نے اپنے اعتراضات واپس لیے، مرکزی انجمن کے ارکان نے پوری تنقید و تنقیح کے بعد کارکنون کو سند اعتماد دی، کلکتہ کا جو انگریزی روزنامہ مکتہ چینی مین سب سے پیش پیش تھا، اُسنے حسابات کی جانچ پڑتال کے بعد اپنی سابقہ جسارت پر معذرت چاہی۔

راقم سطور نے بذات خود حسابات کی جانچ مطلقاً نہین کی، اس لیے اپنی ذاتی ذمہ داری پر نفیاً یا اثباتاً ہر طرح کے اظہار راے سے وہ معذور رہی، لیکن دنیا کے اِس مسلم و متعارف اصول کی بنا پر کہ جب تک کسی شخص پر کوئی جرم ثابت نہو جائے اُسے بے قصور سمجھتے رہنا چاہیے اگر وہ کارکنون کو بد دیانتی و غبن کے الزامات سے بری سمجھے، تو شاید عند اللہ و عند الناس غیر مسئول رہے، لیکن کارکن حضرات کی خدمت مین بہ صد خلوص و نیاز عرض ہی کہ وہ اپنی اِس نمایان کامیابی پر نازان نہون ابھی اُنھین ایک اور امتحان دینا ہی، جو اِس امتحان سے کہین زیادہ سخت و نازک ہوگا ابھی اُنھین اُس محاسب کے سامنے جواب دینا باقی ہی، جسکی میزان عدل مین ایک ذرہ کے عشر عشیر کی برابر بھی گھٹ بڑھ ہونا ممکن نہین وَعِلْمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○

ابھی انھین اُس محتسب کو مطمئن کرنا باقی ہو جسکی گرفت کائنات کے ذرہ ذرہ پر محیط ہی، اور جس کے سامنے قلب بشری کے گہرے سے گہرے اسرار وخفایا آئینہ ہین۔ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ اُسی کے فضل وکرم سے دعا ہے کہ اس آخری امتحان مین ہم سب کا پردہ ڈھکا رہے اس آخری احتساب مین ہم مین سے کسی کی رسوائی نہ ہو اور اُس کی رحمت ومغفرت اس نازک گھڑی مین ہم سب کی غفلتون اور کوتاہیون، ہم سب کی خطاکاریون اور بداعمالیون، ہم سب کی خیانتون اور چوریون کی پردہ پوش رہے۔

اسلام مین امانت ودیانت کے احکام نہایت سخت ہین، سرورعالم صلعم کا وصف امانت اسقدر ممتاز تھا کہ بڑے سے بڑے دریدہ دہن وگستاخ مخالفین کو اسکے اعتراف مین تامل نہ تھا صدیق اکبرؓ کی دیانت ضرب المثل تھی، شیر خداؓ کی احتیاط کے نظایر سے کتب آثار لبریز ہین۔ فاروق اعظمؓ کو حسابات کے صاف رکھنے مین جو غلو تھا، اُس کا شاہد حضرت خالد کا واقعہ معزولی ہی۔ یہ واقعہ ہمارے زمانہ مین عہد فاروقی کے مورخ نے تفصیل سے لکھا ہی، اقتباسات ذیل خاص طور پر سبق آموز ہونگے :-

"خالد کی عادت تھی کہ وہ کاغذات حساب دربار خلافت کو نہین بھیجتے تھے، اس لیے ان کو تاکید لکھی کہ آیندہ سے اس کا خیال رکھین۔ خالد نے جواب مین لکھا کہ مین حضرت ابوبکر کے زمانہ سے ایسا ہی کرتا آیا ہون"

غور کرو خالدؓ پر خدا نخواستہ خیانت کا جرم عاید نہین" وہ ایک جلیل القدر صحابی ہین سیف اللہ کے لقب سے ملقب ہین، اسوقت سپہ سالاری افواج اسلامیہ کے ممتاز وذمہ دار عہدہ پر فایز ہین تمام مملکت اسلام ان کی جانبازی کی شہادت دے رہی ہی۔ علاقہ شام کو انھین کی قوت شمشیر مسخر کرچکی ہی، باایں ہمہ محض اس جرم پر کہ حسابات باضابطہ نہین بھیجتے۔ حضرت خلیفۃ المسلمین کے دربار سے حکم پہونچتا ہے کہ

"تم اسی شرط پر سپہ سالار رہ سکتے ہو کہ فوج کے مصارف کا ہمیشہ حساب بھیجتے رہو خالد نے اس شرط کو نامنظور کیا اور اس بنا پر وہ سپہ سالاری کے عہدے سے معزول کردیے گئے" الفاروق حصہ اول صفحہ ۱۳۲)

۱۷ھ ہجری مین یہ واقعہ پیش آتا ہی کہ حضرت خالد ایک شاعر کو دس ہزار درہم انعام مین دیتے ہین۔ بارگاہ خلافت مین اطلاع پہنچتی ہی حضرت ابو عبیدہؓ کے نام فرمان پہنچتا ہی کہ

"خالد نے یہ انعام اپنی گرہ سے دیا، تو اسراف کیا، اور بیت المال سے دیا، تو خیانت کی دونون صورتون مین معزولی کے قابل ہین"

خلیفہ کا قاصد مجمع عام مین اس سپہ سالار اعظم کو معزول کرتا ہی اور وہ اس طرح کہ قاصد نے معزولی کی علامت کے طور پر انکے سر پر جو ٹوپی تھی اتار لی کمر کا پٹکا کھینچ لیا اور انکی گردن باندھی"

آگے چلکر عہد فاروقی کا مورخ لکھتا ہی کہ

"یہ واقعہ کچھ کم حیرت انگیز نہین کہ ایسا بڑا سپہ سالار جسکا نظیر تمام اسلام مین کوئی شخص موجود نہ تھا، اور جس کی تلوار نے عراق و شام کا فیصلہ کر دیا تھا، اس طرح ذلیل کیا جا رہا ہی اور مطلق دم نہین مارتا، اس واقعہ سے ایک طرف تو خالد کی نیک نفسی اور حق پرستی کی شہادت ملتی ہی اور دوسری طرف حضرت عمر کی سطوت و جلال کا اندازہ ہوتا ہی" (صہ ۱۳۳)

ان دونون نتایج سے بڑھکر اس امر کا ثبوت ملتا ہی کہ اسلام نے امانت و دیانت کا معیار کس قدر بلند رکھا تھا! لیکن آج عمر فاروق و خالد سیف اللہ دونون کے نمونہ عنقا ہین۔

اسلام سے متعلق جو شدید ترین غلط فہمیان پھیلی ہوئی ہین، اُن مین سے ایک خیال بھی ہی کہ اسلام تمام قدیم مذاہب کا دشمن اور بجز اپنے سب کو جھوٹا ٹھہرانے والا ہی۔ اور لطف یہ کہ اس غلط فہمی مین دوست و دشمن، اپنے اور بیگانہ دونون گرفتار ہین، یعنی غیر مسلمون کی طرح اکثر مسلمان بھی یہی عقیدہ رکھتے ہین۔ حال مین اس کا اظہار افریقہ کے ایک دشمن اسلام، پادری شا، اور ہندوستان کے ایک ہمدرد اسلام، بابو بھگوان داس، دونون کی جانب سے ہوا ہی۔ پادری شا نے سرور عالم کی شان مبارک مین اپنی خباثت نفس کا اظہار کیا، اس پر مسلمانون کی طرف سے لے دے ہوئی، شا نے اپنی بریت مین ایک مضمون لکھا۔ اسکے ضمن مین اپنے اس خیال کو بھی ظاہر کیا ہی کہ "اسلام و بانی اسلام حضرت مسیحؑ کے منکر ہین"۔ بابو بھگوان داس نے حال مین ہندو مسلمانون کے اتحاد پر بعض مضامین اخبار لیڈر مین شایع کرائے ہین، اتحاد و یگانگت اس خیال پر مبنی ہین کہ گویا اسلام ہندو مذہب کا مخالف ہی۔ یہ دونمایان مثالین

حال مین پبلک کے سامنے آئی ہین، ورنہ یہ خیال تو نہایت قدیم اور ساتھ ہی عالمگیر بھی ہے،

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال تمامتر بے بنیاد اور خود اسلام کی تصریحات کے قطعاً منافی ہے، اسلام کا دعویٰ، صراحت و تکرار کے ساتھ، یہ ہے کہ وہ کسی معنی مین بھی کوئی جدید مذہب نہین، بلکہ مذاہب قدیم کی تصدیق کرنے والا، اور ادیان سابقہ کے حق مین ایک مہر استناد ہے۔ کلام مجید کے آغاز ہی مین، یعنی سورۂ بقر کے رکوع اول مین مومنین کی شناخت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ وہ لوگ ہین، جو اے پیمبر

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ	نہ صرف تمھارے الہامات پر ایمان رکھتے ہین بلکہ تم سے پیشتر جو جو الہامات نازل ہو چکے ہین، سب پر ایمان رکھتے ہین۔

مومنین کے لیے حکم ہے کہ وہ قرآن ہی کی طرح تمام کتب سابقہ کی بھی تصدیق کرتے رہین۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (نساء۔ ع ۲۰)	اے مومنو! ایمان لاؤ خدا پر، اور اُس کے رسول پر، اور اُس کتاب (قرآن) پر، جو اس نے اپنے رسول (محمدؐ) پر اتاری ہے، اور اُن کتابون پر جو اس سے پیشتر (دوسرے ہادیون پر) اتر چکی ہین۔

آقاے دوعالم صلعم کا ایمان جسطرح اپنی رسالت پر تھا، اُسی طرح اپنے پیشروون کی رسالت پر بھی تھا اور عام مومنین بھی اسی ایمان پر مامور ہین۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (بقر ع ۴۰)	یہ رسول (محمدؐ) اس کتاب پر ایمان رکھتے ہین، جو اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن پر اُتری ہے اور عام مسلمان بھی یہ سب کے سب (یعنی رسول خدا اور عام مومنین) خدا اس کے فرشتون اس کی کتابون اُس کے پیمبرون سب پر ایمان رکھتے ہین،
اُن کو یہ کہنے کی تاکید ہے، کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (بقر ع ۴۰)	ہم اُن تمام انبیا، مین کسی طرح کا فرق نہین سمجھتے (اس لیے کہ سب کی دعوت ایک ہی ہے)

دوسرے مذاہب کے پیرو کہا کرتے ہین کہ صرف ہمارا دین سچا، صرف ہماری کتاب الہامی اور صرف ہمارا ہادی برحق ہے مسلمانون کو جو تعلیم دی گئی، وہ اسکے بالکل برعکس ہے۔ انھین حکم ہوا، کہ تم سب انبیاء کو برحق تسلیم کرو، تمھارا دین تو خالص توحید و خدا پرستی کا ہے، اور تمام ہادیان طریقت اسی مسلک کی دعوت دیتے آئے ہین، پس تم کیونکر کسی سے انکار کر سکتے ہو۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

(بقر ع ۱۶)

اے مومنو (مخالفین سے) کہہ دو، کہ ہمارا ایمان تو خدا پر ہے اور جو کتاب ہم پر اتری (یعنی قرآن) اس پر اور جو کچھ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور اولاد یعقوب پر اترا اس پر، اور جو کچھ موسیٰ و عیسیٰ پر اترا اس پر اور جو کچھ دوسرے پیمبرون پر اُن کے پروردگار کے ہان سے اترا، اس سب پر ہم تو ان مین سے کسی مین جدائی نہین سمجھتے اور (یہ اس لیے کہ) ہم اسی خدائے واحد کے فرمان بردار ہین۔

یہی مفہوم حنیف تغیر الفاظ کے ساتھ ایک دوسرے مقام پر بھی ارشاد ہوا ہے،

قُلْ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

(ال عمران - ع ۹)

اے پیمبر، ان سے کہ دو کہ ہمارا دین تو یہ ہے کہ ہم ایمان رکھتے ہین اللہ پر اور ہم پر جو کتاب اتری ہے اس پر اور جو کچھ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور اولاد یعقوب پر اترا تھا اس پر اور جو کتابین موسیٰ و عیسیٰ اور دوسرے پیمبرون کو اُن کے پروردگار کی جانب سے عطا ہوئین اُن سب پر، ہم ان پیمبرون مین کسی مین فرق نہین کرتے اور ہم تو خدائے واحد کے آگے سر جھکانے والے ہین،

ہر دو آیات کے آخری ٹکڑے مین یکسانیت ایمان انبیاء و عدم تفرقہ کا گویا فلسفہ بیان کر دیا ہے یعنے ہم کو تفریق و تفرقہ کی حاجت کیا، ہم تو خدائے واحد کے ماننے والے ہین ونحن لہ مسلمون اور یہ سب کے سب اُسی کے داعی ہو کر آتے رہے ہین،

ان مین سے بعض کی تفصیلی سرگذشت کلام مجید مین بیان کی گئی ہے، اور بعض کے متعلق سکوت سے کام لیا گیا ہے،

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۔ (نساء ع ۲۳)

اے پیمبر (تمھاری طرح) تم سے قبل ہم کتنے پیمبر بھیج چکے ہین، جن کا حال تم سے بیان کر چکے ہین اور کتنے پیمبر ایسے ہین جن کا حال نہین بیان کیا ہے۔

قرآن مجید سب کے اسماء گرامی کا رجسٹر نہین، حضرت خاتم المرسلین کو اجمالاً صرف اتنا بتادیا گیا کہ

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (مومن ع ۸)

تم سے پہلے کتنے پیمبر ایسے ہم بھیج چکے ہین، جن کا حال تم کو سنا چکے ہین اور کتنے ایسے ہین جن کا حال نہین سنایا ہے۔

لیکن مجملاً سب پر ایمان بغیر چارہ نہین۔

تصریحات بالا کے بعد کس کو ایک لمحہ کے لیے بھی اس حقیقت مین شبہ باقی رہ سکتا ہے، کہ دنیا کے تمام ہادیون، تمام رہنماؤن، تمام رہبرون پر ایمان رکھنا اور اُن کی تصدیق کرنا، عام اس سے کہ اُن کے اسماء مبارک کا علم ہو یا نہو، اسلام مین جائز و بہتر ہی نہین، بلکہ عین فرائض مین داخل ہے؟ ٹھیک اسی طرح کہ جیسے کل ملائکہ پر ایمان رکھنا شرط اسلام ہے، درآنحالیکہ کلام مجید مین نام صرف دو ایک فرشتون کے وارد ہوے ہین۔

یہ شان مومنین کی نہین، گمراہون کی ہے، وہ ایک کتاب آسمانی پر اپنا ایمان رکھنا ظاہر کرتے ہین، اور باقی کی تکذیب کرتے رہتے ہین،

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ (بقر ع ۱۱)

ان سے جب کہا جاتا ہے کہ خدا نے جو کچھ اُتارا ہے اُس پر ایمان لاؤ، تو یہ کہتے ہین کہ ہم تو اُسی کتاب پر ایمان لائے ہین جو ہم پر اتری ہے اور اس کے سوا دوسری کتاب کو نہین مانتے حالانکہ یہ قرآن ہی کتاب برحق ہے اور اُن پر اتری ہوئی کتاب کی تصدیق کرتا ہے

مومنین کی شان تو یہ ہے کہ وہ جملہ ہادیان طریق پر یکساں ایمان رکھتے ہیں، کسی کے درمیان تفرقہ روا نہیں رکھتے اور اُس کے صلہ میں رضائے الٰہی کا اجرِ عظیم حاصل کرتے ہیں،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (نساء - ع ۱۲)

جو لوگ خدا اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اُن میں سے کسی کو ایک دوسرے سے جُدا نہ سمجھا، تو ایسے ہی لوگ ہیں، جنھیں خدا پورا اجر عطا فرمائے گا، اور خدا تو غفور و رحیم ہے۔

یہی نہیں، کہ انبیاء سابقین کی تکذیب اسلام میں ممنوع ہے، یہی نہیں کہ ہادیان گذشتہ کی تصدیق قانون اسلام میں واجب ہے، یہی نہیں کہ سب کے احترام و ایمان کی تاکید کلام الٰہی میں وارد ہوئی ہے، بلکہ اس حکم کی تعمیل و عدم تعمیل کو کفر و اسلام کے درمیان فارق و مابہ الامتیاز قرار دیا گیا ہے اور یہ فرمان ربّانی صاف الفاظ میں سُنا دیا گیا ہے، کہ جو لوگ بین بین کا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، یعنی چند انبیاء کی تصدیق کرتے ہیں اور چند کی تکذیب، وہ خاطی ہی نہیں، مُجرم ہی نہیں گنہگار ہی نہیں، بلکہ سرے سے حلقۂ اسلام سے خارج، اور حقیقی کافر ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (نساء - ع ۲۱)

جو لوگ خدا اور اُس کے رسولوں سے منحرف ہیں، اور خدا اور اُس کے رسولوں کے درمیان جُدائی ڈال دینا چاہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پیمبروں کو مانتے ہیں اور بعض کے منکر ہیں، اور چاہتے ہیں کہ پیمبروں کے درمیان مغایرت ڈال کر کفر و ایمان کے مابین کوئی راستہ اختیار کریں، سو ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

دوسرے پیشوایان مذاہب کی تعظیم و تصدیق، عزت و احترام کا اس سے زیادہ موکد و قطعی حکم، اسلام کے سوا، دنیا کے کسی مذہب میں مل سکتا ہے؟ اس وسیع الخیالی، اس رواداری کی نظیر بجز قرآن کے کسی آسمانی کتاب میں دکھائی جا سکتی ہے؟ بیدردوں کی سنگدلی کا کوئی نمونہ اس سے بڑھ کر خیال میں آ سکتا ہے کہ

ایسے مذہب کی جانب نارواداری و تنگ خیالی کا ایک لمحہ کے لیے بھی انتساب کیا جاسکے؟

کلام مجید کا ایک خاص معجزہ یہ بھی ہے کہ وہ جو حکم دیتا ہے اُسکے مصالح و اسباب بھی بیان کر دیتا ہے ایمان بالانبیاء کی یکسانیت کی جو اسقدر تاکید کی تو ساتھ ہی وجہ بھی ارشاد کر دی کہ سب کی تعلیم متحد رہی ہے،

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (شوریٰ - ع ۲)

اُس نے تمھارے لیے دین کا وہی راستہ ٹھہرایا ہے، جسپر چلنے کا اُس نے نوح کو حکم دیا تھا، اور اے پیمبر تمھاری طرف بھی تو اسی راستہ کی ہم نے وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی حکم دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا، اور اُس مین فرق نہ ڈالنا۔

جزئیات تعلیم مین اختلاف ہونا لازمی تھا، ہر قوم کی سیرت جُداگانہ، ہر جماعت کے خصوصیات الگ، ہر سرزمین کے حالات علٰحدہ۔ تفصیلات تعلیم مین اختلاف ہونا بالکل قدرتی اور لازمی تھا۔ تاہم اصولاً تمام داعیان حق مین اتنا جزو دعوت مشترک رہا ہے، کہ

نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

ہم تو اُسی خدائے واحد کے آگے سر جھکانے والے ہین۔

مذہب توحید کے ابوالآباء، اور مسلک اسلام کے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہوے ہین آج تک ہر پیامبر حق کی زبان اُنھین کے پیام توحید کا اعادہ کرتی آرہی ہے، چنانچہ جب اُن سے اُن کے

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ - (بقر - ع ۱۶)

پروردگار نے کہا کہ ہماری فرمان برداری کرو، تو عرض کیا کہ مین پروردگار عالم کا فرمان بردار ہو لیا۔ اور اسی طریقہ کی بابت ابراہیم اپنے بیٹون کو وصیت کر گئے اور یعقوب بھی کہ بیٹا، خدا نے تمھارے لیے اسی طریق اسلام کو پسند کیا ہے پس تم اسی طریق اسلام پر مرنا۔

چنانچہ خلیل خدا کی ذریت صالحہ ہمیشہ اسی دعوت کی مبلغ، اور اسی تعلیم کی حامل رہتی چلی آئی ہے، اور لاکھون انقلابات دہر پر بھی یہ حقیقت ازلی و ابدی تغیر و انقلاب کی دسترس سے بالاتر رہی ہے کہ

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

ہم تو اُسی خدائے واحد کے آگے سر جھکانے والے ہین

انسان کی بولیاں بدلتی رہتی ہیں، زبانیں مختلف ہوتی ہیں، مصطلحات قدیم متروک ہوتی جاتی ہیں، اور جدید رائج ہوتی جاتی ہیں۔ لیکن اگر آپ دل سے جویائے حقیقت ہیں، اگر آپ حق ہی کی طلب صادق لیکر نکلے ہیں، تو خدا کے لیے اختلاف الفاظ و مصطلحات کے گورکھ دھندے میں نہ پڑیے اس بھول بھلیاں میں ٹھوکریں نہ کھائیے، معنویت پر نظر رکھیے اور وہ ہر جگہ یکساں ملے گی۔ وضع لباس کے تغیرات سے دھوکا نہ کھائیے، یار کے "انداز قد" کو حافظہ میں رکھیے، تو ہر نقاب کے پیچھے وہی مستور ملے گا۔ محفل میں جام و ساغر، بہ لحاظ ساخت و پیمانہ، بیشک ایک دوسرے سے مختلف نظر آئیں گے، لیکن برائے خدا یہ فرمائیے، کہ اُن کے اندر کی "آتش سیال" تو مختلف نہیں؟ ؎

ہر نبی و ہر ولی را مسلکے ست
لیک تا حق می برد جملہ یکے ست

ہندو کہتے ہیں کہ برگن برہمن (وجود مطلق) کو جب اپنا اظہار مقصود ہوا، تو اُس نے سب سے پہلے ایشور اپنے مظہر اتم، کو ظاہر کیا، اور اُسی سے یہ کارخانۂ عالم پیدا کیا۔ تصوف اسلام کہتا ہے، کہ ذات احدیت کو جب مرتبۂ تنزہ و اطلاق سے درجۂ تعین و شہود میں آنا منظور ہوا، تو اس نے سب سے اول نور حقیقت محمدی کو پیدا کیا، اور اس کو خلقت کائنات کا واسطہ بنایا۔ غور کرنا، کہ دونوں دعووں میں معنوی حیثیت سے کچھ بھی فرق ہے؟ پس کیسی بدنصیبی و محرومی اُس ہندو کی ہوگی، جسے محض یہ امر کہ مسلمان اپنے عقیدہ کو اس مختلف اصطلاحات میں ظاہر کرتا ہے، اُسے قبول اسلام و تصدیق رسالت حضرت سرور عالم سے باز رکھے!

اتحاد انبیاء کرام کے مسئلہ کو حضرت مولانا سے روم اپنے مخصوص حکیمانہ انداز کے ساتھ کس قدر دلنشین پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں ؎

چون بہ صورت بنگری خیمت دو است — تو بہ فوریش بنگری کان یکتو است
لاجرم چون بر یکے افتد نظر — آن یکے بینی دو ناید در بصر

(آنکھیں تعداد میں دو ہیں لیکن بہ لحاظ نور، دونوں واحد کے حکم میں داخل ہیں جس چیز پر نظر کرتے ہو اگرچہ دو آنکھوں سے دیکھتے ہو، لیکن وہ شے ایک ہی معلوم ہوتی ہے)

آگے چلکر کچھ اور تشبیہیں دیتے ہیں ؎

ہ چراغ ارچہ بسے آید در مکان — ہر یکے باشد بصورت ضد آن
فرق نتوان کرد نور ہر یکے — چون بہ نورش روے آری بیشکے
اطلب المعنی من الفرقان وقل — لا نفرق بین احد من رسل

(مکان مین اگر دس چراغ روشن ہون، تو اگرچہ تعداد مین دس ہین لیکن سب کی روشنی ایک ہی روشنیان دس نہین)

گر تو صد سیب و صد آبی بشمری — صد نماید یک شود چون بفشری

(صد ہا سیب اور بہی لیکر جمع کرو، اور ان کا عرق نچوڑو، عرق ایک ہی ہوگا، سیکڑون نہونگے)

در معانی تسمت و اعداد نیست — در معانی تجزیہ و افراد نیست
اتحاد یار با یاران خوش است — پاے معنی گیر صورت سرکش است

(تعدد و تفرق جو کچھ ہی، صورت و قالب مین ہی، معنی و بطن پر اگر نظر قائم رہے تو سب ایک ہی دکھائی دے گا)

نور آفتاب ایک ہوتا ہی، شعاعین بیشمار ہوتی ہین، جو روے ارض پر ایک ایک گھر کو منور کیے ہوے ہین۔ نور حقیقت (توحید الٰہی) ایک ہی، ناقابل تقسیم و ناقابل تجزی۔ اس کے مظاہر و مشاہر، تجلیات و شئون غیر محدود ہین عام افراد، جو کثافتون مین سر بسر غرق ہین تفریق و علیحدگی کے مونہ ہوتے ہین، باقی انبیا، جو پیکر لطافت و نورانیت ہین، اُن مین دوئی و غیریت کہان؟

جان گرگان و سگان ہر یک جداست — متحد جانہاے شیران خداست
جمع گفتم جانہاشان من بہ اسم — کان یکے جان صد بود نسبت بہ جسم
ہمچو آن یک نور خورشید سما — صد بود نسبت بہ صحن خانہا
لیک یک باشد ہمہ انوار شان — چونکہ بر گیری تو دیوار از میان

خوابِ ہستی

کہتی ہے بُرا دُنیا تم کو کانوں سے تم اپنے سنتے ہو
کیوں ترک فرائض کرتے ہو مذہب کے اگر تم سچے ہو
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

کہتے ہو زبان سے تم سب کچھ کرتے بھی ہو لیکن کام کوئی
وہ کام ہے کوئی کام بھلا جس کا نہ ہو نیک انجام کوئی
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

رکھتے ہو اگر کچھ عقل بھی تم اللہ سے غفلت خوب نہیں
فانی ہے بہار اس گلشن کی دُنیا کی محبت خوب نہیں
دنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

سوچو تو سہی اپنے دل میں کیا فرض تمھارا ہے بندو
مانا کہ رسولِ برحق سے بخشش کا سہارا ہے بندو
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

نفرت نہ کرو محتاجوں سے مرعوب نہ ہو زرداروں سے
لاؤ نہ جبین پر اپنی شکن خوش ہو کے ملو نادار وں سے
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

ہر روز اُٹھاتے ہو صدمے کرتے ہو حسینوں سے اُلفت
کھاتے ہو دلوں پر تیر نظر ہے ان کی جفاؤں سے رغبت
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

دوزخ میں بناتے ہو مسکن جنت میں نہ جانے پاؤ گے
یہ قول ہمارا یاد رہے محشر میں بہت پچھتاؤ گے
دنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

مغرور ہو تم عشرت پہ بہت بیکار ہے گرمی دولت کی
دُنیا کے بکھیڑوں کو چھوڑو گر تم کو ہوس ہے جنت کی
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

معبود کو اپنے پہچانو جو دونوں جہان کا مالک ہے
غافل نہ ہو اُس کی طاعت سے وہ کون و مکان کا مالک ہے
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

صدرالدین سرشار کسمنڈوی

کس کے آنے کی خبر آئی ہے کیوں چمن محوِ خود آرائی ہے
پھر سمائی ترے کوچے کی ہوا پھر ہمیں شوق جبیں سائی ہے
آئینہ خانہ کی اب خیر نہیں حسن سرگرم خود آرائی ہے
وہ ہیں اور مشغلۂ سیر چمن میں ہوں اور بادِ پیمائی ہے
آنکھیں در پر جو لگی ہیں آصفؔ کس کے آنے کی خبر آئی ہے

فن خطّاطی

فن خطاطی جسکا دوسرا نام خوشنویسی ہی مشرقی فنون مین بلحاظ قدامت اور اہمیت نہایت قابل عزّت فن ہی۔ اسکا شمار بھی فنون لطیفہ مین ہی اور اس فن کی گوناگون دلچسپیان بھی دیگر فنون لطیفہ کی طرح دل کو اپنی طرف کھینچنے مین کامیابی کی سند حاصل کر چکی ہین۔ ہر علم اور زبان کے حروف تہجی کے ساتھ خطاطی یا خوشنویسی وابستہ ہی اور دُنیا کا کوئی حصّہ اس سے خالی نہین نظر آتا اور مشکل ہے کوئی ایسا انسان مل سکے گا جو حُسن اور اچھے خط و خال کا دلدادہ نہو اور اچھے خط کو بالطبع پسند نہ کرے بقول شخصے "خط خوش ہر کہ دارد دلپذیرست"

خطاطی ایک عجیب خداداد جوہر ہی۔ انسان کا ہاتھ بلا جوہر خطاطی کے ایک گونگے کی زبان ہی۔ اس خیال کو افصح العرب بے لاگ حضرت علیؑ نے کسقدر بلیغ لفظون مین ظاہر فرمایا ہی "الخط لسان الید" اچھی صورت کی طرح اچھا خط بھی اپنی طرف نظر کو کھینچتا ہی لیکن بحر تمدن کی خورد و لہر اور ایجاد تحریر کی حکمت نے کسی خط مین اس جذبہ کو کمزور کر دیا ہی اور کسی خط کے شکل و شمائل مین سامان دلفریبی زیادہ کر دیے ہین۔ بعض خطوط خود ایسے ہین جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے بعض پہاڑی یا بادیہ نشینون کے حُسن کی طرح نمود حُسن کے قابل نہین اور بعض ایسے ہین جو خوبروان کشمیر و گجرات کی طرح حُسن کی بہار سے گھرے ہوے ہین اور مشرق کے رہنے والے اور مغرب کے تمدن مین ڈوبے ہوے دل کسی محبوب کے حُسن خداداد کی طرح یکساں طور پر اُس کے گرویدہ نظر آتے ہین۔ بہرحال کوئی خط بھی ہو اگر وہ اپنے حدود مین درست طور پر لکھا گیا ہی تو اُس مین کم و بیش گرویدگی کے جوہر ضرور پنہان ہوتے ہین اور ہر سرزمین کے حسن والون کی طرح ہر زبان کے خط کا ناز اپنے حُسن پر حق بجانب ہی۔ ہم کو اس مضمون مین خطاطی کے عام تذکرے کے بعد صرف مشرقی فن خطاطی پر کچھ لکھنا ہی اور وہ اسلیے کہ فن خطاطی کی قدر کے لیے تہذیب ہمیشہ ہمیشہ مشرقی دُنیا کی رہین منت رہیگی کیونکہ اس فن کو مشرقی سرزمین کے رہنے والون نے آسمان کمال کے کنگرہ تک پہنچا دیا اور انسانی طباعی اور نگاہ کی قوت اور ہاتھ کی انگلیون کا وہ وہ زور دکھلا دیا کہ آج دُنیا انگشت بدندان ہی یہ بھی عجیب بات ہی کہ اکثر خطوط کی ایجاد اور اس فن کے کمال کا سہرہ ہمیشہ اہل اسلام ہی کے سر رہا۔ خطوط کی ایجاد سے پہلے جانور اور طیور کی شکلون کے ذریعہ سے

خیالات ظاہر کرنے کا رواج تھا۔ اسلام سے پہلے عرب کے حصوں میں جسقدر خطوط ایجاد ہو چکے تھے اُنکی کوئی تاریخ نہیں ملتی نہ اِس موجودہ فن خطاطی پر آجتک کسی اہل فن کو کوئی تاریخ لکھنے کی توفیق ہوئی ممکن ہو کہ دنیا کے کسی کتب خانے میں کوئی علمی تاریخ اِس فن کی تدریجی ترقی کے متعلق موجود ہو لیکن مدتہای مدید سے میں ہندوستان کے بڑے بڑے کتب خانوں میں ایسی کتاب ڈھونڈھ رہا ہوں مگر نہیں ملتی۔ کچھ کتابیں فن خطاطی کے قواعد کے متعلق ملتی ہیں۔ اساتذہ فن کے کچھ خفی وجلی حرفوں کے کتبے جابجا پائے جاتے ہیں۔ چھاپہ کی ایجاد کے بعد ارژنگ چین اور پنجہ نگارین اور قطعات الجواہر اور نظم پروین وغیرہ وغیرہ جیسی کتابوں کی صورت میں وہی خطوں کے نمونے نظر فریب عنوان سے سامنے لائے جاتے ہیں۔ تذکرۃ الشعرا کی طرح خوشنویسوں کے تذکرے بھی لکھے گئے ہیں اور اسمیں بہت کچھ مولوی سید احمد صاحب نے دلچسپی ظاہر فرمائی۔ رسالہ زمانہ کانپور نے بھی مدتوں اپنے صفحات کو خوشنویسوں کے تذکرہ سے زینت بخشی مگر باایں ہمہ آجتک اِس فن پر کوئی ایسی کتاب دنیا کے ہاتھ میں نہ دیکھی جو مختلف دور اور زمانہ کی طرز تحریر اور فن خطاطی کے تغیرات متروکات مختلف شیوہای خطوط کے حالات اور دیگر کارآمد تاریخی معلومات سے مالا مال ہوتی۔

جہانتک منتشر انسانوں سے سُراغ ملتا ہو وہ یہ ہو کہ نسقلی اور کوفی خطوط اس وقت عرب میں رائج تھے۔ جب اسلام گہوارۂ تمدن میں نشو ونما حاصل کر رہا تھا۔ پیشوایان اسلام کے خطوط کے نمونے اگر کہیں دنیا میں زیارت کے لیے نکل آتے ہیں تو وہ کوفی خط میں ملتے ہیں۔

یہانتک تو پتہ چلا ہو کہ ۳۱۰ھ ہجری نبوی میں خطاط ابن مقلہ نے کوفی اور نسقلی خط سے چھ خطوط ایجاد کیے جن کے نام یہ ہیں (۱) ثلث (۲) ریحاں (۳) محقق (۴) نسخ (۵) توقیع (۶) رقاع

اِس زمانہ سے بہت پہلے جبکہ اہل اسلام فتوحات کے علم لیے ہوے آگے بڑھ رہے تھے اور ایران فتح ہو چکا تھا عرب اور عجم میں رابطہ اتحاد قائم ہونے پر دنیا دی ضرورت نے قوت ایجاد کو حرکت دی۔ ایک مدت گذرنے کے بعد امیر تیمور گورکان بادشاہ صاحبقران کے عہد میں جو تقریباً ۸۰۰ھ کا زمانہ ہوگا ایک طبیعت دار ایرانی میر علی تبریزی نے اس وقت کے رائج خطوط میں سے خط تعلیق اور نسخ کو ترکیب دیکر ایک نیا خط ایجاد کیا جسکا نام نستعلیق رکھا تعلیق ایک السا خط ہو جس میں سوا خاص خاص حصوں کے حروف کے نام ستے نوک قلم سے لکھے جاتے ہیں اور جسطرح تپ دق کے مریضوں میں صرف ڈھانچہ ہی ڈھانچہ نظر آتا ہے یون ہی تعلیق کا خط ہوتا ہو۔ یہ خط اب رائج نہیں یعنی خدا بخشے یہ تب کہنہ کا مریض دنیا سے اُٹھ گیا خط نسخ کو

اِس نام سے سمجھنے مین عوام کو دقت ہوتی ہو اِس لیے اِس کا دوسرا نام عربی خط ہو گیا ہو۔ اِسکی مختلف قسمین ہین اور جسطرح مختلف حصۂ ملک کی ایک ہی زبان مین تھوڑا بہت فرق ہوتا ہو اِسی طرح اِس خط کے مختلف اقسام مین فرق ہو۔ یا قوتی۔ نیریزا اور مصری وغیرہ اس کی مختلف قسمین ہین۔

نستعلیق اسی خط کو کہتے ہین جسمین آجکل اُردو اور فارسی کتابین بالعموم لکھی جاتی ہین۔ یہ خط نہایت نازک اور خوبصورت ہوتا ہو اور جب تک بہت ہاتھ سنبھال کر نہ لکھا جاے وہ حسن اور خوبصورتی جو اس خط کے شایان شان ہو پیدا نہین ہوتی۔ معلوم ہوتا ہو کہ جب فن خطاطی کی قدر تھی تو ایک طرف زود نویسی کی ضرورت دوسری طرف حرفون مین خوبصورتی قائم رہنے کی آرزو نے کچھ عرصہ تک دنیا کے اکثر ہمدردان فن کو بیچین رکھا اور اُن کو ایسے خطوط کی ایجاد کی ضرورت ہوئی جس سے وہ روزمرہ تحریر و مراسلت کا کام بآسانی چلا سکین شاید یہی ضرورت خطوط شکستہ اور شفیعہ کو عالم وجود مین لائی۔

شفیعہ خط مین روانی قلم کے ساتھ نستعلیق کا عنصر غالب ہو گویا یہ معلوم ہوتا ہو کہ نستعلیق خط سکون کی حالت سے بیچین ہوکر کسی صحرا کی طرف دوڑتا ہوا جا رہا ہو۔ شکستہ خط مین نستعلیق اور نسخ دونون کی چاشنی ہو گویا یہ دونون خط عالم بیخودی مین دست و گریباں ہوکر ایک جادہ پر رواں دواں ہین۔ شفیعہ اور شکست دونون کارآمد خطوط ہین مگر افسوس یہ ہو کہ اب اس کے لکھنے والے زمانہ کی بقدری سے شاید ڈھونڈھنے سے کہین خال خال ملین تو ملین۔ زیبائش اور حسن کی بہار دکھانے والے کچھ ایسے خطوط ہین جو کتابت کی دنیا مین بیکار ہین ان نام نہاد خطوط مین ایک خط گلذار ہو کسی لفظ کو جلی حرفون مین اگر لکھین اور حرف کے کنارے باریک خط سے بنا لیے جائین اور درمیان کی جگہ پھول بوٹون سے بھر دی جاے تو اُس کا نام خط گلذار ہوتا ہو اِسی طرح خط ما ہی ہو جسمین بجاے پھول بوٹون کے مچھلیون کی صورت سے حرف کی اندرونی جگہ بھر دیجاتی ہو۔ خط غبار مین وہی جگہ عبارت لکھکر یا باریک باریک نقطہ دیکر پُر کر دی جاتی ہو۔ خط توام مین دو صفحے آمنے سامنے جڑے ہوے ہوتے ہین اور ان صفحون پر ایسی ہوشیاری سے پھول بوٹے اور گلدستے بنائے جاتے ہین۔ کہ دیکھنے مین بظاہر کوئی خط نہین معلوم ہوتا لیکن روشنی کی طرف دونون صفحون کو ملا کر دیکھنے سے پھول بوٹون اور جھاڑیون مین سے کوئی عبارت جو لکھی گئی ہو پیدا ہوتی ہو اِسی طرح اور بہت سے خطوط ہین مثلاً خط طغرا سنبل۔ درجی۔ اینقہ زلف عروس ریحان۔ پیچان وغیرہ وغیرہ حقیقی معنون مین یہ سب کوئی خط نہین مگر ایشیائی نازک خیالی اور طباعی کا بہتہ ہر ایک قسم کے خط سے چلتا ہو اور یہ سب خطوط اس بات کو ظاہر کرتے ہین کہ اہل اسلام اور اہل ایشیا نے جسطرف اپنی

نازک خیالی کی باگ موڑدی ایک نیا سمان دکھا دیا اور جس چمن مین اُن کے نقش قدم گئے قدم قدم پر ایک تازہ باغ کھل گیا اور دوسرے لوگ اس سے سبق لینے لگے اور ہر طرف یہ دھوم ہی۔

چمن مین گل کھلائے کس کے نقش پائے رنگین نے کہ گلچین بھر رہے ہین جھولیان خاک گلستان سے

اور علوم و فنون کا ذکر خارج از بحث ہی۔ صرف فن خطاطی کو دیکھا جائے تو اُس کے جس خارزار اور لسکے جس بھیڑ سے بھیڑ بیابان اور صحرا مین یہ مسلمان نکل گئے اس مین ایک جان آگئی خطاطی کا فن مٹتے مٹتے مٹ گیا اور مٹتا جارہا ہی اور مسلمان خود اپنے بزرگون کے نام اور اپنے متقدمین کے کارنامون کو مٹا رہے ہین اور اس شہر خطاطی کی آباد بستیان ویران ہوچکین مگر اس صحرا اور اس ویرانہ سے بھی جو اہل فن ابھی ابھی گزرتے ہوئے نکل گئے ہین ان کے قدم کی ہر لکیر اور ہر خط سے یہ صدا آرہی ہی۔

کہ ازین راہ گذر کردہ شوخی وحشی نبض جادہ طپد سینۂ صحرا گرم ست

ایک روز میرا گذر ایک درویش اہل دل کی خانقاہ مین ہوا جہان زمین پر ایک بوریا بچھا تھا اور دیوارون پر پرانے وقت کی یادگار کچھ کتبے آویزان تھے۔ فن خطاطی کے طبعی ذوق نے میری نظر کو کتبون کی طرف متوجہ کردیا۔ عالمگیر بادشاہ اور خاندان مغلیہ کے آخری تاجدار کے کتبے میری نظر سے گذر چکے تھے۔ مجھے اچھی طرح یہ معلوم تھا کہ کلے وقتون مین اس فن شریف کی تعلیم کا کسقدر زیادہ چرچا تھا اور اب کیا حالت ہی۔ ادھر یہ خیال دلمین درد بنکر چٹکیان لے رہا تھا اور ایک اہل دل کی بزم مین کچھ متبرک کلمات کچھ پُر درد اشعار اور کچھ نصیحت آمیز ابیات نہایت اعلیٰ اعلیٰ قسم کے خطون مین لکھے ہوئے لحاظ جذبات تزکیۂ نفس کا کام دے رہے تھے۔ یہ احساس ہوتا جاتا تھا کہ دل کو دل بنانے مین یہ کتبے کس قدر مددگار ہین خوشنویسی اور خطاطی کا جادو ایک ایک کتبے سے پورا ہورہا تھا۔ اسی حالت مین جبکہ زمانہ پیشین اور حال کا صحیفہ خط توام کی طرح میرے پیش خیال تھا فن خطاطی کے اندرونی جذبات کو عالم خاموشی مین ظاہر کرنیوالا ایک کتبہ مجھے خوشخط نستعلیق کی شان مین ان لفظون مین نظر آیا۔

از بسکہ درد زمانہ یکے اہل درد نیست اظہار درد خویش بدیوار می کنم

مین یہ پڑھ کر آبدیدہ ہوگیا اور مجھے اس قوم کے غیرت شعار دل پر حیرت ہوئی جو اپنے بزرگون کے ایجاد کیے ہوئے یہ نازفن کو یون مٹتا ہوا دیکھ رہی ہی اور زندہ ہی۔

اسی منزل پر مجھے یہ بھی خیال آیا کہ ہم مین اکثر اصحاب ایسے بھی ہین جو فن خطاطی کو ایک غیر ضروری

فن سمجھ رہے ہین۔ موجودہ ہندوستان کا یہ ایک بڑا معرکۃ الآرا مسئلہ ہی کہ خوشنویسی خطاطی کی کیا ضرورت ہی؟ اِس خیال کے نشوونما کے متعلق طرح طرح کی روایتین یونانیون کے قدیم قصص کی طرح مشہور ہین۔ کوئی تو یہ کہتا ہی کہ ایک صاحب کو کسی خوشنویس نے کچھ خوشخط لکھ کر دیا اُس نے بجائے قدر کرنے کے یہ کہا کہ تم نے گھنٹون مین یہ لکھا اور بہت قیمتی وقت ضایع کیا ہی اسی کو ہم چند منٹ مین لکھ دیتے ہین اور دونون کے لکھنے کی غرض ایک ہی خوشخطی و بدخطی تو ایک امتیازی بات ہی۔ بعض حضرات کے دل مین اس تخیل کا عکس کچھ ایسا پڑگیا ہی کہ اب ایک گروہ دنیا مین ایسا نظر آتا ہی جو بدخطی اور ایسے لکھنے کو جو پڑھا نہ جاے حاصل فن سمجھتا ہی اور یہ فراموش کرکے کہ بقاے تحریر تک کتنے بندگان خدا کا بیکار وقت بدخطی کے حروف پڑھنے اور لفظون کو ٹٹول ٹٹول کر پیدا کرنے مین صرف ہوگا اور کتنے بیگناہون کو روحانی اذیت اس کے پڑھنے مین غیر محدود مدت تک دنیا مین ہوتی رہیگی اپنی زود نویسی کے ساتھ بدخطی پر بیحد نازان ہین کہ العظمۃ للہ۔

[اُردو کانفرنس کے پہلے ہی جلسہ مین ایک بار رسم الخط کی بحث کے سلسلہ مین اس پر بھی زور دیا جارہا تھا کہ سب جھگڑے مٹا کر ٹائپ والے اُردو حروف طے کردیے جائین لیکن اس کوشش کو کامیابی نصیب نہوئی اُردو کا ٹائپ ایجاد ہو یا کچھ اور ارضی و سماوی آفت آئے۔ وقت کی قدر بھی چیز ہی کوئی بھی کام کی بات ہو وہ قابل قدر ہی۔ یہ موضوع جسپر یہ مضمون لکھا گیا ہی اور فن خطاطی کے فوائد اور اسکے بقا کی ضرورت ایک ایسا فریضہ ہی جسکو کسی ایجاد پر قربان کردینا ضروری نہین]

فن خطاطی کی ضرورت ایک قدرتی ضرورت ہی۔ بچپن مین جب کسی زبان کی تعلیم دی جاتی ہی تو اُسکے حروف تہجی کو جسطرح زبان سے دُھرانے اور نظر سے شناخت کرنے کی مشق ہم پیدا کرائی جاتی ہے اسی طرح ہاتھ سے اس کی صورت کو کاغذ پر بنانے کی مشق کرائی جاتی ہی۔ یہی پہلی ضرورت ہی جس سے فن خطاطی کی ابتدا ہوتی ہی۔ اگلے وقتون مین بہترین بہترین حرفون کی تصویر بنانے کی مشق کی جاتی تھی مگر اب پیرانہ سالی کے جذبۂ عشق کی طرح اس آزار کا رنگ اتنا ہلکا ہوگیا ہی کہ اگر چھاپہ خانہ مین فن خطاطی کی مسخ صورت کا چربہ اتارنے کی ضرورت نہ ہوتی تو خوشنویسی کا جنازہ نکل چکا ہوتا،

بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ کوئی اب اچھی صورتون والے حروف کا قدردان نہین رہا نہ رئیسون مین کوئی ذوق باقی ہی نہ پبلک مین قوت احساس۔ حکومت کی طرف سے کچھ مدد نہین ہوسکتی اس سبب

اُس کی ترقی کی ضرورت نہین سمجھی جاتی لیکن اس خیال کو اس جگہ یونہی چھوڑ دینا ایک گناہ ہے مین اس کی ضرورت کے فلسفہ پر اہل درد کو توجہ دلانا چاہتا ہون یہ سچ ہو کہ اقتصادیات کے اصول پر فن خطاطی کے گاہکون کی کمی سے اس فن کے نمونے بازار شہرت مین لانے کا دولہ جاتا رہا مگر اب یہ دیکھنا ہو کہ خطاطی کی ضرورت بھی دنیا کو ہو یا نہین۔ خطاطی سے مراد خط کے نقوش بنانا اور عمدہ اور خوشنما طرز پر بنانا ہو۔ خطاطی کی ضرورت ہر علم و زبان کی بقا کے ساتھ ساتھ ہو اور رہتی دنیا تک قائم رہیگی۔ خوشنما حرفون کی تصویر اُتارنا اور اُس کی مشق کرنا بھی مفید اور ضروری ہو۔

اس خیال کو پورے اثر کے ساتھ سمجھنے کے لیے نقاشی کی ضرورت اور اُس کے معین فنون پر سب سے پہلے نظر کر لینا مناسب ہو۔ ڈرائنگ یا نقاشی کی ضرورت ایک مسلمہ ضرورت ہو۔ کسی کام کے کرنے سے پہلے اس کا خیال دلمین پیدا ہوتا ہو پھر عمل کا آغاز ہوتا ہو۔ چنانچہ دنیا کے اکثر کامون مین نقاشی ایک ایسی چیز ہو جو تخیل اور عمل کے درمیان ایک البطہ الاتحاد پیدا کرتی ہو۔ پہلے ایک مکان یا کوٹھی بنانے کا خیال پیدا ہوتا ہو پھر اُسکے انداز عمارت کا نقشہ چند لکیرون کے ذریعہ سے کاغذ پر ظاہر کیا جاتا ہو پھر اُسی کی بنا پر کام شروع ہوتا ہو۔ کپڑا بننے دری اور قالین بنانے جاجم چھاپنے وغیرہ کے مختلف کام کا خاکہ تیار کرنے لکڑی مٹی پتھر دھات اور طرح طرح کے کامون مین نقاشی کی ضرورت پڑتی ہو۔ خطاطی دنیا مین پہلی نقاشی ہو۔ یہ دیکھنے مین آسان اور بے ضرورت مگر معمولی نقاشی اور ڈرائنگ سے گذر کر اعلیٰ درجہ کی مصوری سے بھی زیادہ مشکل اور طرح طرح سے کارآمد ہو۔ خطاطی خود بھی بالذات مفید ہے۔ اور مفید ڈرائنگ و نقاشی و مصوری کی قوت مشق کی معین ہونے کی حیثیت سے بالواسطہ بھی مفید ہو۔

یہ خود بھی بالذات مفید ہو اسکا ذکر آخر مین ہوگا اس کے بالواسطہ مفید ہونے کی دلیل یہ ہو کہ فن خطاطی مین ہر حرف بجائے خود ایک انوکھی خیالی تصویر ہوتا ہو اور مصوری جاننے والے بہتر جان سکتے ہین کہ تخیل کی تصویر کا اُتارنا کسقدر مشکل ہوتا ہو۔ حرف کی ایک خیالی صورت اور اس کا خیالی حسن کاتب تحریر کے دماغ کے پردہ پر کھنچا ہوتا ہو اور وہ نہایت نازک حدود اور ایک منضبط نظام کے اندر پنکیون سے اس تصویر خیالی کو کاغذ پر اُتارتا ہو۔ فن خطاطی کے معتور کی تخیل مصوری اور اس کا حسن سلیقہ عام تخیلی تصویر اُتارنے والون سے بڑھا ہوا ہوتا ہو اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اُس کا پایہ اور اُس کا سلیقہ کچھ کمتر

ہونا ہو تو کیا اس کے تسلیم کرنے مین بھی کوئی تکلف ہو سکتا ہو کہ فن خطاطی کا کامل تھوڑی سی مشق اور تھوڑی سی توجہ اور ذرا سے تصرفِ خیال سے مصوری کے صنف مین وہ درجہ جو ہر دکھا سکتا ہو جو خود ایسے مصور کو حیرت مین لانے کے لیے کافی ہو اور خوشنویسون نے ہزارہا بار عمل کر کے اسے دکھا دیا اور ثابت کر دیا ہو لیکن کمتر مصور دنیا مین ایسے ملین گے جو باہمہ کمال اس پر قادر ہون کہ میر علی اور میر عماد کے کتبون کے مثل ایک حرف اپنے خیال اور مشق مصوری سے لکھدین۔ اس بنا پر یہ آرزو بیجا نہین کہ بچپن ہی سے فن خطاطی کی تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر بچون کو دی جاے تاکہ اُن کے ہاتھ مین زود رنگاہ مین استعداد اور دلمین ایک ایسی قوت احساس پیدا ہو جاے کہ وہ ڈرائنگ اور نقاشی کو محض چٹکی بجاتے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی مصوری مین تھوڑی مشق اور توجہ سے کمال حاصل کر سکین۔

خوشنویسی یا خطاطی حقیقتاً ایک بہت بڑی ریاضت کا نام ہو اور اس ریاضت مین تین اعضاے بدن یعنی دل۔ آنکھ اور ہاتھ مین اتحاد عمل جب تک نہین ہوتا کوئی قلم ایک اچھی صورت والا حرف نہین پیدا کر سکتا۔ یہ الفاظ حیرت کی نگاہ سے دیکھے جائین گے کیونکہ اب اس فن کا چرچا نہین ہا اور صاف اور خوشخط لکھنے والے کی زیادہ سے زیادہ یہ تعریف کی جاتی ہو کہ یہ ایسا اچھا لکھا ہو کہ چھاپہ معلوم ہوتا ہو لیکن مین یہ کہے بغیر نہین رہ سکتا کہ ان الفاظ مین پچھلے زمانہ کے ان خوشنویسون اور خطاطون کے جذبات وتمنا کا خون بھرا ہوا ہو جو برابر چھ روز تک مشق خط کیا کرتے تھے اور ایک دن ترک مشق کرنے پر پھر لکھنے وقت حسرت سے کہنے پر مجبور ہوتے تھے کہ ایسا نازک فرق محسوس ہو رہا ہو کہ گویا اب وہ بات خطمین باقی نہین رہی۔ میر علی کاتب اور میر عماد کے اصلی کتبے یعنی ایک قدرتی سانچہ مین ڈھلے ہوے حرفون کی تصویرین آج بھی اس دعوی کی تصدیق کے لیے تیار ہین۔

قوت تخیل جو دنیا مین ایک بڑی زبردست قوت ہو وہی خطاطی اور خوشنویسی کی فوج کی علمبردار ہو اسکے زیر اثر نظر کی مسمریزی قوت ہاتھ کی انگلیون کو پکڑ کر کاغذ پر وہ صورت تیار کر دیتی ہو جو دل کو مطلوب ہوتی ہو۔

اب نفس خطاطی کی بالذات ضرورت اور فوائد پر نظر کرنا چاہیے۔ مطبع اور پریس کی طرح اسکی ضمنی ضرورتین صدہا جگہ ہین۔ یہ مانا کہ سلاطین وقت کے درباروں اور ایوان امارت کے فرامین سے اب خوشنویسی محروم ہو گئی مگر راج پاٹ مین کچھ لکھ کر پیش کرتے وقت اب بھی خوشنویسی کی پرسش ہو جاتی ہو کسی نوشہ

بلاک یا ٹھپّہ جب تک ابتداً خوشنویسی کا رہین منت نہ ہوے فوٹوگرافی اور مصوری خود کوئی نقش تیار نہین کرسکتی۔ اس مین مصوری اپنا ہنر دکھانے مین اُسکی محتاج ہی کہ پہلے کچھ لکھ کر اُسکے سامنے لایا جاے۔ غرض کہ تحریر کی دنیا مین خوب نظر دوڑا کر دیکھ لیا جاے جہان کہین خواہ وہ چھاپہ کا پتھر ہو یا بلاک ہو یا کسی نامراد کے لوح مزار کا کتبہ ہو یا کسی پرارمان کے عشرت کدہ کے پتھر پر کوئی یادگار تحریر ہو۔ یا جہان کہین بھی تحریر کے نقش اول کی ضرورت پڑیگی بغیر فن خطاطی کی پرسش کے چارہ نہین۔

مکان کی آرائش مین تصویرین، گلدستے اور طلائی کام مین لائے جاتے ہین شیر اور چیتے کی کھال اور ہرن کے سینگ جنگل سے اور مگر کے جسم کا ڈھانچہ دریا سے لاکر ایک محل سرا سج کر درست کیا جاتا ہے لیکن کیا اس سے انکار کیا جا سکتا ہی کہ بہت سے اشعار اور بہت سے کلام ایسے ہین جو دل پر بہت کچھ اثر پیدا کرسکتے ہین۔ یہ کلام ہی مین اثر ہی کہ روتے ہوئے کو ہنسا دے اور ہنستے ہوے دل کو رلا دے دل کو دل بنانے اور روحانی قوت بڑھانے کے لیے دلمین سوز و گداز اور اثر پیدا کیا جاتا ہی اور ایک وقت آتا ہی کہ اس سے بڑے بڑے کام نکلتے ہین۔ ایک عزلت نشین کے مونس خلوت چند کلمات ہین چند آیات ہین، چند اقوال ہین اور چند اشعار ہین خواہ وہ کسی کمرہ مین آویزان ہون یا کسی صفحہ قرطاس پر ہون۔ مضامین و مطالب کا اثر حرفون کے حُسن کے ساتھ ملکر وہی کام دیتا ہی جو موسیقی کے پردہ مین نظم و اشعار سے کام لیا جاتا ہی جسطرح موسیقی کی جان شاعری ہی اسی طرح جذبات مضامین کی جان خطاطی ہی۔ یہی وجہ تھی کہ پچھلے وقتون مین منتخب اشعار اور منتخب اقوال نہایت خوشخط لکھ کر مکانون مین اور نشستگاہون مین آویزان کیے جاتے تھے۔ وہ دور تھا جب روحانیت کو ترقی تھی۔ اگلے لوگ اس سے کام لیتے تھے اور وہ کتبے کام دیتے تھے اب وہ زمانہ آگیا کہ کتبے اُتار کر پھینکدیے گئے۔ خطاطی کی ضرورت سے انکار کرنے والے گروہ پیدا ہوگئے تو خطاطی بھی زبان حال سے یہ کہنے پر مجبور ہوئی ؎

جب سے دل زندہ تو نے ہم کو چھوڑا
ہم نے بھی تری رام کہانی چھوڑی

ممتاز حسین جونپوری

تذکرۂ صوفیۂ کرام نمبر ۱

حضرت داتا گنج بخش رح علی الہجویری اللاہوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

الناظر کے قدیم قدردانوں کو یاد ہوگا کہ ایک زمانہ میں ہمارے فاضل و عارف مقالہ نویس عبداللہ کے قلم سے متعدد صوفیاء کرام کے تذکرے ان اوراق میں شایع ہوئے تھے۔ انھیں بزرگ نے اب اپنے رشحات قلم کی تجدید فیض کا از سر نو وعدہ فرمایا ہے اور بہ طور قسط اول مضمون ذیل عنایت کیا ہے۔ انشاء اللہ اسی طرح اکابر طریقت کے تذکرے برابر نکلتے رہیں گے اور کچھ عرصہ میں اردو میں ایک معقول و مفصل تذکرۃ الاولیاء مدون ہو جائیگا۔ مضمون نگار صاحب کا نام نامی ناظرین الناظر کے لیے اجنبی نہیں لیکن خانقاہ طریقت میں جب وہ قدم رکھتے ہیں تو اپنی شخصیت کو فنا کر کے محض عبدیت الٰہی کے قالب میں جلوہ گر ہوتے ہیں ہم بھی اس سے زیادہ کچھ عرض نہیں کر سکتے، کہ ع ایک معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں۔

(ایڈیٹر الناظر)

سر حلقہ جملہ اقطاب محرم جمیع ابواب معشوق بہ اوصاف معنوی شیخ علی بن عثمان بن علی الغزنوی قدس سرہ کمل اولیائے زمانہ سے تھے آپ کی کنیت ابوالحسن تھی ہجویر آپ کا وطن ہے جو مضافات غزنی سے ہے سلطان محمود غزنوی کے پہلے حملہ کے زمانہ میں شہزادہ مسعود کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں اقامت فرمائی اور داتا گنج بخش رح کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ ہی کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے لاہور کے اطراف واکناف میں اسلام پھیلا۔ مراۃ الاسرار میں آپ کے پیر و مرشد کا نام نامی ابوالحسن خضری مرقوم ہے جو تصوف میں حضرت جنید رح کا مذہب رکھتے تھے۔ نفحات الانس میں ہے کہ کنیت وے ابوالحسن ست عالم و عارف بود و مرید شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی ست" و بہ صحبت از مشایخ دیگر رسیدہ است غالباً مراۃ الاسرار میں سہو کاتب ہوا ہے۔ مراۃ الاسرار میں ہے کہ خواجہ احمد حمادی رح سرخسی جو اپنے زمانہ میں مبارز العباد کہلاتے تھے ان کا اور حضرت کا بہت ساتھ رہا ہے۔ ایک روز آپ نے پوچھا کہ اے خواجہ احمد آپ کے توبہ کا باعث کیا ہوا۔ کیا واقعہ گذرا جو آپ نے پہلے پہل توبہ کی اور تمام مشاغل دنیاوی سے کنارہ کشی فرمائی۔ خواجہ نے فرمایا۔ ایک زمانہ کا واقعہ ہے کہ سرخس سے میں نکل کر ایک بیابان میں پہنچا

جہان اونٹ چرا کرتے تھے اس مقام پر مین نے ایک عرصہ تک قیام کیا۔ ہمیشہ بھوکا رہتا اور اپنا کھانا دوسرے کو دیدیتا تھا۔ ایک روز کیا دیکھتا ہون کہ جنگل سے ایک شیر نکلا اور ایک اونٹ کو لیگیا اور ایک اونچے ٹیلہ پر لیجا کر اُسے مارا۔ اور آواز دی۔ آواز کے سنتے ہی جنگل سے طرح طرح کے درندے گرگ۔ شغال وروباہ وغیرہ دوڑے اور اونٹ کا گوشت کھانا شروع کیا۔ جب یہ سب سیر ہوکر چلے گئے تو شیر خود آیا اور کچھ کھانا چاہا کہ دور سے ایک لومڑی دکھائی دی شیر لومڑی کو آتا دیکھ کر ہٹ گیا اور لومڑی کو کھانے دیا۔ جب یہ لومڑی کھا کر چلی گئی تو پھر خود آیا اور تھوڑا سا گوشت کھایا۔ حضرت داتا گنج بخش رح یہ سب تماشا دور سے دیکھ رہے تھے۔ جب شیر جانے لگا تو مجھ سے گویا ہوا کہ اے ابوالحمد لقمہ پر ایثار کرنا کتون کا کام ہی۔ مردان دین کا ایثار یہ ہی کہ جان پر کھیل جائین۔ اُس سے یہ کلمات سُن کر مین نے تمام مشغلون سے کنارہ کشی اختیار کی۔

نفحات الانس مین ہی کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ علی الہجویری رح نے حضرت شیخ المشایخ ابوالقاسم گرگانی سے دریافت کیا کہ درویش را کمترچیزے باید تا اسم فقر را سزاوار گردد حضرت شیخ المشایخ نے فرمایا کم سے کم تین چیزین (۱) پارہ راست بتواند دوخت (۲) سخن راست بتواند گفت وشنود (۳) پاے راست بر زمین بتواند زد۔ آپ فرماتے ہین کہ ہمارے ساتھ درویشون کی ایک جماعت تھی۔ اپنے ٹھکانے پر پہونچکر ہم نے کہا آؤ ان کلمات کے شرح مین ہر اک کچھ نہ کچھ بیان کرے ہر اک نے اپنی اپنی سمجھ کے موافق بیان کیا۔ لیکن جب شیخ علی الہجویری رح کی نوبت آئی تو اُنھون نے فرمایا کہ پارہ راست دوختن آن بود کہ بہ فقر دوزندہ بزینت۔ سخن راست آن باشد کہ بحال شنود و بمنیت یعنی از روے تحقیق ہونا چاہیے نہ کہ از روی تصور۔ و بحق وجد دران تصرف کند نہ بہزل و بزندگانی مرآنرا فہم کند نہ بعقل۔ و پای عدالت بر زمین مُردن آن باشد کہ بوجد بر زمین زند نہ بہوا۔ شیخ علی الہجویری کے اِس کلام کو لوگون نے شیخ المشایخ ابوالقاسم گرگانی کے سامنے بیان کیا آپ نے فرمایا۔ اصاب علی جبرہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت داتا گنج بخش علی الغزنوی ثم اللاہوری الہجویری رحمۃ اللہ علیہ صاحب دیوان تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب آپ کے دیوان کو مانگ کر لے گئے اتفاق سے صرف وہی ایک نسخہ تھا۔ ان حضرت نے اس دیوان کو اُلٹ پلٹ کر دیا۔ اور حضرت شیخ کا نام بکالکر اپنے نام سے اُسے مشہور کر دیا چنانچہ اِس واقعہ کو آپ خود کشف المحجوب مین بیان فرماتے ہین۔ اسی طرح آپ نے تصوف مین ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی جس کا

نام منہاج الدین تھا۔ ایک دوسرے صاحب اُس کو عاریتاً مانگ کر لے گئے اور سرقہ کرکے اپنے نام سے لوگون مین شایع کیا۔ افسوس ہی کہ یہ دیوان اور کتاب اب کہین نہین ہی۔ اس کے بعد پھر آپ نے ایک اور کتاب تصنیف فرمائی جو آج تک امہات کتب تصوف مین شمار کی جاتی ہی۔ اس کا نام کشف محجوب ہی۔ اس کتاب کے بعض مضامین پر انشاء اللہ تعالیٰ آگے بحث کی جاے گی،

ابوسعید ہجویری رح نے آپ سے دریافت کیا کہ تصوف کے طریقہ کی تحقیق کیا ہی اور اہل تصوف کے مقامات کی کیفیت۔ اُن کے اقوال و مذاہب۔ اُن کے رموز و اشارے۔ خداے بزرگ و برتر کی محبت و حقیقت۔ دلون پر اس کے اظہار سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہی اور اسکی ماہیت تک پہونچنے مین عقول کے محجوب رہنے کا سبب کیا ہی۔ نفس اُسکی حقیقت سے کیون متنفر ہی اور روح کو اپنی پاکیزگی و صفائی سے کیا آرام پہونچتا ہی اور روح کی پاکیزگی کس شے مین ہی۔ ان سوالون کے جواب مین غالباً کشف المحجوب تصنیف فرمائی گئی ہے آپ کہتے ہین کہ ہمارے زمانہ مین یہ علم حقیقت پرانا ہوگیا ہی اپنے ملک نفسانی خواہشون مین مبتلا اور رضاے الٰہی کے راستہ سے بھٹکے ہوے ہین۔ عام علما نے جو طریقت کی صورت بیان کی وہ اصل کے خلاف ہی۔ عام کہتے ہین کہ ہم حق کو پہچانتے ہین اور خواص خلون کی آرزو محبت نفوس اور میلان سرکوبیت کا شوق اور محبت کی سوزش سمجھکر آسودہ خاطر ہین۔ مریدون نے مجاہدہ سے ہاتھ اُٹھا لیا ہی اور معلول ظن کا نام مشاہدہ رکھا ہی۔ زمانہ کی اس حالت کو بیان کرکے آپ فرماتے ہین کہ مینے اس مضمون پر پہلے کئی کتابین لکھی تھین مگر وہ سب ضایع ہوگئین۔ جھوٹے مدعیون نے لوگون کو پھانسنے کے لیے اسمین سے بعض اقوال لے لیے اور باقی کو ترک کردیا اور ناپید کردیا۔ بعض پڑھنے کے لیے بیٹھے مگر پڑھا نہین۔ بعض نے پڑھا مگر سمجھا نہین۔ دل مین کسی کے طلب کا درد نہین تھا۔ اگر ہوتا تو اپنی درمان کی ضرور جستجو کرتا ؎

فھل فی فوادہ وجع یطلب شیئا یوافق الوجعا

چونکہ کسی کو درد طلب نہ تھا اس لیے ان کتابون کو ضایع کردیا،

رقع پہنچنے پر آپ نے ایک کتاب لکھی تھی جسکا نام اسرار الخرق والمؤنات ہی۔ اُس زمانہ مین مرو مین اسکا رواج تھا مگر اب کہین نظر نہین آتی۔ اپنے حالات مین ایک جگہ حضرت تحریر فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ اورنگ کا سفر درپیش آیا وہان فقراے ملامتیہ مین سے ایک کی صحبت مین بیٹھنے کا مجھے اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ انھین خوش پاکر مین نے سوال کیا کہ بھائی صاحب ان شوریدہ اور پریشان افعال سے آپ کا مقصود کیا ہی

اُنھون نے فرمایا کہ لوگون سے پیچھا چھوڑانا۔ مین نے کہا کہ لوگ بہت ہین اور عُمر کم ہے۔ آپ اُن سے پیچھا نہین چھڑا سکتے پھر خود ہی کیون نہین اُنکا پیچھا چھوڑ دیتے۔ تاکہ ان تمام مشاغل سے آپ کو نجات مل جائے۔ یہ بیان کرکے آپ فرماتے ہین کہ ایسے لوگ بہت ہوتے ہین جو لوگون مین مشغول ہوتے ہین اور سمجھتے ہین کہ لوگ اُن کی طرف مشغول ہین۔

حضرت خود ایک مرتبہ کا اپنا واقعہ بیان فرماتے ہین کہ مجھے ایک واقعہ پیش آیا جسکے حل کی مین نے بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر شیخ بایزید بسطامیؒ کے مزار اقدس پر مجاوری شروع کی۔ آخرکار وہان حل نصیب ہوا۔ لیکن اس کے بعد پھر ایک واقعہ پیش آیا اور اُس کے حل کرنے کے لیے تین ماہ مین مزار شیخ بایزیدؒ پر مجاوری کرتا رہا مگر کوئی فائدہ نہوا۔ حل ہونے کی امید پر ہر روز تین دفعہ نہاتا اور تیس دفعہ وضو کرتا تھا۔ جب یہ سب کچھ کام نہ آیا تو وہان سے اُٹھا اور خراسان کا رُخ کیا حتیٰ کہ شہر کُش کے ایک گاؤن مین پہنچا۔ وہان ایک خانقاہ مین صوفیون کی ایک جماعت مقیم تھی میری حالت یہ تھی کہ ایک گدڑی بدن پر تھی اور ہاتھ مین عصا اور چمڑے کا ایک لوٹا اور بس اس جماعت نے مجھے بہت حقیر اور ذلیل سمجھا۔ مجھے ایک بالاخانہ پر جگہ ملی اور وہ جماعت صوفیہ اُس سے بلند تر دوسرے بالاخانہ پر مقیم ہوئی۔ وہ خود اچھا اچھا کھانا کھاتے تھے حتیٰ کہ میرے ناک مین بو آتی تھی اور مجھے صرف ایک سوکھی روٹی جو پڑے پڑے سبز ہو گئی تھی۔ کھانے کو دی اور مجھپر طنز اور طعنے پھینکنے لگے۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو خربزے کھانے لگے اور میری حقارت اور اپنی خوش طبعی کے طور پر چھلکے میرے سر پر پھینکتے جاتے تھے۔ مین اپنے دل مین کہتا تھا کہ اے اللہ اگر مین ان لوگون مین سے ہوتا جو تیرے دوستون کا لباس پہنے ہوے ہین تو مین اُن سے الگ نہ ہوتا۔ جسقدر وہ لوگ مجھپر زیادہ طنز و طعنہ کرتے تھے اُسی قدر اپنے نفس کی تحقیر دیکھکر مین خوش ہوتا جاتا تھا۔ یہانتک طعنون کا بوجھ اُٹھاتے اُٹھاتے وہ عقدہ جسکے حل کے لیے مین سرگردان تھا حل ہو گیا اور اس وقت مین نے جانا کہ بزرگون نے کس لیے جاہلون کی حرکتون کو روا رکھا ہے اور کس لیے اُن کے بوجھ اُٹھاے ہین۔

اپنے پیر و مرشد کے حال مین کشف المحجوب مین لکھتے ہین کہ ایک مرتبہ مین آپ کو وضو کرا رہا تھا اور ہاتھ پر پانی ڈال رہا تھا کہ میرے دل مین آیا کہ جب سب کام تقدیر اور قسمت سے ہین تو کیون حصول کرامت کے لیے لوگ اپنے ہم جنسون مین سے پیر بنایا کرتے ہین۔ میرے دل کے اس خطرے پر مطلع ہو کر آپ نے فرمایا

کہ ہر حکم کے لیے ایک سبب ہوتا ہے جب خدائے بزرگ و برتر چاہتا ہے کہ سختی کرنیوالے اور ظالم بیکس کو ملک کا تاج عطا فرمائے تو پہلے اُسے تو بہ بخشتا ہے اور اپنی ایک دوست کی خدمت مین مشغول کرتا ہے تاکہ یہ خدمت اُس کے لیے کرامت کا سبب ہو۔ پھر حضرت آگے تحریر فرماتے ہین کہ وفات کے وقت میرے پیر و مرشد حضرت ابو الفضل حسن ختلیؒ کا سر مبارک میری گود مین تھا۔ اپنے دوست مین سے ایک شخص سے میرے دلمین کچھ رنج تھا۔ شیخ علیہ الرحمۃ میرے اس حال سے مطلع ہوگئے اور فرمانے لگے کہ بیٹا کیا اعتقاد کا ایک مسئلہ مین تمھین بتاؤن۔ اگر اپنے تئین اس پر مستحکم رکھوگے تو سب رنجون سے چھوٹ جاؤگے۔ یاد رکھو کہ ہر محل کے نیک و بد تمام احوال خدائے جل و علیٰ کے پیدا کردہ ہوتے ہین۔ تمھین چاہیئے کہ خدا کے فعل پر خصومت نہ کرو اور دلمین کوئی رنج نہ رکھو۔

حضرت شیخ علی الہجویری داتا گنج بخشؒ نے جن مشایخ کو دیکھا اور اُن کی صحبت مین رہے اُن کے نام نامی یہ ہین حضرت شیخ ابو الفضل حسن ختلیؒ۔ ابو القاسم عبد الکریم قشیریؒ۔ ابو العباس احمد بن محمد شقانیؒ ابو القاسم علی بن عبد اللہ الکرمانیؒ۔ ابو احمد مظفر بن احمد بن حمدانؒ۔ ان بزرگون کے علاوہ حضرت شیخ نے کشف المحجوب کے باب ہفتم مین ان مشایخ کے نام گنائے ہین جو ان کے ہمعصر تھے اور جو یگانۂ قوم اور ارباب معانی مین سے تھے۔ اُن کی تعداد ۴۲ ہے۔

آپ فرماتے ہین کہ حضرت شیخ ابو العباس احمدؒ سے میری بڑی دوستی تھی بلکہ بعض علوم مین وہ میرے اُستاد تھے۔ مینے اُن سے زیادہ شیخ کی تعظیم کرنیوالا اور موجودات سے قطع تعلق کرنے والا کوئی نہین دیکھا۔ آپ کا قول تھا کہ وہ نیستی جو دیدار مین ہو اس بہشت سے بہتر ہے جو حجاب مین ہو اور جب خدا وہ ہستی ہو جسپر عدم جائز نہین تو پھر اگر مین ایسا نیست ہو جاؤن کہ میری نیستی کو پھر ہستی نصیب نہو تو کیا مضائقہ ہے۔

آپ فرماتے ہین کہ ایک دن مین حضرت شیخ ابو القاسم علی بن عبد اللہ الکرمانی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور اپنی واردا تون کا تذکرہ کر رہا تھا تاکہ حضرت کھرے کو کھوٹے سے الگ فرما دین۔ آپ میرے حال کو بہت توقیر کے ساتھ سمع فرما رہے تھے۔ میرے دل مین یہ خیال گذرا کہ شاید ابتدا مین آپ کا گذر اس کوچہ مین نہین ہوا ہے۔ شیخ علیہ الرحمہ کو میرے باطن کا حال معلوم ہوگیا اور فرمایا یہ فروتنی دنیا تمھارے لیے نہین ہے بلکہ اُس کے لیے ہے جس نے یہ حال تمھین بخشا تھا۔ اسمین تمھاری خصوصیت نہین بتمام طالبون کے لیے یہ عام ہے۔ مین یہ سُنکر چپ رہ گیا۔ شیخ نے پھر فرمایا کہ بیٹا اس طریق مین آدمی کو صبر

اسی قدر نسبت حاصل ہو کہ جب اس طریقت کو اس سے متعلق کرتے ہین تو وہ اس کی یافت کے پندار کو اختیار کرتا ہو اور جب اُسے معزول کرتے ہین تو پندار کی صرف عبارت ہی عبارت باقی رہ جاتی ہو نفی و اثبات عدم و وجود دونون پندار مین داخل ہین۔ اِس قید سے آدمی کو کبھی رہائی حاصل نہین ہوتی۔ اِس لیے اُسے چاہیے کہ بندگی کی راہ اختیار کرے اور مردانہ وشی اور فرمانبرداری کے سوا تمام نسبتین گم کردے۔

ایک مرتبہ حضرت داتا گنج بخش حضرت خواجہ ابو احمد مظفر بن احمد بن حمدان رح کی خدمت مین بیٹھے تھے اور نیشاپور کا ایک مدعی بھی پاس بیٹھا ہوا اپنی عبارت مین یہ کہہ رہا تھا کہ فانی ہوگا اور پھر باقی۔ خواجہ مظفر رح نے فرمایا کہ فنا پر بقا کی صورت کیونکر ہوسکتی ہو اِس لیے کہ فنا سے نیستی مراد ہو اور بقا ہستی کی طرف دلالت کرتی ہو۔ فنا سے ہر ایک اپنے صاحب کے نفی کرنے والا ہوتا ہو پس فنا فنا سے معلوم ہو۔ جب معلوم نیست ہوتا ہو تو عین باقی رہتا ہو نیست نہین ہوتا کیونکہ وہ شے دیگر ہو۔ اور یہ روا نہین ہو کہ حقیقتین فنا ہو جائین۔ فنا صفت کے لیے مخصوص ہو اور سبب کا فنا ہو جانا جائز رکھا گیا ہو پس صفت اور سبب جب فنا ہو جاتے ہین تو موصوف اور مسبب باقی رہتا ہو جسکے ذات پر فنا کا اطلاق نہین کیا جا سکتا۔

حضرت خواجہ ابو احمد مظفر کے اِس بیان کی تشریح آپ یون فرماتے ہین کہ بندہ کا اختیار بندہ کی صفت ہو اور اپنے اختیار مین بندہ جناب باری تعالیٰ کے اختیار سے محجوب ہو۔ پس بندہ کی صفت اس کی اور حق کے درمیان مین حجاب بنجاتی ہو۔ جناب باری عزاسمہ کا اختیار ازلی و ابدی ہو اور بندہ کا اختیار حادث۔ جو شے ازلی و ابدی ہو وہ فنا پذیر نہین ہوسکتی اور حادث فنا فی و غیر باقی ہو۔ چنانچہ جب حق جل جلالہ کا اختیار بندہ کے حق مین بقا پاتا ہو تو اُس وقت بندہ کا اختیار فانی اور اس کا تصرف منقطع ہو جاتا ہو۔

گرمی کے موسم مین ایک دن آپ پریشان حضرت خواجہ ابو احمد مظفر رح کی خدمت مین آئے۔ انھون نے فرمایا ابو الحسن کیا حال ہو۔ مین نے عرض کیا کہ مجھے سرد چاہیے۔ حضرت خواجہ رح نے اسی وقت ایک آدمی کو بلا بھیجا اور قوال اور نیز اہل عشرت کی ایک جماعت کو طلب فرمایا۔ عشق کی آگ۔ ارادہ کی قوت اور بلا مین پڑنے کی کوشش نے سماع کے چند کلمون کے بعد ہی مجھے بیقرار کردیا۔ اور کچھ عرصہ بعد جب جوش مین کمی ہوئی تو حضرت خواجہ نے مجھسے پوچھا کہ اِس سماع مین تمھارا کیا حال ہوا۔ مین نے عرض کیا کہ بہت خوش ہون۔ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت آنے والا ہو کہ اس سماع اور کرنے کی آواز تمھارے لیے برابر ہوگی۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ سماع کو اسی وقت تک قوت ہوتی ہو جب تک مشاہدہ نہ ہو۔ جب

مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے تو دلالت سماع کی ضرورت باقی نہیں رہتی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تاکید فرمائی کہ سماع کو عادت وطبیعت نہ بنانا اور نہ اسپر قیام کرنا۔

شیخ ابوالقاسم گورگانی کا واقعہ آپ خود بیان فرماتے ہین کہ شیخ کی زیارت کا خیال ایک مرتبہ جبکہ مین طوس مین مقیم تھا پیدا ہوا۔ چنانچہ مین گیا اور انھین مسجد کے حجرہ مین تنہا پایا۔ وہ میرا واقعہ ہو ستون سے کہہ رہے تھے۔ مین نے عرض کیا حضرت یہ کس سے کلام ہو رہا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اس ستون سے جسے خدا نے میرے واسطے گویا کیا۔ اور اُس نے مجھسے اک سوال کیا جسکا جواب دیرہا ہون۔

ایک مرتبہ آپ سلانگ نامی ایک گاؤن مین جو علاقہ فرغانہ سے تھا ایک درویش سے ملنے تشریف لے گئے۔ اُنھون نے آنے کا سبب پوچھا آپ نے کہا کہ آپ کی زیارت کے واسطے حاضر ہوا ہون فرماتے ہین کہ یہ سُن کر اُنھون نے محبت کی نظر سے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ فلان روز سے تمھین دیکھ رہا ہون اور جب تک مجھسے غائب نہ کرین مین دیکھنا چاہتا ہون۔ جب مین نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ فلان دن میری توبہ کی ابتدا کا دن تھا۔ درویش نے فرمایا کہ اے بیٹا باہر سفر کرنا لڑکون کا کام ہے۔ پس اگر زیارت کرنے آئے ہو تو خلوص دل سے زیارت کرو۔ کیونکہ حضور قلب کے سامنے حضور جسم کوئی شے نہین

آپ فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مین صوفیون کی مبتدی جماعت کو بعض مسائل سکھایا کرتا تھا مین ایک مرتبہ اونٹ کے صدقہ کا بیان کر رہا تھا کہ ایک جاہل آیا اُس نے میرا بیان سُنا تو گھبرانے لگا اور تنگ آکر اُٹھ کھڑا ہوا۔ مین نے کہا کہ اے شخص جیسا کہ ہمین زکوٰۃ دینے کے لیے علم حاصل کرنا چاہیے اسی طرح زکوٰۃ کینے کے لیے بھی۔ اگر کسی کے پاس مال ہو اور نہ حصول مال کی لیاقت ہو تب بھی حصول علم کا فریضہ اس سے ساقط نہین ہوجاتا۔ نعوذ باللہ من الجہل۔

آپ صاحب عیال تھے چنانچہ خود فرماتے ہین کہ مقدر نے اس آفت مین مجھے پھنسا دیا اور اہل وعیال کی صحبت مین دل وجان سے گرفتار ہوگیا اور ایک سال تک اس آفت مین غرق رہا یہانتک کہ قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہوجاے مگر خدائے جل وعلیٰ نے اپنی کمال مہربانی وبخشش سے دل بیچارہ کے استقبال کے واسطے عصمت کو بھیجا اور اپنی رحمت سے خلاصی عطا فرمائی والحمد للہ علے جزیل نعمائہ

آپ فرماتے ہین کہ ایک دن مین شیخ ابوالعباس شقانی کے پاس آیا وہ یہ آیت پڑھ رہے تھے ضرب اللہ مثلا عبدا مملوکا لا یقدر علی شئی اور رو رہے تھے اور نعرہ مارتے تھے مین سمجھا کہ دنیا سے گذر جانے کے

مین نے عرض کیا یہ کیا حال ہی فرمایا گیارہ سال ہوے کہ میرا درد یہان تک پہنچا ہی اور اس جگہ سے مین نہین گذر سکتا۔

آپ فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مین مرو مین تھا۔ وہان حدیث کے ایک امام تھے جنھون نے کہا کہ مین نے سماع کی اباحت مین ایک کتاب لکھی ہی۔ مین نے کہا غضب ہوا جناب نے جو امام ہین ایک لہو کو جو گناہون کے اصل ہی حلال کیا ہی۔ اُنھون نے فرمایا اگر تم خود حلال نہین سمجھتے ہو تو کیون سماع سنتے ہو۔ مین نے عرض کیا اس کی کئی صورتین ہین یعنی اگر دل مین حلال کی تاثیر ہو تو سماع حلال ہی اور اگر حرام کی تاثیر ہو تو حرام ہی۔ اور اگر مباح کی ہو تو مباح ہی۔ جس چیز کو بظاہر اسباب گناہ کہا جاتا ہی اور باطناً اُس کی رفتار کئی وجہون پر ہی تو ایک چیز پر اُس کا اطلاق کرنا محال ہوتا ہی۔ یعنی سماع مین جو کوئی صواب کو صواب دیکھے اور خطا کو خطا اُسکے کے لیے سماع حلال ہی۔ آپ فرماتے ہین کہ شیخ مسلم فارسی سے مین نے سنا ہی کہ ایک درویش سماع مین بہت بیقراری ظاہر کرتا تھا۔ ایک شخص نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھدیا اور کہا کہ بیٹھ جا جونہی بیٹھا روح پرواز کر گئی مرید کو سماع کے غلبہ مین اسقدر حال چاہیئے کہ اس کا سماع گنہگارون کو گناہ سے چھڑادے۔ آپ فرماتے ہین کہ مین نے اپنی آنکھون سے ایک درویش کو دیکھا ہی جو آذربائجان کے پہاڑون مین فکر مین ڈوبا ہوا یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا ؎

واللہ ما طلعت الشمس ولا غربت	الا وانت فی قلبی وسواسی
ولا جلست الی قوم احدثھم	الا وانت حدیثی بین جلسائی
ولا ذکرتک محزونا ولا طربا	الا وفیک مقرونا بانفاسی
ولا ھممت بشرب الماء من عطش	الا رایت خیالا منک فی کاسی
ولو قدرت علی الاتیان زرتکم	سحبا علی الوجہ ومشیا علی الراسی

وہ درویش ان اشعار سے ایسا متغیر و متاثر ہوا کہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور روح پرواز کر گئی۔ آخر مین آپ فرماتے ہین کہ مین علی بن عثمان جلابی اس کو زیادہ دوست رکھتا ہون کہ اپنے مُریدون کو سماع مین نہ پڑنے دون تاکہ اُن کی طبیعت پریشان نہو کیونکہ اسمین بڑے خطرے اور بڑی آفتین ہین۔

صاحب مرآۃ الاسرار کی روایت کے بموجب آپ کا سنہ وفات ۴۶۵ھ (خمس وستین واربعمائۃ) ہی اور لاہور مین حضرت کا مزار مبارک ہی جو مرجع خاص و عام اور خود حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین سنجری

ثم الاجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہان چلہ کیا ہو۔

آپ کے چند کلمات طیبات درج ذیل کیے جاتے ہین تاکہ تازگی بخش ارواح طالبین ہون

آپ فرماتے ہین کہ ہمارے زمانہ مین علم حقیقت پرانا ہوگیا ہی خاصکر اس ملک مین کہ سب لوگ نفسانی خواہشون مین پڑے ہوے ہین اور رضاے الہی کے راستہ سے الگ ہین۔ مدعیان زمانہ اور علماے دنیا نے طریقت کی صورت اسکے اصل سے خلاف پیدا کردی ہی پس ہمت کرو اس چیز کے لیے کہ خاصان حق کے سوا عوام کی دست رسی وہان تک نہین ہی۔ ابناے زمانہ پر افسوس ظاہر کرتے ہوے آپ فرماتے ہین کہ خداے جل وعلی نے ہمین اس زمانہ مین پیدا کیا ہی جس مین لوگون نے حرص ولالچ کا نام شریعت، کبر وجاہ وریاست کی طلب کا نام عزت اور ریا کا نام خوف الہی۔ اور کینہ پوشیدہ رکھنے کا نام حلم۔ آپسمین لڑائی جھگڑے کا نام محبت وساحتہ۔ لڑائی بھڑائی اور کینہ پن کا نام عطا۔ نفاق کا نام زہد۔ خواہش نفسانی کا نام ارادت۔ ہزیان طبع کا نام معرفت۔ اور نفسانی حرکات قلب کا نام محبت۔ خدا کے راستے سے پھرنے اور مرتد ہونے کا نام فنا فی اللہ۔ جان بوجھکر انکار کرنے کا نام صفائی۔ زندقہ اور حق تعالی اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے کا نام فنا فی اللہ۔ پیغمبر خدا صلعم کی شریعت ترک کردینے کا نام طریقت۔ اہل زمانہ کے آفت کا نام معاملہ رکھا ہی آپ فرماتے ہین کہ علم کا اتنا ہی قدر سیکھنا فرض ہی جس سے عمل درست ہو کیونکہ بیفائدہ علم سیکھنے والون کی حق تعالی نے مذمت فرمائی ہی۔ ومنہ علموں ما یضرھم ولا ینفعھم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہی اعوذ باللہ من علم لا ینفع۔ علم باعمل ہونا چاہیے پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہی کہ المتعبد بلا فقہ کالحمار فی الطاحون۔

آپ فرماتے ہین کہ موحد جبری القول اور قدری الفعل ہونا چاہیئے تاکہ قدر اور جبر مین اسکی رفتار درست آئی۔ حضرت ابوبکر وراق ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ التوحید دون الجبر وفوق القدر

فقر وغنا کے باب مین آپ فرماتے ہین کہ غنا کا نام خاص خداے جل وعلی کے لائق ہی لوگ اس نام کے مستحق نہین ہوسکتے اور فقر کا نام لوگون کے لیے ہے خداے بزرگ وبرتر کے لیئے روا نہین۔ مجازاً ایک شخص کو غنی کہا جاتا ہی مگر حقیقۃً وہ غنی نہین ہوتا۔ غنا وجود اسباب سے متعلق ہی ہم قبول اسباب غنا کی حالت مین اسباب کے محتاج ہین اور حق تعالی مسبب الاسباب ہی۔ غنا ے حقیقی حق تعالی کی صفت ہی یہ ہی کہ اسکو کسی کی حاجت نہین یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید۔ کوئی اسکی مراد کو

رفع نہین کرسکتا۔ نہ کوئی اُسکی قدرت کو روک سکتا ہی وہ حقیقت موجودات کو اُلٹ دینے اور خلق اضداد پر قادر ہی ہمیشہ اُسی صفت سے رہا ہی اور رہیگا۔ غنائے مجازی جو خلق کی صفت ہی اسباب زندگی کا بافراغت وفراغت حاصل ہو نا یا کسی بلا سے چھوٹنا یا کسی مشاہدہ سے آرام پانا ہی۔ یہ سب حدث وتغیر طلب وحسرت کا سرمایہ اور عاجزی اور خواری کا مقام ہی۔ یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید فقر ماسوا سے دل کی فراغت ہی اور غنا ماسوا کی طرف دل کا مشغول ہونا جب فراغت حاصل ہوگی تو فقر غنا سے بہتر نہین اور نہ غنا فقر سے بہتر ہی۔ غنا متاع کی کثرت ہی اور فقر متاع کی قلت۔ اور متاع سب ملک خدا ہی۔ جب طالب نے ملک کے ترک کی خواہش کی تو شرکت درمیان سے اُٹھ گئی اور دونون امرون سے فارغ ہوگیا۔ اس گروہ کی عبارتون مین عدم وفنا سے مراد بُرے اسباب اور ناقابل تعریف صفات کو پسندیدہ صفات اور ستودہ اسباب کے طلب مین ترک کردینا ہی۔

صوفی اُس کو کہتے ہین جو اپنی معاملہ اور اخلاق کو مہذب بنائے اور طبیعت کی آفتون سے کنارہ کرے۔ یہ اسم بطور اسماء اعلام کے ہی۔ پھر آپ فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ مین بہت لوگون کو تصوف اور اہل تصوف سے حجاب مین کردیا ہی۔ پس کوئی تو یہ خیال کرتا ہی کہ یہ طریق صرف ظاہری اصلاح کی درزش ہی اور باطن کے مشاہدہ سے کوئی تعلق نہین رکھتا اور کوئی یہ کہتا ہی کہ یہ ایک بے حقیقت اور بے اصل رسم ہی یہانتک کہ علمائے ظاہر نے تصوف سے انکار کیا ہی اور باطن کی صفائی کی خواہش کو دل سے دور کردیا ہی اور گذشتہ بزرگون اور اصحاب کے طریق کو ترک کردیا ہی ؎

ان الصفا صفۃ الصدیق ان ارد ت صوفیا علی التحقیق

صفائی کی جڑ خدائے جل وعلیٰ کے سوا سب سے دل کو ہٹا لینا ہی اور شاخ بیوفا دنیا سے علیحدگی اختیار کرنا ہی آپ فرماتے ہین کہ اس معاملہ مین تین قسم کے آدمی ہوا کرتے ہین۔ صوفی متصوف۔ اور مستصوف۔ صوفی وہ ہی جو اپنے آپ سے فانی ہوا اور حق تعالیٰ کے شوق مین باقی ہو طبیعتون کی قید سے آزاد اور حقیقتون سے وابستہ ہو۔ متصوف وہ ہی جو اس درجہ کے مجاہدہ کا طلبگار رہو اور طلب مین اپنے تئین انکے معاملہ پر درست رکھتا ہو اور مستصوف وہ ہی جس نے مال۔ مرتبے اور دنیا کی نگاہ رکھنے کے لیے اپنے تئین ان لوگون کے مانند بنایا ہو اور ان دونون کے معاملات سے بیخبر ہو۔

آپ تصوف کی تعریف یہ کرتے ہین کہ التصوف حقیقۃ لا رسم لہ۔ اس لیے کہ رسم معاملات بندہ سے

متعلق ہو اور اُسکی حقیقت خدا سے وابستہ ہو جب تصوف خلق سے مُنھ پھیرنا ہوا تو یقیناً اُس کے لیے کوئی رسم نہین ہوسکتی۔

آپ فرماتے ہین کہ رضا دو طرح کی ہوتی ہو ایک حق تعالیٰ کی رضا ہو بندہ سے اور دوسرے بندہ کی رضا ہو حق تعالیٰ سے رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ حق تعالیٰ کی رضا یہ ہو کہ بندہ کو نعمت اور ثواب کی کرامت کرنے کا ارادہ فرمائے اور بندہ کی رضا یہ ہو کہ خدائے بزرگ و برتر کے فرمان پر قائم رہو اور اُس کے حکم سے سرتابی نہ کرے۔ آپ فرماتے ہین کہ رضا قضا کے وارد ہونے سے پہلے درست نہین ہوتی حضرت سرور کائنات علیہ الف تحیات نے دعا فرمائی ہو کہ اللھم انی اسئلک الرضاء بعد القضاء یعنی اے اللہ (جل جلالہ) مجھے اس صفت پر رکھ کہ جب تیری طرف سے قضا آئے تو اپنی وارد ہونے پر مجھے راضی پائے۔ رضا کا ارادہ عین رضا نہین اس لیے قضا کی پہلی ہی رضا ظاہر کرنا بیعنی ہو۔ اہل خراسان کہتے ہین کہ رضا احوال مین سے ہو اور اہل عراق کہتے ہین کہ رضا مقامات مین سے ہو۔

آپ فرماتے ہین کہ حال وہ حقیقت ہو جو خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے انسان کے دل مین آئے اور کسب سے دفعہ نہ کی جاسکے اور تکلف سے حاصل نہ ہوسکے اور مقام طالب کا راستہ اور اسکی قدمگاہ ہو اور راہ حق مین بندہ کی کسب کا درجہ ہو۔ حال خدا کی عطا ہو اور مقام مجاہدہ سے قائم ہوتا ہو۔ ایک گروہ حال کا دوام روا رکھتا ہو اور دوسرا نہین رکھتا۔ اول الذکر مین شیخ حارث محاسبیؒ کا گروہ ہو۔ اسی واسطے وہ بقا کو احوال مین شمار کرتے ہین۔ ثانی الذکر مین حضرت جنیدؒ کا گروہ ہو۔ یہ لوگ کہتے ہین الاحوال کالبروق فان بقیت فھی شیٔ النفس۔ یہ لوگ رضا کو مقامون مین سے شمار کرتے ہین۔

سکر و صحو کے بیان مین آپ فرماتے ہین کہ خدا کی محبت کے غلبہ کو سکر کہتے ہین اور مراد کے حصول کو صحو کہتے ہین۔ ایک گروہ کے لوگ جنمین حضرت بایزید بسطامیؒ بھی ہین سکر کو صحو سے افضل سمجھتے ہین۔ یہ لوگ کہتے ہین کہ صحو آدمیت کے صفت کے اعتدال اور تمکین پر جو سالکون کا ایک مقام ہے حاصل ہوتا ہو اور یہ خدا کی طرف سے بہت بڑا حجاب ہو۔ اور سکر آفت کے جاتے رہنے صفات بشریت کے دور ہونے تدبیر و اختیار بندہ کے اٹھ جانے۔ بندہ کے تصرف کے فنا فی الحق ہونے اور جو قوتا بندہ مین اُس کی جنس کے خلاف ہو اسکی فنا ہونے سے حاصل ہوتا ہو دوسرے گروہ کے لوگ صحو کو سکر پر فضیلت دیتے ہین۔ اُن کے امام حضرت جنیدؒ ہین۔ یہ لوگ کہتے ہین کہ سکر آفت کا محل ہو کیونکہ وہ احوال کو

پریشانی اور صحت کا چلا جانا اور اپنے سررشتہ کا گم کرنا ہو۔ طالب اگر صحیح الحال نہیں ہو تو تحقیق کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لیے کہ اہل حق کا دل تمام موجودات سے تہا ہونا چاہیے۔ لوگ اشیا کو جیسے کہ وہ ہین نہین دیکھتے۔ اس لیے اس کی ماسوا مین پھنسے رہ جاتے ہین۔ اشیا کا دیکھنا دو طرح پر ہوتا ہے ایک تو بقا کی نظر سے دوسرے فنا کی نظر سے۔ بقا کی نظر سے دیکھنا یہ ہو کہ کل موجودات کو اپنی بقا مین ناقص پائے اور فنا کی نظر سے دیکھنا یہ ہو کہ کل اشیا کو خدا عزوجل کی برتر کی بقا کے مقابلہ مین فانی پائے اور دراصل ان دونون کا نقطۂ اتصال ایک ہی ہو یہ صرف ایک ہی مقصد کو دیکھنے کے دو پہلو ہین صحو و سکر کے بیان مین حضرت شیخ علی الہجویری داتا گنج بخش رح کی رائے جنیدیون کی رائے کے موافق ہو آپ کہتے ہین کہ صاحب سکر کے حال کا کمال صحو ہوتا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب سکر تھے ایک تجلی کے برداشت کی طاقت نہ رکھی۔ اور ہوش جاتے رہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صاحب صحو تھے۔ کہ سے قاب قوسین تک عین تجلی مین تھے اور ہر لحظہ زیادہ ہوشیار اور زیادہ بیدار ہوتے جاتے تھے ؎

شربت الراح کاسًا بعد کاسٍ فما انفد الشراب وما رویت

سکر سب فنا کی پنداشت ہو اور بقای صفت کا عین ہو اور یہ حجاب ہو اور صحو صفت کے فنا مین بقا کا دیدار ہو اور یہ عین کشف ہو۔ سکر کی دو قسمین کی گئی ہین۔ مودتی اور محبتی۔ مودتی باعلت ہوتا ہو کیونکہ اس کا پیدا ہونا نعمت کے دیکھنے سے ہوتا ہو اور محبتی بے علت ہوتا ہو کیونکہ اس کا پیدا ہونا منعم کے دیکھنے سے ہوتا ہو۔ اسی طرح پر صحو کی دو قسمین ہین غفلتی اور محبتی۔ غفلتی بہت بڑا حجاب ہو اور محبتی امانت دار کشف ہو۔ غفلتی اگرچہ صحو ہو مگر سکر ہوتا ہو اور محبتی اگرچہ سکر ہو مگر صحو ہوتا ہو۔ درحقیقت یہ دونون سالکون کے قدمگاہ ہین اور سلطان حقیقت جب جلوہ دکھاتا ہے تو صحو و سکر کے دونون ایک ہی وسیلے نظر آتے ہین ؎

اذا طلع الصباح بنجم راح تساوی فیہ سکران وصاح

آپ فرماتے ہین کہ ایثار کی حقیقت یہ ہو کہ صحبت مین اپنے ساتھی کا حق نگاہ رکھے اور اپنا حصہ اسی کو دیدے اور ساتھی کے آرام کے لیے خود رنج اٹھائے۔ اسکی دو قسمین بیان کی جاتی ہین ایک ایثار جو صحبت مین ہوتا ہو اور دوسرا جو محبت مین ہوتا ہو۔ ایثار صحبت تو وہ ہو جسکا ذکر ہوا۔ ایثار محبت وہ ہو جسمین رنج دانندہ کا نام

نہ ہو اور سب راحت ہی راحت ہو۔

نفس اور روح کے بارے مین آپ فرماتے ہین کہ یہ دونون لطیف چیزون مین سے ہین۔ لیکن اصطلاح صوفیہ مین ایک شر کا محل ہو اور دوسرا شر کا۔ جیسے کہ آنکھ بینائی کا مقام ہو اور کان شنوائی کا۔ نفس کی مثال شیطان کی سی ہو اور روح کی فرشتہ کی سی۔ اور نفس کی خلاف ورزی کی تلقین قرآن پاک مین فرمائی گئی ہو۔ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی المأوی۔ آپ فرماتے ہین کہ طلب علم معرفت سب طالبون پر فرض ہو۔ بندہ معرفت باری تعالیٰ پر مکلف کیا گیا ہو۔ پس جب بندہ خدا جل وعلیٰ کی معرفت پر مکلف ہو تو اسکو اپنی معرفت بھی حاصل کرنی چاہیئے۔ اپنی سے مراد انسانیت کی معرفت ہو۔ اس مین لوگون کے مختلف اقوال ہین۔ ایک گروہ کہتا ہو کہ انسان سے مراد صرف روح ہو اور یہ بدن اُس کی زرہ اور شکل ہو اور اس کا گھر اور جائے پناہ ہو تاکہ طبیعتون کے خلل سے حفاظت مین رہے۔ مگر یہ خیال باطل ہو اس لیے کہ انسان کا اطلاق مردہ پر بھی ہوتا ہو اور چارپائی مین بھی جان ہوتی ہو مگر وہ انسان نہین کہلاتا۔ دوسرا گروہ کہتا ہو کہ یہ نام روح اور بدن پر ایک جگہ مین واقع ہوتا ہو اور جب ایک دوسرے سے جُدا ہوتا ہو تو یہ نام ساقط ہو جاتا ہو مگر یہ خیال بھی باطل ہے اس لیے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہو۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکورا۔ آدم کی بیجان مٹی کو بھی قبل روح انسان کہا ہو۔ ایک دوسرا گروہ ہو جو کہتا ہو کہ انسان ایک جزو لایتجزی ہو اور اس کا محل دل ہو۔ مگر یہ خیال بھی باطل و محال ہو کیونکہ اگر ایک آدمی کو مار ڈالین اور اس کا دل باہر نکال لین تب بھی انسانیت کا نام اسپر عائد کیا جاتا ہو۔ ایک اور اہل باطل دلاعبون کا گروہ ہو جو کہتا ہو کہ کھانے پینے والا اور جو تغیر ہونے والا ہو وہ انسان نہین ہو سکتا۔ انسان سراسر ہو اور یہ جسم اس کا لباس ہے۔ اس خیال کی غلطی بالکل بین ہو اس لیے کہ مجنونون کا فردن اور فاسقون کو بھی انسان کہتے ہین۔ اور اُن مین کوئی سراسر انسانی نہین ہو۔ اور سب تغیر پذیر اور کھانے پینے والے ہین۔ خود اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہو ولقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین ثم جعلنا ہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاماً فکسونا العظام لحماً ثم انشانا ہ خلقاً آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ پس انسان وہ ہو جو اس مخصوص صورت مین ہو اور تغیر پذیر ہو وہ ایسا حی ہو جو تندرستی اور بیماری قبول کرتا ہو کیونکہ موت اس اسم کو صورت معہودہ اور آلہ موسومہ (یعنے

جنون وعقل) سے ظاہراً یا باطناً زائل نہیں کردیتی۔ انسان کی کامل ترین ترکیب تین معنون سے ہوتی ہے۔ ایک روح۔ دوسرا نفس۔ تیسرا بدن۔ ان مین سے ہر ایک کے لیے ایک صفت مخصوص ہے۔ جو عین کی وجہ سے قائم ہے۔ روح کے لیے صفت عقل ہے۔ نفس کے لیے ہوا اور بدن کے لیے حس اور آدمی کل عالم کا نمونہ ہے عالم سے یہ جہان اور آخرت کا دوسرا جہان دونون مراد ہین۔ اس جہان کی نشانی پانی۔ خاک۔ ہوا اور آگ ہے۔ اور بلغم۔ دم۔ صفرا۔ اور سودا سے اسکی ترکیب ہے اور اس جہان کی نشانی بہشت۔ دوزخ اور میدان قیامت ہے۔ جان بہ باعث لطافت کے بہشت کے مانند ہے۔ اور نفس بہ باعث آفت و وحشت کے بمنزلہ دوزخ کے ہے۔ اور جسم گویا میدان قیامت ہے۔ بہشت خدا کی رضا کی تاثیر ہے۔ اور دوزخ اُس کی ناخوشی کا نتیجہ۔ مومن کی روح راحت و معرفت سے ہے اور اس کا نفس حجاب و گمراہی سے مرکب ہے پس جبتک مومن دوزخ سے خلاصی نہ پائے اور بہشت مین نہ پہونچے لقاے الٰہی کی حقیقت سمجھ ہی نہین سکتا۔ اسی لیے کہا گیا ہے دع نفسک وتعال۔ طالب خدا کے لیے عقل مدبر کامل ہے۔ اور روح چونکہ بمنزلہ بہشت کے ہے اس لیے اپنے معنوی شریک کی طرف ہر مومن کو بلاتی ہے۔ اور نفس اپنے شریک معنوی کی طرف بُلاتا ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ نفس کی مخالفت کی جاے۔ اور روح وعقل کو مدد پہونچائی جاے۔ غرضکہ نفس کی مخالفت بڑا مجاہدہ ہے۔ آپ فرماتے ہین کہ من طلب وجد ادرکہ وجد طلب مین جو اختلاف ہے وہ محض ظاہر معنون مین ہے حقیقت مین کوئی اختلاف نہین ہے اس لیے کہ مقصود مشاہدہ ہے جو ایک عطاے ربانی ہے۔ اگر مجاہدہ سے حاصل ہوا تو کہنا چاہیے کہ توفیق الٰہی نے مجاہدہ کی راہ بتائی۔ اور اگر بغیر مجاہدہ کے حاصل ہوا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ توفیق الٰہی امید کے مجاہدہ مین ڈالے گی۔ لیکن یاد رہے کہ مجاہدہ مین مجاہدہ کی رویت آفت ہے مجاہدہ کے نفی کرنیوالون نے عین مجاہدہ کے نفی مراد نہین لی۔ بلکہ رویت مجاہدہ کے نفی مراد لی ہے پس جہانتک ہوسکے اپنے فعل کو درمیان مین مت لاؤ۔ اور کسی طرح نفس کی پیروی نہ کرو۔ کیونکہ غرض نفس کی وصفون کا فنا کرنا ہے نہ کہ عین نفس کا اور اسی کو حقیقی فنا کہتے ہین ورنہ تمھارا وجود حجاب مین ہوجاے گا۔ وجود ک ذنب لایقاس بہا ذنب۔

فنا و بقا کے لغت مین اور معنی ہین اور حال کی زبان مین اور معنی ہین۔ حال کی زبان مین بقا و فنا سے یہ مراد ہے کہ جب جہل فانی ہو تو ضرور علم باقی ہوگا۔ جب گناہ فانی ہوتے ہین تو طاعت باقی رہنے والی ہے۔

ان الحسنات یذھبن السیئات۔ اسی طرح جب بندہ علم وطاعت کو حاصل کرتا ہے اور غفلت سے فانی ہوتا ہے تو دوسری بقا سے باقی ہوتا ہے اور یہ دوسری بقا بُری صفتوں کو دور کرنے اور نیک صفتوں کے قیام کرنے مین ہوتی ہے لیکن اہل طریقت فنا و بقا کی اصطلاحون کو اہل ولایت کے کمال کے درجہ کے سوا اور کسی مین استعمال نہین کرتے۔ جو لوگ مجاہدون کے رنج سے آزاد۔ مقامون کی قید اور احوال کے تغیر سے فارغ اور طلب مقصود مین رسیدہ۔ قابل دید چیزون کو دیکھا اور قابل سمع چیزون کو سُنے ہوے اور دل کے جاننے کے لائق تمام باتون کو جانے ہوے۔ بھید کے سب بھیدون کو پائے ہوے ہین۔ اُنھون نے اپنے بھیدون کے پانے مین اپنی ذات مین خود بینی کی آفت کو دیکھا اور سب سے مُنھ موڑلیا۔ مراد مین اُن کا ارادہ فانی ہوا۔ رسیدہ ہونے کی وجہ سے دعوی کو ترک کردیا۔ عین مراد میں مراد سے بے مراد ہوے۔ کل سے اپنی مشرب کو الگ کرکے دنیاوی اشیاء سے دل کو ہٹالیا۔ پس جب اسطرح پر بندہ وجود صفات کی حالت مین عادات صفات سے فانی ہوگیا تو مراد کی فنا مین مراد کی بقا سے باقی ہوا اس لیے قرب و بعد۔ وحشت و محبت۔ صحو و سکر۔ فراق و وصل۔ طمس و اصطلام۔ رسم و علم قوش و رقوم کی قید سے آزاد ہوگیا۔ بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ کسی شے سے فنا اس چیز سے محجوب ہونے کے سوا درست نہین ہوتی۔ مگر یہ غلط خیال ہے۔ ایسا نہین ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو اگر دوست رکھتا ہے تو کہا جاے کہ وہ اُس سے باقی ہے۔ یا اگر اُسے دشمن رکھتا ہے تو کہا جاے کہ وہ اُس سے فانی ہے اس لیے کہ یہ دونون صفتین طالب کی ہین اور فنا مین نہ محبت ہے اور نہ عداوت اور بقا نہ جمع کی رویت ہے نہ تفرقہ کی۔ نہ فنا کے معنی ذات مین گم ہوتے اور وجود کے نیست ہونے کے ہین اور نہ بقا کے معنی بقاے الٰہی کے بندہ سے ملنے کے ہین اس لیے کہ کلیت کی فنا نہین ہوسکتی اور نہ کسی سرشت کے اجزا کا فنا ہونا اور اُنکا بالکل منقطع ہونا جائز سمجھا گیا ہے بندہ کے لیے فنا صرف خدا کے جلال کے دیکھنے اور دل پر اُس کی عظمت کے کشف ہونے سے مترتب ہوتی ہے۔ اس کے جلال کے غلبہ مین وہ اپنی غائبت فراموش ہوجاتا ہے اور اُسکی بزرگی کے سامنے احوال و مقام حقیر نظر آنے لگتے ہین۔ اس حال مین نفس فانی ہوتا ہے اور اس فنا کے میدان مین بندہ زبان حق سے ناطق اور تن عاجزی و فروتنی کرنیوالا ہوتا ہے

ففی فنائی فنا فنائی　　وفی فنای وجدت انت

محوت اسمی ورسم جسمی　　سئلت عنی فقلت انت

حضور و غیبت کے معاملہ میں آپ فرماتے ہیں کہ حضور سے مراد حضور دل بہ دلالت یقینی ہے تاکہ غیبی حکم اس کے لیے یقینی حکم کی طرح ہو اور غیبت سے مراد ماسوائے دل کا غائب ہونا ہے اس حد تک کہ اپنے سے بھی اور غیبت سے بھی غائب ہو۔ جو اپنے سے غائب ہوا وہ حق کی درگاہ میں حاضر ہوا اور جو اپنے سے حاضر ہوا وہ حق کی درگاہ سے غائب ہوا لیکن جب جذبۂ الٰہی طالب کے دل کو مقہور کر دیتا ہے تو غیبت حضور ہو جاتی ہے اور اضافت باقی نہیں رہتی ابن عطاؒ حسینؒ بن منصور ابوبکر شبلیؒ ابوحمزہ بغدادیؒ اور سمنونؒ غیبت کو حضور پر تقدم دیتے ہیں اور حارث محاسبیؒ جنیدؒ سہل تستریؒ ابوحفص حدادؒ ابوحمدون قصار۔ ابوحمدون حریریؒ حصریؒ اور محمد بن خفیف حضور کو غیبت پر مقدم سمجھتے ہیں۔

جمع و تفرقہ کی تعریف میں آپ بیان کرتے ہیں کہ الجمع ما جمع باوصافہ والتفرقۃ ما فرق بافعالہ یعنی ارادہ کا قطع کرنا اور رضائے تعالیٰ کے ارادہ کے ثبوت میں لوگوں کے تصرف کو ترک کرنا ہے۔ مگر ان الفاظ کے استعمال میں لوگوں نے مختلف راہیں اختیار کی ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ اس کا تعلق توحید سے ہے اور اس کا ایک درجہ خدائے بزرگ و برتر کی صفات سے متعلق ہے اور دوسرا بندہ کی صفات سے اول الذکر میں بندہ کا کسب منقطع ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی صفتیں قدیم ہیں اور اسی سے مخصوص ہیں۔ ایک دوسرا گروہ ہے جو علم سے متعلق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ الجمع علم التوحید والتفرقۃ علم الاحکام۔ مگر اہل تصوف عموماً لفظ تفرقہ سے مراد مکاسب اور لفظ جمع سے مراد مواہب لیتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی خصوصیت بندہ کے لیے جمع ہوتی ہے اور بندہ کی عبودیت حق تعالیٰ کے لیے تفرقہ کہلاتی ہے۔ لیکن جمع دو طرح پر ہے۔ ایک جمع سالم دوسری جمع تکسیر جمع سالم یہ ہے کہ جو حق تعالیٰ غلبہ حال۔ قوت وجد اور قلق شوق میں ظاہر کرتا ہے اور خود بندہ کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے ظاہر حال پر اپنا فرمان جاری فرماتا ہے اور نگاہ رکھتا ہے کہ بندہ اسے ادا کرے اور جمع تکسیر یہ ہے کہ بندہ ہونے کی حیثیت سے بیہوش و مجنونوں کی طرح۔ یعنی معذور ہو۔ لان التفرقۃ فصل والجمع وصل۔ بعض لوگ کلام کو مشکل اور دقیق بنانے کے لیے جمع الجمع کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں حضرت شیخ علی الہجویریؒ فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ تو جمع الجمع نہ کہے جب جمع ایک مرتبہ سے تفرقہ کے جمع ہوئی اور پھر اپنے احوال سے تجاوز نہیں کرتی تو پھر جمع الجمع کیسے ہو سکتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ تہمت کے محل میں استعمال ہوا ہے اس لیے کہ جو جمع کے محل میں ہو اسکو اپنے سے اوپر نیچے اور باہر دیدار نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب معراج میں حضور سرور کائنات صلعم کو دونوں جہان دکھائے گئے تو آپ نے

کسی کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ کیونکہ آپ (صلعم) جمع مین جمع تھے اور جو جمع کے محل مین ہو وہ تفرقہ کو نہین دیکھتا
ما زاغ البصر وما طغیٰ۔

آپ فرماتے ہین کہ معرفت دو طرح پر ہے۔ ایک علمی اور دوسری حالی۔ علمی معرفت دنیا و آخرت کی سب نیکیون کی بنیاد ہے۔ معرفت دل کی حیات ہے اور ما سوا سے انحراف کرنا ہے۔ علما و فقہا کہتے ہین کہ خدائے بزرگ و برتر کی معرفت سے مراد صحت علم ہے اور مشائخ طریقت فرماتے ہین کہ حق تعالیٰ کی معرفت صحت احوال مین ہے اور یہ معرفت علمی معرفت سے زیادہ افضل ہے اس لیے کہ حال کی صحت اسی وقت ممکن ہے جب علم کی صحت حاصل ہو جائے یعنی جسے خدائے جل وعلیٰ کا علم نہ ہو وہ عارف ہو ہی نہین سکتا مگر عالم ایسا ہو سکتا ہے جو عارف نہو۔ اہل اعتزال کے نزدیک خدائے بزرگ و برتر کی معرفت صرف عقل سے ممکن ہے مگر اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک عقل کی صحت اور نشانی کو دیکھنا معرفت کا ذریعہ ہے نہ کہ علت۔ اور علت محض خداوند تعالیٰ کا ارادہ اور عنایت ہے۔ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے جب لوگون نے معرفت کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا عرفت اللہ باللہ و عرفت ما دون اللہ بنور اللہ جب خداوند جل جلالہ نے بندہ کو اپنی معرفت سے واقف فرمایا تو اس نے پہچانا مگر اس شناخت کے ذریعہ سے نہین جو سبب سے وصول ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے ذریعہ سے جسمین بندہ کا وجود عاریت کے طور پر ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہین کہ الہام سے معرفت ممکن نہین اس مین بندہ کا یقین کبھی زیادہ ہوتا ہے اور کبھی کم لیکن اصل معرفت مین کمی بیشی نہین ہوتی اس لیے معرفت کی زیادتی بھی نقصان مین داخل ہے۔ آپ فرماتے ہین کہ خداوند تعالیٰ کی شناخت مین تقلید کرنی نہین چاہیے۔ اور اس کو اس کے کمال کی صفتون سے پہچاننا چاہیے۔ عارف کے لیے سبب کا ثبوت معرفت مین کفر ہے اور ما سوا کی طرف توجہ کرنا شرک مین داخل ہے من التفت الی الاغیار فمعرفتہ اثار۔ اللہ جل تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے بندہ کو اپنی طرف راستہ دکھاتا ہے اور در معرفت اس پر وا کرتا ہے حتیٰ کہ معرفت مین اس درجہ تک بندہ پہنچ جاتا ہے کہ عین معرفت اس کو غیر دکھلائی دیتی ہے اور معرفت کی صفت اس کے لیے آفت ہو جاتی ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہین ایاک ان تکون بالمعرفۃ مدعیا۔ معرفت کی حقیقت ضرت خدائے بزرگ و برتر کو تمام اشیا مین متصرف ماننا اور جاننا ہے

آپ فرماتے ہین کہ توحید تین قسم کی ہے ایک توحید ہے خدا کے لیے اور دوسرا توحید ہے

اس کا علم ہی۔ دوسری خدا کی توحید مخلوق کے لیے ہی اور یہ بندہ کے لیے توحید پر خدا کا حکم ہی اور بندہ کے دل مین توحید کا پیدا ہونا اور تیسری لوگون کی توحید خدا کے لیے ہی اور یہ لوگون کا علم ہی خدائے جل وعلیٰ کی وحدانیت پر۔ چونکہ توحید کسی شے کی وحدانیت پر حکم کا نام ہی اور علم کے سوا کوئی حکم نہین لگایا جاسکتا۔ اس لیے اہل سنت والجماعت نے تحقیق کی مدد سے خدائے جل وعلیٰ کی وحدانیت پر یقین کیا ہی جو کوئی توحید کو بندہ کا فعل کہتا ہی تو چونکہ بندہ کا فعل خدا کے کشف کے واسطے علت نہین ہوسکتا بلکہ ایک طرح کا حجاب ہوتا ہی۔ اور بندہ اپنی صفات کے لحاظ سے غیر ہوتا ہی۔ اس لیے اگر وہ اپنی صفت کو حق جانیگا تو صفت کے ساتھ موصوف کو بھی حق جاننا پڑے گا۔ اس وقت موحد۔ توحید اور احد تینون ایک دوسرے کے وجود کی علت ہوجائین گے۔ جو نصاریٰ کے تالث ثلاثہ کے مشابہ ہوگا جو باطل محض ہی اس لیے کہ جب تک کوئی صفت طالب کے لیے اپنی فنا سے توحید مین مانع ہوتی ہے۔ اس وقت تک وہ محجوب رہتا ہی اور جب تک محجوب ہی موحد نہین ہوتا۔ الا کل شیٔ ماخلا اللہ باطل حقیقت یہ ہی کہ خدا کی توحید بندہ کے اسرار مین سے ایک سر ہی اور عبارت مین ظاہر نہین ہوتی۔ عبارت اور عبارت بنانے والا غیر ہوتا ہی اور توحید مین ثبوت غیر ثبوت ماسوا کہلایا جاتا ہی۔

آپ فرماتے ہین کہ اہل تصوف مین سے بعض کہتے ہین کہ قول وتصدیق وعمل ایمان ہی ان لوگون مین حضرت فضیل بن عیاض رح۔ بشر حافی۔ خیر نساج۔ سمنون محب۔ ابوعمزہ بغدادی اور محمد حریری ہین۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ بعض لوگ جن کی جماعت زیادہ بڑھی ہی کہتے ہین کہ ایمان سے مراد صرف قول اور تصدیق ہی۔ ان مین حضرت ابراہیم ادہم رح۔ ذوالنون مصری رح۔ بایزید بسطامی رح۔ سلیمان دارانی رح۔ حارث محاسبی رح جنید بغدادی۔ سہیل بن عبداللہ تستری رح۔ شقیق بلخی۔ حاتم اصم رح اور محمد بن فضیل بلخی ہین۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ایمان کی اصل تصدیق قلبی ہے اور اسکی فرع امر الٰہی کی رعایت کرنی ہی۔ ایمان مین جبر وقدر کو دخل نہین اس لیے کہ طریق توحید ماسوا جبر وفوق القدر ہی۔ والا مربیین الا مرین۔ ایمان کی حقیقت نگاہداری توکل ہی۔ وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین۔

آپ فرماتے ہین کہ طہارت کی دو قسمین ہین۔ ایک ظاہری۔ اور دوسری باطنی۔ جس طرح بدن کی پاکیزگی اگر نہو تو نماز درست نہین ہوتی۔ اسی طرح اگر دل کی پاکیزگی نہو تو معرفت درست نہین ہوتی۔ طہارت ظاہری یعنی بدن کی طہارت پانی سے ہوتی ہی۔ اور دل کی طہارت توحید سے ہوتی ہی۔ جو طہارت ظاہری پر

مداومت کرتا ہو فرشتے اُسے دوست رکھتے ہین اور جو طہارت باطنی یعنی باطن مین توحید پر قیام کرتا ہو، خدائے تعالیٰ اُسے دوست رکھتا ہو پس لازم ہو کہ ظاہری اور باطنی دونون طہارتون مین موافقت رہے۔ یعنی وضو کے لیے ہاتھ دھوئے تو دل کو دنیا کی دوستی کو دھو ڈالے۔ جب پانی سے دہن صاف کرے تو لازم ہو کہ دہن کو غیر کے ذکر سے خالی رکھے اور جب نتھنون مین پانی ڈالے تو شہوتون کو اپنے اوپر حرام کرلے۔ اور جب مُنھ دھوئے تو لازم ہو کہ تمام اشیاء مالوفہ سے مُنھ پھیر کر خدای بزرگ و برتر کی طرف مُنھ کرے۔ اور جب ہاتھ دھوئے تو تمام نصیبون سے کنارہ کرلے اور سر پر مسح کرے تو اپنے امر کو خدائے جل و علی کے سپرد کردے اور جب پانون دھوئے تو حکم الٰہی کی موافقت کی نیت کرے۔ جب یہ کرے گا تو ظاہر و باطن دونون کی پاکیزگیان اُسے حاصل ہو جائین گی۔

حدیث شریف مین ہو کہ الندم توبۃ" یعنی پشیمانی توبہ ہو۔ اس قول مین توبہ کی سب شرطین موجود ہین۔ جب دل مین ندامت ہوتی ہو اندوہ و غم ہوتا ہو۔ نفس کو ذلت ہوتی ہو اور اعادہ گناہ سے احتراز ہوتا ہو۔ توبہ کے متعلق مشائخ کے اقوال مختلف ہین۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہین "التوبۃ ان لا تنسی ذنبک" اور حضرت جنید فرماتے ہین "التوبۃ ان تنسی ذنبک"۔ اول الذکر مین دوام یاد مقصود ہو اور آخر الذکر کا مطلب یہ ہو کہ توبہ کرنیوالا محب ہوتا ہو اور محب کے لیے مشاہدہ ضروری ہے اور مشاہدہ مین گناہ کا ذکر کرنا جفا مین داخل ہو۔ اہل تصوف کے نزدیک توبہ تین طرح پر ہوتی ہے۔ ایک خطا سے صواب پر۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ دوسرا صواب سے زیادہ صواب کی طرف۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہو تُبْتُ اِلَيْكَ۔ تیسرا اپنی خوبی سے حق تعالیٰ کی طرف جیسے حضرت سرور کائنات صلعم فرماتے ہین انی کنت لاستغفر اللہ فی کل یوم مرۃ

آپ فرماتے ہین کہ نماز مین داخل ہونے کے واسطے حسب ذیل شرطین چاہئین:-

(۱) ظاہری پلیدی سے صفائی اور نجاست باطنی یعنی شہوات سے پاکی

(۲) کپڑے کی پاکی ظاہری ہو کہ اسمین نجاست لگی نہ ہو اور باطنی یہ ہو کہ حلال کا ہو۔

(۳) جگہ کا پاک ہونا۔ ظاہر مین حادثون اور آفتون سے اور باطن مین فساد و گناہ سے۔

(۴) قبلہ رُخ مُنھ کرنا۔ ظاہر مین کعبہ کی طرف مُنھ کرنا اور باطن مین عرش اور سر عرش کا مشاہدہ کرنا۔

(۵) قیام۔ ظاہراً قدرت کے حال مین اور باطناً روضۂ قرب مین۔ پہلا شریعت ہو دوسرا حقیقت۔

(۶) خلوص نیت اور توجہ۔

(۷) ہیبت و فنا کے مقام مین تکبیر کہنا۔ وصل کے محل مین قیام کرنا۔ ترتیل و عظمت سے قرآن پڑھنا۔ دل کی عاجزی سے رکوع و سجود کرنا۔ اجتماع کے موافق تشہد کہنا اور فنا ہی صفت سے سلام کہنا۔ کان رسول اللہ صلعم یصلی وفی جوفہ ازیز کازیز المرجل

آپ فرماتے ہین کہ نماز امر ہے نہ کہ آلہ حضور و غیبت۔ امر کسی چیز کے لیے آلہ نہین ہوتا حضور کی علت عین حضور ہوتی ہی اور غیبت کے علت عین غیبت

آپ فرماتے ہین کہ روزہ کی حقیقت امساک ہی یعنی پیٹ کو اکل و شرب سے بچانا۔ آنکھ کو شہوت کی نظر سے بچانا۔ کان کو غیبت کے سننے سے۔ زبان کو بیہودہ بکنے سے تن کو دنیا کی پیروی اور شرع کی مخالفت سے بچانا ہی۔ اذا صمت فلیصم سمعک وبصرک ولسانک ویدک وکل عضو منک۔

آپ فرماتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو خواب مین دیکھا مین نے عرض کیا کہ اوصینی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا احبس حواسک یعنی اپنے حواس کو خدا کی جنت مین مقید کر۔ حواس کو بند کرنا پورا مجاہدہ ہی۔ کیونکہ کلیت علوم کا حاصل ہونا انھین پانچ دروازون سے ہوتا ہی یعنے سامعہ باصرہ۔ ذائقہ۔ شامہ۔ لامسہ سے ان مین سوائے لامسہ کے جس کا محل تمام اعضا مین ہی ہر اک کے لیے ایک ایک محل مخصوص ہی پس روزہ دار کو چاہیے کہ ان دروازون مین سے جو شے مخالف شریعت و فرمان الٰہی داخل ہونا چاہے اُسے روکے ورنہ رب صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع والعطش

آپ فرماتے ہین کہ حج کے احکام یہ ہین کہ میقات مین احرام باندھے۔ عرفات مین قیام کرے۔ اور زیارت کے وقت طواف کرے۔ یہ سنت ابراہیمی ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو مقام ہین ایک تن کا اور ایک دل کا تن کا مقام مکہ معظمہ ہی اور دل کا مقام خلت۔ لوگ عموماً تن کا ارادہ کرتے ہین لیکن جو کوئی دل کے مقام کا ارادہ کرتا ہی۔ وہ اشیا، ماوفہ سے روگردانی۔ لذات کو ترک۔ ذکر غیر سے انحراف دنیا سے اعراض کرنے والا ہوتا ہی۔ پھر معرفت کے عرفا مین قیام کرکے الفت کے مزدلفہ کا ارادہ کرتا ہی وہان سے اپنے

بہید کو حرم الٰہی کے طواف کے لیے بھیجتا ہے۔ حرص و اندیشہ ہائے فاسد کے کنکریوں کو منا میں پھینکتا اور نفس کو مجاہدہ کے مقام میں قربان کرتا ہے اس لیے مقام خلت میں پہنچکر قطعیت کے اندیشہ سے اسی طرح امان پاتا ہے جسطرح حرم کعبہ میں دشمن شمشیر دشمن سے امان پاتا ہے،

آپ فرماتے ہیں کہ حج دو طرح پر ہوتا ہے ایک غیبت میں اور ایک حضور میں۔ جو کہ میں ہوتا ہے وہ غیبت میں ہوتا ہے۔ اور جو مشاہدہ میں ہوتا ہے وہ حضور میں ہوتا ہے۔ حج کا مقصود گھر کا دیدار نہیں ہوتا بلکہ مشاہدہ حق ہوتا ہے۔ اور مشاہدہ حق یا قدرت حق وہ شے ہے جسمیں دل کی زندگانی ہے جسے معرفت کے نام سے بھی موسوم کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی حقیقت دو طرح پر ہے۔ ایک یقین کی صحت کے ساتھ اور دوسرے غلبۂ محبت سے۔ جب دوست کی محبت کا غلبہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ محبت کی کلیت سب حدیث محبوب ہو جاتی ہے تو دوست کے سوا اُسے کچھ نظر نہیں آتا۔ حضرت محمد بن واسعؒ فرماتے ہیں ما رأیت شیئًا قط الا رأیت اللہ فیہ ای بجملۃ الیقین۔ اور حضرت شیخ شبلیؒ فرماتے ہیں ما رأیت شیئًا قط الا اللہ۔ یعنی بغلبات المحبت و غلیان المشاہدۃ صحت یقین سے پہچاننے والا غیر کو بگانہ نہیں دیتا اور محبت رکھنے والا غیر پر نظر نہیں ڈالتا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ معراج کی رات آنحضرت صلعم نے خدا کو دیکھا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نہیں دیکھا۔ لوگ اس اختلاف میں پڑ گئے مگر حقیقت یہ ہے کہ حضور صلعم نے ایک سے جو یہ فرمایا کہ میں نے دیکھا تو آپ کی مراد یہ تھی کہ میں نے بہید کی آنکھ سے دیکھا۔ حضرت ابن عباسؓ اہل باطن سے تھے اُن سے آپ نے اس طرح سخن فرمایا اور حضرت سیدنا عائشہؓ اہل ظاہر سے تھیں اُن سے آپ نے اہل باطن کی زبان میں کلام نہیں فرمایا۔ بہید کی آنکھ سے دیکھنے کے معنی حضرت جنیدؒ کی اس حکایت سے واضح ہونگے جنھوں نے ایک بار فرمایا کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھسے کہے کہ مجھے دیکھ تو میں کہوں گا کہ میں نہیں دیکھتا۔ اس لیے کہ آنکھ دوستی میں غیر اور بیگانہ ہوتی ہے اور غیریت کی غیریت مجھے دیدار سے باز رکھیگی اور بڑی بات یہ ہے کہ جبکہ دینا میں اُسے آنکھ کے واسطے کے سوا دیکھا کرتا تھا تو عاقبت میں کیوں واسطہ بناؤں

وانی لاحسبنا ناظری علیک　　فاغض طرفی اذا نظرت الیک

مشاہدہ کی تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ المشاہدۃ قصور اللسان بحضور الجنان اس لحاظ سے زبان عاجز ہے کہ

واردات قلبی کو بیان کرسکے۔ سکوت مشاہدہ کی علامت ہو اور گویائی کسی چیز پر گواہی دینے کا نشان ہو اور اُن دونوں مین بڑا فرق ہو۔ لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک سو اسی مشاہدہ کی حالت کا پتہ ملتا ہو یعنی حضور پُر نور صلعم کا منشا مبارک یہ ہو گا کہ زبان کو اس لائق مین نہین دیکھتا کہ میرے حال کو بیان کرسکے اور بیان کو اس کا مستحق نہین جانتا کہ میرے حال کو ظاہر کرے اس لیے تیرا کہا ہوا میرا کہا ہوا ہو اور تیری ثنا میری ثنا ہو ؎

تمنیت من اہوی فلما رایتہ بُہت فلم املک لسانًا ولا طرفًا

"عبداللہ"

علّامہ چانکیا کے اقوال

عالم

ایک شہنشاہ اولوالعزم اسقدر عزت کبھی حاصل نہین کرسکتا۔ جسقدر کہ ایک عالم متبحر کو حاصل ہوتی ہو کیونکہ شہنشاہ اولوالعزم کی عزت اسکی سلطنت مین ہوتی ہو اور عالم متبحر کی ہر جگہ ——— !!

شریف لڑکا

جھاڑی ایک خوشبودار درخت سے معطر ہو جاتی ہو اسی طریقہ ایک شریف الطبع متدین لڑکے کے وجود سے اُس کے خاندان کی عزت مین چار چاند لگ جاتے ہین ——— !

شریر لڑکا

جسطرح ایک گھنا جنگل ایک چھوٹی سی چنگاری سے جل کر خاکستر ہو سکتا ہو۔ اسی طرح ایک بدطوار لڑکے کے وجود سے اُس کا خاندان تباہ ہو جاتا ہو ——— !!!

بدمعاش آدمی

شریر آدمی سے ہمیشہ احتراز کرو خواہ وہ کیسا ہی عالم ہو اُس کی مثال بعینہ اس سانپ کی ہو گی جسکے سر مین ایک چمکتا ہوا منی ہو — !!!

لیکن کیا وہ اس حالت مین خطرناک نہین ہو؟

(سیّد محمد احمد عثمانی (علیگ)

تنقید عالیہ

جواب ہاتف

از مولوی سید ابو محمد ثاقب کانپوری

رسالہ تحریک کے فروری نمبر میں جناب شبیر حسن خان صاحب جوش ملیح آبادی کی "چھ شعری غزل" پر ہاتف صاحب کے چند اعتراض دیکھکر یہ تو کیونکر کہوں کہ مجھے ہنسی آئی، مگر اشک عبرت نے اس احساس سے ضرور منفعل کیا کہ کیا انسان اپنی محدود معلومات پر بھی تقاضائے انسانیت کسی دوسری ہستی پر الزام دینے کا ارتکاب کر سکتا ہے، عام اس سے کہ خود اس کی رسائی ذہن اُس کے گرد و قائم تک کی دسترس نہ رکھتی ہو۔

ایک یورپین فلاسفر کا قول ہے کہ تنقید جہان مقابل کی لغزشوں اور اغلاط کی پردہ دری ہے، ذہن خود صاحب نقد کی حقیقت قابلیت کی بھی منکشف ہے، ہاتف صاحب نے حضرت جوش کے اشعار علیحدہ علیحدہ پر جو تنقید فرمائی ہے وہ قطع نظر اس کے کہ مذکورۂ بالا صورتوں میں سے کسی ایک سے کے زیر اثر ہوا افسوس ہے کہ ارباب فن کے نزدیک ان ضروریات سے بھی خالی ہے جو لوازم نقد ہیں، اس لیے کہ دنیا میں تنقید کرنے کا دستور یہ ہے کہ جہان معایب فن معرض بحث میں آئیں وہیں محاسن خیال سے بھی خلق کو روشناس کیا جائے، اسی لیے ہاتف صاحب کا آئین تنقید سے استغنا صرف ناواقفیت علوم و فنون کا مظہر ہے بلکہ اُس غیر معتدل رویہ کا بھی انکشاف کرتا ہے جو آپ نے نقائص فن یا محاسن خیال سے اعراض کرتے ہوئے محض اپنی فہم و ادراک کی لغزشوں کی بنا پر اختیار کیا ہے، ورنہ سچ یہ ہے کہ حضرت جوش کا ذوق شاعری جس اسکول کا درس آموز ہے وہاں ہاتف صاحب کا مدعی ابجد خوان ہونا بھی شاید خلاف واقعہ ہو یہی وجہ ہے کہ حضرت جوش کے طبعی مدوجزر اور رشحات فکر کو ہاتف صاحب نے جس تاریک عینک سے دیکھا ہے وہ درحقیقت اُن کی نگاہ سے اسی قدر اوجھل رہنے کے حق دار ہیں۔

لیکن انصاف یہی کہتا ہے کہ ہاتف صاحب کو نہ صرف اُردو زبان سے اتنا بعد ہے جتنا کہ ان کے

۱؎ اس نئی تحریک کے مالک اور ذمہ دار خود ہاتف صاحب ہیں۔

نزدیک اہل پنجاب کو، بلکہ آپ کی شعر فہمی بھی اسی قدر قابل بحث ہے؛ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ذیل کے اشعار کو بے معنی ثابت کرنے میں ہاتف صاحب اس بیدردی و کم فہمی سے کام لیکر سخن سنج و سخن فہم جماعت میں قابل الزام ٹھہرتے۔

مجھے افسوس ہے کہ جب ہاتف صاحب کی مبادرت ذہنی اُن اشعار کے معانی و مطالب سے آشنا ہی تو اُنھوں نے یہ کیونکر جان لیا کہ یہ اشعار درحقیقت صحت معانی کے لحاظ سے ہر اہل نظر کی نگاہ میں خالی از حُسن ہیں

نکال لیتے ہیں ظالم دلوں کو سینوں سے
خدا بچائے نہ پھر بھی مجھے حسینوں سے

اس مسئلہ کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"دل لینا، دل چُرانا سب کہتے آئے ہیں لیکن دل کو سینے سے نکال لینا شاید کسی نے نہیں کہا، گویا معشوق نہ ہوا کوئی ڈاکٹر یا جرّاح ہوگیا"

اس تنقید کو دیکھنے کے بعد ہر شخص کو ہاتف صاحب کی وسعتِ نظر کا قایل ہونا پڑے گا، یعنی اس کا اعتراف کرنا ہوگا کہ حقیقت میں "دل نکال لینا" کسی نے نہیں لکھا، مگر قسمتی سے دیوان داغ اور صنمخانہ عشق ملک میں اسقدر رائج ہوگئے ہیں کہ ہر اُردو پڑھا لکھا شخص جسے ذرا سا بھی ذوق ہوا نھیں اپنے مطالعہ میں رکھتا ہے اور جب وہ "صنمخانہ عشق" کی ورق گردانی کرتا ہے تو اُسے سیکڑوں جگہ غزل میں یہی "دل نکال لینا" ملتا ہے، جس کے بعد ہاتف صاحب کی وسعت نظری قطعاً مشکوک ہوجاتی ہے۔

حضرت رئیس اکبر آبادی مرحوم جو اپنے وقت کے ایک باکمال استاد گذرے ہیں تحریر فرماتے ہیں ؎

"سینے سے لے گئی وہ نظر دل نکال کے"

حضرت امیر مینائی مرحوم

"بیدرد لیچلا ہے کلیجہ نکال کے"

حضرت بیدل کا واضح شعر ہے ؎

ستم کا طا دل نکالا عاشق ناشاد کا
اوستم ایجاد کیا کہنا ہے اس ایجاد کا

اسی مطلع کے متعلق آپ پھر لکھتے ہین۔

"اول مصرعہ کا آدھا حصہ یعنی نکال لیتے ہین ظالم" پہلوے ذم پیدا کرتا ہی"

معلوم نہین ہاتف صاحب شعر کی تنقید کرتے ہین یا اپنے مذاق ماضی وحال کی شکوہ سنجی اس لیے کہ کسی علم دوست کی جودت ذہن اس مذموم پہلو کے سمجھانے سے قطعاً معذور ہی۔

اس کے بعد ہاتف صاحب نے وہ بے ربط اور حیا سوز فقرے لکھے ہین جن کے اعادے سے بھی قلم کو شرم آتی ہی اس لیے اُنھین ترک کیا جاتا ہی۔

حسین جب ملتا ہی تو دیر دیکھتا ہے مجھے
لگاؤ دل کو ہے دنیا کے مہ جبینون سے

اس شعر کے متعلق ہاتف صاحب کو بڑی سے بڑی شکایت یہ ہی کہ پہلے مصرعہ کو دوسرے مصرعہ سے کوئی تعلق نہین" لیکن افسوس یہی بے تعلقی ہاتف صاحب کی بے تعلقی فن اور شعر فہمی کا ثبوت ہی اس لیے کہ ارباب فن کے نزدیک مصرعون مین ارتباط اسی قدر کافی ہی کہ قائل کا مقصود حاصل ہو یا وہ دعویٰ جو پہلے مصرع مین کیا گیا ہو ثابت ہو جاے، اور اُسپر پہلے کی کسی نہ کسی صنعت کا اطلاق ہو سکے یہ بات ان دونون مصرعون مین موجود ہی

چنانچہ ہر سامع کا ذہن اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر نہین معمولی سی معمولی عقل کا آدمی بھی یہ جان سکتا ہی کہ صاحب شعر اس کا مدعی ہی کہ جو حسین جہان کہین مجھے ملجاتا ہی دیر تک دیکھتا رہتا ہی اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ میرے دل کو دنیا کے حسینون سے کچھ لگاؤ ہی

اب رہی یہ بات کہ دیر تک دیکھتے رہنے کی وجہ ہاتف صاحب کے نزدیک کسی عجیب الخلقتی کی بنا پر ہی اس کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہی کہ ہاتف صاحب جوش کے آئینۂ خیال مین اپنے آپ کو دیکھنا چاہتے ہین ورنہ اصل یہ ہی کہ یہی طرز بیان شاعر کی انتہاے ندرت خیال پر دلالت کرتا ہے۔ جس نے کمال عشق کے ساتھ انتہاے جاذبیت حسن کا وہ دعویٰ کیا ہی جو شاعر کو آئے دن حسینون کی بہت بھری نظرون کے التفات سے تجربۃً حاصل ہوتا رہتا ہی یعنی ہر حسن اُسے دیکھکر یہ محسوس کرلیتا ہی کہ اُس کے دل مین وہی عاشقانہ کیفیت ہی جو حسن کی مایۂ ناز آرزو ہی۔

حریم ناز سے صادر ہوا ہے حکم نیاز　　دیار حسن کو روشن کرو جبینون سے

ہاتف صاحب کا اس شعر کے متعلق یہ کہنا کہ "یہ لفظی رعایتوں اور لفاظی کا گورکھ دھندا ہے جو شاید ناسخ و آباد کی روح کو ایصال ثواب کرنے کے لیے کہا گیا ہے" قطعاً ہاتف صاحب کی جسارت ہے مگر اسمیں شک نہیں کہ حضرت جوش نے جس لطفِ شعریت سے ارباب ذوق کو روشناس کرنا چاہا ہے وہ باوجود ان دلکش الفاظ کی رونمائی کے اتنا بے نقاب نہیں ہوا جسے ہاتف صاحب کی آنکھ دیکھ سکے ۱۲

جوش کا مطلب یہ ہے کہ محبوب کی بارگاہ سے عشاق کے لیے یہ حکم ہوا ہے کہ میرے آستانے پر اتنی جبہ سائی کرو کہ سنگ آستان خود ایک جبین روشن بنجائے،

کیا اس معنی کے اظہار کے لیے ہاتف صاحب ان الفاظ کے علاوہ اور الفاظ بتا سکتے ہیں ؟

کلیجہ تھام کے وہ دور یاد کرتا ہوں
کہ صحبتیں کبھی رہتی تھیں نازنینوں سے

ہاتف صاحب فرماتے ہیں۔

"کلیجہ تھامنے کی خوب کہی، کیا بغیر کلیجہ تھامے یاد نہیں کیا جا سکتا یہ تو ہاتھوں پر ظلم ہے کہ بلاوجہ اُن سے کام لیا گیا، دوسرے مصرع میں لفظ کبھی بالکل حشو ہے جس نے پورا مصرع مہمل کر دیا، نازنینوں سے صحبت رہنا عیاشانہ زندگی کا اچھا فوٹو ہے"

ہم چاہتے تھے کہ اس کے ثبوت کے لیے کوئی مثال نہ دیتے لیکن شاید ہاتف صاحب اسمیں ہماری کوئی کمزوری سمجھیں اس لیے داغ مرحوم کا صرف ایک شعر لکھا جاتا ہے،

کلیجہ تھام لوگے جب سنوگے
نہ سنوائے خدا شیون کسی کا

اسی طرح ہاتف صاحب نے حضرت جوش کے مقطع میں بھی اس غلط فہمی سے کام لیا ہے لیکن اُنکی سوء تاویل کے مقابل کسی حُسنِ توجیہ کا اظہار طوالت ہے، اس لیے میں اس پر اظہار خیال کے بجائے صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

ثاقب (کانپوری)

سبدِ گل فروش

شعر سمجھنے سے جو لطف حاصل ہوتا ہے یہ ایک وجدانی کیفیت ہے، اُس کا بیان الفاظ مین نہین سما سکتا، معانی کی وسعت جانے دیجیے، زبان کی سلاست، و شستگی، ترکیبون کی ندرت و دلپسندی، بندش کی چستی و خوبصورتی، اور بحرون کا ترنم ہی کیا کم ہے جو کیف انگیز نہ ہو۔ اور پھر جب معانی کے وسیع میدان مین جولانی کی قدرت ہو، صنایع بدایع سے واقفیت ہو، مضامین کی بلندی اور نکتہ آفرینی تک دسترس ہو تو شعر اُس کے لیے ایک قیامت ہے،

شعر و سخن کا انتخاب اور انتقاد ایک مشکل کام ہے۔ اشعار حسب مذاق منتخب کیے جاتے ہین، اور تنقید فن شعر کی رو سے، لیکن لطف شعر سے وہ ہی دل آشنا ہو سکتا ہے جو دردمند ہو بلکہ اس طرح جیسا کہ نشتر اُس چیز مین چبھتا ہے جو ملائم ہوتی ہے،

مجھ کو اپنی فقدان لیاقت کا اعتراف ہے اور اب بھی چوبیس سال کی عمر تک تو میرا مذاق اسقدر سلیم نہین ہوا ہے کہ کما حقہ شعر فہمی کر سکون۔ تاہم جو شعر پسند آتا ہے اپنے ذہن مین محفوظ کر لیتا ہون۔ اب تک کوئی بیاض مرتب نہین کی اس لیے بعض مقبول و مکرم اُستادون کے جو اشعار یاد تھے قلمبند کر کے ناظرین النا ظر کو دعوت فہم دیتا ہون تاکہ بقدر ذوق استفادہ و استلذاذ کرین۔

حضرت غالب کے قول کے مطابق تو مجھ کو اندیشہ کرنا چاہیے کہ انتخاب اشعار ایک قسم کے رسوا سامانی ہے لیکن مجھ کو اطمینان ہے کہ مصرع

بزم مین اہل نظر بھی ہین تماشائی بھی

ولی احمد خان

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر — مذہب عشق اختیار کیا

مرے لمین ہے غالب شوق وصل و شکوہ ہجران — خدا وہ دن کرے جو اُس سے مین یہ بھی کہون وہ بھی

فقط اک دوستون سے تم بچے تھے مومن — سو اب تم بھی نصیب دشمنان ہو

ہے اُسکی سادگی بھی تو کس کس بھین کے ساتھ — سیدھی سی بات بھی ہے تو اک بانکپن کے ساتھ

عیش بھی اندوہ فزا ہو گیا — داغ — ہائے طبیعت تجھے کیا ہو گیا
فغان و آہ کی لذت جو دل سے تو نے لی — اکبر — نشان نکہتِ گل جب کلی کھلے تو ملے
گلشن سے کہیں بوئے دمساز نہیں آتی — اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی
بیگانہ ہوئی دنیا رسم و رہِ الفت سے — ثاقب — اک میری طبیعت ہے جو باز نہیں آتی
رکھ کے منھ سو گیا اُن آتشیں رخساروں پر — چین تھا دل کو تو نیند آگئی انگاروں پر
تم نہ دیکھو کہ میرے چہرے پر — جوش — اک تمنا سی پائی جاتی ہے
کٹ گئی احتیاط عمر میں عشق — حسرت موہانی — ہم سے اظہارِ مدعا نہ ہوا
ایمان شکن آنکھیں دل میں ہیں دل ان میں ہے — حفیظ — بتخانہ میں کعبہ ہے کعبہ میں ہے بتخانہ
یوں گفتگو کی شان ہو پیدا سکوت میں — ہر جنبشِ نگاہ میں اک داستان رہے
مقامِ عشق میں لے دل وہ رنگ پیدا کر — اکبر — نظر زبان بنے عرضِ مدعا کے لیے
غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں — غالب — بوسہ کو پوچھتا ہوں میں منھ سے مجھے بتا کہ یوں
شکوہ میں ترسِ مدعی، شکر میں ترکِ مدعا — ذوق — سوچ میں ہوں کہ حالِ دل یوں لکھوں خدا کہ یوں
ایک ہی بار ہوئیں وجہِ گرفتاریِ دل — حسرت موہانی — التفات اُن کی نگاہوں نے دوبارہ نہ کیا
تم مرے پاس ہوتے ہو گویا — مومن — جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے — " — ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

عمر خیام

از جملہ رفتگان این راہ دراز — باز آمد کو کہ نماید دراز
زنہار درین سرا چہ از روی نیاز
چیزے نگذاری کہ نمی آئی باز

جامی

شاہِ عربی قبلۂ ارباب نجات — کائنہ ذات ابد و مرآت صفات
از پیروی اوست علوی درجات — لازال علیہ زاکیات الصلوات

غزلیات و منظومات

غزل نعتیہ

(ہوش بلگرامی)

کیا جانے اُنھیں زاہد جو ہم سے رہیں باتیں
محفل کی نہیں ہوتیں خلوت کی ملاقاتیں

جب ایک ہوئے دو دل بیکار ہیں سوغاتیں
یہ رنگِ تکلف ہے اُٹھوا دو مدارا تیں

بُلبُل نہ نظر کرنا اِس پھولوں کے پنجرے پر
خالی نہیں مطلب سے ظالم کی مدارا تیں

آخر ہے شبِ ایمن ہُشیار رہو اے موسیٰ
ہر بار نہیں آتیں یہ نور فشاں راتیں

دیوار لحد خم ہے، چھت شق ہے، زمیں کچی
ٹوٹا ہوا یہ گھر ہے اور سر پہ ہیں برساتیں

اے ہجر کی بیتابی دن یاد ہیں ایسے بھی
جب ایک ہی کروٹ سے ہوتی تھیں بسر راتیں

کچھ پیاس سے سرورؐ کی شرماتے نہیں بادل
اے کرب و بلا تجھ میں ہوتی بھی ہیں برساتیں

دلجو ہے تو ارضیع سے مے دیکے مجھ سا تی
بے ہوشیوں کی خاطر ہیں ہوش مدارا تیں

غزل

زینت حسن بڑھانیکو ستمگارون مین
دل کے آئینے لگائے گئے دیوارون مین

یون تو گل دیکھنے کو دیکھے ہین گلزارون مین
پر نہ دیکھا جو ہی رنگ آپ کے رخسارون مین

جب نکھرتے ہین بدل جاتا ہی رنگِ عالم
وہ جب آتے ہین بہار آتی ہے گلزارون مین

شب کو جب بزم مین تم اپنے بنے تھے ساقی
یہ تو پوچھو کہ کسے ہوش تھا میخوارون مین

موت سے بڑھ گئے تشہیر اسیری کے ستم
میرا صیاد مجھے لے گیا بازارون مین

اُسکی رحمت نے دم حشر جو دیکھا مضطر
اک ہمین پوچھا ہم ایسے تھے گنہگارون مین

حسن کھاتا ہی تری اُٹھتی جوانی کی قسم
ناز کرتا ہوا رنگ آتا ہے رخسارون مین

نام پہلے تو لیا پھر یہ تجاہل سے کہا
وہ محبت ہین زمانہ کے وفادارون مین

سیّد واجد حسین محبت

غزل

کیا ہمکو سروکار غم و رنج و الم سے
نشہ کبھی گھٹتا نہین ساقی ترے دم سے

ہم دن کو کہین رات جو پوچھے کوئی ہم سے
مانوس ہین آنکھین جو سوادِ شب غم سے

ارمان ہی ہر آنکھ کو جلوہ ترا دیکھے
اسواسطے لوگ آتے ہین ہستی مین عدم سے

قبرون کے نشان کہتے ہین افسانۂ عبرت
یون باتین ہوا کرتی ہین یاران عدم سے

وہ ظلم کے شکوے پہ یہ کہدیتے ہین ہنسکر
زندہ ہو جو تم باز نہ آئین گے ستم سے

یون آنکھ ملی اُن کی ملا خاک مین دل بھی
انداز کرم بڑھ گئے انداز ستم سے

جائین گے قفس سے نہ رہا ہوکے چمن کو
راحت وہ ملی ہی ہمین صیاد کے دم سے

تم خود دل مضطر کو سنبھالو تو سنبھالو
ہم خاک سنبھالین یہ سنبھلتا نہین ہم سے

ویران تھا دل اے غم دلدار ہمارا
آباد ہوا گھر یہ مرے فیض قدم سے

دیدار بتان کی ہے جگر دل کو تمنا
بتخانے مین پہنچائے خدا کنج حرم سے

حکیم جگر صدیقی زمیندار رسوان

هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

یہ کہنے لگا مجھ سے اک معتدی — جہان مین ہے نیکی کا بدلا بدی
کچھ احسان مین نے کیا جسکے ساتھ — وہی میرے پیچھے پڑا دھو کے ہاتھ
غرض جس سے امید نیکی رکھی — اُسی سے بُرائی کی لذت چکھی

تو مین نے کہا اُس سے اے خوشخصال — سراپا غلط ہے یہ تیرا خیال
ہو ممکن نہین ہو یہ حالت رَدِی — کہ نیکی کے بدلے مین پائین بدی
ہو قرآن مین صاف لکھا ہوا — کہ احسان ہی احسان کی ہو جزا

مگر جب کہ نیکی سے تیری غرض — تمنّن ہو، یا اکتساب عوض
تو خود اک بدی ہے وہ نیکی تری — ذرا غور سے سُن یہ باتین مری
پھر اس کے عوض مین بدی پاکے تو — نہین حق بجانب جو ہو تُرش رو

مگر اِدّعا تھا جو نیکی ہی کا — تو رکھتا خدا سے امید جزا
جو ہو خلق سے چشم احسان تجھے — مسلمان کہینگے مسلمان تجھے
مرے دوست! امید احسان زغیر — مدان کمتر از سجدۂ بُت بَدیر

جو بہر خدا آپ نے کی نہین
وہ نیکی حقیقت مین نیکی نہین

تمنّا (عمادپوری)

خریداران الناظر کی خدمت مین ایک مفید مشورہ

یہ اعلان پھر درج نہو گا

علم طب مین ہزارہا کتب ایک سے ایک مفید اور مجرب موجود ہین لیکن طب نفیس جو طبیب صاحب جیتجاری کی تصنیف سے ہے اور جسکی تعریف بیسیون اخبارات و طبی رسائل کے علاوہ حکما، حاذقین علما، صالحین درویش کاملین اور ممتاز مشہور و معروف اصحاب نیز عام طبقہ اور صحت یاب مرضا نے فرمائی ہے بالکل صحیح ہے۔ ذی علم مصنف نے وہ تجربات ظاہر فرمائے ہین جو اطبا بصیغہ راز محفوظ رکھ کر سینہ مین مدفون اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ میرے نزدیک شاید کسی دوسری کتاب کو علم طب مین ایسی مقبولیت یا شہرت حاصل ہوئی ہو قدیم و جدید امراض کو دو ہفتہ مین کم و بیش صحت یابی ہو جاتی ہے۔ نیز اشتہاری ادویہ سے بے پروا کرنے والی نیم حکیم کے پنجہ سے بچانیوالی کاروباری اصحاب کو نفع عظیم پہنچانے والی ہے قیمت مع محصولڈاک ایک روپیہ بارہ آنہ ہے (المعلن حاجی مولوی سید امجد علی قصبہ صدن ضلع فرخ آباد) ذیل کا علاج درج ہے مطلق گئے گذرے سے یوسی کبھی خمی لاغری اعتدالی نیز دیگر تشنج امراض کا چند میسون سے علاج ہفتہ عشرہ مین صحت امساک محبت شاقی دیدین قوت باہ کے عجیب و غریب مجربہ شدہ چٹکلے۔ جریان احتلام سرعت دو ہفتہ مین کافور۔ بواسیر خونی بادی سوزاک قدیم و جدید آتشک طحال دمہ چار پانچ دن مین صحت عمر بھر کو آرام پتھری بلا پریشن چند گھنٹہ مین ذریعہ پیشاب خارج۔ ذیابیطس سیل فالج برص۔ جذام گٹھیا وغیرہ کا شرطیہ علاج۔ طاعون ہیضہ ضعف معدہ (مصنف سے ذیل کے پتہ پر ملیگی) سیلان الرحم یوسی لاد خصاب اور دیگر امراض کے مجربہ شدہ نسخے۔

حکیم ڈاکٹر مولوی سید محمود الحسن طبیب سرکاری مصنف طب نفیس مقام تحصیل حجے تھاری براہ گاڈروا ریاست بھوپال

زندگی کی اہم ضروریات

حسن یوسف کے ذریعہ سے پوری ہو سکتی ہین۔

۱۔ جو شریف نوجوان عصمت دوشیزگان کی خواہش عقد رکھتے ہون
۲۔ جن معزز والدین کو اپنی دختران کیواسطے بلند پایہ برسر روزگار ہو
۳۔ جو اصحاب اپنی زندگی مین کسی اہم انقلاب کے خواہشمند ہون
۴۔ جو بیوائین اپنی معصومانہ زندگی بسر کرنا چاہتی ہون۔
۵۔ جو لوگ امراض اور افلاس سے تنگ ہون
۶۔ جو بلند ہمت اپنے خاندان کی دستگیری کرنا چاہتے ہون

وہ حسن یوسف ملاحظہ فرمائین

کیونکہ حسن یوسف وہی ایک ایسی کتاب ہے جس مین علمی اور عملی طور پر ان تمام ضروریات و خواہشات کی کامیابی کے بہترین ذرائع بتلائے گئے ہین۔ قیمت ایک روپیہ چھ آنہ ہے خریداران الناظر سے محصولڈاک نہین لی جاتی آرڈر جلد ۶ رمعات کیے جاتے ہین

حسن یوسف

علم و عمل کا بہترین اور زبردست انتخاب

لٹریری دلچسپی رکھنے والے اشخاص جو دواکا خیر خواہ طبع افراد سانسی کو بسر کرنیکے شائق نوجوان۔ ترک موالات کے تحت مین بیکار ہو جانے والے ملازمت پیشہ مذہبی رنگ مین ڈوبے ہوئے بزرگ اگر آپ اپنے خدمات اور احساسات کے لحاظ سے کامیاب زندگی گزارنا چاہتے ہون تو ان کو حسن یوسف سے مستفید ہونا چاہیے جو الفاظ کے پیکر مین ایک بہترین شفیق ایک سچا رہنما ایک حقیقی ہمدرد مہیا کیا گیا ہے اور کتابی صورت مین لاکر قیمت اسکی صرف ایک روپیہ چھ آنہ رکھی گئی ہے۔ محصولڈاک وغیرہ خریداران الناظر کے واسطے معاف کیا جاتا ہے۔

خریداران طب نفیس کی تحریک پر یہ کتاب طبع ہوئی ہے جسکی فرمائشات کا سلسلہ تیزی کیساتھ جاری ہے ضرورت سمجھین جلد طلب فرمائین۔

ملنے کا پتہ۔ سید محمود الحسن طبیب سرکاری ڈاکخانہ جے تھاری گورنمنٹ بھوپال

امیر مینائی مرحوم

- مصفائے عشق ۱؎
- مراۃ الغیب ۴؎
- خیابان آفرینش ۴؎
- لغات خاص المبین ۸؎
- مبنائے سخن ۴؎

منشی سجاد حسین مرحوم

- احمق الذین ۸؎
- حاجی بغلول ۸؎
- بیٹھی جھڑی ۶؎
- پیاری دنیا ۸؎
- کایا پلٹ ۸؎
- طلسمی فانوس ۱؎

پنڈت رتن ناتھ سرشار

- فسانۂ آزاد ۴ جلد ۱۶؎
- سیر کہسار ۱۲؎
- خدائی فوجدار ۱؎
- جام سرشار ۱؎
- الف لیلہ بطرز نادل ۸؎

منشی جوالا پرشاد برق

- مزالکس ۱۲؎
- مار آستین ۱۲؎
- بنگالی دلھن ۱۲؎
- پرتاب ۱۲؎
- معشوقۂ فرنگ ۱۲؎

مولانا عبد الحلیم شرر

- ابوبکر شبلی ۴؎
- خواجہ معین الدین چشتی ۶؎
- صقلیہ مین سلطنت ۱۲؎
- قیس و لیلیٰ ۴؎
- مقدس نازمین ۴؎
- بانی عرب ۲ جلد ۱؎
- یوسف و زلیخا ۴؎
- فتح اندلس ۱؎
- ماہ ملک ۱؎
- حسن کا ڈاکو ۴؎
- ۱؎ بار حرامپور ۲ جلد ۱۰؎
- مفتوح فاتح ۴؎
- حوریان حق ۲ جلد ۱۲؎
- لعبت چین ۸؎
- عزیزہ مصر ۴؎
- غیب دان وطن ۸؎
- فردوس برین ۸؎
- فلپا نکا ۴؎
- روشنۃ الکبریٰ ۴؎
- الفانسو ۱۲؎
- شہید وفا ۸؎
- حسن انجلنا ۱۰؎
- ملک العزیز ورجنا ۱۰؎
- آغا صادق کی شادی ۱۰؎
- افسانۂ قیس ۱۲؎
- حسن بن صباح ۶؎
- تاج تمدار ۴؎

مرزا داغ مرحوم

- آفتاب داغ ۸؎
- مہتاب داغ ۴؎
- یادگار داغ ۱؎
- انتخاب داغ ۴؎
- فریاد داغ ۴؎

مولوی شہاب الدین احمد دہلوی

- دارالحکومت دہلی ۱ جلد ۱۰؎
- تاریخ بیجاپور ۳ جلد ۲۰؎
- حرز اطفال ۸؎
- نشاط غم ۴؎
- عصائے پیری ۸؎
- شمع ہدایت ۱۲؎
- لخت جگر ۲ جلد ۲۰؎
- حسن معاشرت ۴؎
- اقبال و طن ۴؎

نیاز فتحپوری

- گہوارۂ تمدن ۱؎
- ترجمہ گیتان جلی ۱؎
- کبوتر اپنے سائکس ۸؎

سیماب اکبر آبادی

- خدیجۃ الکبریٰ ۴؎
- بنت الرسول ۵؎
- سیرۃ الحسین ۱؎
- حمام کوثر ۵؎

حکیم محمد علی خادم

- عبرت کامل ہے
- حسن سیرت کامل ہے
- نام پیاری کامل ۸؎
- زیور اولاد ۴؎
- گورا ۱؎
- نیل کا سانپ ۴؎
- جعفر و عباسہ ۱۲؎
- اختر حسینہ کامل ۱؎

منشی احمد علی شوق قدوائی

- ترانۂ شوق ۴؎
- قاسم و زہرہ ۸؎
- مکفن در لوسی ۲؎

شبیر حسین جوش ملیح آبادی

- روح ادب ۴؎
- مقالات زرین ۱۱؎
- آوازۂ حق ۸؎
- اوراق سحر ۵؎
- جذبات فطرت ۳؎

منشی تیرتھ رام

- فسانہ لندن ۲ جلد ۱۲؎
- بطن پرست ۴؎
- منزل مقصود ۱؎
- رونق بازار حرص ۱۰؎
- خونی مہر ۴؎

جلال لکھنوی مرحوم

- مضمون نہاد لوش ۸؎
- نظر کا بن ۸؎
- نثر نہج البلاغہ جلد اول ۱۲؎
- " دوم ۱۲؎
- " سوم ۱۲؎
- چہارم ۱؎
- پنجم ۱۲؎
- ششم ۱؎
- ہفتم ۱۲؎
- جلد ہشتم و نہم زیر طبع ہیں
- " دہم ۱؎
- " یازدہم ۱؎
- سلطان صلاح الدین ۱۲؎
- سلطان نور الدین محمود ۸؎

مولوی سید احمد مارہروی

- آثار الکبریٰ ۴؎
- حیات صباح ۶؎
- حیات خسرو ۸؎
- امرائے ہنود ۱؎

مولوی سید ممتاز علی

- تذکرۃ الانبیا ۱۲؎
- شیخ حسن ۱۲؎

منشی نوابش علی خان

- سفرنامہ ابن بطوطہ ۱۲؎
- تصفیہ ۱۲؎
- ڈپٹی ۱۲؎

خواجہ عشرت لکھنوی

- لغات اردو ۴؎
- اصول اردو ۶؎
- جان اردو ۶؎
- قواعد میر ۶؎
- شاعری کی پہلی کتاب ۸؎
- شاعری کی دوسری کتاب ۸؎
- شاعری کی تیسری کتاب ۸؎
- اصلاح زبان اردو ۶؎
- گلدستۂ ظرافت ۶؎
- زبان دانی ۶؎

صفدر مرزا پوری

- مرقع ادب ۱۲؎
- بزم خیال ۸؎
- مشاطۂ سخن ۱۲؎

مولوی محمد حسین محوی

- ازدواج الانبیا ۱۲؎
- النسائی قبائلیان ۸؎

حکیم حمید حسین آلہ آبادی

جسٹس محمود مرحوم

کتاب الطلاق ۸؍
کتاب الحفظ ۸؍
شرح قانون شہادت ۲ جلد

مولوی عزیز مرزا بی اے

خیالات غریب ۸؍
ذکر ام اردسی ۸؍

خواجہ غلام الثقلین مرحوم

روزنامہ سیاحت ۸؍
فلسفیانہ مسلمان پر ۸؍

مولوی محمد لطیف مرحوم

اکبر ۸؍
احمد نگر کے یتیم ۸؍
لارڈ کلائیو ۸؍
رنجیت سنگھ ۸؍

مسٹر ظفر عمر ی اے

نیل چھتری ۸؍
ہمارے ملی گرفتاری ۸؍
چور دن کا کلب ۸؍

مولوی محمد علی ایم اے

سیرۃ خیر البشر ۸؍
النبوت فی الاسلام ۸؍
تفسیر قرآن ۸؍

پروفیسر نواب علی ایم اے

تذکرۃ المصطفےٰ ۸؍
معالج الدین ۸؍
صحف سماوی ۸؍
شمع سخن ۱۰؍

ڈاکٹر اقبال ایم اے

مت بھنا ۵؍
ملی ترانہ ۲؍
شکوہ ۲؍
جواب شکوہ ۴؍
مادر یتیم ۲؍
فریاد امت ۳؍
ہلال ۱؍
اکبری اقبال ۳؍
شمع و شاعر ۲؍
خضر راہ ۴؍

مولوی ظفر علی خانصاحب ایڈیٹر

معرکہ مذہب سائنس ۸؍
خیابان ارتداد اول تا آخر ۸؍
ذوالقرنین جلد اول ۸؍
جنگل میں منگل ۸؍
فلسفہ ایٹم ۸؍
سیر مریخ ۸؍
پیغام زندگی ۱۰؍

مرزا محمد دی بی اے

امراؤ جان ادا ۸؍
شریف زادہ ۱۰؍
خونی عاشق ۸؍
خونی مصور ۸؍
خونی شہزادہ ۸؍
مثنوی امید بیم ۴؍

مفتی انوار الحق ایم اے

مذہب و سائنس ۸؍
مقالات اسلام ۸؍
اسلام اور یتیم ۲؍
اسلام اور جنگ جرمن ۸؍
تاریخ ابوالبشر ۸؍
قوت خیال ۶؍

پروفیسر الیاس برنی ایم اے

اسرار حق ۸؍
معمارت مت ۸؍
مناظر قدرت ۸؍
جذبات فطرت ۸؍
علم النبوت ۸؍

سید ہاشمی فرید آبادی

مشاہیر بنی نوع انسان ۸؍
تاریخ یونان جدید ۸؍

منشی صدیق علی بی اے

تاریخ تمدن ۲ جلد ۸؍
بشباب لکھنو ۸؍

مولوی عبدالماجد بی اے

مبادی سائنس ۸؍
بجلی کے کرشمے ۸؍
عجائبات صلیبی ۸؍

مولوی سید ندوی سلیمان

ارض القرآن جلد دوم ۱۲؍
حیات امام مالک ۸؍
خلافت اور ہندوستان ۸؍
مقالات سلیمان ۸؍
فاتحین اسلام ۸؍
اہل السنۃ والجماعۃ ۸؍

خواجہ حسن نظامی

قواعد اردو ۸؍
انتخاب کلام میر ۸؍

مولوی عبدالحق بی اے

سپاہ دل ۸؍
رسالہ مالک ۸؍
میلاد نامہ ۸؍
غرض نامہ ۸؍
پند نامہ ۸؍
اصل نامہ گیا جوبن ۱۲؍
کرشن جیون ۸؍
کم بوموت ۸؍
بیوی کی تعلیم ۸؍
بیوی کی تربیت ۸؍
تمایق خطوط نویس ۱۲؍
خطوط حسن نظامی ۱۲؍
حاکم بیتی کہانیاں ۸؍
فاتح عوت اسلام ۸؍
چکبائی اور گدگدیا ۱۱؍

مولوی معشوق حسین خانصاحب بی اے

خواجہ احمد عباسی بی اے

رنگین ۱۲؍
نازنین رنگینا ۸؍
فتح اندلس ۸؍
طلوع و افول ۸؍

مسٹر امین احمد عباسی بی اے

پروفیسر عبدی دی الباندی

مساوی علم نباتی ۸؍
برکلے کا فلسفہ ۸؍
مذہب عملیات ۱۶؍

مولوی محمد حلیم انصاری

تمدن اسلام ۲ جلد ۸؍
الاسلام انطانیہ ۱۲؍
اسلام اور رسول قائم ۱۲؍
جواہر قرآنی ۸؍
جوہر قدامت ۸؍
یاسمین شام ۸؍
نورہ ۸؍

مسٹر ہجا حیندی دی

فالستان ۸؍
زہرا ۸؍
ثالث ایڈیٹر ۸؍

سید ذی الکرا شدی اخیر

صبح زندگی ۸؍
شام زندگی ۸؍
شب زندگی ۲ جلد ۸؍
توطہ زندگی ۱۲؍
منازل السائرہ ۸؍
المرہرہ ۱۲؍
عروس کربلا ۸؍
جوہر قدامت ۸؍
یاسمین شام ۸؍
نورہ ۸؍

رجسٹرڈ نمبر — بسم اللہ الرحمن الرحیم — اے ۴۷۸

الناظر

قیمت سالانہ للعموم

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

نمبر ۱۴۵ | ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۳ء | جلد ۲۵

فہرست مضامین

فیہ مافیہ
خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز
رقیب
حکومت کے وسائل آمدنی
الزابتھ کی ابتدائی زندگی
ناکام آرزو
ادبیات
سبد گل فروش
غزل نعتیہ
غزل
غزل
غزل
فریاد قیس

"چلپی" ۱
"عبداللہ" ۱۵
جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب (پنجاب) ۲۵
جناب جے۔ آر ہ راے صاحب (جرنلسٹ) ۳۲
جناب محمد عبدالمنعم صاحب سعیدی (علیگ) ۳۷
جناب مسٹر امیر حسن صاحب ناز (پنجاب) ۴۱
۴۴
جناب صاحبزادہ ولی احمد خان صاحب (جے پور) ۴۴
جناب جلیل صاحب قدوائی اوناوی (علیگ) ۴۶
جناب ماسٹر باسط صاحب پسوانی ۴۶
حضرت مولوی سید علی احمد صاحب شاد (عظیم آبادی) ۴۷
حضرت محی الدین صاحب تمنا (عمادی بہلوروی) ۴۷
حضرت حکیم افتخار علی صاحب جگر صدیقی زمیندار بسوان ۴۸

معاصرین پر تبصرہ ۵۱

کتب خانہ [illegible] عثمانیہ

الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر و پبلشر اسحاق علی علوی

زندۂ جاوید

حیات ملیت اسلامیہ کی تفسیر امام الشہدا حضرت حسین علیہ السلام کی سیرت پاک مین ایک روشن خیال خاتون الف۔ ف۔ کی تصنیف میری نظر سے گذری جو ایک پردہ نشین بیگم کی مضمون طرازی کا عمدہ نمونہ ہی۔

تمام کتب سیر مین شہادت امام مظلوم کی کوئی دوسری مثال نہین آپ نے اپنے جد امجد جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش مین پرورش پائی اور چونکہ آپ کے کوئی فرزند زندہ نہ رہے۔ اس لیے جناب حسنین رضی اللہ عنہما آپ کے بیٹون کی جگہ پر تھے۔ اس لیے حضرت حسنینؓ نے بھی تبلیغ حق مین بے مثل و بے نظیر غیرت و ہمیت سے کام لیا اور شہادت امام مظلومؓ نے مہر عالمتاب توحید و حقیقت کو تمام دنیا مین تابان و درخشان کردیا جو تا بقیام قیامت لامع رہیگا۔ امام ہمام نے میدان معرفت مین اپنی جان مال و اولاد کو قربان کردیا اور خود حیات جاوید حاصل کرکے دین اسلام کو دنیا مین اعلےٰ زندگی عنایت فرمائی۔ رباعی

شاہ است حسین بادشاہ است حسین — دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد و نداد دست در دست یزید — حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

اسی مضمون کو لائق مصنفہ نے "زندۂ جاوید" مین نہایت عمدگی و بیدار مغزی سے دلائل قطعی کے ساتھ نظم فرمایا ہی۔

نثر سلاست و فصاحت سے آراستہ اور نظم استحسان تخیلی سے پیراستہ ہی۔ امید ہے کہ ناظرین اس کے مطالعہ سے فائدہ اٹھائین گے قیمت بھی کچھ نہین صرف ۰/۵ رمین الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے مل سکتی ہی۔

نقلہ المفتخر الی لطف ربہ الصمدی
(افتخار الملت) عبداللہ المامون السہروردی

الناظر

نمبر ۱۴۵ جلد ۲۵ ماہ جولائی ۱۹۲۳ء

فیہ مافیہ

(از:- حلیمی)

طلسم سازِ فطرت کی کارفرمائیاں بھی عجیب وغریب ہوتی ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ کی پیدائش آذر بت تراش کے گھر میں ہوتی ہے۔ موسیٰ کلیم اللہ کی پرورش و پرداخت فرعون کے آغوشِ شفقت میں ہوتی ہے۔ مصلح ہند کرشن جی کا جنم ظالم و غاصب راجہ کنس کے خاندان میں ہوتا ہے۔ خدا پرست و خدا ترس ٹالسٹائے کا نشو ونما شیطان پرست و شیطان سرشت مملکت روس کی آب وہوا میں ہوتا ہے۔ موت سے زندگی پیدا کرتے رہنا، بیجان کو جاندار بناتے رہنا، ضلالت کی تاریکیوں کو ہدایت کی شعاعیں عطا کرتے رہنا اسکی قدرت وحکمت کا ایک مستقل و مستمر معجزہ ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ

آج اقبال مند و کشور کشا، روشن خیال و علم دوست یورپ، خصوصاً اُس کا پُر قوت و دنیوی اقتدار وصاحب وجاہت طبقہ جس طرح ہر نظام اسلامی کی بربادی کے درپے ہے اس کا حال

سب پر روشن ہی، لائڈ جارج و لارڈ کرزن مین قول و قرار ہو چکا ہی کہ اسلامی حکومتون کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رہین گے، ٹائمس و ڈیلی میل کے دفترون مین سرگوشیان ہو رہی ہین کہ دنیاے تمدن مین اسلامی تہذیب و شائستگی، تمدن و معاشرت کا نشان تک نہ باقی رہنے پائے، نولڈیکی و مارگولیتو کے دلون مین ٹھن چکی ہی کہ روے زمین سے اسلامی عقائد و علوم کی بیخکنی کر کے رہین گے۔ عین اس موقع پر قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ ایک بار پھر اپنا ظہور کرتی ہی، اور انھین دشمنان حق و اعداء دین کے ٹھیک وسط مین چند ایسے افراد پیدا کر دیتی ہی، جن کے ہاتھون کم از کم علوم اسلامی کی گرتی ہوئی دیوار از سر نو استحکام و استواری حاصل کرنے لگتی ہی،

قال من یحیی العظام وھی رمیم قل یحیھا الذی انشاھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم۔ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون (یٰسٓ ع ۵)

(غافل و گمراہ انسان استعجاب و انکار کے ساتھ) کہتا ہی کہ کون گلی سڑی ہڈیون کو از سر نو زندہ کریگا؟ (ای پیمبر) کہہ دو کہ وہی زندہ کریگا جس نے اول بار انھین خلق کیا تھا، اور جو ہر طرح پر پیدا کرنا جانتا ہی۔ اور وہ وہی (قادر مطلق) تو ہی جو ہرے بھرے درختون (کی رگڑ) سے تمھارے لیے آگ پیدا کرتا رہتا ہی جسے تم روشن کرتے رہتے ہو۔

پروفیسر نکلسن کا شمار اس وقت یورپ کے مشاہیر فضلاء مستشرقین مین ہی۔ وہ کیمبرج یونیورسٹی مین فارسی زبان کے استاد ہین، اور ایک مدت سے علوم اسلامی کی خدمت مین پروفیسر براؤن کے دوش بدوش مشغول ہین۔ ان کی سب سے ابتدائی تصنیف غالباً اہل عرب کی علمی تاریخ (لٹریری ہسٹری آف دی ارلبس) ہی۔ اس کے بعد سے اُن کا قلم مسلمانون کے چند مشکل علوم کی آبیاری مین مسلسل مصروف ہی، تصوف اسلام سے اُن کے قلب کو خاص لگاؤ ہی تصانیف

صوفیہ کا مطالعہ اُن کا محبوب مشغلہ ہے، اور اُن کے متعلق اُن کی تحقیقات کا سلسلہ دلی ذوق وشوق کے ساتھ جاری ہے، یہانتک کہ اُن کا قلب، باوجود فرنگی نژاد ہونے اور فرنگی آب وہوا مین نشوونما پانے کے، انوار ہدایت سے بیگانہ نہین رہا ہے، بلکہ نمایان طور پر حقائق اسلام سے متاثر ومانوس ہو چلا ہے، عربی زبان مین تصوف کی قدیم ترین تالیف، کتاب اللمع (مصنفہ شیخ ابو نصر سراج) انھین کی مساعی جمیلہ سے، بجملہ لوازم صحت وحسن طباعت کے ساتھ اور بہ اضافہ مقدمہ، فہرست مضامین، حواشی، فرہنگ وغیرہ، اہل طلب کے ہاتھون تک پہنچ سکی ہے، شیخ ہجویری (داتا گنج بخش لاہوری) کی کتاب کشف المحجوب کا انگریزی ترجمہ انھین کے قلم سعادت رقم نے کیا ہے، اقبال کا پیام حیات، جو اسرار خودی کے اوراق مین ادا کیا گیا ہے، یورپ کے کانون تک انھین نے پہونچایا۔

دیگر تصانیف ومضامین کی تعداد کثیر سے قطع نظر کرکے تصوف سے متعلق نکلسن کی خدمات ذیل خاص طور پر قابل تذکرہ ہین :-

(۱) انتخاب غزلیات شمس تبریز[1] - مولانائے رومی کی تقریباً پچاس غزلون کا خوبصورت مع مقدمۂ انتقادی، حواشی، وفرہنگ وغیرہ بعد مقابلہ نسخ متعددہ وتصحیح کامل وترجمۂ انگریزی۔

(۲) صوفیہ اسلام[2] - انگریزی زبان مین تصوف اسلام پر ایک جامع ومختصر رسالہ جمیع مسایل، مثلاً، طریقت، معرفت، عشق، وجد، کرامت، وصل وغیرہ پر اکابر صوفیہ کی تعلیمات کا خلاصہ۔

---

(1) Selections from the Odes of Shams Tabriz

(2) Mystics of Islam.

(۳) مطالعۂ تصوف اسلام[1] - اکابر صوفیہ کے کلام کے اقتباسات انگریزی زبان مین

(۴) تریاق الاشواق[2] - شیخ ابن عربی کی نظم ترجمان الاشواق اصل ترجمہ انگریزی واضافہ حواشی وغیرہ -

(۵) تصوف اسلام اور مسئلۂ عینیت شخصی[3] - طالب ومطلوب کے رابطہ درمیانی سالک وذات باری کے مابین وسیلۂ شخصی، اور تعینات مین اطلاق کی مظہریت کاملہ سے متعلق صوفیۂ اسلام کی تعلیمات کا ماحصل -

---

ان مین سے ہر خدمت بجاے خود معقول وقابل قدر تھی لیکن اب خداے کارساز نے اپنے اس بندہ کو مثنوی مولاناے رومؒ کی خدمت گذاری کے لیے انتخاب کیا ہے - مثنوی کو اسلامی لٹریچر مین جو اہمیت حاصل ہے، وہ کسی اہل نظر پر مخفی نہین - حد یہ ہے کہ مسلمان اگر قرآن مجید کے برابر کسی کتاب کو پیش کرتے ہین تو وہ یہی قرآن پہلوی" ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اس وقت کانپوری ایڈیشن کو مستثنیٰ کرنے کے بعد اس کا کوئی مستند، صحیح، وکامل مطبوعہ نسخہ موجود نہین حالانکہ کتاب ٹرکی، ایران، ہندوستان، نیز دیگر ممالک اسلامیہ مین گھر گھر پھیلی ہوئی ہے - نکلسن نے اس اہم ضرورت کو محسوس کرکے اس کی تکمیل کی جانب قدم اٹھایا ہے - مولانا کے کلام کے ساتھ انھین ابتدا ہی سے شغف رہا ہے - خدا نے اب یہ بات ان کے دل مین ڈالدی ہے کہ اس بیحیات کو اس کی صفات خالص وبے آمیز صورت مین، شفاف وخوشنما جام بلورین مین رکھکر اہل ذوق کے سامنے پیش کرین -

---

(1) Studies in Islamic Mysticism (2) Tarjuma ul Ashwaq (3) Idea of Personality in Sufi-ism.

مثنوی کے کل چھ دفتر ہین. نکلسن دو دو دفترون کو ایک ایک جلد مین شامل کرکے متن مثنوی تین جلدون مین شایع کرین گے تین ہی جلدین انگریزی ترجمہ کی ہونگی متن و ترجمہ ملاکر ۶ جلدین ہونگی. دو جلدین انگریزی مین حواشی و توضیحات کے لیے مخصوص ہونگی، ایک جلد مین انگریزی زبان مین مثنوی پر مقدمہ مولانا کی سیرت، کلام پر تبصرہ وغیرہ ہوگا. کل ۹ جلدین ہونگی اور ہر جلد کم از کم پانسو صفحہ کی ہوگی. اس ضخامت سے کام کے مہتم بالشان ہونے کا کسی قدر اندازہ ہوسکتا ہے. نکلسن مدت سے اس کام مین مشغول ہین. راقم سطور کے نام اُن کا جو تازہ گرامی نامہ وصول ہوا ہے، اُس مین یہ مژدۂ جانفزا بھی درج ہے کہ اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی، تو دفتر اول و دوم کا متن دسمبر سنہ رواں تک طبع کے حوالہ کردیا جائیگا اُسکے بعد جلد دوم مین ان دو دفترون کا ترجمہ ہوگا. اسی طرح نوبت بہ نوبت ایک ایک جلد متن و ترجمہ کی شایع ہوتی رہیگی. جو لوگ نکلسن کی پچھلی محنتون کے ثمرات سے واقف ہوچکے ہین صرف وہی سمجھ سکتے ہین، کہ مثنوی کا یہ ایڈیشن کس پایہ کا ہوگا!

کلمہ گویان جسقدر اس خبر سے مسرور ہونگے، اسی قدر انھین رشک بھی ہوگا کہ جو کام خاص اُن کے کرنے کا تھا وہ ایک فرنگی، اور ایک مسیحی کے ہاتھ سے انجام پا رہا ہے. لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی شے کا حصول محض اُس کی آرزو و خواہش کی بنا پر ممکن نہین، اہل اسلام ہون یا اہل کتاب یہ قانون سب کے لیے یکسان ہے. اصل ضرورت سعی و عمل کی ہے، نتایج ہمیشہ بہ اندازہ سعی پیدا ہونگے، توفیق الٰہی بھی ہمیشہ بہ اندازہ ہمت ہی عطا ہوگی، خوش بخت ہے وہ فرد اور وہ قوم

لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتاب (نساء، ع ۱۸)

لیس للانسان الا ما سعیٰ

جسکے حصہ مین ہمت بلند، عزم، استوار، وسعی کامل ہو، نصیب ہو وہ فرد اور وہ قوم، جسکی بلند پروازی تخیل اور منصوبہ بازی، آرزو تمنا تک محدود ہو، ام للانسان ما تمنیٰ؟

نکلسن، اہل کتاب مین ہین۔ اور اہل کتاب کا ذکر جہان جہان قرآن مجید مین آیا ہو، وہان یہ صاف ارشاد کر دیا گیا ہے، کہ ان مین اچھے اور بُرے دونون طرح کے لوگ موجود ہین، گو اچھے کم اور بُرے زائد (آل عمران۔ ع ۱۲)

ولو امن اهل الكتاب لكان خيرا لهم منهم المومنون واكثرهم الفسقون

ایک دوسری جگہ اسی مفہوم کو ان الفاظ مین ادا کیا ہو، منهم امة مقتصدة و كثير منهم ساء ما يعملون (مائدہ۔ ع ۹) لیکن ان مین سے جو اچھے ہین، اور حسن عقیدہ و حسن عمل کے لباس سے آراستہ ہین، ان کے اعمال صالحہ کو پوری مقبولیت حاصل رہیگی، اور انھین وہی سرافرازی نصیب ہوگی، جو ایک باضابطہ مسلمان کا حق ہو۔

وان من اهل الكتاب لمن يومن بالله وما انزل اليكم وما انزل اليهم خشعين لله لا يشترون بايت الله ثمنا قليلا اولئك لهم اجرهم عند ربهم (آل عمران ع ۲۰)

اہل کتاب مین ہو جو لوگ خدا پر ایمان لائے، اور (اے مسلمانو) تمھاری کتاب (قرآن) پر، اور اُس کتاب پر جو خود اُن پر نازل ہو چکی ہو، اور جو خدا سے ڈرتے ہین، اور قلیل معاوضہ پر آیات الٰہی کو فروخت نہین کرتے رہتے ہین، ان کو اپنے پروردگار کے ہان سے پورا اجر ملے گا۔

دوسری جگہ یہ وعدہ موجود ہے کہ طبقۂ اہل کتاب مین سے جو لوگ امر حق پر قائم رہین گے، اور فلان فلان اعمال حسنہ مین لگے رہین گے، اُن کا شمار صالحین مین

من اهل الكتاب امة قائمة ..... اولئك من الصالحين .....

وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ واللہ علیم بالمتقین (آل عمران، ع ۱۲)

ہوگا اور اُن کا کوئی نیک کام رائیگان نہین کیا جائے گا اور خدا تو متقین سے واقف ہی ہو

باقی اگر اہل کتاب مین اچھون کے ساتھ بُرے بھی ہین تو خود مسلمانون کا سارا گروہ کب خالص ہو۔ اور تو اور، اُن کے مجاہدین تک بھی، سب کے سب معیار خلوص پر پورے نہین اُترتے۔ بہ ظاہر جہاد مین شرکت کرنے والے بہت بڑی تعداد مین ہوتے ہین۔ لیکن کسی کی نظر مال غنیمت پر ہوتی ہے، کسی کو کسی سے کوئی ذاتی انتقام لینا ہوتا ہے کسی کے پیش نظر شہرت و ناموری ہوتی ہے۔ اِن سب کا مقصود حصول دنیا ٹھہرا

منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاٰخرۃ (آل عمران۔ ع ۱۶)

البتہ ایک جماعت ایسی بھی ہوتی ہے جو خالصۃً رضائے الٰہی کیلیے اپنی جانین قربان کرتی ہے

خدا ہر کلمہ گو کو اسی خلوص و صدق نیت کی توفیق دے۔

نکلسن اور مولانائے روم کے تذکرہ مین ذہن قدرتاً ایک اور زندہ ہستی کی جانب منتقل ہوتا ہو، جس کا اِن دونون سے گہرا تعلق ہو۔ اِس سے مراد ہندوستان کے نابغۂ ناز شاعر اقبال سے ہو، نکلسن سے اس کا تعلق تو کھلا ہوا ہو۔ یعنی اسکے اسرار خودی کی تبلیغ فرنگستان مین نکلسن ہی کی وساطت سے ہو رہی ہو۔ رہا مولانائے تعلق سو (گو بعض مدعیان سخن کو یہ حقیقت شاق گذرے) اُسکی نوعیت وہ ہو جو ایک مُرشد کامل اور اُسکے مخلص مرید کے درمیانی تعلق کی ہوتی ہو، مولانا آفتاب تھے۔ اور اقبال بدر کامل ہین۔ آفتاب جسوقت نظرون سے چھپ جاتا ہو ماہتاب اسی سے اخذ نور کرکے دنیا کو منور کرتا ہو، اور جسوقت تک آفتاب سے براہ راست استفادہ نہین ہوسکتا، ماہتاب اپنی بساط بھر اُسکی پوری نیابت کرتا رہتا ہو۔ جو

بزرگوار شاعری کو قافیہ پیمائی کا مرادف سمجھے ہوے ہین انھین بے شبہ اقبال کے کلام مین کوئی وصف مخصوص نظر نہ آتا ہوگا لیکن جن لوگون کے عقیدہ مین

شاعری جزویست از پیغمبری

شاعری ایک صنف الہام کا نام ہی، اور حقیقی شاعر، ایک معنی کرکے "پیامبر" ہوتا ہی، وہ غالباً بہ آسانی اقبال کو دور حاضر کا "پیامبر" تسلیم کرلین۔

حدیث نبوی مین وارد ہوتا ہی کہ "میری اُمت کے علما مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہونگے" بنی اسرائیل مین بہ کثرت انبیاء مبعوث ہوتے رہے، اور ظاہر ہی کہ ہر نبی جدید شریعت لیکر نہین آتا تھا، شریعت وہی قدیم رہتی تھی جدید نبی اسی کی تجدید اسی سبق کی تکرار، اور اُسی بھولے ہوے پیام کی یاد دلانے کے لیے آتا تھا شریعت مصطفوی ہر پہلو سے کامل و مکمل ہی نفس شریعت کی جملہ ضروریات کی کفیل ہی، تعینات کائنات کے جمیع اشکال و مظاہر پر حاوی ہی، اسی لیے نئی جدید شریعت کی ضرورت باقی نہین رہی، اور رسالت ختم ہوگئی لیکن اس کی ضرورت باقی ہی کہ ہر دور مین اسی "پیام آخرین" کا مقتضیات وقت کے مناسب حال اصطلاحات کے ذریعہ سے اعادہ کیا جاتا رہے۔ اس منصب نیابت نبوت پر فائز ہونے کے لیے عالم شریعت، عارف طریقت شاعر، کسی کی تخصیص نہین، جو شخص بہتر طریقہ سے اُمت اسلامیہ کو اس کا یہ "پیام کہن" زبان یا زبان عمل سے یاد دلا سکے، وہی اس منصب کا سب سے زیادہ اہل ہی، چنانچہ کبھی یہ خدمت شہید دشت کربلا حسین سید الشہدا نے انجام دی ہی، کبھی محی الدین عبد القادر جیلانی نے کبھی معین الدین سنجری اجمیری نے، کبھی ابو حامد غزالی نے کبھی جلال الدین رومی نے کبھی شیخ احمد سرہندی نے،

یہ تمام سیارہ آفتاب رسالت سے منعکس ہوکر چمکے۔ لیکن ان مین سے ہر سیارہ بجای خود ایک آفتاب ہے۔ اور اپنی نوبت مین اپنے گرد ماہتاب اور سیارون کا جمگھٹا رکھتا ہے مولانای رومؒ کا پرتو فیض سات صدیون کے بعد خاک ہند پر پڑا، اور ذرہ کو آفتاب بنا دیا۔ فطرت نے اقبال کے خمیر کو قبول فیض کے لیے انتخاب کر رکھا تھا، یہ دولت کسی اور کے نصیب مین کیونکر آسکتی تھی، نزول فیض ہوا، اور فرنگیون کی تربیت، بیرسٹری کا پیشہ، مغربیت، کے استاد ان مین سے کوئی شے سد راہ نہو سکی۔ بڑے بڑے فقہا، متکلمین، صوفیہ و زاہدان خلوت نشین منھ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے، اور یہ دولت ایک رند مشرب، فرنگیت مآب بیرسٹر کے حصہ مین آگئی۔ حبش کا باشندہ، اور وہ بھی غلام فصیح البیان ہونا الگ رہا، زبان صحیح تلفظ تک پر قادر نہین، نسباً شرفا قریش سے بدرجہا فروتر وہ آیا اور دولت سرمدی سے مالا مال ہوگیا، اور سروران کونین کے ہموطن عزیز و قریب، رؤسا و شرفا جون کے تون رہ گئے!

این سعادت بزور بازو نیست

اقبال کا جو روحانی رابطہ حضرت مولاناؒ سے ہے، اسکا اظہار انھون نے اسرار خودی مین متعدد مقامات پر اور صراحت کے ساتھ کیا ہے۔ تمہید مین فرماتے ہین ؎

باز بر خوانم ز فیض پیر روم ۔ دفتر سربستہ اسرار علوم
جان او از شعلہ ہا سرمایہ دار ۔ من فروغ یک نفس مثل شرار

آگے چل کر ؎

پیر رومی خاک را اکسیر کرد ۔ از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد
موجم و در بحر او منزل کنم ۔ تا دمے تابندہ تر حاصل کنم

پھر فرماتے ہین ؎

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے — بوسہ زن بر آستانِ کاملے
شمع خود را ہمچو رومی بر فروز — روم را در آتش تبریز سوز

تصنیف مثنوی ہی کی تحریک یون پیدا ہوئی، کہ مولانا نے عالم رویا مین آکر اُسکی تصنیف کا حکم دیا۔ ارشاد ہوتا ہے ؎

شب دلِ من مائلِ فریاد بود — خاشی از یارم آباد بود
این قدر نظارہ ام بیتاب شد — بال و پر شکست و آخر خواب شد
روے خود بنمود پیرِ حق سرشت — کو بہ حرفِ پہلوی قرآن نوشت
گفت اے دیوانۂ ارباب عشق — جرعۂ گیر از شرابِ ناب عشق
نالہ را اندازِ نو ایجاد کن — بزم را از ہاے و ہو آباد کن
خیز و جانِ نو دمیدہ ہر زندہ را — از دمِ خود زندہ تر کن زندہ را

لوہا ایک بیجان و بے حس مادہ کا نام ہی، آگ مین پڑکر وہ بھی آگ بن جاتا ہے اقبال تو بہرحال سینہ مین دل اور مُنھ مین زبان رکھتے تھے، آتشِ رومی نے انھیں گویا اور سوز دل الفاظ موزون کی شکل مین ظاہر ہونے لگا۔ اسرار خودی و رموز بیخودی دونون اسی فیض الہام کے ثمرات ہین حیات قومی کی صحیح راہبر پیام آسمانی کی صحیح ترجمان، اور شریعت آخری کی صحیح مفسر دنیا اگر ان الفاظ کو سُن کر چین بجبین ہو تو یہ کوئی انوکھی بات نہ ہوگی۔ بلکہ عین سنت الٰہی کا اعادہ اور کلام ربانی کی تصدیق کہ جب ما یاتیہم من ذکر من الرحمٰن محدث [ان (گمراہون) کے پاس کوئی جدید پیام حق،

اذا کانوا عنها معرضین	دعوت ربانی پہنچتی ہے تو یہ ہمیشہ اُس سے
(شرح وقایہ)	انکار ہی کرتے ہین،

زمانہ اس کا فیصلہ انشاء اللہ خود ہی کردیگا کہ ان الفاظ کی بنیاد مبالغہ پر ہی یا واقعیت پر

اسرار خودی کو شایع ہوے کئی سال ہوے۔ پہلے اقبال کی آیات کمال کا ابتک یہ نوشتہ ترین صحیفہ تھا لیکن حال مین اقبال کی تازہ تصنیف پیام مشرق نے طلوع ہوکر بعض حیثیات سے اپنے پیشرو کی روشنی کو بھی کسی قدر ماند کردیا ہے اور اہل نظر کے لیے اب یہ فیصلہ کسی قدر دشوار ہوگیا ہے کہ حیثیت مجموعی، افضلیت کا طرۂ امتیاز دونون مین کس کے زیب سر کیا جائے۔ اس بحث کا تفصیلی فیصلہ تو انشاء اللہ اپنے وقت مناسب پر ہوگا، سردست اس معدن حکمت کے چند جواہر ریزے ارباب ذوق کی نذر کیے جاتے ہین

کتاب کا انتساب فرمان روائے افغانستان کے نام سے کیا ہے۔ تمدید کی کشتی مین حکمت و موعظت کے وہ وہ بیش بہا موتی لگاکر پیش کیے ہین جن کی آب و تاب دین و دنیا، عبدیت و جہانبانی دونون کے راستون کو روشن کرنے کے لیے کافی ہے۔

اے ترا فطرت ضمیر پاک داد	از غم دین سینۂ صد چاک داد
تازہ کن آئین صدیق و عمر	چون صبا بر لالہ و صحرا گزر
زندگی جہد است و استحقاق نیست	جز بہ علم انفس و آفاق نیست
گفت حکمت را خدا خیر کثیر	ہر کجا این خیر را بینی بگیر
سید کل صاحب ام الکتاب	پردگیہا بر ضمیرش بے حجاب

گرچہ عینِ ذات را بے پردہ دید — مرتبِ زدنی از زبان او چکید
مرشدِ رومی، حکیمِ پاک زاد — سرِ مرگ و زندگی بر ما کشاد
"بر ہلاکِ اُمتِ پیشین کہ بود — زانکہ بر جندل گمان بردند عود"
سروری در دینِ ما خدمتگری ست — عدلِ فاروقی و فقرِ حیدری ست
در ہجومِ کارہائے ملک و دین — با دلِ خود یک نفس خلوت گزین

فلسفۂ حکومت، اصولِ سیاست، آئینِ جہانبانی، سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اُسوۂ صحابہ کی روشنی میں قدم اُٹھایا جائے، اور قلب محبتِ ذاتِ اقدس خاتمِ رسل سے سرشار و سرمست ہو جائے ؎

آن مسلمانان کہ میری کردہ اند — در شہنشاہی فقیری کردہ اند
در امارت فقر را افزودہ اند — مثلِ سلمان در مدائن بودہ اند
حکمرانے بود و سامانے نہ داشت — دست او جز تیغ و قرآنے نہ داشت
ہر کہ عشقِ مصطفےٰ سامان اوست — بحر و بر در گوشۂ دامان اوست
سوزِ صدیقؓ و علیؓ از حق طلب — ذرّۂ عشقِ نبی از حق طلب
زانکہ ملت را حیات از عشق اوست — برگ و ساز کائنات از عشق اوست
روح را جز عشق او آرام نیست — عشق او روزے ست کو را شام نیست

اصل کتاب چار حصوں میں منقسم ہے۔

۱) لالہ طور (صـ۳ تا صـ۸۰)، جو ۱۵۵ رباعیات کا مجموعہ ہے۔

(۲) افکار۔ (صـ۸۳ تا صـ۱۲۴)، جسمین مختلف عنوانات پر حکیمانہ اظہار خیال ہی، مثلاً شبنم، بہار تہذیب، حکمت و شعر، بہشت، زندگی، دنیاے عمل، وغیرہ۔

(۳) مئے باقی (صـ۱۲۷ تا صـ۱۶۴) مجموعۂ غزلیات ہی۔

(۴) نقش فرنگ (صـ۱۶۷ تا صـ۲۰۰) اہل مغرب کے جواب مین ہی،

اِن مین سے رباعیات و غزلیات کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

رباعیات

(۱) سفالم را مئے از جام جم کرد　　درون قطرہ ام پوشیدہ یم کرد
خرد اندر سرم تبخانۂ ریخت　　خلیل عشق دیرم را حرم کرد

(۲) چو در جنّت خرامیدم پس از مرگ　　بہ چشمم این زمین و آسمان بود
شکے با جان حیرانم در آویخت　　جہان بود آن کہ تصویر جہان بود

(۳) گریز از آخر از عقل ذو فنون کرد　　دل خود کام را از عشق خون کرد
ز اقبال فلک بیگانہ چہ پرسی　　حکیم نکتہ دان ما جنون کرد

غزلیات

(۱) آشنا ہر خار را از قصۂ ما ساختی　　در بیابان جنون بردی و رسوا ساختی
جرم ما از دانۂ تقصیر او از سجدۂ　　نے بہ آن بیچارہ می سازی نہ ما ساختی
صد جہان می روید از کشت خیال ما چو گل　　یک جہان و آن ہم از خون تمنا ساختی
طرح نو افگن کہ ما جدت پسند افتادہ ایم　　این چہ حیرت خانۂ امروز و فردا ساختی

(۲) تیر و سنان و خنجر و شمشیر م آرزوست　　با من میا کہ مسلک شبیر م آرزوست
از بہر آشیانہ خس اندوزیم نگر　　باز این نگر کہ شعلۂ درگیر م آرزوست

گفتند لب ببند و ز اسرار ما مگو — گفتم کہ خیبر نعرۂ تکبیر ما آرزوست
گفتند ہر چہ در دلت آید ز ما بخواہ — گفتم کہ بے حجابی تقدیر ما آرزوست

(۳) صد نالۂ شبگیر ے صد صبح بلا خیزے — صد آہ شرر ریزے یک شعر دلآویزے
در عشق ہوسناکی دانی کہ نفاقت چیست — آن تیشہ فرہادے این جملہ پرویزے
با پرد گیان برگو کاین مشت غبار من — گردے ست نظر بازے خاکے ست نگہ خیزے
مطرب غزلے بیتے از مرشد روم آور — تا غوطہ زند جانم در آتش تبریزے

خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز

(از: علامہ اقبال)

من بدامان معین الدین حسن دستے زدم — شد من خواجہ من خضر من مولائے من

امام ارباب طریقت پیشوائے اصحاب حقیقت مستغرق ذات ذوالجلال ناطق بہ لسان احوال طوفان ضلالت کی کشتی خواجہ معین الحق والدین چشتی قدس سرہ العزیز اولیا، کبار و عارفت صاحب اسرار مین سے تھے آپکے والد ماجد کا اسم مبارک غیاث الدین حسن سنجری تھا، آپ کے کمالات بہ کثرت اور خوارق عادات شمار سے خارج ہین۔ نکات حقائق توحید مین آپ کو ایک بہت عالی مقام حاصل تھا اور آپ بارگاہ حق کے مقربان خاص اور محشان ذوا اختصاص مین سے تھے آپ کی شان نہایت عظیم اور حال بغایت قوی تھا۔ آپ کے جمال حال پر جس کسی کی نظر پڑتی۔ وحدانیت حق اور رسالت جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرنے لگتا۔ ہندوستان مین آپ کی ذات بابرکت سے خلق اللہ مقید سے ذات مطلق کی طرف مائل ہوئی۔ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ کے آپ بعینہ مصداق تھے ؎

از فیض او بجاے صلیب و کتابیا — در دار کفر مسجد و محراب و منبر است

آنجا کہ بود نعرۂ ذیا دشرکان — اکنون خروش نعرۂ اللہ اکبر است

۵۳۷ھ (بحساب تاریخ وفات مندرجہ کمالات الصادقین ۵۳۳ھ) مین آپ دیار سجستان مین بمقام سنجر پیدا ہوے۔ صاحب اسرار العارفین مین ہے کہ جب آپ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ایک باغ اور ایک پن چکی میراث مین ملی جس سے خاندان کی پرورش ہوتی تھی، صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہین کہ اس مقام پر ایک مجذوب بزرگ ابراہیم نام تھے۔ ایک روز خواجہ کے باغ مین اُن کا گذر ہوا۔ آپ نے نہایت تعظیم و تکریم سے ایک درخت کے نیچے بٹھایا اور ایک خوشہ انگور پیش کیا۔ مجذوب صاحب کی توجہ کچھ ایسی پڑی کہ دنیاے دنی سے دل سرد ہوگیا اور تمام اہل و اسباب کو خیرات کرکے بحالت تجرید آپ نے سفر اختیار کیا۔ سمرقند و بخارا مین کچھ مدت رہے وہان حفظ قرآن فرمایا اور علم ظاہری حاصل کیا۔ لیکن اس علم ظاہری مین کشود کار جسکی تہ مین تھی نہ ملی آخر عراق عرب کا قصد فرمایا اور قصبہ ہارون نواحی نیشاپور مین حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی

قدمبوسی نصیب ہوئی اور اُن سے بیعت فرمائی۔ مگر انیس الارواح مین آپ خود تحریر فرماتے ہین کہ خواجہ عثمان ہارونیؒ سے بغداد مین شرف خدمت حاصل ہوا اور بیس سال آپ کی خدمت مین رہ کر سفر صوری و معنوی کی طرح طرح کی منزلین طے کین۔ اسی زمانہ مین حضرت خواجہ عثمانؒ نے آپ کو سعادت خرقہ خلافت سے مشرف فرمایا۔ مولانا عبدالرحمن چشتی مرآۃ الاسرار مین لکھتے ہین کہ آپ نے قصبہ سنجاب مین شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ العزیز سے بھی ملاقات فرمائی ہی اور دو ڈھائی مہینہ اُن کی صحبت مین بھی رہے، اور قصبہ جیل مین جو کوہ جودی کے دامن مین بغداد سے سات روز کے فاصلہ پر تھا وہان جاکر حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملے ہین۔ مگر غالباً یہ صحیح نہین ہی، اسلئے کہ حضرت بڑے پیر صاحب قدس سرہ العزیز کی وفات ۵۶۱ھ مین واقع ہوئی ہی اور بیان مذکورۂ بالا کے بموجب حساب لگایا جائے تو حضرت خواجہ بزرگؒ ۵۳۶ھ مین تولد ہوئے اور ۱۵ سال کی عمر مین والد کا انتقال ہوا جسکے بعد آپ گھر سے نکلے اور بیس برس اپنے پیر و مرشد کی خدمت مین رہے تو قطع نظر چند مدت کے جو پیر کی خدمت تک پہونچنے مین اور والد ماجد کی وفات کے بعد گھر مین گذری صرف یہی زمانہ ۵۶۱ھ تک پہونچا دیتا ہی مرآۃ الاسرار کے الفاظ یہ ہین کہ "مدت پنجاہ و ہفت روز در صحبت وی (یعنی حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز) بازد درمیان یکدیگر خیلی صحبت گرم و محرمانہ واقع شد" یہ زمانہ حضرت پیر و مرشدؒ سے کمالات باطنی حاصل فرمانے کے بعد ہونا چاہیے۔ یہ بھی کہا جاتا ہی کہ آپ کو باون سال کی عمر مین حضرت پیر و مرشد قدس سرہ العزیز سے خرقہ خلافت ملا ہے جو صاحب مرآۃ الاسرار کے متذکرہ بالا بیان سے اختلاف رکھتا ہی۔ بہرحال کسی حساب سے حضرت غوث الاعظم قدس سرہ العزیز کی ملاقات ممکن نہین معلوم ہوتی ہی۔

بغداد مین آپ کی ملاقات حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردیؒ سے ہوئی صاحب مرآۃ الاسرار فرماتے ہین کہ ایک عرصہ تک آپ کی صحبت مین قیام فرمایا۔ شیخ اوحدالدین کرمانیؒ سے بھی بغداد مین ملاقات ہوئی، مگر یہ زمانہ شیخ کے ابتدائے سلوک کا تھا، حضرت خواجہ بزرگؒ نے شیخؒ پر کچھ توجہ بھی فرمائی۔ اور خرقہ بھی عطا فرمایا ہی، اسی طرح شیخ شہاب الدین سہروردیؒ بھی مبدأ احوال مین آپ سے ملے ہین بغداد ہی مین مسجد امام ابولیث سمرقندی مین خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ حاضر ہوکر مشرف بہ بیعت ہوئے۔ یہان سے حضرت خواجہ بزرگؒ ہمدان تشریف لے گئے۔ وہان حضرت شیخ یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز

ملاقات فرمائی۔ وہان سے تبریز تشریف لے گئے اور حضرت شیخ ابوسعید تبریزی رح سے ملے اور اصفہان مین حضرت شیخ محمود اصفہانی رح سے ملاقات فرمائی۔

تبریز سے آپ نے مہنہ کی طرف رُخ فرمایا اور مرقد مبارک حضرت ابوسعید ابوالخیر رح سے بہرہ مند ہوے۔ اور پھر خرقان تشریف لے گئے اور حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رح کے مزار پاک کی زیارت فرمائی اور اس نواح مین تقریباً دو سال بسر کیے۔ پھر استرآباد تشریف لائے جہان شیخ ناصرالدین استرآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی، حضرت شیخ ناصرالدین رح بہت معمر بزرگ تھے ایک سو سات سال کی عمر تھی۔ اور دو تین واسطون سے حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رح تک آپکا سلسلہ پہونچا تھا اور حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رح اور حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رح کو بھی آپ نے دیکھا تھا۔ کچھ دنون یہان رہ کر حضرت خواجہ بزرگ رح نے ہرات کا قصد فرمایا۔ ایک عرصہ تک حضرت اس نواح مین رہے دن کو مشایخین وقت کی زیارت فرماتے اور شب بقعہ متبرکہ شیخ عبداللہ انصاری رح مین بسر فرماتے اور اکثر صبح کی نماز عشا کے وضو سے ادا فرماتے۔ جب لوگون کو آپ کے حالات کی اطلاع ہوئی اور رجوق جوق آنے لگے تو آپ نے سبزوار کا قصد فرمایا۔ یہان کا حاکم محمد یادگار نامی بڑا فاسق و فاجر و ظالم مشہور تھا۔ خدائے بزرگ و برتر نے اُس شخص کو آپ کے دست مبارک پر توبہ عطا فرمائی اور اپنی محبت کا جام پلاکر یادگار زمانہ بنادیا۔ صاحب سیر العارفین نے حصار شادمان مین اس شخص کے مزار کی زیارت فرمائی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

سبزوار سے حضرت خواجہ رح نے بلخ کا رُخ فرمایا اور وہان کے بزرگون کی زیارت فرمائی۔ اور حضرت شیخ احمد خضرویہ رح کی روحانیت مبارک کی محبت کی وجہ سے کچھ عرصہ تک یہان مقیم رہے اور مولانا ضیاء الدین حامد حکیم بلخی کو جو ارباب تصوف کے بالکل معتقد نہ تھے ہدایت فرمائی۔ آپ کی برکت سے مولانا کا سینہ ظلمت اعتراض و خیالات دراز کار سے پاک ہوگیا اور نور معرفت و توحید کی تجلی پرتو فگن ہوئی۔ مولانا ضیاء الدین کو تربیت فرماکر آپ نے وہین رہنے کا حکم دیا اور خود غزنی کی جانب متوجہ ہوے اور شمس العارفین حضرت شیخ عبدالواحد قدس سرہ سے ملاقات فرمائی۔ غزنی سے حضرت نے لاہور کا قصد فرمایا اور مرقد مبارک حضرت پیر علی ہجویری داتا گنج بخش رح کے مزار اقدس کی زیارت فرمائی اور کسی قدر یہان قیام بھی فرمایا۔ حضرت شیخ زنجانی رح اسوقت تک بقید حیات تھے آپ مین اور حضرت خواجہ رح مین باہم بیحد محبت ہوگئی۔ کچھ عرصہ تک آپ کی صحبت مین رہ کر حضرت خواجہ بزرگ رح نے دہلی کا قصد فرمایا جہان کا

اس وقت رائے پتھورا حاکم تھا۔ چند ماہ دہلی مین حضرت کا قیام رہا۔ صاحب سیر العارفین کہتے ہین کہ حضرت کی قیام گاہ اس مقام پر تھی جہان شیخ رشید کی آجکل قبر ہی، ایک روز ایک ہندو بغل مین چھری دبا کر آپ کے شہید کرنے کو آیا۔ حضرت خواجہ رح نے فراست باطنی سے سب حال دریافت کر کے فرمایا کہ اس چھری سے کیون نہین کام لیتے ہین موجود ہون۔ یہ سنتے ہی اُسکے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور چھری کو پھینک کر آپکے پیرون پر گر پڑا اور مشرف باسلام ہوا۔ صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہین کہ ازان روز بیکبار خلق روی آورد و بشرف اسلام بہرہ مند می گشت۔" کلمات الصادقین مین ہی کہ ایک روز حضرت خواجہ بتکدہ کی طرف تشریف لے گئے۔ رات بت پرست وہان مشغول بہ عبادت تھے جسوقت آپ کے جمال مبارک پر نظر پڑی بے طاقت ہو گئے، اور سر قدمون پر ڈال دیا اور اسلام قبول کیا۔ آپ نے ہرک کا نام حمید الدین رکھا۔ چنانچہ اُنھین ہفت اشخاص مین شیخ حمید الدین ناگوری یہی تھے۔ جب دہلی مین خلق کا اژدہام بہت ہونے لگا تو آپ نے یہان سے اجمیر کا قصد فرمایا۔ یہان اجمیر مین جیپال جوگی کا واقعہ پیش آیا جو رائے پتھورا کا گرو تھا، جوگی مذکور حضرت کی کرامات اور کمالات کو دیکھکر بہ کمال صدق مشرف باسلام ہوا، سیر الاولیا مین ہی کہ آپ نے رائے پتھورا کے پاس ایک مسلمان کی سفارش کی تھی جو آپ کے وابستہ دامنون مین سے تھا۔ رائے مذکور نے انتہائی تکبر سے سخت جواب کہلا بھیجا کہ یہ شخص یہان آکر بیٹھا ہی اور غیب کی باتین منھ سے نکالا کرتا ہی۔ آپ کے سمع مبارک تک یہ خبر پہونچی جسپر سُن کر کسی قدر طیش حضور کو آیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ ہم نے پتھورا کو زندہ پکڑ کے لشکر اسلام کے حوالہ کر دیا۔ قضا کار اُسی زمانہ مین معز الدین سام عرف شہاب الدین غوری کا اس طرف حملہ ہوا اور پتھورا زندہ اسکے ہاتھ گرفتار ہو کر مارا گیا،

اب ہندوستان مین سلطنت اسلام کا آفتاب طلوع ہونے لگا، جب شہاب الدین غوری کی شہادت کے بعد قطب الدین ایبک اورنگ نشین دہلی ہوا، اُس نے میر سید حسین مشہدی کو جو سید خنگ سوار کے نام سے مشہور ہین اجمیر کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ سید صاحب کو آپ سے کمال عقیدت تھی۔ سیر العارفین مین ہی کہ اس گرد و نواح کے اکثر آدمی سید صاحب کی کوشش سے حضرت خواجہ بزرگ رح کی خدمت مین حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور ہر چہار طرف سے اہل ہنود آپ کی کرامتین اور خوارق عادات دیکھ دیکھ کر جوق جوق آتے جاتے اور مشرف باسلام ہوتے جاتے تھے۔

لیکن آپ کی نظر مبارک یھدی اللہ من یشاء ویضل من یشاء کی طرف تھی اور کسی شخص کو ایک عقیدہ کے ترک کرنے اور دوسرے کو اختیار کرنے کے لیے اپنی طرف سے کچھ نہین فرماتے تھے صرف وہی جو اخلاص کی راہ سے حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوتا اُسی کو داخل زمرۂ اہل اسلام فرماتے اور احکام شریعت اسلام تلقین فرماتے تھے لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لانفصام لہا واللہ سمیع علیم۔ یہ آپ کا عمل تھا۔ صاحب مراۃ الاسرار بہ تاکید فرماتے ہین کہ "ہر کہ از خود اظہار ازین معنی نمی کرد۔ دیر امر اجم نمی شد" ہر فرقہ والے سے آپ بتواضع کمال پیش آتے تھے خواہ وہ ہندو ہوتا یا مسلمان خویش ہوتا یا بیگانہ جمیع ملل و ادیان کے پیرو آپ سے تولا رکھتے اور آپ کے مشاہدہ سے فیضیاب ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ کے انفاس مبارک کی برکت سے استعداد صاحب ولایت پیدا ہوے ہین کہ ہندوستان کا تقریباً ہر شہر ان سے آباد ہوا اور جس قسم کے تصرفات آپکے زمانہ حیات مین ذات مبارک سے صادر ہوتے رہتے تھے اب بعد ممات بھی اسی طرح صادر ہوتے رہتے ہین ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد　　چراغ مقبلان ہرگز نمیرد

سید حسین مشہدی المعروف بہ سید خنگ سوار کفار کے ہاتھ سے قلعہ بہتلے مین شہید ہوکر وہین دفن ہوے اور قطب الدین ایبک بھی یہین سال حکومت کرکے ۶۰۷ھ مین رہگزای عالم جاودانی ہوا اور سلطان شمس الدین التمش اسکی جگہ اورنگ دہلی پر متمکن ہوا۔

اکبرنامہ اور اقبال نامہ جہانگیری مین ہے کہ آپ کے کوئی اولاد نہین ہوئی لیکن صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہین کہ پیران چشت کے ملفوظات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شادی کی تھی اور آپ کی اولاد بھی ہوئی تھی چنانچہ سلطان الناسکین شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کے خلیفہ تھے فرماتے ہین کہ ایک رات حضرت نے جناب پیغمبر خدا صلعم کو خواب مین دیکھا کہ فرماتے ہین اے معین الدین تم ہمارے دین کے معین ہو لیکن ہماری سنتون مین سے ایک سُنّت تم نے ترک کردی ہے، صبح ہوئی تو قطع قلعہ بہتلے جسکا نام ملک خطاب تھا اور آپ کا مرید تھا حاضر ہوا اور ایک راجہ کی لڑکی جو جنگ مین گرفتار ہوکر آئی تھی آپ کی خدمت مین پیش کی آپ نے

قبول فرماکر بی بی امتہ اللہ نام رکھا اور اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ ان سے بی بی حافظ جمال تولد ہوئین چند روز بعد سید حسین مشہدی المعروف بہ سید خنگ سوار کے چچا سید وجیہ الدین حضرت امام جعفر صادق کے ارشاد کے بموجب حاضر ہوے اور اپنی لڑکی کو جسکا نام بی بی عصمت تھا آپکے حبالہ عقد مین دیا اُن سے دو صاحبزادے تولد ہوے۔ ایک شیخ فخر الدین۔ دوسرے شیخ حسام الدین۔ آخر الذکر بچپن ہی مین ابدالون کے زمرہ مین شامل ہوکر غایب ہوگئے اور اُن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اول الذکر صاحبزادے نے جو آپ کے محبوب ترین فرزندون مین سے تھے موضع ماندن مین جو اجمیر کے قریب ہی اقامت وسکونت اختیار فرمائی اور کسب زراعت مین مشغول رہے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ کی وفات کے بعد بیس سال اور زندہ رہکر قصبہ سرداریں جو اجمیر شریف سے سولہ کوس کے فاصلہ پر ہی وفات پائی اور وہین حوض کے نزدیک دفن ہوے۔ آپ کے صاحبزادے شیخ حسام الدین سوختہ بن شیخ فخر الدین بھی جمیع کمالات انسانی سے آراستہ تھے اور حضرت سلطان المشایخ قدس سرہ العزیز کے ہمعصر تھے۔ حضرت خواجہ بزرگ کی صاحبزادی بی بی حافظ جمال بھی صاحب کمالات عالیہ اور بڑی عارفہ وکاملہ تھین آپ کی تربیت خود حضرت خواجہ بزرگ نے فرمائی تھی۔ اور حضرت کے مرقد مبارک کے پائین آپ کا مزار ہی متبرک وزیارتگاہ خلق ہے۔ شیخ حسام الدین سوختہ کے دو فرزند خواجہ معین الدین خورد اور خواجہ قوام الدین بھی عارف وکامل گذرے ہین۔ اول الذکر صاحبزادے کی اولاد مالوہ کی طرف چلی گئی اور وہین متوطن ہوئی اور دوسرے صاحبزادے کی اولاد اجمیر شریف ہی مین سکونت پذیر ہی۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہین کہ دوسری مرتبہ جب ۱۰۶۵ھ (ایک ہزار پینسٹھ ہجری) مین اجمیر شریف جانیکا اتفاق ہوا تو اُس وقت شیخ علاء الدین مسند سجادہ پر متمکن تھی اور نہایت خلق وزہد وصلاح وبزرگی سے آراستہ تھی۔ آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز کا سلسلۂ نسب چند واسطون سے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہی۔ مریم زمانی جہان آرا بیگم جو صاحبقران ثانی شاہجہان بادشاہ غازی کی صاحبزادی تھین اپنی تصنیف رسالہ مونس الارواح مین حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز کی سیادت کو ثابت کرتی ہین۔ لیکن پیران چشت رضی اللہ علیہم اجمعین کی تصانیف مین یہ مقام نظر سے نہین گذرا۔ بہرحال حسب فحواے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ولدی من سلك طریقی آپ کے فرزند معنوی ہونے مین کوئی شبہ نہین کر سکتا۔

ملفوظات خواجگان چشت (قدس اسرارہم) سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت خواجہ بزرگ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ مین بھی دو مرتبہ دہلی تشریف لائی تھین۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار مین فرماتے ہین کہ خواجہ کی وفات چھٹی رجب ۶۳۳ھ مین واقع ہوئی۔ بعض کا قول ہی کہ اسی سال دی الحجہ مین آپ نے وفات پائی ہی۔ مگر یہ صحیح نہین ہی۔ اجمیر شریف جہان آخری زمانہ مین آپنے اقامت اختیار فرمائی تھی وہین مدفون ہوے والی الان یذار و یتبرک۔

خواجہ قطب الاسلام بختیار بن احمد بن موسی اوشی رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل العارفین مین آپکے کلمات طیبات کو جو فقرہ صواب۔ اوراد و سلوک مین ہر درج فرمایا ہی۔ ان مین سے بعض ناظرین کے استفادہ کے لیے ذیل مین ترجمہ کیے جاتے ہین۔

آپ فرماتے ہین کہ پیر مشاطہ مرید ہی۔ مرید کو پیر جس چیز کی ترغیب دیگا اسکی تکمیل احوال کے لیے دیگا۔ آدمی منزلگاہ قدس مین تقرب نہین حاصل کر سکتا مگر نماز کی حالت مین اس لیے کہ نماز معراج مومنین ہی نماز ایک بھید ہی جو بندہ اپنے پروردگار سے کہتا رہتا ہی۔ آپ فرماتے ہین کہ عارف وہ شخص ہی کہ جنگلی عالم کو جانے اور عقل کے صد ہزار موتی باہر نکالے اور تمام دقائق محبت کا جواب دے اور ہر وقت بحر معنی مین شناوری کرتا رہے تاکہ اسرار و انوار الٰہی کا کوئی موتی ہاتھ لگجائے عارف ہمہ وقت ولولۂ عشق مین رہتا ہی اور خداے جل وعلی کی قدرت کے تماشے مین متحیر رہتا ہے اگر کھڑا ہے تو دوست ہی کے خیال مین ہی۔ بیٹھا ہی تو اُس کا ذکر کر رہا ہی۔ سوتا ہی تو دوست ہی کے خیال مین متحیر ہے اور اگر بیدار ہی تو دوست کے حجاب عظمت کے گرد طواف کر رہا ہی۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ محبت مین صادق کون ہی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ہی جو دوست کی بھیجی ہوئی بلا کو طوع و رغبت کے ساتھ قبول کرے۔ ایک مجلس مین مولانا بہاء الدین بخاری اور حضرت وجیہ الدین کرمانی بیٹھے ہوے تھے صدقہ کا ذکر آیا تو آپنے فرمایا کہ جو کوئی بھوکے کو کھانا کھلائیگا۔ اللہ جل شانہ اسکے اور دوزخ کے درمیان سات حجاب پیدا کر دے گا کہ ایک ایک پانسو برس کی راہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی جھوٹی قسم کھاتا ہی اپنی جان و مال کو ویران کرتا ہی اور اسکے گھر سے برکت کا ذخیرہ

اُٹھ جاتا ہو ایک مجلس مین شیخ جلالؒ و شیخ علی سنجریؒ و شیخ محمد اوحد حشتیؒ اور دیگر بزرگ حاضر تھے آپ نے فرمایا کہ پانچ چیزین ایسی ہین کہ ان مین سے ہرایک کی طرف نظر کرنا عبادت ہو، اول ماں باپ کا چہرہ کہ اولاد کے لیے اس کا دیکھنا عبادت ہو، دوم مصحف۔ سوم علمای دین کی طرف نظر کرنا۔ چہارم خانۂ کعبہ کو دیکھنا۔ پانچوین اپنی پیر کے چہرۂ مبارک کو دیکھنا۔ یہ پانچون عبادت ہین۔ ایک مجلس مین شیخ برہان الدین حشتی۔ شیخ محمد صفاہانیؒ اور دیگر درویش مسجد جامع بغداد مین حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کون سی چیز ہو کہ خدائے جل و علی کی قدرت مین نہین ہو؟ پس انسان کو چاہیے کہ اُسکے احکام کی تعمیل مین تقصیر نہ کرے۔ پھر جو چاہیگا وہ ہوگا۔ ایک دوسری مجلس مین شیخ اوحدالدینؒ کرمانی شیخ واحد برہان غزنویؒ۔ خواجہ سلیمانؒ۔ عبدالرحمنؒ اور چند کس دیگر درویش حاضر تھے آپنے فرمایا کہ عاشق کا دل محبت کا آتشکدہ ہوتا ہو، جو چیز اسمین آتی ہو اُسے جلاڈالتا ہو، آتش محبت سے زیادہ تیز کوئی اور آگ نہین، پھر یہ حکایت فرمائی کہ ایک شب حضرت رابعہ بصریؒ کا غلبۂ شوق و اشتیاق عشق سے بے تاب ہوکر الحریق الحریق چلانے لگین۔ بصرہ کے لوگون نے سمجھا کہ شاید گھر مین آگ لگ گئی ہو جسے بجھانا چاہیے۔ اندر آئے تو کہین آگ کا نشان بھی نہ تھا، حضرت رابعہ آتش عشق کی سوزش سے الحریق الحریق کہ رہی تھین ان غریبون کو کیا خبر۔ اسی محل مین فرمایا کہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ جسطرح سانپ کینچلی سے نکل آتا ہو مین نے اسی طرح اپنی خودی سے باہر آکر دیکھا تو عاشق و معشوق و عشق تینون کو ایک ہی پایا۔ آپ نے فرمایا کہ اہل سلوک کے نزدیک عجب ریا گناہ سے بدتر ہے ایک بار آپنے ہائے ہائے کرکے فرمایا کہ اس راہ مین بہت سے مرد عاجز رہ گئے ہین اور بہت سے عاجز مردون کے مقام پر پہونچ گئے ہین۔ کسی مسلمان بھائی کو بیحرمت و خوار کرنا اتنا نقصان پہنچاتا ہو کہ کوئی گناہ اتنا نقصان نہین پہنچا سکتا، پھر ایک بزرگ کا قول بیان فرمایا کہ اہل دنیا راہ دنیا مین معذور ہین۔ اور اہل آخرت دوستی حق کی مسرت مین مسرور ہین۔ لیکن اہل معرفت نورٌ علیٰ نور ہین۔ اور یہ ایک ایسا بھید ہو جسے صرف اہل سلوک جانتے ہین۔ اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے اور عارف کا کمال یہ ہے کہ راہ دوست مین اپنے آپ کو جلاڈالے۔ پھر فرمایا کہ آب روان کو نہین دیکھتے کہ کس طرح شور کرتا رہتا ہو اور جب سمندر مین جا ملتا ہو تو خاموش ہوجاتا ہو۔ یہی حال اہل عشق کا ہو کہ جب معشوق سے ملجاتے ہین اُس وقت خاموش ہوجاتے ہین۔ ایک مجلس مین نیک لوگون کی صحبت کا

ذکر ہوا۔ آپ نے یہ حدیث مبارک ارشاد فرمائی الصحبۃ تؤثر فی صحبت اثر ہاست۔ اگر کوئی بُرا آدمی بھی نیکون کی صحبت مین بیٹھے گا تو امید ہے کہ نیک ہو جاوے گا اور اگر نیک آدمی بروں کی صحبت اختیار کرے گا تو خود بد ہو جائیگا۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ شبلی کی مجلس مین ایک شخص نے حاضر ہو کر پوچھا کہ علامت شقاوت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ کام کرکے قبولیت کی امید رکھنا۔ حاذا الدعا۔ پھر ایک شخص نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ اس جہان مین سب سے زیادہ بزرگ شے کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عالم کہ علم (الٰہی) کی باتین کرے وہ مرد کی طرح سے پاک ہو اور وہ عبادت کہ ہمیشہ دوست کا ذکر کرتا رہے۔

ایک مجلس مین مولانا بہاء الدین صاحب تفسیر اور شیخ اوحد کرمانی اور چند اور درویش حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ عارفون کا توکل یہ ہے کہ خدا سے بزرگ کے سوائے کسی اور پر بھروسہ اور التفات نہ کرین۔ درحقیقت متوکل وہ ہے کہ جو رنج و مؤنت خلق کی طرف سے اُسے پہونچے اسکی نہ کسی سے شکایت کرے اور نہ حکایت آپ نے فرمایا کہ اس راہ مین دو چیزون پر قرار پکڑنا چاہیے۔ ایک ادب عبودیت ہے دوم تعظیم حق معرفت۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دل ایسا ہونا چاہیے کہ اپنے احوال سے فانی اور مشاہدہ دوست مین باقی رہے اور حق تعالیٰ اُس کے اعمال پر مستولی رہے۔ پھر آپنے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے غافل اس سفر کے لیے جو سامنے ہے (یعنی مرگ) توشہ تیار کر۔ اور فرمایا کہ فاضلترین اوقات یہ ہین کہ وسواس نفس سے تجھے نجات مل جاوے اور لوگون کو تجھسے امان رہے۔ آپ نے فرمایا کہ مین نے خواجہ عثمان ہارونی سے سنا ہے۔ فرماتے تھے کہ خدا سے جل جلالہ کے ایسے بھی دوست ہین کہ اگر ایک لمحہ اس دنیا مین اس سے محجوب ہو جائین تو نابود ہو جائین۔ اور جس شخص مین یہ تین خصلتین ہون سمجھنا چاہیے کہ خدائے بزرگ و برتر اُسے دوست رکھتا ہے اول سخاوت جون سخاوت دریا دوم شفقت جون شفقت آفتاب سوم تواضع جون تواضع زمین آپ نے ایکبار فرمایا کہ خواجہ عثمان ہارونی سے مین نے سنا ہے کہ مرد مستحق فقر اسوقت ہوتا ہے کہ اس عالم فانی مین اُس کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔

آپ نے فرمایا کہ محبت کی نشانی یہ ہے کہ اطاعت کرتا رہے اور ڈرتا جاوے کہ کہین نکال نہ دین۔ آپ نے فرمایا کہ عارف کا کمترین پایہ درجہ یہ ہے کہ صفات حق بدرجہ کمال اسمین پیدا ہو جائین فرمایا کہ سالہا سال

اس کام کی مجاوری مین گذر گئے مگر سوائے ہیبت کے کچھ ہمارے نصیب مین نہ آیا۔ پھر فرمایا کہ عارف کی نشانی یہ ہے کہ خاموش و اندوہگین رہے۔ اور درویش وہ شخص ہے جو کوئی حاجت لائے محروم نہ نہ جانے پائے۔ فرمایا کہ اس جہان مین عزیز ترین یہ ہے کہ درویش درویشون کے ہمراہ مل کر رہے اور بدترین چیز یہ ہے کہ درویش درویشون سے جُدا ہو جاے اور علامت عارف یہ ہے کہ موت کو دوست رکھے اور راحت و انس کو ذکر مولی مین ترک کر دے۔ پھر فرمایا کہ اہل محبت وہ لوگ ہین کہ بواسطہ استاد دوست کے کلام کو سُنتے ہین۔ فرمایا کہ علم ایک بحر محیط ہے اور معرفت اس بحر محیط کا ایک دریا ہے پس خدا کہان اور بندہ کہان۔ خدا کے لیے علم سزاوار ہے اور بندہ کے لیے معرفت۔ للہ در قائل۔

یارب چہ کشائندۂ ہر بند توئی — بیرون ز عبارت چہ و چند و چوئی
این عزتِ من بس کہ منم بندۂ تو — وین دولت من بس کہ خداوند توئی

"عبد اللہ"

رقیب

لغت مین لفظ رقیب کے معنی نگہ بان پاسبان اور اُن دو شخصون کے ہین جو کسی ایک ہی مطلوب کے طالب و شیدائی ہون بعض وقت دیگر حالات مین بھی یہ لفظ اطلاق پاتا ہو۔ جیسے

"شادم کہ از رقیبان دامن فشان گزشتی"

"وہ تو میرا رقیب ہو"

"اگر تم میری رقابت مین ہو تو کیا کہنے"

"یہ آپ کی رقابت کا اثر ہو"

"وہ تو کشتۂ رقابت ہو"

اِس قسم کے فقرات مین کبھی کوئی مطلوب مراد ہوتا ہو اور کبھی کوئی اور حقیقت یا کوئی اور معاملہ بھی۔

ایک مطلوب اور دو طالبون کی صورت مین یہ لفظ اِس واسطے اطلاق پاتا ہو کہ فرط محبت سے گویا دونون اس مطلوب کے اپنے اپنے رنگ مین خواہان نگہبان اور پاسبان ہوتے ہین ہر طالب اپنے نقطۂ اُلفت سے چاہتا ہو کہ اس کا مطلوب اس کی صدنگاہ مین رہے کوئی دوسرا شخص اس کا طالب اور شیدا نہ ہو پوچھ سکتے ہو کہ کیا ایسی حالات اس روش کی تعبیر رشک کہی جائے گی یا ایک حاسدانہ فعل سمجھا جاے گا،

میری رائے مین جب کسی شے کسی مقصد اور کسی مطلوب کے دو شخص طالب اور گاہک ہون تو ان دونون یا چند مین پہلا سوال ضرورت شوق تعلق واسطہ افادت اور رجحان کا ہوتا ہو بازار مین ایک شے یا ایک جنس نیلام ہوتی ہو ہر شخص بڑھ بڑھ کر بولی دیتا ہو بعض لوگ جو استطاعت نہین رکھتے وہ بولی دینے کے مشتاق نو بت ہوتے ہین مگر بوجہ عدم استطاعت جرأت نہین کرتے اِس مجمع مین ہر بولی دینے والا اور نہ دینے والا رقیب ہی ہوتے ہین ہر شخص چاہتا ہو کہ کسی کسی نقطۂ خیال سے یہ شے اُسے مِل سکے ہم اُسے رشک اور حسد نہین کہہ سکتے صرف اظہار تمنا

کہہ سکتے ہین رشک اور حسد مین فرق ہو رشک کرنے والا اگرچہ خود ایک شے کا طالب ہوتا ہو لیکن دوسرے کا زوال نعمت نہین چاہتا حاسد زوال نعمت چاہتا ہو حاسد کے دل و دماغ مین محبت اور الفت کا دلولہ نہین متموج ہو سکتا حاسد کبھی کسی حسین پر عاشق اور اس کا طالب نہین ہو سکتا ہمیشہ اسی فکر مین رہیگا کہ حسین نعمت حسن سے کسی نہ کسی طرح محروم ہو جائے دونون شیدا یا دونون طالب ایک مطلوب کے مقابلہ مین اظہار محبت کرتے ہین اور یہ بات کہ مطلوب اُن سے محبت کرے یا انھین چاہے زوال حسن کی متمنی نہین ہوتی۔

حسن کے رقیب حسین کی خیر ہر رنگ مین مناتے ہین اور اُس کے بدخواہ نہین ہوتے اگرچہ ان دونون کا منشاء اخیر تک رہتا ہو کہ وہ اُن کے ہاتھ مین آجاے ایک رقیب حسن کی کامیابی بھی دوسرے رقیب کو دغدغہ مین نہین ڈالتی کیونکہ وہ اس حالت مین بھی طلب حسین سے باز نہین رہتا ہان اس مرحلہ پر کامران طالب پر رشک ضرور کرتا ہو سو یہ ایک دوسری بات ہو بیشک ایک رقیب دوسرے رقیب یا ایک شیدا دوسرے شیدا کے حسن کی کامرانی سے خوش نہین ہوتا مگر نفس مطلب یا نفس حسن مین دونون کے درمیان کسی قسم کی مخاصمت اور تضاد نہین ہوتا۔ دو رقیبون کے درمیان صرف کامرانی اور ناکامی کا سوال ہوتا ہو نہ اصل مدعا کی بہتری اور خوبی و ناخوبی کا ایک طالب صادق باوجود کسی دوسرے رقیب کی کامرانی کے بھی اپنے مطلوب کے حسن اور خوبی کا ثنا خوان ہی رہتا ہو اس کا ضمیر شیدا اُسے کسی حالت مین بھی اجازت نہین دیتا کہ اس کی شان مین کچھ کہہ سکے۔

اگر کبھی رقیب خوش یا غم زدہ ہوتا ہو تو دوسرے رقیب کے مقابلہ مین نہ کہ مطلوب کے مقابلہ مین رقابت ہر رنگ مین دو متقابل رقیبون کے درمیان ایک رنجیدہ تو ہوتی ہو وہ بھی دونون کے مابین کہ نفس معاملہ اور نفس مقصد اور نفس خواہش کی بابت۔

اگر غور کی نگاہون سے دیکھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ دنیا کے اکثر معاملات مین رقابت ہوتی ہو اور یہ بھی کہ دنیا کی منڈی بغیر رقابت کے ترقی پذیر بھی نہین ہوتی اگر ایک شے کے مختلف گاہک خریدار اور ایک مطلوب کے مختلف طالب نہون تو اُس شے کی قیمت کیونکر بڑھ سکتی ہو دنیا مین دراصل اپنے اپنے رنگ مین ہر شے کا نیلام ہو رہا ہو صرف طریق عمل کا فرق ہو اگر ساری منڈی مین

صرف ایک ہی گاہک اور خریدار ہو تو گرم بازاری کیسے ہو سکتی ہے، جب مختلف خریدار اور مختلف گاہک ہوں تو اس وقت یہ کہا جا سکتا ہے،

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

رقابت بھی وہی کر سکتے ہیں اور رقیب بھی وہی بنتے ہیں جو احساس اور ادراک رکھتے اور اشیا کی ضرورت اور مقصد سے واقف ہوتے ہیں رقابت بھی ایک جرأت وقت شناسی اور مقصد فروہی چاہتی ہے جو رقیب مقصد شناس نہیں ہے وہ معاملات پیش آمدہ کا وزن نہیں کر سکتا معاملہ فہم نہیں ہے ضروریات موجودہ۔ اور زمانہ کی رفتار سے آشنا نہیں ہے وہ کیونکر ایک اچھا رقیب بن سکتا ہے اور کیونکر اُس کی رقابت تعریف اور خراج تحسین وصول کر سکتی ہے مختلف دوکاندار رقیب ہی ہوتے ہیں اُن میں تجارت اور کاروباری زندگی کی رقابت ہوتی ہے، جس دوکاندار رقیب کے پاس سرمایہ نہیں اور جو دوکاندار رقیب ضروریات دوکانداری سے واقف نہیں وہ کیونکر دوسرے دوکاندار کے مقابلہ میں فوق پا سکتا ہے۔

این خیال است و محال است و جنون

شاعروں میں بھی رقابت ہوتی ہے اہل فن میں بھی رقابت پائی جاتی ہے تاجروں میں بھی اور بیوپاریوں میں بھی اسکول کے ماسٹروں اور مکتبوں کے مدرسوں طالبعلموں میں بھی رقابت ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم حالات رقابت کیا ہے ایک مقابلہ اور قسمت آزمائی۔

کسی مطلوب کے دو طالب بھی تو ایک قسم کا مقابلہ ہی کرتے ہیں وہ بھی تو عرصۂ الفت میں قسمت آزمائی ہی کرتے ہیں ان کی قسمتوں کا بھی تو اس کشمکش میں کچھ نہ کچھ فیصلہ ہی ہوتا ہے بعض اوقات رقیب اور رقابت کا بڑا اور تکلیف دہ مفہوم لیا جاتا ہے اور طنزاً یہ کہا جاتا ہے کہ

"میں تو خدانخواستہ آپ کا رقیب نہیں ہوں۔"

"میں تو کوئی رقابت نہیں رکھتا۔"

ان صورتوں میں گویا رقیب کو دشمن اور رقابت کو عداوت کے پہلو میں جگہ دی جاتی ہے بعض دفعہ یہ اطلاق درست بھی ہوتا ہے اور ایسی تعبیر میں کوئی مبالغہ بھی نہیں ہوتا مگر ہمیشہ یہی مفہوم لینا درست نہیں کیونکہ دنیا میں بہت سی رقابتیں اور بہت سے رقیب صرف قسمت آزمائی کے واسطے

مقابلہ مین آتے ہین یا اس خیال سے کہ جس میدان مین ایک دوسرا شخص ہمدسعی سے کام لے رہا ہو اس عرصۂ امتحان مین وہ بھی کوشش کرکے دیکھے۔ اگر کوئی رقیب اس دوڑ مین دوسرے سے بڑھنا چاہتا ہو تو اُسے دشمن سے تعبیر نہین کیا جا سکتا کیونکہ ایک دوسرے سے بڑھنا انسان کا ایک فطرتی خاصہ ہو دنیا داری مین کیا سعادی کارنامون مین بھی ہر متاض ترقی کا خواہشمند رہتا ہو کون نہین چاہتا کہ کسی گھوڑدوڑ مین اس کا گھوڑا نہ بڑھے دیکھو پولو مین کس شوق اور کس جوش سے ہر سوار بڑھنے کی کوشش کرتا ہو ان مین بھی ایک قسم کی رقابت ہی ہوتی ہو اور کوئی بُرا نہین مناتا کیا اُن دوڑنے والون کو کوئی شخص بھی ایک دوسرے کا دشمن کہہ سکتا ہو اور کوئی مبصر بھی اس قسم کی رقابت سے آزردہ خاطر ہو سکتا ہو ہان اگر اس رقابت مین حسد اور بغض دخیل ہو تو یہ دوسری بات ہو ورنہ محض رقابت سے سوے ظن کی کوئی وجہ نہین رقابتین چند صورتین رکھتی ہین۔

(الف) رقابت متشاکلہ۔

(ب) رقابت متقابلہ۔

(ج) رقابت متضادہ

(د) رقابت معاصرانہ

(ھ) رقابت بعدیہ

رقابت متشاکلہ وہ ہو جو ایک ہی قسم کے کاروبار یا ایک ہی قسم کے معاملہ اور مطلوب کے مقابلہ مین ہو جیسے دو کارخانے والے، ایک ہی قسم کا کارخانہ ایک ہی قسم کے اغراض کے تحت جاری کرین۔

رقابت متقابلہ وہ ہو جو محض مقابلہ کی غرض سے ہو جیسے ایک دوکاندار ایک تاجر دوسرے دوکاندار اور دوسرے تاجر کے مقابلہ مین کارکن اور رقیب بنتا ہو،

رقابت متضادہ وہ ہو جسمین ایک قسم کی ضدیت بھی پائی جاے اس قسم کی رقابت مین دونون رقیب نقصان بھی اُٹھا کر معاملات شروع رکھتے ہین یہ رقابت کبھی کبھی سخت نقصان رسان ثابت ہوتی ہو،

رقابت معاصرانہ وہ ہو جو ایک ہی وقت مین ایک ہی قسم کے کاروبار یا ایک ہی قسم کے مقاصد کے سلسلہ مین شروع ہو یا بہ صورت مختلف کاروبار اور مختلف مقاصد کے جیسے وہ شخص مدنی کا یا اینٹ کا کارخانہ اور بہتہ ایک ہی وقت مین شروع کرین رقابت بعدیہ وہ ہو جو ایک شخص دوسرے کے بعد کوئی کام شروع کرے چاہے اس لحاظ اور اس خیال سے کہ اس قسم کے کاروبار مین وہ بھی اپنی قسمت آزمائی کرے یا بمقابلہ کسی پہلے شخص کے اپنی جدت طبیعت اور اپنے مزید معلومات سے کام لینے کے واسطے، ایک ہی قسم کے کام کرنا ایک ہی قسم کے اغراض کے تحت کاروبار چلانا بھی ایک رقابت ہی ہے مختلف شہرون مین جو مختلف کارخانے کاروبار اور اخبار و رسائل آئے دن اشاعت پاتے ہین یہ رقابت ہی تو ہے۔ اسی رقابتون مین اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس مین جلب منافع اور کثرت اشاعت وعام قبولیت کا خیال نہین ہوتا تو یہ ایک گپ زنی ہے، کچھ شک نہین کہ بعض اوقات افادت عامہ اور رفاہیت عامہ بھی ملحوظ رہتی ہے لیکن سرے سے ذاتی افادات کا منکر ہی ہونا درست نہین عام رفاہیت مین اپنی رفاہیت بھی شامل ہے۔ ہر بیوپاری۔ ہر تاجر، ہر دوکاندار، ہر رسالہ کا مدیر اور ہر اخبار کا ایڈیٹر کوشش کرتا ہے کہ مقابلۃً اس کی خریداری اور بکری اور قبولیت اوروں کے مقابلہ مین ترقی پائے اور ایسی خواہش انسانی فطرت کا خاصہ ہی نہین بلکہ ایک لازمہ بھی ہے، یہ دنیا ترقی کا ایک میلہ ہے، ہر متنفس ترقی کا زینہ طے کرنے کی آرزو رکھتا ہے۔ گھوڑ دوڑ مین کوئی کسی کو یہ نہین کہہ سکتا کہ میرے گھوڑے سے اپنا گھوڑا آگے نہ بڑھاؤ،

اگر کوئی رقیب اس رنگ مین اور اس ارادہ سے بساط رقابت بچھاتا ہے کہ اپنی جدت طبیعت اور اپنے انوکھے معلومات سے کسی مصرف مین خود کو مستعد اور مفید ثابت کرکے مخلوق کو مزید فوائد پہنچائے تو وہ رقیب حاسد نہین شمار ہو سکتا جدید رقابت اور جدید رقیب کے وجود سے دوسرا فریق گھاٹے مین نہین رہ سکتا، ہر قسم کے مقابلہ سے دوسرا فریق بجائے خود جد وجہد کرتا اور خود کو مقابلتاً زیادہ تر لایق اور مستعد و مناسب حالات زمانہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے مقابلہ باہمی بشرطیکہ صداقت سے ہو اور محض ترقی کے خیال سے کیا جائے گویا ایک پریشیشن ہوتا ہے۔ اگر کوئی مقابلہ مین آنے والا شخص ہمارے خود کو قابل اور بازار کاروبار مین چلتا ثابت کرنے کی سعی کرتا ہے، تو دوسرا فریق بھی خود کو لوگون کی نگاہون مین اور بھی موزون ثابت کرنے کی کوشش مین رہتا ہے کیا اس قسم کی رقابتون کا تماشا ہم روز بازار دنیا مین

نہین دیکھتے اور کیا اِس سے کوئی اشد انکاری ہوسکتا ہے اور کیا ایسی ضرورت نہین۔ دنیا کی منڈی اُسی صورت مین پُررونق رہ سکتی ہے۔ کہ جب اُس مین مقابلہ کام ہوتا رہے اگر کسی بازار اور کسی کاروبار مین مقابلہ کے خیال سے کام نہو تو کیا کچھ رونق ہوسکتی ہے مقابلہ کے لفظ سے دھوکہ نہ کھاؤ مقابلہ سے لڑائی اور پرخاش مراد نہین بلکہ بالمقابل کام اور قسمت آزمائی کرنا بالمقابل اپنی کوشش اور اپنے معلومات اور جدت طبع سے کام لینا،

دیکھو ایک حسین کے دو طالب کن کن حیل اور وسائل سے خود کو مطلوب کی نگاہون مین عزیز بنانے کی کوشش کرتے ہین اور کس کس طرح اپنی اپنی کامرانی کے تہیہ مین مصروف رہتے ہین دونون جانتے ہین کہ ایک ہی طالب کامران ہوسکتا ہے یا دونون کی قسمت فریب دے گی لیکن کوشش سے باز نہین رہتے ہین۔ وہ دونون اگرچہ اپنی اپنی کامرانی کے خواہان رہتے ہین لیکن دونون نفس معاملہ کے مخالف نہین ہوتے قریبًا یہی صورت دوسری رقابتون کی بھی ہے۔ بظاہر ہر جدید رقیب اور ہر جدید رقابت کبھی کبھی شبہ مین ڈالتی ہے لیکن سوائے رقابت کے ترقی بھی نہین ہوسکتی، ہر شاعر چاہتا ہے کہ دوسرے شاعر کے مقابلہ مین اُس کا کلام برتر ثابت ہو، دیکھو مشاعرہ مین ہر شاعر جب اپنا کلام پڑھتا ہے تو یہی امید رکھتا ہے کہ کل سامعین ہر قسم کی تحسین اُسی کے حصہ مین رکھین اور واہ واہ کا انعام صرف اُسے ہی ملے اور اُسی کے سر پہرا بندھے۔

کیا کوئی ایسا شاعر بھی ہے جو دوسرے شاعر کے مقابلہ مین اپنا کلام پست رکھنے کی خواہش رکھتا ہو، اور یہ چاہتا ہو کہ اُس کا کلام خاص طور پر خراج تحسین نہ وصول کرسکے یہ ایک فطرتی خواہش ہے اور دوسرے الفاظ مین یہی ایک رقابت ہے جتنی علمی رنگ مین رقابت ہوتی ہے .....

..... اور جتنے رقیب علمی رنگ مین ہوتے ہین اُس قدر کسی اور رنگ مین نہین ہوتے کیا علم و فن کا صرف ایک ہی طالب ہوتا ہے یہ مطلوب تو وہ ہے جسکے ہزارون طالب ہین یہ وہ مطلوب ہے جس کے انداز و ناز کے تاثرات اور تصرفات مطلوب زندہ عدیم المثیل سے کہین زیادہ اور موثر ہین جس کی کشش اور جذب ہر رنگ مین کشان اور جذاب ہے جس کی محبت تمام دیگر محبتون کا سرچشمہ اور منبع ہے جو محبت اور الفت کا ہر پہلو سے نقاد ہے اُس کی رقابت ہر لحظہ مختلف رنگون مین اپنا کرشمہ اور اپنا اثر دکھاتی ہے جو اس کا مفتون نہین ہے وہ مجنون ہے جو اس کا جویان

نہین وہ گویا کسی حقیقت کا بھی خواہان اور جویان نہین کاش ہر قوم اور ہر ملت مین اس رنگ کے رقیب پیدا ہون اور یہ رقابت ہر قدم اور ہر گروہ مین دن بدن ترقی پذیر ہو رقیب ادبی اور رقیب علوم وفنون کی رقابت وہ رقابت ہے جو ہر پہلو سے بابرکت اور خیر ہو۔ اور ہر شخص کو جس کا دل سے خیر مقدم کرنا لازمی ہے علمی اور ادبی رقیب کا یہ فرض اولین ہے کہ اسکی رقابت محض ادبی رنگ مین ہو ادبی مخاصمت اور ادبی حسنات اُس کی کوششون اور جد وجہد کا بنیادی اصول ہون ادبی رقبا کی رقابت ادبی رنگ مین ہی زیب دیتی ہے اور وہی ادبی رنگ مین مفید بھی ہوتی ہے۔

حسن ادب وہ حسن ہے کہ جسکی شان اور جس کی عظمت اور جس کے تاثرات اور جذبات یکتا حسینون کے عشوہ وناز اور انداز سے بھی کہین زیادہ تر دلربا اور دلکش ہین وہ قوم جو حسن ادب پر شیدا ہے وہ قوم جسمین بعض لوگ محض حسن ادب کے لیے مین ایک دوسرے کے مقابلہ مین رقابت کے مدعی ہو کر رقیب بنتے ہین وہی ادبی دربار سے خراج تحسین کے بھی مستحق ہین۔ حسن ادب ایک زندگی اور ایک وقار ہے جس قوم مین ادبی زندگی نہ ہو جو قوم اور جس قوم کے چیدہ چیدہ افراد اس حسن کے کرشمون کرنون اور تاثرات سے بے بہرہ ہون اور جو اس رنگ مین یا اس لیے مین میدان طلب اور عرصہ ترقی مین مقابلتاً ایک دوسرے کے رقیب صادق نہ ثابت ہون وہ قوم اور اس قوم کے افراد گویا اس مذاق اور اُس لذت سے ناآشنا ہین جو ادبی رقیب اپنے دل ودماغ مین رکھتے ہین، ادبی پہلو سے اس رنگ مین بیگانہ ہونا کہ کوئی ادیب یا کوئی ادب پرور رقابت نہ رکھتا ہو یا کم رکھتا ہو ایک حاسدانہ فعل ہے کسی شباب عالم تاب دیکھکر کڑھنا خود کو حاسد اور صورت القلب بناتا ہے۔ فتدبر

سلطان احمد

حکومت کے وسائل آمدنی

قدیم وجدید

حکومت کے متروجہ وسائل آمدنی کی بحث خالی از لطف نہ ہوگی۔ اس وجہ سے یہاں پر مختصر تذکرہ ضروری ہے۔ ہم یہ دکھانے کے خواہاں ہین کہ قدیم اور جدید زمانہ مین حکومت کن وسائل سے روپیہ حاصل کرکے اپنے معمولی اخراجات کا اہتمام کرتی ہے۔ اس وجہ سے یہ مضمون تین بڑے حصون مین منقسم کیا گیا ہے۔ اول ہندوؤن کا زمانہ۔ دوم سلاطین اسلامیہ کا عہد۔ سوم انگریزی عمل داری، بالفاظ دیگر اس مضمون کے دوران مین ٹیکس جات اور محصولات سے بحث کی جائے گی۔

(۱) ہندوؤن کا زمانہ | جس زمانہ مین ہندوؤن کی حکومتی شوکت انتہا کے درجہ پر پہنچی ہوئی تھی، اس وقت ہندو مدبرون نے بہت سی مستند کتابین فن حکومت پر لکھی تھین۔ گو اب ان مین سے بہت سی تلف ہوچکی ہین۔ مگر تو بھی ایسی کتابین اب تک موجود ہین کہ جن مین حکومتی مسائل اور اقتصادی معاملات کا ذکر پایا جاتا ہے۔ دھرم شاستر والون نے اپنی کتابون مین ان باتون کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا ہے۔ علاوہ ازین مہابھارت اور رامائن کے بعض حصے راج نیتی یعنی فن حکومت کی بحث کے لیے مخصوص ہین۔ علاوہ ازین پورانون مین بھی ان مسائل کا جا بجا ذکر آتا ہے کہ جن کے مطالعہ اور تجسس سے ہندوؤن کے خیالات اور تصورات بخوبی ماخوذ ہوسکتے ہین،

(الف) منوجی کا بیان | دھرم شاستر یعنی شریعت بنانے والون مین منوجی کا پایہ سب سے بلند ہے۔ نہ صرف باعتبار تاریخی تقدم ہی کے یہ مرتبہ ہندو شارع کو دیا جاتا ہے بلکہ جامعیت کے لحاظ سے بھی اس کا پہلو اور کوئی مدبر نہین دبا سکتا۔ راجہ کی آمدنی کے وسائل اور نیز شرح محصولات مختلفہ کی نسبت ذیل کے اقتباس منوسمرتی سے ماخوذ ہین اس امر کو ذہن نشین کرلینا ضروری ہے کہ ہندو شاستر کارون نے رعایا کی کمائی مین راجہ کا ایک خاص حصہ معین کیا ہے۔ منو مہاراج کی ہدایات حسب ذیل ہین:-

جیسے جونک اور بچھڑا اور شہد کی مکھی اپنی خوراک حاصل کرتی ہے اسی طرح راجہ کو بھی اپنی آمدنی

بہم پہنچانا چاہیے۔ مواشی۔ جواہرات۔ سونے اور چاندی کا جو ذخیرہ مین جمع کی جائے۔ ۱/۶ حصہ راجہ کو لینا واجب ہر اناج کا ۱/۴ یا ۱/۶ یا ۱/۱۲ حصہ زمین کی پیداوار کا مشقت کے اعتبار اور زمین کی حیثیت کے مطابق لینا چاہیے، درختون کے پھل کا ۱/۶ حصہ لینے کا راجہ مستحق ہر۔ علاوہ ازین گوشت گھی۔ خوشبویات۔ ادویات۔ سبزی۔ ترکاری کا بھی چھٹا حصہ راجہ کے لیے لینا واجبات سے ہر گھاس اور پتون مین بھی راجہ کا حصہ مقرر کیا گیا ہر۔ مزدورون کو مہینے مین ایک دن سرکاری کام مفت کرکے اپنے حصہ کا ٹیکس ادا کر دینا واجب ہر۔ اہل تجارت سے خاص ٹیکس لینے کی ہدایت ہر۔ ندی۔ نالون اور دریاؤن کے گذرون پر بھی راجہ محصول لینے کا مستحق ہر اور معدنی پیداوار مین بھی اُس کا حصہ مقرر کیا گیا ہر۔ غرض آبادی کا کوئی حصہ محصولات اور ٹیکس جات سے مستثنیٰ نہ تھا،

(ب) کوٹلیہ کی ہدایات | کوٹلیہ عرف چانک مہاراجہ چندر گپت موریہ کا وزیر اعظم تھا، اُس نے ۳۲۰ ق م مین ایک جامع کتاب لکھی تھی کہ جسکا نام ارتھ شاستر تھا۔ سنہ ۱۹۰۹ء مین اس کا اصل مسودہ شہر مدورہ سے برآمد ہوا تھا۔ ایک مدراسی عالم نے اُس کی ان فصلون کا ترجمہ[1] فوراً شایع کیا کہ جو حکومت کے محصولات اور ٹیکس جات کی بابت تھین۔ اُسی سے ہمارے معلومات ماخوذ ہین۔ وسائل آمدنی کی ذیل مین قلعہ جات۔ پرگنہ جات۔ معدنیات۔ باغات۔ جنگلات۔ چوپائے اور تجارت وصنعت۔ قلعہ کی ذیل مین محصول جرمانہ۔ اوزان اور پیمانے۔ جیل خانے۔ کرنسی۔ پاس پورٹ (پروانہ ہاے راہ داری) آب کاری۔ بوچڑخانے۔ تیل گھی۔ نمک پر محصول۔ علاوہ ازین۔ سنار۔ کاریگر اہل تجارت۔ اہل دربار اور قمار باز خاص ٹیکس ادا کرتے تھے۔ تعمیر مکان۔ دروازہ کا محصول داخلہ بھی لیا جاتا تھا۔ علاوہ ازین سرکاری زمین کی پیداوار بطور لگان لی جاتی۔ مذہبی مقاصد سے خاص ٹیکس لیا جاتا تھا۔ کشتیون۔ جہازون اور گذرون سے جُداگانہ محصول لیا جاتا تھا۔ باربرداری کا محصول اسکے علاوہ تھا۔ سونے چاندی۔ لعل اور ہیرے کی کانون کا محصول۔ موتی نکالنے۔ اور مونگا حاصل کرنے کا محصول الگ تھا۔ لوہے۔ تانبہ۔ نمک اور دیگر معدنیات پر خاص محصول لیا جاتا تھا۔ باغات کی پیداوار جیسے پھول۔ اور ترکاری اور سبزی ٹیکس سے معرا نہ تھی جنگلی پیداوار پر بھی ٹیکس تھا، باتھی۔ درندے۔ لکڑی اور خام پیداوار۔ گائے بھینس۔ بھیڑ بکری۔ گدھے۔ اونٹ گھوڑے اور خچر پر بھی

[1] ملاحظہ ہو انڈین انٹی کوری سنہ ۱۹۰۹ء

ٹیکس لینے کی قرارداد ہے۔ تجارتی مال چاہے براستہ خشکی گذرتا یا دریا اور نہر اور بندر سے جاتا اُس پر محصول لیا جاتا تھا۔ غیر ملکوں سے جو مال آتا تھا اُس پر قیمت کا ۱/۲۰ حصہ بطور محصول لیا جاتا۔ پھول، پھل سبزیات، بگا جزء مولی، مرچ، تخم خشکہ، مچھلی، گوشت وغیرہ پر اُن کی قیمت کا ۱/۲۰ حصہ حکومت کا واجب تھا سفید کپڑے، ماڑھی، ریشمی کپڑے، سنکھیا، دھات، معدنیات، خام پیداوار، شراب، نشیات، ادنی کپڑے اور قالین پر اُن کی قیمت کا ۱/۱۰ سے ۱/۴ حصہ لیا جاتا تھا۔ آب باش زمین کی پیداوار ۱/۲ حصہ۔ ہاتھ سے پانی نکال کر سینچی ہوئی زمین کی پیداوار کا ۱/۳ دریاؤں سے پمپ کے وسیلہ سے سینچی ہوئی زمین کی پیداوار کا ۱/۴ تالاب یا جھیل کے پانی سے سیراب کی ہوئی زمین سے ۱/۵ حصہ راجہ لیا کرتا تھا مگر دیسے زمین دار پیداوار کا ۱/۱۰ اور ۱/۱۱ حصہ پیداوار کا سرکار کو دیا کرتے تھے۔

(۲) مسلمان بادشاہوں کے زمانہ کے محصولات | علاؤالدین خلجی سے پہلے مسلمان بادشاہ محصول اور ٹیکس کس شرح سے لیا کرتے تھے؟ اس کی بابت صحت سے بیان کرنا قریب قریب محال ہے۔ کیونکہ مسلمان مورخ اُس کی بابت خاموش ہیں۔ سلطان علاؤالدین نے ہندوؤں کو پست کرنے کے لیے زمین کی پیداوار کا نصف خزانۂ عامرہ کا حصہ معیّن کیا تھا۔ علاوہ ازیں چراگاہ پر ٹیکس لگایا۔ اور دودھ دینے والے جانوروں کا بھی خاص محصول لیا جاتا تھا۔ اُس نے یہ پالیسی کسی مذہبی خیال سے اختیار نہ کی تھی۔ بلکہ حکمت عملی تھی کہ جسکا واسطہ فقط ملک داری سے تھا۔

(۱) فیروز شاہ تغلق | اپنے زمانہ کا نہایت منتظم حکمران تھا اور اعلیٰ پایہ کا مدبر تھا۔ اُس نے محصولات اور ٹیکس جات کا جو نظام قائم کیا تھا۔ وہ مابعد کے حکمرانوں کے لیے ہدایت کا کام دیا کرتا تھا ۱۳۸۸-۸۹ء مین اس بادشاہ کے خزانہ مین بالاوسط چھ کروڑ (۶۰) لاکھ تنکہ یعنی دس کروڑ روپیہ آتا تھا اس نے رعایا کی خوشنودی کے لیے ۱۳۷۵-۷۶ء مین چوبیس ٹیکس معاف کر دیے۔ اس بات کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ جزیہ اسی بادشاہ نے رائج کیا تھا، برہمنوں سے خاص ٹیکس دس ہیں۔ اور چالیس تنکہ علی الترتیب سالانہ فی کس لیا جاتا تھا۔ جو محصول معاف کیے تھے اُن مین سے بعض حسب ذیل قابل ذکر ہین منڈوی برگ (منڈیون کے محصولات) دلالت بازار ہا۔ جزاری۔ (بوجڑ خانون کا ٹیکس) امیری حرب (گانے بجانے والون پر ٹیکس) گل فروشی (خوشبویات) حریرہ تنبولی (پنگی غلہ (اناج کی چند ٹھیاں کتابی (بہی کھاتہ پر محصول) نیل گری۔ ماہی فروشی۔ مذافی (دھنیے کا ٹیکس) صابون گری۔ نسیان فروشی

(ریشم بٹنا) روغن گری۔ نخود بریان (بھڑبھونجے کا ٹیکس) تہ بازاری (منڈی کی دوکانون کا ٹیکس چھاپہ (کنکوت) قمار خانہ۔ دار سنگی (چودھریون کی دستوری کوتوالی۔ احتسابی چرائی معاملات گراز روے شریعت حسب ذیل ٹیکس رائج کرکے برقرار رکھے۔ خراج اراضی عشرہ (پیداوار زمین کا ۱/۱۰ زکوٰۃ ۱/۴۰ ۲ فی صدی۔ جزیہ ہنود۔ مرکات (لاوارث مال) خمس غنائم و معادن۔ مالگانہ (زکوٰۃ کے ساتھ فی تنکا ایک دانگ شہر مین آنے والے پر مال لیا جاتا تھا) مشتغل۔ دہلی کے مکان اور دوکان والون سے کرایۂ زمین لیا جاتا تھا۔ روزی لد و جانوردن سے مہینے مین ایک مرتبہ بیگاری لی جاتی تھی جسے شمس سراج عفیف قابل اعتراض قرار دیتا ہے۔

بابر کی آمدنی (۲۶ لاکھ پونڈ سالانہ تھی۔ مگر اس کے مقبوضات ہند فیروز شاہ کے مقابلہ مین بہت محدود تھے۔ شیر شاہ سوری نے زمین کی پیداوار کا ۱/۴ حصہ اپنا شاہی حصہ قرار دیا تھا۔

(۲) اکبر کی آمدنی جلال الدین اکبر کی سلطنت نہایت وسیع تھی کہ جسمین ۳۲۰۰ شہر اور قصبے ۱۲۰ بڑے بڑے شہر اور پانچ لاکھ گاؤن تھے۔ نظام الدین احمد کے بیان کی رو سے چھ ارب چالیس کروڑ تنکہ مرادی یعنی موجودہ سکہ کے مطابق (۴۸) کروڑ روپے سالانہ آمدنی تھی۔ اکبر نے زمین کی پیداوار کا ۱/۳ جزو شاہی حق ٹھہرایا تھا جو نقد اور جنس دونون صورتون مین لیا جاتا تھا۔ علاوہ ازین بومی فوج یعنی بقاعدہ مقامی سپاہ کا خرچ بھی صوبون کی رعایا کے ذمہ تھا۔ اکبر نے حسب ذیل محصولات منسوخ کیے۔ اور جو برقرار تھے اُن مین تخفیف کردی۔ اُس نے جزیہ بالکل موقوف کردیا تھا لیکن اورنگ زیب نے اُسے بحال کردیا۔ جزیہ۔ امیر بحری۔ کر (جانورون کا ٹیکس) گاؤشماری۔ سرداختی۔ پیش کش (جو اعلیٰ عہدہ پر سرفراز ہونے کے وقت دی جاتی تھی) فروق و اقسام پیشہ۔ دار و نگانہ تحصیل داری۔ فوطہ داری۔ سلامی وجہ کرایہ (کرایہ پر لینے دینے کا محصول) خرلطیہ صرافی۔ (سکہ کی جانچ پرتال کا محصول) نخاسی۔ سن۔ کمبل روغن۔ اد صوڑی (کیابی (کپی اندازہ) وزانی (بیکا حساب) قصابی۔ (باغی۔ قمار بازی مشغلہ سواری راہ داری۔ بگ (گدی نشینی کی نذر) دودی (خانہ داری کا) رسم خانہ نمکی۔ بلکٹی۔ پشمینہ نمد چرنہ گری۔ دلالی۔ ماہی گیری۔ حاصل درخت آل۔ سائر جہات۔

اکبر کے زمانہ کے محصولات اور ٹیکس جہانگیر اور شاہجہان اور نیز اورنگ زیب کے زمانہ مین بھی رائج تھے۔ کچھ ان مین کمی بیشی حالات کے مطابق ہوتی رہی۔ بقول انگریز مسودا گر سیاح ہاکنس

شاہجہانگیر کی آمدنی پچاس کروڑ روپے سالانہ تھی۔ شاہجہان کی آمدنی بقول عبدالحمید لاہوری بائیس کروڑ اور اورنگ زیب کی (۲۴) کروڑ روپے موجودہ سکہ کے مطابق تھی۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے زمانہ میں سب سے بڑا وسیلۂ آمدنی محاصلات زمین تھا کہ جو پرانے زمانہ سے اب تک چلا آتا ہے۔ ہندو $\frac{1}{6}$ سے $\frac{1}{12}$ تک مسلمان نصف سے $\frac{1}{3}$ تک لیا کرتے تھے انگریزی عمل داری کے محصولات کا ذکر دوسرے مضمون میں آئے گا۔

جے۔ آر۔ راے

الزابتھ کی ابتدائی زندگی

ہنری ہشتم اور این بولین کی مشہور و نامور دختر الزابتھ ۷ ر دسمبر ۱۵۳۳ء کو پیدا ہوئی۔ این ٹامس سوم ڈیوک نارفوک کی بھتیجی تھی۔ اس اعلیٰ خاندان ہاورڈ کے تمام افراد نے رسم اصطباغ مین شرکت کی جو الزابتھ کی ولادت کے چار دن بعد عمل مین آئی تھی۔

الزابتھ کی عمر ابھی ۲ سال آٹھ مہینے کی ہی ہوئی تھی کہ اُس کی ماں ایک الزام مین ماخوذ ہوئی، خود الزابتھ پارلیمنٹ کے قانون سے این کی ناجائز اولاد قرار دی گئی۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آن ہ زمانہ مین بھی اُس نے کہین اپنی ماں کا نام ہی نہین لیا۔ نہ اُس کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کیے نہ اس ایکٹ کی منسوخی کے لیے کوشش کی۔ البتہ این کی معصومیت کے متعلق اپنے خیالات ارس کے بیٹے کو جو کسی زمانہ مین ان کا دلدادہ تھا۔ نواب بنا کر ظاہر کیے اور اُسکے خاندان کے ساتھ ہمیشہ بہت عنایت کی۔

اپ کے عہد سلطنت مین الزابتھ کا زیادہ تر قیام اُسکے بھائی ایڈورڈ کے ساتھ رہا جو مقام ہیٹ فیلڈ مین ایک اتالیق کی نگرانی مین رہا کرتا تھا۔ ۱۵۳۷ء مین پارلیمنٹ نے ہنری سے وصیت نامہ کے ذریعہ حقدارون کے وراثت کا معاملہ طے کرنے کے اختیارات چھین لیے۔ مگر ہنری نے ۱۵۴۴ء مین ایک ایکٹ پاس کرا کے ایڈورڈ کے بعد میری اور پھر میری کے بعد الزابتھ کے جانشین ہونے کا تصفیہ کر دیا۔ مرنے کے قبل ہنری نے وصیت نامہ کے ذریعہ ۱۵۴۴ء پاس شدہ ایکٹ کا اعادہ کیا اور الزابتھ اپنی سب سے چھوٹی ہمشیر سفوک کی ڈچس کی لڑکی کو خاموشی سے اپنی بڑی ہمشیر ملکہ اسکاٹلنڈ کے حقوق نظر انداز کر کے وارث قرار دیا۔

باپ کے انتقال کے بعد الزابتھ جبکی عمر ۱۳ سال کی تھی متونی کی بیوہ ملکہ کیتھرین کے ساتھ رہنے لگی کیتھرین نے چند ہی ہفتے بیوگی کی زندگی بسر کرنے کے بعد اپنے پرانے عاشق ٹامس سی مور لارڈ امیر البحر سے شادی کر لی جو سامرسٹ محافظ سلطنت کا بھائی تھا۔ ٹامس سی مور بہادری مین نامور وضع و اطوار مین شایستہ، اور صورتاً وجیہ آواز شیرین و دلکش مگر یہ معاملہ فہمی و عقل سے خالی تھا۔ الزابتھ

اور اس خوفناک آدمی کے تعلقات اچھے نہ رہے اس لیے کیتھرائن نے دوسرے سال کے اوائل مین الزابتھ کو اپنے پاس سے روانہ کردیا۔ اُسوقت سے الزابتھ زیادہ تر ہیٹ فیلڈ مین رہنے لگی،

اگست ۱۵۴۸ء مین کیتھرائن کا انتقال ہوا۔ اور امیر البحر نے الزابتھ سے شادی کرنیکا تہیہ کیا۔ مگر اِس قسم کی بہت سی خود غرضانہ چالون کی وجہ سے اُسے مارچ ۱۵۴۹ء مین سولی دی گئی۔

یہ کسی طرح نہین معلوم ہوتا کہ الزابتھ نے امیر البحر کی بیوی کے مرنے کے بعد اس سے ملاقات یا علانیہ اس سے خط و کتابت کی تھی۔ وہ اُس کی درخواستون پر دو لفظ ہمت افزائی کے لیے کہدیا کرتی تھی تاکہ یہ الفاظ اُس کو سُنائے جائین۔ الزابتھ بخوبی واقف تھی کہ امیر البحر کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت نہین ملیگی۔ وہ اُس کے ساتھ صرف عشوہ و انداز کر رہی تھی جو اسکے برابر تھا۔ اور آئندہ بھی ان نوجوانون کو جو اُسکے بیٹون کے برابر تھے اسی انداز سے ٹالتی رہی۔ ابھی سے ہمین نزاکت و عمق احساس کی غیر موجودگی کی ایک خفیف سی جھلک نظر آتی ہے جو اُس کی آئندہ زندگی مین بھی ایک نمایان خصوصیت رکھتی ہے۔ الزابتھ کو جب امیر البحر کے پھانسی دیے جانے کی خبر معلوم ہوئی تو نہایت سادگی سے کہا "آج ایک بامذاق و حاضر جواب دنیا سے اُٹھ گیا۔ چونکہ رس و دقیقہ سنج نہ تھا"۔ الزابتھ ہی وہ عورت ہے جو پابند خواہشات دل نہوئی اگر حواس نے جرأت بھی کی تو اُس نے اُنھین بیقابو کردیا۔ یہی وجہ تھی کہ نہ خود اُس نے کسی سے محبت کی نہ محبوب ہونا پسند کیا اس لیے کسی مرد اور عورت نے سرگرمی و شوق سے اُس کا تذکرہ کیا ہے نہ کرینگے۔ اس بدنامی کے بعد تھوڑے عرصہ تک وہ مشکوک حالت مین رہی۔ وہ اب اشرج۔ النفیلڈ۔ اور ہیٹ فیلڈ مقامات مین ایک مشہور و معروف عالم اسکام کے ماتحت سرگرمی سے علم حاصل کرنے مین مشغول رہی۔

۶ جولائی ۱۵۵۳ء مین جب ایڈورڈ کا انتقال ہوا الزابتھ بیس سال کی تھی۔ اگرچہ میری کو وارث ثابت کرنے مین سراسر اسی کا فائدہ تھا مگر اُس نے جین کے مختصر زمانہ حکومت مین اپنے کو ہوشیاری سے بچائے رکھا۔ کسی کی طرفداری نہین کی جب بغاوت کے فرو ہونے پر اُسکی حکومت ختم ہوگئی الزابتھ فوراً میری کو خوشخبری سنانے کے لیے روانہ ہوئی اور اُس کے ساتھ ساتھ لندن مین داخل ہوگئی،

میری کے آغاز حکومت مین الزابتھ کی زندگی ایک رشتہ سے بندھی ہوئی تھی۔ وہ اسی بے اعتیاطی

اُسکے حق مین مہلک اور قاتل تھی۔ واٹ کی بغاوت اگرچہ صاف طور پر اسی کی امداد کے لیے تھی مگر الزابتہہ نے اس بغاوت مین شرکت کی نہ امداد دی۔ نہ اس بغاوت مین آئندہ اس قسم کی شورشون مین اس نے حصہ لیا اُسکی دانائی، دُور اندیشی اور بے عیب چال چلن نے آئندہ زمانہ مین میری اسٹورٹ کے سخت سلوک کی زد کا مستحق قرار دیا اس لیے کہ میری کا چال چلن بعینہٖ اس قسم کی حالت مین بالکل مختلف تھا (یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب میری ملکہ الزابتہہ کے زمانہ مین قید تھی اسوقت اُس نے شورش پسندون کی ہمت افزائی کی تھی ان شورش پسندون کے ساتھ سازباز کرنے کے الزام مین الزابتہہ نے اُسے قتل کروایا تھا۔

رینارڈ۔ سفیر اسپین متعین انگلش کورٹ نے الزابتہہ کا سر طلب کیا اس لیے کہ بادشاہ اسپین کی شادی کے شرائط مین سے ایک شرط الزابتہہ کا قتل کروانا تھا مگر میری نے یہ کہکر خاموش کردیا کہ وہ حتی الامکان بادشاہ اسپین کو خوش کرنے اور اُس کی تسلی کی کوشش کرے گی۔ ہنری ہشتم کے زمانہ حکومت مین بادشاہ کا ایسا قصد کرنا بھی حکم قتل کے برابر تھا۔ مگر میری بالکل بے دست و پا تھی۔ وہ قوت و اقتدار جو اُسکے باپ کو حاصل تھا وہ اُسے حاصل نہ تھا۔ اب تو کونسل کی رائے کی ضرورت تھی۔ وہان ہر شخص آزادی سے رائے دیسکتا تھا بلکہ اب تو ایک ممبر کے تحکمانہ الفاظ بھی سننا پڑتے تھے۔

بڑی بحث اور بعض بڑے بڑے امرا کی مخالفت کے بعد آخرکار الزابتہہ کا "ٹاور" بھیجا جانا قرار پایا۔ سسکسی جسکی رگون مین شاہی خون دوڑتا تھا اور جسکے ذمہ الزابتہہ کو "ٹاور" لیجانیکا کام تفویض کیا گیا تھا۔ اُس نے روانگی مین اس خیال سے تاخیر کی کہ الزابتہہ ملکہ میری سے ملاقات کرنے کی کوشش کرے گی۔ جب میری کو اس کی خبر ہوئی تو بہت غضبناک ہوئی اور کہا "یہ لوگ اپنی جانون کے لیے ہرگز" والد مرحوم کے زمانہ مین اس طرح کرنے کی ہمت کرتے۔ کاش وہ ہم لوگون مین صرف ایک ماہ کے لیے زندہ ہوتے۔ مگر یہ بے فائدہ تھا۔ خود مختار بادشاہ کا بہترین زمانہ ختم ہوگیا تھا۔

ناپاک اور زبون حرکت سے محفوظ رکھنے کے لیے سسکس نے "ٹاور" کے افسر کو ہدایت کی کہ وہ اسکے احکام کی تعمیل کرے اور بغیر اسکے تحریری حکم کے کوئی کام نہ کرے۔ ہاورڈ انگھم۔ لارڈ ایمرالبحر جس نے میری کو تخت پر بٹھانے کے لیے سب سے زیادہ سعی و کوشش کی تھی وہ الزابتہہ کا نانا ہوتا تھا اُس نے تاکید کی کہ الزابتہہ کا کھانا خود الزابتہہ کے نوکرون سے تیار کرایا جاے۔ ملکہ کو اختیار دیا جاے کہ وہ خود اپنا جانشین مقرر کرے اس تجویز کی اسقدر مخالفت و تحقیر کی گئی کہ وہ واپس لی گئی۔ منصفون نے بھی

اس بات کا تصفیہ کیا کہ کوئی شہادت یہ ثابت نہیں کرتی ہے کہ الزابتھ نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے کشیدگی و ناراضی سے آخر ملکہ میری کو ماننا پڑا۔ اور الزابتھ قید سے رہائی پانے کے بعد ڈسٹاک بھیجدی گئی جہاں وہ ایک اور سال تک سخت نظر بندی میں رہی۔ صرف یہ معقول بات تھی اس لیے کہ ایسے وارث سلطنت کو جسکی امداد کے لیے سازشیں ہو رہی ہوں کامل آزادی نہیں دی جاسکتی۔ اکتوبر ۱۵۵۵ء میں الزابتھ کو سر ٹامس پوپ کی نگرانی میں ہیٹ فیلڈ جانے کی اجازت دی گئی۔ بقیہ عہد سلطنت میں تکلیف و ایذا، اور کیا تہلکہ مذہب کی دست درازیوں اور سیاسی مسائل میں حصہ نہ لینے سے وہ بالکل محفوظ رہی مگر جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اُسکے تخت نشین ہونے کا وقت آگیا تو اس بات کے ماننے سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اُس نے ضروری اہم مسائل کے معلوم کرنے اور اُن سے واقف ہونے کی کوشش کی جن سے اُس کو سابقہ پڑنے والا تھا۔ وہ پہلے ہی پوشیدہ طور پر سیسل سے دوستی رکھتی تھی۔ یہ بات عیاں ہے کہ جب وہ سلطنت پر متمکن ہوئی اسوقت اُس کے پاس ایک دستور العمل موجود تھا جو بہت فکر و غور کے بعد مرتب ہوا تھا۔

میری کی موت کا زمانہ قریب آگیا تو سفیر اسپین فیریا نے الزابتھ سے ملاقات کی اور یہ ظاہر کیا کہ اسکے آقا کی محنت و کوشش اور اثر سے ملکہ اور کونسل کو الزابتھ کے وارث سلطنت قرار دینے میں کامیاب ہوا مگر الزابتھ ان چالوں سے خوب واقف تھی اُس نے صاف طور پر اسپین کی سرپرستی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اُس سے یہ کہدیا کہ اسکی امداد کے لیے قوم اور امرا اُس کے طرفدار ہیں۔

(ترجمہ) محمد عبد المنعم سعیدی (علیگ)

ناکام آرزو

اُس کے بس کی بات تھی۔ اور کم بخت دل پر بس چل ہی کس کا سکتا ہے۔ اُس رات کی صبح تھی جو اُس نے شباب کی مسرتوں کے نذر کی تھی۔ اور وہ۔ وہ تو کئی راتیں اس دلخوش کن مشغلہ میں بیٹھے بیٹھے گذار دیتا تھا۔ تنہائی میں لمبے اور طویل قہقہے لگاتا۔ اور کہتا "زندگی تو ایک مسرت ہے" اور کتنے ہیں جو ابتدا میں اُسے ایسا ہی پاتے ہیں۔ سنجیدگی اور متانت سے نہیں۔ کیونکہ شباب ان کمزوریوں سے بے نیاز ہے۔ بلکہ محض تفریحاً وہ جب کبھی انسانی زندگی کے مسئلہ پر غور کرتا۔ تو اس کے لبوں پر تبسم کی روشنی پھیل جاتی۔ جو بڑھتے بڑھتے ایک خندۂ استہزا کی شکل اختیار کر لیتی اور وہ اُن لوگوں پر تعجب کرتا۔ جن کی زندگی سرد آہوں سے مرکب ہے اُس صبح کو جس نے اُسے بے فکریوں کے شغل سے بیدار کیا۔ وہ حسب معمول مسکراتا ہوا گاؤں کے چشمہ پر جا نکلا۔ کسی خاص غرض سے نہیں کیونکہ جوانی کے خوشگوار مشاغل ارادوں کی پابندیوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ بلکہ محض اس لیے کہ وہ اُس وقت کچھ کرنا نہ چاہتا تھا۔ صبح خوشگوار تھی چشمہ کی سطح نسیم صبح کے آغوش میں کھیل رہی تھی اور دیہات کا شاعر ایک گوشہ میں اپنے جذبات کو نغموں میں تبدیل کر رہا تھا۔ ٹھنڈی آہیں اُسکے لبوں پر آکر موزونیت کی رنگینیوں سے بہرہ یاب ہو جاتیں۔ اور اسکی اشک فشانیاں دل کے اضطراب کی حرکتوں پر رقص کرنے لگتیں۔ اُس نے کئی بار شاعر کو دیکھا تھا اور ہر بار نفرت سے منہ پھیر لیا تھا۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ سرور روحیں غمزدہ دلوں سے گریز کرتی ہیں۔

ایک بلند قہقہہ گونجا۔ شاعر چونک پڑا۔ اور اُس کے جذبات لبوں پر آہیں۔ اور آنکھوں میں آنسو بن کر رہ گئے۔ اُس نے سر اُٹھایا۔ اور کہا "نوجوان آدمی اپنی مسرت کے اظہار کے لیے کوئی اور گوشہ تلاش کر" نوجوان بولا "بدقسمت انسان۔ میری مسرت تیرے لیے ایک پیغام ہے۔ اُس کو سُن۔ اور زندگی کو خوشی کے تبسم سے روشن کر دے" شاعر کا سر جھک گیا وہ سوچنے لگا۔ اُس کے لیے یہ پیغام بالکل نیا تھا۔ اور اس دنیا میں کتنے ہیں جنھیں خوشی ایک اجنبی سے معلوم ہوتی ہے۔

نوجوان مسکرایا۔ اور بولا "بدبخت آدمی اپنے خشک ہونٹوں کو کہو کہ مسکرائیں" شاعر نے پھر اپنا

جھکا ہوا سر اُٹھایا۔ اب اُس کے لبون پر تبسم تھا۔ گو وہ تبسم جو غمزدہ دل کی حسرت ناگہانیون سے پیدا ہوکر ہونٹون پر آتے ہی تاثیر بجا تا ہے۔ اب نوجوان نے سر جھکایا۔ اس کا تبسم مرچکا تھا اور ناکامی کی مسکراہٹ تو اکثر دلون کو پامال کر دیتی ہے۔ شاعر پھر مسکرایا اور گاتا ہوا پاس کے کھیتون میں غائب ہوگیا۔

(۲)

وقت نے شاعر کو بوڑھا بنا دیا۔ اور نوجوان کو غمگین۔ اور وقت کی تبدیلیان تو ہر گھڑی انسانی زندگی کی تاک مین لگی رہتی ہین۔ مگر چشمہ کی روانی وہی تھی۔ صاف و شفاف پانی کی نغمہ سرائیان اسی طرح سے رفصان تھین۔ بہار کے موسم کی تازگی اور خزان کے موسم کی افسردگی ویسی ہی تھی۔ صبح بھی خوشگوار تھی۔ اور شاعر عالم شباب کی اُمنگون کا مرثیہ پڑھ رہا تھا۔ کہ نوجوان لڑکھڑاتا ہوا آیا۔ ایک آہ کی خاموش آواز نے شاعر کو چونکا دیا۔ اُس نے سر اُٹھایا۔ اور اُس کی آنکھین اور مہربانی کے آنسوؤن سے تر ہوگئین۔ وہ اُٹھا اور اپنے آغوش کو کھول کر پکارا "غمگین نوجوان۔ آ۔ اس گوشہ کو اپنی آہون سے آباد کرین"

نوجوان نے بے اختیار اپنے آپ کو شاعر کے کھلے ہوئے آغوش مین ڈال دیا۔ اور بولا "بوڑھے آدمی، مجھے محبت کا گیت سُنا۔ اور میرے مشتاق کانون کو شباب کی ناکامیون کے نغمون سے بھر دے" شاعر نے جواب دیا "محبت کا گیت پُرانا ہوگیا۔ اور شباب کی ناکامیون کی جگہ بڑھاپے کی افسردگیون نے لے لی۔ تو اصلیت چاہتا ہے۔ اور میرے پاس صرف اُن کی یاد ہے۔ اور بس" یہان پر وہ مسکرا کر بولا "نوجوان آدمی۔ اپنے مسرت کے قہقہون کو یاد کر" نوجوان نے ایک آہ سرد بھری۔ اور کہا "مین مسرت کے قہقہون کو بھول گیا۔ وہ فانی تھے۔ فنا ہوگئے۔ غم کی آہین ہمیشہ رہنے والی ہین اُنھین سُن۔ حسرت کے آنسو ہمیشہ بہنے والے ہین۔ اُنھین دیکھ۔ شاعر کہنے لگا "افسوس۔ تو نے اپنی زندگی کو ایک مزار بنا دیا جسمین تیری آرزوئین مدفون ہوگئین۔ اُنھین امید سے زندہ کر اور دنیا کو اپنے نغمون سے مالامال کر دے" نوجوان سوچ مین پڑگیا۔ تمناؤن کی ناکامیون نے اُسے مایوس کر دیا تھا۔ پُرانا شمع کا طواف کرتا ہے اور اپنے جذبات کی تیزی سے مغلوب ہوکر شعلون مین کود پڑتا ہے۔ مگر نوجوان سمجھ چکا تھا کہ اُس کی زندگی کا مقصد صرف طواف کرنا ہے اور بس۔ ہر صبح اُس کے لیے ایک نیا مشغلہ کا پیغام لے کر آتی۔ اور اُس رات کے بعد جو وہ کبھی قہقہون مین گذارتا تھا۔ اب سرد آہون مین بسر کرتا۔ وہ اُٹھتا۔ اور چشمہ پر آجاتا۔ پانی کی بیتاب

لہرون کے کنارے پر اُس نے بیتابی کا سبق سیکھا تھا۔ اور وہان ہی وہ اُسے ختم کر دینا چاہتا تھا
شاعر بولا "تیری محبت جوان ہو۔ اُمیدون کے پانی سے اُس کی پرورش کر۔ اور زندگی کو نامرادیون
کی تلخی سے تلخ نہ بنا" نوجوان مُسکرایا۔ اور پکارا "محبت آہ سے شروع ہوتی ہو اور آہ پر ہی ختم ہو جاتی ہو
اور بس۔ ابتدا ہو چکی۔ مین اب انتہا کا منتظر ہون۔ تو نے تو یہ راہین دیکھی ہین۔ مجھے گمراہ نہ کر" شاعر
جوش مین آگیا۔ اُس کا فرسودہ جسم لرزنے لگا۔ وہ بولا "جس آرزو کو لے کر تو یہان آتا ہو۔ وہ ابھی زندہ ہے
اُسے اپنی ناکامیون کے خیال سے مردہ نہ بنا اور اُن طلبون سے مایوس نہو جنھون نے تیری زندگی
کو ہجر اریون کی آگ سے مشتعل کر دیا ہو" نوجوان نے کہا "وہ آرزو موجود ہو۔ مگر امید جس کا تو بار بار
ذکر کرتا ہو کب کی مر چکی۔ مین نے محبت کی۔ اور اپنے جذبات کی تمام تیزیون کو حصول آرزو کے لیے
وقف کر دیا۔ اور کون محبت کرنے والا ہو جو ایسا نہین کرتا۔ مگر جانتے ہو اُس کا انجام کیا ہوا۔ زہرہ نے
اپنی بے اعتنائیون سے میری تمناؤن کو کچل ڈالا۔ اور اُس کی دلفریبیون کے انتظار مین دن
اور رات کی باقاعدہ گردشون سے مستغنی ہو گیا۔ کہ وہ کسی اور کے حصہ مین آئی۔ کہو اب کیا کہتے ہو
شاعر نے ایک سرد آہ بھری اور یہ کہکر خاموش ہو گیا۔

کہتے ہین جن کی زندگی تخیلون سے شروع ہوتی ہو اور سرد آہون پر ختم ہو جاتی ہو۔

امیر حسن ناز

ادبیات

سبد گل فروش

(گذشتہ سے پیوستہ)

شراب ناب

میرانِ نیم باز آنکھون مین میر ساری مستی شراب کی سی ہے
مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو غالب اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے
لبِ میگون پہ جان دیتے ہین مومن ہمین شوقِ شراب نے مارا
لاؤن سبو، پیالہ بھرون، در کو قفل دون داغ کیا حکم ہے جناب شیخ مآب کا
دشوار ہے رند دن پڑے انکار کرم یکسر حشرونی اے ساقی جان پرور، کچھ لطف و عنایت بھی
کیفیت چشم اُس کی مجھے یاد ہے سودا ساغر کو میرے ہاتھ سے لینا کہ چلا مین
ان شوخ اداؤن سے ان مست نگاہون سے اکبر ملتی ہے مجھے اکبر تعلیم گنہگاری
بعد مُردن بھی تعلق رہا میخانے سے ریاض مرے حصہ کی چھلک جاتی ہے پیمانے سے
پی لاکھ بار ساقی، کی لاکھ بار توبہ جب کر چکا مین توبہ، توبہ ہزار توبہ
نشہ مے آنکھ مین، کچھ نیند، کچھ انگڑائیان دیگر پھر کسی کو بزم مین یون جلوہ آرا دیکھتے
توبہ توبہ شیخ جی! توبہ کا پھر کس کو خیال حفیظ جب وہ خود کہہ دے کہ پی تھوڑی سی پی سیر لیے
زلف برہم نثار مستی چشم کس ادا سے وہ آج سو کے اُٹھے
کوئی بزم وعظ سے کہتا گیا داغ ایسے جلسہ بے شراب اچھے نہین
تری شمیم نے گلزار کو کیا برباد تری نگاہ نے کھولی دوکان بادہ فروش
اک لغزش بیجا پر مینو شون سے روٹھا ہے مقطر سنسان ہے سب بستی اے پیر مغان کردی
ان کی نگہ مست کے جلوے ہین نظر مین حشرونی بھولے سے بھی ذکر مے و مینا نہین آتا

غالبؔ چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی غالب پیتا ہون روز ابر و شب ماہتاب مین

مرگِ عاشقان

مرگِ مجنون

ہر اک مکان کو ہے مکین سے شرف اسدؔ غالب مجنون جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

مرگِ میر

کب نیازِ عشق ناز حسن سے کھینچے ہے ہاتھ میر آخر آخر میر سر بر آستان مارا گیا

مرگِ غالب

اسد اللہ خان تمام ہوا غالب اے دریغا وہ رندِ شاہد باز
وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید " مر گیا غالبِ آشفتہ نوا، کہتے ہین

مرگِ مومن

کس پہ مرتے ہو آپ پوچھتے ہین مومن مجھے فکرِ جواب نے مارا

عزمِ مرگ

عشق مین جان سے گذر جائین حسرتوانی اب یہی جی مین ہے کہ مر جائین

مرگِ حسرت خیز

آہی جانا وہ راہ پر غالبؔ غالب کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

مرگِ آرزو

مرتے ہین آرزو مین مرنے کی غالب موت آتی ہے پر نہین آتی

مرگِ ذاکر

ان کی گلی مین جسدم میر اگیا جنازہ حسرت سے دیکھتے تھے پردہ اُٹھا اُٹھا کر

ولی احمد خان۔ جے پور

غزل نعتیہ

(بر غزل جوہر و ماجد)

ہر لحظہ دعائین ہین، ہر لحظہ مناجاتین
اُس شاہ سے ہوتی ہین دن رات یونہی باتین

ادنیٰ سے اشارے مین تھے چاند کے دو ٹکڑے
اِک خاک کے پتلے مین اور ایسی کرامتین

صحراے عرب مین جب خورشید حرا چمکا
وحدت کی ضیا پھیلی ظلمت کی گھٹین راتین

بلوا لو مدینہ مین تم اپنے غلامون کو
مُدت سے تمنا ہے ہو جائین ملاقاتین

جب نام نبی لیکر محشر مین جلیل آیا
زاہد کو بھی شرم آئی تھین ایسی مداراتین

جلیل اُناوی

غزل

الفت مین جوڑتا ہی بُت بیوفا کے ہاتھ
باسط کی آبرو ہے تو ہی اب خدا کے ہاتھ

اے بُت دعا تو کرتا ہون لیکر اُٹھا کے ہاتھ
اب ہی قبول کرنا نہ کرنا خدا کے ہاتھ

ساقی سے شیخ کہتا ہی داتا بھلا کرے
تھوڑی سی بیچ ڈال کسی پارسا کے ہاتھ

اُلجھے ہون سو کون سر حشر فائدہ
اب فیصلہ ہی اُن کا ہمارا خدا کے ہاتھ

راہ طلب سے کنج قناعت مین لطف ہے
کسطرح مانگ لیتا ہی کوئی بڑھا کے ہاتھ

طالب ہوا خوشی سے نہ مغموم دل مرا
وہ لے لیا جو دیدیا تم نے اُٹھا کے ہاتھ

میخانے مین جھجکتے تھے رکھتے ہوے قدم
ساغر لیا ہی شیخ نے لیکن بڑھا کے ہاتھ

اُن کو بھی میری طرح نہین تاب دید کیا
آئینے پر وہ رکھتے ہین کیون مسکرا کے ہاتھ

ہاتھون مین مل چکے ہین ہمارا ہی خون دل
اور مسکرا رہے ہین ہمین کو دکھا کے ہاتھ

گر ہی چکا تھا باسط بیمست دور مین
ساقی اگر سنبھال نہ لیتا بڑھا کے ہاتھ

ابن باسط بیمست

غزل

جئے کسطرح اس حسرت کدہ مین اعتبار اپنا
نہ دل اپنا نہ جان اپنی نہ ہم اپنے نہ یار اپنا

نہ گھر اپنا نہ لوگ اپنے یہ ویران مقام اپنا
ہم اپنا جانتے ہر چیز کو ہوتا جو یار اپنا

کہین ارمان کے پھندے کہین دانے امیدون کے
قضا کرتی ہی کس کس گھات سے ہمکو شکار اپنا

یون ہی عادت رہی ان کو اگر دامن جھٹکنے کی
خدا جانے کہان اڑ اڑ کے پہونچے گا غبار اپنا

کوئی قطرہ تو خم سے ڈھال لین بے اذن کیا ممکن
یہ میخانہ ہی ساقی کا یہان کیا اختیار اپنا

اگر قاصد حقیقت مین پیام وصل لاتا ہے
تو کیون آنسو بھری ہی منھ دیکھتا ہے غمگسار اپنا

ضرورت کیا کسی کو سطرت آکر گننے کی
الگ ای بیکسی بستی سے ہی کوسون مزار اپنا

خطر کیا کشتی مے کو بھلا شور حوادث سے
ادھر گھبرا کے یا ساقی کہا بیڑا اتھا پار اپنا

چھپائے گا کسی دن عرش تک اپنی کو دامن مین
دکھا دیگا تماشا پھیل کر مشت غبار اپنا

خبر کیا غیب کی غمخوار کو اوریان یہ عالم ہی
کہا جاتا نہین اپنی زبان سے حال زار اپنا

نہین کرتا گوارا راہ رو کے دل پہ میل آنا
اڑا کرتا ہی رستہ سے الگ ہٹکر غبار اپنا

ہم اک مہمان ہین ہم سے دوستی کرنیکا کیا حاصل
نہین بھروسا اس ہمراہین اے شب غم اعتبار اپنا

کسی صورت سے جلد آجا تو اے شادی کہ چاہتے ہین
وہ شاید راستہ مین کر رہے ہین انتظار اپنا

غزل

غلغلہ جسکا ہی کچھ اس کی خبر آتی نہین
ہی جو آنکھون مین وہی صورت نظر آتی نہین

ضعف نے کیا دلمین یارب اندھیرا کھا ہی اسنے
اب تو ہونٹون تک بھی آہ بے اثر آتی نہین

آنے والون جانے والون کا بندھا ہی ایک تار
ہائے پھر بھی کوئی جانان کی خبر آتی نہین

خود ہنسے بھی سن کے میرا حال اور پھر یہ کہا
کون ہی جسکو ہنسی اس بات پر آتی نہین

ہمنفس! اس تیغ ابرو کی صفائی کو تو چھو
کب یہ سنتی ہی کہ سینے مین اتر آتی نہین

وادی گمگشتگی تو سامنے اے عقل! ہی
راہ جب پائی تو پھر کیون راہ پر آتی نہین

حال دل کہنے لگا جب مین تو وہ کہنے لگے
آپ کو کوئی کہانی مختصر آتی نہین

ڈبڈبائی ہین مری آنکھین تو کوئی بات ہی
مے کبھی ساغر مین ساقی خود سے بھر آتی نہین

آکے میت پردہ بولے ان کا سونا دیکھیے
یہ وہی ہین نیند جن کو رات بھر آتی نہین

میری آنکھون مین سمایا ہی وہ بت لیکن اُسے
دیکھ لون ایسی کوئی صورت نظر آتی نہین

آگیا عہد کہولت، اے تمنا ہوشیار
رہروون کو نیند ہنگام سفر آتی نہین

تمنا (عمادی) پھلواروی

فریاد قیس

ٹوٹنے پر عرش کی زنجیر ہے
عاشقون کی آہ مین تاثیر ہے

عاشقون کی بیقراری اور ہے
عاشقون کی آہ و زاری اور ہے

رات دن محو خیال یار ہین
حسرت جانان مین شب بیدار ہین

کام راحت سے نہ کچھ آرام سے
کام اُسکے ذکر اُس کے نام سے

جسطرف دیکھا وہ آیا روبرو
جس جگہ بیٹھے اُسی کی جستجو

صورت بلبل گلستان کو چلے
جب چلے تو کوی جانان کو چلے

دل جمال یار پر قربان ہوا
جان لیوا وصل کا ارمان ہوا

جو ازل سے کشتگان ناز ہین
اُن کے دنیا سے جُدا انداز ہین

یک شبے مجنون بجلوتگاہ ناز
گفت اے پروردگار بے نیاز

تو ہے دارو ے دل ہر خستہ حال
اے خدائے بیمثال و لازوال

جس کو جو لینا تھا وہ تجھسے لیا
جسکو خود دینا تھا تو نے ہی دیا

تو ہے خالق تو ہے مختار عمل
تو ہے رازق تو ہے تسام ازل

رنگ بھی گل کو دیا نکہت بھی دی
ناز خوبان کو دیے صورت بھی دی

کیون نہ ہو ہر وقت لب پر آہ سرد
عاشقون کو دل دیا اور دل مین درد

آنکھ کو آنسو جہین نالے دیے
ایک دل مین سیکڑون چھالے دیے

شمع کو دی حسن کی تو نے ضیا
سوز پروانے کو بخشا عشق کا

ایک سودائی کا تو مین نے خطاب　　اپنے دیوانے کو دے اتنا جواب

از چرا نامم تو مجنون کردئی
عشق لیلا در سرم چون کردئی

دل مرا لیلا پہ آیا کس لیے　　حسن پر مجھکو مٹایا کس لیے
عشق مین ناکام کیون مجھکو کیا　　در بدر بدنام کیون مجھکو کیا
دل مین کیون جوش محبت بھر دیا　　خون کیون میرا کلیجا کر دیا
عشق مین مجنون کیون ہوتا رہا　　حسرتون کا خون کیون ہوتا رہا
درد فرقت کے مجھے صدمے دیے　　کیون محبت کے مجھے صدمے دیے
وصل مین خوش ہو کے کب راتین کٹین　　کیون مری رو رو کے سب راتین کٹین
زلف لیلی کی بڑھی شورش بڑھی　　کیون سر شوریدہ کی شورش بڑھی
جوش سر مین کو چہ گردی کا دیا　　روگ کیون صحرا نوردی کا دیا

کردئی حنا رمغیلان باشم
میرسانی تا بگردون نالشم

مین کہان تک عشق مین آہین بھرون　　کب تک آخر ہجر مین نالے کرون
جان کی دشمن ہو آفت ہجر کی　　کس طرح کاٹون مصیبت ہجر کی
یار کے تیر نظر نے جان لی　　درد دل درد جگر نے جان لی
جان سے عاجز ہون وہ جاتی نہین　　موت کا خواہان ہون وہ آتی نہین
چیر کر سینہ نکالون قلب کو　　ہاے مین کیونکر سنبھالون قلب کو
دل مین رنج و درد کا گھر ہو گیا　　ہجر کا دل روز محشر ہو گیا
عشق مین ناشادیون کوئی نہو　　ہجر مین برباد یون کوئی نہو
دینے والے دے مجھے تو داد غم　　یا خدا سن لے مری فریاد غم

ہاتفش گفتا کہ اے مرد غریب
در محبت کردم این غمہا نصیب

شکر کر مجنوں کہ تو عاشق ہوا — محو شانِ جلوۂ جانان ہوا
درد کی لذت ہوئی تجھکو نصیب — عشق کی دولت ہوئی تجھکو نصیب
لطفِ غم شام و سحر تجھکو ملا — درد دل درد جگر تجھکو ملا
شمع عارض پر جو آیا دل ترا — سوزِ الفت نے جلایا دل ترا
بزم غم میں جا بجا جلتا رہا — صورتِ پروانہ تو جلتا رہا
تو جلا ہمنے جلایا عشق میں — جل کے تجھکو لطف آیا عشق میں
دل سے تیرے گرد غم دھوتے رہے — ہم رلا کر تجھکو خوش ہوتے رہے
تجھکو غمگین پا کے خوش ہوتے ہیں ہم — دل ترا تڑپا کے خوش ہوتے ہیں ہم

خوشش نماید گریۂ شب ہائے تو
ذوق ہا دارم بہ یاد روز ہائے تو

ہوگیا بیخود خیال یار میں — مٹ گیا تو حسرت دیدار میں
یاد رخ میں سب سے بیگانہ ہوا — الفتِ گیسو میں دیوانہ ہوا
حسرتِ دیدار میں مضطر ہوا — حال میرا عشق میں ابتر ہوا
شوق حسرت کا تجھے ہم نے دیا — روگ الفت کا تجھے ہم نے دیا
تجھکو غم میں مبتلا ہم نے کیا — عشق میں جو کچھ کیا ہم نے کیا
منزلِ الفت میں تیرے ساتھ ہیں — خلوت و جلوت میں تیرے ساتھ ہیں
رہتے ہیں ہم آنکھ کے تل میں ترے — ہیں ہمیں آئینہ دل میں ترے
دل کے آئینے سے تو واقف نہیں — کھول آنکھیں دیکھ اے قیس حزیں

عشق لیلےٰ نیست این کار من ست
حسن لیلےٰ عکسِ رخسار من ست

حکیم جگر صدیقی (زمیندار بسوان)

معاصرین پر تبصرہ

(۱) زمانہ (کانپور) نمبر ۳ و ۴ اور نمبر ۵ بابت مارچ و اپریل اور بابت مئی مجم علی الترتیب ۸۰ و ۶۰ صفحات ایڈیٹر منشی دیانرائن نگم بی اے۔

ادب و زبان اردو کا یہ دیرینہ خدمتگزار۔ مدتہائے دراز سے خدمات ادب و زبان میں مصروف ہے۔ ایک ہندو ایڈیٹر جس اہتمام جس استقلال اور جس ہمدردی سے اردو خوان طبقہ کی ناقدری و سرد مہری کے باوجود اسے بیس سال سے نکال رہا ہے اس بات سے مسلمان ایڈیٹروں کو رشک کرنا چاہیے۔

مارچ و اپریل کے ڈبل نمبر میں منشی نوبت رائے نظر کا مضمون خاص طور پر دلچسپ و پر لطف ہے جسمیں خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کے مجموعہ خطوط اکبر پر تنقیدی نظر کی گئی ہے۔ بعض گرفتیں بہت معقول ہیں۔ البتہ بعض میں ہم نظر مرحوم کی زیادتی پاتے ہیں۔ اسی نمبر میں بڑی عدالت دالا قصہ بھی جو منشی پریم چند کے انداز میں لکھا گیا ہے قابل داد ہے۔

مئی نمبر کا سرورق بطور ضمیمہ منشی پریم چند کے مضمون راجپوت مسلمانوں کی شدھی کو بنایا گیا ہے اسکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منشی صاحب موصوف ایک اعلیٰ انشا پرداز ہی نہیں، بلکہ معاملات ملکی و قومی میں بھی بہت صائب الرائے معاملہ فہم و دور اندیش واقع ہوئے ہیں۔ مضمون کے بعض فقروں سے ہم کو اختلاف بھی ہے لیکن بہ حیثیت مجموعی جس خوبی سے اظہار خیال کیا گیا ہے وہ ہر آئینہ قابل ستایش ہے۔ کاش عام ہندو پبلک کو ایک اپنے مخلص دور اندیش ہم قوم کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق ہوتی۔

(۲) ہمایوں (لاہور) بابت مئی و جون۔ ایڈیٹران، میاں بشیر احمد بی اے۔ بیرسٹر و حضرت تاجور نجیب آبادی ضخامت ۱۰۰ صفحہ۔

مولانا گرامی کا فارسی کلام اس درجہ کا ہے کہ ہمایوں میں اگر بجز اس کے اور کچھ نہ ہو، تو بھی اس کا وجود ملک کے لیے ضروری رہیگا۔ لیکن اسکے اوراق میں علاوہ مولانا ممدوح کے کلام فلک پایہ کے اور بھی کام کی چیزیں ہوتی ہیں۔ مئی نمبر میں سید اصفا حسین۔ ایم اے کا مضمون علامہ اقبال اور حکیم یوسف حسن کا افسانہ حیات ثانی نہایت دلچسپ ہیں۔ ہندوستانی زبان والا مضمون بھی بجائے خود سنجیدہ و معقول ہے البتہ

جس جگہ اس مضمون میں ایک اُردو اکیڈمی کا خاکہ پیش کیا گیا ہے مضمون نگار صاحب واقعات کی دُنیا سے نکل کر شاید نشۂ عجائب الف لیلہ کی فضا میں چلے گئے ہیں۔ جون نمبر میں سید سجاد حیدر صاحب کا مضمون ترقی اُردو کا حرف حرف لائق مطالعہ ہے خطوط اکبر بھی دلچسپ ہیں البتہ مکتوب الیہ کا نام خدا معلوم کس مصلحت سے مخفی رکھا گیا ہے" جس نے مکاتیب کے لطف میں نمایاں کمی کر دی ہے۔

البتہ ان دونوں نمبروں میں ایک خاص مضمون کی "علت غائی" ہماری سمجھ میں بالکل نہ آسکی اور وہ کرنل بھولا ناتھ بہادر کا مضمون خلفائے راشدین ہے اس میں ہم کو کوئی ایسی خصوصیت نہ بلحاظ معلومات اور نہ بلحاظ ادب نظر آئی، جو ہمایوں کے صفحات میں اسکی اشاعت کی سفارش کر سکتا۔ بہ لحاظ معلومات، ہر اُردو خوان شخص الفاروق وغیرہ کو پیش نظر رکھ کر بغیر کسی خاص تلاش و محنت کے اتنے واقعات جمع کر سکتا تھا صحت زبان و فصاحت کے لحاظ سے الفاظ و ترکیبات ذیل ملاحظہ ہوں :-

طرز رہایش" (ص ۳۲۸) "عربستان کو وحدت اور سرکشی کے خس و خاشاک سے" (ص ۳۲۹) "ہر کوئی اُن کو عزت کی نگاہ سے" (ص ۳۲۹) "آپ منصف مزاج پرلے درجے کے تھے" (ص ۳۲۹) گویا منصف مزاجی بھی ایک قسم کی شراب خواری ہے "آپ کا انصاف اب سخت گیر ہوتا تھا" (ص ۳۲۹) خالد بن ولید اسلام کا ایک بہت بھاری جنرل گذرا ہے" (ایضاً) آپ کی زبان اور دہ سے غریب امیر حاکم محکوم جو کوئی سزاوار ہو باران رحمت کی طرح یکساں ترشح حاصل کرتے تھے (ایضاً) سبحان اللہ! "اسلام کے جہان آشوب توسیع کے اسباب" (ص ۳۷۳) "ہمارا استعجاب کسقدر ڈھیلا ہو جاتا ہے" (ص ۳۸۲) "مستثنیٰ خیز مخترعات (ص ۳۸۲)

سنتے ہیں کرنل صاحب بہادر کو فارسی شاعری میں ڈاکٹر اقبال سے ہمسری کا دعویٰ ہے بیشک اقبال کے مدمقابل کو ایسی ہی قابلیت کی ضرورت ہے۔ بہتر ہوتا، کرنل صاحب عرب، ہمایوں کے صفحات پر رحم فرماتے جو اس وقت صوبۂ پنجاب میں اپنے رنگ کا بہترین پرچہ ہے، اور اپنی قابلیت کے "ترشح" کے لیے کسی سنگلاخ سرزمین کو تلاش فرماتے۔

(۳) جامعہ (علی گڈھ) نمبر ۴ و نمبر ۵ جلد ۶۰ و ۶۴ صفحات۔ ایڈیٹر مولوی نور الرحمن بی اے۔

جامعہ اسلامیہ (نیشنل مسلم یونیورسٹی) علی گڈھ کا یہ آرگن الحمد للہ تمام توقعات جو اس سے وابستہ تھیں، ایک ایک کر کے پوری کرتا جا رہا ہے۔ ہر پچھلا نمبر اپنے ماقبل سے بہتر ہوتا ہے اب تک پانچ نمبر نکل چکے ہیں اگر رفتار ترقی یہی رہی تو انشاء اللہ عنقریب اُسے اُردو میں چوٹی کا رسالہ کہہ سکیں گے۔

مسئلہ اشتراکیت، دول یورپ اور ٹرکی، اور نظام اشتراکی پر جو مضامین نکلے ہین، وہ خاص طور پر پُر معلومات ہین۔ حیرت ہوتی ہی کہ جامعہ کے طلبہ اسقدر پُر مغز مضامین لکھنے پر قادر ہوگئے۔ مئی نمبر مین جرمنی کے ایک نامور فاضل کا ایک مضمون شایع ہوا ہی، جو اُس نے خاص جامعہ کے لیے تحریر فرمایا تھا۔ ان تمام خوبیون کے ساتھ کمی صرف اتنی ہی کہ پرچہ ذرا خشک ہوتا ہی۔ ٹھوس عالمانہ و سنجیدہ مضامین کے ساتھ، کسی قدر لائٹ لٹریچر (ادب لطیف) اور تفریح و تفنن کے حقوق کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہی۔

(۴) کانفرنس گزٹ۔ (علی گڈھ) بابت مئی ضخامت ۵۰ صفحہ طباعت و کاغذ پسندیدہ زیر نگرانی مولانا مولوی حبیب الرحمن خان شروانی۔

یہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈھ کا ماہوار رسالہ ہی جسکا مقصد مسلمانون کی تعلیمی تحریک۔ اصول تعلیم، نظام تعلیم مروجہ ملک اور دیگر اہم تعلیمی امور پر تنقید کرنا ہی، ان مقاصد کے لحاظ سے یہ رسالہ بھی اچھا نکل رہا ہی، اور قومی ضروریات کے ایک شعبہ کو پورا کر رہا ہی۔ زیر نظر نمبر مین کئی مضمون پڑھنے کے قابل ہین۔

(۵) ہزار داستان (لاہور) نمبر ۴ بابت اپریل۔ اور نمبر ۵ بابت مئی ضخامت علی الترتیب ۸۰ و ۷۶ صفحات۔ ایڈیٹر حکیم احمد شجاع بی اے

لاہور کا یہ ادبی رسالہ محض افسانہ نگاری اور متعلقات افسانہ کے لیے وقف ہی اور یہ دیکھکر مسرت ہوتی ہی، کہ اس دایرہ کے اندر رہ کر اُردو کی اچھی خدمت انجام دے رہا ہی، افسانہ عموماً دلچسپ ہوتے ہین رکیک زبان اور مبتذل خیالات سے ایک بڑی حد تک احتیاط برتی جاتی ہی۔

(۶) آئینہ (الہ آباد) نمبر ۱ بابت جون حجم ۶۴ صفحہ ایڈیٹر ابو المعالی سید وحید الدین احمد۔

الہ آباد سے ادب اُردو کا یہ جدید رسالہ نکلا ہی۔ ابھی صرف پہلا نمبر موصول ہوا ہی۔ ادیب کا نمونہ اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہی، لیکن ظاہری و معنوی ہر حیثیت سے ابھی ادیب سے اُسے وہی نسبت ہی، جو آسمان سے زمین کو ہی۔ بعض اوراق کی کتابت و طباعت بالکل مسخ ہوگئی ہی۔ مضمون نگارون مین خواجہ حسن نظامی صاحب کا نام بھی نظر آتا ہی۔ سید مسعود حسن رضوی کا مضمون "سارے ہندوستان کی ایک زبان" رسالہ کی جان ہی۔ افسانہ متعدد درج ہین۔ جن مین خود ایڈیٹر صاحب کا افسانہ صبح شباب

نسبتہً سب سے بہتر ہی۔ ابتدا مین ڈاکٹر تیج بہادر سپرو کی تصویر کے ساتھ نثر و نظم دونون مین اُن کی قصیدہ خوانی کی گئی ہی۔ ہمین بدقسمتی سے اس کا علم نہین کہ ڈاکٹر سپرو نے ابتک اُردو زبان و ادب کی غیر معمولی نہ سہی معمولی خدمات بھی کون سی انجام دی ہین۔ اور نہ اس آئینہ مدح مین اُن کی خدمات ادبی کا کوئی عکس نظر آیا۔

(۷) تحریک (لاہور) بابت مارچ ۱۹۲۳ء ضخامت ۵۰ صفحہ۔ ایڈیٹر حکیم مظفر حسین آظہر۔ رسالہ "شعر، افسانہ، تاریخ، ادب لطیف، زبان، تنقید، اور ڈرامہ" مین تجدید و اصلاح کا مدعی ہی۔ رسالہ کی نوعیت و معیار کا صحیح اندازہ ایڈیٹر صاحب کے ایک ضروری پیغام "طلبا، علوم کے نام" کے اقتباسات ذیل سے ہوگا:-

"اگر آپ کے دل مین طلب و شوق اور سر مین سودا اور آپ کی طلب صادق و حقیقی ہی تو آپ کو خضر ملجائیگا اور قریب ہی ملجائیگا . . . . . .

اگر آپ قلم سے قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہین اور اپنے آپ کو ایک لائق مصنف کی حیثیت سے ملک کے روبرو پیش کرنے کے آرزومند ہین، تو میرے پاس آئیے . . . . .

اگر آپ کو مذاق سخن ہی اور آپ صحیح شعر کہنا چاہتے ہین، تو میرے پاس آئیے۔ اگر آپ تراجم کے ذریعہ سے علم اور قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہین تو مجھ سے تعلق پیدا کیجیے . . . . . .

اگر آپ اُس عزیز شے کے طالب ہین، جسے علم کہتے ہین تو میرے پاس آئیے اور اپنی مراد حاصل کیجیے" (ص ۱۳-۱۴)

اسکے بعد یہ فقرہ لکھنا شاید سہو آرہ گیا،

"کہ فطرت کی بازار مین ایسی عجیب و غریب جنس سب سے پہلی بار آئی ہے خریدار اگر اب بھی نقد جان لیکر آگے نہ بڑھے، تو اُن کے سرون پر ایسا سخت قہر آسمانی نازل ہوگا، جسکی کوئی مثال نہ پہلے مل سکتی ہی، نہ آئندہ ملیگی"

(۸) الفلاح۔ (جالندھر نمبر ۳ و نمبر ۴ بابت یکم مئی و ۱۵ مئی ضخامت ۳۲، ۳۲ صفحات ایڈیٹر غازی رحمت اللہ

انجمن اشاعت اسلام جالندھر کا یہ پندرہ روزہ رسالہ ہی، جو حال مین نکلنا شروع ہوا ہے۔

مضامین اوسط درجہ کے ہوتے ہیں۔ مذہبی معلومات اچھے خاصے رکھتا ہے۔ آریہ سماج کے جوابات پر زیادہ توجہ رہتی ہے۔ فی الجملہ رسالہ مفید و قابل اعانت ہے۔

(۹) اشاعۃ القرآن (لاہور) بابت مئی ضخامت ۳۲ صفحہ ایڈیٹر ابو عیسیٰ فقیر حشمت العلی انجمن اہل قرآن کا ماہوار رسالہ ہے۔ فرقہ اہل قرآن یعنی قرآن بغیر قرآن سمجھنے اور تمام چیزوں کا منکر ہے احادیث صحیحہ کا بھی قائل نہیں۔ یہ رسالہ انہیں عقائد کا ترجمان ہے۔ ہمارے نزدیک اگر ایڈیٹر صاحب بجائے "ردا سی اسلام" کی تردید یا مختلف اسلامی فرقوں سے مناظرہ و مبارلہ کرنے کے اپنی توجہ صرف معارف و اسرار قرآن کی توضیح و تشریح تک محدود رکھتے تو اسلام کی ایک بڑی مفید خدمت انجام دے سکتے تھے۔

(۱۰) التبلیغ (لکھنؤ) بابت اپریل ضخامت ۳۰ صفحہ ایڈیٹر مولوی سید محمد۔

رسائل و اخبارات کے کسی کی سرپرستی میں نکلنے اور اس سرپرست کے نام کو بڑے بڑے لفظی القاب کے ساتھ لکھنے کا مرض عام ہوتا جاتا ہے یہ مذہبی و تبلیغی رسالہ بھی اسی مرض کا شکار ہے۔ سرورق پر سرپرست صاحب کا نام ان الفاظ میں درج ہے۔

حکیم الامۃ حضرت مولانا السید ابو الکلام صاحب قبلہ علامہ ہندی مظلہ العالی "دنیا کو اسکا علم نہیں اور شاید یہ علم کچھ مفید بھی نہ ہو کہ سرپرست صاحب و "حکیم الامۃ" و "علامہ ہندی" کے خطابات کس "سرکار" سے مرحمت ہوئے ہیں۔ مضامین اوسط درجہ کے ہوتے ہیں۔ زیر نظر نمبر میں صرف ایک مضمون روح و مادہ کے عنوان سے سرپرست صاحب کا درج ہے جس میں ہندوؤں کے عقائد متعلقہ روح و تناسخ وغیرہ کی تردید کی گئی ہے۔

(۱۱) الرفیق (کلکتہ) نمبر ۲۔ ضخامت ۲۰ صفحہ۔ تقطیع ۱۰×۲۲۔ ایڈیٹر سید عبد الوہاب تھانوی

اس رسالہ کو بھی ایک یگانۂ روزگار بزرگ کی سرپرستی کا فخر حاصل ہے یعنی "سلطان الہند" "علامہ" کیفی، چریاکوٹی۔ ناظرین کو اگر ان بزرگ کی "سجایت" و "علامیت" کا کوئی ثبوت ابتک نہ ملا ہو تو اپنا قصور نہم خیال کریں، رسالہ پندرہ روزہ ہے اور سرورق پر اسے علمی، ادبی، اخلاقی، و تاریخی مضامین کا ذخیرہ بتایا گیا ہے۔ انسان کو اپنے متعلق بھی عجیب حسن ظن ہوتا ہے۔

(۱۲) الہلال (لکھنؤ) نمبر اول۔ ضخامت ۱۶ صفحہ ایڈیٹر فتح اللہ آزاد۔

شاعری کی دنیا مین سرقہ مضامین ایک قدیم جرم تھا اب دنیاے صحافت مین نئے نئے جرایم سرقہ تخلص، سرقہ نام مضمون نگار سرقہ طرز انشا، سرقہ اسم رسالہ وغیرہ پیدا ہو گئے ہین مولانا ابو الکلام کے الہلال کی مقبولیت نے مطلع صحافت پر متعدد ماہتاب چمکا دیے۔ یہ جدید الہلال افق لکھنؤ سے طلوع ہوا ہے۔ ایڈیٹر صاحب نے اپنا تخلص بھی مولانا ابو الکلام کے تخلص پر آزاد ہی رکھا ہے۔ باب التفسیر بھی مرحوم الہلال کے تتبع مین قائم کیا ہے۔ دیکھنا ہے کہ یہ تلمیع کتنے دن یا کتنی راتین قایم رہتی ہے۔

(۱۳) خادم کعبہ۔ (ہوڑہ) نمبر ۳ ضخامت ۳۲۔ ایڈیٹر سید الطاف حسین۔

"خادم کعبہ" کے نام سے ذہن قدرتاً خدمت کعبہ، تائید خلافت، وغیرہ کی جانب منتقل ہوتا ہے لیکن زیر نظر رسالہ کو ان مقاصد سے کوئی واسطہ نہین۔ وہ خود اپنے الفاظ مین "اردو علم ادب کا باتصویر ماہوار رسالہ ہے اور ادبی، اخلاقی، تاریخی، تمدنی، معاشرتی مضامین کا مخزن"۔ زبان کی صحت کا نمونہ یہ ہے کہ سرورق پر طالبعلم کی جمع "طلبا دن" درج ہے۔ ایڈیٹر کے ساتھ ہی مالک رسالہ کا نام نامی بھی ٹائیٹل کو زینت دے رہا ہے۔ خدا مسلمانون پر رحم کرے،

(۱۴) ترجھی نظر (لکھنؤ) بابت مئی ضخامت ۳۴ صفحہ "آنریری ایڈیٹر سید برکات احمد" مینجنگ پروپرائٹر، محمد اصطفی خان اصطفا۔

نظم و نثر کی رنگینیون کا مجموعہ، جو چوک لکھنؤ سے شایع ہوتا ہے، اور لکھنؤ کے ایک خاص طبقہ کی دلچسپی کا کافی سامان رکھتا ہے۔

(۱۵) مشاہیر (بدایون) نمبر ۲ ضخامت ۳۲ صفحہ ایڈیٹر مولوی ظہور الحق مقتدری۔

ابتک اس رسالہ کے صرف دو نمبر نکلے ہین۔ مضمون نگارون کی فہرست مین مولانا عبد الحلیم شرر مولانا عبد الماجد بدایونی کے اسماء گرامی جلب نظر کے لیے کافی ہین۔ مضامین جو ابتک شایع ہوے ہین غنیمت ہین۔

چھ مشہور دوائیون کا بکس

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجربہ دوائین گذشتہ سال سے تمام ہندوستان مین استعمال ہو رہی ہین اس لیے قدیم خریدارون کو مخاطب کرنیکی ضرورت نہین صرف نئے اصحاب سے یہ ہے جو تجارتی ادویات سے متنفر ہو گئے ہون یقین دلانے اور آزمایش کے لیے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے نمونہ کا بکس بنایا ہے جسمین اتنقدر کافی ہو ایک دوا سے ہین کہ آزمایش پورے طور سے ہو سکتی ہے!

دوا ؤن کا نام

دمہ کی دوا ۱ دمہ کیسا ہی زور مین ہو فوراً دفع ہو کوا ۱ نا نک ہر ایک کے لیے طاقت بڑھانے کی دوا ۱ معوں ۱ ہ گولیان جیسا نام ویسا فائدہ عرق کافور ہیضہ اور گرمی کی دست کی ایک دوا جلاب کی گولیان شبکو سوتے وقت کھا لیتے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہوتی ہے عرق پودینہ سبز۔ درشکم و ریاحی درد کی دوا ۱ پوری حالت فہرست بلا قیمت طلب کر کے دیکھیے ادویات ہر جگہ دکانداران اور دا فروشون سے ملسکتی ہین ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیے!

جلاب کی گولیان

کاروباری آدمی کے لیے بغیر کسی تکلیف کے دست خلاصہ لانے کی اکسیر گولیان ہین رات کے سوتے وقت دو گولیان کھا لیجیے دوسرے دن خلاصہ دست ہو جائیگا پیٹ مین گرمی اور مروڑ کچھ بھی نہین ہو گی اور کھانے پینے مین کوئی احتیاط کرنیکی ضرورت نہین ہے یہ گولیان کل مین بنتی ہین اس لیے دست وزن مین برابر اور جگہ دار ہین اور کھاتے وقت کوئی تکلیف اور بدذائقہ نہین معلوم ہوتین سفر کے لیے نہایت ملائمہ کی چیز ہے قیمت فی ڈبیہ ۹ محصول ڈاک ۱ ڈبیہ تک ۶/

ڈاکٹر گنگا رام جنیلی چوک لکھنؤ۔ ایجنٹ

بدہضمی کے دست کی ٹکیہ

غذا تحلیل نہونے کو بدہضمی کہتے ہین جسکو غذا کھانے کے بعد پیٹ بھاری رہنا پیٹ [illegible] کھٹی ڈکار آنا قوت ہاضمہ کے خراب ہونے سے ہوتا ہے جب یہ غذا کچی رہتی ہے تب پیٹ مین گڑبڑاہٹ ہوتی ہے اور پیٹ پھولتا ہے اور دست ہوتے ہین اور اس وجہ سے جسم کمزور اور مرض لاعلاج ہو جاتا ہے اس مرض کے ہونے کے اسباب یون ہین کہ ضعیفی کا عالم کسی خاص بیماری کے بعد ضعف کا ہونا کم کھانا یعنی کا بیفائدہ ضائع ہونا زیادہ محنت فکر و تردد یا غم اور ان خرابیون کی حالت مین جو بچہ ضعف کے وقت ہوتی ہین ان باتون کا غور کر کے ڈاکٹر برمن نے یہ بدہضمی کی ٹکیہ بنائی ہے جس سے غذا تحلیل ہوتی ہے اور بدہضمی کی خرابی دور ہوتی ہے قیمت فی شیشی عہ محصول ڈاک ایک سے چھ شیشی تک ۶/

اپنی صحت سے غافل نہ رہیے

اسمین تو کوئی شک ہی نہین کہ ایک تندرستی اور ہزار نعمت اگر تندرستی مین فرق ہے تو دنیا کی دولت بیکار ہے مگر افسوس کہ ایسے بہت لوگ ہین جو اپنی صحت سے غافل رہ کر کسی مفید چیز سے بھی فائدہ نہین اٹھاتے یہ عرق پودینہ کی ہری پتیون سے بنا ہے بدہضمی پیٹ کا پھولنا متلی۔ نفخ۔ ریاح وغیرہ کے لیے نہایت ہی مجرب دوا ہے بچون کے لیے اس سے بڑھکر کوئی دوا نہین ہے۔ ہر گھر گرہست کو اس دوا سے غافل نہ رہنا چاہیے۔

قیمت فی شیشی ۱۴/ محصول ڈاک ۶/

ڈاکٹر گنگا رام جنیلی چوک لکھنؤ۔ ایجنٹ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ۔ کلکتہ

زندگی کی اہم ضروریات

"حسن یوسف" کے ذریعہ سے پوری ہوسکتی ہے

۱۔ جو شریف نوجوان با عصمت دوشیزگان سے خواہش عقد رکھتے ہوں (۲) جن معزز والدین کو اپنی دخترون کیواسطے بلند پایہ برکی ضرورت ہو (۳) جو اصحاب اپنی زندگی مین کسی اہم انقلاب کے خواہشمند ہون (۴) جو بیوائین اپنی معصومانہ زندگی بسر کرنا چاہتی ہون (۵) جو لوگ قرض اور افلاس سے تنگ ہون (۶) جو بلند ہمت اپنے خاندان کی دستگیری کرنا چاہتے ہون۔

وہ حسن یوسف ملاحظہ فرمائین

کیونکہ "حسن یوسف" ہی ایک ایسی کتاب ہے جسمین علمی اور عملی طور پر ان تمام ضروریات وخواہشات کی کامیابی کے بہترین ذرائع بتلائے گئے ہین۔ قیمت ایکروپیہ چھ آنہ۔ خریداران الناظر سے محصول ڈاک فیس منی آرڈر جملہ ۶/ معاف کیے جاتے ہین۔

حسن یوسف

علم وعمل کا بہترین اور زبردست انتخاب

لٹریری دلچسپی رکھنے والے اشخاص، خوددار اور غیور طبع افراد، سیاسی زندگی بسر کرنے کے شائق نوجوان، نرگ موالات کے تحت مین بیکار ہوجانے والے ملازمت پیشہ مذہبی رنگ مین ڈوبے ہوے بزرگ اگر آپ اپنے خدمات اور احساسات کے لحاظ سے کامیاب زندگی بسر کرنا چاہتے ہون تو آپ کو حسن یوسف سے مستفید ہونا چاہیے جو الفاظ کے پیکر مین ایک بہترین شفیق ایک سچا رہنما ایک حقیقی ہمدرد مہیا کیا گیا ہے اور کتابی صورت مین لاکر قیمت اس کی صرف عہ رکھی گئی ہے۔ محصول ڈاک وغیرہ خریداران الناظر کے واسطے معاف کیا جاتا ہے، خریداران طب نفیس کی تحریک پر یہ کتاب طبع ہوئی ہے جن کی فرمائشات کا سلسلہ تیزی کیساتھ جاری ہے ضرورت سمجھین جلد طلب فرمائین،

ملنے کا پتہ۔ سید محمود الحسن طبیب سرکاری ڈاک خانہ جی تھاری گورنمنٹ بھوپال

مشہور ٹسری صافے

بھاگلپوری ٹسری اور ریشمی صافے اعلیٰ درجے کے ذیل کے پتہ پر بکفایت نرخ پر مل سکتے ہین۔

مولوی کبیر احمد خان برادرز بھاگلپور سٹی

برائے فروخت

ایک پریس آہنی ۲۶×۲۰ پیمانہ کا جو مطبع کی ضرورت سے فاضل ہے قیمت بالشافہ یا خط وکتابت سے طے ہوجائیگی

منیجر الناظر پریس لکھنؤ

امیر مینائی مرحوم

صنمخانۂ عشق ۱۴/
مرأۃ الغیب ۱۴/
خیابان آفرینش ۱۴/
محامد خاتم النبیین ۸/
مینائے سخن ۱۴/

منشی سجاد حسین مرحوم

احق الذین ۸/
حاجی بغلول ۸/
میٹھی چھری ۶/
پیاری دنیا ۸/
کایا پلٹ ۸/
طلسمی فانوس ۱۴/

پنڈت رتن ناتھ سرشار

فسانۂ آزاد ۴ جلد ۴۰/
سیر کہسار ۱۴/
خدائی فوجدار ۱۴/
جام سرشار ۱۵/
الف لیلہ بطرز نادل ۱۵/

منشی جوالا پرشاد برق

مرثالنی ۱۲/
مار آستین ۱۲/
بنگالی وطن ۱۲/
گورتاب ۱۲/
معشوقۂ فرنگ ۱۲/

مولانا عبد الحلیم شرر

ابوبکر شبلی ۱۴/
خواجہ معین الدین چشتی ۶/
صقلیہ مین السلم ۱۲/
قیس ولیلیٰ ۱۴/
مقدس نازنین ۱۴/
ایام عرب جلد ۶/
یوسف زلیخہ ۱۴/
فتح اندلس ۱۶/
ماہ ملک ۱۶/
حسن کا ڈاکو ۱۴/
دربار حرامپور ۲ جلد ۱۰/
مفتوح فاتح ۱۴/
جولیاے حق ۲ جلد للعہ/
لعبت چین ۸/
عزیزہ المصر ۱۴/
غیب ان دی ڈھن ۸/
فردوس بریں ۸/
فلپائنا ۱۴/
رومۃ الکبریٰ ۱۴/
الفانسو ۱۲/
شہید وفا ۸/
حسن انجلنا ۱۰/
ملک العزیز ورجنا ۱۰/
آغا صادق کی شادی ۸۰/
افسانہ نعیس ۱۲/
حسن بن صباح ۶/
ملکۂ غمناد ۴/

مرزا داغ مرحوم

آفتاب داغ ۸/
مہتاب داغ ۸/
یادگار داغ ۱۶/
انتخاب داغ ۱۴/
فریاد داغ ۱۴/

مولوی بشیر الدین احمد دہلوی

دارالحکومت دہلی ۲ جلد ۱۴/
تاریخ جیاپور ۳ جلد ۲۰/
حرز اطفال ۸/
نشاط عمر ۱۴/
عصاے پیری ۸/
شمع ہدایت ۱۲/
لخت جگر ۲ جلد ۳۰/
حسن معاشرت ۱۴/
اقبال دولت ۱۴/

نیاز فتحپوری

گہوارۂ تمدن ۱۶/
ترجمہ گیتان جلی ۱۶/
کیوپڈ اینڈ سائکس ۸/

یسین اکبر آبادی

خدیجۃ الکبریٰ ۱۴/
بنت الرسول ۸/
سیرۃ الحسین ۱۶/
جام کوثر ۱۵/

حکیم محمد علی خاں حاذق

عبرت کامل ۱۴/
حسن سرو کامل ۱۴/
نام پیاری کامل ۸/
دیول دیوی ۱۴/
گورا ۱۶/
نیل کا سانپ ۱۴/
جعفر وعباسہ ۱۲/
اختر وحسینہ کامل ۱۶/

منشی احمد علی شوق قدوائی

ترانۂ شوق ۱۴/
قاسم وزہرہ ۸/
میکنزی اور روسی ۲/

جوش ملیح آبادی

شبیر حسین

نثر ادب ۳/
مقالات زرین ۱۱/
آوازۂ حق ۸/
اوراق سحر ۱۵/
جذبات فطرت ۱۳/

منشی تیرتھ رام

فسانۂ لندن ۲ جلد ۱۲/
وطن پرست ۳/
منزل مقصود ۱۶/
روحوں کا خروج ۱۰/
خونی ہیرا ۱۴/

جلال لکھنوی مرحوم

منصور نہائی دلکش ۸/
نظم نگارین ۸/
نثر زبان اردو ۱۶/
رسالۂ ذکر وتانیث ۸/
افادۂ تاریخ ۸/
قواعد للمنتخب ۱۴/

خواجہ عشرت لکھنوی

لغات اردو ۱۴/
اصول اردو ۶/
جان اردو ۶/
قواعد میر ۶/
شاعری کی پہلی کتاب ۸/
شاعری کی دوسری کتاب ۸/
شاعری کی تیسری کتاب ۸/
اصلاح زبان اردو ۶/
گلدستۂ ظرافت ۶/
زباندانی ۶/

صفدر مرزا پوری

مرقع ادب ۱۴/
بزم خیال ۸/
مشاطۂ سخن ۸/

مولوی محمد حسین محوی

ازواج الانبیا ۱۴/
افسانۂ قربانیان ۸/

حکیم احمد حسین الہ آبادی

ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد اول ۱۴/
" دوم ۱۴/
" سوم ۱۴/
" چہارم ۱۶/
" پنجم ۱۴/
" ششم ۱۴/
" ہفتم ۱۴/
جلد ششم ودہم زیر طبع ہیں
" دہم ۱۶/
" یازدہم ۱۶/
سلطان صلاح الدین ۱۴/
سلطان نور الدین محمود ۱۴/

مولوی سعید مارہروی

آثار اکبری ۳/
حیات صالح ۱۶/
حیات خسرو ۱۶/
امراے ہنود ۱۶/

مولوی سید ممتاز علی

تذکرۃ الانبیا ۱۴/
شیخ حسن ۱۲/

منشی نوازش علی خان

سفرنامۂ ابن بطوطہ ۱۴/
قسطنطنیہ ۱۴/
ڈیوٹی ۱۴/

جسٹس محمد مرحوم

کتاب الطلاق ۱۰/
کتاب الفسخہ ۸/
شرح قانون شہادت ۲ے ۸/

مولوی عزیز مرزا بی اے

خیالات عزیز ۸/
ذکر اردو عہ
خواجہ غلام الثقلین مرحوم
روزنامہ سیاحت ۸/
فلسفیانہ نکتہ اسلام پر ۲ے

مولوی محمد علی ایم اے

سیرۃ خیر البشر ۸/
النبوت فی الاسلام ۲ے
حیوۃ المتنبی ۸/

مرزا محمد ہادی بی اے

اسرار جان ادا ۸/
شریف زادہ ۱۰/
خونی عاشق ۸/
خونی مصور عہ
خونی شہزادہ ۸/
مثنوی لیلیٰ مجنوں ۴ے

منشی صدیق علی بی اے

تاریخ تمدن ۲ جلد ۳ے
شباب لکھنو عہ

مولوی عبد الحق بی اے

قواعد اردو ۸/
انتخاب کلام میر ۸/

خواجہ حسن نظامی

سیپارۂ دل ۸/
نوروزنامہ ممالک اسلامیہ ۲ے
میلاد نامہ ۸/
محرم نامہ ۸/
یزید نامہ ۲ے
فضل نامہ گیارھویں ۱۲/
کرشن جیون ۸/
کم ٹو موت ۸/
بیوی کی تعلیم ۲ے
بیوی کی تربیت ۸/
آثار النبی حصہ دوم ۲ے
خطوط حسن نظامی ۱۲/
جاگ بیتی کہانیاں ۸/
فاطمی دعوت اسلام ۳ے ۸/
اودھ کا گدگدیاں ۱۲/

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفہ جذبات ۸/
بحر المحبت ۱۲/
تاریخ اخلاق یورپ ۲ جلد ۷ے
مکالمات برکلے عہ
زود پشیمان ۸/

مولوی معشوق حسین خانصاحب بی اے

مبادی سائنس ۸/
بجلی کے کرشمے ۲ے
محاربات صلیبی عہ

مولوی سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم ۱۲/
حیات امام مالک ۸/
خلافت اور ہندستان ۸/
بہادر خواتین اسلام ۲ے
اہل السنۃ والجماعت ۸/

پروفیسر عبد الباری ندوی

مبادی علم نباتی عہ
برکلے کا فلسفہ عہ
مذہب و عقلیات عہ

مولوی محمد علیم انصاری

تمدن اسلام ۲ جلد ۱۰ے
الاسلام و الحضارۃ ۱۲/
اسلام اور پولیٹیکل نظام ۱۲/
جواہر قرآنی ۸/
انیس ۸/
فلاح دارین ۸/

خواجہ عباد اللہ اختری بی اے

مشاہیر اسلام ۱۲/
دمشق ۳ے
بغداد ۸/
صدیق اکبرؓ ۱۲/
ترجمہ معجز شیرازی حافظ ۸/

مسٹر سجاد حیدر بی اے

خیالستان ۸/
زہرا ۸/
ثالث بالخیر ۸/

مولوی ظفر علی خانصاحب بی اے

معرکہ مذہب و سائنس عہ
خیابان فارس جلد اول ۲ے
الواعظ عہ
بانگ درا مع شرح ۸/
فلسفہ ابن سینا ۸/
معاشرت ۸/
اپریل فول ۸/

مسٹر انیس احمد عباسی بی اے

ترجمہ ۱۲/
نازنین آسیفیا عہ
ناجرہ کی کامیابی ۱۲/
احمد کنیز پنہا ۸/

پروفیسر نواب علی ایم اے

تذکرہ اصطلاحات ۸/
معالج الدین عہ
صحف سماوی ۳ے
شمع سخن ۱۰/

ڈاکٹر اقبال ایم اے

ملت بیضا ۵/
مکمل ترانہ ۱۲/
شکوہ ۱۲/
جواب شکوہ ۱۴/
نالۂ یتیم ۱۲/
فریاد امت ۱۳/
بلال ۱/
اکبری اقبال ۱۳/
شمع و شاعر ۱۲/
خضر راہ ۱۴/

پروفیسر الیاس برنی ایم اے

اسرار حق ۳ے
معارف ملت عہ
مناظر قدرت عہ
جذبات فطرت عہ
علم الحیوٰۃ عہ

ہاشمی فرید آبادی

مشاہیر یونانی و اطبائے عصر
تاریخ یونان قدیم ۸/

مولوی عبد الحلیم شرر

فردوس بریں ۲ جلد ۱۰ے
ملک العزیز ورجنا ۸/
حسن انجلینا ۸/
مہدی سوڈانی ۸/
دلچسپ ۸/
منصور موہنا ۸/
دلگداز ۸/
دلکشا ۸/
دلفریب ۸/
دلچسپ ۸/
دلآویز ۸/
دلربا ۸/
دلہن ۸/
دلفگار ۸/
دلعزیز ۸/
دلشاد ۸/
دلکش ۸/
دلفریب ۸/
دلچسپ ۸/
دلآویز ۸/
دلربا ۸/
دلہن ۸/
دلفگار ۸/
دلعزیز ۸/
دلشاد ۸/
دلکش ۸/

مولوی محمد مرحوم

اکبر عہ
اورنگ زیب عہ
لارڈ کلائیو عہ
رنجیت سنگھ عہ

عنایت اللہ دہلوی

مسلمانوں کا عروج و زوال ۱۰ے
دعوت اسلام للغرب ۸/
ارض نہرین ۸/
دلفگار ۸/

مسٹر ظفر عمر بی اے

لیلیٰ مجنوں عہ
بہرام کی گرفتاری عہ
چوروں کا کلب ۸/

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر ۴۷۸ اے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

قیمت سالانہ للعموم

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

نمبر ۱۴۶	ماہ اگست سنہ ۱۹۲۳ء	جلد ۲۵

فہرست مضامین

صبح حرم (نظم)	حضرت شاہ محمد ابوالشرف مجددی	۱
شذرات		۸
فرامین بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر	سید محمد فاروق شاہ پوری	۱۳
ترک تعلق	منشی مطلب حسین عالی لکھنوی	۱۸
ایک غیب دان	خان بہادر مرزا سلطان احمد	۲۱
جنوبی ہند کی عظمت	مرزا مظفر حسین (علیگ)	۲۸
ساکنین خلا کے عجائبات	مسٹر جے۔ آر۔ رائے	۳۵
فی نعتہ صلی اللہ علیہ وسلم	قاضی خادم حسین فضلی	۳۸
لہو کی بوند (نظم)	منشی محمود حسین محمود اسرائیلی	۳۹
فتح مکہ (نظم)	حکیم افتخار علی جگر صدیقی	۴۰
نقد و تبصرہ		۴۲

الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر و پبلشر ہاشحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نسخوں کی کمی کا خریداروں کو خود ذمہ دار ہونا ہوگا

اُردو کی بہترین کتابیں

نوٹ: اصول منگانے کے لئے خریداروں کو کمیشن دیا جائے گا

مرزا غالب مرحوم

اردو کے معلے ۶/
عود ہندی ۱۲/
دیوان غالب بک ڈپو ۲ جلد ۱۰/
نکات غالب ۸/

سرشید احمد خان مرحوم

تفسیر القرآن جلد ۱ ۴/
خطبات احمدیہ ۶/
آثار الصنادید للعہ
مضامین تہذیب الاخلاق للعہ
مکمل مجموعہ لکچر للعہ
اسباب بغاوت ہند ۸/

نواب محسن الملک مرحوم

مضامین تہذیب الاخلاق للعہ
مجموعہ لکچر للعہ
آبِ بقا ۳ جلد ۴/

مولوی حبان اللہ عباسی

تاریخ الاسلام للعہ
الاسلام ۶/
زاہدہ ۸/
نثر سخن ۸/

مولانا آزاد مرحوم

آب حیات ۴/
دربار اکبری ۸/
سخندان فارس ۴/
نگارستان فارس ۴/
نیرنگ خیال ۲ حصہ ۸/
دیوان ذوق ۶/

مولوی سید دہلوی احمد مرحوم

راحت نانی ۸/
رسوم دہلی ۸/
تسخیر شوہر ۱۲/
مہر افروز بیگم ۱۰/
انشاء ہادی النسا ۸/
لغات النسا للعہ
علم اللسان ۸/

مرزا حیرت دہلوی

شیخ الرسول ۱ جلد ۴/
کتاب شباہت ۲ جلد ۶/
قصہ حاجی بابا اصفہانی ۶/
روزالبیر ۲ کامل ۴/
الف لیلہ نیازاد ۴/
الف لیلہ شہرزاد ۴/

مولانا حالی مرحوم

حیات جاوید مجلد ۸/
یادگار غالب ۴/
حیات سعدی ۸/
دیوان حالی ۸/
مقدمہ شعر و شاعری ۸/
مسدس حالی ۸/ ۸۰
جواہرات حالی ۸/
بیوہ کی مناجات ۲/

مولانا شہری مرحوم

حیات انیس ۶/
ایشیائی شاعری ۸/
نورجہان بیگم ۸/
ٹیپو سلطان ۸/
حیدر علی سلطان ۸/
اردو کی ڈالی ۳/
اردو کا گلدستہ ۴/

مولانا اسلم جیراجپوری

حیات حافظ ۸/
حیات جامی ۸/
علوم عرب ۸/
خواتین ۸/

مولانا ندیر احمد مرحوم

ترجمہ القرآن المقابل ۴ جلد
حائل شریف ترجم ۸/
مطالب القرآن ۸/
الحقوق والفرائض ۸/ ۸۰
اجتہاد ۸/
مبادی الحکمۃ ۸/
رویائے صادقہ ۸/
موعظۂ حسنہ ۸/
ابن الوقت ۸/
ایامیٰ ۸/
فسانۂ مبتلا ۸/
مراۃ العروس ۱۰/
بنات النعش ۹/
توبۃ النصوح ۹/
منتخب الحکایات ۶/
چند پند ۶/
مجموعہ نظم بینظیر ۸/
مکمل مجموعہ لکچر ۲ جلد ۸/

مولوی حبیب الرحمن خان شروانی

سیرۃ الصدیق ۸/
علمای سلف ۸/
اسلامی اخلاق ۸/

مولانا شبلی مرحوم

سیرۃ النبی جلد اول مجلد ۱۰/
" جلد دوم مجلد ۸/
الفاروق ۲ جلد ۶/
سیرۃ النعمان ۸/
الغزالی ۶ و ۸/
المامون ۸/
سوانح مولانا روم ۶/
سفرنامہ مصر و شام و روم ۸/
مضامین عالمگیر ۸/
رسائل شبلی ۸/
مقالات شبلی ۸/
موازنہ انیس و دبیر ۳ جلد ۱۲/
شعر العجم جلد اول ۳/
" جلد دوم ۶/
" جلد سوم ۶/
" جلد چہارم ۶/
" جلد پنجم ۶/
مجموعہ کلام شبلی اردو ۱۲/
کلیات فارسی ۶/
اسلامی حکومت ۱۲/
اسلامی مدارس ۱۲/
مثنوی صبح امید ۱۲/

مولانا ذکاء اللہ مرحوم

تاریخ ہندوستان مجلد ۱۰ جلد ۸۰/
تاریخ عہد انگلشیہ ۳/
آئین قیصری ۸/
کرزن نامہ ۶/
صحیفۂ فطرت ۶/
محاربات عظیم ۸/
تعلیم الانتظام ۸/
فلسفہ امثال ۸/
اہل عرب کا جبر مقابلہ ۶/
معاون الحساب ۱۲/

مولوی سجاد مرزا و دہلوی

آبِ بقا ۳ جلد
الانسان ۶/
الاستدلال ۳/
حکمت عملی ۳/
تسہیل البلاغت ۳/
مناسک دید ۱۰/

مولوی ناصر الدین اڈیٹر وطن

ترک تیموری ۸/
حالات قسطنطنیہ ۸/
تاریخ ترکش و مغرب الاقصیٰ ۱۲/
حالات عراق و عرب و شام ۶/

مطبوعات جدیدہ

سکھ قوم اور اُس کے بانی - گرونانک اور سکھ قوم کے متعلق مسلمانوں کی جو رائے ہو اُسے مصور فطرت ادیب الشیخ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے مخصوص دلفریب انداز مین تحریر کیا ہو

حلال خور - فرقہ حلال خور کی تحقیق - اُس کے عادات وخصائل - اُس کے آداب ومعاشرت اسکے مذہبی معلومات جمع کرکے خواجہ حسن نظامی صاحب نے مبلغین اسلام کی محنت کو ہلکا کردیا ہو - داعیان اسلام کے لیے اسکا مطالعہ ناگزیر ہو - خواجہ صاحب موصوف کو اسی جرم کی پاداش مین بعض ستم ظریفون نے حلال خوردن کے امام کا لقب دیا تھا جسکا جواب انھون نے صرف یہ دیا کہ "مین حلال خوردن کا امام ہون حرام خوردن کا نہین" غرض اسی قسم کی دلچسپ ودلفریب معلومات ولطائف سے تمام کتاب لبریز ہو - قیمت ۸ر

روپیہ عالم سکرات مین - خواجہ صاحب کا وحشی قلم ہر میدان مین جولانی دکھاتا ہے اس مختصر کتاب مین آپ نے دکھایا ہو کہ کس طرح معدنیات سے ڈھلے ہوئے سکے رفتہ رفتہ دم توڑ رہے ہین اور انکی جگہ کاغذ کے پرزون نے لی ہو - اسی دوران مین دولت سرمایہ پرستی اور سوشلزم بھی آپنے اظہار خیال فرمایا ہو - کتاب نہایت دلچسپ اور دیکھنے کی چیز ہو - قیمت ۱ر

نئے دور کا اسلام - سرور کائنات حضور پرنور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہندی مسلمان کا خطاب - قیمت ۱ر

داعی اسلام - اشاعت اسلام وحفاظت دین متین کی تدبیرین سوچنا اور اُن کو ملک وقوم کے روبرو پیش کرنا ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہو، خداوند جل وعلی کلام پاک مین فرماتا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون (عمران) اسی جذبہ سے متاثر ہوکر خواجہ حسن نظامی صاحب نے داعی اسلام تصنیف کی ہو جسمین انھون نے غور وفکر کے مطابق جو ذرایع اسلام کی تبلیغ کے بہتر سمجھے ہین وہ بھی خواہان اسلام کے روبرو رکھے ہین - قیمت ۳ر

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

فصلی بخار و طحال کی دوا (نمبر ۹)

فصلی بخار اور طحال کے لیے یہ ایک ہی دوا ہے

آج کل سیکڑون اشتہار فصلی بخار و طحال کی دوا کے آپ دیکھتے ہونگے
مگر ان مین عموماً کونین جز رہتی ہے۔ اس لیے یہ دوائین بخار کو کچھ وقت
تک تو روک دیتی ہین مگر جڑ سے آرام نہین کر سکتی ہین ایسے بخار
کے لیے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار و طحال کی دوا چند روز
مین ایکدم آرام کرنیکا خاص دعویٰ رکھتی ہے۔ اور عوام کے فائدہ کو مدنظر
رکھ کر قیمت بھی بہت ہی کم رکھی گئی ہے۔ اسمین تین خاص صفتین ہین۔ (۱) یہ ملیریا کے کیڑون کو مار دیتی
ہے۔ اس لیے چار پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی
ہے۔ اور اُس کے خرابیون کو مٹاتی ہے (۳) یہ طحال کو گلاتی ہے قیمت فی شیشی کلان عہ شیشی خورد ۱۰/
محصولڈاک شیشی کلان ۸/ اور خورد ۷/

پرانے ملیریا بخار کی گولیان

لرزہ بخار پرانا ہو جانے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت چڑھتا ہے۔ جسم کا خون پانی سا ہو جاتا ہے
اور آدمی کا رنگ پھیکا میلا ہو جاتا ہے تھوڑی محنت سے کلیجہ کانپنے لگتا ہے۔ سانس پھولتی ہے کھانے کی
خواہش اور قوت بہت ہی گھٹ جاتی ہے۔ تلی کے بڑھنے سے پیٹ نکل آتا ہے۔ کبھی منھ اور ہاتھ پیرون
مین ورم آجاتا ہے اور زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت مین یہ گولیان فائدہ کرتی ہین اور چار پانچ
ہی خوراک مین بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے قیمت پچیس گولیون کی ڈبیہ کی ۱۰/ محصولڈاک ایک سے دو ڈبیہ تک ۶/

کونین کی گولیان

یہ چار گرین کی خوبصورت چھوٹی چھوٹی ٹکیان مین بنتی ہین اور سنہری پیٹنٹ ڈبیہ مین ہوتی ہین کونین
کا استعمال کرنا ہو تو یہ گولیان پاس رکھیے اس مین نہ وزن کی ضرورت ہے نہ کھانے مین تلخ ہے۔ قیمت
پچیس گولیون کی ڈبیہ عہ محصولڈاک ۶/

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۸ رتا راچند دت اسٹریٹ کلکتہ

(ایجنٹ:- ڈاکٹر گنگا رام جیتلی چوک لکھنؤ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

نمبر ۱۴۶ جلد ۲۵ ماہ اگست سنہ ۱۹۲۳ء

صبح حرم

سوتے سوتے جو رات آنکھ کھلی — کہہ رہا تھا یہ مُلہمِ غیبی
سونے والو اُٹھو سحر آئی — نیند بس خوب رات بھر آئی
اب نہیں ہے یہ وقت سونے کا — دم ہے اشکون سے منھ کو دھونے کا
کاش غفلت سے باز آجاتے — ہوش مین آکے نیند کے ماتے
آخری شب مین چین سے سونا — وقت کی جان کا ہی بس کھونا
وقتِ دربارِ خاصِ مولےٰ ہے — اِس گھڑی جاگنا ہی اولےٰ ہے
کس کو یہ وقت ہاتھ آتا ہے — سو مین اِک آدھ اس کو پاتا ہے
اُٹھ اُٹھ بیٹھ آدھی رات رہی — کام دے گی دعاے نیم شبی
کھل گیا ہوگا اب تو بابِ حرم — لوٹ لے جاکے تو ثوابِ حرم
ہی یہی فرحت و سرور کا وقت — بزمِ خالق مین ہے حضور کا وقت
سنتے ہی یہ صدا مین اُٹھ بیٹھا — لیکے نامِ خدا مین اُٹھ بیٹھا
اُٹھتے ہی چلدیا وضو کے لیے — اپنی عقبےٰ کی آبرو کے لیے

کر چکا جب وضو ہوا تیار — تا کہ ہو جاؤں حاضرِ دربار
دل مین روشن ہوا چراغ حرم — لے اُڑی پھر ہوا سے باغ حرم
کیا بتاؤں مین جا کے کیا دیکھا — چمن بزم کبریا دیکھا
صنعتِ حق عیان ہر چار طرف — سادگی کا سمان ہر چار طرف
در و دیوار و صحن و سقف و منار — سر سے پا تک ہین سب کے سب احجار
خانۂ کعبہ کی بنا پتھر — حجرِ اسود ایک کونے پر
نہ شجر ہے نہ کوئی گل بوٹا — نہ ہے فوارہ آب کا چھوٹا
ارضِ مکہ بھی کیسی سادی ہے — غیر ذی زرع ایک وادی ہے
مگر اس سادگی مین لاکھ بناؤ — ڈھونڈھ کر اس کا تم جواب تو لاؤ
دینِ اسلام کا وہ پیارا باغ — اُسی وادی کی آنکھ کا ہے چراغ
رشکِ جنت ہے دامنِ کہسار — خشک وادی ہے غیرتِ گلزار
چل رہی ہے نسیم رحمت کی — بوئے گل ہے شمیم رحمت کی
نیک بندون کے دل جو ہلتے ہین — آرزوؤن کے پھول کھلتے ہین
گل رحمت کی بھینی بھینی مہک — صبح قدرت کی ہلکی ہلکی چمک
کہین تہلیل کے بلند اشجار — سرو تسبیح کی کہین ہے قطار
ذکر کے پھول چشم و دل کے چراغ — گل رنگین حمد لالۂ باغ
دے رہا ہے صدا ہر ایک نہال — جو یہان آ گیا ہوا وہ نہال
ہین نرالے تمام یان کے شجر — فصل بے فصل دیتے ہین جو ثمر
شامیانہ سحاب رحمت کا — فرش پر نور آب رحمت کا
نہر حمد و ثنا کی جاری ہے — ہر مصلے حرم کا کیاری ہے
نغمۂ طائران سے حمد عیان — ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا مین گرم بیان
محو ہین ایسے حق پرستی مین — جھولے جاتے ہین جوشِ مستی مین
کیا مزے کی غذا ہے روحی ہے — صبح کیا ہے مئے صبوحی ہے

پڑھ رہا ہے ہر ایک وہ تسبیح　　جس سے ہوتی ہے روح کو تقریح
کیا نواسنجیان ہین وقت صباح　　یعنی سُبحَانَ فَالِقُ الاِصباح
ساکنانِ نشیمنِ تشبیہ　　ق　　ہمصفیرانِ گلشنِ تنزیہ
کیا ملک کیا طیور کیا مردم　　مل کے کہتے ہین کیفَ اَصبَحتُم[۱]
جوشِ چہرون پہ ہے مسرت کا　　غازہ مل آئے ہین صباحت کا
رنگ ہر شے مین نورِ خالق کے　　کچھ کچھ آثار صبحِ صادق کے
آسمان سے زمین تک اِک نور　　خاص شانِ نزول وقتِ ظہور
وقت پُرلطف اور دُھندلکا سا　　کچھ اندھیرا سا کچھ اُجالا سا
جبلِ بوقبیس کی جانب　　ہوتی جاتی ہے رات کچھ غائب
جس جگہ تھا کبھی ثریّا[۲] کا چاک　　ہے وہین دامنِ سحر کا چاک
وہ غلس مین ملا ہوا اِسفار　　نورِ ظلمات و ظلمتِ انوار
جھلملی وہ حرم کی قندیلین　　جیسے تارے دمِ سحر چمکین
چاندنی کی بہار پچھلے پہر　　رحمتِ کردگار پچھلے پہر
لیکے ماہی سے تا بہ مہ کا حضور　　وحدہٗ لاشریک لہ کا ظہور
شبِ کعبہ ہے منبع الاسرار　　صبحِ کعبہ ہے مطلع الانوار
صبح کی بات ہی نِگا نہ ہے　　صبح کا وقت ہی سہانا ہے
مرحبا تیری شان صبحِ حرم　　لاکھ صبحون کی جان صبحِ حرم
صبح روزِ ازل تمام ہے تو　　سحرِ مسجدالحرام ہے تو
ابتدا سے یہ نورِ خالق ہے　　انتہا تک تو صبحِ صادق ہے
شانِ رعب و جلال چھائی ہوئی　　ساتھ ہی ساتھ رحمت آئی ہوئی
پوچھنا کیا ہے یان کی ہیبت کا　　اِس جگہ سر جُھکا ہے حضرت کا

---

[۱] عربی کا مقولہ جو صبح کی ملاقات مین بولا جاتا ہے ۱۲
[۲] معجزۂ شق القمر کا محل و وقوع جبلِ ابوقبیس ہے اور وہی کہ مکہ مین سمت طلوعِ آفتاب ہے ۱۲

حرم کبریا کا جلوہ ہے — کعبہ کیا ہے خدا کا جلوہ ہے
جس نے کی ہے عبادتِ کعبہ — وہی جانے حقیقتِ کعبہ
لطف قرآن کا ہے کعبے میں — حسن ایمان کا ہے کعبے میں
کعبہ مسجود حکم قرآن سے — کعبہ مقصود امر یزدان سے
کبریائی کی شان کعبے میں — عظمت کا نشان کعبے میں
سب کے سر رو برو ہے بیت اللہ — جھک گئے جاتے ہیں خود بخود واللہ
زیرِ دیوارِ کعبہ سر بسجود — کہہ رہا ہے ہر ایک یا معبود
باادب بندہ ہائے طاعت مند — ہاتھ باندھے ہوئے ارادت مند
کوئی محوِ نماز با اخلاص — کوئی مصروفِ ذکر حالتِ خاص
عاجزی کا بیان قیام و قعود — بندگی کا نشان رکوع و سجود
شوق میں کوئی کر رہا ہے طواف[1] — سجدہ گہ ہے کسی کی فرش مطاف
ہیں جو گردش میں آسمان و زمین — یہ بھی کرتے نہوں طواف کہیں
کوئی قرآن کی تلاوت میں — کوئی مشغول ہے عبادت میں
لوگ شب زندہ دار بیٹھے ہیں — کچھ تہجد گذار بیٹھے ہیں
رات بھر شمعِ دل جلائے ہوئے — صبح کعبہ سے لو لگائے ہوئے
رخ پہ آنسو ہیں چشم پُرنم سے — دامنِ گل میں قطرے شبنم کے
دل عابد نسیم کا غنچا — دم زاہد نسیم کا جھونکا
نیتِ عابدان ہے ڈوانواڈول — چاہ زمزم میں پڑ رہا ہے ڈول
ذوق میں جس نے پی لیا پانی — دودھ[2] کا دے گیا مزا پانی
ہر بیمار ہے شفائے مرض — چاہِ عربی لوا[3] سے بڑھ کے غرض
عینِ حکمت خواصِ طب کو لیے — آبِ دتاب لِمَا شُرِبَ کو لیے

---

[1] طواف کرنے کی جگہ کو عربی میں مطاف کہتے ہیں ۱۲ [2] مشہور بات ہے کہ پہلا ڈول جو آخر رات میں زمزم سے نکلتا ہے اُس کا مزا دودھ کا ہوتا ہے ۱۲ [3] آبِ زمزم کی نسبت حدیث میں لِمَا شُرِبَ لَہٗ وارد ہوا ہے یعنی جس مقصد کے لیے بھی پیا جائے

بھر گیا ہے مصلیون سے حطیم[1] بلکہ سارا مقام ابراہیم[2]
آرہی ہے صدائے فیض اتم دے رہا ہے ندا سحاب کرم
بارش عفو مین نہا جاؤ زیر میزاب رحمت آجاؤ
ہے جو کعبہ مہ کمال حطیم جزو کعبہ ہر خود ہلال حطیم
اس عبادت کو غور کرلین خود پڑھتے ہین جو حدیث اَنْ تَعْبُدَ[3]
کھلتے ہین راز عابد و معبود سر اسرار ساجد و مسجود
داغ عصیان کو کوئی دھوتا ہے کوئی پردہ پکڑ کے روتا ہے
پردہ جسم ہوا سے ہلتا ہے دل بھی خوف خدا سے ہلتا ہے
کعبے کا کیون سیاہ ہے پردہ پردہ پوش گناہ ہے پردہ
کھینچ لیتا ہے سب گناہون کو پردہ کھاتا ہے کب گناہون کو
داغ عصیان کے صبغگاہی مین مل کے رہ جاتے ہین سیاہی مین
جس نے جا کر پکڑ لیا پردہ عمر بھر اس کا پھر رہا پردہ
اسکے وابستگان کا کس کو شمار ایک عالم نہین ہے ہژدہ ہزار
دیکھکر یہ سمان مین لوٹ گیا جو مین پہونچا وہان مین لوٹ گیا
جی مین آیا نثار ہو جاؤن صدقے بے اختیار ہو جاؤن
عفو مانگون زمین پر گر کے رحم چاہون مین گرد پھر پھر کے
پانؤن بڑھنے لگے برائے طواف ہوگئین دونون آنکھین فرش مطاف
گرد کعبے کے جب مین گھوم لیا حجر اسود آکے چوم لیا
کیا نرالا حجر ہے کالا سا جس کے اندر ہے کچھ اجالا سا
لیکے ہاتھون مین پردہ کعبہ ملتزم[4] سے لگا دیا سینہ

---

[1] کعبۂ مکرمہ کا وہ بیرونی حصہ جسکا احاطہ ہلالی ہو اُسے حطیم کہتے ہین [2] باب کعبہ کی سمت مقابل مین محل نشان قدم حضرت ابراہیم علیہ السلام جسکی نسبت وارد ہوا ہے وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ۱۲ [3] اشارہ طرف حدیث اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ الخ ۱۲ [4] درمیان حجر اسود اور باب کعبہ کے جو جگہ ہے اُسے ملتزم کہتے ہین جسکی نسبت فرمایا گیا کہ خاص محل اجابت دعا ہے ۱۲

کانپ کر عرض کر رہا تھا کھڑا — جاری آنکھون سے اشک کا دریا
کون مقصود ہے سوا تیرے — کون معبود ہے سوا تیرے
اور کچھ بھی نہین دعا میری — چاہتا ہون فقط رضا تیری
پردہ پکڑے ہون مین ترے گھر کا — اور دامن شفیع محشر کا
رازدان ہے جو پردہ دار کا تو — پردہ رکھلے گنا ہگار کا تو
کہہ رہا تھا یہی کہ چونک اُٹھا — ایسی حالت ہوئی کہ چونک اُٹھا
آئی کانون مین اِک صدا دلدوز — پُراثر پُرجلال اور پُرسوز
خاص شانِ جمال ساتھ لیے — رحمتِ ذوالجلال ساتھ لیے
کرمِ ذاتِ ہُو کا پرتو تھا — بلکہ لَا تَقْنَطُوا کا پرتو تھا
کیا بتاؤن یہ مین صدا کیا تھی — کیا کسی سے کہون ندا کیا تھی
درد سے کوئی کہہ رہا تھا کہ یا[1] — اَرْحَمِ الرَّاحِمِین اِرْحَمْنَا
ساتون مینار گونج اُٹھے اک بار — وجد مین آگئے در و دیوار
اِس صدا نے ہلا دیا مجکو — کیا کہون کیا دکھا دیا مجکو
ذرہ ذرہ پکارتا تھا یہی — سَبَقَتْ رَحْمَتِی عَلٰی غَضَبِی
چار جانب نگاہ جا دوڑی — ہو کے بیتاب آہ جا دوڑی
سوے مینار گھوم کر دیکھا — جانبِ کعبہ جھوم کر دیکھا
بانگِ ترحیم تھی کہ رحمت تھی — صوتِ تذکیر[2] تھی کہ وحدت تھی
اسکے بعد آگیا عجیب سمان — دی مؤذن نے صبح کی جو اذان
اللہ اللہ بلندی تکبیر — عرشِ اعظم کی ہل گئی زنجیر
کشتۂ دین کی تھی شہادتگاہ — وحدتِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

---

[1] طلوع صبح صادق سے کچھ ہی دیر پہلے مؤذنین منارہ ہاے حرم پر باواز بلند یا ارحم الراحمین ارحمنا کی تکرار کیا کرتے ہین نا افہان صبح اور عربی اصطلاح مین اُسے ترحیم کہتے ہین ۱۲

[2] قبل ترحیم کے تکرار کلمۂ طیبہ کی منارون پر مثل ترحیم کے کی جاتی ہے جسکو تذکیر کہا جاتا ہے ۱۲

لا سے مقصود نفی شرکت پر　　الف الا کا دال وحدت پر
منزلِ شرع کا وہ رہبر راہ　　نام پاک آپ کا رسول اللہ
ہوتے ہی پھر نماز کی تکبیر　　مستعد ہو گئے صغیر و کبیر
اپنے مرکز پہ لوگ چار طرف　　آ گئے دائرون مین باندھ کے صف
کعبہ یون تھا نماز والون مین　　مہ کامل ہو جیسے ہالون مین
یا خدا اس نماز کے صدقے　　بندۂ درد کے راز کے صدقے
عمر بھر اس نماز مین رکھنا　　اسی سوز و گداز مین رکھنا
سب مصلون پہ ہو چکی جو نماز　　روز روشن کا کھل گیا بس راز
بھر گیا پھر مصلیون سے مطاف　　جسکو دیکھو وہ کر رہا ہے طواف
گرد پھر پھر کے سب صغار و کبار　　اپنے مالک کے ہو رہے ہین نثار
پڑی مجھپر شعاع مہر آکر　　بولی افسوس مجکو چونکا کر
صبحدم کی یہ ساری باتین ہین　　دیکھ یہ دن ہین ایسی راتین ہین

ہو چکی صبح دن نکل آیا
پھر یہی دیکھنا جو کل آیا

محمد ابوالاشرف مجددی

شذرات

علم طبیعیات کے ماہر رفتہ رفتہ سیاسیات مین بھی قابلیت کا ثبوت دے رہے ہین "سر پی سی آئے" کے یہ الفاظ کہ موجودہ متمدن نظام حکومت سے طوائف الملوکی ہزار درجہ بہتر ہی، ابھی کانون مین گونج ہی رہے تھے کہ یورپ کے مشہور سائنس دان آلسٹین نے لیگ اقوام سے علحدگی اختیار کرلی، اسکے اسباب و علل خود اُس نے یہ بیان کیے ہین:-

لیگ کی اسوقت تک کی کارروائیون نے مجھے یقین دلادیا ہی کہ دول متحدہ کے حکمون مین سے جو سلطنت جو طرز اختیار کرتی ہی خواہ وہ کتنا ہی بیہودہ ہو لیگ اقوام اُس مین دخل دینے سے عاجز ہے مین کنارہ کشی کررہا ہون اس لیے کہ لیگ کے دائرۂ عمل سے صرف وہ مقصد اصلی خارج ہی نہین جسکو تحریک بین الاقوامی کا گرانبہا لقب دیا گیا تھا بلکہ اُس کی تضحیک بھی ہوتی ہی.....

خدا کرے مستقبل مین لیگ اقوام ان ترش الفاظ کو جو مین نے اسکے لیے استعمال کیے ہین، غلط ثابت کرے

فطرت بشری کی ستم ظریفیان قابل داد ہین، باغی مصطفےٰ کمال کا نمائندہ جس سے دول اتحاد کے مدبر ملنا تک گوارا نہین کرتے جسکے ساتھ لوزان مین طفلانہ تخویف و تحریص کا برتاؤ کیا جاتا ہی آج مظفر و منصور واپس آتا ہی،

سیاسیات مشرق کے واقفین اس حقیقت کو تسلیم کرنے مین یک زبان ہین کہ جنرل عصمت پاشا نے جس تدبر و حلم کا ثبوت دیا ہی وہ ایشیا کی برتری و ترقی کا پیش خیمہ ہی،

سر آغا خان فرماتے ہین کہ "یہ تاریخ کا پہلا موقع ہی کہ مسلمانون نے دول اتحاد سے مساویانہ صلح کی ہی" یہ ہی نہین بلکہ یہ پہلا موقع ہی کہ کسی ایشیائی مدبر نے یورپ کی متحدہ ڈپلومیسی کو شکست دی ہی،

صلح ہوگئی۔ ہندوستان مین جشن منائے گئے لیکن کیا واقعی مسلمانون کے مطالبات پورے ہوگئے۔ کیا فلسطین و عراق غیر مسلم اثر سے پاک ہوگئے کیا شام و حجاز مسلمانون کو واپس مل گئے۔ نہین!

ہرگز نہین ابھریہ لایعنی شور و شغب کیون،

رئیس الاحرار بطل حریت مولانا محمد علی ہم مین مع دیگر رفقا کے واپس آگئے۔ ہم حیران ہین کہ اُنھین مبارکباد دین یا اُن کے ساتھ تعزیت کرین،

شوق و عقیدت کی فراوانی مبارکباد کا ہدیہ محقر پیش کرنیکی ہدایت کرتی ہی لیکن یرودا کی مقید روح موجودہ ملکی صورت حال پر گریہ کناں سامنے آجاتی ہی اور ہم کو ہندو مسلم اتحاد کی جوانا مرگی پر تعزیت کی ترغیب دیتی ہی۔

مولانا ے ممدوح نے زندان فرنگ مین جسوقت قدم رکھا تھا اسوقت اتحاد و یگانگت کی حکمرانی تھی لیکن آج جس تاریک و تنگ کوٹھری سے مولانا باہر تشریف لائے ہین ملک کی فضا اُس سے زیادہ مسموم ہی۔ اُنھون نے باہر قدم رکھتے ہی اسے محسوس کرلیا ہی اور اپنے ہر تار مین اس بات کو واضح کردیتے ہین کہ مین چھوٹے جیلخانے سے بڑے جیلخانہ مین آگیا ہون،

کانگریس کے ارباب حل و عقد اُس خلیج پر پُل باندھنے کی کوشش کررہے ہین جو کانگریس کے دونون فریقون کے درمیان روز بروز چوڑی ہوتی جاتی ہی مگر دیکھنا یہ ہی کہ یہ ممکن بھی ہی کہ نہین،

غور کیجیے تو اس وقت کانگریس مین دو گروہ ہین ایک آئینی ذرایع سے سوراج حاصل کرنا چاہتا ہی اور ایک ترک موالات کے ذریعہ سے آئینی ذرایع کے دلدادہ سوراج کو نوآبادیون کے مثل حکومت خود اختیاری سمجھتے ہین۔ تارکین موالات اُسے کامل آزادی سے تعبیر کرتے ہین۔ دونون کے مطامح نظر مین زمین آسمان کا فرق ہی۔ حیرت ہی کہ اس وسیع خلیج پر جو اُن کے خیالات کے درمیان واقع ہوگئی ہی کس طرح تختہ بندی کی جاسکتی ہی۔

ہم نے مانا کہ زیر بحث صرف کونسل مین جانا یا نہ جانا ہی لیکن ہم دیکھ رہے ہین کہ عدم تعاون کے موجد کے بنا کردہ اصول کن اغراض کو پیش نظر رکھ کر بنائے گئے تھے کیا کونسلون مین بیٹھنے یا اُنکے

شکست کردینے سے ہندوستان اقتصادی غلامی سے آزاد ہوجائیگا۔ کیا وہ مسموم تعلیم جس نے ہماری روح کو کمزور ہمارے اخلاق کو خراب کردیا ہی بدل جائیگی۔ کیا اپنے جھگڑے بجائے عدالت مین لے جانے کے کونسلون کے ممبر آپس مین طے کرادین گے۔ یہ سوالات ہین جو ہر ہندوستانی کے دل مین اس وقت پیدا ہورہے ہین۔

کینیا جنوبی افریقہ کے ساحل پر ایک نوآبادی ہے جہان ہندوستانی۔ عرب۔ افریقی۔ اور یورپین آبادی کے اعداد حسب ذیل ہین۔

یورپین	۹،۶۵۱
ہندوستانی	۲۲،۸۲۲
عرب	۱۰۰ر۱۰۰
افریقی	۲۵،۵۰،۰۰۰

وہان "سفید وسیاہ" کا فرق اس حالت کو پہونچ گیا ہی کہ باوجود اس کے کہ سفید رنگ کے لوگون کی تعداد مشکل سے ساڑھے نو ہزار ہی مگر حق نمائندگی انھین کو زیادہ ملا ہی۔ ہندوستانی اسپر چراغ پا ہین۔ لیکن کیا وہ مسلمانون اور عیسائیون کو ہندوستان کے اندر انکی تعداد کے مساوی حقوق دینے پر تیار ہین، اگر نہین تو وہ کس منھ سے کہتے ہین کہ اُن کے حقوق وہان نظرانداز کردیے گئے ہین تعداد نمایندگان حسب ذیل ہی:-

یورپین	۱۱
ہندی	۵
عرب	۱
افریقی	۱

اور ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیے کہ افریقی ممبر کے نامزد کرنیکا بھی حق شہری جماعت کو ہی!

حیرت اس بات کی ہی کہ ہندوستانی تو کچھ غل غپاڑہ کرکے اپنے احتجاج کو غیر قومون پر ظاہر

کردیتے ہین۔ لیکن عرب اور افریقی کیون خاموش ہین معلوم ہوتا ہی کہ غلامی کی مسموم فضا نے ان کے لبون پر مہر سکوت لگا دی ہی۔ اے جزیرۃ العرب کو غیر مسلم اثر سے پاک کردینے کا خواب پریشان دیکھنے والو ذرا اس احساس قومی کو غور و تعمق سے دیکھو اور پھر کہو ع

مجھ کو اٹھنے دو روانہ قافلہ ہوجائے گا

جناب شاستری کی ہمنوائی مین ماڈریٹ اخبار انتقام کے جذبات مین سرشار گلا پھاڑ پھاڑ کر اپنے ہم خیال اصحاب کو احتجاجی دعوت عمل دے رہے ہین ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے　　جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

لوگ استعفے اور استعفون کی دھمکیان دے رہے ہین مگر کیا اس انتقامی جذبہ کا حشر بھی محصول نمک پر احتجاج جیسا ثابت ہوگا ایک ستم ظریف نے خوب کہا ہی کہ اعتدال پسندون کا انتقام بھی معتدل ہوگا لیکن ہمین یہ دیکھنا ہی کہ ایک محکوم قوم اعتدال پسندرہ کر استبدادی قوتون سے انتقام بھی لے سکتی ہی کہ نہین کیا آئرلینڈ کے مشہور محب وطن پارنل کی آئینی کوششین ناکامی کا منہ نہین دیکھ چکین۔ کیا وہی طریقہ قانون سازان ہند کے حیطۂ اختیار و اقتدار سے باہر ہی۔ ہمین تو مہاتما گاندھی کے الفاظ مین صرف یہ عرض کرنا ہی کہ ہندوستانیون کی آزادی کی جنگ کا فیصلہ غیر ممالک مین نہین بلکہ خود بھارت ماتا کی سرزمین پر ہوگا

بعض لیڈران مسلمانون کو مشورہ دے رہے ہین کہ علما کا کام ختم ہوچکا اب اُن کو بساط شطرنج سے علیحدہ کردو۔ ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ علما کو کیون دودھ کی مکھی کی طرح علیحدہ پھینکا جا رہا ہے، واقفان رموز سیاست کو شاید اب یہ حقیقت تلخ معلوم ہونے لگی ہی کہ مسلمانون کی سیادت رفتہ رفتہ ان کے ہاتھ سے نکل کر طبقۂ علما کے ہاتھ مین پہونچ گئی ہی۔ بہرحال اگر اسلام مین سیاست و مذہب کا ہولی دامن کا ساتھ ہی تو وہ جیسے ۱۹۲۱ء مین تھا ۱۹۲۳ء مین بھی ہی اور انشاء اللہ تا ابد رہے گا،

ہمین یہ معلوم کرکے انتہائی مسرت ہوئی ہی کہ مسلم کلب لکھنؤ کے احیاء کا کام چند تعلیمیافتہ

نوجوانون نے اپنے ذمہ لیا ہی، لکھنؤ مین مسلم نوجوانون کا نہ کوئی کلب ہی اور نہ کوئی لائبریری ایسی حالت مین مسلم کلب کو معرض وجود مین لانا قابل صد ستایش ہی۔ لیکن ہمین اندیشہ ہی کہ مسلمانون کا جوش بالکل سوڈا واٹر کا اُبال ہوتا ہی اور کہین یہ مردہ کو زندہ کرنے کی کوشش یکدم پھپھسا کے بیٹھ نہ جائے بہرحال پبلک کو اس طرف توجہ کرنا چاہیے تاکہ مسلم کلب کے زندہ کرنے والون کی ہمت بڑھے،

ہماری جناب صدر و معتمد صاحبان سے گذارش ہی کہ جب تک اتنا معقول چندہ نہو جایئے کہ کلب مستقلاً اُس کی آمدنی سے چلایا جاسکے براہ کرم اس مردہ کو دفن ہی رہنے دیجیے ورنہ تجہیز و تکفین کا بار پبلک پر گران گذرتا ہی،

جولائی کا پرچہ مدیر الناظر کی غیر حاضری مین بدیر شایع ہوا، اور آج اگست کے پرچہ کی اشاعت بھی بتاخیر ہو رہی ہی جسکے لیے مین ناظرین کرام سے نادم ہون،

عرفت ربی بفسخ العزائم۔ جو جو ارادہ کیے قضا و قدر کے زبردست ہاتھ نے کسی نہ کسی طرح اُنکو فسخ کرنے پر مجبور کیا۔ بہرحال جبکہ عم مکرم حاجی ظفر الملک صاحب کی واپسی مین بمشکل ایک عشرہ باقی رہ گیا ہی ستمبر کے الناظر کی طباعت کا انتظام کیا جا رہا ہی جسکی اشاعت مین اُن کی موجودگی سے انشاء اللہ العزیز تعجیل کی امید ہی سب سے بڑی دقت مضامین کی کمی ہی۔ فراہمی مضامین کے لیے باوجود اپنی کوتاہیون کے جو کچھ مین کرسکتا تھا وہ کیا۔ خطوط برابر لکھے مگر اکثر جواب یہی ملا کہ "انشاء اللہ جلد لکھون گا"۔ عم مکرم سے روانگی کے وقت اکثر کرمفرماؤن نے قلمی اعانت کے وعدے کیے تھے مگر مجھے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کرنا پڑتا ہی کہ باوجود پے در پے کوششون کے وہ وعدہ ہی وعدہ رہے اور مجھے اندیشہ ہی کہ وعدہ ہی رہینگے

ع - وہ وعدہ ہے کیا جو وفا ہو گیا

عم مکرم کا آخری گرامی نامہ جدہ سے آیا ہی۔ اُن کا ارادہ تھا کہ جہاز "شجاع" پر روانہ ہون مگر مکہ مکرمہ سے روانگی مین اتنی تاخیر ہوئی کہ جب وہ جدہ پہونچے تو "شجاع" روانہ ہو چکا تھا بہرحال اب جو جہاز جدہ سے روانہ ہوگا اُسمین یقیناً انکی واپسی ہوسکے گی حج سے فارغ ہوتے ہی اُن کی طبیعت کسی قدر ناساز ہوگئی تھی تپ آنے لگی تھی مگر الحمدللہ کہ اب خیریت سے ہین اور جو ضعف و نقاہت بخار سے ہوگیا تھا وہ بھی مکہ مکرمہ کے یکماہہ قیام سے دور ہو گیا

(معاون مدیر)

فرامین بادشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ

شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نوراللہ مرقدہ کے متعلق جو غلط روایات اور بے بنیاد الزامات جن سے بادشاہ ممدوح کو ایک متعصب فرمانروا ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی تھی، اُن کی تردید علامہ شبلی کے موشگاف قلم سے کما حقہٗ ہو چکی ہے لیکن ان روایات والزامات کی عملی تردید اُن فرامین سے بھی ہوتی ہے جو اُس کے زمانۂ حکومت میں نافذ ہوئے اور جن کا خاص تعلق اہل ہنود خصوصاً برہمنوں اور اُن کے معابد کی حفاظت و نگہداشت سے تھا۔ ہندوستان میں اس وقت بھی اکثر قدیم الخاندان ہندوؤں کے پاس اس قسم کے شاہی نوشتے موجود ہیں اور اگر کوئی محقق طلب صادق سے کام لیکر ان کی تلاش و جستجو میں سعی کرے تو یقیناً یہ کافی تعداد میں مل سکیں گے،

اس موقع پر میں شاہنشاہ جنت مکان کے دو فرامین کا ذکر کسی قدر اختصار سے قلمبند کرنا چاہتا ہوں۔ ایک وہ ہے جسکے اندر بنارس کے معابد ہنود کی محافظت اور برہمنوں کے حقوق کی نگہداشت کے متعلق ہدایات مندرج ہیں۔ مسٹر راجی راجن سین نے غالباً ۱۹۱۲ء میں اس فرمان کی بچشم خود زیارت کرنے کے بعد ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے رسالے میں اسکی شان نزول پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی تھی :-

"مسرس سعید برادرس فوٹو گرافر بنارس نے مجھے شاہنشاہ اورنگ زیب کے ایک فرمان کا فوٹو دیا، کہ جسمیں بنارس کے مندروں وغیرہ کی حفاظت کا ذکر تھا۔ . . . . . مجھے اصل فرمان کے دیکھنے کا موقع ملا، بنارس کے محلہ منگلاگوری میں گوپی اُپادھیا ایک برہمن رہتا تھا جسکے پاس نسلاً بعد نسل یہ شاہی چلا آرہا تھا، اُس کے بعد اسکے نواسے منگل پانڈے کو اپنے نانا کے کاغذات ملے۔ یہ منگل ایک گھاٹیا برہمن ہے جو دریا کے گھاٹ پر اشنان کرنیوالوں کی پوجا پاٹ کا منتظم ہے، کسی موقع پر اُسے ضرورت پیش آئی کہ اس گھاٹ پر بیٹھنے کا اپنا حق ثابت کرے اور اس طرح یہ بیش قیمت نوشتہ روشنی میں آیا۔

موصوف آگے چلکر لکھتے ہیں :-

یہ فرمان ۲ فیٹ ½ ۱ انچ لمبا اور ۱ فٹ ½ ۵ انچ چوڑا ہے اور بہت اچھی حالت میں ہے عبارت سیاہ روشنائی سے لکھی ہوئی ہے۔ پیشانی پر طغرا سُرخی سے لکھا گیا ہے۔ طغرا کے بائیں طرف اورنگ زیب کی مہر ہے۔ پشت پر ایک مختصر چٹھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہزادہ سلطان محمد بہادر کے توسط سے یہ بھیجا گیا تھا۔

اس فرمان شاہی کی نقل حسب ذیل ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منشور لامع النور اورنگ زیب شاہ بہادر غازی

محمد اورنگ زیب شاہ
بہادر غازی ابن صاحبقران ثانی

لایق العنایت والمرحمت ابوالحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بدانند کہ چون بمقتضاے مراحم ذاتی ومکارم جبلی ہمگی ہمت والا نہمت وتمامی نیت حق طویت بامر رفاہیت جمہور انام وانتظام احوال طبقات خواص وعوام مصروف است واز روی شرع شریف وملت حنیف مقرر چنین است کہ دیرہاے دیرین برانداخت نشود وبتکدہ ہا تازہ بنا نیابد۔ ودرین ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس وارفع واعلی رسید کہ بعض مردم از راہ عنف وتعدی بہنود ساکنہ قصبہ بنارس وبرخے اسکنہ دیگر کہ نواحی آن واقعہ است وجماعہ برہمنان سدنہ آن حال کہ سدانت بُت خانہا قدیم آنجا بآن ہا تعلق دارد مزاحم ومعترض میشوند ومیخواہند کہ ایشان را از سدانت آن کہ از مدت مدید بانہا متعلق است باز دارند واین معنی باعث پریشانی وتفرقہ حال این گروہ میگردد۔ لہذا حکم والا صادر میشود کہ بعد از ورود این منشور لامع النور مقرر کنند کہ من بعد احدے بے حساب تعرض وتشویش بہ احوال برہمنان ودیگر ہنود متوطنہ آن محال نہ رسانند تا آنہا بدستور ایام پیشین بجا ومقام خود بودہ بجمعیت خاطر بدعاے بقاے دولت وخدام دا و ابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند۔ درین باب تاکید دارند۔ بتاریخ ۱۵ شہر جمادی الثانیہ سنہ ۴۵ ہجری نوشتہ شد بر سالہ نواب قدسی القاب، نوبادۂ بوستان خلافت، ثمرۂ شجرۂ رفعت، چراغ دودمان اُبہت، فروغ خاندان شوکت، قرۂ باصرۂ دولت واقبال، طرۂ ناصیۂ حشمت

واجلال، گرامی نسب، سمی المکان الممدوح بلسان العبد والحر شہزادۂ نامدار کامگار والاتبار
محمد سلطان بہادر

عازی
زیب شاہ بہادر
بگ

بہادر ابن محمد اورنگ
سلطان محمد

ذیل مین شاہنشاہ اورنگ زیب کے ایک مطول فرمان کی نقل پیش کی جاتی ہو جو فی الحال رئیس پڈرونہ ضلع گورکھپور کے قبضہ مین ہو اور جس کو ریاست مذکور کے استقرار حقوق کا قبالہ سمجھنا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
(طغرا بخط عربی)
(مہر شاہی)

درین وقت فرمان والاشان شرف صدور یافت کہ مبلغ پنجہزار پانصد روپیہ جمع موضع کھیسیا وغیرہ سی وسہ موضع در بست معمولہ پرگنہ سدھوہ سرکار جونپور رمضان صوبہ الہ آباد در درجہ انعام نافکار ناھوز میندار پرگنہ کمالگذاریست وشیوۂ رعیت گیری را شعار خود ساختہ در جبوترہ عمال وجاگیرداران حاضری باشد از فصل خریف یونت ئیل حسب الضمن مقرر باشد کہ حاصلات مواضع مذکورہ را با متعلقان صرف معیشت نمودہ بدعاے بقای دولت روزافزون اشتغال نماید و در سربراہی واز دیاد آبادانی تقید باشد۔ باید کہ حکام وعمال وجاگیرداران وکروریان حال واستقبال مواضع مزبورہ را بتصرف او واگذارند اصلا ومطلقا تغیر وتبدیل بدان راہ ندہند ولبلت ماتوجہات وسایر جہات و اخراجات مثل قلعہ وحربیانہ وضابطہ وکل تکالیف دیوانی ومطالبات سلطانی مزاحم نشوند کہ بفراغ خاطر در آبادانی پرگنہ مقید باشد۔ بتاریخ نہم شہر شعبان المعظم سنہ ۲۷ جلوس سلمہ تحریر یافت۔

شرح یادداشت واقعۂ شاہی روز سہ شنبہ بست و چہارم شہر ربیع الثانی ۴۵ جلوس والا موافق سنہ ۱۰۹۳ ہجری مطابق امرداد ماہ الٰہی برسالہ موتمن الدولہ العلیہ السلطنۃ البہیہ عمدہ وزرائے رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان سعادت نشان جملۃ الملکی مدار المہامی اسد خان دنوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ خلایق پناہ حبیب اللہ قلمی میگردد کہ بعرض مقدس مُتَلَے رسید کہ ناتھو زمیندار پرگنہ سدہو سرکار جونپور صوبہ الہ آباد و مالگذار ردولتخواہ سرکار والاست سکم جہان مطاع عالم مطیع صادر شد کہ مبلغ پنجہزار روپیا نصد روپیہ جمع موضع کہیسیا وغیرہ سی وسہ موضع در بست عملہ پرگنہ مذکور در وجہ انعام نانکار او مرحمت فرمودیم واقعہ شاہی ۱۵ شہر ربیع الثانی ۴۵ مطابق یادداشت قلمی شد۔ .....

(تفصیل مواضع)

ملبونہ ضلع گورکھپور مین ایک تعلقداری ہی جسکی ایک مفصل تاریخ مولوی عبدالغفور فاروقی مرحوم مغفور نے شجرۂ شاداب کے نام سے مدون کی ہی جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ اس ریاست کے ساتھ شاہان مغلیہ کے کیا کیا احسانات رہے ہین۔ مولوی صاحب مرحوم کسی زمانہ مین سب ججی کے عہدہ پر ممتاز تھے اور اسی سلسلہ مین انھین ایک عرصہ تک ریاست پڈرونہ کا مینیجر رہنا پڑا اور آپکے زمانۂ انتظام مین ریاست کے کاروبار مین نمایان ترقی ہوئی جسکا احساس موجودہ رئیس کو سُنا جاتا ہے بیحد ہی۔ ریاست کے پاس قدم شاہی اسناد کا ایک کافی ذخیرہ ہی اور اُن مین زیادہ تر بادشاہ عالمگیر کے عہد کے ہین جنکے متعلق مرحوم مندرجۂ ذیل معتدل الفاظ مین فرماتے ہین:۔

شاہنشاہ عالمگیر مین ہرچند شاہجہان کی سی فیاضی اور اکبر شاہ کی سی یکرنگی ہندو اور مسلمانون کے ساتھ نہ تھی مگر پھر بھی اُن کا دروازۂ دولت ہند و خیر خواہون کے لیے بالکل بند نہ تھا ..... معزز خاندان کے مہذب آدمی جن کے اسلاف عطایاے شاہی سے بہرہ مند ہونے کے لائق تھے اور خوش نصیبی کے ساتھ بہرہ مند بھی ہوے، وہ ابتک شکرگذاری کے ساتھ شاہان سلف کو ادب کے ساتھ یاد کرتے ہین چنانچہ ہم نے ایک تحریر راے الیسری پرتاب راے کی دیکھی ہی جسمین اُنھون نے

شاہنشاہ عالمگیر کا نام ان الفاظ کے ساتھ لیا ہے "ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی پیر دستگیر حضرت اورنگ زیب شاہ غازی"

ان واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کرو، اور انصاف کے جذبات کو اپنے دل میں جگہ دو پھر ایمانداری کے ساتھ اگر کہہ سکتے ہو تو کہو کہ

"عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا"

سید محمد فاروق (شاہ پوری)

سنہ ۱۹۲۰ء میں جبکہ تحریک ترک موالات اپنے شباب پر تھی اور کراچی کے تاریخی مقدمہ کی وجہ سے گفت گرد سری شنکراچاریہ جی کا نام ہر ہندوستانی کی زبان پر تھا، سری شنکراچاریہ جی سے ایک ملاقات کے دوران میں ہندو مسلم اتحاد پر گفتگو آئی، سلسلۂ بیان میں معلوم ہوا کہ اسی قسم کے چند فرامین صاحب موصوف کے پاس بھی محفوظ ہیں۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں تمام ہندو پبلک کو اطلاع عام دیتا پھرتا ہوں کہ مسلم فرمانروا اورنگ زیب کی بے تعصبی کا ثبوت اگر انھیں نہ مل سکے تو میرے سجادہ خاص شاہ روھا پٹھ میں آکر ان فرامین شاہی کو بچشم خود ملاحظہ فرمالیں۔ جہانتک مجھے معلوم ہوا ہے ان منشور سلطانی کا تعلق سلطنت میسور کے اس مشہور فرمانروا سے ہے جسکو انگریز مورخین نے نہایت ہی متعصب لٹیرا اور سنگدل ظاہر کیا ہے۔ اسکولی تاریخوں کے پڑھنے والوں میں سے کون ہے جو نہیں جانتا کہ اس کے دماغ کے مختصر کینوس میں ٹیپو سلطان کی کس قدر بھیانک اور تاریک تصویر منعکس ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ کوئی صاحب ان فرامین شاہی کے نقول حاصل کرکے اس دستاویزی شہادت کو مکمل کردیتے

(ایڈیٹر)

ترک تعلق

(۱)

مغموم کا نام اکثر اخبارون، رسالون اور کتابون مین نظر آتا اُسکے مضامین مین جدت، زبان کی صفائی، بیان کی خوبی غرض سب صفتین موجود ہوتین ناظرین کی نظرین اُس کے مضامین کا بیچینی سے انتظار کرتی رہتین۔ اکثر نوشق مضمون نگارون کا قاعدہ ہو کہ جب وہ علمی و ادبی میدان مین اترتے ہین تو گمنام رہ کر دیکھنا چاہتے ہین کہ ہمارے مضامین کے متعلق پبلک کی کیا راے ہو لیکن مغموم اِس قاعدہ کا پابند نہ معلوم ہوتا تھا۔ اسکو مضمون نویسی کرتے، نظمین لکھتے کم و بیش سات آٹھ برس ہو چکے تھے۔ وہ ہر مہینہ تین چار مضمون ضرور لکھتا۔ اِس عرصہ مین اُس نے ادبی و علمی دنیا مین بہت کچھ مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ لیکن خدا جانے کیا بات تھی کہ وہ اپنی ہستی کو مغموم کے پردہ مین چھپائے ہوے تھا۔ دنیا کا قاعدہ ہو کہ لوگ دوسرون کے رازون کو معلوم کرنے کی اتنی ہی کوشش کرتے ہین، جتنی اپنے رازون کو چھپانے کی۔ لیکن مغموم کی ہستی معلوم کرنے کی جتنی کوششین کیگئین بیکار ثابت ہوئین۔ اخبارون اور رسالون کے ایڈیٹرون سے اُس کا پتہ پوچھا گیا اور اُنھون نے نہایت خوشی سے اُس کا پتہ لکھ بھیجا۔ لیکن اُس پر جو خطوط بھیجے گئے اُن مین سے ایک کا بھی جواب نہ آیا

(۲)

مغموم کی نامعلوم ہستی کا پتہ نہ چلنا تھا نہ چلا۔ ایک دن مین ایک مشہور رسالہ مین مغموم کی ایک تازہ نظم پڑھ پڑھ کر اُس کا لطف اُٹھا رہا تھا۔ کہ میرے ایک دوست مجھسے ملنے آئے۔ اُن کا نام تصدق حسین تھا۔ وہ میرے بہت بے تکلف دوستون مین سے تھے۔ اور میرا اُن کا زمانہ طالب علمی مین ساتھ بھی رہ چکا تھا۔ مین نے اُن کو بھی مغموم کی تازہ نظم "نالۂ غم" پڑھ کر سُنائی اُنھون نے نظم کی بہت تعریف کی اور میرے مذاق سلیم کی داد دی۔ لیکن دبی زبان سے دو ایک جگہ اعتراضات بھی کیے۔ مین نے اُن اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی۔ غرض ہم دیر تک گفتگو کرتے رہے، لیکن گفتگو زیادہ تر، مغموم ہی کے متعلق تھی۔ دوران گفتگو مین میرے دوست نے

سوال کیا کہ آپ مغموم سے واقف بھی ہین ؟ مین نے لاعلمی ظاہر کی۔ اور کہا کہ اکثر اُن کے مضامین نظر سے گذرتے ہین، نظمین، دیکھنے مین آتی ہین۔ لیکن باوجود انتہائی کوشش کے مین یہ نہین معلوم کرسکا کہ یہ ہین کون صاحب ؟ میرے دوست ایک خاص انداز سے مسکرائے۔ اور کہنے لگے "بھائی معاف کرنا، ایک خاص وجہ سے مین نے اسے صیغہ راز مین رکھا تھا مغموم اور تصدق ایک ہی ہستی کی دو نام ہین۔ حیرت کی وجہ سے میرے ہاتھ سے رسالہ چھوٹ پڑا اور دیر تک اُن کا مُنھ تکتا رہا

(۳)

میرے دوست نے کہا تعجب کی کوئی بات نہین۔ مین تمام واقعات کو تمھارے سامنے بیان کیے دیتا ہون قریب چار برس کے ہوئے جب مین ایک مکان کے قریب سے ہوکر گذر رہا تھا، شام ہو رہی تھی، سورج غروب ہونے کو تھا۔ مین حسب معمول تفریح کے لیے باغ کی طرف جارہا تھا۔ لیکن جب مین اُس مکان کے قریب پہونچا، تو مین نے سُنا کہ کوئی میری ایک نظم نہایت شیرین آواز اور خوش الحانی سے گا رہا ہے۔ مین اُس مقام پر ٹھہر گیا اور اُسکے سُننے مین ایسا محو ہوا کہ کچھ ہوش نہ رہا۔ جب گانا ختم ہوا مین وہان سے بادل ناخواستہ روانہ ہوگیا، اب مین نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ روز شام کے وقت اُدھر سے گذرتا اور کان اُسی نغمۂ جانفزا کے سننے کے مشتاق رہتے۔ روز تو نہین لیکن کبھی کبھی وہ روح پرور آواز ضرور کانون مین آجاتی تھی،

"مین نے تفتیش کی کہ آخر اس پردۂ زنگاری کی آڑ مین کون ہے؟ بڑی کوشش کے بعد پتہ لگا کہ مکان ایک وکیل صاحب کا ہے، اور اُن کی صاحبزادی جو نہایت تعلیم یافتہ ہین، موسیقی مین بھی دخل رکھتی ہین۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُن کی شادی کی تجویز ہو رہی ہے۔ اور ایک خوش قسمت نوجوان کا انتخاب بھی ہوگیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ مین ابتک مجرد زندگی بسر کر رہا ہون گو کہ امید کم تھی، لیکن مین نے بھی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ میری خوش قسمتی کہ مجھ کو ترجیح دی گئی اور پہلی نسبت چھوٹ گئی اس کے بجاے کہ مین خود وکیل صاحب سے ملنے جاتا، مین نے مناسب سمجھا کہ اپنی تصویر وکیل صاحب کے پاس بھیجدون۔

"تصویرین میرے پاس پہلے سے بھی موجود تھین۔ لیکن وکیل صاحب کے پاس بھیجنے کے لیے مین نے نئی تصویرین کھنچوانے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے شہر کے اعلیٰ ترین فوٹوگرافر کے پاس گیا،

(۴)

"فوٹو گرافر نے نہایت خندہ پیشانی سے میرا استقبال کیا، اور تصویر کھینچنے کے لیے مجھے دوکان کے پچھلے حصہ مین لے گیا۔ جب مین کرسی پر بیٹھا تو مجھسے فوٹو گرافر نے کہا "جناب آپ اپنی بائین ٹانگ اُوپر کو اُٹھا لیجیے اور ایک آنکھ بند کر لیجیے" مین نے اُسکو تیز نظر سے دیکھا اور دو چار سخت باتین بھی کہین۔ اِس پر اُس نے جیب سے ایک بڑا سا تیز چاقو نکالا اور کہا "یا تو میرے کہنے کے مطابق عمل کیجیے ورنہ یہان سے زندہ نکلنا غیر ممکن ہی"

"بھائی اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ واقعی جان بڑی پیاری ہوتی ہی۔ مین نے اسکی ہدایت پر عمل کیا۔ اُسکے بعد اُس نے مختلف مضحکہ خیز حالتون مین میری تصویر کھینچی۔ کیونکہ مین اُسکے حکم ماننے پر بالکل مجبور تھا۔ اور وہ جو کہتا تھا مجھے طوعاً و کرہاً وہی کرنا پڑتا تھا۔

"جب ظالم فوٹو گرافر اپنا کام کر چکا، تو اُس نے مجھے کرسی سے اُٹھنے اور اپنے گھر کا راستہ لینے کی اجازت دی۔ جب مین چلنے لگا تو اُس نے کہا کہ مجھے آپ پاگل نہ خیال کریں مین نے انتقام لے لیا ہی۔ اور انتقام کی سب سے عمدہ تدبیر یہی تھی۔ مین نے پوچھا کہ آخر مین نے تمھارا کیا نقصان کیا ہی؟ اُس نے جواب دیا کہ اِس سے بڑھکر اور کیا نقصان ہوگا کہ تم نے میری لگی لگائی نسبت چھڑوا دی خیر اب تم وکیل صاحب کے ہان شادی کرو گے تو دیکھون گا"

"مین وہان سے چلا آیا اور چاہا کہ کسی دوسرے فوٹو گرافر سے تصویر کھنچوا کر وکیل صاحب کے ہان بھیجون لیکن مجھے معلوم ہوا کہ اِس واقعہ کے آٹھ گھنٹہ بعد میرے نام سے بارہ تصویرین وکیل صاحب کے پاس پہونچ گئین اور گو وکیل صاحب اسوقت اپنے کمرے مین اکیلے تھے لیکن دیر تک اُن کے کمرہ سے قہقہون کی آواز آتی رہی،

"تیسرے دن، مشاطہ نے مجھے وکیل صاحب کا یہ قطعی فیصلہ سنا دیا کہ اب میرے ہان سلسلہ جنبانی کرنیکی کی ضرورت نہین" بھائی اِس واقعہ کو قریب قریب تین ماہ گذر چکے ہین جب سے نہ مین کوئی نظم لکھ سکا ہون اور نہ مضمون، اگر یہی حالت رہی تو شاید ادبی و علمی دنیا مغموم کو بہت جلد فراموش کر دے گی۔ اب تک میری کوشش ہوتی تھی کہ ہر مضمون پچھلے مضمون سے بہتر اور ہر نظم دوسری نظمون سے بڑھی ہوئی ہو اسمیہ ہوتی تھی کہ شاید یہ "کسی" کی نظر سے گذرے لیکن اب تمام امیدون پر پانی پھر گیا ہی۔ خدا جانے آئندہ قلم مین قدرت، اور دل مین لکھنے کا جوش پیدا ہوگا یا نہو"

عاکی لکھنوی

ایک غیب دان

یہ بات انسان کی سرشت مین داخل ہی کہ وہ ہمیشہ ان باتون کی ٹوہ اور تلاش مین رہتا ہی جو اُسکی دریافت اور حیطۂ ادراک سے مخفی یا اوجھل ہین مخفیات کے علم کے واسطے وہ بہت کچھ ہاتھ پیر مارتا رہتا ہی صرف اپنی بابت ہی نہین دوسرون کی بابت بھی اُسکی تلاش رہتی ہی وہ ہمیشہ اِسی تلاش اور ٹوہ مین رہتا ہی کہ لوگون کے سینون کو ٹٹول کر دیکھے کہ اِن مین کیا کچھ بھرا ہی اور آنے والی گھڑیون مین کیا کچھ آنے اور ہونے والا ہی وہ خود بھی اپنی قسمت اور تقدیر کی دریافت مین بعض وقت سرگردان رہتا ہی اِن خیالات اور اِن تمناؤن کی سرسبزی کے واسطے وہ دور تک پہنچتا ہے جوتش اور نجوم سے کام لیتا ہی جفر اور رمل کا دروازہ بھی بے صبری کے ساتھ کھٹکھٹاتا ہی ہتھیلیون یا خطوط دست دپا اور خطوط پیشانی سے بھی کبھی استدلال کرتا ہی قیافہ اور استخارہ سے بھی کام نکالتا ہی تفاءل بھی کرتا ہی غرض مختلف طریقون سے غیب دانی کا شائق یا کشتۂ غیب دانی ہی۔ نہ صرف عوام ہی اِس تمنا کے تختۂ مشق رہتے ہین بڑے بڑے خواص اور علم والے بھی اِس کے گاہک ہین منجم وہ لوگ بھی ہین جو اپنے وقت مین بادشاہون کے دربارون مین گران بہا مواجب پاکر غیب دانی کا دم بھرا کرتے ہین۔ جہان اِس وقت تہذیب اور علم و فضل اور سائنس کا بھی شور و شغف ہی وہان بھی اِس قماش کے لوگ بہ کثرت پائے جاتے ہین وحشی نسلین بھی اِس کی شایق رہتی ہین اُن کے دل و دماغ بھی اِس ضرورت یا اِس خبط سے خالی نہین ہین غریبون کے مقابلہ مین ہر ملک اور ہر قوم مین وہ لوگ زیادہ تر اِن باتون کے جویان اور خواہشمند رہتے ہین۔ جو خصوصیت سے برکات دنیا سے متمتع ہوتے ہین جسطرح بعض لوگ ہمیشہ کیمیا گری اور سونا چاندی بنانے کے متوالے رہتے ہین اِسیطرح اکثر لوگ کشتۂ غیب دانی بھی ہین جو لوگ غیب دانی پر یقین بھی نہین رکھتے وہ بھی کسی حد تک اس کے گاہک اور مشتاق رہتے ہین حکومتون نے جب کچھ اور ذریعہ غیب دانی کا نہ دیکھا تو جاسوسون اور خفیہ پولیس سے بھی کام لے لیا۔ کون سی اِس وقت حکومت ہی جسمین یہ صیغہ ایک وسعت کے ساتھ کھلا نہین ہے سچ پوچھو تو حکومتون کا خفیہ پولیس رکھنا بھی ایک چلتا راز اور صیغہ ہی،

(خبط غیب دانی)

جسطرح بعض فلاسفرون نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہی اسی طرح بعض ادبی ارکان بھی اس سے غافل نہین رہے ادبائے زمان نے چیستانون اور معماؤن سے غیب دانی کا چسکہ ڈالنے مین کسر نہین رکھی بعض فلاسفرون کی یہ راے ہی کہ بعض مجانین جو بعض وقت بڑین مار کر الاپنے رہتے ہین اُنکی قوتین بھی سمٹ کر کبھی کبھی غیب کی باتین کہہ جاتی ہین جو درست بھی گاہ گاہ نکلتی ہین ان کی راے مین جب بوجہ جنون کے قوتین اور جذبات یکسو ہوجاتے ہین تو ان کے ادراک مین بھی یہ ملکہ پیدا ہوجاتا ہی کہ وہ مغیبات پر بھی کچھ کہہ سکین اس سلسلہ مین مسمریزم والون کو رکھ لو وہ بھی قوتون کی اجتماعی ادراک ہونے کی وجہ ہی سے معمولون سے کچھ کچھ غیب کی باتین کہلوا لیتے ہین معمول اپنی قوتون اور ہوش وحواس سے بیگانہ ہوکر بولے جاتا ہی اور بسا اوقات ناظرین یہ کہنے پر تیار ہوجاتے ہین کہ بعض باتین اُن کی درست بھی نکلتی ہین،

بعض وقت بعض لوگ کوئی لکڑی یا کوئی تصویر کسی کی چھاتی پر جو خواب مین ہو رکھ کر یہ سنا کرتے ہین کہ اسکے اندرون سے کیا آواز آتی ہی ایسے لوگون کا یقین ہی کہ اس عمل سے بعض ہستیان جو معمول ہوتی ہین راز کی باتین کہدیا کرتی ہین۔

(راز)

اگرچہ بہت سی ہستیان اپنے راز کی باتین یا اپنے راز ساتھ ہی لیجاتی ہین لیکن بہت سے راز کھل بھی جاتے ہین اور یون دوسرے لوگ اس کوشش مین بھی رہتے ہین کہ کسی نہ کسی طرح راز کا انکشاف ہوسکے حکومتون کی جانب سے حروف اور الفاظ مقرر ہین راز کی باتین لکھی اور کہی جاتی ہین مگر بعض لوگ اُن پر بھی عبور کرلینے کی مشق رکھتے ہین راز کا دریافت کرلینا گویا ایک فتح شمار ہوتی ہی۔

(کانا پھوسی)

لوگ بہتیری کانا پھوسیان کرتے اور راز چھپانے کی کوشش مین رہتے ہین مگر پارلوگ بھی کچھ نہ کچھ اُڑا ہی لیتے ہین گویا دیوار ہم گوش دارد کی فلاسفی اور پیش بینی پر بھی مسمر کرنے سے چوکتے نہین کتنی دنیا اور کتنی ایسی ہستیان ہین جو راز کا نکلنا پسند نہین کرتین اور اس پر بھی راز کی

باتین کبھی نہ کبھی طشت ازبام ہو ہی جاتی ہین رازدان بھی کھول ہی دیتے ہین۔

(ایک غیب دان کی خواہش)

دنیا یا انسانون کی منڈیون مین ایک ہی قسم کے لوگ نہین ہوتے جسطرح باغون اور جنگلون مین مختلف قسم کے درخت اور پودے ہوتے ہین یہی کیفیت انسانی پودا اور انسانی نسلون کی بھی ہے کوئی کسی کام مین مصروف ہے تو کوئی کسی مین اگر ایک نمایش کرکے دیکھا جائے تو انسانی خیالات کے تنوع کا پتہ لگنا کچھ مشکل نہین،

ایک شایق غیب دان ہمیشہ اس فکر و تردد مین رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح وہ غیب دانی سیکھ سکے جوتش اور نجوم بھی سیکھا جفر اور رمل مین بھی دست گاہ پیدا کی مگر بات نہ بنی آخر مرمٹ کر ایک روز اسی ضبط مین جو ہو گیا تو خواب مین کیا دیکھتا ہے کہ ایک نورانی ہستی اُسے ہنس ہنس کر یہ سند دیتی ہے کہ آخر تمھاری آرزو سُنی گئی اور تمھین غیب دانی کچھ عرصہ کے واسطے دی جاتی ہے، یہ لو اسے حضرت من سینہ کے ڈبہ مین حفاظت سے رکھو اور وقت پر کام مین لاؤ۔

(غیب کی باتین)

کلید غیب کے ملتے ہی غیب دان کا سینہ کھُل گیا جسطرف نظر پڑتی ہے اندرونی راز منکشف ہو جاتے ہین۔ اس نعمت کے ملنے سے غیب دان کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی رہ رہ کر غیب دانی سے کام لینا شروع کیا نہ کچھ ہچکچاہٹ نہ کچھ ہینگ لگی نہ پھٹکری یون ہی یہ کمال حاصل ہو گیا جس شے کی نسبت خیال آتا جو شخص سامنے آتا اور دل چاہتا اسکی مخفی حالت کھُل جاتی،

(سنتے چلو)

(غیب دان) کہو تو مین تمھارے سینہ کی باتین بتلا دون،

(کوئی) یہ کیسے ہو سکتا ہے سوائے رب العالمین کے اور کون غیب دان ہے،

(غ) یہ بھی کوئی بات ہے کہو تو سب کچھ بتا دون

(ک) اچھا میرے دل پر نظر کرو اور بتاؤ۔

(غ) بہت اچھا۔ مین دیکھتا ہون کہ اس وقت تمھارے دل و دماغ مین مختلف خیالات دورہ کر رہے ہین ایک تو تم میری نسبت ہی یہ سوچ رہے ہو کہ یہ کیسا پاگل آدمی ہے غیب کون جان سکتا ہے

دوسرے تمھین یہ خدشہ بھی لگ رہا ہو کہ کل کیا ہوگا تو مین تمھین بتا دون کل تمھارا قرض خواہ آئے گا اور اسکی اور تمھاری لڑائی ہوگی سمجھے،

(ک) پہلی بات تو درست کہی مگر ہے قیاس اور کل کی بات کل دیکھی جائے گی۔

(غ) اور بتلاؤن اس وقت تم اس فکر مین ہو کہ کس طرح فرضہ دور ہو بہتر ہو کہ قرض خواہ کو کوئی جُل دیا جائے،

(ک) یہ بھی ٹھیک

(غ) اور کیون کل تمھارے گھر مین ایک جھگڑا ہوا اور تم نے فلان ..... کی نسبت سوچا کہ اگر وہ نہ مانے تو اُس کے ساتھ یون کیا جائے،

(فلان) این میری نسبت یہ بات۔ ایک ہی کہی،

یہ کہا اور دہم سے (ک) کو پکڑ لیا اور دونون گتھم گتھا ہو گئے

(غ) غیب دان یہ دیکھ کر حیران سا رہ گیا اور پچھتایا کہ کیون یہ راز بتا دیا،

ان ہی خیالات مین تھا کہ (ک) نے غیب دان کو پکڑ لیا اور کہا کہ او کم بخت تو خواہ مخواہ لوگون مین لڑائی ڈلواتا ہو تو کہان کا غیب دان آگیا اسپر فلان بھی اُس کا گلو گیر ہو گیا یہ دیکھ کر غیب دان پانون سر پر رکھ کر بگ ٹٹ بھاگا اور گھر مین جا چھپا،

گھر مین پہنچتے ہی دیکھا کہ بیوی چولھے پر بیٹھی رو رہی ہو سینہ اور دل پر جو نظر پڑتی ہو تو کیا دیکھتا ہو کہ بیوی کا دل ایک خاص صدمہ کی وجہ سے ماؤف ہو پوچھنے پر کچھ بتلاتی نہین مزید غور سے پتہ لگتا ہو کہ بیوی بعض باتون سے تنگ ہو کر میکے مین جانا چاہتی ہو،

(غ) کیون تو میکے جانا چاہتی ہو،

(ب) نہین۔

(غ) نہین کیون، مین تمھارے دل کی بات کہہ رہا ہون سچ کہو،

بیوی خاموش رہتی ہو غیب دان خاوند سر پر ایک چپت رسید کرتا ہو غوغا سُن کر بیوی کا بھائی اور باپ آجاتے ہین اور گتھم گتھا ہو کر غیب دان کو زمین پر گرا دیتے ہین غیب دان سر بغل مین لیکر بھاگا ہو اور بازار مین جا کر دم لیتا ہو،

پولیس کا افسر بدحواسی مین بھاگتے ہوے دیکھ کر غیب دان کو بازار مین پکڑا کر لیتا ہو
(پ) کیا بات ہو اور کیا واقعہ ہو یون بھاگے جاتے ہو،
(غ) کچھ بات نہین مین تمھارے دل کی تختی پڑھ رہا ہون، تم فلان تفتیش مین فلان ملزم سے اتنا مال لے چکے ہو اور اب اس فکر مین ہو کہ کوئی شکایت نہ کردے،
(پ) او بدحواس بدمعاش مجھپر یہ الزام لگانے سے تجھے شرم نہین آتی
(غ) مین تو تمھارے دل کی بات کہہ رہا ہون۔

پولیس افسر زور سے ایک تھپڑ جو مارتا ہو تو خود بدولت غیب دان دھم سے زمین پر گر جاتے ہین، پولیس افسر خاموشی سے اپنی راہ لیتا ہو غیب دان اُٹھ کر اپنے ایک دوست کے گھر مین گرتا پڑتا پہنچتا ہو تو کیا دیکھتا ہو کہ میان بیوی دونون ایک میز کے گرد بیٹھے ہوے کسی خانگی معاملہ پر غور کر رہے ہین آپ کی پہلی نظر جو دونون کے سینہ پر پڑتی ہو تو ساری حقیقت کھل جاتی ہو۔
(دوست) کہان سے آئے اور کیون حیران کھڑے ہو،
(غ) مین حیران ہون کہ تم اس وقت خواہ مخواہ کس کشمکش مین پڑے ہو یہ کام نہین ہونیکا،
(دوست) تم کس طرح کہتے ہو،
(غ) مین دلون کی باتین جان سکتا ہون کیون سچ نہین ہو،
(دوست کی بیوی) سچ تو ہے مگر کیا تم اس قابل ہو کہ کسی شریف کے گھر مین آسکو بدبخت دیکھتے نہین ہو اور میان دلون کی سب باتین جانتا اور دیکھتا ہو اور کسی پر ظاہر نہین کرتا تم گھر بیری پھیری کر کے لوگون کی پردہ دری کرتے پھرتے ہو۔
(دوست) نکل جاؤ کم بخت تم ہی بڑے غیب دان آگئے۔
(غ) مین تو جو کچھ دلون مین دیکھتا ہون وہی کہتا ہون اور بے کم و کاست کیون جو کچھ کہا ہو ایمان سے کہو وہ درست نہین
(دوست) مصیبت تمھارے ایمان کے سر پر بجز ابکو مت غصہ مین آکر دوست کی بیوی نے اتنی گالیان دین کہ گویا گالیون کی ساری ڈکشنری ہی ختم کردی کا پیتے ہوے حضرت غیب دان جلدی جلدی گھر کی چار دیواری سے باہر نکلے تو دم مین دم آیا۔ راہ جاتے ایک ناواقف شخص مل گئے

رہ رو کے دل پر جو نظر پڑتی ہی تو بیساختہ بول اُٹھتے ہین،

(غ) اوجانے والے کس خیال مین جاتا ہی دیکھا اور سُن تو ورثہ لینے کے واسطے کیا کچھ سوچ رہا ہے اگر مین تیرے شرکا ورثہ کو بتادون تو کیا ہو بات سچی تھی، رہرو حیران ہوکر بولا تم کون ہو جو راہ چلتے دلون کی تختیان پڑھتے پھرتے ہو۔

(غ) تم کہو تو سہی کیسی پتہ کی کہی ہی،

رہ رو غصہ مین آکر پکڑتا ہی اور دھپ مارتا ہی اور خود زنوحکر ہوجاتا ہی حضرت غیب دان اپنا سا منھ لیکر روان روان گھر کی راہ لیتے ہین گھر مین جاکر دیکھتے ہین نہ بیوی ہی نہ بال بچہ ہی کتے اور بلیان گھر کا جائزہ لے رہی ہین۔ یہ کیفیت دیکھ کر گھٹنون مین منھ دیکر بیٹھ گئے۔ نہ جائے رفتن نہ راہ ماندن۔

(اپنے)

آنے والے دن کی تختی پر جو دیکھتے ہین تو اس مین کچھ اور ہی لکھا پاتے ہین نصیبون کو روتے اور واویلا کرتے ہین اس اُدھیڑ بُن مین تھے کہ وہی غیب کی کلید دینے والی ہستی آگئی اور غصہ سے کلید واپس لیکر چلتی بنی۔

(ہوش آگیا)

دو تین دن کی غیب دانی نے وہ لطف دکھایا کہ اگر اور دو روز رہتی تو غیب دانی کے نشہ مین جان ہی جاتی پشیمان ہوکر سجدہ مین گر کر دعا کرتے ہین،

(دعا)

اے رب العالمین اے سینون کو سلامت روی سے ٹٹولنے والے اے دلون کے پردون کو سکون اور حوصلہ سے کھولنے والے اے سب اسرار کے جاننے والے اے عالم الغیب اے غیب کی چابیان رکھنے والے، اے ستار اسرار غیب، اے سب مخفیات کے عالم اے سب رموز خفی وجلی کے اندازہ لگانے والے عالم الغیبی صرف تجھے ہی سچی ہی اور تو ہی اس کا اہل اور بنانے والا ہی، تو نے انسانون کو ہان ہم کو جو علم غیب نہین دیا ہی تو نے جو ہمین بہ مصداق وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ایک خاص حد تک علم دیا ہی اسمین بھی ایک حکمت ہی، مجھے دو روز مین ہی معلوم ہوگیا کہ ہم اس کے اہل نہین ہین۔ ہماری زندگیان اسی صورت مین

طمانیت سے گذر سکتی ہین کہ جب ہم ایک دوسرے کے مخفی حالات اور اسرار سے واقف نہ ہون یا ایک خاص حد تک واقف ہون اور ہم آئندہ کی باتین نہ جان سکین کیونکہ ہم محافظ اسرار نہین ہین ہم وہ بات نہین رکھتے جو تو رکھتا ہی تو ہمارے عیوب کو جانتا اور اُن پر نظر کرتا ہی لیکن ایک دوسرے پر افشا نہین کرتا، اے غیب دان تو ہماری وہ باتین جانتا ہی جن کے اظہار سے ہماری زندگیان تلخ ہوسکتی ہین اور ہم ایک دوسرے کے مقابلہ مین ذلیل ہوتے ہین اے ستار عیوب تیری ہی قدرت ہی کہ تو دیکھتا اور جانتا ہی اور پھر افشا نہین کرتا دلون کی نختیان تیری نظر مین رہتی ہین اور تو اُنھین پردۂ غیب مین رہنے دیتا ہی اگر ہماری طرح تو بے حوصلہ ہوتا اور زبان قدرت دلون کے حالات علانیہ کہتی تو آج ہم ایک سخت مصیبت مین گرفتار ہوتے، اے قدوسون کے قدوس اے ستار العیوب اے دلون پر نظر کرنے والے مین کبھی بھی غیب دانی کی کوشش نہین کرون گا اور اگر کسی کا راز زندگی مجھے کسی طرح معلوم بھی ہوجائیگا تو اُس کے اظہار سے حتی الامکان بچون گا،

سلطان احمد

دل کی پاکیزگی ہمارا عمدہ سے عمدہ خزانہ، بڑی سے بڑی عزت اور شریف سے شریف جائداد ہی اس کا نام شعاع معرفت ہی (گلیڈسٹن)

دوسرے کے دل کو فتح کرنے کے لیے اس بات کی ضرورت ہی کہ تم اپنا دل اسکے کام مین لگا دو (گولڈ اسمتھ)

مین نے صرف ایک مدرسہ مین تعلیم پائی ہی اور وہ مدرسہ بھی "دنیا" ہی جسمین محنت اور مصیبت دو بڑے چست و چالاک اُستاد درس دیتے ہین (ہگ مر)

دُنیا مین کافی سے زیادہ عداوت ہی کافی سے زیادہ بغض و حسد کافی سے زیادہ نفرت بے التفاتی پس وہ لوگ جو نیکی و ہمدردی کی لاف مارتے ہین سُن لین کہ وہ اس خلیج کے عرض کو بڑھانیکا موجب ہین بلکہ عملی طور پر اُنکی زندگی کا مشن یہ ہی کہ وہ نفرت کو گھٹائین اور محبت کو ترقی دین (کولرج)

"ہمایون"

جنوبی ہند کی عظمت

سچ پوچھا جائے تو ہندوستان تاریخی نقطۂ نظر سے ایک معمہ ہے جو کبھی نہ حل ہوا ہے اور نہ آئندہ حل ہونے کی امید، قطع نظر اس کے کہ ہندوستان کو ایک برّاعظم کہا جائے یا ایک ملک، خود اس کا نام ہی ایک تشریح طلب مسئلہ ہے آج لفظ ہندوستان کو جن وسیع معنی میں استعمال کیا جاتا ہے یہ بہت بعد کی ترقی ہے ورنہ حقیقت میں ہندواستھان یا ہندوستان کا لقب مسلمانوں نے صرف اسی حصۂ ملک کو دیا تھا جسے ہندو مصنفین آریہ ورت لکھتے آئے ہیں۔

زمانہ قدیم میں سنسکرت کے ایک لفظ دکھشنا (جنوب) سے تمام جنوبی جزیرہ نما مراد لی جاتی تھی مگر آج دکھن کا ملک، صرف دریائے تاپتی سے دریائے تنگ بھدرا تک محدود سمجھا جاتا ہے، اور اس کے بعد جنوب میں تنگ بھدرا سے راس کماری تک "تامل مکم" کا علاقہ ہے،

ابتدائے تاریخ سے ہندوستان بدقسمت ہندوستان کو بیرونی حملوں کے خطرے ہی نے کبھی اتنی مہلت نہ دی کہ وہ اپنی اندرونی پیچیدگیوں کو سلجھانے کی طرف متوجہ ہوتا چنانچہ آج ایک ظاہر بین نگاہ شمالی ہند میں فوجوں کی دھوم دھام، درباروں کا تزک و احتشام، عمارات کی شوکت و استحکام کو دیکھ کر ایسی خیرہ ہو جاتی ہے کہ وہ جنوبی ہند کو سکوت مردہ کا مرادف سمجھنے لگتی ہے مگر تاریخ کے بغور مطالعہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ خیال حقیقت کے سراسر منافی ہے۔

آج یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ جو خصوصیت اور امتیاز جنوب کو حاصل ہے، شمالی ہند کی تاریخ اس سے قطعی نابلد ملیگی جس وقت شمالی ہند میں اٹھارہ پُرانوں کا زور شور تھا۔ جنوب بھی علٰحدہ اپنے پُران رکھتا تھا ابتدائی تین صدی عیسوی میں اس کی تہذیب و شائستگی نہایت عروج پر پہونچی ہوئی تھی تامل قوم کی تہذیب آرین لوگوں سے بالکل جداگانہ تھی اُس نے اپنی تامل زبان میں علم ادب کا اچھا خاصہ ذخیرہ بہم پہونچا لیا تھا جسمیں رزم و بزم کی نظموں سے لیکر فلسفہ تک کے مضامین فراہم کر لیے گئے تھے،

غروع شروع میں شمالی ہند کے جو جلا وطن جنوب میں آکر اقامت گزین ہو گئے تھے، جب

اُنھون نے ذات پات کے مسئلہ کو اُٹھایا ہو تو ان کی سخت مخالفت کی گئی اس سے خیال ہوتا ہو کہ چھوت چھات کا یہ رواج جسپر اب جنوبی ہند مین کئی سو برس سے نہایت سختی کے ساتھ عمل درآمد ہو رہا ہو اسوقت بالکل ابتدائی اور نامکمل حالت مین تھا،

اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ فن سنگ تراشی مین جو ترقی جنوبی ہند نے کی ہو وہ دنیا کے کسی حصہ مین نہین پائی جاتی، چلوکیا خاندان کی یادگارون مین غار ہاے اجنٹا اب تک موجود ہین جو اُس وقت کی فن مصوری اور نقاشی کی اعلیٰ ترقی کا بزبان حال پتہ دے رہے ہین۔ یہ صنعت دکن مین فارس اور یونان سے لائی گئی تھی اور ایرانی سفیرون کی دکن مین آمدورفت کی سند تاریخ سے بھی ملتی ہو۔ بقول چینی سیاح ہیوان سیانگ یہ غار چھٹی صدی عیسوی مین راجہ پلاکشن ثانی نے اپنی قوت مادی کے اظہار کے لیے بنوائے تھے اور اسی راجہ کی زبردست طاقت تھی جس نے شمالی ہند کے راجہ ہرش وردھن کی فوج کشی کے وقت جنوب کے واسطے سدباب کا کام دیا۔

ایلورہ مین کیلاش کا مندر، راسٹرکوٹ خاندان کے راجہ کرشن اوّل کے نام نامی سے منسوب کیا جاتا ہو۔ یہ قابل دید عمارت دنیا کے نادر عجائبات مین شمار کی جاتی ہو۔ سنگتراشی کا اس سے بہتر نمونہ مشکل سے پیدا ہو سکے گا، لہذا کوئی قوم جسقدر بھی اس پر فخر و ناز کرے کم ہو اور اُس کے بانی کی جسقدر بھی عزت و توقیر روا رکھے تھوڑی ہو راجہ امو گھ ورش اس خاندان کا سب سے زبردست راجہ مانا گیا ہو اُس نے ساٹھ برس سے زیادہ مدت تک حکومت کی، نویں صدی عیسوی کے اسلامی مورخین اسکو دنیا کی بڑی بڑی طاقتون مین چوتھے نمبر مین شمار کرتے ہین انمین خلیفہ بغداد نغفور چین اور شاہ روم (قسطنطنیہ) کی سلطنتین ایک دوسرے کی ہم پلہ تھین۔

جنوبی ہند مین اسکے علاوہ اور بھی بکثرت مندر پائے جاتے ہین جین اور بدھ مت کی دیکھا دیکھی ہندوؤن مین بھی دیوتاؤن کے مندر پہاڑون مین تراش کر بنانے کا رواج ہو گیا تھا چنانچہ اکثر وشنو اور شیو جی کے لئے چھٹی صدی کی یادگار موجود ہین ان مین سے ایک بادامی مین راجہ منگلیش چلوکیا کا بنوایا ہوا اور دوسرا تنجور مین راجہ راجہ چولا کی شاندار فتوحات کی یادگار ہو،

یہ سچ ہو کہ دکن مین بھی حکومتون کے باہمی تنازعات نے ناگوار صورتین اختیار کی ہین، بڑی بڑی جنگون کا سامنا ہوا ہو۔ لیکن جو بات وہان قابل تعریف تھی وہ یہ ہو کہ آپس مین وہ ایک

دوسرے کی ملکی آزادی، قومی عزت، خودداری و وقار کے خیالات کو مدنظر رکھتے تھے کسی کے مذہبی معاملات مین دخل دینا مندرون کو تباہ کرنا، یا صنعت و حرفت کے مٹانے کی کوشش کرنا بمنزلہ حرام سمجھا جاتا تھا قدیم تامل قوم مین غلامی کا نام و نشان تک نہ تھا چنانچہ میگستھینیز لکھتا ہے کہ تمام ہندوستانی آزاد ہین اور تمام ملک مین ایک بھی غلام نہین ملتا۔

جنوب مین تمام سلطنتون کے پاس بڑے بڑے بحری بیڑے تھے اور ہمیشہ مشرق سے چینی مغرب سے عرب اور رومی تاجر آتے رہتے تھے؛ یہ لوگ یہان سے موتی، گول مرچ، فیروزہ، اور ہندوستان کی دیگر کارآمد اشیا لیجاتے تھے، اور اُن کے عوض سونا، چاندی اور اپنے اپنے ملکون کی دستکاری کے نمونے دے جاتے تھے۔ اور یہ امر بھی قابل وثوق ذرایع سے ثابت ہے کہ تیسری صدی عیسوی سے قبل جنوبی ہند مین رومی رعایا کی بکثرت نوآبادیان قائم تھین ان مختلف قومون کی آمد و رفت کا اثر اُس زمانہ تہذیب اور شایستگی مین نمایان طور پر نظر آتا ہے،

ہم دیکھتے ہین کہ فن نقاشی اور مصوری کے ساتھ ساتھ سنسکرت علم ادب کی صنعت نے بھی خاصا عروج حاصل کرلیا تھا۔ اس کے علاوہ فنون سنگتراشی، ڈرامہ نویسی اور موسیقی نے بھی بہت کچھ ترقی کرلی تھی کہا جاتا ہے کہ اس وقت ڈرامہ کی دو قسمین تھین ایک وہ جو تامل یا دیسی کہلاتا تھا اُس مین ملک کی اندرونی حالت پر مختلف صورتون سے تبصرہ کیا جاتا تھا اُس مین حسن و عشق کی چاشنی بھی دی جاتی تھی، دوسرا ڈرامہ شمال کے آرین لوگون سے متعلق تھا۔ وہ بہت خشک اور غیر دلچسپ ہوا کرتا تھا۔ اُس کا میدان عمل محض شاہی خاندانون کے عروج و زوال تک محدود رکھا گیا تھا۔

جنوبی ہند کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا مذہبی پہلو ہے۔ اور اسی پر تفصیل سے بحث کرنا ہمارے مضمون کا اصلی مقصد ہے۔ دکن مین مذہبی حالت نے واقعات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بہت سی کروٹین بدلین۔ بدھ مت نے اول تو کئی صدی تک اچھی ہر دلعزیزی نہین پیدا کی اُسپر جین اور ہندو مذہب کی شدید جدوجہد نے اُس کو زیادہ اُبھرنے کا موقع نہ دیا۔ حتیٰ کہ بارھوین صدی عیسوی کے بعد سے اُس کا وجود و عدم یکسان سمجھا جانے لگا۔ اِس مین شک نہین کہ جنوبی ہند مین سندر (اشوک کے بھائی اور بعض نے بیٹا لکھا ہے) نے تبلیغ کا فرض خوب ادا کیا۔ چنانچہ جو کچھ بھی

کامیابی بدھ مت کو جنوب مین ہوئی وہ سب اسکی اور اُسکے چند اور شریک کار مبلغین کی کوششون کا نتیجہ تھی۔

یہ آج تک تحقیق نہ ہوسکا کہ جین مذہب جنوبی ہند مین کیونکر آیا اور کون لایا مگر اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ بدھ مت کے دوش بدوش جین مذہب بھی جنوب مین رائج ہوگیا، لیکن اسمین شبہ کی بالکل گنجائش نہین کہ جین مذہب نے ابتدا ہی سے جنوب مین نہایت استحکام حاصل کرلیا تھا اور سو برس تک اُس کو قائم اور برقرار رکھا، ساتوین صدی مین جب بدھ مت کا زوال شروع ہوا تو جنوبی ہند کو ہندو دھرم سے دوچار ہونا پڑا۔ اور کئی موقعون پر اُسکو اپنے نئے مدمقابل کا نہایت سختی اور زور شور کے ساتھ سامنا کرنا پڑا۔

راجہ اموگھ ورش جین مذہب کا پیرو اور جین مت کے ڈیگمبر فرقہ کا خاص مربی و سرپرست تھا ڈیگمبر فرقہ کے جینیون نے جتنی جلد ترقی کی۔ وہ نہایت حیرت انگیز ہے اُسکے فدائیون مین سے دو روحانی رہنما جان ستین اور گونا بھدر قابل ذکر ہین اُنھون نے جنوب مین کئی راجاؤن کے عہد دیکھے اور بدھ مت کے زوال مین ان دونون کے خاص ہاتھ تھے۔

لیکن ادھر بدھ مت کو زوال شروع ہوا اُدھر ہندو دھرم نئے سرے سے جنم لیکر کھڑا ہوگیا۔ ہندو مذہب مین قربانی کی رسم پر کثرت سے چھوٹے چھوٹے رسالے تصنیف کیے گئے ہندو دھرم کے پرانون مین جو طریقے اور رواج درج ہین وہ عام طور پر پسند کیے جانے لگے، اور ہر مقام پر بڑے بڑے عالیشان مندر وشنو، شیوجی یا کسی دوسرے دیوتا کے نام پر تعمیر کرائے گئے۔ غرض یہ کہ جین مت اور ہندو دھرم کا گو ایک مدت تک چولی دامن کا ساتھ رہا پھر بھی اُن مین سخت دشمنی قائم رہی اور اُس زمانہ کی جتنی لڑائیان اور معرکے ہم کو معلوم ہوے ہین اُن سب مین یہ عداوت صاف جھلکتی ہے۔

۱۱۷۳ء مین دکن ایک مذہبی انقلاب سے یک بیک بیدار ہو جاتا ہے۔ شیوجی کو ایک دوسرے سنی پنا کر بیر شیوا یا لنگایت کے نام سے ایک نئے فرقہ کی بنیاد ڈالی گئی جو آج بھی پوری جماعت کے ساتھ موجود ہے اس وقت مین بجالا ایک جینی راجہ روبہ اقتدار تھا۔ اُس نے اس فرقہ کے دو بزرگون کی آنکھین نکلوا ڈالین۔ چنانچہ وہ اُس کی باداش مین قتل کردیا گیا، جیسا قاعدہ ہے کہ مقدس لوگون کا خون نئے مذہب کے درخت کی آبیاری کیا کرتا ہے۔ یہ فرقہ بھی خود بجالا کے ایک برہمن ترلہناڈ

کے ہاتھون ترقی پکڑ گیا، اس فرقہ کے لوگون کی ایک معقول تعداد کناری اضلاع مین اب بھی آباد ہی اور یہ لوگ شیو کے ایک خیالی مجسمہ کی پرستش کرتے ہین۔ ویدون کو مستند کتابین نہین تسلیم کرتے مسئلۂ تناسخ کے قائل نہین، بچین کی شادی کے خلاف ہین اور بیوہ کے بیاہ پر زور دیتے ہین ان سب باتون کے علاوہ برہمنون سے سخت نفرت بھی کرتے ہین۔ حالانکہ خود اُن کے مذہب کا بانی ایک برہمن تھا،

اس جدید فرقہ کی رفتار نے جین مت کی ترقی کو یکایک روک دیا، کیونکہ تجارت پیشہ جماعتون مین اس نئے فرقے نے ایک روح پھونکدی اور اُسکے بیشمار پیرو بن گئے، صرف یہی ایک جماعت تھی جو جین اور بدھ مت کی قوت بازو سمجھی جاتی تھی، لہذا جین مت کو اس سے بہت بڑا نقصان پہونچا اور بدھ مذہب بالکل قبر ہی مین جا لیٹا، اکثر راجاؤن نے وشنو کو اوتار مانا ہی۔ اور اُسکی پوجا کو اپنے لیے فخر سمجھا، مگر بعد کے زمانے مین بعضون نے شیو جی کے مجسمہ کو بھی قابل پرستش تسلیم کیا ہی اُنھون نے بیل کی شکل کو اپنے خاندان کے لیے طرۂ امتیاز قرار دیا کیونکہ یہی اس دیوتا کی نشانی تھی،

۱۱۱۱ء مین ترچناپلی کے قریب جنوبی ہند کا سب سے بڑا فلاسفر رامانجا ظاہر ہوا اُس نے وشنو کے پردہ مین وحدانیت کی تبلیغ شروع کردی اس عہد مین چولا خاندان کا راجہ کولانگا حکمران تھا، وہ شیو جی پر ایمان رکھتا تھا۔ اس لیے یہ لوگ اسکی دست برد سے بچنے کے لیے میسور کے علاقہ مین چلے آئے۔ اور اُس کے مرنے تک جنوب مین قدم نہ رکھا۔ انھین کا یہ اثر تھا کہ ہوسالہ سلطنت کے راجہ وشنو یا تیگا نے شیومت کو خیرباد کہکر وشنو دھرم اختیار کر لیا۔

الغرض یہ مثالین شاہد ہین کہ جنوبی ہند مین مذہبی رنگ ابتداے تاریخ سے برابر بدلتا رہا ہی یہان کی مذہبی روح کبھی مردہ نہین ہوئی، جنوب کسی وقت بھی اپنی ترقی کے خیال سے غافل نہین رہا۔ بلکہ عمیق نظر سے دیکھنے والے جانتے ہین کہ وہ ہمیشہ صلح دامن کا گہوارہ اور روحانی طاقت کا علم بردار رہا ہی۔

اس مقام پر سوامی دویکانند کا ایک خط جو اُنھون نے اپنے ایک چیلہ کو سفر مغرب سے قبل لکھا تھا۔ ناظرین کے لیے خالی از دلچسپی نہ ہوگا، یہ خط کچھ عرصہ ہوا کہ پربدھ بھارت مین شائع ہوا تھا اُس کا

اُردو ترجمہ حسب ذیل ہو،

"جنوبی ہند نے ہندو دھرم کو مسلمانوں کے عہد میں بھی ایسا ہی پاک و محفوظ رکھا ہو جسطرح ان سے پیشتر رکھا تھا، یہ جنوب ہی تھا جسمیں شنکر آچاریہ جیسے بزرگ پیدا ہوے اور وہ بھی ایسی قوم میں جو ماتھے پر بال رکھنا اور کھانے میں ناریل کا تیل ڈالنا اپنا طرۂ امتیاز سمجھتی تھی، یہی وہ ملک تھا جس نے رامانجا کو پیدا کیا اور مادھومنی کا مولد قرار پایا۔ جدید ہندو مذہب بھی آج صرف انھیں چند ہستیوں کا زیر بار احسان ہو، ورنہ چیتن کے پیروؤں میں ایک وشنو فرقہ ہی ایسا ہو جو ادھو فرقہ کا اصلاح یافتہ معلوم ہوتا ہو، قطع نظر اس کے شمالی ہند میں جو مذہبی مصلح مثلاً کبیر، دادو، نانک اور رام سانہی ہوے ہیں تمام اُسی ایک شنکر آچاریہ کی صدائے بازگشت تھے، رامانجا کے ماننے والے تم کو اجودھیا اور دیگر مقامات پر بکثرت ملیں گے،

یہ جنوب کے برہمن شمالی ہند کے برہمنوں کو حقیقی معنوں میں برہمن تو کیا بلکہ پیرو بھی نہیں سمجھتے، کیا تعجب جو کل اُن کو سنیاس سے بھی خارج کردیں، یہ مدراسی لوگ اب بھی تمام ہم ترین مذہبی مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں، جنوبی ہند ہی کو یہ فخر حاصل ہو کہ جسوقت شمالی ہند کے لوگ مسلمان فاتحوں کے مقابلہ میں اپنا مال و متاع، جورو بچوں اور اپنے خاندانی دیوتاؤں کو چھوڑ چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپتے پھرتے تھے اُس وقت بھی اُنھوں نے وجیانگر میں اپنی علٰحدہ سلطنت نہایت مستحکم بنیادوں پر قائم رکھی تھی،

"اسی جنوب میں وہ غیر معمولی ذہانت کا شخص سیان آچاریہ پیدا ہوا۔ جس نے نہ صرف راجہ بوکا کی گدی کو برقرار رکھا، بلکہ مسلمانوں سے بھی اپنی جنگی قابلیت کا اعتراف کرالیا، جسکے قابل قدر مشوروں نے ریاست وجے نگر کو پہلے سے زیادہ مستحکم کردیا، اجس نے اپنی خداداد لیاقت اور غیر معمولی محنت و جانفشانی سے چاروں ویدوں پر ایک ضخیم تفسیر لکھ ڈالی، اور جسکے حیرت انگیز ایثار و تحقیق کا نتیجہ ویدانت کا ایک رسالہ ہو پنچ داسی۔ اسی شخصیت کے ہاتھوں اس ملک میں سنیاسی بدیارن منی (سیان) وجود میں آیا۔

"یہ صوبہ مدراس اُس قوم کا مسکن ہو جسکی تہذیب دنیا میں سب سے زیادہ پرانی ہو، اور جس کی ایک شاخ سومری نامی نے نہایت قدیم زمانہ میں دریاے فرات کے کناروں پر دور دور پھیلا رکھی تھی

جس کا علم نجوم، مذہبی فضل و ہنر، اصول زندگی، رسم و رواج وغیرہ وغیرہ سیریا اور بابل کی تہذیب و شائستگی کے لیے حقیقی سنگ بنیاد تھے اور آگے چلکر اُسی قوم کے مذہبی قصے کہانیاں عیسوی انجیل کے لیے اصل الاصول قرار دیے گئے،

ایک دوسری شاخ ان تامل لوگون کی ملابار ساحل پر پھیل گئی تھی، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حیرت انگیز مصری تہذیب اسی سرچشمہ سے نکلی تھی، بلکہ خود آرین لوگ بھی بہت سی باتون مین اسی تامل قوم کے احسانمند ہین، جنوب مین آج بھی وشنو اور شیو جی کے عالیشان مندرون دونون فرقون کی عظمت و شان کا پتہ دے رہے ہین، ہندوستان کے سب سے بڑے وشنو مذہب نے بھی تامل کے ایک ذلیل ترین طبقہ پست کو پ مین جنم لیا جو تاڑ کے پنکھے بناتا تھا اور ہمیشہ جوگی رہا، لیکن آج تامل آلور (پجاری) لوگ تمام وشنو فرقہ کا نہایت ادب و احترام کرتے ہین، اسوقت بھی ویدانت کے دویت، وسشت دویدا اور ادویت اصول اسی طرح قائم رکھے گئے، بلکہ اُنکی تعلیم و تلقین کا سلسلہ جتنا جنوبی ہند مین پایا جاتا ہے اور کہین نہ ملیگا، مختصر یہ کہ اب جتنی مذہبی تشنگی یہان غالب نظر آتی ہے کسی دوسری جگہ دشوار ہے"

جنوبی ہند کا مذہبی نقطۂ نظر ہمیشہ سب سے نرالا رہا ہے خصوصاً شمالی ہند کی تو ہمیشہ اُس نے اس معاملہ مین رہنمائی کی ہے، سوامی ویویکانند جی کا خط اس مسئلہ پر خاص روشنی ڈالتا ہے، غرضیکہ سیاسی نقطۂ خیال سے جنوبی ہند کتنا ہی پیچھے کیون نہ رہ جائے مگر روحانی ترقیات مین شمالی ہند جنوب سے سبقت نہین لیجا سکتا،

مرزا مظفر حسین (علیگ)

رموز زندگی

دلِ من روشن از سوز درون ست — جہان بین چشم من از اشک خون ست

ز مرز زندگی بیگانہ تر باد! — کسی کو عشق را گوید جنون ست

(علامہ اقبال)

ساکنین خلا کے عجائبات

تحقیقات فلکی کے تازہ ترین اکتشافات

یہ سوال اکثر پیدا ہوتا ہے "خلا کے اندر کیا ہے؟" اور اُس کا مختصر جواب ارباب تحقیقات کی طرف سے یہ ملتا ہے "خلا کے اندر ستارے ہیں کہ جن کا دوسرا نام اجرام فلکی" اور "مافی السما ہے" لیکن اشتیاق تجسس ایسے مختصر اور عامیانہ جواب سے اطمینان حاصل نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے تازہ ترین فلکی تحقیقات کی روشنی میں اجرام فلکی کا اجمالی تذکرہ امر ضروری ہے،

گذشتہ دس سال کی فلکی تحقیقات سے باوجود جنگ اعظم کے دہشت ناک انہماک سے عالم بالا کے ایسے اسرار منکشف ہوئے ہیں۔ کہ جن سے اہل علم بیگانہ تھے۔ یہاں پر یہ بیان کرنا خالی از لطف نہوگا کہ سائنس کے سب شعبوں سے زیادہ ترقی فلکیات میں عمل پذیر ہوئی ہے فلکی طریقہ تحقیقات میں کوئی حیرت انگیز انقلاب واقع نہیں ہوا ہے۔ بلکہ مسلمہ اور کہنہ سال وسائل سے کام لیا گیا ہے آسمان میں بیشمار نکشتروں اور تاروں کے جھومروں کے ایک نہایت دور افتادہ مجموعہ ستارگان مٹیل گیز بھی ہے وہ عرصہ سے صفر نور معلوم ہوتا تھا۔ جسے اقلیدسی اصطلاح میں نقطہ کہا جاتا ہے، یا یوں کہیے کہ پچاس میل کے فاصلہ پر عظیم الحجم دوربین کے وسیلہ سے جتنی روشنی دکھائی دیتی ہے اتنا یہ نکشتر نظر آتا تھا۔ مگر ۱۹۲۰ء میں امریکہ کی مشہور رصد گاہ واقع مونٹ ولسن میں اسکی از سر نو مساحت ہوئی تو اُس کا قطر زاویہ کے رُخ پر بیس کروڑ میل پایا گیا۔ ذرا غور فرمایئے۔ کہ جس ستارے کا قطر بیس کروڑ میل لمبا ہے۔ وہ آسمان میں کتنا بے اندازہ رقبہ گھیرے ہوئے ہے۔ یہ فقط ایک نکشتر ہے مگر خلا میں ایسے ستارے لاکھوں اور کروڑوں کے شمار میں ہیں۔ اس سے آپ خلا کی حدود کا بھی قیاس کر سکتے ہیں،

ستاروں کی روشنی کا اسپکٹرو سکوپ کے وسیلہ سے تجزیہ کیا گیا ہے اور اُس سے بہت سی حیرت انگیز باتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ستاروں کے اجزائے ترکیبی کی ماہیت اور اُن کی سطح کے درجہ حرارت و برودت کی کیفیت بھی اسی وسیلۂ تحقیقات سے ظاہر ہو گئی ہے۔ اور یہ امر بھی عیان ہوا ہے کہ آیا فلاں ستارہ اپنے ارتقا کے کس مرحلہ میں ہے۔ آیا وہ ابتدائی مرحلہ میں ہے۔ یا عالم شباب میں آیا وہ اپنی زندگی

کی زحمت خیز مسافت طے کر چکا ہو یا عالم نزاع مین ہو! علاوہ ازین ذرون کی نوعیت اور برقی سالمات (ایکٹرون) کی نسبت محققان طبیعیات نے جو تحقیقات کی ہو۔ اس سے یہ معلوم ہوسکتا ہو کہ جب غائت درجہ کی حرارت پہونچے تو سیمابی مادہ کا استحالہ کس طور پر ہوتا ہو۔

ان وسائل تحقیقات سے حیرت افزا نتائج مرتب ہوے ہین۔ پروفیسر ریڈنگ ٹن نے جو فلکیات کے نہایت ممتاز ماہر ہین اپنے ایک لیکچر مین اُن کا مختصر ذکر کیا ہو۔ اجرام فلکی کی بابت یہ تصور کیا جاتا ہو کہ وہ سیمابی مادہ سے جو بادل کے نہایت عظیم تودون کی صورت مین آسمان مین محیط نظر آتا ہو۔ ارتقا پذیر ہوے ہین۔ گو بہت عالمون کا یہ بھی گمان ہو کہ سیماب مین عمل انقباض پیدا ہونے سے پہلے عناصر کی ابتدائی ہیئت ارتقا کی عالم گیر گرفت مین آئی تھی۔ اس گمان کی اس امر سے تائید وتقویت ہوتی ہو کہ بہت سے ستارون کے اندر ہیڈروجن کی ہلکی مقدار پائی جاتی ہو۔ اور ہیڈروجن ابتدائی عناصر مین شمار ہوتی ہو۔ ایک اور یہ امر معرض اکتشاف مین آیا ہو کہ جب ابتدائی سیمابی مادہ مین انقباض پیدا ہوا۔ اور اجرام فلکی بننے لگے تو ہیولی کی مساوی مقداران کی ترکیب مین کام آئی۔ عالم بالا مین جو کروڑون ستارے چمکتے اور سیارے گردش کرتے پھرتے ہین اُن کی کثافت طبعی آفتاب سے ڈیڑھ گنا سے لے کر پانچ گنا تک اجرام فلکی کے سائز کے تناسب کے اعتبار سے پائی گئی ہو جو اس امر پر دال ہو کہ یہ کیفیت خاص طبعی قوانین کے عمل سے وقوع پذیر ہوئی ہو۔ کوئی امر اتفاقی نہین ہو۔ بہت سے ستارون کی کثافت پانی پر فائق ہو، ہمارا آفتاب اسی قبیل مین شمار ہوتا ہو اور بہت سے ایسے بھی ہین کہ اُن کا وزن خصوصی پانی سے کہین ہلکا ہو۔ اس ذیل مین بیٹل گیز اور دیگر ہزارہا نو زائیدہ ستارے آتے ہین۔ مگر ایسے بھی لاکھون تارے ہین کہ جن کی ہیئت گیس سے مشابہ ہو جب تک وہ اس مرحلہ مین پھنسے رہتے ہین اُن کے حجم کا تخمینہ ریاضی کے تمام اعداد سے تجاوز کر جاتا ہو نظام شمسی کا مرکز آفتاب۔ کرۂ ارض سے دس لاکھ گنا بڑا ہو۔ لیکن ستارہ بیٹل گیز کا حجم آفتاب سے ایک کروڑ گنا زیادہ ہو اس سے آپ اندازہ کر لیجیے کہ آسمان کے ستارے حجم مین کیسے عظیم الوسعت ہین،

ان نہایت وسیع قطعات سیماب کا درجۂ حرارت وبرودت بھی بیحد مختلف ہو۔ اور اس کا اندازہ اس روشنی سے کیا گیا ہو کہ جو ستارون کے مادہ ابتدائی سے خارج ہوتی ہو۔ بیٹل گیز کا ٹمپریچر تین ہزار درجہ سنٹی گریڈ ہو۔ لیکن یہ کیفیت اُس کے ایک دور افتادہ گوشہ کی ہو، ماہران طبیعات کا گمان

ہو کہ مرکزی درجۂ حرارت بیس لاکھ درجہ سے لیکر دو کروڑ درجہ تک مختلف ستارون مین پایا جاتا ہو اس سے آپ اندازہ کر لیجیے کہ اجرام فلکی کے اندر جتنی ضرورت ہے اُس کا مقابلہ اِس دُنیا کی گرم سے گرم چیز کے ساتھ قطعی نہین ہوسکتا ۔ ۔ اب اِس امر پر غور کرنا مناسب ہو۔ کہ ستارون کے ہیولی کے بے قیاس تودون کے اندر اتصال و اتحاد کس طرح قائم رہتا ہو۔ اُس کی نسبت تازہ ترین تحقیقات سے یہ عیان ہوتا ہو کہ قوت کشش سے انقباض اور حرارت سے جو انتشار پیدا ہوتا ہو۔ اس کی بدولت اُن کا توازن داخلی قائم رہتا ہو جس حرارت سے کشش کی مزاحمت ہوتی ہو وہ دو قسم کی ہو۔ اوّل وہ حرارت کہ جو سالمات کے تموّج اور تلاطم سے پیدا ہوتی ہو، دوم ایتھر کہ جسکی حرارت سے کرۂ ارض ناآشنا ہو۔ مگر سوا نو کروڑ میل سے آفتاب کی حرارت ایتھر کی لہرون ہی کی وساطت سے ہمارے پاس آتی ہو، بڑے بڑے عظیم الحجم ستارون مین ہر دو قسم کی حرارت قریب قریب مساوی الوزن پائی جاتی ہو۔ اور ان کے عمل باہمی کے وسیلہ سے ہر ستارہ کی کثافت اور اُس کا حجم برقرار رہتا ہو۔

ان متضاد طاقتون کے توازن باہمی کا تناسب قائم رہنا محال ہو۔ اگر ایتھر سے پیدا شدہ حرارت خارج ہوکر خلا مین نہ جائے۔ اِس نظریہ کی تقویت اس امر سے ہوتی ہو کہ مختلف ستارون کی روشنی ہمارے ہان آتی ہو اور یہ امر مسلمہ ہو کہ خلا سے روشنی کی حرکت و رفتار صرف ایتھر کے تموج ہی سے ممکن العمل ہو۔ علاوہ ازین یہ امر بھی غور طلب ہو۔ کہ اگر حرارت یون ہی خارج ہوتی رہے۔ تو بالآخر چند ہزار سال کے بعد اُس کا ذخیرہ تمام ہوجائے مگر بقول پروفیسر ریڈنگ ٹن جس عمل سے اُس کی کمی پوری ہوتی رہتی ہو۔ وہ ہربرٹ اسپنسر کے الفاظ مین "سالمات کا باہم دگر عمل اتصال اور حرکت کا اخراج" ہو۔ بالفاظ دیگر اس کا مفہوم یہ ہو کہ ستارون کے قلب مین جو قیامت خیز ہلچل رہی ہے مین ان سے عناصر وجود مین آتے رہتے ہین۔ وہ ایک دوسرے سے اتحاد پیدا کرتے رہتے ہین کہ جس سے حرارت وجود پذیر ہوتی ہو۔ ہیڈروجن سے ہیلیم معرض ہستی مین آتی ہو کہ جس سے (۰٫۸) فی صدی حجم نابود ہوجاتا ہو اُس سے قوت یعنی ایتھر کی لہرین پیدا ہوتی ہو۔ اگر کسی ستارے کے وجود مین پانچ فی صدی ہیڈروجن ہو کہ جو ہیلیم مین تبدیل ہوتے وقت لطیف تر عناصر کی ہستی کی محرک ہوتی ہو تو اُس سے اُس نظریہ کی بخوبی تائید ہوتی ہو سالمات کے اندر جو حرکت انگیز قوت مقفل ہو وہ عالم دانی العالم کی قوت محرکہ کا منبع آخری ہو۔

جے۔ آر۔ رائے

فی نعتہ صلی اللہ علیہ وسلم

عالم قدس کی چھائی ہی فضا آنکھونمین
نقشہ روئی پیمبر سے کھنچا آنکھونمین

پی گئے ان کو ہوا علم لدنی حاصل
پا گئے تھے جو علی آب بقا آنکھونمین

مین نے دیکھی ہی رسول عربیؐ کی صورت
پتلیان ہین یہ مری قبلہ نما آنکھونمین

صل یا رب علی روح محمدؐ جو کہا
پھر گئی شکل رسول دوسرا آنکھونمین

نیچی نظرون کی قسم مست نگاہون کی قسم
مین بٹھالون گا انھین روز جزا آنکھونمین

مین کہون اور کہون انت احدا ے احمد
تم جو آجاؤ کہین نام خدا آنکھونمین

آئی دینے کو مجھے نعت پیمبر کا صلہ
زر گل جھونک گئی باد صبا آنکھونمین

دا ور حشر کے آگے مجھے جب جانا ہو
کچھ نہو روے محمد کے سوا آنکھونمین

جذبہ عشق سے پرنم ہوئین آنکھین انکی
آج دیکھو اثر آہ رسا آنکھونمین

واہ کیا قرب ہی اے صل علی کیا کہنا
جم گئی سرخی خون شہدا آنکھونمین

اے نسیم سحری ان کو کہان ڈھونڈون مین؟
بول اٹھا ہاتف غیبی کہ ذرا آنکھونمین"

شب معراج سے ہی عرش برین چکر مین
ابتلک پھرتی ہی وہ گردش پا آنکھونمین

تیرے انوار سے روشن مرا کاشانہ دل
تیرے دیدار سے آئی ہی ضیا آنکھونمین

تم جو آئے مری بالین پہ دم بازپسین
آگئی جسم سے جان بہر فدا آنکھونمین

جب ترے روئی منور پہ نظر پڑتی ہے
عالم نور کی آتی ہے ہوا آنکھونمین

چاہیے فضل مسکین کے لیے روز جزا
اے طبیب تسلی تھوڑی سی جا آنکھونمین

فضلی (ایٹھوی)۔

لہو کی بوند

جلوۂ رُخ کو مین رنگینیٔ بُستان نہ کہون
پر تو حُسن کو آئینۂ حیران نہ کہون
گردشِ چشم کو پیمانۂ رقصان نہ کہون
وسعتِ وحشتِ خاطر کو بیابان نہ کہون
لیلیٰ عشق بنون آہوی صحرائی ہون
بزم قدرت کے کرشمون کا نہ شیدائی ہون

بھر رہا ہو گل مقصود کو دامان مین کوئی
اشکِ گلگون لیے بیٹھا ہو گریبان مین کوئی
لذت اندوز طرب محفلِ خوبان مین کوئی
محو اندوہ و الم فرقتِ جانان مین کوئی
کوئی سرگرمِ فغان ہو تو کوئی ہے دل شاد
لب پہ نغمہ ہے کسی کے تو کسی کے فریاد

تھا اسی فکر مین غلطان کہ سرِ راہ گزر
مجھ کو اک شاخ پہ آیا گل صد چاک نظر
جا بجا داغ تھے سُرخی کے نمایان جسپر
اور شبنم کے چمکتے تھے درخشان گوہر
موجِ نکہت مین تھے گیسو کی طرح پیچ و تاب
اسکا ہر داغ تھا رعنائی مین گلشن کا جواب

منظر اک عالمِ عبرت کا دکھایا اُس نے
دیدۂ شوق کو مبہوت بنایا اُس نے
اپنا افسانۂ غم گو نہ سنایا اُس نے
جنبشِ لب سے مگر اتنا بتایا اُس نے
ساغرِ عیش نہ تصویر سبو کی ہون مین
صفحۂ دہر پہ اک بوند لہو کی ہون مین

زیر اب تک نہ ہوئی ہمتِ مردانہ مری
غیرتِ دل سے سبق لیتا ہو پروانہ مری
خاک کے ذرون سے لپٹا تھا کبھی دانہ مری
اُس کے ہر پھول مین ہو نکہتِ مستانہ مری
رہا محفوظ یہ گلچین کی جفا سے اب تک
اُسکی شاخین نہ جھکین دستِ صبا سے اب تک

کشتۂ تیغِ جفا سے مری توقیر کو پوچھ
رہروِ ملکِ عدم سے مری تنویر کو پوچھ
بسملِ خستہ جگر سے مری تفسیر کو پوچھ
گردشِ چرخ سے جا کر مری تاثیر کو پوچھ
شمعِ ملت کی مرے داغ میں تابانی دیکھ
میرے ذرات میں آئینِ جہانبانی دیکھ

محمود حسن محمود اسرائیلی

فتح مکہ

فتح جسرو زہو گیا مکہ
زور کفر اور شرک کا ٹوٹا
موسمِ گل چمن میں پھر آیا
ماہِ مکہ وطن میں پھر آیا
مژدہ بادِ صبا پکار آئی
باغِ کعبہ میں پھر بہار آئی
ہر در و بام ہو گیا روشن
مہرِ اسلام ہو گیا روشن
آپ مکے میں جب گھڑی آئے
ساتھ میں دس ہزار غازی تھے
خانۂ حق بتوں سے صاف کیا
بعد ازاں کعبے کا طواف کیا
دیکھ کر فوج کی فراوانی
دشمنوں کی بڑھی پریشانی
بہت اہلِ قریش گھبرائے
سامنے ہاتھ جوڑ کر آئے
سب تھے حضرت کے دشمنِ جانی
سب کو حاصل ہوئی پشیمانی
آپ نے مسکرا کے فرمایا
بھائیو ہے تمہارا مطلب کیا
بولے مکی نژاد ہو کے خجل
قتل کر ہم ہیں قتل کے قابل
تجھ سے ہم نے نہ کچھ بھلائی کی
آپ اپنے لیے برائی کی
جوشِ دریائے رحم کو آیا
رحمۃ العالمین نے فرمایا
دل کو میں اپنے صاف کرتا ہوں
سب خطائیں معاف کرتا ہوں
شاد ہو شاد کر دیا میں نے
جاؤ آزاد کر دیا میں نے
اس سے بڑھ کر ہوا اور کیا احسان
دشمنوں پر کیا بڑا احسان

رحم کی ہو گئی جہان مین دھوم　　رہے دشمن نہ رحم سے محروم
سرکشون نے جھکائے اپنے سر　　لائے ایمان خدائے واحد پر
ابن بوجہل عکرما دشمن　　آپ کا سب سے بڑھ کے تھا دشمن
دل مین اُس کے سما یا خوف ایسا　　جانب مصر مکے سے بھاگا
سروپا کی رہی نہ اُس کو خبر　　ہوا جا کر سوار کشتی پر
ساتھ اُسکے جو تھی نحوست بھی　　دو قدم بھی نہ چل سکی کشتی
اہل کشتی نے اعتراض کیا　　اُس کو ملاح نے اُتار دیا
ہو کے ناکام وہ جوان قریش　　آیا مکہ مین خستہ و دلریش
شب کو بزم رسول مین آیا　　اپنی بی بی کو ساتھ وہ لایا
ہو چکی تھین وہ پہلے داخل دین　　اپنے شوہر کو سامنے لائین
پھر کہا رو کے یا رسول خدا　　بخشدے عکرمہ کے جرم و خطا
آپ نے مسکرا کے فرمایا　　مین نے بھی میری حق نے بھی بخشا
یون دکھاتے ہین شان رحمت کو　　یون بناتے ہین بگڑی قسمت کو
عکرمہ لایا آپ پر ایمان　　ہو گیا دل سے تابع فرمان
ظرف عالی تھا حوصلہ تھا بڑا　　دشمنون سے نہ انتقام لیا
رحم کی ہے یہی صفت پوری　　رحم کھانے پہ ہو نہ مجبوری
جسطرح دوستون پہ رحم آئے　　دشمنون پر بھی رحم فرمائے
رحم کا تجکو حوصلہ ہے اگر　　دوست دشمن کا امتیاز نہ کر
رحم حال جگر پہ کر یا رب　　دیکھ لے لطف سے اِدھر یا رب

حکیم جگر صدیقی (زمیندار لسوان)

نقد و تبصرہ

(رسائل)

(۱) پیمانہ (اکبرآباد) جلد ۱ نمبر ۲ بابت ستمبر ۱۹۲۳ء حجم ۳۲ صفحہ تقطیع ۲۰×۳۰۔ ایڈیٹر ساغر نظامی سیمابی علیگڈھی قیمت سالانہ عہ

خمخانۂ ادب کا یہ نیا پیمانہ بادۂ نظم و نثر کے وہ جرعہ پیش کرتا ہے جس کی لذت بادہ پیمایان سخن کو مست کر دیتی ہے جسکے ایک ایک صفحہ کا دور دماغ کو پرکیف بنا دیتا ہے۔ یاران میکدہ مین مشاہیر شعراء کے اسماء گرامی نظر آتے ہین۔ جناب مخمور و جناب ساغر کی نثر کے پرخمار چھینٹے بھی کچھ کم کیف انگیز نہین لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے۔ کاغذ بھی بُرا نہین۔ ٹائٹل پیمانہ و ساغر کے التزام مین بادۂ انگوری کے ہمرنگ ہے۔ دیکھیے یہ خمار کتنے دنون رہتا ہے۔

(۲) مشاہیر (بدایون) جلد ۱ نمبر ۴ بابت ماہ اگست ۲۳ء حجم ۳۰ صفحہ تقطیع ۲۰×۲۶۔ مدیر ظہور الحق مقتدری قیمت سالانہ عہ

زیر نظر نمبر رئیس الاحرار مولانا محمد علی کے نام نامی پر محمد علی نمبر کے نام سے نکالا گیا ہے نظم و نثر کے مختلف چھوٹے چھوٹے مضامین کے علاوہ مولانا محمد علی، مہراج تلک، مہاتما گاندھی، مولانا حسرت موہانی مولانا ابوالکلام کے مختصر سوانح زندگی ہین ان کے علاوہ پیرلوٹی اور راسپوٹین کے جیسے باکمال قائدین کی بھی سوانح حیات ہین۔ کتابت۔ تصحیح۔ اور طباعت ان تمام محاسن کو خاک مین ملا دیتی ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ مدیر صاحب اس کی طرف خاص توجہ فرماتے،

(۳) درویش (دہلی) یکم ستمبر ۲۳ء (پندرہ روزہ) حجم ۳۶ صفحہ۔ مدیر:۔ ملا محمد الواحدی قیمت سالانہ عہ

مصور فطرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے جادو طراز قلم کی گلکاریون کے نمونہ، آریون کی خفیہ ریشہ دوانیون کا کچا چٹھا۔ اگر دیکھنا ہو تو دہلی کا پندرہ روزہ درویش دیکھیے۔ تجلیات و خرافات کی دلچسپ سرخیان قابل دید ہوتی ہین۔ اسپر قیمت اس قدر کم ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ مضامین بھی بُرے نہین ہوتے، طباعت کا انتظام بھی بُرا نہین۔

(۴) اتالیق (حیدرآباد دکن) جلد ۶ نمبر ۷ و ۸ حجم ۳۲-۳۲ صفحہ علی الترتیب۔ مدیر:۔ مولوی فاضل عبدالرب صاحب کوکب۔ قیمت سالانہ ۴؎

ادب و زبان کی ترقی کے ساتھ ساتھ حیدرآباد دکن مین عورتون اور بچون کی ترقی کو بھی نظرانداز نہین کیا گیا ہے۔ مختلف جرائد عالم وجود مین آچکے ہین۔ مگر جس خصوصیت کے ساتھ اتالیق بچون کی علمی ترقی اور اخلاقی نشوونما مین مدد دے رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ مضمون سب بچون کے لیے ہوتے ہین اس لیے زبان کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیے۔ زیر نظر نمبر مین ایک نظم "ریشم کی چوری" ہے جسے سرسری طور پر دیکھا تو زبان کے وہ نمونے نظر آئے جنھین دیکھ کر انگشت بدندان رہ گیا اور اسلیے کہ مرتب صاحب موصوف کی خود فکر بھی زیادہ تعجب ہوا ملاحظہ ہو:۔

ناز سے ملنے کے لیے وہ آئی　　کام کرنے مین اُس کا ہاتھ بٹائی
ایک ہفتہ کے بعد ناز نے جب　　کپڑے سینے نکالے پچھے سب
اپنے گھر کے درخت بیری پر　　اُڑ کے جا پہونچا اُسکی چوٹی پر
ہوئی تھی بدگمانی جس کے لیے　　ناز بیگم امیر بیگم سے

اسی نمبر مین "ہمدردی" پر "نامی" صاحب کی نظم ہے۔ اسمین شاعری و زبان دونون کو کُند چھری سے ذبح کیا گیا ہے۔ جسکے دیکھنے سے "شعر گفتن چہ ضرور" والا ماجرا یاد آجاتا ہے۔ نثر مین البتہ اس قسم کے نمونے میری نظر سے نہین گذرے۔ باوصف اسکے بچون کے لیے اچھا ہے۔ کاغذ بھی اگر بہتر کردیا جاے تو بہتر ہو جاے۔

(۵) دی مسلم (سنگاپور) جلد ۱ نمبر ۲ بابت ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ مطابق اگست ۱۹۲۳ء حجم ۳۰ صفحہ۔ مدیر اعزازی ایس قدرت شاہ۔ قیمت دس شلنگ۔ تقریباً معہ سالانہ۔

علم برداران تبلیغ جس جس مقام پر پہونچے ہین اُنھون نے ایک خاص رنگ قائم کرلیا ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے جو عرصہ سے دو کنگ مین مقیم ہین انگلستان مین جو اثر پیدا کرلیا ہے وہ محتاج بیان نہین۔ اسی طرح ڈاکٹر مفتی محمد صادق شکیگو دارالسلطنت ممالک متحدہ امریکہ مین خدمت اسلام انجام دے رہے ہین۔ حلقہ بگوشان اسلام کے لیے یہ خبر یقیناً باعث مسرت ہوگی کہ ان کی کوشش سے تقریباً ۹۰۰ انسان زمرۂ مسلمانان مین شامل ہوچکے ہین۔

اِن تمام باتون سے متاثر ہو کر عیسائی مبلغین بھی مسلمانون کو عیسائی بنانیکی جان توڑ کوششین کر رہے ہین نیو یارک سے پادری ڈاکٹر ایس ایم زیومر "مسلم ورلڈ" کے نام سے ایک رسالہ مسلمانون کے مرتد کرنے کے لیے نکالتے ہین اور جزائر ہند و جزیرہ نماے ملایا مین مفت انجیلین بانٹ رہے ہین فتنہ ارتداد کے انسداد کے لیے باہمت اور جوشیلے مسلمانون نے ایک انجمن "انجمن اسلام" قائم کی ہے "دی مسلم" اسی انجمن کی زیر سرپرستی انگریزی مین شایع ہوتا ہے مضامین اسلام پر ہوتے ہین اور زیر نظر نمبر مین حاجی غلام سرور صاحب سرپرست انجمن مذکور کا ارتقا پر مضمون نہایت ہی عمدہ اور قابل دید ہے مسلمانون کو اسکی طرف خاص طور پر توجہ کرنا چاہیے ہے،

(۶) تمدن (دہلی) جلد ۱۹ نمبر ۳ بابت جولائی ۱۹۲۳ء حجم ۳۲ صفحہ۔ ایڈیٹر محمد عباس حسین قاری قیمت سالانہ عہ

تمدن نے موت و زندگی کے مختلف دور دیکھے ہین۔ کبھی وہ دہلی سے نکلتا تھا اور کبھی لکھنؤ سے ایک زمانہ مین وہ موقر رسائل مین شمار کیا جاتا تھا اور مشہور انشا پردازون کے نظم و نثر کے بے بہا جواہر اُسکے صفحات کو زینت دیتے تھے۔ قاری عباس حسین صاحب نے جو مختلف روزناموں مین عرصہ سے کام کرتے رہے ہین اب اسے پھر اپنے وطن اور تمدن کے مولد دہلی سے جاری کیا ہے زیر نظر نمبر مین مصور فطرۃ خواجہ حسن نظامی۔ مصور غم علامہ راشد الخیری اور سیاح جاپان و انگلستان جناب قاری سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی کے جیسے مستند مضمون نگارون کے اسماء گرامی اسکی ادبی قدر و قیمت کو دوبالا کر رہے ہین۔ خدا کرے اس مرتبہ تمدن کو حیات جاوید حاصل ہو،

(۷) تصویر وفا (لودھیانہ) جلد ۲ نمبر ۲ بابت جون ۱۹۲۳ء حجم ۳۲ صفحہ۔ ایڈیٹر راجی داس گاجریہ

ٹائٹل پیج پر ایڈیٹر کے نام کے ساتھ ساتھ مختلف کارکنون کے اسماء گرامی کے اظہار کے متعدی مرض مین یہ رسالہ بھی مبتلا ہے۔ اِسکے مقاصد مین "علمی ادبی۔ اخلاقی۔ تواریخی تمدنی طبی ظریفی۔ روحانی دلچسپیون کی اشاعت ہے" معلوم ہوتا ہے سیاسی۔ اقتصادی۔ مذہبی۔ تصوفی اور اسی قسم کے اور الفاظ اس فہرست سے اتفاقاً نظر انداز ہو گئے ہین۔ باین ہمہ رسالہ ہر نوعیت سے عمدہ ہے مضامین بھی بُرے نہین۔ مولانا حسرت موہانی کی ایک مختصر غزل رسالہ کی جان ہے مگر اسکو ٹائٹل ختم پر جگہ دی گئی ہے باوجود اتنے عظیم الشان اسٹاف کے ترتیب کی یہ کمزوری قابل گرفت ہے،

(۸) مظاہر جدید (دہرہ دون) جلد ۱ نمبر ۱ بابت اگست ۱۹۲۳ء حجم ۴۲ صفحہ۔ ایڈیٹر آغا عبدالرسول قادری ملوک (علیگ) قیمت عہ/

یہ رسالہ سائنٹفک مضامین کا عمدہ ذخیرہ ہی جسمین صنعت و حرفت پر بھی مضامین شایع ہوتے رہین گے۔ آغا عبدالرسول صاحب (علیگ) کی یہ کوشش قابل قدر ہی کہ علم طبعیات علم الکیمیا۔ علم الحیوۃ پر مختلف چھوٹے چھوٹے مضامین لکھ کر قوم کو ان اشیاء کی قیمت بتلادی جائے جو بالکل فضول و بیکار سمجھکر نظری کردی جاتی ہین۔ یہی نہین بلکہ اُن اشیا کا بہترین مصرف بھی بتادیا جائے جو آجکل غیر مفید طریقون سے مستعمل ہین۔ ہندوستان کے بہی خواہ یقیناً آغا صاحب موصوف کی ہر قسم کی اعانت کرینگے،

"مظاہر جدید" کے زیر نظر نمبر مین مادہ کی ساخت، سالمات کی تعریف، اجزائے مادہ، اور اُنکی تعریف اور علم نباتات پر مضامین ہین جو خود جناب ملوک کی جوہر فکر کا نتیجہ ہین۔ ہندوستان بھر مین دلگداز کے علاوہ جہانتک ہمارا علم ہی کوئی رسالہ نہین ہی جسکے مضامین تمام و کمال اُسکے ایڈیٹر ہی کے لکھے ہوے ہون۔ ہم ملوک صاحب کو اُن کی اس جانفشانی پر مبارکباد دیتے ہوے اپنے اس نئے ہمعصر کا پرتپاک خیر مقدم کرتے ہین۔ ع

اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

(کتب)

(۱) حضرت رشید: مولفہ سید آغا اشہر لکھنوی تقطیع ۲۶×۲۰ حجم ۱۴ جزو ناشر اصح المطابع لکھنؤ قیمت عہ

یہ حضرت رشید کے سوانح زندگی ہین جن کو بڑی تحقیق و تدقیق سے مولف مذکور نے جمع کیا ہی سید محمد مصطفےٰ مرزا عرف بیارے صاحب رشید لکھنوی کے ان باکمال شاگردہ مین سے تھے جنھون نے لکھنؤ کی رہی سہی ادبی عظمت کو سنبھال لیا تھا۔ انجم و جاوید رشید و حمید کا نام اُردو کے اساتذہ باکمال مین لیا جاتا تھا مگر افسوس ہے

جو سپہر سخن پہ تھے تابان ۔ آج وہ آفتاب ہم مین نہین

اُنس و انیس کے خاندان کا یہ آفتاب جس نے شاعری کی گود مین پرورش پائی۔ جانعالم واجد علی شاہ

سنہ جلوس میں طلوع ہوا۔ عشق کی ریاضت نے غزل کو چمکایا۔ تعشق کی ندرت فکر اور انیس کی زبان نے معراج کمال کو پہونچایا۔ دلگداز اور نامیاں کے ذاکرین اہل بیت میں ممتاز و معروف تھے اس لیے بچپن سے مرثیہ گوئی کی مشق کی۔ شروع شروع غزل کی طرف طبیعت کا رجحان زیادہ تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ جب خدائے سخن حضرت انیس کی مسند جناب نفیس نے خالی کی تو حضرت رشید نے اپنے آپ کو صرف اس کا اہل ہی نہیں ثابت کیا بلکہ مرثیہ میں وہ رنگ تغزل بھر دیا جو ادب کی جان ہے۔ سلاست انکی لونڈی تھی اور محاورہ بندی اُن کی باندی۔ مرثیہ اس قدر عام فہم اور ثقل سے مبرا ہوتے تھے کہ ادھر مصرع زبان سے نکلا اُدھر سامع کے دلمیں تیر بنکر ترازو ہوگیا۔ وہ مرثیہ میں ساقی نامہ و مضمون بہار کے موجد ہیں۔ اور لطف یہ کہ اس خوبی سے یہ مضامین اُن کے مراثی میں دست و گریبان ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں حضرت انیس کی طرح رشید کے رخش قلم نے رباعی کے میدان میں بھی خوب خوب جولانیاں دکھائی ہیں۔ صرف پیری کے مضمون پر جتنی دلفریب رباعیاں ان کے قلم سے نکلی ہیں اتنی شاید ہی کسی نے کہی ہوں۔ اور لطف یہ ہے کہ ہر جگہ اس نئے انداز اور اس دلفریب پیرایہ میں ایک ہی مضمون کو پیش کیا ہے، کہ کسی طرح طبیعت نہیں بھرتی۔ سلام و قصائد بھی اچھے اچھے کہے ہیں مگر جو انتخاب غزلیات و قصائد اسلام و مراثی کا جناب آشفتہ نے بطور نمونہ دیا ہے وہ کسی قدر کم ہے۔ ایک بڑی فروگذاشت ایک مولف کی حیثیت سے جناب آشفتہ سے ہوگئی ہے اور وہ جناب رشید کے کلام پر بے لاگ تنقید کی کمی ہے۔ ضرورت تھی کہ جہاں جہاں اُن کے کلام کے نمونے پیش کیے گئے ہیں وہاں اُن کے محاسن و معائب کو بھی عقیدت کے جذبہ کو تھوڑی دیر کے لیے بالائے طاق رکھ کر ملک کے روبرو پیش کیا جاتا امید ہے کہ جدید ایڈیشن میں جناب مولف اس کمی کو دور کردیں گے باین ہمہ کتاب من حیث المجموع اچھی ہے اور اس حیثیت سے کہ حضرت رشید کی سوانحعمری ہے کتب خانوں میں جگہ پانے اور دیکھنے کے قابل ہے۔ الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے مل سکتی ہے۔

عزت علی علوی

امیر مینائی مرحوم

صنمخانۂ عشق ۸ع
مراۃ الغیب ۴عہ
خیابان آفرینش ۴ع
محامد خاتم النبیین ۸
مبنائے سخن ۴عہ

منشی سجاد حسین مرحوم

حق الدین ۸
حاجی بغلول ۸
میٹھی چھری ۶
پیاری دنیا ۸
کایا پلٹ ۸
خلسۂ فانوس ۸ع

پنڈت رتن ناتھ سرشار

فسانۂ آزاد (۴ جلد) ۴۸ع
سیر کہسار ۴ع
خدائی فوجدار ۸ع
جام سرشار ۸ع
الف لیلہ بطرز نادل ۸

منشی جوالا پرشاد برق

مرثائی ۱۲/
مار آستین ۱۲/
بنگالی دلھن ۱۲/
پرتاب ۱۲/
معشوقۂ فرنگ ۱۲/

مولانا عبد الحلیم شرر

ابوبکر شبلی ۴عہ
خواجہ معین الدین چشتی ۶/
صقلیہ میں مسلم ۱۲/
قیس و لبنیٰ ۴عہ
مقدس نازنین ۴عہ
ایام عرب ۲ جلد ۸ع
یوسف و زلیخا ۴عہ
فتح اندلس ۸ع
ماہ ملک ۸ع
حسن کا ڈاکو ۴عہ
دربار حرام پور ۲ جلد ۱۲/
مفتوح فاتح ۴عہ
جولیاے حق ۲ جلد ۱۲/
لعبت چین ۸/
عزیزۂ مصر ۴عہ
غریب الوطن ۸/
فردوس برین ۸/
فلپانا ۴عہ
روستہ الکبریٰ ۴عہ
الفانسو ۱۲/
شہید وفا ۸/
حسن انجلینا ۱۰/
ملک العزیز ورجینا ۱۰/
آغا صادق کی شادی ۱۰/
افسانۂ قیس ۱۲/
حسن بن صباح ۶/
تاریخ بغداد ۴/

مرزا داغ مرحوم

آفتاب داغ ۸/
مہتاب داغ ۸/
یادگار داغ ۸/
انتخاب داغ ۴عہ
فریاد داغ ۴/

مولوی بشیر الدین احمد دہلوی

دار الحکومت دہلی ۲ جلد ۱۲/
تاریخ بجاپور ۳ جلد ۲۴/
حرز اطفال ۸/
نشاط عمر ۴عہ
عصاے پیری ۸/
شمع ہدایت ۱۲عہ
لخت جگر ۲ جلد ۱۲/
حسن معاشرت ۴عہ
اقبال و وطن ۴عہ

نیاز فتحپوری

گہوارۂ تمدن ۸/
ترجمہ گیتان جلی ۸/
کیوپڈ اینڈ سائکس ۸/

سیماب اکبر آبادی

خدیجۃ الکبریٰ ۴عہ
بنت الرسول ۸/
سیرۃ الحسین ۸ع
جام کوثر ۱۲/

حکیم محمد علی خادم

عبرت کامل ۱۲/
حسن سخن کامل ۱۲/
نام پیاری کامل ۸/
دیول دیوی ۴عہ
گورا ۸ع
مسیحاے عالم ۸/
جعفر و عباسہ ۱۲عہ
اختر و حسینہ کامل ۸ع

منشی احمد علی شوق قدوائی

ترانۂ شوق ۴عہ
قاسم و زہرہ ۸/
سیکندر اور پورسی ۱۲/

جوش ملیح آبادی

شبیر حسین
نثر ادب ۱۲/
مقالات زرین ۱۱/
آوازۂ حق ۸/
اوراق سحر ۱۵/
جذبات فطرت ۱۲/

منشی تیرتھ رام

فسانۂ لندن ۲ جلد ۱۲عہ
وطن پرست ۱۲/
منزل مقصود ۸ع
روخونکا خروج ۱۰/
خونی ہیرا ۴عہ

جلال لکھنوی مرحوم

مضمونہاے دلکش ۸/
نظم نگارین ۸/
نثر زبان اردو ۸ع
رسالۂ تذکیر و تانیث ۸/
افادۂ تاریخ ۸/
قواعد للمنتخب ۱۲/

خواجہ عشرت لکھنوی

لغات اردو ۴عہ
اصول اردو ۶/
جان اردو ۶/
قواعد میر ۶/
شاعری کی پہلی کتاب ۸/
شاعری کی دوسری کتاب ۸/
شاعری کی تیسری کتاب ۸/
اصلاح زبان اردو ۶/
گلدستۂ ظرافت ۶/
زباندانی ۶/

صفدر مرزا پوری

مرقع ادب ۴عہ
بزم خیال ۴عہ
مشاطۂ سخن ۸/

مولوی محمد حسین محبی

ازواج الانبیا ۴عہ
انسانی قربانیاں ۸/

حکیم احمد حسین الہ آبادی

ترجمۂ تاریخ ابن خلدون (جلد اول) ۴عہ
" دوم ۴عہ
" سوم ۴عہ
" چہارم ۸/
" پنجم ۸/
" ششم ۸ع
" ہفتم ۸ع
جلد ششم و ہم زیر طبع ہیں
" دہم ۸ع
" یازدہم ۸ع

سلطان صلاح الدین

سلطان نور الدین محمود ۴عہ

مولوی سعید مارہروی

آثار اکبری ۳ جلد ۱۲/
حیات صالح ۲/
حیات خسرو ۸/
امراے ہنود ۸ع

مولوی سید ممتاز علی

تذکرۃ الانبیا ۴عہ
شیخ حسن ۱۲/

منشی نوازش علی خان

سفرنامۂ ابن بطوطہ ۴عہ
قسطنطنیہ ۴عہ
ڈیوٹی ۴عہ

جسٹس محمود مرحوم

کتاب الطلاق ۶/
کتاب الضفعہ ۶/
شرح قانون شہادت ۲ جلد

مولوی عزیز مرزا بی اے

خیالات عزیز ۶/
وکرم اردسی ۴/

خواجہ اعلام التقلین مرحوم

روزنامہ سیاحت ۶/
فلسفیانہ نکتہ اسلام پر ۴/

منشی محمد لطیف مرحوم

اکبر ۴/
اورنگ زیب ۴/
لارڈ کلائیو ۴/
رنجیت سنگھ ۴/

عناالقدن خانی بی اے

دعوت اسلام ۱۰/
ارض نہرین ۴/
دلفی ۱۵/

مسٹر ظفر عمر بی اے

نیلی چھتری ۴/
بہرام کی گرفتاری ۴/
چوروں کا کلب ۸/

مولوی محمد علی ایم اے

سیرۃ خیرالبشر ۶/
اللبنوت فی الاسلام ۴/
جمع القرآن ۸/

پروفیسر نواب علی ایم اے

تذکرہ المصطفےٰ ۶/
معالج الدین ۴/
مصحف سماوی ۲ جلد
شمع سخن ۱۰/

مفتی انوارالحق ایم اے

تذکرۃ الحبیب ۸/
حقانیت اسلام ۶/
اثبات واجب الوجود ۸/
تاریخ ابوالبشر ۴/
قوت خیال ۶/

پروفیسر الیاس برنی ایم اے

اسرار حق ۲ جلد
معارف ملت ۴/
مناظر قدرت ۴/
جذبات فطرت ۴/
علم الحیوٰۃ ۴/

ہاشمی فرید آبادی سید

مشاہیر یونان و روما ۴/
تاریخ یونان قدیم ۶/

مرزا محمد ہادی بی اے

امراؤ جان ادا ۸/
شریف زادہ ۱۰/
خونی عاشق ۱۰/
خونی مصور ۴/
خونی شہزادہ ۸/
مثنوی لیڈیم ۴/

ڈاکٹر اقبال ایم اے

ملت بیضا ۵/
مکمل ترانہ ۲/
شکوہ ۲/
جواب شکوہ ۴/
نالہ یتیم ۲/
فریاد امت ۳/
بلال ۱/
اکبری اقبال ۳/
شمع و شاعر ۲/
خضر راہ ۴/

مولوی ظفر علی خانی بی اے

معرکہ مذہب و سائنس ۴/
خیابان فارس طلسماتی ۸/
ڈاکٹر جنگ روس و جاپان ۴/
جنگل میں منگل ۶/
فلسفہ ابن سینا ۶/
معاشرت ۸/
اپریل فول ۱۰/

منشی صدیق علی بی اے

تاریخ تمدن ۲ جلد ۴/
شباب لکھنو ۴/

مولوی عبدالماجد بی اے

فلسفہ جذبات ۶/
بحرالمحبت ۱۲/
تاریخ اخلاق یورپ ۲ جلد ۱۴/
مکالمات برکلے ۴/
زود پشیمان ۸/

خواجہ عباداللہ اختر بی اے

مشاہیر اسلام ۱۲ ۴/
دمشق ۳ ۴/
بغداد ۶/
صدیق اکبرؓ ۴/
عجائب شرح دیوان حافظ ۸/

مسٹر سجاد حیدر بی اے

خیالستان ۶/
زہرا ۱۲/
ثالث بالخیر ۸/

مسٹر انیس احمد عباسی بی اے

زلیخا ۸/
نازنین آسیلیا ۴/
اچھوں کا کامیابی ۸/
احمد کی تعلیم ۴/

مولوی عبدالحق بی اے

قواعد اردو ۶/
انتخاب کلام میر ۶/

مولوی معشوق حسین خان بی اے

مبادی سائنس ۶/
بجلی کے کرشمے ۶/
محاربات صلیبی ۴/

مولوی سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم ۴/
حیات امام مالک ۴/
خلافت اور سنت ۴/
بہادر خواتین اسلام ۴/
اہل السنۃ والجماعت ۸/

پروفیسر عبدالباری ندوی

مبادی علم انسانی ۴/
برکلے کا فلسفہ ۴/
مذہب و عقلیات ۶/

مولوی محمد حلیم انصاری

تمدن اسلام ۲ جلد ۱۰/
الاسلام و النظریہ ۱۲/
اسلام اور بین الاقوام ۱۲/
جواہر قرآنی ۸/
فتح اندلس ۶/
ظلام دارین ۸/

خواجہ حسن نظامی

سیپارۂ دل ۶/
وزنامہ ممالک اسلامیہ ۴/
میلاد نامہ ۸/
محرم نامہ ۸/
یزید نامہ ۴/
فضل نامہ گیارھویں ۱۲/
اکرشن جیون ۱۰/
کم ٹو موت ۸/
بیوی کی تعلیم ۴/
[redacted] ۴/
[redacted] ۱۲/
[redacted] ۱۲/
جگ بیتی کہانیاں ۸/
فاطمی عورت اسلام ۲ جلد ۸/
چنکیاں اور گدگدیاں ۱۲/

مولوی عبدالرشید بی اے الخیر

صبح زندگی ۴/
شام زندگی ۴/
شب زندگی ۲ جلد ۶/
نوحۂ زندگی ۱۲/
منازل السائرہ ۸/
الزہراء ۱۲/
عروس کربلا ۴/
جوہر قدامت ۴/
یاسمین شام ۴/
مولودہ ۸/

رجسٹرڈ نمبر ۴۷۸ اے

الہٰی بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

قیمت سالانہ للعہ

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

قیمت شش ماہی ۶

نمبر ۱۴۷ و ۱۴۸ | ماہ ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء | جلد ۲۵

فہرست مضامین

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی		۱
سفر حجاز کی مختصر روداد	حکیم افتخار علی جگر صدیقی	۹
انس بن مالک (نظم)	"ملا"	۳۲
خطاب	مولوی محمد مرزا خان آزاد	۳۳
ضرورت بعثت بنی عرب (صلی اللہ علیہ وسلم)	مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانی	۶۹
تازہ کلام حسرت موہانی	صاحبزادہ ولی احمد خان جے پوری	۷۸
عہد مغلیہ میں دستکاریان	قاضی غلام امیر امیر بدایونی	۷۹
امید و بیم کی تصویر (نظم)	ماسٹر باسط علی باسط سیوانی	۸۲
تاج محل	منشی صدر الدین سرشار کسمنڈوی	۸۳
غزل	مسٹر حبیب احمد صدیقی	۸۶
خدا کا نور	منشی عزت علی علوی	۸۷
آیات العشق و ملہمان	منشی عبد الرحمن آصف	۸۹
غزل	جناب ہادی دیلوری	۹۰
انجام رشک		۹۱
نغمۂ خوش گذرے		۹۴

کتب خانہ آصفیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر و پبلشر: اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُردو کی بہترین کتابیں

نصف محصول ڈاک بچت کی خریداری پر

مرزا غالب مرحوم

اردوئے معلی	۸
عود ہندی	۱۲
دیوان فارسی	۰
نکات غالب	۰

سرسید احمد خان مرحوم

تفسیر القرآن جلد ۱	۲۲
خطبات احمدیہ	۸
آثار الصنادید	للعہ
تہذیب الاخلاق	للعہ
مضامین	للعہ
مکمل مجموعہ لکچر	للعہ
اسباب بغاوت ہند	۸

نواب محسن الملک مرحوم

تہذیب الاخلاق	للعہ
مضامین	للعہ
مجموعہ لکچر	للعہ
آیات بینات ۳ جلد	معہ

مولوی حسام اللہ صاحب

تاریخ الاسلام	للعہ
الاسلام	۸
زاہدہ	۰
نشتر سخن	۰

مولانا آزاد مرحوم

آب حیات	۰
دربار اکبری	۱۲
سخندان فارس	۰
نگارستان فارس	۰
نیرنگ خیال	۸
دیوان ذوق	۸

مولوی سید وحید الدین بیخود مرحوم

فرہنگ آصفیہ	۰
راحت جانی	۴
تسخیر شوہر	۱۲
مہر افروز بیگم	۱۰
انشاء ہادی	۸
لغات النساء	۸
علم اللسان	۸

مرزا حیرت دہلوی

شیر الرسول ۱ جلد	۰
کتاب شہادہ ۲ جلد	۰
قصہ حاجی بابا اصفہانی	۸
روز المیرٹ کامل	۰
الف لیلہ دنیازاد	۰
الف لیلہ شہرزاد	۰

مولانا حالی مرحوم

حیات جاوید مجلد	۰
یادگار غالب	۰
حیات سعدی	۴
دیوان حالی	۴
مقدمہ شعر و شاعری	۴
مسدس حالی	۴
دیوان ذوق	۸
جواہر آحالی	۴
میوہ کی سنا جات	۲

مولانا شہری مرحوم

حیات انیس	۸
ایشیائی شاعری	۸
نور جہان بیگم	۸
ٹیپو سلطان	۸
حیدر علی سلطان	۴
اردو کی ڈالی	۲
اردو کا گلدستہ	۴

مولانا اسلم جیراجپوری

حیات حافظ	۴
حیات جامی	۸
علوم عرب	۴
خواتین	۴

مولانا نذیر احمد مرحوم

ترجمۃ القرآن بلغۃ	
حائل شریف مترجم	۴
مطالب القرآن	۸
الحقوق والفرائض	۴
اجتہاد	۴
مبادی الحکمۃ	۸
رویائے صادقہ	۴
موعظہ حسنہ	۴
ابن الوقت	۴
ایامیٰ	۴
فسانۂ مبتلا	۴
مراۃ العروس	۱۰
بنات النعش	۹
توبۃ النصوح	۹
منتخب الحکایات	۶
چند پند	۶
مجموعہ نظم بےنظیر	۴
مکمل لکچر ۲ جلد	۴

مولوی حبیب الرحمن خانصاحب

تفسیر الصدیق	۴
علمای سلف	۴
اسلامی اخلاق	۸

مولانا شبلی مرحوم

سیرۃ النبی جلد اول مجلد	۰
،، جلد دوم مجلد	۱۰
آغاز اسلام	۸
الفاروق	۴
سیرۃ النعمان	۴
الغزالی	۸
المامون	۴
سوانح مولانا روم	۸
سفرنامہ مصر و شام و روم	۸
مضامین	۸
رسائل شبلی	۴
مقالات شبلی	۱۲
موازنہ انیس و دبیر	۴
شعر العجم جلد اول	۴
،، جلد دوم	۸
،، جلد سوم	۸
،، جلد چہارم	۱۲
،، جلد پنجم	۸
مجموعہ کلام شبلی	۱۲

مولانا ذکاء اللہ مرحوم

تاریخ ہندوستان جلد	۴
تاریخ عہد انگلشیہ	۴
آئین قیصری	۰
کرزن نامہ	۰
صحیفۂ فطرت	۰
محاربات عظیم	۱۰
تعلیم الانتظام	۸
فلسفۂ استدلال	۰
اہل عرب کا جبر مقابل	۰
معاون الحساب	۱۲

مولوی سجاد مرزا بیگ

الانسان	۸
الاستدلال	۰
حکمت عملی	۴
تسہیل البلاغت	۴
تمنای دید	۱۰

مولوی نشاۃ الدین وطن

ترک تیموری	۴
حالات قسطنطنیہ	۰
تاریخ مراکش و الاندلس	۰
حالات عراق و عرب و عمان	۰

مولانا ذکاء اللہ مرحوم

تاریخ ہندوستان جلد	۴
تاریخ عہد انگلشیہ	۴
آئین قیصری	۰
کرزن نامہ	۰
صحیفۂ فطرت	۰
محاربات عظیم	۱۰
تعلیم الانتظام	۸
فلسفۂ استدلال	۰
اہل عرب کا جبر مقابل	۰
معاون الحساب	۱۲

مولوی سجاد مرزا بیگ

الانسان	۸
الاستدلال	۰
حکمت عملی	۴
تسہیل البلاغت	۴
تمنای دید	۱۰

مولوی نشاۃ الدین وطن

ترک تیموری	۴
حالات قسطنطنیہ	۰
تاریخ مراکش و الاندلس	۰
حالات عراق و عرب و عمان	۰

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

مطبوعاتِ جدیدہ

مکمل دیوانِ غالب

مرزا غالب نے جب اپنا دیوان چھپوایا ہے تو اصلی دیوان کے بڑے حصہ کو نظری کو کے خود ہی انتخاب کر دیا تھا۔ یہی دیوان اسوقت تک ملک مین رائج تھا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ اصلی دیوان کا نسخہ کتبخانۂ بھوپال مین ملگیا لہذا اب پورا دیوان شائع کیا گیا ہے۔ قیمت ۵ر

تبرکاتِ آزاد

بیاضِ آزاد۔ مولوی محمد حسین آزاد نے دیگر اُستادان فن کیطرح اپنے مذاق کے مطابق شعرای اُردو کا کلام انتخاب کرکے اپنی بیاض پر لکھ لیا تھا۔ یہ بیاض اب چھپ گئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ قیمت ۴ر

تذکرۂ علما۔ یعنی ہندوستان کے چالیس مشاہیر علما اور انکے نصنیف وغیرہ کے حالات۔ قیمت ۵ر

تصانیفِ شرر

ولادتِ سرورِ عالم محدث ابن جوزی کے میلاد النبی کا ترجمہ مع اصل متن کے الناظر پریس مین چھپ چکا ہے۔ یہ دوسرا ترجمہ مولنا شرر نے اپنے خاص رنگ مین کیا ہے۔ اسمین متن شامل نہین ہے قیمت ۸ر

طاہرہ۔ مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی کا تازہ ترین ناول جسکا پلاٹ واجد علی شاہ کے قیام (مٹیا برج) کلکتہ کے زمانہ سے لیا گیا ہے جہان مولانا سے موصوف کو خود قیام کرنے کا موقع ملا تھا قیمت ۴ر

جدید تراجم

مواہب رحمانی ماء جلد علامہ عبدالوہاب شعرانی کی مشہور و معروف کتاب میزان شعرانی کا اُردو ترجمہ جسمین علما غیر مقلدین کے دلائل و براہین کی نہایت زبردست تردید ہے اور ائمہ اربعہ کے درمیان مسائل مین جو اختلافات ہین اُنکی حقیقت و نوعیت کو کمال تجرد و تحقیق کیساتھ دکھایا ہے تاکہ جو لوگ حقیقت حال سے ناواقف ہونیکی وجہ سے ان اختلافات کو دیکھکر مذبذب ہو جاتے ہین اُنکے عقائد درست ہون اور وہ قرآن و حدیث کی روشنی مین حضرات ائمہ کی حقانیت کو تسلیم کرسکین ۴ جلد ۱۲ صفحہ قیمت ۸ر

اخبار الاندلس

(جلد سوم) اسکاٹ کی ضخیم تاریخ کی دو جلدون کے تیار ہونیکا اعلان اپریل نمبر مین کیا گیا تھا۔ اب اُسکی تیسری اور آخری جلد بھی تیار ہو گئی ہے قیمت جلد اول مجلد ۴ جلد دوم مجلد ۴ جلد سوم ۴

پیام امن۔ مولوی عبدالماجد بی۔ اے کی تازہ ترین کتاب مشہور فرانسیسی معلم پال رچرڈ کی کتاب کا مجموعہ ہے مگر حسین صاحب موصوف نے اپنی طرف سے اسقدر اضافے کیے ہین کہ اصل کتاب سے ترجمہ کی تحریروں کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے۔ پال رچرڈ کا خطاب یورپ کی جنگ آزما قوموں سے تھا مگر اس کتاب کی موجودہ صورت تمام دُنیا کیلئے پیام امن کا کام دیتی ہے قیمت ۴ر

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خود نوشت سوانحعمری تازہ ترین قیمت ۴ر

ایام غدر۔ ایک فرانسیسی خاتون پر جو مصائب غدر کے پُرشور ایام مین گذرے اُنکو اپنے خاص ادیبانہ رنگ مین اُس نے شائع کیا تھا۔ یہ اُسی کا ترجمہ ہے۔ قیمت ۴ر

دورِ فلک۔ مشہور ناول نگار ایسٹ لن کے ایک مشہور رسالہ کا ترجمہ مسلم یونیورسٹی کے پروفیسر محمد انعام اللہ خان نے کیا ہے۔ ۳ جلد قیمت ۴ر

جدید تالیفات

حضرت رشید لکھنؤ کے مشہور شاعر جناب پیارے صاحب رشید کی مفصل سوانحعمری مع انتخابات مراثی و رباعیات و قصائد و سلام و غزل وغیرہ مولفہ سید آغا شہر لکھنوی قیمت عہ

مطالب الغالب مرزا غالب کے دیوان کی متعدد شرحین پہلے شائع ہو چکی ہین۔ اب یہ شرح جناب تنہا (علیگ) نے لکھی ہے حجم ۴۰۰ صفحے قیمت ۴ر

المعلن منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

نمبر ۹

فصلی بخار و طحال کی دوا

فصلی بخار و طحال کے لیے یہ ایک ہی دوا ہے۔ آج کل سیکڑون اشخاص فصلی بخار و طحال کی دوا کے آپ دیکھتے ہون گے مگر ان مین عموماً کونین جزو رہتی ہے۔ اس لیے یہ دوا یعنی بخار کو کچھ وقت تک تو روک دیتی ہین مگر جڑ سے آرام نہین کر سکتی ہین۔ ایسے بخار کے لیے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار و طحال کی دوا چند روز مین ایکدم آرام کرنے کا خاص دعوی رکھتی ہے۔ اور عوام کے فائدہ کو مدنظر رکھکر قیمت بھی بہت کم رکھی گئی ہے۔ اس مین تین خاص صفتین ہین (۱) یہ ملیریا کے کیڑون کو مار دیتی ہے اس لیے چار پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اُس کی خرابیون کو مٹاتی ہے۔ (۳) یہ طحال کو گلاتی ہے۔ قیمت فی شیشی کلان عہ / شیشی خورد ۱۰/ محصول ڈاک شیشی کلان ۸/ اور خورد ۷/

پُرانے ملیریا بخار کی گولیان

لرزہ بخار پُرانا ہو جانے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت چڑھتا ہے۔ جسم کا خون پانی سا ہو جاتا ہے۔ اور آدمی کا رنگ پھیکا میلا ہو جاتا ہے۔ تھوڑی محنت سے کلیجہ کا پٹنے لگتا ہے۔ سانس پھولتی ہے کھانے کی خواہش اور قوت بہت ہی گھٹ جاتی ہے۔ تلی کے بڑھنے کے پیٹ نکل آتا ہے کبھی منھ اور ہاتھ پیرون مین ورم آجاتا ہے اور زندگی وبال ہو جاتی ہے ایسی حالت مین یہ گولیان فائدہ کرتی ہین اور چار پانچ ہی خوراک مین بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ قیمت پچیس گولیون کی ڈبیہ کی ۱۰/ محصول ڈاک ایک سے دو ڈبیہ تک ۶/

کونین کی گولیان

یہ چار گرین کی خوبصورت چھوٹی چھوٹی ٹکیان ہین بنتی ہین اور سنہری پیٹنٹ ڈبیہ مین ہوتی ہین کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ گولیان پاس رکھیے اس مین نہ وزن کی ضرورت ہے۔ نہ کھانے مین تلخ ہے قیمت پچیس گولیون کی ڈبیہ عہ / محصول ڈاک ۶/

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۸ رانچندوت اسٹریٹ کلکتہ

ایجنٹ:- ڈاکٹر گنگا رام جیتلی چوک لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

نمبر ۴۶ و ۴۷ جلد ۲۵ ماہ ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

سفر حج پر جانے سے قبل جب کبھی مین مسلمانان ہند کی حالت سے مایوس ہوتا۔ تو بے اختیار میرا دل چاہتا کہ ہجرت کرکے ارض مقدسہ حجاز مین چلا جاؤن اور بقیۃ العمر وہین بسر کردون۔ چنانچہ اس دفعہ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی تمنائے زیارت نے اس ملک مین چین سے بیٹھنے نہ دیا اور باوجود مالی مشکلات اور خانگی موانعات کے درپیش ہونے کے مین ہندوستان سے چل کھڑا ہوا تو خیال تھا کہ حرمین شریفین کی زیارت کے ساتھ ہی ساتھ مین مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ مین آئندہ قیام مستقل کی کوئی صورت نکالون گا۔ چنانچہ اسی خیال کی بنا پر دونون مقامات مقدس کی معاشرتی و کاروباری زندگی کا بہ غور مطالعہ کرتا رہا اور دونون جگہ کے متعلق تبادلۂ خیال بھی کیا۔ اور اب اُن نتائج کو جو مین نے اس تحقیق و تفحص کی بنا پر اخذ کیے ہین مسلمانان ہند کی آگاہی کے لیے حوالۂ قلم کرتا ہون۔

مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ دونون مقامات پر آج جسقدر آبادی ہے وہ سب بیرونی لوگون کی ہے۔ قدیم عربی خاندانون کا کہین وجود نہین۔ مکہ معظمہ مین صرف دو گھرانے اصل مکی لوگون کے بتائے جاتے ہین ایک شریف صاحب کا گھرانہ اور دوسرا شیبیون کا خاندان جنکے سپرد کلید برداری خانۂ کعبہ کی خدمت ہے،

ان مین سے بھی خاندان شرفا کے متعلق تحقیق یہ ہو کہ یہ لوگ مین سے آکر آباد ہوے۔ اور شیبی اگرچہ بلا اختلاف خالص مکی ہین۔ لیکن سوڈانی عورتون کے مسلسل اختلاط نے ان کی نجابت خاندانی کا بھی خاتمہ کردیا ہو۔

بیرونی لوگون مین تقریباً دُنیا کے ہر حصہ کے مسلمان ہین جن مین غالب تعداد اُن عربون کی ہو جو شام اور ارض مغرب سے آکر آباد ہوے تھے۔ عربون کے بعد تعداد کے لحاظ سے سوڈانیون اور حبشیون کا شمار ہے اور اسکے بعد ہندوستانیون کا نمبر آتا ہو۔

بخارا۔ جاوا اور چین کے بھی کچھ لوگ ہین۔ ترکون کی تعداد پہلے زیادہ تھی اب یہ بہت کم ہین اور جو ہین وہ بھی اپنے تئین عرب ظاہر کرتے ہین۔ البتہ مکہ معظمہ مین کچھ وہ ترک نظر آتے ہین جو سلطان وحید الدین کے ہمراہ مالٹا سے آئے تھے اور اب یہین پڑے ہوے ہین۔ اور باستثنا چند خاندانون کے جنھون نے اپنے بیرونی علائق کو ابتک خالص رکھا ہو بیشتر حصہ آبادی مخلوط النسل ہو۔

حکومت کے تمام چھوٹے بڑے عہدے عموماً عربون ہی کے ہاتھ مین ہین۔ فوج اور پولیس مین البتہ حبشی و سوڈانی بھرتی ہین۔ اور چند ترک افسر بھی ہین۔

مکہ معظمہ قدیم الایام سے تجارتی مرکز ہو اور آج بھی تجارت کا بازار وہان خوب گرم ہو۔ تاجرون مین ہر طبقہ کے لوگ ہین۔ بڑی بڑی کوٹھیان عموماً شامی اور ہندی تاجرون کی ہین۔ اور چھوٹے چھوٹے دوکاندارون مین سب قومین بقدر آبادی نظر آتی ہین۔ حجازی عربون کی بسر اوقات یا تو مسجد الحرام کی متعلقہ خدمات سے ہوتی ہی یا چھوٹی دکانون اور پیشہ کے کامون سے۔ حمالی۔ خدمتگاری۔ وغیرہ کے کامون کی انجام دہی کے لیے سوڈانیون کی کثیر تعداد موجود ہو۔ اور شہر کے نام نہادی بھی اُنھین کلمون مین مشغول رہتے ہین۔ ہر قوم کے متوکلین کی تعداد بھی اچھی خاصی ہو۔ اور اسمین شاید طغرائے امتیاز ہندوستانیون کو حاصل ہو۔ سائلون اور محتاجون کی یہان بہتات ہو اور ان مین مسجد الحرام کے متعلقین کے علاوہ بدو۔ سوڈانی اور ہندوستانی خاص طور پر نمایان ہین۔ شہر کے گلی کوچون مین پھرنے کے علاوہ خاص حرم شریف کے اندر بھی سائل ہر وقت گھومتے رہتے ہین۔ اور ایام حج مین مکانون پر بھی بہت سے شریف صورت اور خوش پوش سائل پھیرے لگاتے رہتے ہین۔ خوش پوش سائل تو گویا یہین کی خصوصیت ہے ہمارے ملک مین جہان افلاس کی کوئی حد نہین عموماً خیرات مانگنے والے پھٹے پُرانے چیتھڑے لگائے رہتے

ہین۔ مگر مکہ معظمہ اور نیز مدینہ منورہ مین جبہ و دستار والے بے تکلف دست سوال دراز کردیتے مین ایک اجنبی آدمی کے لیے یہ منظر ابتداً نہایت درجہ دردناک ہوتا ہی اور وہ بے اختیار ہوکر کچھ خیرات دیدیتا ہی مگر رفتہ رفتہ جب آنکھین اس نظارہ کی خوگر ہوجاتی ہین تو پھر کم اثر ہوتا ہی اور اثر ہو بھی تو ہر شخص کی جیب اس قدر سائلین کی کفالت نہین کرسکتی۔

ایام حج اس ملک مین گویا موسم درو ہی۔ کہ ہر شخص بقدر موقع و حسب صلاحیت اپنا سال بھر کا آزوقہ پیدا کرلیتا ہی۔ تاجرون کی دوکانداری پیشہ وروں کی مزدوری اور سائلین کی بھیک غرضکہ سب کو اس مبارک و مسعود زمانہ مین چمکنے کا موقع ملتا ہی۔ چونکہ ایام حج مین ہر ملک کے مسلمان یہان آتے ہین اس لیے دنیا کی ہر ضروری چیز یہان کے بازارون مین فروخت ہوتی ہی۔ اور سبب اسکے کہ خود ملک حجاز مین نہ تو غلہ پیدا ہوتا ہی نہ کسی قسم کی صنعت و حرفت ہی۔ اس لیے تقریباً کل سامان باہر سے براہ جدہ آتا ہی اور اشیاء خوردنی کے سوا بیشتر سامان ضرورت یورپ اور جاپان کی ساخت کا ہوتا ہی کپڑا البتہ کچھ ہندوستان کی ملون سے جاتا ہی اور کچھ شام و مصر سے۔ سبز ترکاریان اور تازہ میوے طائف شریف سے روزانہ آتے ہین۔ اس بلد مقدس مین جسے وادی غیر ذی زرع کا لقب حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام نے دیا تھا ما یحتاج زندگی اور اسباب معیشت کی فراوانی دیکھکر خدا کی قدرت نظر آتی ہی اور اگر دوسرے ممالک متمدنہ کی طرح یہان کے لوگون کی آمدنی و صرف کا اوسط نکالا جائے تو یقین ہے کہ ہندوستان اور دیگر ممالک مشرقیہ کے اکثر بڑے بڑے شہر اسکے سامنے شرما جائین گے۔

یہان کے مکانات عموماً کئی کئی منزلون کے ہوتے ہین۔ اور شہر مین کشادہ سڑکون کا وجود نہین اس لیے نہایت مختصر رقبہ مین ڈیڑھ لاکھ آدمیون کی بود و باش ہی۔ جسکے باعث ہر گلی کوچہ مین چہل پہل رہتی ہی۔ اہل مکہ لباس کے بارے مین بہت اہتمام کرتے ہین۔ سخت گرمی کے باوجود تلے اوپر کئی کئی کپڑے پہنتے ہین اُن کے کرتے (توپ) ٹخنون سے نیچے بالکل گھٹنون سے ملے ہوے ہوتے ہین اور سفید کرتے کے اوپر دوسرا ریشمی یا رنگین کرتا پہننا یہان کی خصوصیت ہی کرتا پہن کر کمر مین رومال کے کئی پھیرے باندھتے ہین اس عادت کی بدولت لوگون کا بیان ہی کہ اس ملک مین کبڑے نہین ہوتے کرتون کے اوپر صدری یا کوٹ عموماً ریشمی یا رنگین کرتے کے مثل پہنا جاتا ہی اور اسکے اوپر ریشمی عبا ہوتی ہی۔ سر پر یا تو ٹوپی و عمامہ ہوتا ہی یا رومال ڈالکر اسپر خوشنما سا دوپٹا کسنا پہن لیتے ہین۔

کھانے مین عربون کا بہت روپیہ خرچ ہوتا ہی گوان کے کھانے ہمارے مذاق کے مطابق نہین ہوتے گوشت یہان بہت کھایا جاتا ہی۔ چائے قہوہ اور تمباکو نوشی مین شاید ہی کسی ملک کے باشندے یہان کے ہمسر ہون۔

کہ کا یہ تمدن اس قدر ہمہ گیر ہی کہ عربون کے سوا دیگر ممالک کے جتنے لوگ ہین وہ بھی عموماً انھین طریقون کے پابند ہین۔ جسکی وجہ سے بسا اوقات اجنبی آدمی کو ان مین تمیز نہین ہوسکتی۔ یہان کے لوگ اُن تمام قیود سے آزاد نظر آتے ہین جو ہمارے ملک کے مذہبی طبقہ مین مرغوب ہین۔ ڈاڑھی منڈانے کا اگرچہ دستور یہان عام نہین لیکن ہندوستان کی سی لمبی ڈاڑھیان یہان قطعاً خلاف فیشن سمجھی جاتی ہین۔ ایام حج مین تو ہندوستان سے کثیر تعداد مین لمبی ڈاڑھیان آجاتی ہین لیکن حاجیون کے چلے جانیکے بعد جب کوئی ڈاڑھی والا ملے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ صوفی ہی یا نو وارد ہندوستانی کیونکہ صرف ہندوستانی و بخارہی صوفیا ہی ابتک لمبی ڈاڑھی اور ٹخنون تک کرتے کی وضع کو نباہے ہوے ہین۔

عربی یہان کے لوگون کی مادری زبان ہی۔ اس لیے قرآن شریف کی آیتین تو ہر شخص کے نوک زبان رہتی ہین لیکن اسکے آگے علمی چرچا بالکل نہین ہی۔ کیونکہ یہان تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہین۔ پہلے ارباب علم حرم شریف کے اندر بیٹھکر سبق دیا کرتے تھے اور اُن کے حلقہ درس سے بہت لوگ مستفیض ہوا کرتے تھے۔ اب یہ سلسلہ بھی برائے نام رہ گیا ہی البتہ چند نام کے مدارس ہین جہان لڑکون کی ابتدائی تعلیم دیجاتی ہی۔ اعلیٰ تعلیم کا نام نہ لینا چاہیے ان مدارس مین مدرسہ صولتیہ اور مدرسۃ الفلاح غنیمت ہین۔ مدرسہ صولتیہ ایک ہندوستانی بزرگ کی یادگار ہی اور اب تک ہندوستان کے روپیہ سے اور ہندوستانی انتظام مین چل رہا ہی۔ مدرسۃ الفلاح جدہ کے ایک عرب تاجر کی فیاضی سے قائم ہے۔

علم کی کمی اور سامان معیشت کی فراوانی نے ملکر یہان کے باشندون کی اخلاقی و مذہبی حالت کو بالکل برباد کردیا ہی۔ شریعت کی پابندی یہان کے لوگون کے نزدیک ایک ایسی بدعت ہی جس کا کسی نہج سے تحمل نہین کیا جاسکتا۔

بے شبہ مسجد الحرام مین نماز پڑھنے والون یا طواف کرنیوالون کی کمی نہین ہوتی لیکن اس شہر کی وسعت اور اس حرم محترم کی تقدیس پر نظر کیجیے تو ایام حج کے بعد نمازیون کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہین رہتی اور جب ان نماز پڑھنے والون کی حیثیت پر غور کیا جاے تو صاف نظر آے گا کہ ان مین تعداد کثیر

اُن لوگون کی ہی جو صرف اسی غرض سے ہجرت کرکے یہان آبسے ہین۔

مسجد الحرام کے متعلق ایک بہت بڑا عملہ ہی جسکو اپنے فرائض منصبی کی ادائی کے لیے حرم محترم مین موجود رہنا پڑتا ہی لیکن بسا اوقات آپ دیکھین گے کہ اُن مین کے بھی بعض اشخاص نماز کے اوقات مین اِدھر اُدھر کی گپین مارتے رہتے ہین۔ چونکہ حرم محترم مین مغرب کے سوا ہر وقت چارون مصلون پر یکے بعد دیگرے جماعت ہوتی ہی اس لیے لوگون کو ان پر شبہ کا موقع نہین ملتا۔ حرم شریف کے چارون طرف مکانات اور دوکانین ہین ان کے رہنے والے بھی نماز پڑھنا اپنے اوپر لازم نہین سمجھتے۔ مطوفین اور اُن کے ملازمین کے لیے حرم شریف کے اندر نماز پڑھنے یا طواف کرنے کے لیے وضو بھی شاید ضروری نہین۔ اخلاقی ذمائم مین طمع و اسراف کی وجہ سے جسقدر زیادتی ہی اُس سے اگر قطع نظر کی جاے تو زنا اغلام اور اس سے بڑھکر عورتون کی عورتون کے ساتھ بدکاری یہان عام ہی۔

بیشک ہندوستان اور دوسرے ممالک کی طرح یہان چکلہ خانون اور زنان بازاری کا دستور نہین لیکن کم گھر ایسے ہون گے جن پر حقیقی معنون مین چکلہ کا اطلاق نہو سکے۔ مجھے بڑا دکھ ہوا جب ایک ثقہ اور واقف کار بزرگ سے یہ معلوم ہوا کہ ہر شب جمعہ کو جنت المعلیٰ مین جہان بی بی آمنہ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالے عنہا جیسی محترم خواتین کے مزار ہین بکثرت شہر کی عورتین جاتی اور اپنی حیا سوزیون اور حسن فروشیون سے ہر گناہ ہے کہ کنی در شب آدینہ بکن" کی حرف بحرف تعمیل کر دیتی ہین۔ الامان والحفیظ۔

پردہ جس کا ہندوستان مین اس قدر چرچا ہی اور جسکے متعلق نہایت شد و مد سے ہمارے یہان گذشتہ تیس سال کے اندر مباحثہ و مناظرہ ہوتا رہا ہی یہان بھی اپنی ظاہری صورت مین موجود ہی یعنی بکثرت عورتین طرح طرح کے خوش وضع برقعون کے اندر ملفوف چلتی پھرتی نظر آتی ہین۔ مگر حیا جو پردہ کی حقیقت و اصل ہے مفقود ہی۔ یہان کے مکانات کی ساخت بھی پردہ کے تحفظ مین مانع ہی۔ اونچے اونچے مکان پاس پاس بنے ہوے ہین جنمین صحن ہوتے نہین۔ نتیجہ یہ ہی کہ روشنی اور ہوا کی ضرورت سے ہر شخص کو اپنے مکانون کی کھڑکیان کھلی رکھنی ہوتی ہین جس کے باعث پڑوسیون سے پردہ قائم نہین رہ سکتا،

ایام حج مین مین نے دیکھا کہ اچھے اچھے ہندوستانی گھرون کی بی بیان بھی اپنا رواجی پردہ قائم نہین رکھ سکتین اور عربی عورتون کی طرح اجنبیون سے پردہ کرنے پر قناعت کرتی ہین اور اکثر

میری ناچیز رائے مین صوفیا اور جماعت مصلحین مین سے جس شخص کو اللہ تعالی توفیق عطا فرمائین اسلام کے مرکز اصلی پر جاکر عربون کی اصلاح مین سعی کرنا چاہیے خود میرا خیال ہوا تھا کہ مکہ معظمہ سے ایک عربی اردو اخبار انھین مقاصد کو پیش نظر رکھ کر جاری کرون مگر حکومت موجودہ کے زمانہ مین شخصی آزادی چونکہ عنقا ہے اور عام امن کے باوجود کوئی شخص مامون نہین اس لیے مین اپنی موجودہ حالت پر قانع رہنا چاہتا ہون۔

(جہاز دارا در بحیرۂ عرب) ظفر الملک

سفرِ حجاز کی مختصر روداد

پہلی منزل

دوشنبہ ۱۶ر اپریل ۱۹۲۳ء کو رات کے دس بجے جب چارباغ اسٹیشن (لکھنؤ) پر اعزا واقربا سے رخصت ہوا تو تیسرے درجہ کے ایک ڈبہ میں بیٹھنے بھر کی جگہ ملی۔ دن بھر لوگوں سے ملنے اور رختِ سفر باندھنے میں مصروف رہا تھا اور مسلسل حرکت کے باعث خستگی و ماندگی سے بدن چور چور ہو گیا تھا۔ اس بنا پر قدرتاً جی چاہتا تھا کہ پاؤں پھیلا کر لیٹوں اور سو جاؤں مگر درجہ میں مسافروں کی کثرت نے اس کا موقع نہ دیا اور ناچار گھٹنوں پر سر ٹیک کر جسقدر سونیکی کوشش ممکن تھی کی گئی۔ کانپور کے اسٹیشن پر کچھ مجمع چھٹا تو میں نے فراغت کے ساتھ لیٹنے کی امید باندھی لیکن تھوڑے ہی وقفہ کے بعد سے رنگروٹوں کی بھرتی ہونے لگی جسکے بعد پھیلے ہوئے پاؤں پھر سکڑ گئے اور اسی عالم میں رات تمام ہونے کے بعد علی الصباح نماز فجر کے وقت جھانسی پہونچا۔ سامان گاڑی پر سے اتر کر اس جیو ترہ پر پہونچا جہاں بمبئی کی گاڑی آکر ٹھہرتی تھی اور میں نے قریب کے نل سے پانی لیکر وضو کیا اور نماز فجر ادا کی۔ طلوع آفتاب کے بعد چائے کی تلاش میں اسٹیشن سے باہر نکلا تو مجلس خلافت جھانسی کے ایک کارکن ملے جو ریلوے میں ملازم ہیں اور جن سے فتح گڈھ جیل میں ایک بار نیاز حاصل ہوا تھا جبکہ وہ میرے رفیق مجلس مکرمی سید محمد ہادی صاحب سکرٹری مجلس خلافت جھانسی سے ملاقات کرنے آئے تھے اور انھوں نے مجھے پہچان کر ازراہ کرم چائے کی ضیافت فرمائی اور کچھ دیر تک اسٹیشن پر میرے ساتھ ٹہلتے اور مقامی حالات سناتے رہے۔ جب وہ اپنے کام پر چلے گئے تو مجھکو تلاوت کلام مجید کا موقع ملا۔ اس سے فارغ ہوتے ہی بمبئی جانے والا اکسپرس آگیا اور ایک نہایت ہی محفوظ اور کم مسافروں والے ڈبہ میں قلی نے میرا سامان پہونچا دیا۔ قلیوں اور یکہ گاڑی والوں کی جماعت سے ہمیشہ مسافروں کو شکایت رہتی ہے اور جھانسی اسٹیشن پر اس سے قبل متعدد دفعہ مجھے کافی پریشانی اٹھانا پڑی تھی مگر اب کی بار میں گھر سے تہیہ کر کے چلا تھا کہ ہر مقام پر منھ مانگی اجرت ادا کر دونگا تاکہ اس سفر میں کسی سے جھک جھک نہو۔ چنانچہ جھانسی میں اسی طرز عمل کی بدولت بہت فراغت سے رہا اور

اچھی جگہ بھی ملگئی، جس ڈبہ مین مین جھانسی سے سوار ہوا تیسرے درجہ کی عام گاڑیون کے مانند تھا بلکہ اس کی ساخت قریب قریب اُس قسم کی تھی جیسے ڈاک گاڑیون مین اول و دوم درجہ کے متصل ڈبے ہوتے ہین جنھین شاید ریلوے اصطلاح مین "بوگی کیریج" کہتے ہین۔ ایک طویل گاڑی مین پانچ کمرے بنے ہوئے تھے جن کے ایک جانب آمد و رفت کے لیے برآمدہ چھوٹا ہوا تھا اور بیرونی جانب چورون سے محفوظ رکھنے کے لیے پائدان نہین لگائے گئے تھے۔ ایک طرف کے کنارے کا کمرہ ذرا چھوٹا رکھا گیا تھا اور جو گنجائش اس طور سے نکلی تھی اس مین پائخانہ تھا جسکا دروازہ سب کمرون کے دروازون کی طرح برآمدہ مین تھا۔ ڈبہ مین داخلہ کے لیے کنارہ کی طرف دونون جانب دروازے لگے تھے۔ رات بھر آرام سے سونے نہ پایا تھا اس لیے ریل چلی تو تھوڑی ہی دیر مین غافل ہوکر سوگیا، کئی گھنٹہ کے بعد آنکھ کھلی تو پاس والے کمرے مین ایک صاحب نہایت فصیح انگریزی مین اور کسی قدر بلند آواز سے سیاست حاضرہ پر گفتگو کر رہے اور اپنے کو مخاطب کے سامنے اہل ہند کی بدبختی۔ تحریک ترک موالات کی عدم کامیابی اور حکومت دفتری کی جیرہ دستی پر نوحہ خوان ہو رہے تھے۔ مین دیر تک استفادتاً اُن کی گفتگو کو توجہ سے سنتا رہا تا آنکہ مجھے خطرہ ہوا کہ میرا یہ فعل کہین اُن کی ناگواری کا باعث نہو اور وہ یہ شبہ نہ کرنے لگین کہ مین کوئی جاسوس ہون۔ لہذا مین نے اُن سے معذرت کرتے ہوئے سلسلہ کلام شروع کر دیا۔ یہ صاحب اگرچہ سرکاری ملازم تھے مگر خیالات آزادانہ اور فکر بلند رکھتے تھے اس لیے حکومت کی کمزوریون اور بدعنوانیون کے اعتراف مین ذرا دریغ نہ تھا۔ مہاتما گاندھی کی دل سے عظمت کرتے۔ تحریک ترک موالات کے اصولون کو بغایت پسندیدہ نگاہون سے دیکھتے اور اُسکی ناکامیابیون کے اسباب و علل کا نہایت صحیح اندازہ رکھتے تھے۔ اِن سے ملکر بہت جی خوش ہوا اور دن مین متعدد بار مختلف مباحث پر تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ ۲ بجے دن کو بھوپال کے اسٹیشن پر گاڑی پہونچی تو ایک عزیز بھائی سے ملاقات ہوئی جن کو روانگی سے قبل تار دیدیا گیا تھا۔ وہ کچھ عرصہ سے ریاست مین ایک ممتاز عہدہ پر مامور تھے مگر اب بددل ہوکر مستعفی ہوگئے ہین اور عنقریب اپنے وطن واپس جانے والے تھے۔ تقریباً بیس منٹ تک اُن سے بات چیت ہوتی رہی۔ اسکے بعد ریل کے انجن نے سیٹی دی اور مین اُن سے رخصت ہوکر اپنے ڈبہ مین آبیٹھا۔ میرے کمرے مین دو صاحب الہ آباد کے رہنے والے جھانسی سے سوار ہوئے تھے اور بمبئی تک برابر ساتھ رہے۔ اُن کے ہمراہ ایک آٹھ نو سال کا لڑکا بھی تھا جسکو دیکھکر مجھے بار بار اپنے

بچون اور خصوصاً داؤد سلمہ کی یاد آجاتی تھی۔ بچون کے ساتھ مجھے طبعاً ایک خاص دلبستگی ہی اس وجہ سے جو بچہ بھی مجھکو ملجاتا ہی میرے لیے سامان تفریح اور موجب راحت قلب بنجاتا ہی۔ رات کو خوب اطمینان سے سونے کا موقع ملا اور صبح کو نماز و تلاوت سے فارغ ہوتے ہی منزل پر پہونچنے کا انتظار شروع ہوگیا۔ وہ الہ آبادی لڑکا اب چونکہ مجھسے کسی قدر مانوس ہوگیا تھا اس لیے اُسکی بچپن طبیعت کو زیادہ آزادی ملی اور جب تک ریل وکٹوریہ ٹرمینس پر نہین ٹھہری وہ برابر اپنی شوخیون اور اضطراری حرکتون سے میرے اور اپنے ہمراہیون کے لیے دلچسپی کا ذریعہ بنا رہا۔ ۹ بجے کے قریب گاڑی بمبئی پہونچی اور ہم لوگ ایک دوسرے سے رخصت ہوے۔ قلی نے سامان اُتار کر چبوترہ پر رکھا تو مین اُس صندوق کو حاصل کرنے کی غرض سے آگے بڑھا جو بریک وان مین رکھا ہوا تھا۔ چند قدم چلا ہونگا کہ ایک پولیس کانسٹبل سے مڈبھیڑ ہوئی جس نے فوراً ہی سوالات کی بوچھاڑ کردی۔ آپ حاجی ہین؟ کہان سے آئے ہین؟ کہان ٹھہرئیے گا؟ ان سوالات کے مختصر جوابات دیتا ہوا مین بریک وان تک پہونچا۔ جہان معلوم ہوا کہ میرا صندوق پچھلے بریک وان مین ہی۔ واپس ہونا چاہتا تھا کہ ایک دوسرے کانسٹبل صاحب سر پر آدھمکے اور وہی سوالات اُنھون نے بھی شروع کردیے۔ مین اس ملک کی پولیس کے کارنامون سے بخوبی واقف ہون۔ اس لیے یہ خیال کرکے کہ مجھے اجنبی جانکر ستانا مقصود ہی مین نے کہا کہ آپ تکلیف فکر نہ کرین اپنی راہ لین۔ اور جب دیکھا کہ یہ بلا اس طور پر نہین ٹلی تو انگریزی مین کسی قدر ترش ہوکر اُس سے کہا کہ مین بمبئی سے خوب واقف ہون۔ اور کسی کی رہنمائی کا محتاج نہین۔ انگریزی دانی کے اظہار کی یہان صرف یہ ضرورت تھی کہ کانسٹبل صاحب کے یہ ذہن نشین ہوجاے کہ کسی سادہ لوح ملاح سابقہ نہین ہی جسے وہ لوٹ سکے گا۔ جیسا کہ میرے لباس اور چہرے بشرے سے غالباً اس نے سمجھا ہوگا۔ چنانچہ یہ نسخہ فوراً کارگر ہوا۔ اور وہ کانسٹبل کچھ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ اور جب ایک تیسرے کانسٹبل صاحب نے میرے حال پر توجہ فرمانی چاہی تو اُس نے اُس کو بھی روک دیا۔ خدا خدا کرکے پچھلے بریک وان پر پہونچکر بابو کو بلٹی حوالہ کی اور اپنا صندوق لے کے قلی پر لدوایا اور گاڑی پر سامان رکھکے سوار ہوا۔ عین اُس وقت جبکہ گاڑی روانہ ہونے والی تھی ایک اور صاحب نازل ہوے اور پوچھنے لگے کہ یہ کیا سامان ہی۔ کہا گیا کہ بستر۔ کپڑے۔ ناشتہ اور دیگر اشیاے خوردنی۔ حکم ملا کہ کھولکر دکھاؤ۔ مین نے پوچھا کہ کیون آپ کو ان مین جو میرا سامان دکھین گے، مین متعدد بار بمبئی گیا تھا۔ اور کبھی کسی نے میرا سامان نہ دیکھا

اب کی دفعہ یہ نیا انداز دیکھکر خیال پیدا ہوا کہ

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

دریافت کرنے پر اُس شخص نے اپنے کوٹ کا دامن اُٹھا کر اپنی پیٹی دکھائی جس سے ظاہر ہوا کہ محکمۂ جنگی کا سپاہی ہے۔ میں جانتا تھا کہ بمبئی میں اُترنے والے مسافروں پر یہ پابندی کبھی عائد نہ تھی اور میرے لیے آسان بھی نہ تھا کہ اپنے وزنی صندوق کو جو رسی کے جال سے کسا ہوا تھا تنہا اُلٹ پلٹ کر کھولتا اس لیے میں نے کہا کہ بستر اور کپڑوں کا بورہ کھلا ہوا ہے آپ شوق سے اس کا معائنہ کیجیے۔ اور ازار بند سے کنجی کھول کر پیش کی کہ بکس بھی کھولکر دیکھ لیجیے مگر اُس کو اصرار تھا کہ میں گاڑی پر سے نیچے اتروں اور سب چیزوں کو اپنے ہاتھ سے کھولکر دکھاؤں۔ میں نے کہا کہ جس وقت سامان اسٹیشن کے چبوترہ پر تھا اور قلی موجود تھا تم کو سامان دیکھنا چاہیئے تھا۔ اب تو میرے مان کی بات نہیں کہ اتنا بھاری صندوق گاڑی سے نیچے اتاروں اور اُسے کھولوں۔ اگر تم کو دیکھنا منظور ہے تو ہر چند کہ یہ امر خلاف دستور ہے مگر چونکہ مجھے اس بات کا اطمینان ہے کہ میرے سامان میں کوئی چیز لائق گرفت نہیں اس لیے بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ تم سامان دیکھ لو۔ مگر وہ کسی طرح اس پر راضی نہ ہوا۔ اور جب گاڑی والا گھوڑا بڑھانا چاہتا تھا تو وہ گھوڑا کا روک دیتا تھا۔ تب میں نے کہا کہ تم اپنے افسر کے پاس گاڑی لے چلو میں اُس سے بات چیت کروں گا مگر اُسے اصرار تھا کہ یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے سامان یہیں دکھانا ہوگا مجبور ہو کر میں نے کہا کہ تم جو کہتے ہو اُس کی تعمیل سے میں قاصر ہوں۔ اب بوتھا راجی چاہے کرو۔ اس پر وہ بہت بگڑا اور کہنے لگا کہ یہ گاڑھی کی بات ٹھیک نہیں ہے تم سامان دکھاؤ۔ ورنہ بہت پریشان ہوگے۔ میں نے پھر کہا کہ خیر جو کچھ ہو۔ سامان دکھانے میں مجھے عذر نہیں مگر یہ بکس میرے کھولے نہیں کھل سکتا۔ اس لیے میں مجبور ہوں۔ تمہارا جی چاہے کنجی لیکر کھولو اور دیکھ لو ورنہ جو تمہارے اختیار میں ہو کرو۔ وہ دیر تک اُلجھتا رہا مگر جب اُس نے دیکھا کہ کوئی دھکمی کارگر نہیں ہوتی تو ذرا سیدھا ہوا اور پوچھنے لگا کہ کوئی نشے کی چیز تو نہیں ہے میں نے کہا نہیں تب اُس نے پیچھا چھوڑا اور میں سیدھا سابو صدیق کے مسافر خانے پہونچا جو اسٹیشن سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔ مسافر خانہ میں عبدالقادر سکندر مسلم حجاج مقیم لکھنؤ کے بیٹے حسن سکندر پہلے سے جس کمرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اُسی کمرہ میں مجھکو بھی ٹھہرنے کی جگہ دی گئی جس سے معلوم ہوا کہ جہاز اکبر و زیانی دو روز پیشتر روانہ ہو چکے ہیں۔ اب ۲۱ کو ہمایوں جانے والا ہے جسکے ٹکٹ برابر فروخت ہو رہے ہیں۔ لہٰذا میں

تھوڑی دیر ٹھہر کر بازار ہوتا ہوا جناب مولوی عبداللہ احمد صاحب محافظ حجاج کی خدمت مین حاضر ہوا۔ وہ میرے دیرینہ کرمفرما ہین۔ اس وجہ سے بڑے تپاک سے ملے اور فوراً ہی پاسپورٹ بنوا دیا۔ اور مغل کمپنی کے ایک ملازم (یا دلال) کو جو دفتر مین موجود تھا بلا کر میرے ساتھ بھیجا کہ ٹکٹ خریدنے مین میری رہنمائی کرے چنانچہ کمپنی کے دفتر مین جا کر ایک سو روپیہ کا ٹکٹ خرید لیا گیا۔

مین ۱۸۔ اپریل کی صبح کو بمبئی پہونچا تھا اور چونکہ پہونچنے کے دو ہی گھنٹہ کے اندر حصولی پاسپورٹ اور خریداری ٹکٹ کے مراحل سے فراغت مل گئی تھی اس لیے دو ڈھائی دن ضروری سامان کی خریداری اور دوستون سے ملاقات کے لیے مل گئے اور جب اتفاق سے ۲۱ر کے بجائے ۲۳ اپریل کو جہاز کی روانگی ہوئی تو دو دن فرصت کے اور ہاتھ لگے۔ چار پانچ دن کی اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر مین نے ضروری سامان بھی خریدا۔ مرکزی خلافت کمیٹی اور اخبار خلافت کے دفتر دن مین بھی حاضری دی اور اس تبلس ملی کے پیچیدہ معاملات کے متعلق معلومات بھی فراہم کی۔ اور ضمناً بمبئی کی تھوڑی سی سیر بھی ہو گئی۔ گو سابق کی طرح حقیقتاً اس کا کم موقع ملا۔ بمبئی اتنا بڑا شہر ہے کہ اسکی سیر کرنے کے لیے ہفتون بلکہ شاید مہینون کی اقامت درکار ہے۔ پھر آے دن کے تغیرات کی وجہ سے ایک ایسے شخص کو جو برسون کے بعد بمبئی آتا ہو ہمیشہ اسکی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی رفیق و رہنما سیر کے وقت ساتھ ہو۔ میرے پاس نہ اتنا وقت تھا اور نہ کوئی ایسا راہبر۔ اس لیے بمبئی کی شہری زندگی کے متعلق کچھ کہنے کا موقع نہین۔ البتہ یہ ضرور کہہ سکتا ہون کہ بمبئی کی سابقہ چہل پہل مین کوئی کمی محسوس نہین ہوئی۔ اور جدید عمارتون کو دیکھکر تو یہی خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ شہر جو ہندوستان کا عروس البلاد کہا جاتا ہے برابر ترقی کر رہا ہے۔

خلافت کمیٹی کے دفتر مین جب حاضری کا اتفاق ہوا تو دوپہر کا وقت تھا اور کوئی صاحب دفتر مین موجود نہ تھے۔ البتہ دفتر کے متعلقہ مہمانخانہ مین محترمہ بی اماں صاحبہ کے تشریف رکھنے کی خبر ملی۔ چنانچہ مین نے اپنی حاضری کی اطلاع کر کے محترمۂ موصوفہ کی قدمبوسی اور رخصتی دعائین حاصل کین۔ اور وہان سے بمعیت چودھری عبدالغنی صاحب ایڈیٹر روزنامہ خلافت اُن کے دفتر چلا گیا۔ وہان کئی گھنٹہ ٹھہرا رہا۔ کیونکہ اتفاق سے مکرمی خواجہ غلام الحسنین پانی پتی تشریف لے آئے اور چونکہ وہ ایک سال سے زائد عرصہ تک عراق مین سفر کرنے کے بعد واپس آئے تھے اس لیے دیر تک عراق کے تمدنی و سیاسی حالات اُن سے سنتا رہا اور یہ معلوم کر کے بہت خوش ہوا کہ عراق کے عربون علی الخصوص علما و مجتہدین نے کمال ہمت

واستقامت سے برطانوی اقتدار کا مقابلہ کیا ہے اور نام نہاد شاہ عراق امیر فیصل کو ناکون چنے چبوا دیئے ہین۔ ساتھ ہی یہ دریافت کرکے بہت صدمہ ہوا کہ جیسا اندیشہ تھا انگریزی قبضہ کی بدولت عراق کی مقدس زمین پر وہ تمام شیطنتین مسلط ہوگئی ہین جو گویا تہذیب جدید کے لوازم مین داخل ہین اور جنھین قرآن کریم نے مسلمانون پر مطلقاً حرام کیا ہے۔ برطانوی مدبرین و وزرا از راہ تبختر کہا کرتے ہین کہ خدا نے دنیا مین تہذیب پھیلانے کی خدمت ان کے سپرد کی ہے لیکن معلمین تہذیب کے چند سالہ تصرف عراق نے اس ملک مین بداخلاقیون کی جو فراوانی کردی ہے اُس کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج شخص یہ کہے بغیر نہین رہ سکتا کہ

اے خدا مجھے میرے دوستون سے بچا

یہ بالکل جُداگانہ امر ہے کہ آجکل خود حق و انصاف کے معنی و مفہوم مین ایک تغیر عظیم واقع ہوگیا ہے اور جن باتون کو ہم مسلمان بداخلاقی سمجھتے ہین دانایان فرنگ کے لیے وہ روزمرہ کی معمولی باتین ہین جنپر حرف گیری کرنے والون کو وہ بڑی خوشی سے بیوقوفون اور جاہلون کی فہرست مین داخل کردینے کے لیے تیار رہتے ہین۔

۱۸ اپریل کو جب مین بمبئی پہونچکر مسافرخانہ مین ٹھہرا تو میرے مکہ مین حسن سکندر اور مکہ معظمہ کے ایک دوسرے مطوف کے بھتیجے سید احمد جعفری پہلے سے ٹھہرے ہوے تھے۔ سامان رکھکر مین ٹکٹ لینے گیا وہان سے دو گھنٹہ کے بعد واپس آیا۔ تو اپنے بستر کے قریب ہی ایک اور صاحب کا سامان رکھا ہوا دیکھا اُس شخص کی صورت اور وضع اور اُسکے لباس اور مختصر ساز و سامان کو دیکھ کر مجھے گمان ہوا کہ یہ کوئی خفیہ پولیس کا آدمی ہے۔ ۱۹۱۹ء مین مہاتما گاندھی کی تحریک ستیاگرہ کی شرکت کے بعد سے برابر خفیہ پولیس چونکہ میرے حرکات و سکنات کی نگران رہی تھی اس لیے خیال ہوا کہ اس سفر مین بھی میری معیت کے لیے ایک فرشتہ معین کیا گیا ہے اور اگرچہ اس بات کا بجاے خود مجھکو اطمینان کامل تھا کہ مین کوئی مجرمانہ ارادہ نہین رکھتا تاہم کوئی وجہ نہ تھی کہ مین ایسے شخص کے مقابلہ مین کسی قدر احتیاط نہ برتتا۔ چنانچہ بمبئی کے قیام مین جب کبھی رحمت شاہ نے مجھ سے گفتگو کرنا چاہی یا ضروری سامان کی خریداری مین شرکت کا خیال ظاہر کیا تو مین نے ہمیشہ ٹالدیا۔ اور حتی الامکان اس کی موجودگی مین اپنے دوسرے ساتھیون سے بھی زیادہ بات چیت نہ کی۔

۲۰ اپریل کو خبر ملی کہ دوسرے روز دوپہر کے بعد جہاز پر سب مسافرون کو سامان پہونچانا ہوگا

اس سے پیشتر جتنی دفعہ بحری سفر کا موقع ملا کبھی ایسا نہین ہوا تھا اس لیے پہلے کسی قدر تذبذب ہوا۔ مگر جب معتبر ذرایع سے اُس کی تصدیق ہوگئی اور اسکی ضرورت بھی سمجھ مین آگئی تو دوسرے روز مین بھی سامان باندھنے لگا۔ چونکہ حسن سکندر رحمت شاہ سے بھی معلم قرار پاگئے تھے اس لیے اُنھون نے میرے اور اُن کے سامان کے لیے ایک ہی بیل گاڑی والے سے طے کیا۔ جب سامان بالائی منزل سے نیچے آیا اور مین اپنے صندوق کو رسیون سے باندھنے لگا تو رحمت شاہ ازراہ ہمدردی اس محنت کے کام مین میرے معین بن گئے اسکے بعد حسن سکندر ہی کے مشورہ کی بنا پر رحمت شاہ تو بنڈی (بیل گاڑی) پر سامان کے ہمراہ آئے اور مین اُن کے ساتھ ٹرم کار مین بیٹھکر گودی (ڈاک یارڈ) پہونچا۔ گودی بعینہ جہاز کے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو اسٹیشن کا مال گودام ریل سے تعلق رکھتا ہے۔ گودی کی وسیع عمارت کے سامنے سمندر کی طرف جو چبوترہ تھا ہمارا جہاز اُس سے چند گز کے فاصلہ پر لنگر انداز تھا اور اگلے پچھلے دونون حصون مین زینے لگے ہوئے تھے جن سے مسافر جہاز پر جاسکتے تھے، چاہیے یہ تھا کہ جیسے جیسے حجاج آتے جاتے اپنا اپنا سامان جہاز پر پہونچاتے جاتے لیکن ایسا نہین ہوا بلکہ پہلے تو جملہ حجاج اُس کھلے چبوترہ پر جمع ہوکر اپریل کی تیز دھوپ مین تقریباً دو گھنٹہ کامل تک سکھلائے گئے اسکے بعد جب مولوی عبدالمد احمد صاحب محافظ حجاج تشریف لائے تو ایک ڈاکٹر صاحب بغرض معائنہ طلب کیے گئے۔ پھر جب مولوی صاحب موصوف نے کمپنی کے کارکن سے دریافت کیا کہ حجاج کو ٹھہرانے کے لیے گودی کیون نہین کھلوادی جو اُن کو دھوپ کی تپش سے نجات ملتی۔ تو معلوم ہوا کہ اتوار کا دن ہونیکی وجہ سے گودی نہین کھولی گئی اور خود کمپنی والون نے محض اس اعتماد پر کہ جب حجاج سامان چڑھانے جاتے ہین تو گودی کھلی رہتی ہے۔ کوئی خاص تحریک نہ کی۔ بہرحال اب کیا ہوسکتا تھا لیکن آئندہ کے لیے مجھے امید ہے کہ کمپنی کے کارکن ایسی غفلت نہ کرین گے۔ کچھ توقف کے بعد ایک ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور اگرچہ انھون نے کسی کا معائنہ نہین کیا لیکن اُن کا آنا حاجیون کے لیے موجب نجات ہوگیا اس لیے کہ فوراً ہی جہاز پر جانے کی اجازت مل گئی۔ اجازت پاتے ہی دفعتاً تمام حاجی دوڑ پڑے اور ہر شخص کوشش کرنے لگا کہ سب سے پہلے وہی جہاز پر پہونچکر اپنے لیے بہترین جگہ انتخاب کرے اور اس غرض سے کہ انتخاب کرتے ہی اُس جگہ پر فوراً قبضہ بھی ہوجائے لوگ اپنے ہاتھون مین چٹائیان، کمبل، دریان اور طرح طرح کے بچھونے لیے ہوئے تھے۔ بعض لوگ جو اپنا سامان کسی معتبر شخص کے پاس نہین چھوڑ سکتے تھے پورا سامان لیکر

چڑھ رہے تھے، غرضکہ اس وقت کا یہ ہنگامہ اچھا خاصہ تماشہ بن گیا تھا۔
مین اُس وقت تک نیچے ہی کھڑا رہا جبتک زینہ پر چڑھنے والون کا ریلا رہا جب بھیڑ چھٹ گئی تو مین بھی چٹائیان لیکر اوپر پہونچا۔ مولوی عبداللہ احمد صاحب نے اپنے ایک ماتحت کو اس ہدایت کے ساتھ میرے ہمراہ بھیجدیا تھا کہ وہ مجھے کوئی اچھی سی جگہ تلاش کردین مگر جو جگہ اُنھون نے تجویز کی وہ مجھے پسند نہ آئی اور مین نے خود اپنی رائے سے ڈیک کے بالائی حصہ پر ایک جگہ منتخب کی۔ اور وہین اپنی چٹائی بچھا دی۔ تھوڑی دیر بعد جب سامان اوپر آیا تو رحمت شاہ نے بھی میرے پاس ہی اپنی چٹائی بچھالی۔ یہ امر اگرچہ میری مصلحت کے خلاف تھا لیکن پے در پے اتفاقات نے رحمت شاہ کو میرا ساتھی بنا دیا اس لیے مجھے چار و نا چار سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ جہاز پر سامان کی حفاظت کا انتظام بمبئی کی پولیس کے سپرد تھا جو ان معاملات مین محافظ حجاج صاحب کے تحت مین کام کرتی ہے اور جب سب حجاج کا سامان پہونچگیا تو حجاج اپنے اپنے جائے قیام پر واپس آگئے۔

دوسرے دن معائنہ طبی کا مرحلہ تھا۔ جسکے لیے سویرے ہی سے حجاج روانہ ہونا شروع ہوے۔ مین رات کو ایک دوست کے یہان مدعو تھا اور کھانے کے بعد دیر تک اُن سے بات چیت کرتا رہا۔ جسکی وجہ سے صبح کو سویرے نہ اُٹھ سکا، کچھ تو دیر مین اُٹھنے کی وجہ سے اور کچھ اس سبب سے کہ مجھکو پھلون کی خرید کرنا باقی تھی مین سب سے آخر مین روانہ ہوا۔ پھر بھی جب مین بھپارے کی جگہ پہونچا تو معائنہ طبی ختم نہ ہوا تھا۔ پہلے جب ہندوستان مین طاعون کسی قدر اجنبی تھا تو عموماً معائنہ طبی کے موقع پر حجاج کے کپڑون کو بھپارہ بھی دیا جاتا تھا مگر اب کہ یہ مرض مثل بخار اور دردسر کے ہندوستان کے عام امراض کی فہرست مین شامل ہوچکا ہے۔ بھپارہ دینے کی ضرورت نہین سمجھی جاتی۔ بھپارہ کا مکان ایک گودام کے مانند بنایا گیا ہے۔ مگر اس کی ساخت مین چونکہ اس بات کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ اندر بند کیے جانے والے ذی روح مال کو باہر کی کافی ہوا پہونچتی رہے۔ اس لیے باہر سے کھڑے ہوکر اندر کی کارروائیون کا تماشا دیکھنا آسانی سے ممکن ہے چنانچہ پیش آنے والے معائنہ کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے مین نے بھی کچھ دیر تک اس تماشہ کی سیر کی اور جب حجاج کی آخری جمعیت اندر جانے لگی تو مین بھی اُسی گودام مین داخل ہوگیا۔ اس مقام پر حجاج کے ساتھ تقریباً وہی سلوک کیا جاتا ہے جو گنتی کے وقت عموماً جیلخانون کی بارکون مین ہوتا ہے۔ پہلے تو جملہ حجاج کو ایک قطار مین بیٹھنے کا حکم دیا گیا۔ پھر

کہا گیا کہ سب لوگ اپنے اپنے پیٹ کھولکر کھڑے ہوں۔ اسکے بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور انھوں نے ہر شخص کی جانگہ ٹٹول کر دیکھی کہ کسی کے گلٹی تو نہیں ہے۔ پھر حکم ملا کہ سب لوگ اپنے ٹکٹ اپنے سینوں پر کھولکر رکھیں۔ اور ایک شخص نے آکر ان ٹکٹوں اور حجاج کے ہاتھوں پر مہریں لگائیں جسکے بعد گنتی شروع ہوئی۔ اور متعدد آدمیوں نے کئی کئی دفعہ شمار کیا۔ شمار ختم ہونے کے بعد ہدایت ہوئی کہ سیدھے جہاز پر چلے جاؤ۔ اُسی گودام کے ایک گوشہ میں عورتوں کے لیے ایک بند کمرہ ہے جسمیں ایک لیڈی ڈاکٹر صاحب معائنہ کرتی ہیں اور مجھے اپنی ایک عزیزہ سے معلوم ہوا کہ اُنھوں نے اُن کو دھکی دیکر کچھ رقم بطور نذرانہ وصول کرلی۔

میں نے بعض لوگوں کو لکھدیا تھا کہ بمبئی کے قیام میں اگر وہ کوئی خط وغیرہ میرے نام بھیجنا چاہیں تو جنرل پوسٹ آفس بمبئی کے پتہ پر بھیجیں۔ مگر سامان کی فراہمی اور لوگوں سے ملاقات میں ایسا منہمک رہا کہ چار پانچ دن میں ایک دفعہ بھی ڈاک خانہ تک نہ جاسکا چنانچہ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ جہاز کی روانگی میں کسی قدر دیر ہے معائنہ طبی سے فارغ ہوتے ہی میں ٹرام کار پر بیٹھکر ڈاک خانہ گیا اور وہاں سے تقریباً نصف گھنٹہ کے اندر اندر واپس آکر جہاز پر سوار ہوا۔

دوسری منزل

جہاز پر دس بجے تک کل حجاج جن کی تعداد تقریباً پانچسو تھی سوار ہوچکے تھے لیکن بندرگاہ کے کنارے پر پانی اتنا نہ تھا کہ جہاز روانہ ہوسکتا۔ دو ڈھائی گھنٹہ کے بعد جب جوار بھاٹہ آیا اور پانی چڑھا تو ایک بجے جہاز روانہ ہوا۔ اور جب تک بندرگاہ کا ارکاٹی جو جہاز کی رہنمائی کررہا تھا جہاز کو بندرگاہ کے باہر پہونچا کر اُتر نہیں گیا۔ جہاز کی رفتار سُست رہی اور اکثر حجاج صحن جہاز پر سے بمبئی کی عمارتوں اور بندرگاہ کے جہازوں کو دیکھتے رہے۔ میں نے اپنے لیے جو جگہ منتخب کی تھی وہ صحن کے پچھلے حصہ میں اُس مقام پر تھی جہاں سامان اُٹھانے کے کرین Crane یا آلات جرثقیل لگے ہوتے ہیں چونکہ یہ حصہ بالکل کھلا ہوا تھا اور روانگی کے بعد فوراً ہی پردے بھی نہیں ڈالے گئے، اس لیے سوار ہونے کے وقت سے عصر کے بعد تک آفتاب کی تپش میرے اور اُس مقام پر دوسرے بیٹھنے والوں کے لیے حد درجہ صبر آزما تھی۔ یہ مختصر جگہ قدرتی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی بیچ وسط میں دونوں جانب کے کرین تقریباً وسط سے پانچ فٹ کی بلندی پر آویزاں تھے۔ ایک جانب میرا اور رحمت شاہ کا

بستر تھا اور دوسری جانب لاہور کے ایک ٹھیکہ دار صاحب معہ اپنی اہلیہ صاحبزادی اور ایک کمسن بھتیجے کے مقیم تھے یہ کل رقبہ چاردن طرف سے محاط تھا۔ ایک سمت مین کرین کو حرکت دینے اور کرین کے رسون کو لپیٹنے والی کلین اس طریقہ سے لگی ہوئی تھین کہ اُن کے درمیان تقریباً ڈیڑھ گز مربع آہنی حوض چھوٹا ہوا تھا اور ان کلون کے نیچے کے تختے جو ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلسل چلے گئے تھے جہان جہان کھلے ہوے تھے ہمارے لیے سامان رکھنے کی جگہ فراہم کرتے تھے۔ دوسری سمت مین وہ آہنی پشتہ تھا جسپر کرین رکھے ہوے تھے ان پشتون کے نیچے کی جگہ خالی تھی اس لیے ہمین اپنا پانی اور سامان خوردنی رکھنے کے لیے ایک مناسب جگہ مل گئی اس پشتہ کے عقب مین لکڑی کی ایک بڑی جعفری بنی ہوئی تھی جسمین بھیڑین بند تھین تیسری سمت مین ایک طویل نل لگا ہوا تھا جسکے اندر وہ زنجیر تھی جو جہاز چلانے والے عقبی پنکھون کو مسلسل حرکت مین رکھتی ہے اور چوتھی سمت کی حد بندی بھی اسی قسم کی زنجیر سے تھی۔ بس فرق اس قدر تھا کہ جس جانب کو مین نے اپنے لیے منتخب کیا تھا اُدھر اُس نل کے اوپر ایک فٹ چوڑا آہنی پٹڑا لگا ہوا تھا جسکے وسط مین ہم لوگون نے اپنے صندوق اور بورے ایسے طور پر رکھدیے تھے کہ دونون کنارے آمد و رفت کے لیے دروازون کے مانند کھلے رہتے۔ اور دوسری جانب جدھر ہمارے لاہوری ساتھی تھے زنجیر کے اوپر کوئی پٹڑا نہ تھا۔ جب تک صحن مین دھوپ رہی (طوطق) طبقۂ اندرونی کے مجاج اپنی اپنی جگہ پر رہے یا جس رُخ دھوپ نہ تھی وہان اپنے اپنے چولھے جلا کر کھانا پکاتے رہے مگر جیسے جیسے دھوپ کم ہوتی گئی لوگ نیچے سے اوپر آتے گئے تا آنکہ شام تک صحن کے کسی کونہ مین آمد و رفت کا راستہ چھوڑ کر چپہ بھر جگہ نہ باقی رہی جہان کسی نے بستر نہ لگا لیا ہو۔ ہم لوگ چونکہ ایک محاط جگہ مین تھے جہان ہماری چٹائیون کے بچھ جانے کے بعد صرف ذرا سی جگہ آمد و رفت کے لیے بچی تھی اس لیے ہمارے یہان کسی نے مداخلت پسند نہ کی اور ہم جتنی مدت جہاز پر رہے اس حیثیت سے نہایت امن مین رہے۔ دن بھر تازت آفتاب سے جو تکلیف اُٹھائی تھی شام ہوتے ہی نہایت ٹھنڈی ہوا نے اس کی تلافی کر دی اور رات بڑے آرام سے بسر ہوئی۔ دوسرے دن صبح کو پہلے صحن دھویا گیا، اسکے بعد پردے باندھ دیے گئے تو پھر دھوپ کی کوئی شکایت باقی نہ رہی۔ صحن جہاز ہر روز دھویا جاتا ہے اور اُس وقت عموماً مسافرون کو تھوڑی سی دقت ہوتی ہے بعض لوگون کا سامان ذرا سی غفلت

مین بھیگ جاتا ہو۔ میرے قریب دو جانب چونکہ سطح صحن سے تقریباً ۹ انچہ بلند پڑے تھے اس لیے کل سامان بڑی حفاظت سے رکھا ہوا تھا اور سوائے بچھونے اور متفرق چھوٹی چھوٹی اشیا کے کسی چیز کو اُٹھانے کی حاجت نہوتی تھی، دو منٹ کے اندر بچھونے لپیٹ کر مین چلانے والی کل کے اوپر رکھدیے جاتے تھے اور متفرق چیزین اسی کی خالی جگہ مین، اور دُھلائی کے وقت مین خود کبھی تو اونچے پڑے پر کھڑا ہو جاتا تھا اور کبھی جہاز کے دوسرے کسی حصہ کی گشت لگانے چلا جاتا۔ سید احمد جعفری نے جو مسافر خانہ مین میرے ساتھ تھے اور اسی جہاز پر مکہ معظمہ جا رہے تھے اپنے مقام پر گنجایش کم دیکھکر اپنی کرچ کی آرام کرسیان میرے یہان لاکر رکھدی تھین جنمین سے ایک تو وہ دوسرے دن لے گئے اور دوسری پر اُن سے اجازت لیکر ہم لوگ بیٹھتے رہے۔ اس ذریعہ سے مجھ کو اور بھی راحت ملی۔

حجاج کے ٹکٹ بالعموم بغیر خوراک کے ہوتے ہین اور اُنھین کھانا پکانے کے لیے جہاز پر جگہ بھی دی جاتی ہو۔ اور لکڑی بھی ملتی ہو۔ ہمارا یہ چھوٹا سا جہاز ہو اور اس سبب سے اس کے باورچی خانے بھی چھوٹے ہین لیکن اسی نقص کو رفع کرنے کے لیے صحن کے مختلف حصون مین کنارے کے رخ پر تین چار انچہ کے بلند چبوترے بنا دیے گئے ہین جہان لوہے کی انگیٹھیان رکھکر کھانا پکا لیا جاتا ہو پہلے روز تو لوگ عموماً بمبئی سے روٹیان اور دیگر سامان خوردنی ساتھ لاسے تھے مگر دوسرے روز سے ہر طرف چولھے جلنا شروع ہوے اور صبح سے لیکر شام تک باری باری سے لوگ کھانا پکایا کرتے تھے۔ میری جگہ باورچی خانہ کے عین مقابل تھی اور اگر برابر اسی مین کھانا پکتا رہتا تو دھوئین سے کافی تکلیف ہوتی، مگر اول تو وہان گنجائش کم تھی دوسرے دُھوئین سے خود پکانے والون کا دم گھٹتا تھا اس بنا پر باورچی خانہ کے اندر پکانے کے بجاے لوگ زیادہ تر باہر کی چبوتریون پر پکانا پسند کرتے تھے اور ایک دو دن کے بعد تو باورچی خانہ بالکل ہی خالی رہنے لگا۔

مین گھر سے تنہا چلا تھا اور بمبئی سے اگرچہ رحمت شاہ کا ساتھ ہو گیا تھا مگر مین نے اُن کے ساتھ کھانے پکانے کا انتظام گوارا نہ کیا۔ اسکے علاوہ چلتے وقت اعزا نے اس قدر ناشتہ ساتھ کر دیا تھا کہ اسکے اوپر معقول رقم محصول ریل کی مد مین مجھے صرف کرنا پڑی جسکے بعد سوا اسکے کوئی صورت نہ رہی کہ مین اس رقم کی وصولی اور اس ناشتہ کے انبار کو کھانے لگانے کے لیے جہاز پر تازہ کھانے

انتظام سے قطع نظر کرون چنانچہ جتنے دنون مین جہاز پر رہا یہ ناشتہ ہی کھاتا رہا۔ اور اُسکی مقدار اتنی تھی کہ اسکے بعد بھی ایک معقول حصہ بچ گیا جو واپسی تک کام آتا رہا بلکہ بعض چیزین ساتھ واپس آئین۔

جہاز پر مسافرون کو کھانے کی فکر کے سوائے کوئی شغل نہین ہی۔ عام جہازون پر لوگ عموماً اپنا وقت گذارنے کے لیے تاش وغیرہ کھیلا کرتے ہین۔ مگر حجاج کی جماعت مین اس کا رواج عام طور پر نہ تھا۔ جو لوگ خواندہ تھے وہ عموماً فرصت کے اوقات کتب بینی مین صرف کرتے تھے۔ ورنہ باہم بات چیت کرکے یا لیٹے لیٹے وقت گذرتا تھا کچھ عابد و زاہد لوگ بھی تھے جو زیادہ تر تسبیح و مصلی سے کام رکھتے تھے پانچون وقت اذانین ہوتی تھین اور متعدد چھوٹی بڑی جماعتون مین لوگ نمازین پڑھتے تھے۔

پینے اور کھانا پکانے کے لیے میٹھا پانی دن مین ایک بار ملا کرتا تھا۔ اس لیے ہر شخص کو اپنا اپنا برتن لیکر پانی بھروانے جانا پڑتا تھا۔ اور لکڑی بھی کبھی روزانہ اور کبھی دوسرے دن ملتی تھی۔ جسکے لیے بھی لوگون کو جد و جہد کرنا پڑتی تھی۔ پانی اور لکڑی حاصل کرنے کے وقت اچھا خاصا ہنگامہ ہوجاتا تھا کیونکہ ہر شخص چاہتا کہ پہلے وہی حاصل کرلے۔ دینے والا ایک اور لینے والے بہت سے اور وہ بھی مصیبہ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بعض اوقات جہاز کا منشی جو پانی اور لکڑی تقسیم کرتا تھا گھبراکر بھاگ جاتا۔ اور تقسیم رُک جانے کی وجہ سے لوگون کو تکلیف ہوتی۔

مجھے کھانا پکانے کی تو کوئی فکر نہ تھی۔ اور پانی بھی بمبئی سے اتنا لے لیا تھا کہ کئی دن تک چلتا رہا۔ لیکن میرے ساتھی رحمت شاہ کو کھانا پکانے کی وجہ سے دونون چیزون کی ضرورت پڑتی تھی لہذا پانی اور لکڑی کے جو ٹکٹ ہر مسافر کو دیے گئے تھے وہ مین نے رحمت شاہ کے حوالے کردیے اور جب انھین ضرورت ہوتی تو وہ اپنے اور میرے ٹکٹ دکھاکر لکڑی اور پانی لاتے رہتے۔ مین چائے کا عرصہ سے عادی ہون اور جہاز پر تو ہر شخص کے لیے چا کا استعمال ضروری ہی۔ اس کے لیے مین نے آتے ہی جہاز کے بھنڈاری سے انتظام کرلیا تھا اور وہ جسوقت ضرورت ہوتی کیتلی بھر پانی گرم کردیتا تھا۔ بھنڈار خانہ چونکہ جہاز کی پچھلی چھت کے بالائی حصہ پر تھا اس لیے مجھ کو چائے کا پانی گرم کرانے کے لیے دن مین کئی بار وہان جانا پڑتا تھا مگر دو ہی تین دن کے بعد سے رحمت شاہ نے مجھے اس سے بے نیاز کردیا۔ اب میرے پاس حوالے اس کے کوئی کام نہ تھا کہ دن بھر توشت و خوانہ مین مصروف رہتے ہون یا جہاز کے

ملاقاتیون سے بات چیت کرتا رہون۔

جہاز پر جتنے حجاج بمبئی سے سوار ہوئے تھے اُن مین بڑی تعداد تو بنگالیون کی تھی اور باقی مختلف صوبجات کے لوگ تھے۔ مگران مین یہ دیکھکر مجھے بہت تکلیف ہوئی کہ تعلیم یافتہ مسلمانون کی نہایت قلت تھی۔ انگریزی دان طبقہ کا نمائندہ تو میرے سوا کوئی دوسرا تھا ہی نہین لیکن عربی فارسی جاننے والے بھی انگلیون پر شمار ہو سکتے تھے۔ البتہ جاہل اور ناخواندہ لوگون کی کثرت تھی۔ انگریزی خوان جماعت کے لیے جہان مسجد کی حاضری اور ہفتہ نماز معاف ہو۔ وہین معلوم ہوتا ہو کہ حج کا فریضہ بھی اُن کے ذمہ عائد نہین کیا گیا۔ گویا قرآن شریف صرف جاہل مسلمانون ہی کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے تعلیمیافتہ اور خصوصاً انگریزی خوان مسلمانون کو اس کی حاجت ہی نہین، اس بے نیازی کا کیا ٹھکانا ہو!

مذاق کے مطابق جہان ملنے والے نہ میسّر آئین وہان خلاف مذاق لوگون ہی مین انتخاب کرنا پڑتا ہو اور اگرچہ میری نوشت وخواند کی مصروفیتین کچھ کم نہ تھین۔ تاہم چند گھنٹے روزانہ نئے احباب کے نذر کرنا پڑتے تھے۔ رحمت شاہ اب چوبیس گھنٹے ساتھ رہتے تھے اس لیے مجھکو اُن کے مشرب اور حرکات وسکنات پر زیادہ غور کرنے کا موقع ملا۔ اور جب مین نے خود ان کے بیان کردہ حالات سنے اور ایک حد تک انکی تصدیق اُن کاغذات سے بھی ہو گئی جو اُن کے پاس موجود تھے اور جو مین نے ایک مناسب موقع پر ان سے مانگ کر دیکھے تو میری بدگمانی جاتی رہی۔ اور رفتہ رفتہ اُن کی غربت مزاج اور نیک نفسی کے باعث مجھکو اُن سے ایک طرح کا اُنس ہو گیا۔ اور اُس غریب نے حتی المقدور میری خدمت بھی کی۔

ہمارے پڑوسی نظام دین صاحب جو لاہور مین ٹھیکہ داری کا کام کرتے ہین نیکدل اور خوش اخلاق آدمی تھے اور اُن کا کمسن بھتیجا غلام حسین اپنی بھولی باتون اور بچپن کی شوخیون سے ہم سب کا دل بہلایا کرتا تھا۔ ان لوگون کا تو خیر ہر وقت ساتھ ہی رہتا تھا۔ مگران کے علاوہ اور بھی متعدد حجاج ہماری صحبت مین شریک ہو جایا کرتے تھے جنمین ضلع پرتابگڈھ کے ایک صاحب سردار خان سے خاص لطف ہو گیا تھا۔

۲۱ اپریل کو رات مین جہاز کراچی پہونچکر بندرگاہ مین لنگرانداز ہو گیا۔ صبح سویرے جہاز کی صفائی سے فارغ ہو کر خلاصیون نے پردے کھولدیے اور کرین اوپر کو اُٹھا دیے اور دن بھر گیہون اور آٹے کے بورے جو کشتیون پر لاد کر لائے گئے تھے۔ جہاز کے اندرونی تہ خانے مین بھرے گئے اِس سے اندر کے مسافرون کو بھی کسی قدر تکلیف ہوئی اور جو لوگ صحن مین فروکش تھے وہ تو دھوپ کی گرمی سے بیحال اُٹھے

لیکن چونکہ کھانے پینے کی مختلف چیزیں بیچنے والے جہاز سے متصل بہت سی کشتیوں پر سوار تھے اور اُن میں سے بعض بعض آدمی جہاز کے اوپر بھی پہونچ گئے تھے اس لیے مسافروں کو ایک اچھا مشغلہ ہاتھ آگیا تھا اور ہر شخص خریداری میں یا اُس کا تماشا دیکھنے میں مصروف نظر آتا تھا۔ شام تک سب سامان بھی لاد دیا گیا اور کشتیان بھی مال بیچکر چلی گئیں۔ دوسرے دن طلوع آفتاب کے بعد جہاز گودی کے کنارے پہونچا دیا گیا اور کراچی کے مسافر سوار ہونے لگے۔ میں نے جلدی جلدی چند خطوط لکھے اور ایک صاحب کے معرفت پولیس سارجنٹ کے حوالے کیے جس نے یقین ہو کر ڈاک خانہ میں ڈالدیے ہوں گے۔ صحن کی چھت پر چونکہ اب تک پردے نہیں پڑے تھے اس لیے آج بھی کافی تکلیف رہی اگرچہ نئے حجاج کی دیکھ بھال سامان کی خرید اور خطوط نویسی وغیرہ مشاغل کی وجہ سے کم محسوس ہوئی۔ ظہر کے بعد جہاز روانہ ہوا اور عصر کے وقت تک کراچی کا کوئی پتہ نشان باقی نہ رہا۔ دوسرے ہی دن صبح کو پردے پڑ گئے اور جب تک جہاز پر قیام رہا پھر اس زحمت کا سامنا نہیں ہوا۔

جہاز کراچی سے روانہ ہوا تو دوسرے دن میں نے الناظر کے لیے مضمون لکھنا شروع کیا۔ اتفاق سے جہاز کے ڈاکٹر صاحب اس وقت میرے پاس سے ہو کر گذرے اور مجھے مصروف تحریر دیکھکر میری طرف متوجہ ہو گئے۔ اور جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ میں ایک ناچیز قومی خادم ہوں تو دیر تک مختلف معاملات قومی و ملکی پر گفتگو کرتے رہے اُس وقت سے وہ میرے حال پر خاص کرم فرمانے لگے اور روزانہ ملاقاتیں ہونے لگیں۔ اُنھوں نے کراچی اور عدن میں انگریزی اخبارات خرید کیے اور مجھے بھی پڑھنے کو دیے۔ کراچی سے سندھ پنجاب اور بلوچستان کے تقریباً ساڑھے چار سو حجاج سوار ہوئے اور اگرچہ ان میں بعض بڑے بڑے معزز لوگ بھی تھے۔ مگر تعلیمیافتہ لوگوں کی ویسی ہی قلت تھی۔ صرف ایک صاحب انگریزی دان تھے جو پنجاب کے رہنے والے تھے اور بلوچستان کی ریاست لسبیلہ میں ملازم تھے۔ ان صاحب سے ڈاکٹر واکدے کے یہاں ملاقات ہوئی اور پھر ان کے ذریعہ سے اکثر بلوچی سرداروں سے نیاز حاصل ہوا۔

کراچی سے عدن تک چھ دن کا راستہ تھا۔ جہاز ہمایوں چھوٹا تھا اس کی رفتار بھی کم تھی تیسرے چوتھے یا پانچویں ہی دن پہونچ جاتے ہوں گے۔ مجھے اس اثنا میں اپنا مضمون بھی ختم کرنا تھا اور بہت سے خطوط بھی لکھنا تھے۔ اس وجہ سے میں روزانہ کئی گھنٹے لکھنے میں مصروف رہتا تھا۔ فرصت کے اوقات میں کبھی دوسرے مسافر میرے یہاں آکر جمع ہو جاتے اور کبھی میں ڈاکٹر صاحب کے یہاں یا مسٹر فضل

کے یہاں چلا جاتا اور بلوچی سرداروں سے اُن کے حالات سنتا رہتا تھا۔

سندھ کی ریاست میرپور خاص کے سابق رئیس کے چھوٹے بیٹے بھی کراچی سے سوار ہوئے تھے ان کو عدن پہونچنے سے قبل ایک تار بھیجنے کا خیال پیدا ہوا۔ سید احمد جعفری نے چونکہ اُن سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ مکہ معظمہ پہونچکر ان کے چچا سید امین عاصم کو اپنا معلم بنائیں گے اس لیے سید احمد نے ان کی خدمت گذاری یہیں سے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ اور وہی میرے پاس آکر تار کا مسودہ لکھوا لیگئے۔ جہاز پر مارکونی کمپنی کا وائرلس ایرٹیس (بے تار کے تار بھیجنے والا آلہ) لگا رہتا ہے اور اسی کے ذریعہ یہ تار بھیجنا مقصود تھا۔ چونکہ تار بابو انگریز تھا جو ہندوستانی زبان سے بہت تھوڑی واقفیت رکھتا تھا اس لیے سید احمد صاحب کو ایک ترجمان کی حاجت ہوئی۔ اور وہ مجھے اس خدمت کے لیے پکڑ لے گئے اسکے بعد جو کچھ اس انگریز سے گفتگو ہوئی تھی اُنھوں نے خواہش کی کہ میں خود چل کر میر صاحب کو سمجھا دوں میر بخش صاحب ہندوستانی بھی سمجھتے تھے مگر فارسی میں گفتگو کرنا زیادہ پسند کرتے تھے چنانچہ تار کے متعلق ضروری بات چیت ختم ہوجانے کے بعد اُن سے دیگر امور پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ اور جب ان کو اثنائے گفتگو میں یہ معلوم ہوا کہ میں لکھنؤ کا رہنے والا ہوں تو پھر وہ واجد علی شاہ اور اُن کی اولاد کے حالات اور لکھنؤ کی بعض عمارتوں خصوصاً قیصر باغ کے بارہ میں مجھسے سوالات کرتے رہے۔ لکھنؤ کے ساتھ اُن کو اس قدر دلچسپی تھی کہ پھر جب کبھی اُن سے ملاقات ہوتی تو وہ لکھنؤ ہی کا تذکرہ چھیڑ دیتے۔

جیسے جیسے جہاز کراچی سے دور اور عدن سے قریب ہوتا جاتا تھا گرمی بڑھتی جاتی تھی۔ ۲۰ مئی کو رات کے دس بجے جہاز بندرگاہ عدن میں لنگر انداز ہوا۔ تو دیر تک مسافر دور سے شہر کی روشنیوں کا نظارہ کرتے رہے۔ صبح سویرے ہی کشتیوں پر سامان بیچنے والے آگئے اور ہر شخص شغل خرید میں منہمک ہوگیا۔ میں نے بھی کچھ پھل اور آلو خریدے۔ چونکہ رحمت شاہ سے اب ربط ہوگیا تھا اکثر کھانے میں بھی شرکت ہونے لگی تھی اس لیے ترکاری پکوالینا آسان تھا۔ عدن میں مچھلی بہت خریدی گئی سیان نظام دین اور رحمت شاہ دونوں نے مچھلی خریدی اور اپنے اپنے طور پر پکا کر مجھے بھی کھلائی۔ دس بجے دن کو جہاز روانہ ہوکر دوسرے دن اُسی وقت جزیرۂ کامران کے سامنے ٹھہر گیا۔ یہاں قرنطینہ ہے اس لیے ایک رات کے لیے جہاز چھوڑنا پڑا۔ جملہ مسافر ضروری بچھونے اور کھانے کا سامان لئے ہوئے کشتیوں پر سوار ہوکر جزیرہ کے ساحل پر اُتر گئے۔ ساحل سے تقریباً دو سو قدم کے فاصلہ پر قرنطینہ کا

کمپ ہی۔ نماری کمپنی کا ایک جہاز اُسی وقت جاوا کے حجاج کو لیے ہوئے پہونچا تھا۔ پہلے ہمایون کے مسافر اُتارے گئے پھر دوسرے جہاز کی باری آئی۔ اور دونون جہازون کے مسافر دو جداگانہ کمپون مین ٹھہرائے گئے۔ کمپ کے اندر داخل ہونے سے پہلے ایک مکان مین بلائے گئے جہان ہر شخص سے کہا گیا کہ اپنے کپڑے اُتار کر دہ لنگی باندھے جو قرنطینہ ہی کی ملک تھی۔ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیون مین لوگ مکان کے اندر جاتے۔ کپڑے اُتارتے۔ لنگیان باندھتے اور پھر ایک مقام پر لیجا کر اُن کا شمار ہوتا اسکے بعد وہ ایک ایسے کمرہ مین بھیجدیے جاتے جہان چھت مین فوارہ دار نل لگے ہوے تھے اور تھوڑی دیر کے لیے نل کھولدیے جاتے۔ بعض لوگ تو نلون کے نیچے کھڑے ہوکر غسل کر لیتے تھے بعض پر تھوڑا ہی سا پانی پڑجاتا تھا اور بعض جو اِدھر اُدھر کناردن سے لگ کر کھڑے ہوتے بالکل نہین بھیگتے تھے۔ اتارے ہوے کپڑے اور بستر ہر شخص سے لے لیے جاتے تھے اور ایک بڑے آہنی ظرف مین رکھکر اُنھین بھپارہ دیا جاتا تھا۔ غسل خانہ سے نکل کر ہم لوگ اسی بھپارہ والے کمرے مین پہونچے جہان ہمارے کپڑے اور بستر ہمارے حوالہ کیے گئے۔ عجلت مین بعض لوگون کے کپڑے اور بچھونے گڈمڈ ہوگئے۔ چنانچہ میان نظام دین کی ایک صدری اسی مین تلف ہوگئی۔ اشیاے خوردنی اور دیگر سامان جو ہم اُس کمرہ مین چھوڑ آئے تھے جہان کپڑے اُتارے گئے تھے وہان سے ملازمین قرنطینہ نے اُٹھاکر باہر رکھ دیا اور جب ہم لوگ اپنے کپڑے پہن کر باہر آے تو ہر شخص نے اپنی اپنی چیز پہچان کر اُٹھالی۔ اس موقع پر بعض لوگون کو شکایت رہی کہ انکی چیزین اُنھین نہین ملین۔ مجھے یہان ایک خاص واقعہ پیش آیا۔ میرے دونون بازوؤن مین تعویذ کے طور پر سو سو روپیہ کے نوٹ بندھے ہوے تھے جسوقت مین نے کپڑے اُتارے تو دونون تعویذ کھول کر ہینڈ بیگ مین رکھ دیے۔ کچھ دیر بعد سردار خان صاحب نے اپنا روپیہ میرے سپرد کیا تو مین نے بیگ کھول کر اُس کو بھی رکھدیا۔ جب غسل خانہ کی طرف جانے لگا تو مجھے خیال آیا کہ عینک اور خلال تر ہوجائے گی۔ لہذا پھر بیگ کھولا اور یہ دونون چیزین بھی رکھدین۔ اسکے بعد جب مین نہاچکا اور اپنے کپڑے پہن کر اپنا سامان اُٹھا رہا تھا تو دفعتاً سردار خان صاحب ایک طرف سے آے اور ایک تعویذ دکھاکر مجھسے پوچھنے لگے کہ کیا یہ آپکا ہی۔ مین نے دیکھا تو کہا ہان یہ میرا ہی ہی۔ اُنھون نے کہا کہ مین نے کھدکر دیکھ کر خیال کیا کہ آپ ہی کا ہوگا۔ اُسمین پانچ سو روپیہ کے نوٹ تھے۔ خدا معلوم یہ کس وقت میرے بیگ سے نکل کر سردار خان صاحب کے کپڑون مین جا گرا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ورنہ غربت مین اتنی بڑی رقم

ضایع ہوجانے کی وجہ سے میرے لیے کافی دقتوں کا سامنا ہوتا غسل سے فارغ ہوکر سب لوگ کمپ مین واپس آگئے۔

کمپ کے چاروں طرف بلند جالی دار کٹہرا لگا ہوا ہے۔ اور وسط مین فوجی بارکون کی طرح چھپر اور ٹیٹون کی متعدد بارکین بنی ہوئی ہین۔ جن کے درمیان کافی فاصلہ چھوڑا گیا ہے اور اُن کے دونون جانب دھکے ہوے برآمدے بنائے گئے ہین۔ ان بارکون مین تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بڑی بڑی کھڑکیان ہین جنمین دروازے نہین لگاے گئے تاکہ ہوا کی کسی وقت روک نہو سکے۔ بارکون کے درمیان جو راستے بنا دیے گئے ہین ان کے وسط مین جہان چوراہے ہین گیس کی بتیان لگی ہوئی ہین جن سے میدان اور قریب کی بارکون کے برآمدون مین روشنی رہتی ہے۔ اور بارکون کے اندر لالٹینین روشن کی جاتی ہین۔ احاطہ کے دو جانب اونچی جالی سے متصل پختہ پاخانے غسل خانے اور وضو خانہ بنا ہوا ہے جسمین پانی کے نل لگے ہوے ہین۔ مغربی سمت مین ایک وسیع بارک نماز کے لیے بنی ہوئی ہے جسمین چٹائیان بھی بچھی ہین بارکون مین کسی قسم کا فرش نہین ہے جنوبی جالی کے قریب ایک پختہ بارک کسٹم والون کے لیے بنی ہوئی ہے جسمین اول درجہ کے مسافر ٹھہرائے جاتے ہین۔ اور اُس سے تھوڑے فاصلہ پر ایک حوض مین میٹھے پانی کا ذخیرہ ہے جالی کے جنوبی مشرقی کونہ پر لکڑی کا ذخیرہ رکھا گیا ہے۔ ان دونون کے درمیان مختصر سا بازار ہے جہان ضروری اشیاے خوردنی فروخت ہوتی ہین۔ دوکانون کے باہر ایک تختی پر چیزون کا مقررہ نرخ لکھا ہوا ہے۔ روٹی۔ پراٹھے۔ چاے۔ شربت۔ لیمنیڈ۔ برف۔ کھجور۔ شکر۔ سگریٹ۔ تمباکو۔ دیا سلائی وغیرہ مناسب قیمتون پر فروخت ہوتی ہین۔ بکری۔ مرغیان۔ مچھلی اور انڈے بھی ملتے ہین اور ان چیزون کی قیمتین عموماً کم ہین۔

سہ پہر کو ظہر کے وقت ہم لوگ کمپ مین داخل ہوے۔ اگرچہ آفتاب کی تپش ناقابل برداشت تھی لیکن سمندر کی تازی ہوا کے باعث گرمی کی تکلیف بہت کم محسوس ہوئی اور رات کے وقت اس سہانی فضا مین سمندر کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نے جو لطف دیا اُس سے ہر شخص نہایت ہی شاداں و فرحان تھا میرے کرمفرما سردار خان صاحب تو جہاز کی قید اور گرمی سے اس قدر تنگ آگئے تھے کہ اگر ان کو کچھ عرصہ تک اس قرنطینہ مین رہنے کا موقع دیا جاتا تو وہ اُسے بہت خوشی سے منظور کر لیتے۔ اگرچہ فی الجملہ یہان بھی یہ قید لگی ہوئی تھی کہ تاردن کی چاردیواری کے باہر کوئی حاجی نہین جا سکتا تھا حتیٰ کہ دوسرے جہاز کے حجاج سے بھی ملاقات نہین ہو سکی۔ مگر یہ مقام ایسا صاف اور ستھرا اور ہوادار تھا کہ ہر شخص نے اُس کو

پسند کیا۔ یہ قرنطینہ ترکی عہد کی یادگار ہے اور جنگ کے زمانہ سے انگریزی قبضہ میں آگیا ہے۔ قرنطینہ کی بارکون سے کچھ فاصلہ پر انگریزوں کی مختصر فوج کا پڑاؤ ہے۔ اور اُسکے آگے تقریباً ایک میل پر عربوں کی بستی ہے جسکا انتظام ایک ہندوستانی مجسٹریٹ سے متعلق ہے۔ یہ صاحب شام کو ہمارے کیمپ میں بھی تشریف لائے اور اتفاق سے مجھے مل گئے تو دیر تک قرنطینہ کے انتظامات اور دیگر امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ صبح سویرے ہی سے لوگوں نے جہاز پر واپس جانے کی تیاری شروع کر دی۔ کچھ دیر میں معلوم ہوا کہ ڈاکٹری معائنہ ہوگا۔ چنانچہ مختلف بارکون کے لوگ بارکون سے باہر میدان میں جمع کر کے قطار در قطار بٹھائے گئے اور جب تک کل حجاج کا معائنہ نہ ہولیا کوئی اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پایا۔ گنتی اور معائنہ ختم ہوتے ہی سب لوگ اپنا اپنا سامان لیکر کنارہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں جو بڑی بڑی کشتیاں کھڑی ہوئی تھیں اُن پر سوار ہو کر تقریباً دس بجے تک جہاز پر واپس پہونچ گئے۔ کامران جانے کے لیے جہاز سے جسوقت حجاج کشتیوں پر سوار ہوئے تھے تو جہاز کے کرانی (کلرک) صاحب نے زینہ کے اوپر کھڑے ہو کر کل حاجیوں سے ٹکٹ لیے۔ اور اُس وقت پہلی دفعہ جہاز والوں کو معلوم ہوا کہ ۸ آدمی بے ٹکٹ کے سفر کر رہے ہیں۔ یہ سب مدراس کے رہنے والے نوجوان تھے جنھوں نے خدا معلوم کیسے بمبئی میں روانگی سے قبل جہاز کے اندر اپنے تئیں چھپا دیا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جہاز کے ملازمین میں سے کسی کی شرکت سے یہ کارروائی کی گئی۔ بہرحال جب حال کھلا تو جہاز کے عمال چکرائے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اپنی غفلت کو طشت از بام کرنا اُنھیں منظور نہ تھا۔ اس لیے اُنھوں نے ان لوگوں سے کچھ تعرض نہ کیا۔ جہاز پر بہت سے ایسے مساذ تھے جو اپنی غربت و مسکینی کا اظہار کر کے دوسرے حجاج سے کھانا اور خیرات حاصل کرتے تھے۔ یہ لوگ بھی اُنھیں میں شریک رہتے تھے اور کسی کو گمان بھی نہ ہوا کہ یہ بغیر ٹکٹ سوار ہوئے ہیں۔ حج کا فریضہ صرف اُنھیں لوگوں پر عائد ہوتا ہے جن کو خدا نے اتنی استطاعت دی ہو کہ وہ ضروری مصارف پورے کر سکیں۔ لیکن ہندوستان سے ہر سال کثیر تعداد میں ایسے لوگ بھی حج کے لیے ضرور جاتے ہیں جن کے پاس صرف جہاز کا کرایہ ہوتا ہے۔ اکثر لوگوں کو تو بمبئی اور کراچی کے صاحبان خیر ٹکٹ دلا دیتے ہیں اگر وہ اُن ذلتوں اور حقارتوں کا احساس کر سکتے جو اِن مساکین کی بدولت دنیا بھر کے مسلمان حجاج کی نظروں میں عموماً اور ارض حجاز کے باشندوں کی نگاہوں میں خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں کی ہوتی ہے اور ان دشواریوں کا اندازہ کر سکتے جو اُن کی واپسی کے انتظام میں درپیش آتی ہیں تو مجھے یقین ہے کہ یہ اصحاب

اِس تھوڑے سے ثواب کو حاصل کرنا ضروری نہ خیال فرماتے اور محض جانے کا ٹکٹ دلا کر اپنی ذمہ داری کو ختم نہو جانے دیتے۔

مین ان مفلس و نادار لوگون کو الزام نہین دے سکتا جو فرض نہونے کے باوجود اپنے مذہبی جوش اور مخلصانہ شوق سے مجبور ہوکر سفر حجاز کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے ہین۔ بلکہ حقیقتاً ان کی مذہبی دلدادگی نہایت درجہ قابل قدر ہی لیکن جن لوگون نے اِس سفر کو ایک قسم کی تجارت بنا لیا ہی اور جن کی تعداد کچھ کم نہین ہوتی وہ یقیناً حد درجہ قابل ملامت ہین، تاجران بمبئی و کراچی اور دوسرے مقامات کے جو صاحب خیر لوگون کو حج کرانے کا ثواب حاصل کرنا چاہتے ہین اُنھین چاہیے کہ آمد و رفت کے کرایے اور زاد راہ دیگر مصارف ضروریہ کی کفالت اپنے ذمہ لین تاکہ ان غریبون کو بھی ارض مقدسہ مین جاکر ہر قسم کی مصیبتون سے نجات ملے اور ہم مسلمانان ہند بھی تحقیر و رسوائی سے محفوظ رہین۔ مین اس مسئلہ پر اخبار مین علیحدہ لکھونگا مگر یہان بھی یہ عرض کیے بغیر نہین رہ سکتا کہ اس بارہ مین سب سے زیادہ علماے مذہب کو توجہ کرنا چاہیے۔

۶ رمئی کو جب جہاز کامران سے روانہ ہوا تو اکثر حجاج نے احرام باندھنا شروع کر دیے ہم لوگون نے اِس وقت تک انتظار کرنا مناسب سمجھا جب تک یلملم کی پہاڑی نہ آجائے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز اور دیگر مستند علماے ہندوستان کی ہدایات کا یہی منشا ہی۔ جہاز کے کپتان سے جاکر دریافت کرلیا تھا اور اُس نے کہا تھا کہ ۷ رمئی کو شام کے وقت یلملم کی پہاڑیان دکھائی دینے لگین گی اور اُسی وقت جہاز سیٹی دیگا۔ اسکی اطلاع اپنے ساتھیون اور دوسرے ملاقاتیون کو کر دی تھی اور وہ سب لوگ ظہر کے بعد سے سیٹی کے لیے ہمہ تن گوش بنے ہوے تھے مگر جب عصر کا وقت تنگ ہونے لگا اور سیٹی نہ بجی تو انتظار سے تنگ آکر پھر کپتان کے پاس دوڑا ہوا گیا۔ معلوم ہوا کہ صبح سے مخالف باد تند جو چل رہی ہی اسکے بدولت جہاز کی رفتار کم ہوگئی ہی اور اب نصف شب مین یلملم پہونچنے کی سیٹی دی جائیگی چنانچہ سب لوگون نے اطمینان سے مغرب کے بعد غسل سے فراغت حاصل کی۔ اور کپڑے اُتار کر احرام کی لنگیان باندھ لین۔ صرف سنّت الاحرام پڑھکر نیت کرلینا باقی رہ گیا چنانچہ ٹھیک گیارہ بجکے پچاس منٹ پر جہاز نے ایک طولانی سیٹی بجائی اور ہم لوگون نے سوتے سے اُٹھکر جلدی جلدی وضو کیا اور دو رکعت سنّت ادا کر کے احرام کی نیت کرلی۔

ایک دن قبل سے جو ہواے تند چل رہی تھی وہ شام ہوتے ہوتے بہت تیز ہوگئی تھی اور جہاز کو

بہت حرکت دے رہی تھی۔ رات کو تو اس کا اثر چندان نہین محسوس ہوا مگر ۸ رمئی کی صبح کو جہاز کی جنبش زیادہ ہوگئی تو ہر طرف لوگ متاثر ہونے لگے جس کو دیکھو دوران سر مین مبتلا اوڑھے لپٹے اچھے خاصے بیمار کی صورت بنا لیٹا ہے بعض لوگون کو متلی اور قے بھی ہو رہی تھی حتی کہ اکثر جہاز کے ملازمین بھی جو عموماً بحری سفر کے عادی ہوتے ہین پریشان نظر آتے تھے۔ چونکہ آج جہاز جدہ پہونچنے والا تھا اس لیے مین نے صبح ہی کو اُٹھ کر سامان درست کر لیا تھا صرف بستر نہین باندھا تھا۔ یہ دن ایسا تھا کہ منزل پر پہونچنے کی خوشی مین سارے جہاز پر چہل پہل ہونا چاہیے تھی۔ مگر جہاز کی جنبش کے باعث سب لوگ پڑ گئے تھے اس وجہ سے چہل پہل کی جگہ بالکل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ میری طبیعت بفضلہ اچھی رہی گو سر کسی قدر بھاری معلوم ہوتا تھا۔ بہرحال خدا خدا کر کے دوپہر کو ۱۲ بجے جہاز بندرگاہ جدہ مین لنگر انداز ہوا تو لوگون کے دم مین دم آئے۔ نمازی کمپنی بمبئی کا وہ جہاز جسپر جاوی حجاج سوار تھے اور جو کامران سے ہمارے جہاز کے بعد روانہ ہوا تھا ہمایون سے پیشتر بندرگاہ مین پہونچ گیا تھا اسلیے پہلے اُسی کے مسافر اُتار کر قرنطینے پہونچائے گئے۔ توقع تھی کہ شام تک ہم لوگ بھی جہاز سے اُتر جائینگے مگر معلوم ہوا کہ جدہ مین کشتیان زائد نہین ہین اس لیے صرف ایک جہاز کے مسافر اُتارے جائینگے اور ہمین ایک شب اور جہاز پر رہنا ہوگا۔ جن لوگون کی طبیعتین جہاز کی جنبش سے زیادہ خراب ہوئی تھی اُنھین تو خواہش سکون مین یہ تعطل چندان گراں نہین گذرا لیکن مجھے کافی افسوس ہوا۔ بہرحال رضینا بالقضا کہکر رات کو سو رہے۔ ابھی صبح نہوئی تھی کہ کسی نے بیدار کر دیا۔ آنکھ کھولکر دیکھا تو ایک شخص سر پر مسلط تھا۔ مین نے سفر بحری کے اثنا مین عربی کے ضروری اور کارآمد جملہ یاد کر لیے تھے مگر ان کے استعمال کا ابتک کوئی موقع نہین ملا تھا اس لیے مجھے قدرتاً اس شخص سے گفتگو کرنے مین قدرے دقت محسوس ہوئی۔ بہرحال وہ میری ٹوٹی پھوٹی عربی سے خواہ کچھ نہ سمجھا ہو مگر مین نے اُس کی گفتگو کا یہ مطلب سمجھ لیا کہ وہ کشتی والا ہے اور ہم لوگون کو اپنی کشتی پر سوار کرانا چاہتا ہے۔ چنانچہ مین نے اُس سے کہا کہ بعد نماز فجر ہم لوگ سوار ہو سکینگے۔ اُس نے اپنا نام محمدؐ بتا کر مجھسے کہا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جانا تو مجھے پکار لینا۔ اس قدر بات چیت ہو جانے کے بعد مین نے اپنے دوسرے ساتھیون کو جگایا۔ ہم سب لوگون نے ساتھ وضو کر کے اول وقت نماز فجر ادا کی۔ اور محمدؐ کو بلا کر سامان کشتی پر پہونچانا شروع کیا۔ چھوٹی چھوٹی چیزین ہم نے خود رکھدین اور وزنی اشیا محمدؐ نے اپنے ایک ساتھی کی معیت مین

اُٹھائین اور مین معہ اپنے پڑوسیون اور اُن کے ساتھیون کے کشتی پر سوار ہوگیا۔ ہم سب دس آدمی تھے یہ امر ہمکو جہاز ہی پر معلوم ہوچکا تھا کہ کشتی والے کو کرایہ ساحل پر پہونچکر اُس شرح سے دیا جائے گا جو حکومت کی طرف سے معین ہو۔ اور نیز اس امر کی بھی اطلاع ملگئی تھی کہ کشتی قرنطینہ مین ہم لوگون کو اُتار کر ہمارے سامان سمیت وہین کھڑی رہے گی۔ لہذا قرنطینہ مین ایک رات بسر کرنے کے لیے تقریباً اُسی قدر ضروری اشیا یہین سے علحدہ کرلی تھین جو کامران مین ساتھ گئی تھین۔ کشتی پر سوار ہوجانے کے بعد اب فکر ہوئی کہ کشتی جلد روانہ ہو تاکہ دھوپ کے تیز ہونے سے پہلے ہم لوگ قرنطینہ پہونچ جائین۔ مگر ہمارا کشتی بان دوسرے مسافرون کی فکر مین جہاز پر جاکر غائب ہوگیا تھا۔ انتظار سے تنگ آکر مین پھر اوپر گیا تو معلوم ہوا کہ ایک کشتی پر کم سے کم پچیس آدمی ہون تب کشتی روانہ ہوسکتی ہے۔ بہرحال کچھ مزید وقفہ گذرنے کے بعد محمد تقریباً ڈیڑھ درجن حاجیون کو لیکر آیا اور اُن کو سوار کرکے کشتی روانہ ہوئی۔

جدہ کا قرنطینہ دو مختصر جزیرون مین ہے جو شہر سے تقریباً چار اور پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہین۔ دور والے جزیرہ مین پہلے دن کے جادی حجاج اُتارے جاچکے تھے۔ اس لیے ہم لوگ قریب کے جزیرہ مین اُتارے گئے۔ کشتی کا سفر ایک گھنٹہ کے اندر طے ہوگیا۔ جزیرہ مین داخل ہوے تو وہان کوئی سرکاری سیزبان نہ نظر آیا۔ ایک ضعیف العمر شخص نے ہم لوگون کو پانی کے ٹکٹ دئے جسکی ظاہری صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس تکیہ کا مجاور ہے۔ آگے بڑھے تو متعدد شکستہ بارکین دکھائی دین جن کے گرد تارون کی بلند دیوارین تھین مگر امتداد زمانہ سے یہ تار زنگ آلود ہوکر بالکل کمزور ہوگئے اور جالیان جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھین۔ ہم سے پہلے جو کشتیان پہونچ گئی تھین اُن کے مسافر اتر چکے تھے اور اُنھین کی مدد اور رہنمائی سے ایک بارک پر ہم لوگون نے بھی قبضہ کیا۔ تھوڑی دیر مین اور لوگ بھی پہونچ گئے اور ساری بارکین بھر گئین۔ ہم لوگ چونکہ پہلے آئے تھے اس لیے ایک کونہ مین جہان تین طرف سے ہوا آتی تھی کافی جگہ پر ہمارا قبضہ ہوگیا تھا۔ اور اپنا سامان وغیرہ رکھکر پہلا کام جو مین نے کیا وہ یہ تھا کہ سارے قرنطینہ کا ایک چکر لگایا۔ جزیرہ اتنا چھوٹا ہے کہ شاید پندرہ منٹ کے اندر کل احاطہ اور تعمیرات کا سرسری ملاحظہ ہوگیا۔ کامران کی طرح یہان بھی ایک بھپارہ کی جگہ بنی ہوئی تھی مگر اس جگہ کی ظاہری حالت بتا رہی تھی کہ برسون سے یہان انسان کا گذر نہین ہوا۔ کل چار بارکین مسافرون کے قیام کے لیے تھین اور ہم لوگون کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ لہذا بارکون مین خوب ٹھاٹھس بھر چکنے کے بعد جو لوگ بچے اُن کو اپنے لیے خود جگہ پیدا کرنا پڑی۔ بارکون کے شمول مین

ایک کمرہ اسپتال کا تھا۔ جو بند پایا گیا اسکے سامنے کے برآمدہ اور پاس کے خالی کمرہ مین جو لاشین چیر نے کی جگہ تھی کچھ لوگون نے قبضہ کیا۔ کچھ بھیارہ گھر کے سامنے والے سقف برآمدہ مین ٹھہرے اور کچھ اشخاص خود بھیارہ گھر کی عمارت مین داخل ہوگئے۔ غرض جسکو جہان جگہ ملی اپنا اپنا بستر جادیا۔ ایک طرف ایک دوکان تھی۔ جو پہلے تو بند تھی مگر جب تھوڑی دیر بعد کھلی تو معلوم ہوا کہ روٹی کھجور۔ شکر۔ تمباکو۔ تربوز وغیرہ یہان نسبتاً گران قیمت پر مل سکتے ہین۔ اور پکے ہوے چاول اور گوشت اور مچھلی بھی ملتی تھی مگر ان کی صورت ہی دیکھ کر انسان کی بھوک بھاگ جاتی جو لوگ جنس ساتھ لائے تھے اُنھون نے تو خیر کھانا پکا لیا۔ باقی جو لوگ بے سروسامان تھے اُن کو اسی دوکان سے کام نکالنا پڑا۔ ہم لوگ اپنے ہمراہ ضروری اشیاء خوردنی لائے تھے تاہم کچھ روٹیان اور کھجور یہان بھی خرید کی۔ جہاز سے روانہ ہوتے وقت میرا احرام نجس ہوگیا تھا اس لیے کہ جہان کشتی کھڑی تھی وہین جہاز کی نالی کا پانی گر رہا تھا اور اسکی چھینٹون سے سارے کپڑے تر بتر ہوگئے تھے۔ مین نے اوڑھنے کی لنگی کو تو اُسی وقت سمندر مین دھوکر کشتی کے اندر سکھا لیا تھا مگر پھر بھی طہارت کی طرف سے اطمینان نہوا اس لیے جزیرہ مین پہونچکر باری باری دونون لنگیان پاک کین۔ یہان ہوا اور دُھوپ دونون کے درمیان سخت مقابلہ تھا۔ ہوا اس قدر تُند و تیز چلتی تھی کہ آدمی اُڑا جاتا تھا اور کسی دوسری جگہ ایسی ہوا چلے تو لوگ سردی کے مارے کانپ جائین مگر یہ جگہ شہنشاہ شمس کے دارالسلطنت (خط استوا) سے قریب ہے اس لیے ہوا کی کچھ نہ چلی اور تمازت سے ریت کے ذرات گرم لوہے کے مانند تپنے لگے۔ اور جب کبھی ہوا کے جھونکے سے ریت اُڑکر کسی شخص پر پڑجاتی تھی تو وہ بیتاب ہوجاتا تھا جو لوگ بارکون کے اندر تھے اُنھین تو خیر ہوا اور دُھوپ کی اس جنگ سے کوئی تکلیف نہین ہوئی مگر جو لوگ برآمدون مین پڑے ہوے تھے اُنھین کافی پریشانی ہوئی۔ خدا خدا کرکے دن گذرا اور شام ہوئی تو تپش آفتاب سے نجات ملی۔ رات کے لیے سارے کمپ کے وسط مین ایک گیس کی بتی تھی اور بارکون کے اندر ایک ایک لالٹین جس سے اگرچہ ساری بارک مین روشنی نہین پہونچتی تھی تاہم بہت کچھ سہارا رہا۔ شدت ہوا کے باعث رات ٹھنڈی تھی اس لیے بارکون کے اندر بھی کھڑکیان بند کرکے سونا پڑا۔ صبح کو نماز فجر سے فراغت پاتے ہی کشتیون کی طرف اپنا اپنا سامان لیکر حجاج دوڑے اور مسافرون کے بیٹھتے ہی کشتیان روانہ ہوگئین ہماری کشتی کسی قدر دیر مین چلی اس لیے کہ میان نظام دین صاحب کے ہمراہ مستورات تھین جن کو سوار کرانے مین تھوڑی احتیاط کرنا پڑتی تھی۔ لیکن ہمارا کشتیبان بہت ہوشیار تھا۔ ساحل کے قریب پہونچے تو ہم ان متعدد

کشتیون سے آگے تھے جو ہم سے پہلے روانہ ہوئین تھین۔ جدہ پہونچنے سے پہلے محمد نے ہم لوگون سے بخشش طلب کی تو ہر شخص نے خوشی خوشی اُس کو انعام دیا۔

جدہ کا بندرگاہ عام بندرگاہون کی طرح نہین ہی عموماً ہر جگہ ساحل کے کنارے سمندر کی گہرائی بہت کم ہوجاتی ہی لیکن بندرگاہ بنانے والے جہازون کو ساحل کے متصل لانے کی غرض سے کہ مسافرون اور مال کے اُتارنے چڑھانے مین بڑی آسانی ہوجائے۔ کنارون کی ریت کو ہٹا ہٹا کر اتنا عمیق کرلیتے ہین کہ اگر ہر وقت نہین تو کم سے کم جوار بھاٹا آنے کے وقت تو جہاز ساحل تک پہونچ سکے۔ جدہ کے ترکی حاکمون نے شاید اس سبب سے کہ حفاظت ساحل کے لیے اُن کے پاس کافی قوت موجود نہ تھی اس بندرگاہ کے کنارون کو عمیق کرنے کی ضرورت نہین سمجھی بلکہ صرف کشتیون کی آمد و رفت بھر کا ایک راستہ بنالیا ہی جسکی نشاندہی کے لیے جگہ جگہ ستون نصب ہین۔ چونکہ یہ راستہ بہت کشادہ نہین ہی اس وجہ سے اکثر اوقات کشتیان بھی ریت مین پھنس جاتی ہین۔ چنانچہ چند کشتیون کے سوا عموماً ہر کشتی ریت مین پھنستی تھی۔ اور بلیون کی مدد سے نکالی جاتی تھی۔ محمد کی ہوشیاری کی بدولت خود ہماری کشتی اس زحمت سے محفوظ رہی۔ ورنہ ساحل تک پہونچنے مین بہت دیر ہوجاتی۔ بہرحال اسی کو ۸ بجے کے قریب ہماری کشتی جدہ کے کنارہ پہونچ گئی الحمدللہ علی احسانہ منزل پر پہونچنے کے بعد ہر شخص چاہتا ہی کہ جلد سے جلد معہ سامان کے اُتر جائے۔ عورتون کی معیت کے باعث ہماری مختصر جماعت کو یہان بھی تعجیل مناسب نہین معلوم ہوئی۔ لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ سامان ابھی کشتی ہی پر رہے گا اور مسافرون کو اُترجانا چاہیے تو پھر دوسرون کے ساتھ ساتھ ہم لوگ بھی اُتر گئے۔ اور عمال حکومت نے ہر شخص سے عبرفی کس کے حساب سے کشتی کا کرایہ وصول کرکے ہمین اپنا سامان لینے کے واسطے محصول خانے کی طرف جانے کی ہدایت کی۔

ظفرالملک

انس بن مالک

متفق ہین بخاری و مسلم — کہ انسؓ تھے رسولؐ کے خادم
جان و دل سے تھے محوِ خدمتِ شاہ — تھے سفر مین حضر مین وہ ہمراہ
کی بسر عمر ظلِ حضرتؐ مین — رہے بارہ برس وہ خدمت مین
پر انسؓ کا یہ قول ہے سچا — سیّدِ پاک نے کبھی نہ کہا
اے انسؓ کام کیون کیا ایسا — کام کیون اس طرح نہ تو نے کیا
کارِ خدمت جو کچھ انسؓ نے کیا — سب وہ سرکار کو پسند آیا
کی برائے انسؓ ملطف و عطا — بہر اولاد و مال و عمر دعا
ایک سو تین[۱۳] انسؓ کے لڑکے تھے — ایک سو بیس[۱۲۰] سال زندہ رہے
اُن کے خرمون کے جتنے تھے اشجار — پھلتے تھے ایک سال مین دو بار
صحبتِ پاک پاک کرتی ہے — زندگی تابناک کرتی ہے
نہ پڑین شمس کی شعاعین گر — لعل ہو جائے کس طرح پتھر
بزمِ ساقی سے ہو جو بیگانہ — ہو نہ لبریز مے سے پیمانہ
جس سے حسنِ کمال ہو حاصل — دہر مین ہے وہ صحبتِ کامل
جس سے دونون جہان مین راحت ہے — کاملون کا وہ فیض صحبت ہے

اے جگر کاملون کی خدمت کر
صحبتِ نیک کا ہے نیک اثر

حکیم جگر صدیقی (مدینۃ الرسول)

خطاب

حکومتون کا اپنے متوسلین و منتسبین کو خلعت و انعامات کے علاوہ خطابات سے سرفراز کرنے کا دستور بہت پرانا ہی۔ یونانی خطاب دیتے تھے۔ رومی خطاب دیتے تھے۔ ہندو خطاب دیتے تھے مسلمانون مین تو عہد رسالت ہی مین صدیق عتیق۔ فاروق۔ ذوالنورین۔ اسداللہ۔ سیف اللہ۔ امین الامۃ۔ وابستگان دامن شفاعت کے لیے ذریعۂ افتخار دارین ہوگئے تھے۔ خلافت عباسیہ بوجہ اپنی جلالت قدر کے بڑے بڑے تاج داردن تک کو خطاب عطا فرماتی اور وہ تبرکاً سر آنکھون پر رکھتے تھے۔ محمود غزنوی کو اسکی فتوحات کی وجہ سے تاریخ چاہے اسکندر اعظم کا ہمسر ہی کہے مگر وہ اپنے عمامہ تفاخر مین یمین الدولہ کے طرے کو پایان عمر تک سرمایۂ نازش سمجھتا رہا۔ ہندوستان کی اسلامی سلطنتون مین بھی ابتدا ہی سے یہ طرز نوازش بہت عام تھا۔ سلطنت مغلیہ کے آخری زمانہ مین تو خطاب باری کا طوفان اس درجہ زوردن پر تھا کہ ایک ظریف رکن حکومت کے شوخ نگار قلم کو لکھنا پڑا "خانی در ہر خانہ ورائی در ہر بازار"

انگریز بھی اپنے ملک مین بہت پرانے خطاب بخش تھے مگر جب یہان آئے تو سوداگر کا روپ بھر کر آئے تھے اس لیے جب تک ترازو کی جگہ تاج نے نہ لے لی تقسیم خطابات کے لیے ہاتھ نہ اٹھ سکا۔ اگرچہ کلکتے کا گورنر جنرل ویزی خان مہابت جنگ کے مرتے ہی سلطنت کا گہوارہ بن گیا تھا مگر ہمین مطلق علم نہین کہ صاحبان عالی شان کمپنی بہادر نے اپنی ساری تجارتی زندگی مین یعنی ۱۸۵۸ء سے قبل کسی ایک ہندوستانی کو بھی اپنی طرف سے کوئی باضابطہ خطاب عطا کیا ہو۔[1]

---

[1] تاریخ کی نظر کاہ ورق گردانی کے بعد ایک مثال ملتی ہی اور وہ بھی اس کلیے کا مستثنےٰ ثابت نہین ہوتی۔ نواب مبارک علی خان ہمایون جاہ نے جو میر جعفر کے پوتے کے پوتے۔ مرشد آباد کے پنشن خوار۔ نواب۔ اور نظامت بنگالہ کی تربت کے مجاور تھے ۱۸۳۳ء مین اپنے ایک معتمد ڈبلو جینیری (W. Rinerey) کے ہاتھ ملکہ وکٹوریہ کے چچا شاہ ولیم چہارم (۱۸۳۰ء تا ۱۸۳۷ء) کی خدمت مین کچھ تحفے ہدایا بھیجے۔ جس کے بدلے مین شاہ ولیم نے نواب کو گرانڈ کراس آف دی رایل ہنوویرین گلفک آرڈر (Grand Cross of the Royal Hanouerian Guelphic order) کا خطاب و خلعت روانہ کیا۔ نواب صاحب بہادر خلعت پہن کر اور تمغہ لگا کر بہت کچھ محظوظ و مفتخر ہوے۔ دربار کیا۔ انعام اکرام دیا۔ مگر تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ تمغے کے جواہرات کلکتے کے بازارون مین بکتے پھرے۔

اوروں کو خطاب دینا تو بڑی بات ہی ۱۸۵۷ء سے پہلے تک انگریز جو میدان پلاسی جیت کر اپنے آپ کو ہندوستان کا مالک مطلق سمجھنے لگے تھے خود اپنی ذات کے لیے خطاب چاہتے تو اکبر اعظم کے بے اختیار پوتے کے مفلوج و مرتعش ہاتھ ہی کی طرف تکتے تھے۔ انگریزی تاریخین تو ایسی کوئی بات کیوں لکھنے لگی تھین جس سے اُن کا اپنا پہلو ذرا بھی دبتا نظر آئے۔ فارسی تاریخون سے پوچھو کہ کرنل ثابت جنگ بہادر کون تھے؟ یہ ہندوستان مین برطانوی قصر شاہنشہی کے معمار اول تھے جو لارڈ کلایو (Clive) ہونے سے پہلے ثابت جنگ بننا ہی اپنے لیے باعث عزت سمجھتے تھے۔ اور سنو۔ دلیر جنگ بہادر یہ کون تھے؟ یہ ایڈمیرل واٹسن تھے اور سنو۔ امیر الدولہ فتح جنگ بہادر یہ کون تھے؟ یہ کمپنی کی افواج کے کمانڈر ان چیف جنرل گاڈرڈ تھے۔ اور سنو۔ کرنل کیلیو (Calliaud) یہ کیا تھے؟ یہ کرنل سیف جنگ بہادر تھے۔ دو اور بھائی تھے جن کے ماں باپ نے تو ان کے نام محض ہنری اور جارج (دنسی ٹارٹ) رکھے تھے مگر ہندی فارسی کے قلمون کی زبانین پہلے کو شمس الدولہ نصیر الملک بہادر اور دوسرے کو ہوشیار جنگ بہادر کے نامون سے پکارتی تھین۔ جانتے ہو خود بدولت ناظم بنگالہ کس خطاب سے مخاطب تھے؟ عماد الدولہ جلادت جنگ وارن ہیسٹنگز بہادر جنرل لیک فاتح علی گڈھ و بھرت پور کا نام جن الفاظ کو مدتون اپنا سرتاج بنائے رہا وہ شاہ عالم کے بخشے ہوئے خطاب ہی کے اجزا تھے۔

یہی نہین بلکہ کمپنی بہادر کا ناظم اعلیٰ جب کبھی اپنے کسی متوسل کی عزت افزائی خطاب کی شکل مین چاہتا تو اُس کے دینے کی خواہش پیشن خوار شاہ عالم یا اطاعت شعار نواب ناظم ہی سے کی جاتی۔ مثلاً جب مرشد آباد کے جگت سیٹھ خوشحال چند کی جگہ اُس کا عزیز ہرک چند بٹھایا گیا تو جگت سیٹھ کا خطاب دربار دہلی ہی سے منگایا تھا یا مثلاً جب موجودہ مہاراجہ قاسم بازار سر مانند رچند رنندی کے مورث اعلیٰ کانتا بابو (کرشنا کانت نندی) کو نوازنے کی ضرورت ہوئی تو وارن ہیسٹنگز بہادر نے اُس کے بیٹے ترلوکی ناتھ کو مرشد آباد کے نواب ہی سے مہاراجہ بہادر کا خطاب دلوایا تھا۔

گورنمنٹ برطانیہ اب جو خطابات دیتی ہی وہ محض بہ جلدوے کارگذاری ہی نہین ہوتے بلکہ بہت سی صورتین ہین جنھین پیش نظر رکھ کر خطابی تقسیم عمل مین آتی ہی۔ اگر ہمین بدمزاقی کا الزام نہ دیا جاے تو اِن سب صورتون کے لیے کسی قدر تکلف و آورد سے کام لیکر ذیل کے عنوانات قائم کرین:-

صلۂ خدمت - ملازمین و متوسلین حکومت کی جا و بیجا جان فروشیون کی داد دہی۔

ثمرۂ لیاقت - صاحبان علم و فن کی ہمت افزائی و قدر فرمائی۔

طرّۂ ریاست۔ والیان حکومت و ریاست اور ارباب دولت کی علو مرتبت کا اظہار یا اُن کی مہمان نوازی و وفا شعاری کا اعتراف۔

ہدیۂ محبت۔ ممالک غیر کے بادشاہون، شاہزادون اور اعیان سلطنت سے تبادلۂ اخلاق۔

معاوضۂ اعانت۔ کسی غیر سلطنت یا ریاست کے کسی ایسے مدار علیہ یا رکن رکین کی تالیف و تدہین جسکے کسی فعل یا ترک فعل سے اُس سلطنت یا ریاست کے کاروبار مین نفع یا نقصان واقع ہوا یا ہوتا یا ہو سکتا ہو اور وہ نفع یا نقصان برطانوی مقبوضات یا برطانوی اغراض و مقاصد پر کوئی مفید یا مضر اثر ڈال چکا یا ڈالتا یا ڈال سکتا ہو۔ نیز ہر اُس غیر اور بے تعلق شخص کی عزت افزائی جو برطانوی اغراض و مقاصد کی حفاظت و اشاعت مین امداد و اعانت پر مجبور و مکلف نہ ہونے کے باوجود مدد دے چکا۔ یا دے رہا یا دے سکتا ہو۔

یہ تو سب کو معلوم ہی کہ سرکار جو خطابات عطا کرتی ہی اُن مین سب سے اونچا "سر" ہی لیکن یہ اصلیت شاید سب کو معلوم نہ ہو کہ "سر" اصل مین کوئی خطاب نہین بلکہ محض ذریعۂ اظہار اعزاز خطاب ہی۔ جو شخص اپنے نام سے پہلے "سر" لکھنے کا استحقاق رکھتا ہی ضرور ہی کہ وہ نائیٹ (یا بیرونٹ) کا خطاب رکھتا ہو اور جو شخص نائیٹ کا خطاب رکھتا ہی وہ یقیناً اپنے نام سے پہلے سر لکھنے کا استحقاق رکھتا ہی۔ چنانچہ سر سالار جنگ اعظم سے لیکر سر عمر حیات خان ٹوانہ تک جتنے سر ہین سب کے سب نائیٹ ہین۔

ایسی حالت مین ضرور ہوا کہ پہلے نائیٹ کی تشریح و تعریف کی جائے۔

نائیٹ (Knight)

مغربی فرون وسطےٰ کے دور تاریک مین جبکہ زور حق کا مُرادف سمجھا جاتا تھا۔ جبکہ جان و مال کی حفاظت نیروئے دست اور قوت بازو ہی کے سر تھی اور جبکہ کسی شخص کا زبردست ہونا ہی اس امر کا ثبوت تھا کہ اُسے کمزور کے جان و مال اور عزت و آبرو پر ہر قسم کا اختیار حاصل ہی یورپ مین بہادری کا ایک نظام تھا جسے شوالری (Chivalry) کہتے ہین۔

کوئی شخص جو جسم مین طاقت اور دل مین ہمت رکھتا تھا اپنی شجاعت کے جوہر اُس وقت تک نہین دکھا سکتا تھا جب تک وہ اس نظام کے ماتحت بہادرون کے زمرے مین شامل نہ ہو لے اور بہادرون کے زمرہ مین وہ صرف اُسی وقت شامل ہو سکتا تھا جب وہ باقاعدہ نائیٹ بنا لیا جائے[1] نائیٹ بنجانے کے بعد اُسے

[1] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا (مطبوعہ لندن ۱۹۰۶ء) جلد ۹ صفحہ ۲۱۳۔

اپنی زندگی جنگجوئی کے مصائب۔ نام آوری کی خواہش اور صنف نازک کی خدمت کے لیے وقف کرنی پڑتی تھی[۱]۔

نائیٹی[۲] کی رسم یورپ کی بربریت و بُت پرستی کی یادگار[۳] ہے جو مسیحیت کے غلبے کے بعد بھی بادنی التغیر قایم رہی۔ جو شخص نائیٹوں کے گروہ مین شامل ہونا چاہتا لازم تھا کہ وہ ایک معتد بہ زمانے تک کسی بڑے نائیٹ یا رئیس کی خدمت مین پہلے خادم کی حیثیت سے اور اُس کے بعد سلاح دار کے طور پر رہ چکا[۴] ہو۔ کم از کم اکیس سال کی عمر کے جوان کو نائیٹ بنایا جاتا تھا۔ خاص حالات مستثنیات مین تھے[۵]۔ مخصوص رسوم کی بجا آوری کے بعد اُس سے چند عہد لیے جاتے۔ اُس کے بعد کوئی پُرانا نامی نائیٹ اس کے ہاتھ مین تلوار دے کر کہتا "مین تجھے نائیٹ بناتا ہون۔ اپنے عہد پر قائم رہنا"۔ اُس وقت سے یہ نوساختہ نائیٹ سرفروشی و نبرد آزمائی اور پرستاری صنف نازک کے لیے کمربستہ رہتا۔

یورپ مین نائیٹی کی یہ حالت تھی کہ یکایک گیارھوین صدی کے آخر مین وہ زبردست طوفان اُٹھا جس کے تلاطم سے مغربی نظام رسمی و عملی کی کوئی عمارت دیر یا جلد خاویۃ علی عروشہا ہونے سے نہ بچ سکی۔ اِس زبردست طوفان کو جس نے مغرب کے پایانی تنور سے ابل کر سارے مشرق کو اپنی لپیٹ مین لے لیا تاریخ جس نام سے یاد کرتی ہے وہ ہے "حروب صلیبیہ"[۶]۔ جب حروب صلیبیہ کے ہیجان عظیم نے

---

[۱] نیو پاپولر انسائیکلو پیڈیا (مطبوعہ لندن ۱۹۰۶ء) جلد ۳ ص ۳۱۹

[۲] جس طرح ڈاکٹر سے ڈاکٹری اسسٹنٹ سے اسسٹنٹی۔ اور مجسٹریٹ سے مجسٹریٹی بنا لیے گئے ہین اسی طرح ہم نے نائیٹ سے نائیٹی بنا لیا تو قابل معافی ہین۔

[۳] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ۔ مطبوعہ دلگداز پریس صفحہ ۴۸ و ۴۹

[۴] نیو پاپولر انسائیکلو پیڈیا جلد ۹ صفحہ ۲۱۳ و جلد ۳ صفحہ ۳۲۰

[۵] نیو پاپولر انسائیکلو پیڈیا جلد ۳ صفحہ ۳۲۰

[۶] وہ مذہبی لڑائیان جو مغرب کی تثلیث پرست اقوام نے بیت المقدس کو مسلمانون کے قبضے سے نکالنے کے لیے گیارھوین صدی عیسوی کے عشرۂ آخر سے لیکر تیرھوین صدی کے عشرۂ ثامن تک لڑین ان لڑائیون کو صلیبی (کروسیڈ) اس لیے کہتے ہین کہ جتنے سورما مقدس جھنڈے کے تلے جمع ہو کر مسلمانون سے لڑنے جاتے وہ پوپ کے حکم سے صلیب کا نقشہ اپنے سینون پر لگاتے تھے۔ "اقوام یورپ کو یہ دیکھ کر صدمہ ہوتا تھا کہ ارض مقدس جہان خدا کے بیٹے نے (عیاذاً باللہ) نشو و نما پائی۔ تبلیغ مذہب کی اور بالآخر شہادت حاصل کی۔ جہان نیکو کار زایر اپنے نجات دہندے کی قبر پر اپنا دکھ درد کہنے اور برکت پانے جاتے ہین وہ پلید مسلمانون کے نجس ہاتھون مین ہے" بطرس راہب نے ۱۰۹۳ء مین زیارت سے پلٹ کر زایرین کے مصائب پوپ اربن ثانی کے

پاپائے اعظم کی معصوم زبان سے جہاد کا اعلان کرایا اور مسلمان دشمنان دین کے ناپاک ہاتھوں سے پاک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) سامنے اس آب و رنگ سے بیان کیے کہ تقدس مآب کی سوکھی آنکھوں میں پانی آگیا چنانچہ پاپائے موصوف نے مارچ ۱۰۹۵ء میں شہر پیاسنزا واقع اٹلی میں ایک مجلس منعقد کی جس میں حضرت مسیح کا پیام جو بطرس راہب کے معرفت حصول ہوا تھا عیسائی دنیا کو سنایا۔ پھر نومبر ۱۰۹۵ء میں بمقام کلیرمانٹ واقع فرانس ایک دوسرا اجتماع عظیم ہوا جسمیں پوپ صاحب کی برق ریز اور صاعقہ بار تقریر سننے کے بعد مسیحیت نے یک زبان ہوکر فیصلہ کیا کہ ارض مقدس اور روضۂ مبارک کو بیدینوں سے چھڑانے کے لیے جو لڑائی کی جائے وہ عین خدا کی مرضی کے مطابق ہے" اس طرح ۴۹۰ھ مطابق ۱۰۹۶ء میں وہ آگ بھڑک اٹھی جس کے شعلے تین صدی تک تیز بہ اعتقادوں کے خرمن امن و عافیت کو خاک سیاہ کرتے رہے۔ ذیل میں صلیبی لڑائیوں کی ایک مختصر سی فہرست درج کی جاتی ہے:-

نمبر شمار	ابتدا	انتہا	پوپ جسکے حکم سے لڑائی ہوئی	ائمۃ الکفر	حکام اسلام فعلۃ تقاتل فی سبیل اللہ	اسباب و نتائج
پہلی لڑائی	۱۰۹۶ء مطابق ۴۹۰ھ	۱۰۹۹ء مطابق ۴۹۲ھ	اربن ثانی و پاشل ثانی	گاڈفرے آف بویلون (جسے مغربین عرب کندفرے کہتے ہین)، الڈوین برادر گاڈفرے (جسے عرب بغدوین بردوین یا بردویل کہتے ہین) بوہیمانڈ (جسے عرب بیندیا بموند کہتے ہین) ٹینکرڈ (جسے عرب طنکری کہتے ہین)، ہیوآف ورمانڈوا برادر فلپ شاہ فرانس۔ رابرٹ آف فلانڈرس۔ رابرٹ آف نارمنڈی برادر ولیم ثانی شاہ انگلستان ریمنڈ آف ٹولوس وغیرہ وغیرہ بقول سید امیر علی یہ سات لاکھ انسانون کا سیلاب عظیم تھا جو مغرب سے مشرق پر ٹوٹ پڑا اور بے خبر اور باہم آویز مسلمانون کو بہالے گیا	سلجوقی سلطان داؤد قتلمش ارسلان	صلیبیون نے انطاکیہ، ایڈیسہ (رہا) عکہ اور آخر کار بیت المقدس مسلمانون سے چھین کر یروشلیم میں ایک عیسائی سلطنت قائم کرلی۔ ان لڑائیون میں صلیبیون کی بہیمیت بلکہ مسیحیت کے حالات پڑھ پڑھ کر جی چاہے عیسائیت کی پیشانی پر شرم کا پسینہ نہ آئے مگر انسانیت کے جسم پر تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہین۔ بداخلاقی۔ بداعمالی بے ایمانی اور غارتگری و قتل کی بدترین شکلین تو ہر وقت صلیبی لشکر مین عام تھین انطاکیہ اور معرۃ النعمان کی لڑائیون مین مردار صلیبی لشکر مین سربازار بکتا اور انسانی گوشت ہر چولھے پر پکتا تھا اُس مقدس شہر مین جہان مسیحی خداوند مصلوب ہوا گلی کوچون مین اسلامی خون کی ندیان بہگئین بلکہ خود اس متبرک ہیکل مین جسے سلیمان نے بنایا اور جسمین آسمانی بادشاہت کے شہزادے نے دربار عام

سرزمین کو نکالنے کے لیے لڑائی کرنا ایک مقدس فرض مذہبی قرار دیا تو مسیحی کلیسیا نے منجملہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸)

						کرکے دنیا کو امن و نجات کی دعوت دی ستر ہزار سے اوپر مسلمان مسجد اقصیٰ کے صحن مین بہ یک وقت ذبح کیے گئے جو صلیبی سوار مسجد کے جلو خانے تک گئے اُن کے گھوڑے گھٹنوں گھٹنوں تک اسلامی خون کے دریا مین غرق تھے
دوسری لڑائی	۱۱۴۶ء مطابق ۵۴۱ھ	۱۱۴۹ء مطابق ۵۴۴ھ	یوجینس ثالث	کنراڈ ثالث شہنشاہ جرمنی و لوئی سابع شاہ فرانس ۹ لاکھ سے اوپر فوج لیکر مشرق کو آئے۔ لوئی شاہ فرانس کے ساتھ اُسکی مشہور ملکہ ایلینا بھی تھی جسکی مسافحت و اتخاذ خاندان کے حالات مولانا شرر لکھنوی سے پوچھو	عماد الدین اتابک زنگی ابن آق سنقر کے سپوت و زنگی کے بیٹے سیف الدین غازی اور نور الدین محمود (جنھیں پرانے یورپی مورخین سفاڈینوس اور نوراڈینوس لکھتے ہین)	عماد الدین اتابک زنگی نے ۱۱۴۴ء مین ایڈیسہ (رہا) عیسائیون سے فتح کرکے محافظ فوج وہان چھوڑی ۱۱۴۶ء مین جب اتابک کی شہادت پر اُس کا فرزند رشید نور الدین محمود تخت طلب پر جلوہ آرا ہوا تو ایڈیسہ کے عیسائی باشندون نے اسلامی محافظ فوج اور شہر کے مسلمانون کو شہید کردیا نور الدین نے شہر کو پھر فتح کیا اس پر یورپ سے یہ طوفان آیا مگر خاسر و خایب واپس گیا۔
تیسری لڑائی	۱۱۸۷ء مطابق ۵۸۳ھ	۱۱۹۲ء مطابق ۵۸۸ھ	گریگوری ثامن و کلیمنٹ ثالث و سلطانس ثالث	فریڈرک اول بار بروسا (سرخ ریش) شہنشاہ جرمنی فلپ آگسٹس شاہ فرانس اور رچرڈ اول شاہ انگلستان بذات خاص فوجین لے کر آئے۔ کاونٹ ہنری (جسے مورخین عرب کنڈھی لکھتے ہین) اور اُسی کے پائے کے بہت سے امرائے عظام بھی ساتھ آئے۔	سلطان صلاح الدین یوسف ایوبی رح	۱۱۸۷ء مین حضرت سلطان صلاح الدین یوسف ایوبی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بیت المقدس کو پھر فتح کرلیا اس خبر نے پرستاران صلیب مین ہلچل ڈالدی اور تین جلیل القدر بادشاہ بے اختیار فوج لیکر آئے۔ مگر یہ تثلیث بھی بیت المقدس کو سلطان فاتح کے ہاتھ سے نہ لے سکی اور پانچ سال کی جان فروشی و جان ستانی کا نتیجہ کچھ نہوا فریڈرک پہلے ہی ڈوب مرا تھا

اور طاقتون کے اِس فرقے کی طاقت سے بھی کام لیا۔ صلیبی لڑائیون ہی نے نائٹی مین ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸)

						فلپ کچھ عرصے کے بعد گھر واپس گیا۔ رچرڈ دونون سے زیادہ دنیع داری نباہ ہے گیا مگر تا بکے آخر صلح کرلی جسکے رو سے صور عکہ اور یافہ صلیبیون کے اس باقی کل شہر جنمین عیسائیون کے مقامات مقدسہ تھے مسلمانون کے قبضے مین رہے۔
چوتھی لڑائی	۱۱۹۶ء مطابق ۵۹۲ھ	۱۱۹۸ء مطابق ۵۹۵ھ	سلطان ثالث و انوسنٹ ثالث	تیسری صلیبی لڑائی کا بچا کھچا لشکر جو مشرق مین موجود تھا۔	سیف الدین ابو بکر ملک العادل برادر سلطان مرحوم	صلح سلطان صلاح الدین سے صلح ہوچکی تھی مگر ان کی وفات کی بسر ہفتے ہی عیسائیون نے اپنی عادت کے مطابق عہد توڑ دیا اور بیروت پر قبضہ کرلیا۔ مگر ملک العادل برادر سلطان مرحوم نے یا فہ و بیروت چھین لیے۔ آخر صلح ہوگئی اور صلیبی پلٹ گئے۔
پانچوین لڑائی	۱۲۰۲ء مطابق ۵۹۹ھ	۱۲۰۴ء مطابق ۶۰۱ھ	انوسنٹ ثالث	مارکوئس آف مانٹ فیرٹ (جسے عرب مرکیس لکھتے ہین) بالڈوین کاؤنٹ آف فلانڈرس (جسے عرب کند افلند لکھتے ہین) گاڈفرے آف ولھارڈون حاکمان آسٹریا وینس شامپین وغیرہ		صلیبی بمقام وینس جمع ہوے مگر بجاے اِسکے کہ سیدھے ارض مقدس آئین قسطنطنیہ کو (جس پر ہنوز عیسائی بادشاہ قابض تھا) فتح اور تباہ کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔
چھٹی لڑائی	۱۲۱۶ء مطابق ۶۱۳ھ	۱۲۲۱ء مطابق ۶۱۸ھ	ہنوریس ثالث	شاہ ہنگری۔ ڈیوک آف آسٹریا ڈیوک آف بویریا۔ اور جرمنی کے دوسرے چھوٹے بڑے شاہزادے ڈھائی لاکھ فوج لیکر آے۔	سیف الدین ملک العادل ابو بکر کی وفات کے بعد اسکے بیٹے کامل اور معظم اور اشرف۔	شام کے ساحلی مقامات تباہ کرکے بعد مصر پہونچے اور دمیاط کا محاصرہ کیا۔ مسلمانون نے نیل کے پھاٹک کھول دیے صلیبی سیلاب مین گھر گئے اور صلح کرکے جلد واپس گئے۔

مذہبی شان پیدا کردی[1]۔ چنانچہ اعلان جہاد کے بعد نائٹی مسیحیت کا ایک رکن قرار پائی اور عہد ظلمت کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹)

ساتوین لڑائی	۱۲۲۸ء مطابق ۶۲۶ھ	۱۲۲۹ء مطابق ۶۲۷ھ	گری گوری تاسع	فریڈرک ثانی (جسے ابوالفدا نے فردریک لکھا ہے) شہنشاہ (جسے عرب مورخین ابرور یا امبرور لکھتے ہیں جو ایمپرر کا معرب ہے) جرمنی (جسے عرب المان لکھتے ہیں)	ملک الکامل	بجائے شمشیر سے کام لینے کے اس نے زبان سے کام لیا اور ناصر الدین ملک الکامل (سلطان صلاح الدین کے بھتیجے) کی کمزوری اور بدعقلی سے فائدہ اُٹھا کر ایک معاہدہ صلح کی رُو سے بیت المقدس لے لیا۔
آٹھوین لڑائی	۱۲۳۹ء مطابق ۶۳۷ھ	۱۲۴۰ء مطابق ۶۳۸ھ	گری گوری تاسع	لوئی شاہ فرانس خود نہ آسکا اپنی طرف سے امرائے فرانس بھیج دیے جن میں ممتاز امرا کے نام یہ ہیں:- اموری کاونٹ آف مانٹ فیراٹ- ڈیوک آف برگنڈی ہیوبالڈ شاہ نوار	ملک الناصر داؤد بن معظم	صلیبی مکہ میں پہونچے وہاں سے یا فا آئے اور قصد کیا کہ غزہ تک حملہ کریں گے۔
نوین لڑائی	۱۲۴۸ء مطابق ۶۴۶ھ	۱۲۵۴ء مطابق ۶۵۲ھ	انوسنٹ رابع والگرنڈر رابع	لوئی تاسع (سینٹ لوئی) شاہ فرانس (جسے مورخین عرب ایدا فرنس لکھتے ہیں)		سینٹ لوئی نے مصر کو جو انحطاط بغداد کے بعد مسلمانوں کا مرکز امید تھا تباہ و برباد کرنے کی غرض سے دمیاط پر چڑھائی کی اور فتح بھی کرلیا مگر شکست کھا کر بھاگا۔
دسوین لڑائی	۱۲۷۰ء مطابق ۶۶۹ھ	۱۲۷۲ء مطابق ۶۷۱ھ	گری گوری عاشر	لوئی تاسع (سینٹ لوئی) شاہ فرانس- چارلس آف انجو شاہ صقلیہ آئے۔ جب لوئی مرگیا تو انگلستان کا شہزادہ ایڈورڈ جو آگے چلکر شاہ ایڈورڈ اول بادشاہ انگلستان (۱۲۷۲ تا ۱۳۰۷ء) ہوا شریک ہونے آیا مگر جلد واپس گیا۔		یہ لشکر سلطان ٹیونس کو عیسائی کرنے کے لیے آیا تھا مگر بہت سے پرانے عیسائیوں کو خاک میں ملا کر پلٹ گیا۔

یہ تھیں وہ مذہبی لڑائیاں جو اسلام کو "مذہب شمشیر" کا طعنہ دینے والی قوموں نے محض اس غرض سے لڑیں کہ امن کے شاہزادے کی اُس قربان گاہ کو جس پر وہ گنہگاروں کے گناہوں کا کفارہ دینے کی خاطر مصلوب ہوا تھا مسلمانوں کے قبضے سے نکالیں۔ جہاں تک تاریخ پر ہماری نظر تھی ہمیں یہی علم تھا کہ صلیب کی چھوٹی بڑی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱ پر دیکھیے)

[1] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۳ صفحہ ۳۲۰ و ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ ٹی آئی ارچر و سی ایل کنگسفورڈ مطبوعہ شام اودھ پریس صفحہ ۱۹۹۔

پرانے مراسم و مواثیق مین حسب موقع تبدیل و ترمیم کے بعد کلیسا کے زیر عاطفت نابٹ بنائے جانے لگے جن کا رتبہ اولیاے مذہب کے مساوی تسلیم کیا گیا[1]۔ نایٹی کا امیدوار روزہ رکھتا غسل کرتا اور مقدایان مذہب کے روبرو اپنے گناہون کا اقرار کرتا[2]۔ وہ اُن الفاظ کا بھی اعادہ کرتا جو بپتسمہ دیتے وقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰) لڑائیون کی تعداد اسی قدر ہی اور یہی خیال تھا کہ یہ سب لڑائیان تیرھوین صدی عیسوی کی تیرہ تار قبر مین دفن ہوچکین اور اب اس تہذیب کے زمانے مین مذہب کی خاطر تلوار اُٹھانا ناقابل معافی جرم سمجھا جاتا ہی مگر جرمنی اول اور ایڈورڈ اول کی دانست کے منتظم یعنی برطانیہ عظمیٰ کے وزیر اعظم مسٹر لائڈ جارج ہمین یقین دلاتے رہے کہ ان لڑائیون کے شمار مین بقدر ایک کے اضافہ ہوا ہی اور آخری لڑائی وہ ہی جو جنرل ایلنبی کی تلوار سے ۱۰ دسمبر ۱۹۱۷ء کو بیت المقدس فتح ہوجانے پر ختم ہوئی۔ مسٹر لائڈ جارج ایک طرف تو خود عیسائی ہونے کی وجہ سے صلیبی سودا ذہن کی یادگار ہین دوسری طرف وہ اس سلطنت کی زبان و دماغ تھے جو سب سے زیادہ مسلمان گردنون کو اپنے رقبۂ انقیاد مین رکھنے کی غیر موجہ وجہ سے "بزرگ ترین مسلم سلطنت" کہلاتی ہی۔ ان حالات مین اُن سے زیادہ کون معتبر اور طرفین کا واقف حال ہوسکتا ہی ہم خود تو بھولے بھالے اور سیدھے سادھے تھے ایسے کہ

خود اُٹھا لاتے تھے جو تیر خطا ہوتا تھا

مگر اس معتبر اور واقف حال رکن سلطنت کے سمجھانے سے کیون نہ سمجھین اور یقین دلانے سے کیون نہ یقین کرین کہ بیسوین صدی کی سب سے بڑی لڑائی جو برطانیہ۔ فرانس۔ اٹلی۔ امریکہ۔ یونان و بلجیم وغیرہ کی متفقہ عیسائیت نے خلافت اسلامی کے وارثان جایز ترکان آل عثمان سے لڑی صلیبی ہی تھی۔ اس یقین کے بعد کیا یہ یقین بے بنیاد ہوگا کہ صلیب پرستاران فرنگ نے اِس لڑائی سے پہلے بھی جس جس بھیس اور جس جس دیس مین مسلمانون سے معرکہ آرائی کی ہی وہ بھی صلیب ہی کی معرکہ آرائی تھی چاہے وہ معرکہ آرائی

اسکندریہ مین ہو یا الجزائر مین
بوشہر مین ہو یا بلقان مین
پلاسی مین ہو یا پلونا مین
تل الکبیر مین ہو یا تھسلی مین
طرابلس مین ہو یا طرابلس مین
غزنین مین ہو یا غرناطہ مین
قندھار مین ہو یا قرطبہ مین
کابل مین ہو یا کریمیا مین
اور　　میسور مین ہو یا مراکش مین

---

[1] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ۔ مطبوعہ دلگداز پریس صفحہ ۴۸ و ۴۹

[2] نیو انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا جلد ۳ صفحہ ۳۲۰

کیے جاتے ہین[۵۱]۔ پھر اُس سے طرح طرح کے عہد لیے جاتے[۵۲]۔ اُس کے بعد نایٹ بنانے والے پادری اُس کے دینی باپ کی تلوار اُس کے ہاتھ مین دے کر خدا، حضرت مریم۔ اور سینٹ میکائیل یا سینٹ جارج کے نام پر اُسے نائٹ کا خطاب دیتے[۵۳]۔ نایٹ بناتے وقت تلوار کے پھل کے چپٹے حصے سے امیدوار کی گردن چھوکر یہ الفاظ کہے جاتے ہین خدا اور سینٹ میکائیل (یا باپ۔ بیٹے۔ اور روح القدس) کے نام پر تجھے نایٹ بناتا ہون۔ وفادار رہ۔ بہادر رہ اور خوش نصیب رہ[۵۴]"

جو محبت نایٹ کو حضرت مریم سے ہوتی وہ متبرک سمجھی جاتی اور اُس کی شان اُس اطاعت مین نظر آتی جسے وہ ..... خاصتہً اُس نازنین کے مقابلے مین ظاہر کرتا جو اُس کے دل کی مالک ہوتی۔ ..... نایٹ غیر شخص کی منکوحہ پر بھی عاشق ہوسکتا تھا۔ اس مین کوئی مضایقہ نہ تھا[۵۵]۔

اگر افسانے کو تاریخی مواد مین شامل سمجھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیون کے نزدیک نایٹ کا عہدہ کسی بے دین (مسلمان) کو حاصل نہین ہوسکتا تھا۔ ایسے شخص کو یہ رتبہ عطا کرنا ایسا تھا جیسا کسی مزبلے کی عفونت کو حریر و دیبا مین لپیٹنا[۵۶]۔

حروب صلیبیہ کے زمانہ مین نایٹی کے جو تین زبردست اور قابل اعتنا جنگجو طبقے قایم ہوئے جنھون نے ایک طرف تو مسلمانون کی خون ریزی کرکے دینی برکت اور دوسری طرف فتوحات نقدی وارضی پاکر دنیوی ثروت حاصل کی اُن کے نام یہ ہین :-

۱۔ نایٹس ہاسپٹلرس۔ Knights Hospitalers
۲۔ نایٹس ٹمپلرس Knights Templars
۳۔ ٹیوٹانک نایٹس Teutonic Knights

---

۵۱ ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ۔ مطبوعہ دلگداز پریس صفحہ ۴۸ و ۴۹
۵۲ نیو پاپولر انسائکلوپیڈیا جلد ۳ صفحہ ۳۲۰۔
۵۳ ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ۔ مطبوعہ دلگداز پریس صفحہ ۵۰۔ یہ سینٹ میکائیل اور سینٹ جارج وہی ہین جن کے نام پر خطابی کے مخصوص طبقے قائم ہوے جن کے حالات آگے چلکر پڑھوگے۔
۵۴ نیو پاپولر انسائکلوپیڈیا جلد ۳ صفحہ ۳۲۰
۵۵ ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ۔ مطبوعہ دلگداز پریس لکھنؤ صفحہ ۵۰۔
۵۶ ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ آرچرڈ کنگسفورڈ مطبوعہ شام اودھ پریس لکھنؤ صفحہ ۱۹۹

ہرایک کا تھوڑا تھوڑا حال سنو۔

Knights Hospitalers
نائیٹس ہاسپٹلرس

یہ ایک نہایت مشہور مذہبی فوجی طبقہ تھا جسے نائیٹس آف سینٹ جان، ہاسپٹلرس آف سینٹ جان، نائیٹس آف روڈس اور نائیٹس آف مالٹا بھی کہتے تھے۔ عربی تاریخوں میں فرقہ استباریہ اسی طبقہ کا نام ہے۔

شہر ایفلی واقع اٹلی کے چند تاجروں نے ظاہراً عزاز دین اللہ ابو ہاشم علی بن حاکم خلیفہ مصر کی اجازت سے تقریباً ۱۰۲۳ء میں غریب اور علیل عیسائی زائروں کی خدمت کیلیے بیت المقدس میں یوحنا اصطباغی کے نام پر ایک ہسپتال اور ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی جب حربِ صلیبیہ کا طوفان بپا ہوا تو مریضوں اور ضعیفوں کی خدمت کرتے ہی کرتے یہ مراض راہب دفعتہً جنگجو سپاہی ہوگئے اور جہاں ہاتھ پڑا وہاں قطعات ملک پر قبضہ کر بیٹھے۔ یہانتک کہ ۱۱۵۱ء میں انھوں نے ایک زبردست فوجی طبقے کی صورت اختیار کرلی اب خدمت خلق کے علاوہ انکا بڑا فرض "بیدینوں" کے مقابلے میں کلیسا کی حمایت قرار پایا۔ یہ طبقہ پونے دو سو برس تک مسلمانوں کے مقابلے میں صف آرا رہا۔ جب سلطان سبیل ملک الاشرف ابن منصور قلاؤن نے عکہ کو (جو سو برس سے عیسائیوں کے قبضے میں تھا) ۱۲۹۱ء میں فتح کرکے لاطینی سلطنت کے گھنڈر کی اینٹیں تک نکال پھینکیں تو یہ طبقہ عکہ سے نکل کر پہلے جزیرۂ قبرس پر اور وہاں سے بھی نکالے جانے پر ۱۳۰۹ء میں روڈس پر قبضہ کرکے تقریباً دو سو برس تک وہاں جما رہا۔ جب عثمانی سلطان سلیمان ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۵۲۲ء میں اسے روڈس سے بھی نکالا تو عرصے تک اٹلی و فرانس کے بہت سے مقامات کی خاک چھاننے کے بعد چارلس پنجم شہنشاہ جرمنی و شاہ فرانس (۱۵۱۹ء تا ۱۵۵۶ء) نے اسے ۱۵۳۰ء میں تین جزیرے مالٹا، گوزو اور کاسینو اس شرط پر دیے کہ وہ ہمیشہ "بیدینوں" سے برسرپیکار رہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اس طبقے نے اپنی مدت حیات تک اس شرط کو اپنے مقدور بھر پورا کیا اور اٹھارھویں صدی عیسوی کے وسط تک ترکوں سے برابر دست و گریبان رہا۔

اب یہ طبقہ دوسرے عالم میں اپنے بانیوں کی مہمانی سے بہرہ اندوز ہو رہا ہے۔ اس عالم میں اس کے نام لیوا آرڈر آف سینٹ جان آف جیروسلم اور سینٹ جانس ایمبولنس ایسوسی ایشن رہ گئے ہیں۔ آخرالذکر کی فہرست اراکین میں بہت سے اہل ہند کا نام اور اس کے صندوق خزانہ میں "بیدینوں" کا روپیہ ہے۔

اس طبقے میں تین درجے یعنے نائیٹ (مسلح سپاہی) ائمہ مذہب (پادری) اور خدام (بیمارداں اور زائروں کے خدمتی) ہوتے تھے۔ سردار اعلیٰ کا لقب گرانڈ ماسٹر تھا۔ مذہبی امور کا نظم و نسق ایک مجلس کے ہاتھ میں تھا جسے چیپٹر کہتے تھے۔ گرانڈ ماسٹر اس چیپٹر کا صدر ہوتا تھا۔ اس طبقے کے نائیٹ سیاہ لمبا چوغہ پہنتے اور سینے پر طلائی ہشت گوشہ مالٹائی صلیب لگاتے تھے۔ گرانڈ ماسٹر کے ماتحت ایک عہدہ نائیٹ کمانڈر بھی ہوتا تھا۔

---

۱ اسپتار ہسپتال کا معرب ہے جن مقامات میں عربی بولی جاتی ہے وہاں آج بھی ہسپتال کو اسبتار یا اسبتال ہی کہتے ہیں۔ ۲ مصر کا ساتواں فاطمی خلیفہ جس نے ۴۸۷ھ مطابق ۱۰۹۴ء سے ۵۲۶ھ مطابق ۱۱۳۱ء تک حکومت کی ۳ ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ آرچرو کنگسفورڈ مطبوعہ شام اوودھ پریس لکھنؤ ص ۱۲۲ ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ یہ پورا انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۰ صفحہ ۶۰۲ ۵ ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ آرچرو کنگسفورڈ مطبوعہ شام اودھ پریس لکھنؤ ص ۱۲۳ خطابی ناٹیٹوں کے تقرر پر اب بھی گرانڈ ماسٹر ہوتا ہے اور تقریباً ہر مجلسی طبقہ کو اب بھی چیپٹر ہی کہتے ہیں اور بعض طبقوں میں اب بھی نائیٹ کمانڈر ہوتے ہیں۔ نائیٹوں کے اکثر طبقوں میں اب بھی چوغہ داخل خلعت ہے اور ہشت گوشہ مالٹائی صلیبیں اب بھی تمغوں میں داخل ہیں جیسا کہ آگے پڑھوگے۔

Knights Templars
نائیٹس ٹمپلرس

برگنڈی کے ایک سورما ہیوڈی پین نے جو بارھویں صدی کے اوائل مین زیارت بیت المقدس کو آیا تھا[۱]۔ جب دیکھا کہ ہاسپٹلرز بیٹ تیماردارون کے مرنجان مرنج لباس کی جگہ فوجی وردی پہنکر خادم سے مخدوم اور مملوک سے مالک ہوگئے تو اُس کے دہن آزمین پانی بھر آیا اور اپنے آٹھ رفیق نائیٹون کی مدد سے اُس نے ۱۱۱۸ء[۲] ہی مین اس طبقے کی بنیاد ڈالی۔ بالڈوِن ثانی شاہ یورشلم[۳] نے خاص شہر مقدس

---

[۱] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ آرچر وکنگسفورڈ۔ مطبوعہ شام اودھ پریس لکھنؤ صفحہ ۱۲۲

[۲] نیو اپولرانسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ صفحہ ۶۲

[۳] فتح فاروقی کے بعد بیت المقدس پر صلیبی قبضے کا منظر دیکھنے کا اتفاق آج بیسوین صدی ہی کو نہین ہوا ہو بلکہ اس سے پہلے بھی مسیحی بارھوین اور تیرھوین صدیان یہی خواب پریشان دیکھ چکی ہین۔ غیر مسلم پرچم کو کنیسۂ صہیون کے منارۃ الفتح پر اُڑتے ابھی کے دن گذرے ہین۔ اس سے پہلے بھی تو صلیبی جھنڈا ایک دفعہ کو بیچۂ مور یا پر پورے نوے برس اور دوسری مرتبہ کو بیچۂ زیتون پر دس برس لہرا کر اتر چکا ہے۔ تم پڑھ چکے ہو کہ صلیبی لڑائیان ۱۰۹۶ء مین شروع ہوئین۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خلافت عباسیہ کے قوی مضمحل ہو چکے تھے۔ بغداد کے تخت پر ایک شاہزادہ سالہ بچہ برائے نام بیٹھا تھا۔ شام و عراق مین سلاجقہ سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ مصر مین بھی فاطمیین کی حکومت مین گھن لگ چکا تھا اور اُن مین اور ترکان سلجوق مین اختلاف مذہب کی ہیزم کشی نے عداوت کی وہ آگ جلا رکھی تھی جسکے شعلے آسمان تک جاتے تھے۔ ادھر یہ حالت اور اُدھر مسیحیون کا تازہ اتفاق اور تازہ ترجوش۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیت المقدس جسپر دو تین سال قبل مصر کی محض برائے نام حکومت ہوگئی تھی (دیکھو سید امیر علی صفحہ ۳۲۷ نوٹ اور مختصر الاول ابن العبری صفحہ ۳۴۲ نوٹ) ۲۳ شعبان ۴۹۳ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۰۹۹ء کو صلیبیون کے قبضے مین آگیا اور وہان ایک مسیحی حکومت "یورشلم کی لاطینی بادشاہی" کے نام سے قائم ہوی جو نوے سال تک رہی۔ اس نئے تخت پر چھوٹے بڑے نو عیسائی بادشاہ بیٹھے جن کی فہرست درج ذیل ہے:-

۱- گاڈفرے آف بوئیلون (جسے عربی مؤرخ کندفرے لکھتے ہین)	۱۰۹۹ء تا ۱۱۰۰ء
۲- بالڈوین اول (جسے عرب بغدوین۔ بردوین یا بردویل لکھتے ہین)	۱۱۰۰ء تا ۱۱۱۸ء
۳- بالڈوین ثانی	۱۱۱۸ء تا ۱۱۳۱ء
۴- فلک آف انجو	۱۱۳۱ء تا ۱۱۴۳ء
۵- بالڈوین ثالث	۱۱۴۳ء تا ۱۱۶۳ء
۶- اماری (جسے مورخین عرب المری لکھتے ہین)	۱۱۶۳ء تا ۱۱۷۳ء
۷- بالڈوین رابع (مجذوم)	۱۱۷۳ء تا ۱۱۸۳ء
۸- بالڈوین خامس (طفل پنجسالہ)	۱۱۸۳ء تا ۱۱۸۶ء

مین میکل سلیمانی سے شرقی جانب خانقاہ کے لیے زمین عنایت کی۔[۵۱] اس طبقے والون نے مسجد اقصیٰ کو اپنا گرجا قرار دیا۔[۵۲] اسی وجہ سے انھین ٹمپلرس (اہل معبد) کہنے لگے۔ عرب مورخین اسی طبقے کو فرقہ داویہ کہتے ہین۔

ابتدا ہی سے جنگجوئی اور ملک گیری اس طبقے کا مطمح نظر اور "بے دین" مسلمانون کے مقابلے مین مذہب مقدس اور مقبرۂ مبارک کی حفاظت وصیانت مقصد حیات تھا۔ چنانچہ عرصۂ دراز تک ہر جگہ مسلمانون کے مقابل صف آرا رہا۔ ۱۲۹۱ء مین جب ہاسپٹلرس کی طرح یہ بھی سرزمین قدس سے نکالا گیا تو جزیرہ قبرس ہی مین آیا۔ اس طبقے کی طاقت و دولت اور نخوت و رعونت یورپی طاقتون کی نظر مین شروع ہی سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳)

۹- ملکۂ سبیلا بہ شرکت گے ڈی لوسگنان شوہر خود ۱۱۸۶ء تا ۱۱۸۷ء

حضرت سلطان صلاح الدین یوسف ایوبی رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ عنہ نے ۲۸ رجب ۵۸۳ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۱۸۷ء کو بیت المقدس فتح کرکے اس لاطینی نادشاہت کا استیصال کردیا۔ تھین یاد ہو کہ مسیحیون نے ۴۹۳ھ مین شعبان کے مہینے مین بیت المقدس مسلمانون سے چھینا تھا جمعے کا دن تھا کہ انھون نے مسجد اقصیٰ کو گرجا بنا کر اس کے گنبد پر صلیب چڑھائی۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ شعبان ہی کے مہینے مین (۵۸۳ھ) جمعے کے دن مسجد اقصیٰ کے گنبد پر سے صلیب اتاری گئی اور سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے جمعے کی نماز مسجد اقصیٰ مین ادا کی۔ قاضی دمشق امام محی الدین بن زکی نے ایک نہایت پرجوش اور وجد آور خطبہ پڑھا۔ اس وقعہ بیت المقدس مسلمانون کے قبضے مین ۹۰ سال تک رہا۔ تا آنکہ ۶۲۷ھ مطابق ۱۲۲۹ء مین فریڈرک ثانی شہنشاہ جرمنی نے ناصر الدین ملک الکامل (برادر زادہ سلطان مرحوم ومغفور) سے ایک صلحنامہ کے رُو سے یورشلم بیت اللحم اور ناصرہ مع اور چند شہرون کے لے لیے۔ دس سال عیسائی اس صلحنامہ سے فائدہ اُٹھانے پائے تھے کہ ۶۳۷ھ مطابق ۱۲۳۹ء مین ملک الکامل کے بھتیجے ملک الناصر نے پھر یورشلم کو مع کل ازدست رفتہ شہرون کے واپس لے لیا۔ اُس وقت سے کل سرزمین قدس چھ سو بیاسی برس تک مسلمانون کے قبضے مین رہی یہان تک کہ باغی شریف مکہ نے ۲۱ رجون ۱۹۱۶ء کو مکہ معظمہ پر اپنا قبضہ کرکے آزادی عرب کا اعلان کیا اور اس طرح عربون کی غداری نے صلیبیون کے لیے فتح بیت المقدس کا راستہ صاف کردیا۔ ۲۹ رجون ۱۹۱۷ء کو جنرل ایلنبی نے محاذ بیت المقدس کی کمان اپنے ہاتھ مین لی اور جنوب سے بڑھکر ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو بیر شبع پہونچ گیا۔ نومبر کے مہینے مین ساحلی مقامات غزہ اور عسقلان اور یافہ لے کر ۱۷ دسمبر ۱۹۱۷ء کو خبرون۔ ۸ دسمبر کو بیت اللحم اور ۹ دسمبر کو یورشلم کے پھاٹک پر آپہونچا اور ۱۰ دسمبر ۱۹۱۷ء کو شہر مین داخل ہوا۔

---

۵۱ نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۴ ص ۶۲

۵۲ ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مطبوعہ دلگداز پریس لکھنؤ ص ۹۵

کھٹکتی تھی، چنانچہ یوروپی طاقتون ہی کے ہاتھون چودھوین صدی کے آغاز مین اس کا قلع قمع ہوگیا[1]۔
اِس مین بھی تین درجے نایٹ۔ مصاحب اور خدام تھے۔ بعد مین پادری بھی شامل کیے گئے۔
اس کے سردار اعلیٰ کا لقب بھی گرانڈ ماسٹر ہی تھا جو بوجہ تقدس طبقہ بادشاہ ملک کا ہمسر سمجھا جاتا تھا، اور باعتبار رجلال وجبروت یورپ کے بڑے سے بڑے تاجدار کو خاطر مین نہ لاتا تھا[2]۔
نایٹ سفید چوغہ پہنتے اور رُخ ہشت گوشہ مالٹائی صلیب قلب پر لگاتے تھے[3]۔

ٹیوٹانک نائیٹس Teutonic Knights

فریڈرک ڈیوک آف سوابیا۔ فریڈرک اول باربروسہ شہنشاہ جرمنی کا بیٹا تھا جو باپ کے ساتھ تیسری صلیبی لڑائی مین شریک ہوکر مشرق مین آیا جب جون ۱۱۹۰ء مین فریڈرک باربروسہ مرا تو یہ باپ کی جگہ جرمن لشکر کا سردار مقرر ہوا اور ۱۰ اکتوبر ۱۱۹۰ء کو زمرۂ محاصرین مین شریک ہونے کے لیے عکہ پہونچا[4]۔ دوران محاصرہ مین اُس نے ہاسپٹلرس اور ٹمپلرس کی دیکھا دیکھی مرنے سے تین مہینے پہلے اکتوبر ۱۱۹۰ء مین اِس طبقہ کی بنیاد ڈالی جس کے اراکین صرف اپنے اہل وطن ہی مقرر کیے۔
ظاہر ہے کہ طبقے کا مقصد ومنشا وہی تھا جو صرف ہاسپٹلرس اور ٹمپلرس کا بلکہ ہر صلیبی بہادر کا تھا یعنی بیدینون کے مقابلے مین مذہب کلیسا کی حفاظت وصیانت[5]۔ اِس مقدس مقصد کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اس طبقے نے دولت وحکومت مین بڑی ترقی کی[6]۔ پہلے اِس کا صدر مقام بھی عکہ ہی تھا جب ۱۲۹۱ء مین اور طبقون کی طرح یہ بھی ارض مقدس سے نکالا گیا تو پہلے وینس مین اور وہان سے ۱۳۰۹ء مین میرین برگ مین آیا۔
یہین پندرھوین صدی کے آغاز مین بدر ہوا اور یہین محاق شروع ہوکر آخر مین پھر بحال ہوگیا۔ پولینڈ سے لڑائی ہونے کے بعد مشرقی پروشیا طبقے کے ہاتھ سے نکل کر گرانڈ ماسٹر کی ذاتی ملکیت ہوگیا۔ آخر مین یہ طبقہ اپنے سابقہ جاہ وجلال کا محض لفافہ ہی لفافہ رہ گیا تھا۔ نپولین نے اس لفافے کو بھی بھاڑ کر پُرزے ہوا مین اُڑا دیے۔ اب آسٹریا کے ایک نواب زادے کو برائے نام اس طبقے کا سردار لکھا جاتا ہے[7]۔

---

[1] و [2] و [3] نیو اپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ ص ۶۲
[4] نیو اپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۴ صفحہ ۲۰۴
[5] نیو اپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ صفحہ ۴۷
[6] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ آرچر وکنگسفورڈ مطبوعہ شام اودھ پریس لکھنؤ ص ۱۲۹۔
[7] نیو اپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ ص ۴۷

اس طبقے مین بھی نایٹ (مسلح سپاہی) اللہ مذہب (پادری) اور خدام (بیمارون اور زائرون کے خدمتی) تھے بلکہ ایک درجہ اخوان[۵۱] کا زیادہ تھا۔ سردار اعلیٰ کا لقب بھی گرانڈ ماسٹر ہی تھا[۵۲]

نایٹون کا لباس سیاہ تھا جسپر وہ سفید چوغہ پہنتے اور نقرئی کناروں والی سیاہ صلیب لگاتے تھے[۵۳]۔

یہ نایٹون کے وہ ممتاز طبقے تھے جو اُس زمانہ مین جبکہ مذہبی آندھیان زور و شور سے چل رہی تھین مذہبی آسمان کے نیچے اور مذہبی زمین کے اوپر قائم ہوے۔ یہین اُنھون نے "بیدینون" سے جدال و قتال جاری رکھکر اپنا مقصد آفرینش پورا کیا۔ یہین وہ دولت و حکومت حاصل کی جسکے باعث آگے چلکر محسود اقران و اماثل ہوے۔ جب یوروپ کے تاجدار اُنھین ارض مقدس مین پھلتا پھولتا دیکھکر اپنے اپنے ملک کو سدھارے تو انہی کے نمونون پر اُنھون نے اپنے یہان بھی نایٹون کے طبقے جاری کیے۔ مگر وہان کا زمین و آسمان ہی اور تھا۔ وہان "بے دین" کہان تھے جن سے سرگرم جنگ رہکر اُنکی گرمی بازار ہوتی۔ اِسکے علاوہ حکومت کو کب منظور تھا کہ ایک مستقل اور جداگانہ خود سر اور جنگجو فوج بناکر آستین مین سانپ پالے۔ لہذا بجاے اِسکے کہ یہ طبقے بدمزاج۔ کھوردے۔ جنگجو اور مذہب کے دلدادہ سپاہیون پر مشتمل ہوتے جنکا کام سر دینا اور سر لینا ہوتا۔ خوش مزاج چکنے چپڑے صلح پسند اور سوسائٹی کے ظریفہ رئیسون سے مرکب ہوے جن کا کام دل دینا اور دل لینا تھا۔ صلیبی نایٹ اپنی دلبری سے میدان رزم کو گرماتے تھے۔ خطابی نایٹ اپنی دلبری سے مجلس بزم کو گرمانے لگے۔ باقی ہر اعتبار سے یہ نایٹ اپنے پیش رؤون کی عکسی تصویر تھے یعنی وہی چوغہ وہی صلیب وہی گرانڈ ماسٹر وہی کمانڈر وہی مصاحبی۔ پہلی نایٹی کا محرک مذہب تھا اب اُسکی جگہ فیشن ہوا۔ پہلے انتقام تھا اب اقتدار ہوا۔ یون سمجھو کہ صلیبی نایٹی ایک گرجا تھی جسکے نقشے اور نمونے پر یورپ نے اپنے اپنے ڈرائنگ روم کی بناڈالی اور جب وہ گرجا ٹوٹا تو اُسی کے ملبے اور عملے سے ڈرائنگ روم کی عمارت مکمل کی اور اُسی کے فرنیچر اور سامان آرائش سے اُسے سجایا۔ چنانچہ نگاہ تعمق فوراً بتادے گی کہ وہی گرجا کی متبرک تصویرین ہین جو دیوارون پر لٹکتی ہین وہی

---

۵۱ ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ آرچر و کنگسفورڈ مطبوعہ شام اودھ پریس لکھنؤ ص ۱۲۹

۵۲ و ۵۳ نیو پاپولر انسائکلوپیڈیا جلد ۴ صفحہ ۴۰

صلیبین ہین جو گوشون مین کھڑی ہین وہی قربان گاہ کی شمعین۔ وہی مالائین۔ وہی متبرک پانی اور عشاے ربانی کے پیالے ہین۔ جو کانس پر چنے ہوے ہین۔

دولت برطانیہ نے خطابی نایٹی کے جو طبقے وقتاً فوقتاً قائم کرکے صلیبی زمانہ کی یاد تازہ کی انکی تعداد جہانتک ہمین معلوم ہو دس ہے۔ ان مین سے دو تو بہت قدیم انگلستانی طبقے ہین۔ ایک اسکاٹلینڈ کے شمول کے بعد اُسکی خاطر سے اور ایک آئرلینڈ کے الحاق کے بعد اُس کی خاطر سے بڑھایا گیا ہے ہندوستان بڑا خوش نصیب ہے کہ اُسکے ساتھ سلطنت کو جو دوہری محبت ہے اُس کا اظہار دو طبقون کی شکل مین ہوا ہے۔ اہل ہند کو شکر گذار رہونا چاہیے کہ کھانے کو چاہے روٹی ملی یا نہ ملی مگر پہننے کو تو ایک چھوڑ دو دو چوغے ملے باقی چار طبقے تمام ممالک محروسہ زیر قلمرو برطانیہ و نیز ممالک خارجیہ کے لیے عام ہین۔

ہم نے جو یہ کہا ہے کہ ہندوستان کے نام سے دو طبقے قایم کیے گئے ہین اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ محض اہل ہند کے لیے مخصوص ہین اور ہندوستانیون یا اُن انگریز حکام کے سوا جو ہندوستان مین ملازم و موجود ہین اور کوئی شخص ان مین شامل ہی نہین ہو سکتا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ہر وہ یوروپی جس نے ملازمت تجارت۔ سیاحت یا اور کسی خفیہ یا علانیہ غرض سے ہندوستان مین قدم رنجہ کیا ہو یا ولایت ہی مین اسے ہندوستان سے کوئی مادی یا ذہنی۔ واقعی یا خیالی قریب یا بعید تعلق ہو یا رہ چکا ہو اور نیز ہر وہ ایشیائی جس نے کالے کو سون گھر بیٹھے اپنے آپ کو زیر عنوان "معاوضۂ اعانت" مستحق خطاب ثابت کیا ہو ان دونون طبقون کا رکن بنایا جاتا ہے چنانچہ خدیو مصر سلاطین زنجبار و مسقط و عمان و لاہج و جوہور۔ شاہزادہ سلطان مسعود مرزا یمین الدولہ ظل السلطان ایران۔ ہز اکسلنسی حسین قلی خان مختار الدولہ ایران ہز مجسٹی شہنشاہ کوریا۔ اور اس قسم کے بہت سے مغربی و مشرقی جن کے نتھنون مین کبھی ہندوستان کی ہوا اور جن کے دماغ مین کبھی ہندوستان کے دھندلے سے خیال کا بھی گذر نہین ہوا اور نہ ہوگا وہ ستارۂ ہند اور کشور ہند کے نایٹ گرانڈ کمانڈر اور نایٹ کمانڈر بن چکے ہین۔

یہ بھی سن لو کہ ان دس طبقون مین سے نو پورے ہین اور ایک ادھورا۔ نو بھرے ہین اور ایک خالی! تفصیل سب کی آگے آتی ہے۔

The Most Noble Order of the Garter شریف ترین طبقۂ گارٹر

انگلستانی نایٹی کا طبقہ ہے۔ اس کی اصلیت کے متعلق دو قصے مشہور ہین۔ ایک یہ کہ رچرڈ اول

شاہ انگلستان (۱۱۸۹ء تا ۱۱۹۹ء) نے جو اہل انگلستان کی طرف سے تیسری صلیبی لڑائی مین گیا تھا محاصرہ عکہ مین اپنے سردارون کے گھٹنون پر چمڑے کے تسمے بندھوا دیے تھے۔ تاکہ ممالک غیر کے محاصرین سے تمیز کیے جاسکین[1]۔ اس طبقہ کی بنیاد انھین مسلم نواز صلیبیون کی یاد تازہ کرنے کو ڈالی گئی ہی۔

دوسرا قصہ (جس سے طبقے کے عجیب نشان خصوصی اور عجیب ترین سجع کی لم صاف سمجھ مین آجاتی ہی) یہ ہی کہ ایڈورڈ سوم شاہ انگلستان (۱۳۲۷ء تا ۱۳۷۷ء) کے عہد مین ایک رات کسی جلسے مین ایک امیر کبیر کی زوجۂ محترمہ (کاؤنٹس آف سالسبری) ناچ رہی تھین کہ ان کا موزہ بند پنڈلی سے کھل پڑا۔ بادشاہ نے فرط تعلق سے وہ موزہ بند اپنے ہاتھ سے اٹھا کر خاتون کے ساق سیمین پر باندھ دیا۔ موزہ بند اٹھاتے وقت بادشاہ کی ہمہ بین آنکھ نے دیکھ لیا تھا کہ رشک و رقابت کی آگ بادشاہ بیگم کے چہرے پر نفرت و حقارت کی چنگاریان اڑا رہی ہی۔ لہذا موزہ بند باندھتے وقت بادشاہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے:

"اسے جو برا سمجھے اس کا برا ہو"[2]

چنانچہ سرگرم رقص خاتون کا وہی موزہ بند آج تک طبقے کا نشان خصوصی اور خدمتگذار حسن بادشاہ کے الفاظ اس کا سجع ہین۔ مورخین کا اتفاق ہی کہ اس کا قیام بہ حیثیت طبقہ شولری (نائیٹی) ۱۳۴۸ء مین ہوا۔ اب یہ طبقہ تثلیث مقدس حضرت مریم سینٹ ایڈورڈ۔ اور سینٹ جارج کے مربع حصار حمایت مین چین کرتا ہی۔ سینٹ جارج[3] جو انگلستان کے محافظ دلی اور صلیبیون کے مربی خاص ہین (جنکے نام پر ہاؤس بنائے جاتے تھے) اس طبقے کے حامی و سرپرست ہین اسی لیے جہان اس کا نام آرڈر آف دی گارٹر (طبقہ موزہ بند

---

[1] و [2] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۶ صفحہ ۹۴

[3] یہ بزرگ شہر لڈا کے رہنے والے تھے جو یافہ کے قریب ہی۔ رومی شہنشاہ ڈیوکلیشن (۲۸۴ء تا ۳۰۵ء) کے زمانے مین مارے گئے۔ ۹۹۴ء مین پوپ گلاشیس نے انھین رومی کلیسا کے ولیون مین شامل کرلیا۔ ان کی وفات سے تقریباً سات سو برس بعد صلیبی لڑائیان شروع ہوئین ان لڑائیون مین ان کی روح نے صلیبی بہادرون کو مسلمانون کے خلاف بہت کچھ مدد دی چنانچہ پہلی لڑائی مین کبھی وہ انطاکیہ کے میدان مین صلیبی بہادرون کے جوش کو ابھارتی پھرتی تھی (دیکھو حروب صلیبیہ مطبوعہ دلگداز پریس لکھنؤ صفحہ ۷۳) کبھی یورشلیم مین کوہ زیتون پر محافظان روضہ مسیح کا دل بڑھاتی تھی (دیکھو حروب صلیبیہ مطبوعہ دلگداز پریس صفحہ ۷۹) اسی بنا پر صلیبیون نے انھین اپنا مربی خاص قرار دیا اور یورپ واپس جاکر ان کی باقاعدہ پرستش رائج کردی (دیکھو نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۶ صفحہ ۱۷۳) انگلستان نے بھی اس صلیبی امداد کی وجہ سے انھین اپنے ملک کا محافظ دلی قرار دیا ہر طبقہ گارٹر اور طبقہ سینٹ مبکائیل و سینٹ جارج انھی کے نام پر رائج ہوا ہی۔

ہو وہان آرڈر آف سینٹ جارج (طبقۂ اولی جارج) بھی ہو۔

ممالک غیر کے بادشاہ اور شہزادے ہمیشہ اسی طبقہ مین نایٹ بنائے جاتے ہین۔ اس مین صرف ایک ہی درجہ ہوتا ہو۔ شامل ہونے والے کو نایٹ آف دی آرڈر آف دی گارٹر کا خطاب ملتا ہو جسکا مخفف کے جی[1] (K.G.) ہو اگرچہ خطابی قاعدے کے مطابق خطاب یافتہ کے نام سے پہلے سر اور بعد مین کے جی لکھا جانا چاہیے لیکن اس طبقے مین شامل ہونے والے یا تو ہز مجسٹی فلان یا ہز رایل ہائی ڈیوک یا ہز رایل ہائی ڈیوس یا مارکوئیس یا ارل یا وای کاونٹ یا بیرن فلان فلان ہوتے ہین۔ اس لیے اُنھین اس چھوٹے سے "سر" کی پروا نہین ہوتی۔

طبقے کا خلعت حسب ذیل[2] ہو:-

۱- گلوبند۔ طلائی زنجیر جسمین چھبیس کڑیان ہوتی ہین۔ ہر کڑی کے بعد یکے بعد دیگرے موزہ بند اور عقدِ محبت کے شکل کی۔ موزہ بند کے شکل کی ہر کڑی پر سبع منقوش۔ درمیانی کڑی مین تمغہ لٹکتا ہو۔

۲- تمغہ۔ طلائی قرص۔ بیچ مین سینٹ جارج کی تصویر جسمین جواہرات جڑے ہوئے۔

۳- ستارہ۔ ہشت گوشہ یعنی دوہری صلیب سے مرکب۔ وسط مین سینٹ جارج کی خصوصی سُرخ صلیب۔ دور پر موزہ بند کی شکل جسمین سبع منقوش۔ ٹھیک قلب کے اوپر لٹکایا جاتا ہو۔

۴- چوغہ۔ گہرے نیلے مخمل کا جاروب کش دامنون والا۔ جسکے سینے پر بائین جانب یعنی ٹھیک قلب کے اوپر ستارہ مع سینٹ جارج کی صلیب کے کڑھا ہوتا ہو۔

۵- موزہ بند۔ نیلگون فیتے کا جسکا حاشیہ سُنہرا اور متن مین سبع منقوش ہوتا ہو۔ دونون سرون پر طلائی بکسوے بیچ مین طلائی آویزہ۔ بائین پنڈلی پر گھٹنے کے نیچے باندھا جاتا ہو۔

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہو۔ عہدہ دار ہمیشہ معتقدایان مذہب عیسوی ہی ہوتے ہین مثلاً :-

---

[1] ہمارے ایک انگریزی دان صوفی دوست نے اعتراض کیا کہ نایٹ کا پہلا حرف تو نون ہونا چاہیے یہ کاف کیون ہو۔ ہم نے سمجھایا کہ پہلا حرف کاف ہی ہو جو کتابت مین آتا ہو مگر تلفظ مین خاموش ہو۔ اس پر وہ اپنے انداز خاص مین نیم باز آنکھون سے ہماری طرف دیکھ کر مسکرا کر اور سر ہلا کر فرمانے لگے "پالیا ہو۔ پالیا ہو۔ جانا کہان ہو یہ کاف بھی صوفی ہو کہ ہو تو موجود مگر معدوم ہو"

[2] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۲

Prelate	ونچسٹر کا بشپ مستقل پریلیٹ
Chancellor	اکسفورڈ کا بشپ مستقل چانسلر
Registrar	ونڈسر کا ڈین مستقل رجسٹرار[1]

The Most Honourable Order of the Bath معزز ترین طبقۂ باتھ

یہ بھی انگلستانی نائیٹی ہی کا طبقہ ہے۔ باتھ انگریزی مین غسل کو کہتے ہین۔ نائٹ بنتے وقت جو رسمین ادا کرنی پڑتی تھین چونکہ اُن مین ایک خاص رسم غسل کی بھی ہوتی تھی لہذا اس طبقے کے نائیٹون کو نائیٹس آف دی باتھ (بہادران غسل) کے نام سے موسوم کیا گیا[2]۔

یہ طبقہ ۱۳۹۹ء مین قایم ہوا۔ اس لیے کہ ہنری چہارم شاہ انگلستان (۱۳۹۹ء تا ۱۴۱۳ء) نے اپنی تاجپوشی کے دن چھیالیس اُمرا کو نائیٹ بنا کر اس طبقے مین شامل کیا تھا جب سے شاہان انگلستان اپنی تاجپوشی۔ شہزادون کی ولادت وازدواج اور ایسی ہی تقریبون پر امرا و معززین کو اس مین شامل کیا کرتے ہین[3]۔

خطاب:-

درجۂ اول۔ نائیٹ گرانڈ کراس[4] آف دی آرڈر آف دی باتھ جسکا مخفف جی سی بی (G.C.B.) ہے نام سے پہلے "سر" اور بعد مین جی۔ سی۔ بی (G.C.B.) لکھا جاتا ہے۔

درجۂ دوم۔ نائیٹ کمانڈر[5] آف دی آرڈر آف دی باتھ جسکا مخفف کے۔ سی۔ بی۔ (K.C.B.) ہے نام سے پہلے "سر" اور بعد مین کے۔ سی۔ بی (K.C.B.) لکھا جاتا ہے۔

---

[1] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۲

[2] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۲۔ جب اس طبقے کی بنیاد پڑی ہے تو عیسائیون کو طہارت وصفائی سے قطعاً بیگانگی تھی۔ وہ برسون تک غسل نہین کرتے تھے اور مہینون تک منھ ہاتھ نہین دھوتے تھے۔ سینٹ برنارڈ ٹمپلرس کے محامد گناتے ہوے لکھتا ہے "وہ کتر منھ ہاتھ دھوتے ہین۔ کنگھی نہ کرنے سے اُن کے بال چکٹے اور گرد وغبار سے خاک مین اٹے رہتے ہین" یہی وجہ تھی کہ غسل کو اس قدر متہم بالشان رسم سمجھا گیا۔

[3] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ ص ۶۷۰

[4] نائیٹ گرانڈ کراس یعنی صلیب اعظم کا بہادر

[5] کمانڈر کا عہدہ ہاسپٹلرس مین بھی ہوتا تھا دیکھو ص ۴۳

درجہ سوم۔ کمپینین[1] آف دی آرڈر آف دی باتھ جس کا مخفف سی۔ بی (C.B) ہی چونکہ خطاب یافتہ نائٹ نہین ہوتا اِس لیے صرف نام کے بعد سی۔ بی (C.B) لکھا جاتا ہی۔

خلعت :۔

۱۔ گلوبند۔ طلائی زنجیر جسمین سترہ کڑیان ہوتی ہین۔ نو کڑیان تاج انگلستان کی اور باقی آٹھ گلاب[2] اور تھسل[3] اور شیراک[4] کی شکل کی۔ درمیانی کڑی مین تمغہ لٹکتا ہی۔

۲۔ تمغہ۔ طلائی مالٹائی ہشت گوشہ صلیب۔ ایک تاج اوپر اور دو اِدھر اُدھر صلیب کے گوشون مین چار شیر سیج (جو مذہب تثلیث کا سہ آتشہ مقطر ہی) ثلاثہ واحد مین شامل ہین[5]۔

۳۔ ستارہ۔ جس کے وسط مین مالٹائی صلیب اور تین انگلستانی تاج ہین۔ سینے پر لٹکایا جاتا ہی۔

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہی۔ اسکے ماتحت گرانڈ ماسٹر[6] ہوتا ہی۔ آج کل اِس طبقے کے گرانڈ ماسٹر ڈیوک آف کناٹ ہین۔ اِس طبقے کا گرجا جہان رسم نائیٹی ادا ہوتی ہی کلیسائے ہنری ہفتم واقع ویسٹ منسٹر ایبی (لندن) ہی اور ویسٹ منسٹر کا ڈین ہی طبقے کا ڈین بھی ہی[7]۔

The Most Ancient Order of the Thistle

قدیم ترین طبقہ تھسل

اسکاٹ لینڈ کی نائیٹی کا طبقہ ہی۔ بعض محققین کی رائے ہی کہ اخایوس شاہ اسکاٹ لینڈ نے جو سوین صدی کے وسط مین حاکم تھا تھسلسٹن شاہ انگلستان (۹۲۵ء تا ۹۴۰ء) پر فتح پانے کے دن سے اگلی رات آسمان پر ایک چمکتی صلیب دیکھی جو ہو بہو ویسی تھی جس پر سینٹ اینڈریو مصلوب ہوے تھے، یہ طبقہ اسی واقعے کی یادگار مین قایم ہوا ہی مگر اصل یہ ہی کہ ۱۶۸۷ء سے قبل اس کے وجود کا پتہ نہین چلتا۔ اُس سال جیمس دوم شاہ انگلستان (۱۶۸۵ء تا ۱۶۸۸ء) نے اس طبقے کے قواعد مرتب کرائے[8]۔

---

[1] کمپینین یعنی مصاحب کا عہدہ ٹیلرس مین ہوتا تھا۔

[2] و [3] و [4] گلاب انگلستان کا مخصوص پھول اور تھسل اسکاٹ لینڈ کا اور شیراک آئرلینڈ کا مخصوص پودا ہی۔

[5] نیو اپولرانسائیکلو پیڈیا جلد ۲ صفحہ ۶۸

[6] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۲۔ دیکھو ص ۴۳

[7] نیو اپولرانسائیکلو پیڈیا جلد ۴ صفحہ ۶۷ و ۶۸

[8] نیو اپولرانسائیکلو پیڈیا جلد ۱۴ صفحہ ۹۴

یہ طبقہ اینڈریو ولی[۱] کی خاص حمایت مین ہو۔ اسی وجہ سے اس کا نام آرڈر آف سینٹ اینڈریو بھی ہو۔ اسمین صرف ایک ہی درجہ ہو۔ شامل ہونے والے کو نایٹ آف دی آرڈر آف دی تھسل کا خطاب ملتا ہو۔ جس کا مخفف کے۔ ٹی۔ (K. T.) ہو۔ اس کے ارکان بھی "سر" سے اونچے ہی ہین۔

خلعت حسب ذیل ہو[۲]:-

۱۔ گلوبند۔ طلائی۔ جسمین سولہ کڑیان تھسل کی ہوتی ہین۔ وسط مین تمغہ لٹکتا ہو۔

۲۔ تمغہ۔ سینٹ اینڈریو کی تصویر اپنی مخصوص صلیب لیے ہوے۔

۳۔ ستارہ۔ سینٹ اینڈریو کی نقرئی صلیب جسکے گوشون مین سے شعاعین نکلی ہین۔ وسطی حصہ سنہرا جسمین تھسل بنا ہوا اور اس کے گرد سبج جس کے الفاظ یہ ہین:- "کوئی بے خطری سے مجھے مشتعل نہین کرسکتا"۔ ستارہ قلب پر لٹکایا جاتا ہو۔

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہو۔ اس طبقے کا ڈین بھی اسکاٹ لینڈ کے کسی گرجا کا پادری ہی ہوتا ہو۔

The Most Illustrious Order

نامی ترین طبقہ سینٹ پیٹرک

آئرلینڈ کی نایٹی کا طبقہ ہو جسے جارج سوم شاہ انگلستان (سنہ ۱۷۶۰ء تا سنہ ۱۸۲۰ء) نے ۵ فروری سنہ ۱۷۸۳ء[۳] کو قائم کیا۔ یہ طبقہ سینٹ پیٹرک کی حمایت مین ہو جو آئرلینڈ کے ولی و مربی نامی ہین۔ اس مین بھی صرف ایک ہی درجہ ہوتا ہو۔ شامل ہونے والے کو نایٹ آف دی آرڈر آف سینٹ پیٹرک

---

[۱] یعنی ایدریاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور پطرس حواری کے حقیقی بھائی حضرت عیسیٰ کے بعد مدتون مختلف ممالک مین وعظ و تلقین فرماتے رہے۔ عام روایت کے مطابق یہ بھی مصلوب ہوے (نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد اول صفحہ ۴۰) ان کی روح کی نسبت بھی یہ افترا وہتان اٹھایا جاتا ہو کہ صلیبی لڑائیون مین مسلمانون کے خلاف دکھیں لیتی تھی چنانچہ انہی کی روح نے رینڈ آف طولوس کے پادری۔ پطرس بارتھولومی کو خواب مین بشارت دی تھی کہ انطاکیہ مین پطرس کی کے گرجے مین وہ اصلی برچھی مدفون ہو جس سے رومی سپاہی نے حضرت مسیح کا پہلو صلیب پر چڑھانے کے بعد زخمی کیا تھا۔ اس برچھی کی برکت سے صلیبیون کو بے دینون پر فتح حاصل ہوگی (حروب صلیبیہ مطبوعہ لگداز پریس صفحہ ۷۱) افترا وہتان ہم نے اس لیے کہا کہ جب خود استاد (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہادی انام یعنی بانی اسلام (روحی فداہ) کی بشارت دی ہو تو شاگرد (حواری) کو اسلام اور اہل اسلام سے اس قدر بغض اور بیت المقدس سے اسلامی قبضہ اٹھائے جانے کے متعلق اس قدر کد و کوشش ناممکن ہو۔

[۲] و [۳] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۲

کا خطاب ملتا ہی جسکا مخفف کے۔ پی۔ (K.P.) ہی۔

خلعت حسب ذیل ہی[1]:-

۱۔ گلوبند۔ طلائی جسکی کڑیان رباب کی شکل کی ہوتی ہین۔ وسط مین ایک طلائی رباب ہوتا ہی جسمین تمغہ لٹکتا ہوتا ہی۔

۲۔ تمغہ۔ طلائی قرص۔ جسکے دور مین شیمراک کا ہار اور طبقے کا سجع ہوتا ہی۔ سجع کے الفاظ یہ ہین "کون جدا کرے گا"[2]

۳۔ ستارہ۔ جسکی شعاعین نقرئی ہوتی ہین۔ بیچ مین سینٹ پیٹرک کی سُرخ صلیب۔ نیچے سجع اور تاریخ قیام طبقہ۔ ستارہ قلب پر پہنا جاتا ہی۔

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہے اور گرانڈ ماسٹر[3] آیرلینڈ کا لارڈ لفٹنٹ۔

The Most Distinguished Order of St Michael & St George

ممتاز ترین طبقہ سینٹ میکائیل و سینٹ جارج

یہ طبقہ ۱۸۱۸ء مین باشندگان جزایر یونانیہ و مالٹا اور نیز اُن اشخاص کے لیے جو بحیرۂ روم مین مناصب جلیلہ پر فائز ہین قایم ہوا تھا۔ ۱۸۶۸ء مین کل مستعمرات برطانیہ کے باشندون کے لیے اسمین توسیع کی گئی[4]

خطاب[5]:-

درجۂ اول۔ نایٹ گرانڈ کراس[6] آف دی آرڈر آف سینٹ میکائیل اینڈ سینٹ جارج۔ مخفف جی سی۔ ایم۔ جی (G.C.M.G.)

نام سے پہلے "سر" اور بعد مین جی سی ایم جی (G.C.M.G.) لکھا جاتا ہی۔

درجۂ دوم۔ نایٹ کمانڈر[7] آف دی آرڈر آف سینٹ میکائیل اینڈ سینٹ جارج مخفف کے سی۔ ایم۔ جی K.C.M.G.

---

[1] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۲

[2] یہ استفہام غالباً آیرلینڈ کو انگلستان سے علیحدہ کرنے کے متعلق ہی۔ اگر ایسا ہی تو اس کا جواب سن نیز جماعت کے اراکین اچھی طرح دے سکتے ہین۔

[3] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۲ دیکھو ص ۴۳ و ۵۰ و ص ۵۱ و ۵۶

[4] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۳

[5] ڈھیلکرس المنیک بابت ۱۹۲۰ء

[6] دیکھو ص ۵۱ و ۵۲ [7] دیکھو ص ۴۳ و ۵۹ و صفحہ ۵۱ و ۵۵

نام سے پہلے "سر" اور بعد مین کے سی ایم جی (K.C.M.G) لکھا جاتا ہے۔
درجہ سوم۔ کمپینین[1] آف دی آرڈر آف سینٹ میکائیل اینڈ سینٹ جارج مختصر سی۔ ایم جی (C.M.G)
چونکہ خطاب یافتہ نایٹ نہین ہوتا اس لیے صرف نام کے بعد سی۔ ایم جی (C.M.G) لکھا جاتا ہے

خلعت[2]:-

۱- گلوبند- طلائی جسمین بائیس کڑیان ہوتی ہین- چھ کڑیان تاج پوش انگلستانی شیر کی شکل کی آٹھ کڑیان طلائی صلیب کی شکل کی چار حروف ایس ایم (سینٹ میکائیل) کی شکل کے اور باقی چار حروف ایس جی (سینٹ جارج) کی شکل کے بیچ مین ایک قرص جس پر سینٹ مارک کے دو پردار شیر آمنے سامنے کھڑے ہوے- دونون کے ایک ہاتھ مین انجیل اور دوسری مین سات تیرون کا گٹھا-

۲- تمغہ- طلائی صلیب چاردہ گوشہ- ایک رخ پر میکائیل فرشتے کی تصویر جو شیطان کو پیرون تلے روندتے ہین- دوسرے رخ پر سینٹ جارج کی اسپ سوار تصویر جو دیو کے نیزہ مارتے ہین- صلیب پر تاج انگلستان-

۳- ستارہ- سات شعاعین وسط مین سینٹ جارج کی رخ صلیب جسکے اوپر سینٹ میکائیل کی تصویر-

۴- چوغہ- نیلی ساٹھن- قرمزی ریشمین استر- بائین طرف ستارہ کڑھا ہوا-

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہے اُس کے ماتحت گرانڈ ماسٹر[3] جو آج کل پرنس آف ویلس ہین- طبقے کا پریلیٹ نوآبادیون مین سے کسی مقام کا بشپ ہوتا ہے[4]

The Most Exalted Order of the Star of India عالی ترین طبقہ ستارہ ہند

ہندوستان کی خاطر جو دو طبقے خاص طور پر وضع کیے گئے ہین اُن مین پہلا طبقہ وہ ہے جو ۲۲ فروری ۱۸۶۱ء کو قایم ہوا[5]-

---

[1] دیکھو صفحہ ۵۲

[2] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۳

[3] دیکھو ص ۳۴۹ وص ۵۲ وص ۵۴

[4] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۳

خطاب[1]:-

درجہ اول- نایٹ گرانڈ کمانڈر[2] آف دی آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا- مخفف جی سی ایس آئی (G.C.S.I.)

نام سے پہلے "سر" اور بعد مین جی سی ایس آئی- (G.C.S.I.) لکھا جاتا ہے-

درجہ دوم- نایٹ کمانڈر[3] آف دی آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا- مخفف کے سی ایس آئی (K.C.S.I.)

نام سے پہلے "سر" اور بعد مین کے سی ایس آئی (K.C.S.I.) لکھا جاتا ہے-

درجہ سوم- کمپینین[4] آف دی آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا مخفف سی ایس آئی (C.S.I.)

چونکہ خطاب یافتہ نایٹ نہین ہوتا اس لیے صرف نام کے بعد سی ایس آئی (C.S.I.) لکھا جاتا ہے-

خلعت:-

۱- گلوبند- جس کی کڑیان سُرخ و سفید گلاب اور نیلوفر کے پھول کی شکل کی ہوتی ہین- وسط مین تاج انگلستان جسمین تمغہ لٹکتا ہے-

۲- تمغہ- بادشاہ کی تاج دار تصویر اور سجے "آسمانی روشنی ہماری رہنما"

۳- ستارہ- طلائی بادہ شعاعون والا جسکے اندر ایک پانچ شعاعون والا ستارہ-

۴- چوغہ- ہلکی نیلی ساٹھن کا جسمین سفید ریشم کا استر- بائین جانب ستارہ کڑھا ہوا-

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ اور دیسرائے ہند گرانڈ ماسٹر[5] ہوتا ہے-

رفیع ترین طبقہ کشور ہند The Most Eminent Order of the Indian Empire

یہ دوسرا طبقہ ہے جو اہل ہند اور واسطہ داران ہند کی قدر افزائی کی خاطر وضع اور یکم جنوری ۱۸۷۸ء کو قائم کیا گیا[6]-

---

[1] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۳

[2] و [3] دیکھو ص ۴۳ [4] دص ۵۱ [5] دص ۵۴ [6]

[4] دیکھو ص ۵۲ [5] دص ۵۲ [6] دص ۵۴ [3] دص ۵۵ [2]

[6] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۳

خطاب[1] :-

درجہ اول نائیٹ گرانڈ کمانڈر[2] آف دی آرڈر آف دی انڈین ایمپایر۔ مخفف جی۔ سی۔ آئی ای (G.C.I.E.)

نام سے پہلے "سر" اور بعد مین جی سی آئی ای (G.C.I.E.) لکھا جاتا ہے۔

درجۂ دوم۔ نائیٹ کمانڈر[3] آف دی آرڈر آف دی انڈین ایمپایر۔ مخفف کے سی۔ آئی۔ ای (K.C.I.E.)

نام سے پہلے "سر" اور بعد مین کے سی آئی ای (K.C.I.E.) لکھا جاتا ہے۔

درجہ سوم۔ کمپینین[4] آف دی آرڈر آف دی انڈین ایمپایر۔ مخفف سی آئی ای (C.I.E.)

چونکہ خطاب یافتہ نائیٹ نہین ہوتا اس لیے صرف نام کے بعد سی آئی ای (C.I.E.) لکھا جاتا ہے۔

خلعت :-

۱۔ گلوبند۔ طلائی۔ جس کی کڑیان ہاتھی۔ مور۔ نیلوفر اور گلاب کے شکل کی ہوتی ہین۔ وسط مین تاج انگلستان۔

۲۔ تمغہ۔ طلائی گلاب جسکے وسط مین بادشاہ کی تصویر۔

۳۔ ستارہ۔ پانچ طلائی اور پانچ نقرئی شعاعین۔ وسط مین بادشاہ کی تصویر۔

۴۔ چوغہ۔ ارغوانی ساٹھن۔ سپید ریشمی استر۔ بائین جانب ستارہ کڑھا ہوا۔

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ اور دیسرائے ہند گرانڈ ماسٹر[5] ہوتا ہے۔

طبقۂ شاہی وکٹوریہ The Royal Victorian Order

یہ طبقہ ۲۱ اپریل ۱۸۹۶ء کو اُن اشخاص کی منزلت افزائی کے لیے قایم کیا گیا ہے جنھون نے بادشاہ وقت کی غیر معمولی یا مہتم بالشان یا ذاتی خدمات کی تقدیم کی ہے[6]۔

---

[1] دیکھو ص ۵۰ سطر ۱

[2] و [3] دیکھو ص ۴۲ سطر ۵ دس ۱۱ سطر ۵ دس ۴ سطر ۵ دس ۵۰ سطر ۱

[4] دیکھو ص ۵۲ سطر ۱ دس ۵۰ سطر ۱

[5] دیکھو ص ۴۳ سطر ۹ دس ۵۲ سطر ۵ دس ۵۰ سطر ۱۲ دس ۵۰ سطر ۱

[6] ہیکس بیزس بک صفحہ ۲۰۰

خطاب[1] :-

درجۂ اول - نایٹ گرانڈ کراس[2] آف دی رایل وکٹورین آرڈر - مخفف جی سی وی او (G.C.V.O.) نام سے پہلے "سر" اور بعد مین جی سی وی او (G.C.V.O.) لکھا جاتا ہے۔

درجہ دوم - نایٹ کمانڈر[3] آف دی رایل وکٹورین آرڈر مخفف کے سی وی او (K.C.V.O.) نام سے پہلے "سر" اور بعد مین کے سی وی او (K.C.V.O.) لکھا جاتا ہے۔

درجہ سوم - کمانڈر[4] آف دی رایل وکٹورین آرڈر مخفف سی وی او (C.V.O.) چونکہ خطاب یافتہ نایٹ نہین ہوتا اس لیے صرف نام کے بعد سی وی او (C.V.O.) لکھا جاتا ہے

درجۂ چہارم و پنجم - ممبر آف دی رایل وکٹورین آرڈر مخفف ایم وی او (M.V.O.) صرف نام کے بعد ایم وی او (M.V.O.) لکھا جاتا ہے۔

خلعت[5] :-

۱- تمغہ - سفید چینی شدہ ہشت گوشہ مالٹائی صلیب - وسط مین قرمزی بیضاوی حلقہ جس مین بادشاہ کا نام سنہرا لکھا ہوا - اوپر شاہی تاج فیتے کے ساتھ سینے کے دہنے جانب لٹکایا جاتا ہے۔

۲- ستارہ - نقرئی ہشت گوشہ یعنی دوہری صلیب۔

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہے۔

The most Excellent Order of the British Empire

خوب ترین طبقۂ کشور برطانیہ

نایٹی کا یہ جدید ترین طبقہ ہے جسے بادشاہ حال نے ۱۹۱۷ء مین اُن متوسلین و متوسلات سلطنت کی افزایش جاہ و مرتبت کے لیے قائم کیا جنھون نے برطانیہ یا مقبوضات برطانیہ کے اندر خدمات جلیلہ انجام دی ہین۔ اس طبقے مین ذکور و اُناث دونون کے لیے خطاب بخشی کا اہتمام[6] ہے۔

---

[1] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۳

[2] دیکھو ص ۱۵۰ و ص ۵۴ [6]

[3] و [4] دیکھو ص ۴۳ [5] و ص ۱۵۰ [3] و ص ۵۴ [6] و ص ۵۷ [3½] و ص ۵۸ [3½]

[5] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۳

[6] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۳

خطاب[1]:-

درجۂ اول { برائے ذکور۔ نائیٹ گرانڈ کراس[2] آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپایر / برائے اُناث۔ ڈیم گرانڈ کراس[3] آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپایر } مخفف۔ جی۔ بی۔ ای (G.B.E.)

نام سے پہلے "سر" یا "ڈیم"[4] اور بعد میں جی۔ بی۔ ای (G.B.E.) لکھا جاتا ہے۔

درجۂ دوم { برائے ذکور۔ نائیٹ کمانڈر[5] آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپایر مخفف کے بی ای (K.B.E.) / برائے اُناث۔ ڈیم کمانڈر[6] آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپایر مخفف ڈی۔ بی۔ ای (D.B.E.)

نام سے پہلے "سر" یا "ڈیم" اور بعد میں کے۔ بی۔ ای یا ڈی۔ بی۔ ای لکھا جاتا ہے۔

درجۂ سوم۔ برائے ذکور و اُناث۔ کمانڈر[7] آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپایر۔ مخفف سی۔ بی۔ ای (C.B.E.)

چونکہ خطاب یافتہ نائیٹ یا ڈیم نہیں ہوتا اس لیے صرف نام کے بعد سی بی ای (C.B.E.) لکھا جاتا ہے۔

درجۂ چہارم۔ برائے ذکور و اُناث۔ آفیسر آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپائر۔ مخفف او۔ بی۔ ای (O.B.E.)

صرف نام کے بعد او بی۔ ای (O.B.E.) لکھا جاتا ہے۔

درجۂ پنجم۔ برائے ذکور و اُناث۔ ممبر آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپایر۔ مخفف ایم۔ بی۔ ای (M.B.E.)

صرف نام کے بعد ایم۔ بی۔ ای (M.B.E.) لکھا جاتا ہے۔

خلعت:-

۱۔ تمغہ۔ نقرئی صلیب۔ وسط میں قرمزی حلقہ جس میں برطانیہ کی قاعد تصویر اور سبج "اتحاد اور حکومت کے لیے"۔

---

[1] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۳

[2] و [3] دیکھو ص ۵۱ [4] و ص ۵۴ [5] و ص ۵۹ [6]

[4] ڈال کو الکسر پڑھنا چاہیے۔ الفتح پڑھتے ہی خطاب کی ناقیز فوراً الٹ جائے گی۔

[5] [6] و [7] دیکھو ص ۴۳ [6] و ص ۵۱ [5] و ص ۵۴ [6] و ص ۵۷ [7] و ص ۵۸ [7] و ص ۵۹ [7]

[7] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۳

۲۔ ستارہ۔ جو درجہ اول و دوم ہی کو دیا جاتا ہی۔ نقرئی ہشت گوشہ یعنی دوہری صلیب۔ بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہی۔

مجرد نایٹ Knights Bachelor

یہ وہ نایٹ ہین جو متذکرۂ بالا طبقون مین سے کسی کے تحت مین نہین آتے اگرچہ سب سے نیچے ہین جہان تک ہمین معلوم ہوسکا مجرد نایٹ کے سوا نہ ان کا کوئی لمبا چوڑا خطاب ہی نہ طبقہ۔ نہ خلعت ہی نہ تمغہ۔ انگریزی حروف ابجد کے وہ پھول بھی جو خطاب یافتہ نام کو "گلستان در بغل" بناتے ہین اس بوم شورہ زار مین نہین کھلتے۔ شاید اسی لیے ان لوگون کا نام نائٹ بیچلر ہی یعنی یہ نائیٹی کے پورے درجے پر فائز نہین ہین[1]۔ پھر بھی ہمارے بہت سے برادران ملک و ملت اس ادھوری عزت ہی کو لاکھون کھو کر پاتے ہین۔ ہندوستان کے خطابی سرون کی مکمل فہرست دیکھو اور نہ صرف سرسری طور سے بلکہ غور سے پڑھو تب ظاہر ہو کہ ان مین کتنے خالی "سر" ہین اور تب ہی یہ واضح ہو کہ بہت سے ہندوستانی جن مین بڑی ناک والے رؤسا بھی ہین اور اونچی کرسی والے حکام بھی۔ پھولی گون والے وکلا بھی ہین اور بھاری جیب والے تجار بھی۔ اسی زنجیر کی کڑیان اور اسی ہار کی لڑیان ہین جو انگلستانی بت تراشون اور تصویر سازون نقالون اور ارغن نوازون کے ساتھ مسلسل و منسلک کر دیے گئے ہین یقین نہ ہو تو خود ارمین سے یہ چند والے حاضر ہین:۔

پیشہ	نام	
بت تراش سنگ تراش۔ مصور۔	سر جارج فرمیٹسن۔	بت تراش و سنگ تراش — نائٹ بیچلر
	سر جان لیوری۔	مصور — 〃
	سر ایڈون لٹینس۔	مصور و بت تراش — 〃
	سر ڈیوڈ مرے۔	مصور — 〃
	سر ولیم تھارنی کرافٹ۔	بت تراش و سنگ تراش — 〃
گانے والے بجانے والے دھن قایم کرنے والے۔ گانا سکھانے والے	سر اے سی میکنزی۔	معلم و مرتب نغمہ — نائٹ بیچلر
	سر فریڈرک برج۔	ارغن نواز و ڈیسٹ منسٹر ابی — 〃

[1] نیو اپولرانسائیکلوپیڈیا جلد اول ص ۴۳۳ و ۴۳۵

	سرسی وی اسٹیفورڈ۔	معلم نغمہ	نایٹ بیچلر
	سرایڈورڈ ایلگر۔	معلم و مرتب نغمہ	〃
	سرہنری جے ووڈ۔	معلم نغمہ	〃
ناٹک میں روپ بھرنے والے اور ڈراما لکھنے والے	سراسکوا پرینکر افٹ۔	لندن کا بہترین ایکٹر	نایٹ بیچلر
	سرفرینک آرسنس۔	مشہور و معروف ایکٹر	〃
	سرجان ہیر۔	لندن کے نامی تھیٹرون کا مشہور ایکٹر و ڈراما نویس	〃
	سرآرتھر پنیرو۔	مشہور ایکٹر و ڈراما نویس	〃
	سرجانسٹن فی ربس رابرٹسن۔	نامی ایکٹر	〃

بڑے خطابون یعنی نایٹی کے دسون طبقون کی تفصیل تو پیش کی جا چکی۔ اب چند چھوٹے موٹے امتیازی خطابات کی فہرست درج کی جاتی ہے۔

خطاب	مخفف	تاریخ قیام	اہلیت و وجہ حصول	تمغہ
ڈسٹنگوئیشڈ سرس آرڈر The distinguished Service order	ڈی ایس او D.S.O.	۱۸ ستمبر ۱۸۸۶ء	عہدہ داران افواج بری و بحری کو جنکا تذکرہ مراسلت فوجی میں ہو چکا ہو بجلدے خدمات جلیلہ	طلائی صلیب ۔۔۔ کے ایک رخ پر تاج انگلستان ۔۔۔ پر بادشاہ وقت کے نام کے حروف۔ تمغہ قلب پر لٹکایا جاتا ہے۔
امپریل سرس آرڈر The Imperial Service order	آئی ایس او I.S.O.	۲۶ جون ۱۹۰۲ء	عہدہ داران دیوانی کو بجلدے قدامت و جلالت خدمات	طلائی فرعس جس کے ایک طرف "بادشاہ و شہنشاہ" اور دوسری طرف بجلدے خدمات وفادارانہ" اوپر تاج انگلستان۔ تمغہ قلب پر لٹکایا جاتا ہے۔
آرڈر آف مرسی Order of merc	او۔ مر O. Mer	۱۸۹۷ء	بجلدے رفع مصائب ذکالیف عامہ	طلائی رخ صلیب جسپر تاج انگلستان اور پرنس آف ویلس کی کلغی وسط میں تصاویر
آرڈر آف میرٹ Order of merit	او۔ ایم O. M.	۲۶ جون ۱۹۰۲ء	اشخاص جلیل القدر کو بجلدے خدمات حربی و علمی و ادبی۔	ہشت گوشہ رخ صلیب جسکے ایک رخ پر بجلدے فائز "اور دوسری طرف بادشاہ شہنشاہ" اوپر تاج انگلستان۔

کمپینین آف آنر Companion of Honour	سی ایچ C. H	۱۹۱۷ء		
وکٹوریہ کراس Victoria Cross	وی سی V. C.	۲۹ جنوری ۱۸۵۶ء	عہدہ داران فوجی کو بجلدوے شجاعت	برنجی صلیب۔ جسکے وسط مین تاج انگلستان اور اُس پر قائم شیر یہ صلیب قلب پر لٹکائی جاتی ہے۔
رایل ریڈ کراس Royal Red Cross	آر آر سی R. R. C.	۲۳ اپریل ۱۸۸۳ء	طبقۂ اناث کو بجلدوے تیمارداری سپاہیان مریض و مجروح	طلائی سُرخ صلیب۔ جسکے ایک گوشے پر ایقان۔ دوسرے پر امید۔ تیسرے پر امداد چوتھے پر ۱۸۸۳ء۔ وسط مین ملکۂ وکٹوریہ کی تصویر صلیب قلب پر لٹکائی جاتی ہے۔
ملٹری کراس Military Cross	ایم سی M. C.	یکم جنوری ۱۹۱۵ء	ادنیٰ عہدہ داران فوج کو بجلدوے خدمات جلیلہ	نقرئی صلیب جسکے ہر گوشے پر تاج انگلستان و وسط مین "جارج شاہ و شہنشاہ"

خان بہادر

ولایتی طبقے اور خطاب تو سب ختم ہو چکے۔ کنٹری خطابون مین ہم صرف خان بہادر کا تذکرہ کرنا چاہتے ہین۔ اگرچہ یہ اس قابل تو نہ تھا کہ جی اور ایم۔ سی۔ بی اور جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کے پہلو مین جگہ پاتا لیکن اس کو کیا کیجیے کہ لکھوکھا جاہ پرست ہستیون کے زعم مین کاخ رفعت کا یہی سنگ بنیاد اور نخل عزت کا یہی ثمر پیش رس ہے۔ ہم اپنے تشنگان تمغہ اور گرسنگان خطاب دوستون کو مایوس کرنا نہین چاہتے لہذا لمخواب مین کمل کا پیوند لگانا پڑتا ہے۔

خان بہادر کی وقعت کا اندازہ اگر گزون سے کرنا چاہو تو خیال کی آنکھ پر تصور کی دوربین لگا کر دیکھو۔ ایک وسیع میدان مین ہز مجسٹی شہنشاہ جارج پنجم کا دربار منعقد ہے۔ بارگاہ شاہی کے بائین سمت سے ایک لمبی قطار شروع ہوتی ہے جسمین ہز رایل ہائی نس پرنس آف ویلس بہادر کے تخت کے بعد شاہزادگان خاندان مُمالک دول خارجہ اور اعلیٰ اراکین حکومت چوکیون پر بیٹھے ہین۔ اُن کے بعد برطانیہ عظمیٰ و آیرلینڈ کے ڈیوکس مارکوئیس ارل وسکاونٹ اور بشپ اور بیرن اور بیرونٹ مع اپنے اپنے فرزندون کے

اپنے اپنے درجے کے مطابق اور اُن کے بعد کل طبقون کے نایٹ مع اپنے اپنے فرزندون کے اپنے اپنے رتبے کے موافق کرسیون پر بیٹھے ہین۔ اُن کے بعد نایٹی کے کل طبقون کے غیر نایٹ اراکین اور اُن کے بعد ہندوستان کے ارضی نہین بلکہ عرضی راجے مہاراجے۔ نواب سب تپائیون پر بیٹھے ہین اور قطار کی لمبائی ہزار ہا گز تک پہونچ چکی ہی۔ اب کہین جاکر بیچارے خان بہادر گردہ کے کھڑے ہونے کا نمبر آتا ہی بشرطیکہ وہ ایسے دربار مین شامل بھی کیا جائے۔ اور بشرطیکہ کوئی اُس سے زیادہ حقدار اُس سے پہلے نہ کھڑا ہوجائے۔ قطار کی لمبائی دیکھتے ہوے ہمین یقین ہی کہ خان بہادر کو بادشاہ سے اُس سے زیادہ بُعد و فصل ہی جتنا اُسے خدا سے ہی۔

خان بہادر کو سینے پر لٹکانے کو ایک طلائی تمغہ اور نام کے ساتھ لگانے کو دو لفظ[1] ملتے ہین بس فقط تمغہ ستارے کی شکل کا ہوتا ہی جسمین دو متحد المرکز چھوٹے بڑے دایرے اور بیچ مین بادشاہ کی تاج دار تصویر ہوتی ہی۔ دونون دایرون کے فصل مین الفاظ "خان بہادر" انگریزی مین لکھے ہوتے ہین۔ ستارے کے سر پر تاج انگلستان ہوتا ہی۔

تاج انگلستان

مختلف طبقون کے گلوبندون۔ تمغون اور ستارون کی ترکیب و تشکیل مین تاج انگلستان کو اس قدر دخل ہی کہ اُس کی تشریح نہ کرنے سے مبحث کے تشنہ رہ جانے کا خوف ہی۔

تاج انگلستان جسے ولیم فاتح نے ۱۰۶۶ء عزیز سر کیا تھا سونے کا ایک سادہ حلقہ تھا جسپر پتیان بنی ہوئی تھین۔ جب سے اب تک اُسمین بہت سی تبدیلیان ہوچکی ہین۔

فی زمانہ وہ سونے کا ایک چوڑا حلقہ ہی جسکے دور پر جا بجا موتی اور جواہرات قرینے سے جڑے ہوے ہین۔ حلقے کے بالائی لب پر چار الٹائی صلیبین اور چار سہ برگے کے بعد دیگرے کنگرون کی طرح اونچے اُٹھے ہوے ہین۔ ہر صلیب کے اوپر سے مقابل صلیب کے اوپر تک ایک طلائی قوس ہی جسپر موتی جڑے یا بنے ہین۔ دونون قوس سر پر تقاطع کرتے ہین۔ مقام تقاطع پر کلغی کی جگہ ایک صلیب کا مجسمہ ہی۔

---

[1] یہ لفظ بسا اوقات مخفف ہوکر دو حرف ہی رہ جاتے ہین یعنی ۔ ۔ خ۔ ب۔ اگر اُردو کے ان دو حرفون کو بے معنی رکھنا ہو تو اختیار ہی علٰحدہ علٰحدہ رہنے دو لیکن یہ دونون حرف باہم مل کر ایک با معنی لفظ بھی بناتے ہین معنی کے لیے عربی کے کسی طالبعلم یا عربی کے لغت سے مدد لو۔

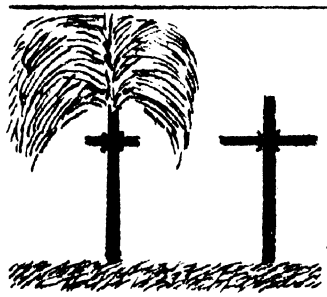
یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کلغی والی صلیب چورخی ہو یا یک رخی۔ اگر چورخی ہو تب تو ایک تاج کی ذرا سی تصویر آٹھ صلیبوں کا مجموعہ ہوگئی لیکن اگر صرف ایک ہی رخ صلیب کی شکل کا ہو تو ہر تاج میں کم سے کم پانچ صلیبوں کے ہونے میں تو شک ہی نہیں۔

صلیب

خطابوں کے متعلق اتنے سفید صفحے سیاہ ہو چکے لیکن ابھی اُس چیز کا تذکرہ باقی ہے جو متنوں کی جان اور خطابوں کی شان ہونے کی وجہ سے "سبب تالیف کتاب" کہی جاسے تو بیجا نہ ہوگا لہذا نگاہ کو جہاں اتنی تکلیف دی ہے تھوڑی تکلیف اور دو۔

عیسائی کہتے ہیں کہ جب یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم سے آتش زیر پا ہوئے تو یہودی

"سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے یسوع کے خلاف مشورہ کیا کہ اُسے مار ڈالیں اور اُسے باندھکر (متی ب۲۶ ا و ۲) قلعے کو لے گئے (یوحنا ب۱۸ ۲۸) اور پیلاطس حاکم کے حوالے کیا (متی ب۲۷ ۲) پیلاطس نے ..... یسوع کو کوڑے لگوا کر (مرقس ب۱۵ ۱۵) سپاہیوں کے حوالے کیا (لوقا ب۲۳ ۲۵) تاکہ صلیب دی جاے (متی ب۲۷ ۲۶) پس وہ یسوع کو لے گئے اور وہ اپنی صلیب آپ اُٹھاے ہوے اُس جگہ تک باہر گیا جو کھوپڑی کی جگہ کہلاتی ہے جسکا ترجمہ عبرانی میں گلگوتھا ہے (یوحنا ب۱۹ ۱۷) پہر دن چڑھا تھا جب اُنھوں نے اُس کو صلیب پر چڑھایا (مرقس ب۱۵ ۲۵) تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلاکر کہا۔ ایلی۔ ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ..... یسوع پھر بڑی آواز سے چلایا (متی ب۲۷ ۴۶ و ۵۰) کہ تمام ہوا اور سر جھکا کر جان دے دی۔ (یوحنا ب۱۹ ۳۰)"



لہ زمانہ قدیم میں جب کسی شدید و قبیح جرم میں کسی کی جان لینی ہوتی تو اُسے صلیب پر چڑھا کر مارتے تھے۔ یہ سزا رومیوں میں عام تھی ایک موٹی سی لکڑی زمین میں گاڑ کر اُس پر (یا کسی سیدھے درخت کے تنے پر) ایک دوسری کسی قدر پتلی اور چھوٹی لکڑی زمین سے دو قد آدم اونچی باندھ یا جڑ دی جاتی۔ یہی صلیب تھی۔ مرنے والے کے جسم کو کھڑی لکڑی سے اور اُس کے ہاتھوں کی کلائیوں کو آڑی لکڑی کے سرون سے کس کر باندھتے اور ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور پاؤں میں لوہے کی لمبی لمبی کیلیں ٹھونک دیتے۔ مصلوب سخت جان ہوتا تو برچھیاں جھونک جھونک کر مارتے۔ ایسی تصویریں اور بت جنمیں مسیح صلیب پر چڑھے دکھاے جاتے ہیں تیسری صدی عیسوی ہی سے بنانے جانے شروع ہو گئے تھے جن کا رواج رومن کیتھولک گرجوں میں آج تک ہے۔ ان تصویروں اور بتوں میں مسیح صلیب پر مردہ لٹکے ہوے تمام جسم پر سوا کمر پر ذرا سا کپڑا لپٹا ہوا دو کیلیں دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں میں اور ایک دونوں پاؤں میں (جو ایک دوسرے پر رکھے ہوتے ہیں اُنھوں کی ہوئی پہلو میں

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے قتل کیے جانے کی شہادت تم نے متی، مرقس، لوقا۔ اور یوحنا کے الفاظ مین سُن لی (ذالك قولهم بافواههم) مگر اس کے خلاف ہمارے ہاتھ مین اتنی صاف۔ صحیح اور زبردست شہادت ہی (والحمد لله علیٰ ذالك) جس سے بڑھ کر صاف صحیح اور زبردست شہادت اس کرۂ ارض پر تو کیا کرۂ اثیر کے کسی سیارے مین بھی نہین اور اُس شہادت کی بنا پر ہمارا ایمان ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نہ قتل کیے گئے نہ صلیب دیے گئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴)

زخم جس سے خون جاری ہی بنائے جاتے ہین"

"صلیب کو ابتدائی عیسائیون ہی نے اپنا نشان قرار دے لیا تھا۔ قسطنطین (شہنشاہ روم ۳۰۶ء تا ۳۳۷ء) کے زمانے سے اُسے معزز ترین نشان مسیحیت سمجھنے لگے۔ قسطنطین ہی نے اُسے اپنے پرچم پر منقوش کرایا۔ اُس نے ہر عیسائی کے مکان کے دروازے پر صلیب بنوائی تاکہ یہودی اور عیسائی مکان مین تمیز ہو سکے۔ اُسی کے زمانے مین گرجے صلیب کی وضع پر تعمیر ہوے۔ اس کی ماں ہیلنا کو فلسطین مین وہ اصلی صلیب ملی جس پر مسیح مصلوب ہوے تھے۔ اصلی صلیب کی تعظیم و تکریم و تقدیس کے متعلق عیسائیون مین عجیب عجیب روایات مشہور ہین۔ یورشلیم سے کوئی دو میل جانب غرب ایک گرجا ہے جسے کنیسہ صلیب کہتے ہین۔ مشہور ہی کہ یہ گرجا ٹھیک اُس درخت کی جڑ پر بنایا گیا ہی جس سے اصلی صلیب بنائی گئی تھی۔ اس گرجے کے اندر دیوارون پر عبارات و تصاویر کے ذریعہ سے یہ قصہ ظاہر کیا گیا ہی: "لوط (علیہ السّلام) جب شہر سدوم سے بھاگ کر آئے تو اپنے ساتھ ایک شاخ یا جڑ لائے جسے اُنھون نے یہان نصب کیا اور وہ سرسبز ہو گئی۔ ابراہیم (علیہ السّلام) کو علم تھا کہ اس درخت کی لکڑی سے وہ صلیب بنائی جانے والی ہی جو دنیا کی نجات ابدی کا باعث ہو گی۔ لہذا وہ اُسے روزانہ پانی دیا کرتے تھے مگر شیطان (جو چاہتا تھا کہ مشیت الٰہی پوری نہو اور انسانون کو نجات ابدی حاصل نہو) ابراہیم (علیہ السّلام) کی غیر حاضری مین درخت کو کاٹ پھینکنے کی کوشش مین لگا رہتا تھا۔ جب وہ کلہاڑی لے کر درخت کاٹنا چاہتا معاً ابراہیم (علیہ السّلام) اپنے علم کے ذریعے سے واقف ہو کر وہان آجاتے اور اُسے مار بھگاتے۔" اصلی صلیب کی یہ بھی کرامت سمجھی جاتی تھی کہ اُس مین سے بے تعداد ٹکڑے کاٹ لیے جائین تب بھی اُس کی اصلی جسامت مین کمی نہین ہوتی اور اُتنی کی اُتنی ہی رہتی۔ اسی لیے ہر گرجے والے کو دعویٰ تھا کہ اُس کے گرجے کے تبرکات مین اصلی صلیب کا ٹکڑا ہی چنانچہ ہزارہا حاجتمند وہان جا کر مرادین مانگتے تھے۔ کروڑہا عیسائیون کا یقین ہی کہ ہیم پر یا ہوا مین صلیب کی شکل بنا دینے سے انسان خبیث ارواح و اثرات سے محفوظ رہتا ہی۔ رومن کیتھولک عیسائی عبادت کرتے وقت صلیب کی شکل: ہوا مین بناتے جاتے ہین صلیب کو چومتے ہین۔ اُسکے سامنے سر جھکاتے ہین۔ بپتسمہ دیتے وقت بپتسمہ یاب کی پیشانی پر نشان صلیب زمانہ قدیم سے بنایا جاتا ہی جس کا سبب ایک قدیم مصنف یہ لکھتا ہی کہ "گوشت پر مُہر لگائی جاتی ہی تاکہ روح محفوظ رہے" یہی مصنف لکھتا ہی: "ہر کام کے آغاز سے پہلے ہم جب کسی مکان مین آئین یا وہان سے جائین، جب سفر کے لیے کپڑے پہنین۔ جب غسل کرنے جائین جب کھانا کھانے بیٹھین جب مکان مین شمعین لائی جائین جب بیٹھین یا لیٹین۔ غرضکہ جو کام ہم کرین پہلے صلیب کا نشان اپنی پیشانی پر بنا لیتے ہین۔"

اُس وقت جزیرۃ العرب مین اور نہ جزیرۃ العرب مین بلکہ خود مدینہ طیبہ ہی مین یہودی بھی بہ کثرت موجود تھے اور عیسائی بھی۔ یہودی نہایت مغرورانہ تبختر سے کہتے تھے کہ ہم نے مسیح ناصری کو جس نے خدا کے نبی اور بنی اسرائیل کے بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا صلیب پر چڑھا کر مار ڈالا۔ عیسائی اُسی قدر مظلومانہ تفاخر سے کہتے تھے کہ ہان یہودیون نے زندہ خدا کے بیٹے مسیح (متی ب ۱۶ ع ۱۶) اور اسرائیل کے بادشاہ (یوحنا ب ۱۹ ع ۱۹) کو صلیب دے دی۔ قرآن کریم نے دونون کی موجودگی مین برملا اور علی الاعلان اپنے صاف اور صریح اسلوب مین اس واقعہ کی ایسی تردید و تکذیب کی کہ کسی کو جواب مین لب ہلانے کی ہمت و جرأت ہی نہ ہو سکی۔

وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما ٥ (سورۃ نساء ع ۲۲)

اب تم سمجھ سکتے ہو کہ جب قصۂ قتل بذریعہ صلیب ہی صحیح نہین تو پھر صلیب کی تعظیم و تکریم و تقدیس کیسی؟ یہی وجہ تھی کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے یہان جس چیز پر صلیب کی تصویر بنی ہوئی پاتے فرماتے اُسے فوراً مٹا دیتے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يترك في بيته شيئا فيه صليب الا نقضه

حضرت عدی بن حاتم جب حاضر خدمت ہوئے تو پہلے چونکہ وہ عیسائی تھے لہذا اُن کے گلے مین صلیب کے وقت صلیب پڑی تھی حضور نے فرمایا "اے عدی اس بت کو اپنے گلے سے اتار پھینکو" عدی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ عیسائیون کی صلیب کی تمثال ہے۔ اسپر حضور نے فرمایا۔ یہ بت ہی ہے۔

خطاب والون سے خطاب

بزرگو۔ بھائیو۔ عزیزو۔

خطابون اور تمغون کے متعلق تم وہ سب باتین سُن چکے جو تمہین معلوم تھین یا معلوم ہو سکین۔ خطابون کی ابتدائی و ارتقائی تاریخی حالت اُن کی ماہیت۔ اُن کی غایت۔ اُن کے تمغون اور ستارون کی شکل و صورت۔ اُن مین صلیبون اور تصویرون کی کثرت۔ صلیب کی عبادت۔ قصۂ صلیب کے خلاف خدا سے

علیم وخبیر کی شہادت۔ اور تمثال صلیب سے رسولِ بشیر ونذیر کی نفرت۔ یہ سب باتیں بے کم وکاست تمھارے سامنے اتمام حجت کے طور پر پیش کی جا چکیں۔ اب تم اپنے دلوں کو ٹٹولو کہ اُن میں اللہ اللہ کے رسول۔ اور اللہ کے دین کی محبت ہے یا اِن خطابوں۔ تمغوں اور گلوبندوں کی۔ کیا تم یہ جواب دو گے کہ تمھارے دل کے تنگ گوشہ میں دونوں محبتیں جمع ہیں؟ مگر تمھارا یہ جواب صحیح نہ ہوگا کیونکہ ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ ظلمات ونور اور ظلّ وحرور جمع نہیں ہوسکتے۔ اچھا پھر کیا یہ جواب دو گے کہ تمھارے سینے میں ایک کی جگہ دو دل ہیں؟ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ بھی صحیح نہ ہوگا کیونکہ

ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ (اتل ما اوحی۔ سورہ احزاب)

لہٰذا اب مذبذبین بین ذالک بننے کا وقت نہیں۔ لازم ہے کہ یا تو اللہ۔ اللہ کے رسول اور اللہ کے دین کی محبت سے اپنے دل قطعاً خالی کردو یا خطابوں سے اپنے نام۔ گلوبندوں سے اپنے گلے اور تمغوں سے اپنے سینے۔

مسلمانو۔ کیا تم اپنے خطابوں کو خطاب دہندوں کی دی ہوئی عزت سمجھ کر رکھتے ہو؟

ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا (والمحصنٰت۔ سورہ نساء)

پھر کیا تم اپنے خطابوں کو ان کی رضامندی کے لیے رکھتے ہو؟

اللہ ورسولہ احق ان یرضوہ (واعلموا۔ سورہ توبہ)

یا کیا تم اپنے خطابوں کو اُن کے ڈر سے رکھتے ہو؟

اتخشونھم۔ فاللہ احق ان تخشوہ (واعلموا۔ سورہ توبہ)

اگر اِن سب باتوں کو سننے اور سمجھنے کے بعد بھی تم جو مسلمان باپوں کے بیٹے اور مسلمان بیٹوں کے باپ ہو

صلیبوں کے ہار گلے میں ڈال کر

صلیبوں کے تمغے اور ستارے قلب پر لگا کر

اور صلیبوں کے چوغے جسم پر پہن کر

فی اعناقھم اغلٰلا فھی الی الاذقان فھم مقمحون (ومن یقنت۔ سورہ یٰس)

وطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون (واعلموا۔ سورہ توبہ)

اور قطعت لھم ثیاب من نار (اقترب للناس۔ سورہ الحج)

مین ہم اور ہم کی دوہری ضمیرون کا مرجع اپنے آپ کو بنانا ہی چاہتے ہو تو

انا للہ وانا الیہ راجعون

فتربصوا انا معکم متربصون

(واعلموا ۱۰ سورہ توبہ)

"ملا"

مضمون بالا اُس زمانہ مین رقم کیا گیا تھا جبکہ تحریک ترک موالات کل اہل ملک کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی اور خطاب یافتہ ہندوستانیون مین ترک خطاب کی تبلیغ جاری تھی۔ ملا صاحب نے اپنے دولہ دینی مین مضمون تو حسب عادت بڑی تحقیق و تلاش کے بعد لکھ ڈالا مگر گمنامی کی خواہش یا حد درجہ کے انکسار کے باعث یا بعض شکی مزاجون کے نزدیک سرکاری مہمان بنائے جانیکے اندیشہ سے اُس زمانہ مین اُس کی اشاعت کی نوبت نہ آئی اب جو یہ مضمون شایع کیا جارہا ہی تو اس کی غایت تبلیغ نہین ہی کیونکہ تحریک کی موجودہ سرد بازاری مین ایسے خیالات مضحکہ انگیز سمجھے جاتے ہین۔ بلکہ مین اسے ضروری جانتا ہون کہ ملا صاحب کی محنت رائگان نہ جائے اور اب اُردو اُن کی اِس قیمتی تحریر سے محروم نہ رہے۔ اسی خیال سے مین نے اس مضمون کو علٰحدہ رسالہ کی صورت مین طبع کرالیا ہی تاکہ وہ قدردانان اُردو بھی اس سے لطف اندوز ہوسکین جن کے آستانۂ عالی تک الناظر کی رسائی نہین ہی اور اگر کوئی شخص یا جماعت آج بھی بھولے سے تبلیغ تحریک کا کام انجام دے رہی ہو اور کوشاں ہو کہ لوگ خصوصاً مسلمان خطاب یافتہ اپنے اعزازات سلبی سے دستکش ہوجائین تو اُن کے لیے یقیناً موقع ہی کہ اِس رسالہ کی جسقدر کاپیان چاہین ۴ رفی جلد کے حساب سے الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کرلین۔

ایڈیٹر

ضرورت بعثت نبی عرب (صلی اللہ علیہ وسلم)

مین یہ مناسب سمجھتا ہون کہ اپنے رہبر مطلق ہادی برحق شافع اُمت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مسعود کی ضرورت پر اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ مین روشنی ڈالنے سے پہلے نزول عمود سے پہلے کے حالات عرب۔ اُن کی تقسیم۔ اُن کا مذہب اور اُن کے طرز تمدن و معاشرت کا مختصر سا خاکہ کھینچ دون تاکہ اُس ذات والاصفات کے بعثت کی ضرورت خود بخود واضح اور صاف طور پر ذہن مین آجاوے۔

تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ خطۂ عرب ابتدا مین تین بڑے گروہ ہونے مختلف اور لاتعداد قبیلہ مین بٹ گیا تھا اور وہ تین گروہ یہ ہیں۔ عرب العاربہ۔ عرب البادیہ۔ عرب المستعاربہ۔ ان تینون کا سلسلہ حضرت نوح کی تین اولادون سے شروع ہوتا ہے۔ عرب العاربہ۔ قدیم جغرافیہ عرب کی رو سے یمن حضرموت اور شمال و شرقی سواحل عرب مین پھیلے ہوے تھے۔ عرب البادیہ وسط عرب اور سرزمین حجاز مین اقامت گزین تھے۔ عرب المستعاربہ جن کو بنی اسمٰعیلیہ بھی کہتے ہین عراق کے متوطن تھے اور بعد مین یہ حجاز مین آبسے اور صفا و مروہ ان دونون پہاڑون کے درمیان سکونت اختیار کی۔

مذاہب عرب العاربہ جو جنوبی اور شمال مشرقی سواحل مین پھیلے ہوے تھے۔ متمدن اور تہذیب یافتہ تھے انھون نے یہان سلطنتین بھی قائم کرلی تھین اور تجارت بسر اوقات کا ذریعہ تھا۔ ان مین عموماً چار مذہب پائے جاتے تھے۔ بت پرستی۔ ستارہ پرستی۔ نصرانیت اور یہودیت۔ عرب البادیہ اور عرب المستعاربہ عموماً بت پرست تھے۔ مگر بعض صابئی مذہب بھی تھے۔ لیکن ان مختلف مذہبون کے ماننے سے اُن کی جبلی عادتین اور اُن کے اجدادی اعتقادات مین بہت کم تغیر ہوا تھا۔

بت پرستی بت پرستی جو ایک نہایت قدیم مذہب ہے۔ تمام جزیرۂ عرب مین یکسان رائج تھی۔ نصاریٰ اور ستارہ پرست بھی اپنے اپنے اعتقاد کے موافق اپنے تجویز کردہ بتون کو پوجتے تھے۔ اور کعبہ مین جو بت پرستی کا مرکز اعلیٰ تھا۔ ہر قبیلہ کو اپنے بت رکھنے اور اُن کی پرستش کرنیکی آزادی تھی۔ سال مین ایک مرتبہ تمام قبائل عرب مکہ مین جمع ہوتے تھے اور اپنے اپنے بتون کی پرستش کیا کرتے تھے۔ بت پرستوں مین بھی ہر قبیلہ کا ایک علحدہ بت تھا۔ اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے بتون کو پوجنے کا مجاز نہ تھا۔ ان مین بڑے بڑے

بُت جن کی سب پوجا کیا کرتے تھے۔ وہ ہبل۔ لات۔ اساف۔ نائلہ۔ عطف۔ تھے۔ اور اُن کے علاوہ مشہور قبائل۔ بنی کلب۔ بنی مذحج۔ بنی مراد۔ بنی ہمدان۔ بنی غطفان کے بُت ود۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر عزیٰ وغیرہ بھی ممتاز بتوں مین تھے۔ دوسرے اور قبایل کے بُت اُن سے بہت چھوٹے ہوتے تھے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی قبیلہ کا شخص دوسرے قبیلہ کو ذلیل کرنے کی خاطر اُس کا بُت چُرا لاتا تھا اور اپنی آستین مین چھپا لیتا تھا اور پھر ظاہر کرکے کہتا تھا کہ تمھارا بُت تم سے ناراض ہوکر ہمارے پاس آگیا ہے۔ اسپر آپس مین خوب لڑائی ہوتی تھی اور دونون طرف کے آدمی مارے جاتے تھے غرض مار دھاڑ کے بعد اپنا بُت چھین لیتے تھے۔ حج سے فارغ ہوکر یہ قبائل ایک مقام عطاد مین جمع ہوا کرتے تھے اور یہان میلا لگا کرتا تھا۔ یہان ہر شخص اپنے اپنے جوہر دکھاتا تھا اور گذری ہوئی مخالفتون کا بدلہ بھی اسی جگہ لیا جاتا تھا۔

صابئی مذہب والے اپنے مذہب کو نہایت قدیم مذہب سمجھتے تھے۔ اور اپنے آپ کو شیثؑ اور ادریسؑ وغیرہ پیغمبرون کی امت بتاتے تھے۔ اُن کے ہان ایک کتاب بھی تھی جسکو وہ حضرت شیثؑ کا صحیفہ کہتے تھے یہ لوگ دن مین سات وقت نمازین پڑھا کرتے تھے۔ مردہ کی بھی وہ نماز پڑھتے تھے، مسلمانون کی طرح ایک قمری مہینہ کا روزہ بھی رکھتے تھے مگر جو بُرائی رفتہ رفتہ ان مین پھیل گئی وہ یہ تھی کہ یہ ستارون کی پرستش کرنے لگے تھے اُنھون نے سات ستارون کے نام کے سات ہیکل بنوائے تھے اور کعبہ کے بتون کی بھی بہت عزت کرتے تھے۔ چنانچہ ہر سال حج کی غرض سے کعبہ کو جایا کرتے تھے۔ نصرانی جو اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ کی اُمت کہتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد اُن کو خدا کا بیٹا اور اُن کی ماں کو خدا کی بیوی۔ اور سب کو گو جدا مگر ملکر ایک خدا ماننے لگے تھے۔ اُنھون نے حضرت عیسیٰ اور مریم کی تصویرین خانہ کعبہ مین بنا لی تھین جن کی یہ پرستش کرتے تھے۔ اور دوسرے بتون کی بہت عزت کرتے تھے۔ چنانچہ ہر سال حج کی غرض سے خانہ کعبہ جایا کرتے تھے۔

غرض کہنے کو تو قبائل عرب مختلف مذہب مین تقسیم تھے مگر تھے سب ایک ہی رنگ مین ڈوبے ہوے۔ بُت پرستی جو اُن کا اجدادی مذہب تھا وہ ان مین کسی نہ کسی رنگ مین موجود تھا۔ البتہ یہود بت پرستی کو برا جانتے تھے۔ لیکن پتھرون کے سامنے قربانی اُن کے ہان بھی روا تھی۔ خدا کو مجسم خیال کرتے تھے۔ دنیاوی ہر چیز پر اُسکے اختیار کو نہین مانتے تھے۔ روز قیامت کا مضحکہ اُڑاتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

غرض عرب اس وقت پورے کا پورا بُت پرستی اور شرک مین ڈوبا ہوا تھا۔ کچھ تو اسوجہ سے کہ وہ اپنے آپکو مین کچھ بُرائی نہ دیکھتے تھے۔ اور کچھ اس وجہ سے کہ وہ اپنے پڑوس کے ان مذاہب کو جہان وہ تجارت کی غرض سے جاتے تھے اپنے مذہب سے جُدا اور مخالف نہ پاتے تھے۔ مصر۔ یونان جو اُس زمانہ مین نہایت متمدن ممالک تھے۔ مشتری۔ زہرہ۔ اور آفتاب کی پرستش مین سرشار تھے۔ عیش و عشرت اور زنا کاری اُن کے ہان ثواب گنا جاتا تھا۔ عشق و محبت کے دیوتا کا اُس وقت ان ممالک مین نہایت گرم رواج تھا۔ اپولو (Apollo) کی شہوت رانی اور انڈراکلس (Endracles) کی شہ زوری کے قصے عام طور پر عبادت سمجھے جاتے تھے۔ اور دوسری طرف ایران و خوارزمستان آگ پوجنے مین محو تھے زردشت اور یزدجرد کا سکہ ملک مین بہت زور و شور سے چل رہا تھا عیش و عشرت زندگی کا لازمہ بن رہا تھا۔ شراب خواری اور زنا کاری بُری بات نہین سمجھی جاتی تھی بلکہ اسکو وہ لوگ خدا کی نعمت سمجھتے تھے۔ اور ایسا نہ کرنا اُن کے نزدیک گویا کفرانِ نعمت تھا اور چین و ہندوستان اسوقت خدا اکٹھے کر رہے تھے۔ پیدا کرنے کا ایک خدا۔ غارت کرنے کا ایک خدا۔ دولت دینے کا ایک خدا۔ پانی برسانے کا ایک خدا۔ غرض وہ نیچر کی ہر پوئی کرنے اور ایک ایک کام ایک ایک خدا کے سپرد کرنے مین منہمک تھے۔ مختصر یہ کہ جہان عربون کا دورہ ہوتا وہان وہ کوئی بات ایسی نہین پاتے تھے جو اُن کے مذہبی اعتقادات کے خلاف ہو۔ اور ان مخصوص ممالک ہی پر کچھ بُت پرستی و شرک کا مدار نہ تھا۔ بلکہ تاریخ ہم کو کوئی ایسی مثال نہین دے سکتی کہ کسی زمانے مین دُنیا بھر مین کسی مذہب کے پیرو بت پرستی اور شرک اور اخلاق رذیلہ سے اپنا دامن بچا سکے ہون۔

انہی اثرات نے مِل جُلکر عرب کے اخلاق و عادات تباہ کر ڈالے البتہ اُن کو دوسرے ممالک کے دورہ مین اتنا فائدہ تو ہوا کہ اُن کی تمدنی حالت کچھ سنبھل گئی اور ترقی معاشرت کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ عربون کی ابتدائی تمدنی حالت اُس وقت جبکہ مصر و یونان مین تہذیب و تمدن کی گرما گرمی تھی اس وقت جبکہ بابل و نینوا کی حکومت کا آفتاب نصف النہار پر تھا کیا تھی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ حجازی عرب رہنے کو وحشی درندون کے مانند جھاڑیان یا پہاڑون کی کھوئین کھانیکو خرما اور بھیڑ بکریون کا گوشت پہننے کو جانورون کی کھالین۔ شکار کرنے کے لیے لمبی لمبی نوکدار لکڑیان استعمال کرتے تھے۔

عرب المستعاربہ | عرب البادیہ کے بہ نسبت کم وحشی تھے رہنے کو جانورون کے اون سے چادرین بناتے تھے

اور اُن کو تان کر درختون کے نیچے رہتے تھے کھانے کو دودھ گوشت اور خرما پہننے کے لیے انھیں جانورون کے اون کا ایک ہٹہ ہوتا تھا جو اُن کے جسم کو چھپا دیتا تھا البتہ سواحل عرب کے قبایل ان وحشیون کی نسبت زاید متمدن و مہذب تھے۔ ایک تو اُن کو سرسبز و شاداب زمینین رہنے کو ملی تھین جسمین تر و خشک میوے بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ دوسرے ہمسایہ قومین جو یہان تجارت کی غرض سے آتی تھین ان کی بدولت کپڑے پہننے کو اور دوسری چیزین اور ضروریات رفع کرنے کو ملتی تھین انھون نے یہان مکانات بھی بنائے تھے۔ سلطنت بھی قائم کی تھی جو سبا کے نام سے مشہور ہی اور اس حد تک ترقی کی کہ دوسری طرف کے عرب ان کو آدمی نہین سمجھتے تھے اور چونکہ اُن کے نزدیک اُن روایات کا جو اس قوم کی نسبت مشہور تھین کسی آدمی مین ہونا ناممکن تھا اس لیے وہ اُن کو عجیب عجیب نامون سے یاد کرتے تھے چنانچہ ان مین کے اکثر قصے ابتک زبان زد ہین جیسے شداد کی بہشت قوم عاد ثمود کے قد وغیرہ۔ غرض یہ قومین جو یمن مین آباد تھین اور ون کی بہ نسبت بہت زیادہ متمدن تھین انھون نے اپنی انجنیری سے اپنی حکومت مین ایک تالاب بنایا تھا جس سے قحط سالی کے ایام مین اپنی کھیتی مین پانی لیتے تھے اس کی نسبت مشہور تھا کہ یہ تالاب ایک صدی تک قائم رہسکتا ہی پھر ٹوٹ جائیگا اور اس کے ٹوٹنے سے حکومت سبا کا خاتمہ ہوجائے گا چنانچہ بہت سے ملک یمن کے باشندے اس خوف سے یمن سے بھاگ کر حجاز مین آبسے اور دوسری طرف سے یہودی بابل کے حکمران بخت نصر کے ظلم سے یثرب مین جسکو اب مدینہ کہتے ہین پناہ گزین ہوے۔ حجاز مین متمدن اقوام کا آنا تھا کہ گویا ترقی کا دور شروع ہوا۔ اطراف کے اکثر قبایل نے ان کے رسم و رواج سیکھ لیے اور تجارت ہی کو اپنی معاش کا ذریعہ بنا لیا۔ اُدھر یمن مین وہ مشہور تالاب ٹوٹا بڑے زور کی طغیانی آئی اور حکومت سبا کا خاتمہ ہوگیا۔ اور پیچھے باشندے بھی حجاز مین آبسے اور یون حجاز کی ترقی پر مہر لگ گئی۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد گویا عرب کی نئی زندگی شروع ہوئی اور ترقی کی راہین کھل گئین۔ یہودی صابی نصرانی۔ بت پرست غرض سبھی طرح کے قبایل خصوصاً حجاز مین کثرت سے پھیل گئے۔ اور اُن کا مرکز کیا عبادت اور کیا تجارت مین مکہ بن گیا۔ سال بھر تک یہ قبائل دوسرے ممالک سے سامان فراہم کرتے رہتے تھے اور حج کے موقع پر جبکہ تمام قبائل عرب ایک جا جمع ہوتے تھے۔ آپس مین تجارت کرتے تھے اور بہت بڑا میلہ لگا کرتا تھا۔ جو میلہ عکاظ کے نام سے مشہور تھا ترقی پاکر انھین سلطنت قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا اور والی مکہ اُن کا امیر قرار پایا۔

عادات واطوار عام حالات

یہ سب کچھ تو ہوا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت عرب کی عام حالت کیا تھی کس قسم کا قانون تھا باشندون کے اخلاق وعادات کیا تھے۔ کیونکہ اسی سوال کے حل کرنے پر ہمارے مقصد کا مدار ہے۔

تحقیق سے عرب کی قوم بہ نسبت اور قومون کے فطرتاً وحشی اور خونخوار واقع ہوئی ہے اور اس قدر ترقی کرنے کے بعد بھی گو اُن کی خونخواری نے شجاعت کا لباس پہن لیا ہے۔ مگر بعض دفعہ یہ تقاضائے فطرت وحشت ظاہر ہو جاتی ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ قوم اور قومون کی نسبت بہت زیادہ سادہ مزاج رکھتی ہے۔ اس زمانہ مین اس قوم مین اچھائیان بھی تھین اور برائیان بھی۔ مگر برائیون کی بہت کثرت تھی۔ ان مین جو اچھائیان تھین وہ بھی بیرونی اثرات سے برائیون مین پنہان اور دبی ہوئی تھین۔ جس سے کوئی خاص اثر خود اُن پر بھی نہین پڑ سکتا تھا۔ کم خرچ کفایت شعار ہونا اور اس پر راضی اور قانع رہنا ایک عمدہ وصف خیال کیا جاتا تھا۔ نہایت فیاضی سے مہمان نوازی کرنا اُن کا قومی خاصہ تھا۔ مسافرون اور مہمانون سے مہربانی اور اخلاق سے پیش آنا اور اُن کی تعظیم کرنا ایک پاک فرض خیال کیا جاتا تھا اگر کوئی اس کو ترک کر دیتا تو اُسکو دل سے بُرا جانتے اور اسکی حقارت کرتے تھے ہمسایہ کے حال پر مہربانی اور اسکی خبرگیری کرنا اور اسکے مکان اور خاندان اور مال کی نگرانی اور حفاظت کرنا نیک آدمیون کے اوصاف مین سے تھا۔ قیدیون کو چھوڑانا اور محتاجون اور بیکسون کی مدد کرنا تمام نیکیون مین افضل اور جمیع اوصاف مین سب سے زیادہ قابل ستایش خیال کیا جاتا تھا۔ ایک شریف عرب کو اپنے وعدہ کا خیال بہت زیادہ رہتا تھا۔ گھوڑے کی سواری کی بچپن مین مشق کرائی جاتی تھی۔ فصاحت و بلاغت لطافت وظرافت بھی فضیلت کے دائرہ کی تکمیل کے لیے ضروری تھی شاعر نہایت اچھی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور اُسکی بہت تعظیم ہوتی تھی۔ جہان ان مین یہ خوبیان تھین انتہا درجہ کی بداخلاقی اور فحش بھی پھیلا ہوا تھا۔ قصائد کے شروع مین اکثر دولت مندون کی لڑکیون عورتون اور بہنون کے نام لیے جاتے تھے۔ اور اُن کے عیوب علانیہ عام طور پر بیان کیے جاتے تھے بدکاری اور زناکاری سے نادم نہین ہوتے تھے۔ بلکہ ہر طرح کی غیر مہذب نظم مین ازراہ بے شرمی اسکو مشتہر کرتے تھے شراب اور منشی چیزون کا استعمال احسن بلتے تھے۔ قمار بازی ان کا ہر دلعزیز کھیل تھا۔ سود خواری انکے ہان نہایت درجہ مروج تھی لونڈیون کو گانا بجانا سکھایا جاتا تھا۔ اور وہ حرام کاری کرنے کی مجاز تھین اور اُس حرام کاری کی آمدنی آقاؤن کا حق ہوتا تھا۔ رہزنی غارتگری روزمرہ کی باتین تھین انسانون کا خون

بلا خوف و تاسف ہر روز ہوا کرتا تھا ٹوٹکوں میں اور شگون لینے میں اُن کا بڑا اعتقاد تھا۔ جب کوئی مصیبت آتی تو یہ کنکریوں پر کچھ پڑھ کر پھونکتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اُن کی مصیبت دور ہو جائیگی۔ اگر کوئی کسی کو مار ڈالتا تو خون کا معزز بدلہ خون ہی سمجھا جاتا تھا اور جو لوگ خون کے بدلے کچھ لے لیتے تھے وہ نہایت حقارت سے دیکھے جاتے تھے اور برادری سے خارج کر دیے جاتے تھے اُن کا اعتقاد تھا کہ اگر خون کا بدلہ خون نہ لیا جائے تو مقتول کے سر کا اُلو رات کو اُسکی قبر پر چیختا پھرتا تھا۔ ہر شخص کے مرنے کے بعد قاعدہ تھا کہ اُس کا اونٹ بھی اُسکی قبر سے باندھ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ بھوک پیاس سے وہ مر جاتا جب کوئی مر جاتا تو برس روز تک اُس کا سوگ کرتے تھے۔ گھوڑ دوڑ میں بازی لگایا کرتے تھے۔ کسی غلام کو آزاد کرنے کے بعد بھی اُس کے مالک کو یہ اختیار ہوتا کہ جب چاہتا اس کو پھر اپنی غلامی میں لے لیتا ملزم کو خوجداری کی سزا میں جلتی ہوئی ریت پر بٹھا دیا جاتا تھا۔ مردہ جانوروں کا گوشت کھاتے تھے بعد اُس کو بہت لذیذ خیال کرتے تھے۔ اقرار یا وعدہ پورا کرنے کے لیے بتوں کی یا اپنے اجداد کی روحوں کی قسمیں کھاتے تھے۔ عورتیں نہایت خراب اور ذلیل حالت میں تھیں۔ گاجر مولی کی طرح جتنی جو چاہتا نکاح میں لے لیتا۔ طلاق کی رسم بھی اُن میں تھی جسکو چاہتے طلاق دیدیتے تھے۔ اور جب چاہتے پھر اپنے نکاح میں لے لیتے۔ مہر بھی باندھا کرتے تھے مگر طلاق دینے کے بعد عورتوں کو مہر نہیں دیا کرتے تھے۔ طلاق کی ایک میعاد مقرر تھی اُسی مقررہ میعاد تک عورت کو دوسرے کے نکاح میں جانیکا اختیار نہ تھا۔ اور جب میعاد ختم ہونے لگتی تو پھر اپنے ہی نکاح میں لے لیتے اور طرح طرح کے ظلم روا رکھتے تھے۔ طلاق دینے کے لیے کچھ شرائط مقرر نہیں تھے۔ جب جی چاہتا طلاق دیدیتے۔ اور پھر جی چاہتا تو نکاح کر لیتے۔ اس بات کو ذلت سمجھتے تھے کہ ایک عورت ایک بار کسی کی زوجیت میں آنے کے بعد دوسرے کے نکاح میں آئے۔

عرب جاہلیت کی بیہودہ اور خراب رسموں میں سب سے زیادہ یہ تھیں۔ لڑکیوں کا زندہ دفن کرنا۔ شوہر کے مرنے کے بعد اُس کا سوتیلا بیٹا اُس عورت کا مالک ہوتا اور اُس سے نکاح کر لیتا مگر بیٹے کے مرنے کے بعد باپ اُس کی بیوی سے نکاح نہیں کر سکتا تھا۔ شوہر کے مرنے کے بعد اگر کسی عورت کا سوتیلا بیٹا نہ ہوتا تو عصبہ یعنی رشتہ دار جو بیوہ کے سر پر چادر ڈالتا۔ اُس سے نکاح کرنے پر مجبور ہوتا۔ عورتوں کو اپنے گھر سے بدون پردہ و حجاب باہر نکلنے اور مردوں کی مجلسوں میں پھرنے یا اپنے جسم کا کوئی حصہ مردوں کو

دکھانے مین کوئی عیب نہ تھا۔ اور نہ بے حیائی تصور ہوتی تھی، غرض انکی کتاب الاخلاق کا ہر ورق گندگی۔ خرافات۔ بے شرمی اور بے حیائی سے مملو تھا۔ گو ہم نے اُن کے عادات و اطوار کا اُڑتا ہوا خاکہ کھینچا ہو مگر اہل بصیرت انہی واقعات سے نتیجہ نکال سکتے ہین کہ اس زمانہ کے مروجہ مذاہب مین کوئی تو ایسی بات تھی جس سے ان باتون کا انسداد نہ ہوسکا۔ اور غالباً کوئی عاقل اس بات سے انکار نہین کرسکتا کہ عرب اور نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کو اس کفر و ضلالت کے اندھے کنوئین سے روشن سطح پر لانے کے لیے کسی ریفارمر کی ضرورت تھی۔ مگر ہم اس بحث کو اور واضح کرنا چاہتے ہین اور دیکھنا چاہتے ہین کہ اصول فطرت اور قانون قدرت اس بارہ خاص مین کیا رائے رکھتا ہو۔ آجکل کہ علوم عقلیہ کا ہر طرف دور دورہ ہے،

اصول فطرت اور قانون قدرت

اور ہر چیز چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی میزان عقل مین تولی جاتی ہے اور ارتقائی ترکیب پر محض اصول فطرت سے پرکھی جاتی ہو اور مقدمات استدلال سے اس کی صحت جانچی جاتی ہو اور جبکہ سچائی کا یہی معیار سمجھا گیا ہو تو ہم بھی اس طریقہ کو نظر انداز نہین کرنا چاہتے،

محققین نے ہم کو یہ خبر دی ہو کہ دنیا کی ہر چیز ترقی پذیر ہو۔ انسان۔ حیوان۔ درخت۔ مٹی پتھر وغیرہ سب کے سب گردش مین ہین اور اپنی راہین آگے کو بناتے جاتے ہین۔ اور بقول ڈارون کے ان چیزون کی ترقی انسانیت تک محدود ہو لیکن انسانی ترقی کی کوئی انتہا نہین۔ انسان کو ابتدائی دور مین حیوانات پر کوئی شرف حاصل نہ تھا۔ بلکہ وہ بھی انہی جیسا اک حیوان تھا۔ مگر جیسا جیسا زمانہ بڑھتا گیا تجربہ اور مشاہدہ مین ترقی ہوتی گئی اور عقل و فراست سے دو چیزون کی محاسلت سے ایک تیسری چیز دریافت کرتا گیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اچھائی اور برائی کا علم بھی ہوتا گیا۔ اور چونکہ یہ قانون فطرت ہو کہ ہر چیز اپنی میلانی چیز کو پسند کرتی ہو۔ یعنی اپنا فائدہ اور بہتری چاہتی ہو۔ اس لیے جب ان مین سمجھ آئی آپس مین مل جل کر رہنے لگے اور صحبت کا چسکا پڑا تو انھین ایک ایسے اصول کی ضرورت ہوئی جس سے یا من و امان کی زندگی بسر کرسکین۔ اور جب کچھ اور زمانہ گذرا اور اُن کی سمجھ مین مزید ترقی ہوئی تو انھین ایک ایسے قانون کی ضرورت محسوس ہوئی جو اُن کی زندگی کو خوشگوار بنا دے۔ اس خیال نے اس جگہ لاڈالا جہان سے مذہب کی حد شروع ہوتی ہو، اپنے اس خیال کے پھیلانے کے لیے اُنھون نے اپنے گرد و پیش کی چیزون کا مطالعہ شروع کیا۔ بعض چیزین ایسی مہیب اور خوفناک دیکھین جن سے اُن کے بدن پر رعشہ آگیا اور بعض ایسی خوبصورت اور نورانی دکھائی دین کہ دل خوشی سے

بے اختیار ہوگیا مگر اپنی نادانی اور اُسکی اصلی حقیقت نہ جاننے کے باعث طرح طرح کے توہمات مین مبتلا ہوگئے اور ان توہمات مین یہانتک پختگی آگئی کہ خاندانی خصائص کی طرح اعتقادی نظریہ بھی نسل بعد نسلاً بطور توریث کے ایک سے دوسرے کو ملتا رہا۔ اور تجربہ اس مین ترمیم و تنسیخ کرتا رہا۔ ترمیم و تنسیخ دو طرح پر ہوتی رہی ایک عقلی۔ دوسری الہامی۔ عقلی مذہب کی داغ بیل تو سمجھ آنے پر ہی پڑگئی تھی۔ تجربہ روز بروز نئی نئی باتین بتاتا جاتا تھا جس سے اُن کے اجدادی خیال یا مذہب مین پختگی آتی گئی۔ اور الہامی مذہب کی ضرورت اس وقت مسلم ہوگئی جب کہ بعض نہایت اہم مظاہر نے ان کی عقلون مین قصور ثابت کیا۔ اور چونکہ یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ جب انسان اپنے مین کسی اپنے مخالف کے دفعیہ کی قوت نہین پاتا تو خارجی امداد اور اپنے سے بالاتر ہستی کی استعانت ڈھونڈھتا ہے۔ پس ایسے اسباب کا فراہم ہونا بھی منجانب قدرت ضروری تھا۔ چنانچہ انھین مین ایسے مصلح پیدا ہوتے گئے جو اُن کو اُنکی عقلون سے برتر باتین بتاتے تھے۔ اور آسان راستہ دکھاتے تھے۔ اور چونکہ اجدادی رنگ گہرا چڑھا تھا اور وہ نہین چاہتے تھے کہ اُن کے کسی پہلے اعتقاد مین خلل پڑے اس لیے خلل پڑنے کی بہتر اور عمدہ راہ مین زیادہ توجہ نہین کی اگر بعضون نے پیروی کی بھی تو کچھ دنون کے بعد اپنے اجدادی امر مین عجیب عجیب اور غلط راستے اختیار کرلیے اور امتداد زمانہ نے انھین پھر اسی سڑک پر لاڈالا جس پر پہلے چلا کرتے تھے۔ پس بالکل یہی حالت تھی عرب کی اور عرب ہی پر کیا منحصر تھا ساری دنیا کی یہی حالت تھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس بڑی اور گئی گذری حالت مین کسی ایسے مصلح کی ضرورت تھی جو ہاتھ تھام کر چاہ مذلت سے نکالتا اور ترقی کی سڑک پر ڈالدیتا اور بے شبہ اصول فطرت اور قانون قدرت کے رو سے اس سوال کا جواب نفی مین نہین دیا جاسکتا۔ پس یہان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اُمی لقب جو عرب کے ریگستانون مین پیدا ہوا اور ایسی قوم مین پلا بسا جو اجداد پرستی مین غرق تھی جس نے ان کو کفر و ضلالت سے نکالکر نور وحدت سے معمور کردیا اور جس نے ساری دنیا کے سوتے ہوؤن کو جگادیا بیشک وہ سچا اور سچا مصلح تھا۔ اور چونکہ اس وقت ساری دنیا کفر و ضلالت سے بھری ہوئی تھی۔ اس لیے اس کا وجود باجود نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کے حق مین باعث رحمت و برکت تھا۔

ابی وامی فداک یارسول اللہ

اور پھر غور کرو کہ کیا یہ معمولی انسان کا کام ہوسکتا ہے کہ عرب جیسی جاہل اور بے ڈھنگی قوم کی فطرت کو جو اپنے جبلی اعتقادات اور رسم و رواج کے آگے کسی بڑے سے بڑے

مصلح کی نہین سنتے تھے۔ تھوڑے ہی دنون مین ایسا پلٹ دے کہ اُن کے پہلے عادات واطوار سے کچھ نسبت ہی نہ رہے کبھی نہین۔ یہ اُسی شخص کا کام ہی جو درگاہ خداوندی سے خاص اس کام کے لیے مامور ہوا تھا۔ اور کیا بغیر ایسے شخص کے دنیا کفر وضلالت سے نہین نکل سکتی تھی؟ وہ تعلقات اس کے منافی ہین۔ یہ ناممکن تھا کہ سرکار دو عالم صلعم کی بعثت کے بغیر مخلوق معرفت کی سیدھی راہ پاسکتی جسم کو جان سے۔ دل کو دماغ سے۔ قالب کو روح سے اور فعل کو ارادے سے جو نسبت ہی وہی ہم کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہی جیسے جان کے بغیر جسم بیکار۔ دماغ کے بغیر دل ناکارہ روح کے بغیر قالب فضول۔ اور ارادہ کے بغیر ارتکاب فعل ناممکن ہی۔ ایسے ہی یہ ناممکن تھا کہ بغیر سرکار دو عالم صلعم کے ہم نور وحدت پاسکتے اور اس خالق ارض وسما کی خوشنودی حاصل کرسکتے۔ اور لاریب اس ذات اقدس کے ظہور سے ایمان ذات وحدت باری مکمل ہوگیا جسکی بنا پر ارشاد ہوا ہی کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اور اُس کے ساتھ ہی درحقیقت نبوت بھی ختم ہوگئی اور اب جو لوگ وحدانیت خدا کی ہدایت کرین گے یا کرتے ہین اس سے کچھ زیادہ نہین کرسکتے۔ مبارک ہین وہ لوگ جو اس سچی تعلیم سے بہرہ اندوز ہوچکے ہین۔ اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہین اور بیشک شکرگذار ہی ہمارا روان روان بھی کہ اس ذات اقدس کے باعث وحدانیت کو پایا اور نجات اُخروی کے حقدار بنے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ شَفِیْعِ الْوَرٰی فِیْ یَوْمِ بَعْثِ مُحَمَّدٍ

محمد مرزا خان آزاد

فی نعتہ

آنکہ برادبود رواصل علیہ وآلہ ہست جناب مصطفےٰ اصل علیہ وآلہ
گلبن باغ فاستقم سرو ریاض قل کفیٰ گوہر بحر اصطفا اصل علیہ وآلہ
قاف وقار وعین علم کاف کمال ودال دین تین شکوہ کبریا اصل علیہ وآلہ
امی افصح اللسان مخبر صادق البیان سالک مسلک رضا اصل علیہ وآلہ
قالب او زفرط علم قلب وے از فروغ صدق مردہ سیکے دگر صفا اصل علیہ وآلہ

تازہ کلام حسرت موہانی

(۱)

ہر چند ہو کے جان سے بیزار جائے گا
پروانہ ضرور طالبِ دیدار جائے گا

گھسنے نہ پائے گا تری محفل مین پھر کبھی
ساقی یہان سے آج جو سرشار جائے گا

زنہار بزمِ یار سے عاشق رہے جو دور
جب شوق اُٹھائے گا ناچار جائے گا

صبر و قرار و ہوش و خرد مال و جان و دین
ہو گا جو کچھ حضور مین درکار جائے گا

پروانہ ہو گی اسکے دلِ بے ملال کو
صدمہ فراقِ یار کا بیکار جائے گا

تیری گلی مین بیٹھ کے اُٹھتے ہین ہم کہان
اور ہم اُٹھین بھی دل تو نہ زنہار جائے گا

دربان کے دو باش کا حسرت کو غم کہان
اک بار وہ بُلائین تو سو بار جائے گا

(۲)

دوں ہو چکے تھے ازل مین فنا سے ہم
اس انتہا کو جانتے ہین ابتدا سے ہم

گویا وہ سب سُنا ہی تو دے گی دہان کا حال
کیا کیا سوال کرتے ہین بادِ صبا سے ہم

دنیا کی نامرادی پہیم کے خدر پر
محشر مین تم کو مانگ نہ لین گے خدا سے ہم

بنکر گدائے عشق گئے تھے مگر پھرے
سلطان ہو کے یار کی دولت سرا سے ہم

عرضِ کرم سے پہلے ہی بولے وہ روزِ وصل
غرمندہ ہون کہین نہ تری التجا سے ہم

اُس انجمن کے شوق مین جی کا زیان سہی
اک بار اُن کو دیکھ تو لین گے بلا سے ہم

کیا کیا ہوس کو آتی ہے خوشبوے آرزو
آنکھین جب اپنی ملتے ہین اُن کی ردا سے ہم

مرد میان بھی جس کی ہین عنوانِ التجا
کہتے ہین وہ کہ ڈرتے ہین اہلِ وفا سے ہم

حسرت خیالِ غیر سے بیگانہ ہو گئے
مانوس ہو کے اُس نگہِ آشنا سے ہم

عہد مغلیہ مین دستکاریان

یہ مسلمہ ہی کہ حیات انسانی کے تمام شعبون کی ترقی زمانے کی رفتار کے مناسبت سے ہوا کرتی ہی چنانچہ ازل سے ابتک اسی حساب سے ضروریات وقت کے مطابق انسان ترقی کرتا چلا آرہا ہی البتہ بنیا کے مختلف حصص و ممالک کے تہذیب و تمدن کا مقابلہ کرنے پر کمی بیشی سے اُن کی پستی و بلندی ظاہر ہو جاتی ہی۔ ہندوستان کی موجودہ حالت، بادی النظر مین اگرچہ دور ماضیہ سے مادیت مین کہین زیادہ ہی لیکن دوسرے ترقی یافتہ ممالک ہمصر کی نسبت بہت پیچھے ہی۔

اس وقت جو ایجادات و اختراعات ہمارے پیش نظر و زیر استعمال ہین اُن کا شکریہ تو بیشک واجب ہی ہے لیکن یہ شکایت اس سے بدرجہا زیادہ ہی کہ ہندوستان سے بہت پیچھے رہنے والے ملک بعد مین ترقی شروع کرنے پر بھی نہایت عروج حاصل کر گئے، پس ظاہر ہی کہ ہمارے ملک کو جس شاہراہ ترقی پر چلایا جارہا ہی وہ در اصل سراب ہی ڈیڑھ سو سال مین جتنی منزلین طے ہوئین اُن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہی کہ ابھی مقام مقصود تو کیا دوسرے ملکون کے مرتبے پر پہونچنے کے لیے بھی اس سے دوچند یا کم سے کم اتنا ہی عرصہ اور لگے گا۔ دور گزشتہ کے معلومات سے ظاہر ہوتا ہی کہ کسی وقت ہندوستان آسمان ترقی پر مثل ماہتاب تابان تھا۔ اور اُس زمانے کے تہذیب و تمدن مین نہایت بلند پایہ رکھتا تھا، مالی حالت فوجی طاقت صنعت و تجارت اور تہذیب و معاشرت، اس وقت کے اقتضا و احتیاج کے بموجب بدرجۂ ممتاز تھی، چنانچہ صنعت و حرفت کے ترقی پذیر ہونے مین ملک کے تمام رؤسا و امرا بلکہ سب سے زیادہ خود شہنشاہ کا ہاتھ تھا۔

جواہرات بیشتر ہندوستان کی کانون مین دستیاب ہوتا تھا۔ اور اسی ملک مین ماہر حکاک اُن کو مجلی و مصفی کرکے حسب خواہش مختلف شکلون مین خوبصورت بنا دیتے تھے۔ بادشاہ اور اُن کے محلات کے لیے قسم قسم کا بیش بہا شاہی کارخانون مین تیار کیا جاتا تھا۔ اور شاہی لوازمہ آرایش اور دیگر معمولی ضروریات کی اشیاء بھی اعلیٰ پیمانہ پر شاہی صناع بکثرت تیار کرتے تھے۔ یہ کارخانے بڑے پیمانہ پر قائم تھے جہان سے اس قدر سامان مہیا ہوتا تھا کہ شاہی مانگ پورا ہونے کے بعد اور لوگون کو بھی مہیا کیا جاتا تھا۔ شہنشاہ خود علاوہ

زرنقد کے اِن چیزوں کو انعام واکرام میں اس قدر عطا فرماتے تھے کہ ان کارخانوں کا معتدبہ حصہ پیداوار صرف ہوجاتا تھا۔ دیگر اعیان حکومت، عمائدین سلطنت، امرا اور راجگان اپنے اپنے علاقوں میں بکثرت دستکار پیشہ ور ملازم رکھ کر اپنے ضروریات کے لیے عمدہ چیزیں بنواتے تھے۔ اور اکثر نادر تحفے تیار کرا کر شہنشاہ کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور ہر سر دربار بادشاہ کی خوشنودی سے فایز المرام ہوتے تھے۔ توزک جہانگیری میں شہنشاہ جہانگیر نے کسی جگہ شاہزادہ خرم، وزیر آصف خان اور امیرالامرا اعتمادالدولہ کے پیشکشوں کا ذکر کرتے ہوئے کپڑوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ نفیس قسم کے کپڑے اُنھوں نے اپنے ہی کارخانہ میں تیار کرائے ہیں۔

بہت لوگ شاہی کارخانوں میں ہنر سیکھنے کے لیے بھرتی ہوتے تھے اور وہاں سے نکلکر سرداروں اور رئیسوں کے یہاں ملازم ہوجاتے تھے یا خود اپنے طور پر چیزیں بنا کر بازار میں فروخت کرتے تھے،

اسکے علاوہ غیر ممالک کے تجار بکثرت ہندوستان میں آتے تھے، اور افراط سے یہاں کا مال باہر لیجاتے تھے۔ اشیاء خوردنی و استعمالی خام و پختہ سب قسم کا مال وافر برآمد کرتے تھے۔ پیشگی ساعی دے کر یا دستکاروں اور ہنرمندوں کو خود ملازم رکھ کر چیزیں تیار کراتے تھے۔ اور ہزارہا تھان کپڑوں کے پردیس میں لیجا کر فروخت کرتے تھے،

ریشم اور سوت کی رنگائی، کپڑوں کا بُننا، زری ریشمی اور سوتی کام، موٹا باریک اعلیٰ ادنیٰ جیسے کھادی باریزی اور ترنیب یا مکمل پوت۔ کمخواب، کارچوبی یا زربفت، چھینٹ اور دوسری قسم کا بیل بوٹے دار کپڑا خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کے کئی شہروں میں بکثرت تیار ہوتا تھا۔ ان کے گوناگون اور طرح طرح کے گل بوٹے دیکھنے والوں کی نظروں کے لیے فریب تماشا تھے جو اصلیت کے مشابہ ہوکر مرقع باغ وبہار بن جاتے تھے،

کاغذ و اسلحہ سازی، چوبی دستکاری، فن تعمیرات، قالین و شکر بنانا وغیرہ ہندوستان میں بہت مروج تھا، زرعی پیداوار بھی صنعت و حرفت کے دوش بدوش ایسی افراط سے تھی کہ ارزانی کے ساتھ باشندگان ملک کے لیے فراہم ہونے کے بعد سوداگران یورپ و ایران غیر ممالک کو لے جاتے تھے۔

تقریباً ڈیڑھ صدی تک مغلیہ حکومت با امن و ترقی پذیر رہی، اس کے ظلّ عاطفت میں نظر توجہات سے مختلف صنایع و فنون علمی و مادی ہر قسم کے جو اس وقت کے تمدن کے ممد و معاون تھے پرورش پاتے اور بڑھتے رہے۔ اختراع و ایجاد مستزاد۔

ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہی کہ ہندوستان کے ربع ملک کا بیشتر حصہ زرخیز ہی خصوصاً بنگال کا صوبہ مصر سے کہین زیادہ اچھا ہی چاول، اناج اور زندگی کی دوسری ضروری چیزون کی پیداوار ہی نہین بلکہ تجارت کا بہت سا فالتو سامان یہان تیار ہوتا ہی کیونکہ ریشم کپاس اور نیل کی پیداوار کافی ہی ملک کے بہت سے حصے خوب آباد ہین اور زمین کے قطعات مین کثرت سے کاشت کی جاتی ہی۔ اور ہنرمند لوگ اچھی اچھی صناعیان کرتے ہین۔ قالین کمخواب، زری اور کارچوبی، نقاش، ہاولہ اور کامدانی اور بہت سی قسم کے ریشمی اور سوتی کپڑے اور انواع واقسام کی سونے چاندی، لکڑی پیتل اور ہاتھی دانت کی چیزین بنائی جاتی ہین یہ سب چیزین اتنی افراط سے بنتی ہین کہ ملک کی ضرورت پوری ہونیکے بعد غیر ملکون کو برآمد کی جاتی ہین۔

یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہنا چاہیے کہ کرۂ زمین پر سونا چاندی سکون کی صورت مین خرید و فروخت کے ذریعہ سے دست بدست چلنے کے بعد ہندوستان مین بہت زیادہ پہونچ جاتا ہی۔ اور یہان ہی رہ جاتا ہی سونا چاندی ہندوستان مین ہی بہت نکلتا ہی اور غیر ممالک سے بھی کشتیان بھر بھر کر لایا جاتا ہی لیکن اسکے تبادلہ مین یہان سے اشیا خوردنی اور کپڑے اور دوسری نفیس چیزین خرید کر پردیسی خاصکر یورپ والے لے جاتے تھے، ہندوستان مین جو چیزین باہر سے لائی جاتی تھین مثلاً اُزبک سے پچیس ہزار گھوڑے ایران و عرب سے بھی کئی ہزار گھوڑے، تانبا۔ لونگین اور جائفل اور دارچینی وغیرہ کی کثیر مقدار ہر سال جاپان، ملاکا۔ اور لنکا و یورپ سے ڈچ لوگ لاتے تھے۔ ان کے معاوضہ مین بھی یہان سے ہندوستان کی عمدہ چیزین، کھانے پینے کا سامان خرید کر لے جاتے تھے۔ الغرض ہندوستان مین صنعت وحرفت، تجارت وزراعت وغیرہ اس قدر اعلیٰ پیمانہ پر تھی کہ ملک کی ضرورت ملک کی پیداوار زرعی وصناعی سے پوری ہوجاتی تھی، اس لیے ملک کی برآمد، درآمد کے مقابلہ مین بہت زیادہ تھی۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہی کہ تیس چالیس ہزار گھوڑے، گرم مصالحہ تانبا اور یورپ سے بانات لٹھا اور شیشہ کا آرائشی سامان ہی تھوڑی تعداد مین ملک مین درآمد کیا جاتا تھا، درآنحالیکہ کھانے پینے کا سامان افراط سے غیر ملکون کو برآمد کیا جاتا تھا اور پھر بھی ملک مین ہر شے ارزان میسر آتی تھی۔ سامان درآمد کی جو قیمت ہندوستان سے ادا کی جاتی تھی نہ صرف وہی بلکہ اس سے کہین زیادہ قیمت پردیسی لوگ اپنے پاس سے خرچ کرکے ہندوستان سے اناج اور کپڑے اور دوسری قسم قسم کی چیزین خرید کر لے جاتے تھے۔ اس طرح درآمد کے خرید کرنے مین جو روپیہ ملک کا خرچ

ہوتا تھا وہ بھی یہان ہی رہ جاتا تھا بلکہ اور زیادہ روپیہ سامان برآمد کے فروخت کرنے سے دوسرے ممالک کا یہان آجاتا تھا غیر ممالک کے سیاح اور سفیر لوگ بھی شہنشاہی دربار سے جو رخصتانہ اور خلعت پاتے تھے اسکے ساتھ زر نقد بھی ہزارون کی تعداد مین ہوتا تھا، یہ سب روپیہ وہ لوگ یہان کی نادر و نفیس چیزین اور ضروری سامان خرید کر اپنے ملک مین صرف کر جاتے تھے۔

ولی احمد خان جے پور

امید و بیم کی تصویر

زحمتِ انتظار سے آج یہ دل نڈھال ہوا — آس ہی کچھ بندھی ہوئی دل ہی ذرا تھما ہوا
ذوقِ امید و بیم مین دل کا عجیب حال ہے — شوق کی لے بڑھی ہوئی جوش مگر گھٹا ہوا
شوق کی بیقراریان دل کی امیدواریان — شوق کا دل سے پوچھنا یار عزیز کیا ہوا
دلمین طرب کے ولولے اور کچھ اضطراب بھی — یعنی شرابِ قند مین تلخ عرق ملا ہوا
سر مین توہمات کا ایک عجیب مدّ و جزر — عزم کبھی بڑھا ہوا دل ہی کبھی گھرا ہوا
چشم براہ کب سے ہے آرزوؤن کا جمگھٹا — دیدۂ منتظر مین ہی ایک پرا جما ہوا
حوصلہ بھی بلند ہی شوق بھی تیز گام ہی — بیم کے دست بُرد سے دل ہی مگر بجھا ہوا
دخل کبھی شکوک کا فتح کبھی یقین کی — کشمکشِ امید و بیم معرکۂ وغا ہوا
خون سے خشک ہی زبان دلمین اٹک تو ہو — چہرے پہ ہین اُداسیان رنگ بھی ہی اُڑا ہوا
جانے کو ہی خزان ضرور آنیکو ہی بہار بھی — طرز ہوا بچھا اور ہے ابر بھی ہے گھرا ہوا
فرطِ سرور مین کبھی دل کا یہ حوصلون کو حکم — منزلِ شوق مین ہے آج قدم بڑھا ہوا
وہم کی موشگافیان قابلِ قدر گو نہ ہون — اس کا مگر علاج کیا دل ہی ادھر جما ہوا!

فضل کی دیر ہی امیر سعی بلیغ ہو چکی
فضل نہو تو ہیچ ہے سب یہ کیا دھرا ہوا

امیر بدایونی

تاج محل

(۱)

اے شاہجہان۔ اے شاہنشاہ ہندوستان تو اس بات سے بیخبر نہ تھا کہ دورِ زندگی۔ عالم شباب دولت و ثروت قوت و طاقت سبھی آخر کار زمانے کے لاتمتناہی۔ ابدی سمندر مین غرق ہوجاتے ہین لیکن پھر بھی تو نے چاہا کہ تیری روحانی محبت کے جذبات صادق صورت پذیر ہوکر دنیا مین دائم و قائم رہین۔

عصائے شاہی بھی ایک دن چوب خشک کی طرح ٹوٹ جاتا ہی۔ ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہی۔ پتھر ریزہ ریزہ ہوکر خاک مین ملجاتے ہین۔ مسجد۔ مندر۔ صومعہ و معبد بھی منہدم ہوجاتے ہین لیکن پھر بھی تو نے چاہا کہ ایک دل سے نکلنے والی آہ کی صدا زمین سے آسمان تک گونجتی رہے اور تیری محبت کا پیغام دلپذیر کہین لیجائے مگر تجھے یہ نہین معلوم کہ کہان؟

بیش قیمت ہیرون، بے بہا جواہرات کی چمک دمک ماند ہوجاتی ہی۔ قوس قزح کے نظر فریب رنگ بھی دیر تک قائم نہین رہتے۔ اگر یہ غائب ہوجاتے ہین غائب ہوجانے دے لیکن ایک آنسو کے قطرے کو رہنے دے۔ ایک آنسو کو جو صاف و شفاف ہی۔ چمکیلا ہی۔ ایک آنسو کو جو زمانے کے دلفریب عارض پر ہی ایک آنسو کو جسے لوگ تاج محل کہتے ہین۔

(۲)

اے فانی ناچیز انسان تجھے یہان زیادہ عرصہ قیام کرنا نہین۔ اپنی دلی تمناؤن کے برلانے کی فکر کرنے کی زیادہ مہلت نہین۔ زمانہ زبان حال سے اس کی تصدیق کررہا ہی۔

زندگی کے بہتے ہوے چشمے مین تو ادھر اُدھر تیر رہا ہی۔ موجون کے تھپیڑے کھاتا پھرتا ہی۔ بادصرصر کا کھلونا بنا ہوا ہی۔ آج تیرے پاس تمام لوازمات عیش موجود ہین۔ کل تو بے سروسامان ہوجاتا ہی۔

جب بادبہار اپنا دلفریب راگ چھیڑتی ہی۔ تیرے باغ مین آتش گل کے سوا کچھ نظر نہین آتا۔ جون ہی تو پھولون سے اپنے دامن کو بھر چکتا ہی برس بہ آواز بلند وقت روانگی کی اطلاع دیتا ہی اور اس وقت تو خاک بدامن رہ جاتا ہی۔

حیف۔ صد حیف۔ تو سبد گل کو الٹ دیتا ہی۔ گلہاے رنگین کو سر رہگذر پھینک دیتا ہی اور آئینہ

کے قدمون کے نیچے پامال ہوتے رہتے ہین۔

(۳)

اے شاہنشاہ تونے خوبصورتی کا ہدیہ پیش کرکے زمانہ کو دھوکا دینا چاہا۔ تونے دھڑکتے ہوے دل سے ایک غیر فانی مجسمہ حسن و خوبی اُسکے سامنے پیش کیا۔ زمانۂ انقلاب پذیر نے حیرت سے مُنھ پھیلا کر اُسکی طرف دیکھا۔ تونے موت غیر مجسم کو غیر فانی سفید پوشاک پہنائی۔

تجھے ماتم داری اور سوگواری کے لیے کافی وقت نہ ملا۔ اِس لیے تونے اپنے اشکہاے مسلسل ایک سنگ مرمر کے پیالے مین بھر کر محفوظ کر دیے۔

شب ماہتاب مین۔ گوشہ خلوت مین تو اپنی زوجہ محبوب کا چھوٹا پیارا نام اُس کے کان مین آہستہ سے کہتا تھا۔ اِس مختصر نام کی مختصر آواز آج تک زمانے کے کانون مین گونج رہی ہے۔

(۴)

اے شاعرانہ احساس رکھنے والے شاہنشاہ یہ تیرا نیا پیغامبر جسکا جواب نہ کبھی دیکھا گیا نہ سنا گیا فضاے آسمانی مین سر اُٹھاے کھڑا ہوا اور تیرا پیغام غیر معلوم مقام پر لے گیا ہے۔ ایسے ساحلون تک جہان نظر نہین پہونچتی۔ ایسے در پر جہان نگاہ انسانی کی رسائی نہین۔ شوق بھری نظرین بڑھتی ہین اور مایوس ہوکر پلٹ آتی ہین۔ اُس جگہ پر جہان کہ اب تیری محبوبہ شفق صبح و شام کے دلفریب رنگ مین جلوہ افگن معلوم ہوتی ہے شب ماہتاب مین گل یاسمین کی شام پرور خوشبو مین نمایان نظر آتی ہے۔

تیرے اِس سنگی پیغامبر نے زمانہ جیسے دربان کو دھوکا دیا اور تیرا یہ پیغام "تو مجھے نہین بھولا ہوگا، مین تجھے نہین بھولا ہون" اے میری پیاری مین تجھے نہین بھولا ہون" پہونچا دیا ہے۔

(۵)

اے شاہنشاہ تو دنیا سے سدھار گیا۔ تیری وسیع مملکت خواب و خیال ہوگئی۔ تخت طاؤس مٹی مین مل گیا۔ تیرے بہادر سپاہی جنکے قدمون کے نیچے زمین کانپتی تھی زیر خاک پنہان ہوگئے۔

ان سب کی یاد کبھی کبھی دہلی کی گلیون کی خاک ہوا مین اُڑتی ہوئی دیکھکر آجاتی ہے۔ گویے اب تیری تعریف کے گیت نہین گاتے۔ تیرے حرم سرا کی نوبت اب جمنا کی لہرون کے تال سُر کے ساتھ نہین بجتی۔

نازنین حرم کے چھاگل کی سامعہ نواز آواز کے بجاے ویران محل کے گوشون سے جھینگر کی کرخت آواز سُن پڑتی ہی جو ماتم عیش کی آواز بازگشت کا مزہ دے رہی ہی۔

لیکن تیرے خوبصورت۔ سفید۔ خوشنما۔ تازہ دم۔ نہ تھکنے والے پیغامبر نے سلطنتون کے عروج وانحطاط کا مطلق خیال نہ کیا ہستی انسانی کے کمال وزوال کی طرف سے بھی بے توجہ رہا ہی۔ اور تیرے پیغام محبت کو بہ آواز بلند کہہ رہا ہی "مین تجھے نہین بھولا ہون۔ مین تجھے نہین بھولا ہون۔ اے میری پیاری مین تجھے نہین بھولا ہون"

(۶)

کون کہتا ہی کہ تو نہین بھولا ہی؟ غلط۔ سراسر غلط۔ کسی کی یاد ہمیشہ کیونکر رہ سکتی ہی۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے دل سے خیال جاتا رہتا ہی جتنے دن گذرتے جاتے ہین اتنی ہی یاد کم ہوتی جاتی ہی۔

روح کو جو خلا مین پرواز کرنا چاہتی ہی بے حس خاک کا ڈھیر زیر زمین کیونکر چھپا سکتا ہے قبر سے صرف اتنا ہوتا ہی کہ مرنے والے کی یادگار ایک معنی کرکے قائم ہوجاتی ہی۔

روح کو کون روک سکتا ہی۔ سپہر بریں کے روشن ستارے اُسے اپنی طرف بصد اشتیاق بُلاتے ہین عالم باقی سے اُس کا بُلاوا ہی۔ غیر مرئی عالم نورانی مین اس کی طلب ہی اس پر زمانہ اثر انداز نہین ہوسکتا نہ وہ عرصہ ہستی کی پابند ہی۔ وہ بے روک ٹوک وسیع۔ بے پایان عالمون کی سیر کرتی رہتی ہی۔

(۷)

اے شاہنشاہ سلطنت سے تیرا جی خوش نہوا۔ دنیا کے عیش وآرام۔ ناز ونعم تیرا دل نہ بہلا سکے بقیہ ایام زندگی تجھے اطمینان قلب وسکون دل نہ حاصل ہوسکا،

دل ناکام کی حسرتون نے تیری زندگی تلخ کردی۔ یہی سبب تھا کہ اپنی زندگی کے آخری ایام مین تو شاہی شان وشوکت پر بالکل اُسی طرح لات مار دی جسطرح ایک بچہ اپنے مٹی کے گھروندے کو اپنے پاؤن سے بگاڑ ڈالتا ہی تو اپنے کامون سے کہین انفصل ہی۔ یہی سبب ہی کہ تو اپنے نشانات اور یادگارین چھوڑ کر عالم علوی کی طرف چلدیا۔ تو خدا جانے کہان پہونچ گیا اور یہ سب یہین کی یہین رہ گئین۔

(۸)

اُس محبت نے جو روحانی ترقی کا باعث نہو۔ اُس محبت نے جو اسفل سے اعلیٰ کی طرف نہ لیجائے

سرراہ ایک تخت بچھایا اور تجھے دنیاوی عیش وعشرت کا لالچ دیکر اُس کی طرف بُلایا۔ یہ محبت غبار راہ کی طرح تیرے پاؤن سے لگی تھی مگر تونے پاؤن جھٹک کر مٹی کو مٹی مین ملا دیا۔ اُس منتشر خاک مین تونے اپنی غیر فانی دلی محبت کا بیج بویا۔ تخم سے پودا اُگا جو ابدالآباد نسیم سحر کی بدولت جھوم جھوم کر یہ گیت گاتا رہے گا۔

"وہ مسافر چلا گیا۔ افسوس وہ چلا گیا۔ وہ اپنی محبوبہ کی تلاش مین ہے۔ تخت وتاج کی محبت دامن گیر نہو سکی۔ زمین وآسمان اُسے کوئی نہ روک سکا۔ عالم ارواح مین اُس کا خیر مقدم کیا گیا اور جب وہ روانہ ہوا ستارون نے اس کی ہمت افزائی کی۔

مین اُس کی یاد مین یہان پریشان وآوارہ ہون اور وہ تمام دنیاوی افکار سے آزاد بلندی چرخ پر پہونچ گیا ہے"

(رابندر ناتھ ٹیگور) باسط بسوانی

غزل

جگر مجروح، مین مغموم، اور دل ناتوان میرا
سوا تیرے مرے اسباب کو کوئی کہان میرا

نہ سمجھے جیتے جی رنگ سخن اہل جہان میرا
فنا کے بعد ہی شاید ہو کوئی قدردان میرا

خدا سمجھے تجھے صیاد ارے یہ ظلم آرائی
قفس کے سامنے لاکر جلایا آشیان میرا

کسی کی خانہ بربادی سے تجھکو فائدہ کیا ہے
اُجاڑا کس لیے صیاد تونے آشیان میرا

رہا کرتا ہے پہر دن تذکرہ اہل محبت مین
بنا افسانۂ عبرت دل بے خانمان میرا

اُٹھین کیا وہ بہارین عالم ایجاد کی تو مین
جگر کے زخم دکھین اور نہ قلب نیمجان میرا

ابھی تو ابتدائے موسم گل ہے چمن والو!
ابھی سے آشیان تکتی ہے کیون برق تپان میرا

اُدھر بدلے جو تیور اشک اِدھر آنکھون مین بھر آئے
بھری محفل مین افشا ہو گیا راز نہان میرا

سمجھتا ہون مین اے صیاد ہر تنکے کو جان اپنی
رُلاتا ہے لہو یاد آکے مجھ کو آشیان میرا

چمن والے مری ہستی اگر یکا نہ سمجھے ہین
مٹا دین شوق سے مجھکو جلا دین آشیان میرا

نظر آتا ہے ہر اک شعر غم کی مستقل دُنیا
جُدا ہے سب سے اے سرشار انداز بیان میرا

سرشار کمنڈوی

خدا کا نور

یکے بعد دیگرے بادل چھٹنا شروع ہوے۔ گہری کہر کی نقاب رفتہ رفتہ ہٹنے لگی۔ بڑے بڑے پہاڑ نیلی فام آسمان کی پشت پر صاف نظر آنے لگے۔ ہمیشہ قائم رہنے والی برف سفید سفید جمی ہوئی تھی اور پہاڑ کی اونچی چوٹیاں زیادہ بلند دکھائی دیتی تھیں لیکن ایک وسیع شعاع سنہری روشنی کی پہاڑ کے مشرقی ڈھال پر پڑنے لگی جس کی گرمی سے نرم کہر گھل گئی اور لالۂ سرخ کھل گیا۔ . . . . . .

دو سیاہ اور دھندلی شکلیں اس روشنی کو دور سے دیکھ رہی تھیں اور بہت دیر سے اس تک پہونچنے کی کوشاں تھیں رفتہ رفتہ ایک ساتھ روشنی میں پہنچیں۔ وہ دونوں حقیقی بھائی تھے لیکن روشنی میں قدم رکھتے ہی اُن کے تیور بدل گئے اور پیشانی پر بل پڑنے لگے۔ دونوں نے ایک دوسرے سے غصہ میں پوچھا "تیرا یہاں کیا کام ہے؟" "یہ روشنی میری ملکیت ہے" دوسرے نے جواب دیا "اے بیوقوف! تو جھوٹا ہے نہیں۔ یہ روشنی تیری نہیں میری ملکیت ہے۔ دونوں غصّے سے سُرخ ہو گئے برادری کا خیال تک جاتا رہا غصّہ اور دیوانگی میں ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ کس لیے؟ اس روشنی کے لیے جو درحقیقت ان کی ملکیت نہ تھی۔ لالہ اُن کے پانوں میں دب کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور ایک خون کی ندی بہنے لگی۔ دفعتاً ایک سایہ اس کے درمیان حایل ہو گیا۔ یہ سایہ "موت" تھا دونوں خوف سے پیچھے ہٹ گئے۔ ایک نے دوسرے کو غور سے دیکھا دونوں کی رنگت زرد پڑ گئی اور تیزی سے وہ بھاگ گئے۔ سایہ اُن کے ہمراہ ہو لیا۔ خون زمین میں جذب ہو گیا۔ اور لالہ پھر کھل گیا۔ خدا کا نور اسی طرح پہاڑ پر قائم رہا۔ . . . . . .

اس نور میں دو شہزادیاں جو سر سے پا تک زر و جواہر میں لدی ہوئی تھیں دکھلائی دیں۔ ان کے درمیان ایک پردار بچہ تھا جس کو وہ گھسیٹتی لائیں جو ناتوانی اور ضعف سے قریب مرگ تھا روشنی میں پہونچکر ایک دوسرے کے روبرو کھڑی ہوئیں ایک نے دوسرے سے غصہ کے لہجہ میں کہا (بچہ کی طرف اشارہ کرکے) محبت کو چھوڑ۔ دیکھ ہم اپنے منزل مقصود پر پہونچ گئے ہیں۔ میری خوبصورتی کی وجہ سے یہ روشنی اور محبت میری ملکیت ہیں۔ دوسری نے جواب دیا۔ مکارہ جہاں میں ہوں وہاں تیری خوبصورتی کیا حقیقت رکھتی ہے میں دنیا کی ملکہ ہوں محبت میری حلقہ بگوش ہے اور یہ نور میری وراثت ہے سایہ پھر نمودار ہوا۔ دونوں خوف سے

زرد ہو کر مثل روح کے پرواز کر گئیں۔ مگر بچہ وہیں کھڑا روتا رہا۔

اور خدا کا نور اسی طرح پہاڑ پر قایم رہا۔ . . . . . .

ایک تھا تھکا ماندہ مسافر دشتی میں نمودار ہوا وہ ننگے سر تھا۔ آنکھیں آسمان کی طرف کیے ہوے۔ وہ ٹھہرا اس نے ادھر اُدھر دیکھا اور مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ اُسکے چہرے سے تھکن کے آثار نمایاں تھے اس کے ہاتھ محنت کی وجہ سے سخت ہو گئے تھے۔ اس کا چہرہ زرد تھا مگر خوبصورت۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا اے خدا ترا ہزار ہزار شکر۔ . . . . یہ تیرا ہی . . . . بچہ روتا ہوا بڑھا اور اُس کے قدم چوم لیے۔ بچے نے ہچکیاں لیتے ہوے دریافت کیا کہ اے شخص تو کون ہے کہ اس نور کی تلاش میں تو نے اس قدر محنت اُٹھائی اور بجاے رشک اور حسد کے شکر ادا کرتا ہے۔ مسافر نے مسکراتے ہوے جواب دیا۔ میں بے یار مددگار ہوں مجھ سے سب کو نفرت ہے دنیا میں میرے پاس کچھ نہیں حتیٰ کہ مجھے کوئی آفرین کہنے والا بھی نہیں ہے تنہائی میں نے اس نور کو ڈھونڈھا اور دریافت کیا اس لیے میں اپنے مالک کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے ناامید نہ پھرایا۔ مجھ سے انسانوں کو سخت نفرت ہے کیونکہ میرا نام "سچائی" ہے۔

دوبارہ سایہ ظاہر ہوا۔ مگر اب کی دفعہ وہ سایہ نہ تھا بلکہ ایک نور تھا جس نے پہلے نور کو دوبالا کر دیا تھا۔ تھکا مسافر اس نور کو پیکر اور طاقتور ہو گیا۔ اور محبت نے اپنے لڑکپن کے آنسو پونچھے . . . . . .

. . . . . دور بہت دور ایک شیریں آواز فرشتوں کے گانے کی سنائی دی۔ اور خدا کا نور پہاڑ پر اور زیادہ وسیع ہو گیا۔

جیب احمد (صدیقی)

اے دانۂ تسبیح خیالت دل دانا — سر حلقۂ مستان رخت دیدۂ بینا
یک توشہ کش دادی شوق تو توکل — یک گم شدۂ راہ خیال تو تمنا
جائے کہ شود سایہ فگن پرتو مہرت — خورشید شود مردمک دیدۂ حسرا
در میکدہ ات درک فلاطون خم آبی — در انجمنت مغز خرد پنبۂ مینا
عیش ابد از مست تو یک خندۂ پرکار — عمر خضر از شوق تو یک آبلۂ پا
مشغول بذکر تو اگر نیست شب و روز — تسبیح حباب از چہ بود در کف دریا
گر کوہ کمر بستۂ صید تو نباشد — تنہا نہ شود معتکف خلوت صحرا

بنات النعش و کہکشان

مدت ہوئی کہ دنیا ایک زبردست خشک سالی کا شکار ہوئی آفتاب کی قیامت خیز تپش نے دریا اور کنوئین جھیل اور تالاب چشمے اور سمندر شجر و حجر سب خشک کر دیے۔ وحوش و طیور، چرند و پرند حتیٰ کہ انسان بھی اس کے اثر سے نہ بچ سکے۔ درخت مرجھا گئے۔ خس و خاشاک انتہائے تپش سے جل کر سوکھ گئے یعنی تمام عالم زبان حال سے الامان والعطش پکار اٹھا۔

انھین گرم راتون مین ایک رات ایک دوشیزہ پیاس سے بیتاب ہوکر اپنی بیمار تشنہ دم توڑتی ہوئی ماں کے لیے پانی کی تلاش مین باہر نکلی۔ ہرچند تگ و دو کی مگر ناکام رہی آخر تھک کر ایک سوکھی گھاس کے فرش پر بس نے تخیل کی موانست سے اپنی طرف اُسے کھینچ بلایا تھا۔ دم کے دم آرام لینے کو لیٹ گئی۔ ابھی لیٹی ہی تھی کہ نیند کی پُرکیف شراب نے تھوڑی دیر کے لیے اُسے دنیا و مافیہا دونون سے بے خبر کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلی اپنی غفلت پر نادم آنکھون مین آنسو ڈبڈبائے اُٹھی اور جلدی سے صراحی کو اُٹھا لیا۔ اس کی حیرت کی کوئی حد نہ تھی جب صراحی صاف و شفاف تازہ پانی سے لبریز ملی۔

شدت پیاس نے لب ہائے شیرین کو صراحی سے لگا دیا ہوتا اگر مریض ماں کا خیال دامنگیر نہو جاتا۔ لڑکی نے صراحی کندھے پر رکھی۔ اور گھر کی سمت روانہ ہو گئی۔

پانی کے اس حیرت انگیز طریقے پر پانے کی خوشی۔ ماں کے خیال مین کامل استغراق۔ اپنی غفلت و تساہل پر ندامت اسکے تخیل کو اسقدر گھیرے ہوے تھے کہ راستہ مین پڑے ہوے کتے سے ٹھوکر کھائی اور صراحی سمیت زمین پر آرہی۔

بزبان کتا، زبان نکالے، اُس کے چاردن طرف گھوم گھوم کر زبان حال سے پیاس کی شکایت اور پانی کی تجا کر رہا تھا۔ لڑکی نے ناامید ہوکر صراحی اُٹھائی تاکہ بچا کھچا پانی کتے کو پلا دے۔ اسکے استعجاب کی کوئی انتہا نہ تھی کہ پانی کا کوئی قطرہ صراحی سے نہ گرا تھا۔ اُس نے تھوڑا سا پانی چلو مین ناکر کتے کو پلا دیا اور صراحی اُٹھائی تو وہ چاندی کی ہو گئی تھی گھر پہونچی، صراحی ماں کے پاس رکھی،

کٹورے مین پانی لاکر پیش کیا۔ ماں نے انتہائی الفت سے کہا کہ "بیٹا! مجھے تو مرنا ہی ہے تم اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرلو"

پیاس ناقابل برداشت تھی لڑکی نے تعمیل حکم مین خشک ہونٹھ پانی سے لگائے بھی نہ تھے کہ ایک اجنبی گھر مین داخل ہوا اور پانی طلب کیا۔ لڑکی نے بغیر پیے کٹورہ اسکے ہاتھ مین دیدیا۔

بکایک سات بڑے چمکتے ہوے ہیرے پانی سے ٹوٹ پڑ کر حسین دوشیزہ کی گود مین آگرے اور صراحی مین سے ایک صاف و شفاف پانی کی نہر جاری ہوگئی جسکا ہر قطرہ ایک چمکتا ہیرا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ ہیرے بلند ہوتے گئے یہانتک کہ منتہاے نظر پر پہونچ گئے۔

آجتک یہ وہین قائم ہین اور دنیا اُن کو نبات النعش اور کہکشان کے نام سے یاد کرتی ہے۔

(ٹولسٹائے)

عزت علی علوی

غزل

اُس پر اثر ہو کس طرح نالون مین کچھ اثر بھی ہو
کیا وہ مری خبر کو آئے اسکو مری خبر بھی ہو

پانی بھی خون کی جگہ ضعف سے جسم مین نہین
رحم انھین کہان سے کہ آنکھ ہماری تر بھی ہو

جان پہ بنتو بن گئی کشمکش نیاز سے
اُسکے حریم ناز مین اپنا کہین گذر بھی ہو

تم کہو اٹھ یہان سے جا ہم کہین کیون کسی کا کیا
تم بھی رہو رقیب بھی ہم بھی ہون ہمگذر بھی ہو

مستی حُسن رات دن رکھتی ہے اُن کو بے خبر
میری خبر کہان سے لین اپنی اُنھین خبر بھی ہو

شرم و حیا کا مدعا دل ہے کہ یہ ملے تو بس
شوخی و ناز کا سوال جان بھی ہو جگر بھی ہو

آصف خستہ کیون کرے شکوۂ بے توجہی
صدقے تری نگاہ کے ایک نظر ادھر بھی ہو

عبدالرحمٰن آصف

انجام رشک

سلیم فطرتاً حسن پرست واقع ہوا تھا۔ وہ دولتمند تھا۔ نوجوان تھا اور چونکہ اسکی نشو نما لاابالی کی سرزمین پر ہوئی تھی۔ لہذا اس مین وہ تمام جذبات موجود تھے جو ایک تندرست مولا مین ہوتے ہین۔ وہ شریف خاندان کا چشم و چراغ۔ لیکن بُری صحبتون نے چند ہی روز مین اُسکی رفتار زندگی کو انگشت نمائی کے قابل بنا دیا۔ اسکی ناشائستہ حرکات مین روز افزون ترقی ہونے لگی۔ اسکے والدین کی وہ سب امیدین منقطع ہوگئین۔ جو اسکی ذات سے وابستہ تھین۔ بیٹے کی آوارگی اُنھین خون کے آنسو رُلاتی تھی۔ وہ مجبور تھے۔ سلیم اب بچہ نہ تھا کہ ڈراتے دھمکاتے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے۔ وہ جوان تھا۔ بھلائی اور بُرائی مین تمیز کرسکتا تھا۔ باایں ہمہ اُنھون نے اپنے گمراہ بیٹے کو راہ راست پر لانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ لیکن اس کی آوارگی مین فرق نہ آنا تھا نہ آیا۔

اتفاقاً سلیم کے یہان ایک تقریب پیش آئی۔ برادری کی تمام عورتین اسکے مکان مین جمع تھین۔ باہر مردون کا ہجوم تھا۔ گھر والے انتظام مہمان نوازی مین سرگرم تھے۔ سلیم کا چہرہ آج متانت اور سنجیدگی کا مرقع تھا۔ وہ انتظامات خانہ داری مین غیر معمولی سرگرمی کا اظہار کر رہا تھا۔ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے وہ اپنے کمرے مین گیا۔ اس کا کمرہ زنانے مکان سے ملحق تھا۔ کمرے کے آخری حصہ مین ایک دروازہ تھا۔ جسکے بند کردینے سے یہ کمرہ زنانے مکان سے الگ ہوجاتا تھا۔ آج چونکہ گھر بھر مین عورتین ہی عورتین تھین اس لیے بعض کمرے کے دروازے کے قریب بیٹھی تھین۔ اور بعض اس کمرہ مین آگئی تھین۔ سلیم کے دفعتہً آجانے کا کسی کو گمان بھی نہ تھا۔ کمرے مین جاتے ہی سلیم کی نظر ایک ناظورۂ جمال پر پڑی۔ جو اُس کی چھوٹی بہن کے ساتھ بیٹھی ہوئی گفتگو مین مشغول تھی۔ نظر ملی۔ سلیم سنبھلتا ہی رہا اور وہ جلدی سے زنانے مکان مین چلی گئی۔ گویا ایک بجلی تھی کہ چمکی اور فضا مین ایک سنہری لکیر بناتی ہوئی غائب ہوگئی سلیم اگرچہ بدسرشت انسان تھا۔ لیکن آنکھین جھک گئین۔ اور اُلٹے پانون کمرے سے واپس آگیا۔ شام کو اس نے اپنی بہن سے باتون باتون مین دریافت کرلیا۔ کہ وہ سراپا ناز قاضی عبداللطیف صاحب کے

گلشن زندگی کی ایک ناشگفتہ کلی ہے۔ اور اُس کا نام حسینہ ہے۔

مالابار مین قاضی صاحب کی کوئی معمولی شخصیت نہ تھی۔ شرافت علم اور دولت کے اعتبار سے اُن کا درجہ بہت بلند تھا۔ اور ہر شخص انھین عزت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ بچپن مین قاضی صاحب نے حسینہ کی نسبت اپنے بھائی کے لڑکے یوسف سے مقرر کردی تھی۔ سلیم کے والدین اور دیگر اعزا نے بہت کوشش کی کہ حسینہ کی شادی سلیم سے ہوجائے لیکن قاضی صاحب نے انکار کردیا پہلے تو بھائی کی ناخوشی کا حیلہ کرتے رہے۔ پھر صاف صاف کہدیا کہ مین اپنے لخت جگر کو ایک آوارہ اور جاہل شخص کے سپرد کرنے کے لیے ہرگز تیار نہین۔ اِس گفتگو کے چند ہی روز کے بعد حسینہ کی شادی اُسکے چچازاد بھائی یوسف سے ہوگئی۔

یہ شادی سلیم کے لیے ایک سانحۂ عظیم سے کم نہ تھی۔ اُسکی رہی سہی امید بھی جاتی رہی دنیا اُسکی آنکھون مین تاریک ہوگئی۔ دل یاس وحسرت کا ظلمتکدہ بن گیا اور اُس کے غم وغصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اب قاضی صاحب کے خاندان کا وجود بھی اُس کو ناگوار تھا۔ چنانچہ اس نے ایذارسانی کی سیکڑون کوششین کین۔ مگر قاضی صاحب کی شخصیت کے مقابلہ مین ہر مرتبہ ناکام رہا۔ رشک کی آگ اندر ہی اندر اُس کے دل وجگر کو کباب کررہی تھی۔ اور بیگناہ یوسف کی زندگی بھی اس کی نظر مین کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔

اِس واقعہ کے چھ مہینہ بعد مالابار مین ایک عظیم انقلاب ہوا۔ آبادیان ویرانہ بن گئین۔ بڑی بڑی عمارتین مسمار ہوگئین۔ تویون اور گولون کی گرگڑاہٹ سے مالابار کی فضا گونجتی رہتی تھی۔ اسوقت سفلہ منش سلیم کو اپنی کامیابی کا اچھا موقع ہاتھ آیا۔ وہ ایک انگریز افسر کے پاس پہونچا۔ قاضی صاحب کو غدار بتایا۔ اور غریب یوسف پر ایسے ایسے جھوٹے الزام لگائے۔ کہ انگریز افسر کو غصہ آگیا۔ دوسرے دن یوسف کو بھی خبر پہونچ گئی۔ سلیم کی لگائی ہوئی آگ عنقریب اُس کے خرمن ہستی کو جلا کر خاک سیاہ کرنے والی ہے پہلے تو وہ بہت پریشان ہوا۔ زندگی کے تمام جذبات جان کے دشمن نظر آنے لگے لیکن تھوڑی دیر بعد اسکی طبیعت مین ایک نمایان تغیر پیدا ہوا۔ اسکی آنکھین فرط غصہ سے سُرخ ہوگئین۔ اور دلمین انتقام کا جوش موجزن ہوگیا۔ وہ ایک بے اختیاری کے عالم مین اُٹھا۔ اور لپک کر کمرے سے تلوار اُٹھا لایا۔ اور خود بخود کہنے لگا "او بدمعاش ٹھہر جا۔ انتقام کا وقت قریب آپہونچا۔ موت تیرے سر پر کھیل رہی ہے۔ مین

اپنی گرفتاری سے پہلے تیرے ناپاک وجود کو دنیا سے پاک کردون گا" یہ کہکر باہر نکلنا ہی چاہتا تھا کہ دفعتاً ایک حسین نازنین کمرے سے دوڑی ہوئی آئی۔ اور اسکے دامن سے لپٹ گئی۔ یوسف پر غیظ و غضب کا عجب عالم طاری تھا لیکن نازنین کے ان الفاظ نے اسکے جوش مین ایک افسردگی پیدا کردی "میرے سرتاج مجھے چھوڑکر کہان چلے"

یوسف نے کہا شاید تم مجھے بزدل بنادوگی۔ جاؤ خدا پر بھروسہ رکھو"

نازنین نے کہا "نہین۔ میرے شوہر مین آپ کو تنہا نہ جانے دونگی" یوسف کچھ کہنے ہی کو تھا کہ دروازہ پر شور وغل کی آواز معلوم ہوئی۔ اور یوسف خداحافظ کہتا ہوا اپنا دامن چھڑاکر باہر چلا گیا۔ دروازے پر فوجی سپاہی مسلح موجود تھے۔ بیچ مین سلیم کھڑا ہوا اپنی کامیابی پر مسکرا رہا تھا۔ یوسف کی نظر سلیم پر پڑی دلمین ایک شعلہ بھڑکا اور وہی شعلہ بجلی بنکر سلیم کی خرمن حیات پر گر پڑا۔ یعنی یوسف کی تلوار پوری قوت سے سلیم کے سینہ مین اتر گئی۔ تلوار ابھی سینہ سے جدا بھی نہوئی تھی کہ بندوق کی ایک آواز ہوئی۔ اور دو خون آلودہ لاشین زمین پر گرکر تڑپنے لگین جنمین سے ایک سلیم کی تھی اور دوسری یوسف کی۔

ابھی نظرین رقص بسمل کے تماشہ مین مصروف تھین کہ ایک حسین عورت بیتابانہ گھر سے باہر آئی۔ اور "ہاے میرا سہاگ لٹ گیا" کہتی ہوئی یوسف کی لاش پر گر پڑی۔

تھوڑی دیر مین ہنگامہ فرو ہوگیا۔ رشک و رقابت کی شورشین مٹ گئین۔ صرف فوجی حلقہ مین تین لاشین پڑی تھین جن پر عبرت و حسرت برس رہی تھی۔

ہادی ویلوری رکن حلقۂ ادب کانپور

ابنائے زمانہ درپے شور و شراند　　اینا شتۂ نفاق و عین ضرراند
مانند قطار شتر این فرقۂ دون　　بایکدگر اند و در پئے یکدگر اند

(عنایت نامۂ راسخ)

از صحبت دوستان این دور خلاف　　رمزے گویم اگر نگیری بگزاف
چون شیشۂ ساعت اند پیوستہ بہم　　دلہا ہمہ پر غبار۔ رویا ہمہ صاف (شیخ سعدی)

نظرے خوش گذرے

مین ۱۴ ستمبر کو بخیر و عافیت تمام لکھنؤ واپس پہونچا۔ مئی کا الناظر مجھے مکہ مکرمہ مین ملا تھا۔ جون اور جولائی کے پرچے دیر مین اور ایسے وقت شایع ہوے کہ مجھکو یہان پہونچنے کے بعد ملے۔ مین وہان حج سے فارغ ہونے کے بعد چونکہ ایک مہینہ سے زائد ٹھہرا رہا اس لیے پرچہ نہ پہونچنے کی وجہ سے تفکر تھا اور اندیشہ کر رہا تھا کہ شاید کسی مجبوری سے پرچہ کی اشاعت ملتوی رہی۔ روانگی کے وقت جو انتظامات ایک حقیر و بے مایہ شخص کے امکان مین ہو سکتے تھے کر دیے گئے۔ مگر وہ بھی ناکافی ثابت ہوے۔ اگست کا پرچہ میرے آنے کے وقت تیار ہو رہا تھا لیکن حضرت چلپی کی سیاحت کے باعث مکمل نہ ہوا تھا۔ بہرحال ستمبر کی آخری تاریخون مین اُس کی تکمیل کرا دینے کے بعد مین یکم اکتوبر سے ہمہ تن توجہ بکر مصروف کار ہوا۔ اور ارادہ تھا کہ ستمبر و اکتوبر کے پرچے اکتوبر کے اندر اندر شایع کر کے نومبر سے پرچہ کو اصل وقت پر لے آؤن گا۔ اِسی اندازہ سے کام بھی شروع ہو گیا تھا کہ دفعتہً پریسمین اور کاتب یکے بعد دیگرے ڈنگو بخار مین مبتلا ہو گئے۔ اور اس مجبوری مین ستمبر و اکتوبر کا مشترکہ پرچہ شایع کرنے کی ٹھانی۔ کئی کئی مہینے کے پرچے یکجا شایع کرنا مجھے بذاتہ نہایت ناپسند ہے اور جہانتک مجھے یاد پڑتا ہے گذشتہ چودہ سال مین الناظر کا صرف ایک پرچہ دو مہینہ کا یکجا شایع ہوا ہے اور وہ بھی کب؟ جب حقیقتاً مین بجائے خود الناظر کو بند کر چکا تھا اور محض اپنے شفیق مکرم مولوی عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اُردو کے اصرار پر اُسے جاری رکھنے پر راضی ہوا۔ اُس وقت تک یہ مرض ہندوستانی رسائل مین اس قدر عام تھا کہ چھ چھ مہینے کے پرچے یکجا شایع کرنے مین مضائقہ نہین سمجھتے تھے مگر آج جبکہ خدا کے فضل سے ملک کے اکثر رسائل پابندی اوقات کا لحاظ کرنے لگے ہین یقیناً یہ امر نہایت درجہ بیجا ہے کہ الناظر کو جو پابندی وقت کیلیے کبھی خاص شہرت رکھتا تھا ایک نہین بلکہ مسلسل دو مشترکہ نمبر نکالنا پڑین کیونکہ اس پرچہ کی اشاعت مین اتنی دیر ہو رہی ہے کہ اگر آئندہ دونون پرچے ساتھ نہ شایع کیے جائین تو اس کے یہ معنی ہون گے کہ عدم پابندی کے سلسلہ کو سال آئندہ تک جاری رکھنا منظور ہے۔ ناظرین کرام کو جو زحمت انتظار ہوئی اس کا معاوضہ تو کچھ ہو نہین سکتا اس لیے معافی کا خواستگار ہون۔

اکتوبر کے آخری عشرہ مین میرے عزیز حاجی شیخ نظیر حسین تعلقدار گدیہ نے انتقال فرمایا۔ مرحوم ابتدا سے الناظر کے قدردان رہے اور ذاتی سیرۃ کے لحاظ سے بڑی خوبیون کے آدمی تھے۔ تعلقدار تھے مگر اپنے طبقہ کے خلاف سادگی خلوص اور منکسر المزاجی کا نمونہ تھے۔ ظاہراً و باطناً مسلمان تھے اور اسلامی اخلاق و عادات کو قابل تقلید طور پر نباہتے رہے۔ شاعر تھے اور کتب بینی کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ اُن کی اکثر نعتیہ نظمین احباب مین تقسیم ہونے کی غرض سے چھپ گئی تھین۔ تاریخ گوئی مین خاص مہارت رکھتے تھے۔ اور اپنے جوار اور حلقۂ اعزا و احباب مین اپنی خوبیون کی وجہ سے بہت محبوب تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت مین جگہ عطا فرمائین اُن کے صاحبزادہ عزیزی شیخ زین العباد سلمہ کو صحیح معنون مین اُن کا جانشین بنائین۔ اور اُن کے جملہ پسماندگان علی الخصوص اُن کے بھائیون شیخ مقبول حسین قدوائی و شیخ مشیر حسین قدوائی کو صبر جمیل عطا فرمائین۔ آمین۔

لکھنؤ مین جو انجمن اُردو بنانے کی تجویز تھی اور جس کے متعلق ایک جلسۂ عام گذشتہ مارچ مین ہوا تھا اور ایک عارضی کمیٹی قواعد و ضوابط وغیرہ کی ترتیب کے لیے بنا دی گئی تھی اسکی کارروائی چھ سات مہینے مین صرف اس منزل تک پہونچی ہے کہ اُس کمیٹی نے انجمن کا دستور العمل بنا دیا ہے اور توقع کے بالکل خلاف بغیر اسکے کہ کسی جلسہ عام سے اُس دستور العمل کی منظوری حاصل کی جاتی عارضی معتمد صاحب نے اُس دستور العمل کو چھپوا کر لوگون کو خطوط کے ذریعہ سے انجمن کے کارکن بننے کی دعوت بھی بھیجدی۔ تعجب ہے کہ لائق معتمد صاحب کو اتنی سی بات بھی معلوم نہین کہ اُنھین اِس دستور العمل کے نفاذ کی کوشش کا کوئی حق نہین۔ اور جو اسلوب اُنھون نے اختیار کیا ہے اس کو دیکھ کر بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے کہ

این رہ کہ تو میروی بترکستان ست

صاحب موصوف کو باوجود زبان اُردو سے یک گونہ ناآشنا ہونے کے جسقدر ہمدردی اور توجہ اِس تحریک مین ہے اس کا شکر گذار ہونا چاہیے۔ مگر زیادہ شکر گذاری کا موقع اُس وقت ہوگا جب وہ کسی مستحق شخص کے ہاتھون مین اس انجمن کی مستقل خدمت چھوڑ سکین گے۔ اِس لیے کہ جس قسم کی یہ انجمن ہے اور جہان وہ قایم ہو رہی ہے دونون پر نظر کرتے ہوے مین یہ صاف صاف عرض کر دینا چاہتا ہون کہ صاحب موصوف اس گون کے قطعاً نہین ہین۔ اگر صاحب موصوف لکھنؤ یونیورسٹی کے محدود دائرے

میں کام کر رہے ہوتے تو مجھے کچھ سروکار نہ ہوتا لیکن اس شہر کے نام سے جو انجمن قائم کی جا رہی ہو اُسے اپنے شہر کی عظمت و شہرت کے لائق بنانے کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں خاموشی گناہ ہوگی۔ دستور العمل پر چونکہ ابھی جلسۂ عام کی مہر منظوری ثبت نہیں ہوئی ہے اس لیے میں اس کی اشاعت الناظرین نہیں کرنا چاہتا۔ آئندہ دیکھا جائے گا۔

ہندوستان کا سیاسی مطلع حد درجہ غبار آلود ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کی حالت خصوصیت کے ساتھ نہایت نازک ہے اس لیے کہ اُنھیں ہندوستان کے باہر جو اسلامی ممالک ہیں ان کی بھی فکر دامنگیر ہے۔ خصوصاً جزیرۃ العرب کی جسے وہ اپنے ہادی دین (روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی وصیت کے بموجب دستبرد اغیار سے محفوظ رکھنا نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔

ہندوستان کے اندر یہ امر بطور اصول موضوعہ کے سمجھنا چاہیے کہ کسی قسم کی حقیقی ترقی اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک اس ملک کے جملہ طبقے علی الخصوص دو بڑے فرقے یعنی ہندو اور مسلمان متحد و متفق نہوں۔ اتحاد و اتفاق کے یہ معنی نہیں کہ کوئی فرقہ اپنے مذہبی و معاشرتی قوانین کو بالائے طاق رکھ کر دوسرے فرقہ میں جذب ہو جائے بلکہ صحیح معنوں میں اتحاد و اتفاق اُس وقت قایم ہو سکتا ہے جب ہندوستان کے کل فرقوں کے درمیان کوئی ایسی مفاہمت ہو جائے جس کے ذریعہ سے ایک فرقہ دوسرے کے حقوق میں دست اندازی نہ کر سکے اور سب فرقے آپس میں رواداری اور ہمدردی کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں اور اُن امور کے انصرام میں جو دونوں کے متحدہ مقاصد سے تعلق رکھتے ہیں فرقہ وارانہ تعصبات کو دخل نہ دیں۔ اب سے تین سال پیشتر مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں ہندوستان کے مختلف فرقے جس اتحاد و یکرنگی کے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہوئے تھے اور تقریباً ڈیڑھ سال تک کام کرتے رہے اُس نے اس بات کی حقیقت سے دوست دشمن سب کو آگاہ کر دیا ہے کہ ہندوستان کے مختلف فرقے متحد رہیں تو حصول مدعا میں کوئی چیز سدراہ نہیں بن سکتی۔ لیکن بدقسمتی سے یہ سبق اتنی جلد بھلا دیا گیا کہ آج اس ملک کے طول و عرض میں ہر طرف باہمی جنگ و جدل کے سوا کوئی صورت خیر نظر نہیں آتی۔

کانگریس جسکو گذشتہ چند سال کے اندر ہندوستان کی قومی پارلیمنٹ کا امتیاز حاصل ہو گیا ہے اور اُس کے محترم رہنماؤں نے اس وقت تک جو کوششیں قومی اتحاد کو از سر نو قایم کرنے کے لیے کی ہیں

وہ اگرچہ فی الجملہ باردر نہین ہوئین لیکن یہ امر بخوبی واضح ہو کہ اُنھون نے دیر یا جلد اس حقیقت کو سمجھ لیا ہو کہ ہندوستان کے اندر تمام ترقیون اور ہر قسم کی جد وجہد کی کامیابی کا راز اسی مین مضمر ہو اس لیے یہ امید بیجا نہوگی کہ وہ اپنی ان کوششون کو اسوقت تک برابر جاری رکھین گے جب تک کہ موجودہ نفاق وافتراق ختم ہوکر کم سے کم ویسا ہی اتفاق واتحاد قایم نہو جائے جو ۱۹۲۲ء کے ابتدائی مہینون تک نظر آتا تھا۔

لیکن کانگریس کی کوششون مین اُس وقت تک کامیابی ناممکن ہو جب تک خود کانگریس کے اندر اسکے رہنماؤن کے درمیان کامل اتحاد نہو۔ مولانا محمد علی لایق صد ستایش ہین کہ اُنھون نے دہلی کے اجلاس خاص مین اپنی اعلیٰ منزلت وقابلیت کو تمام دوسری باتون سے قطع نظر کرکے اسی ایک مقصد کے حصول پر صرف کیا اور اگرچہ اس وقت تک سوراج پارٹی کے رہنماؤن کی طرف سے کوئی بات ایسی نہین ظاہر ہوئی ہو جس سے یہ امید باندھی جاے کہ وہ جلد تر کانگریس کے اتحاد کو پھر قایم کرنے کے لیے کوئی قدم آگے بڑھائین گے تاہم یقین رکھنا چاہیے کہ مولانا محمد علی کی رہنمائی مین مہاتما گاندھی کے متبعین نے جس ایثار اور رواداری کا ثبوت پیش کیا ہو وہ رائگان نہ جائے گی۔

کونسلین جیسے ۱۹۲۱ء مین پُر ہوئی تھین ۱۹۲۴ء مین بھی پُر ہو جائین گی اور جیسی پوس کن پہلے ثابت ہوئی تھین آئندہ بھی یقیناً ہون گی۔ لیکن جن بزرگون کے حوصلہ وہمت پہلے دوسرے اہم کامون مین لگے ہوے تھے اُن کو کچھ عرصہ تک ضایع وبرایگان کرنے کے بعد اور اُس کے بعد تعین ہو کہ جو سچے سوراجی ہین وہ پھر اپنے اصلی کام کی طرف واپس آجائین گے۔ اور جو لوگ محض کونسل مین داخلہ کی غرض سے سوراجی بنے ہین اُن کی حقیقت بھی نمایان ہو جائے گی۔

مگر سوال یہ ہو کہ مولانا محمد علی اور اُن کے ہم مشرب تارکین موالات کو اس وقت تک کیا طرز عمل رکھنا چاہیے۔ اس کا جواب مولانا محمد علی کی اُس گفتگو مین موجود ہو جو احمد آباد مین اخبار ینگ انڈیا کے نمائندہ سے اُنھون نے کی تھی اور وہ یہ ہو کہ ناگپور مین جو تعمیری پروگرام مہاتما گاندھی نے پیش کیا تھا اور جسکی بزدولی مین از سر نو تجدید کی گئی تھی اسی پر قوم کی ساری توجہ کو منعطف کرا دیا جائے اور اگر کوکناڈا کانگریس مین حقیقتاً یہ مسئلہ صاف ہو گیا اور زید معرض التوا مین نہ پڑا تو یقینی ہو کہ سال آئندہ کی جد وجہد بہتر نتایج پیدا کرسکے گی۔

مسلمانون کو ملکی آزادی کی تحریک مین کانگریس کی تابعیت کرنے کے سوا چارہ نہین ہے۔ جو لوگ موجودہ نزاعات باہمی کو حیلہ بنا کر افتراق کی خلیج کو وسیع کرنے کے لئے نئی انجمین بنانے کی جد وجہد کر رہے ہین اُنکے حالات سابقہ بتا رہے ہین کہ وہ قوم کی صحیح رہنمائی نہین کر سکتے۔ اور ایسی صورت مین کہ مسلم لیگ کا دفتر ہنوز قائم ہے اور اُسکے ارکان کی ایک مرتب شدہ فہرست بھی موجود ہے کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ تھوڑی سی توجہ کرکے اوسی کی پھر تنظیم نہ کر دی جائے شیخ عبد اللہ صاحب جس انجمن کا خواب دیکھ رہے ہین وہ اگر صورت پذیر بھی ہو جائے تو زیادہ مفید نہ ہوگی اسلیے کہ اُنکے ہمخیال حضرات گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد عمل کرکے صرف ہندوؤن سے جنگ زرگری کر سکین گے اور اگر کہین جمعیت احرار کی اُنکی مڈبھیڑ ہوگئی تو جسطرح مسلم لیگ کو جوان ہی حضرات کی ساختہ و پرداختہ تھی چھوڑ بیٹھے۔ اس جدید انجمن سے بھی چند روز بعد کنارہ کش ہو جائینگے۔ اس حقیقت سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ مسلمانون کو قلت تعداد کی وجہ سے ہندوؤن کے مقابلہ مین ہر جگہ نقصان اُٹھانا پڑتا ہے اور اُسوقت تک یہی حالت قائم رہے گی جب تک مسلمان خود اپنی حالت نہ سنبھالین گے۔ مگر حالات کی اصلاح کا یہ طریقہ نہین ہے کہ سرکاری پٹھو بنکر ہندوؤن سے لڑائی کی جائے۔ بلکہ مسلمانون کی اصلی اصلاح یہ ہونا چاہیئے کہ وہ خدا اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تابعیت اختیار کرین جسکے بعد دنیا مین کسی بڑے سے بڑے سنگھٹن کا اندیشہ باقی نہین رہتا۔

بدن کے سفید داغ برص چلبھری کی اکسیر فقیری جڑی

معزز ناظرین، مین دوسرونکی طرح فضول تعریف کرنا نہین چاہتا اگر اسکے تین دن کے استعمال سے سفید داغ بالکل نہ جاتے رہین تو کل قیمت واپس عتبار ہو ٹکٹ لگا کر اقرار نامہ لکھا لین قیمت بڑا ڈبہ ۱۰ چھوٹا ڈبہ ۵

کفنہ دورہ پیش آچکے سیتلا ساتا کے دانغون کو دور کرنیمین اکسیر اعظم ہزارون مریض شفا پا چکے ہین قیمت للعہ ۵

حسن افروز اسکو منھ پر لگانے سے تمام قسم کے بدنما داغ دھبے جھائیان کیل مہاسے بہت جلد غائب ہو جاتے ہین کالے اور کھلائے ہوئے چہرے کو مثل کیطرح ملائم اور گلاب کی طرح خوبصورت بنا دیتا ہے قیمت للعہ ۵

مولانا شاہ ابو المسعود محمد عبد الحفیظ نعمانی نمبر ۱۶ در بھنگہ (بہار)

امیر مینائی مرحوم

لغات ۲ جلد ۵
نخچیر عشق ۱
راہ الغیب ۲
مدحِ خاتم النبیین ۸
بہارِ سخن ۲

منشی سجاد حسین مرحوم

احسن الذی ۸
حاجی بغلول ۸
میٹھی چھری ۶
پیاری دنیا ۸
کایا پلٹ ۸
طلسمی فانوس ۱

پنڈت رتن ناتھ سرشار

فسانۂ آزاد ۴ جلد ۸
سیر کہسار ۳
خدائی فوجدار ۱
جام سرشار ۱
الف لیلہ بطرز نادل ۵

منشی جوالا پرشاد دبیر

مرزا لنی ۱۲
مار آستین ۱۲
بنگالی دلھن ۱۲
پرتاب ۱۲
معشوقۂ فرنگ ۱۲

مولانا عبد الحلیم شرر

قیس ولیلیٰ ۲
ایام عرب ۲ جلد ۱
فتح اندلس ۱
ماہ ملک ۱
حسن کا ڈاکو ۲
دربار حرام پور ۲ جلد ۱
مفتوح فاتح ۲
طاہرہ ۲
لعبت چین ۲
عزیزۂ مصر ۲
غیب داں دلھن ۲
فردوس بریں ۸
قلیپاترا ۲
روضۃ الکبریٰ ۲
الفانسو ۱۲
شہید وفا ۸
حسن انجلینا ۱۲
ملک العزیز ورجینا ۱۲
آغا صادق کی شادی ۱۰
افسانۂ قیس ۳
حسن بن صباح ۶
تاریخ بغداد ۴
جنید بغدادی
ابوبکر شبلی ۲
ولادت سرور عالم ۸
صقلیہ میں اسلام ۱۴
درگیش قندنی ۱۰

مرزا داغ مرحوم

انتخاب داغ ۱
مہتاب داغ
یادگار داغ ۸
انتخاب داغ ۲
فریاد داغ ۲

مولوی شریف الدین احمد مدنی

دار الحکومت دہلی ۳ جلد ۱۶
تاریخ نجد و حجاز ۳ جلد ۵

منشی علی احمد شوق قدوائی

ترانۂ شوق ۲
قاسم وزیر ۸
میکفرن اور کوسی ۲

جوشش ملیح آبادی

شبیر حسین

روح ادب ۳
مقالات رین ۱۱
آوازۂ حق ۸
اوراق سحر ۵
جذبات فطرت ۳

منشی تیرتھ رام

فسانۂ آزاد ۵ جلد ۵
وطن پرست ۳
منزل مقصود ۲
رودِ خونخوار خروج ۱۰
خونی ہیرا ۲

حکیم محمد علی خاں مرحوم

المظاہر ۲
حسن سرور کامل ۲
عبرت کامل ۲
رام پیاری کامل ۱
دیول دیوی ۹
گورا ۸
جعفر عباسہ ۱۲
اختر و حسینہ کامل ۸

نیاز فتحپوری

گہوارۂ تمدن ۱
ترجمہ گیتا جلی ۱
کیوپڈ ایڈ سائکس ۸

سیماب اکبر آبادی

خدیجۃ الکبریٰ ۲
بنت الرسول ۵
سیر الحسین ۲

جلال لکھنوی مرحوم

مضمونہائے دلکش ۲
نظم نگارین ۱
سرمایۂ زبان اردو ۲
رسالہ تذکیر و تانیث ۸
افادۂ تاریخ ۸
فوائد تجسیم ۲

خواجہ عشرت لکھنوی

لغات اردو ۲
اصول اردو ۶
جان اردو ۶
قواعد میر ۶
شاعری کی پہلی کتاب ۸
شاعری کی دوسری کتاب ۸
شاعری کی تیسری کتاب ۸
اصلاح زبان اردو ۲
گلدستۂ ظرافت ۶
زباندانی ۶

صفدر مرزاپوری

مرقع ادب ۱
بزم خیال ۲
مشاطۂ سخن ۲

مولوی محمد حسین مجوی

ازواج الانبیا ۲
انسانی قربانیاں ۸

حکیم احمد حسین الہ آبادی

ترجمۂ تاریخ ابن خلدون جلد اول ۱
" دوم ۱
" سوم ۱
" چہارم ۱
" پنجم ۱
" ششم ۱
" ہفتم ۲
" ہشتم ۲
" جلد نہم زیر طبع ہے
" دہم ۱
" یازدہم ۱
صلاح الدین ۲

مولوی سعید احمد بارہ بنکوی

آثار اکبری ۳
حیات صالح ۶
حیات خسرو ۱
امرائے ہنود ۱

مولوی سلیم ممتاز علی

تذکرۃ الانبیا ۱
شیخ حسن ۱۲

منشی نوازش علی لاہوری

سفرنامہ ابن بطوطہ ۱
قسطنطنیہ ۱
ڈیوٹی ۱

جسٹس محمود مرحوم

کتاب الاطلاق ۱۰
کتاب الشفعہ ۱۰
شرح قانون شہادت ۲

مولوی محمد علی ایم اے

سیرۃ خیر البشر ۱۰
النبوت فی الاسلام ۱۴
جمع قرآن ۱۰

مرزا محمد ہادی بی اے

امراؤ جان ادا ۱۲
شریف زادہ ۱۰
خونی عاشق ۱۰
خونی معشوق ۱۰
خونی شہزادہ ۱۰
مثنوی امید و بیم ۱۴

منشی احمد علی بی اے

تاریخ تمدن ۲ جلد ۱۰
شباب لکھنؤ ۱۰
فلسفہ جذبات ۱۰
پیام امن ۱۰
تاریخ اخلاق ۲ جلد ۱۰
مکالمات برکلے ۱۰
زود پشیمان ۸

مولوی عبد الحق بی اے

قواعد اردو ۱۰
انتخاب کلام میر ۱۰

خواجہ حسن نظامی

سیہ پارۂ دل ۱۰
روزنامہ ممالک اسلامیہ ۱۰
میلاد نامہ ۱۰
یزید نامہ ۱۰
محفل نامہ گیارھویں ۱۲
کرشن جیون ۱۰
کم ٹو موت ۱۰
بیوی کی تعلیم ۱۰
تالیق خط طاہر ۱۲
خطوط حسن نظامی ۱۲
جگ بیتی کہانیاں ۱۰
فاطمی دعوت اسلام ۱۰
چٹکیاں اور گدگدیاں ۱۲
بیوی کی تربیت ۱۰
محرم نامہ ۱۰

مولوی عبد الرشید انجم

صبح زندگی ۱۰
شام زندگی ۱۰
شب زندگی ۲ جلد ۱۰
فوٹو زندگی ۱۲
منازل السائرہ ۱۰
الزہرا ۱۲
عروس کربلا ۱۰
جوہر قدامت ۱۰
یا میر شام ۱۰
موؤدہ ۸

مولوی معشوق حسین خان بی اے

بجلی کے کرشمے ۱۰
محاربات صلیبی ۱۰

مولوی سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم ۱۲
حیات امام مالک ۱۰
خلافت اور سلطنت ۱۰
بہادر خواتین اسلام ۱۰
اہل السنۃ والجماعت ۸

پروفیسر عنایت اللہ دہلوی

مبادی علم النفسانی ۱۰
برکلے کا فلسفہ ۱۰
مذہب و عقلیات ۶

مولوی محمد حلیم انصاری

تمدن اسلام ۲ جلد للعہ
اسلام در تحول ۱۲
جواہر قرآنی ۱۰
فتح اندلس ۱۰
فلاح دارین ۱۰
بچے کی تندرستی ۱۲

مرزا یاس یگانہ چنگیزی

نہالستان ۱۰
تاریخ ۱۰
شام غریباں ۱۰
چراغ سخن ۱۰
آیات وجدانی ۱۰
ترانۂ ملی ۱۰
نشتر یاس ۱۰
گنجینۂ عبرت ۱۰
ترانۂ ہند ۱۰
رباعیات یگانہ ۱۰
نشتر یاس ۱۰
آیات وجدانی ۱۰
ترانۂ ملی ۱۰
چراغ سخن ۱۰

پروفیسر الیاس برنی ایم اے

اسرار حق ۱۰
معارف ملت ۱۰
مناظر قدرت ۱۰
جذبات فطرت ۱۰
علم الہیئت ۱۰

سید ہاشمی فرید آبادی

شاہنامۂ اسلام ۲ جلد ۱۰
تاریخ یونان قدیم ۱۰

مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر

معرکۂ مذہب و سائنس ۱۰
خیابان فارس جلد اول ۱۰
ڈراما جنگ دمشق و جہان ۱۰
جنگل میں منگل ۱۰
فلسفۂ ابن سینا ۱۰
معاشرت ۱۰
اپریل فول ۱۰

مسٹر ظفر عمر بی اے

نیلی چھتری ۱۰
بہرام کی گرفتاری ۱۰
چوروں کا کلب ۱۰

پروفیسر فرزند علی مراد

گنجینۂ انس ۱۰
خونبہائے عشق ۱۰
حکایات شرلاک ہومز ۱۰

مسٹر مجاہد رضوی بی اے

خیالستان للعہ ۱۰
زہرا ۱۳
ثالث بالخیر ۱۰

مسٹر انیس احمد سیفی بی اے

زلیخا ۱۰
نازنین آبینیا ۱۰
ہاجرہ کی کامیابی ۱۰
احمد کیتھرینا ۱۰

رجسٹرڈ نمبر ۴۷۸ اے — بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

جلد ۲۵ | ماہ نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء | نمبر ۱۰ و ۱۱

فہرست مضامین

قیمہ مافیہ	(چلبی)	۱
مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ	عبداللہ	۷
غزل	حکیم افتخار علی جگر صدیقی	۴۱
مثنوی مولانا روم کی ایک جدید اردو شرح	مولوی عبدالماجد بی اے	۴۲
تازہ کلام حسرت	مولوی سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے	۴۵
دنیا کے تمدنی مرکز	"	۴۶
مجاز سے حقیقت تک (نظم)	مولوی وحید الدین سلیم پانی پتی	۵۴
انگریزوں کا پہلا قدم ہندوستان میں	مولوی سید محمود شیر بی اے	۵۶
یہ کچھ کہتا نہ کچھ سنتا ہوں کی شرح	مولوی محی الدین تمنا عمادی	۶۲
بیل	مولوی مجسم الغنی قریشی	۶۳
دعائے شکر و رضا (نظم)	مولوی محمد مسلم عظیم آبادی ایم اے	۶۶
طاہرہ (ریویو)	مولوی محمد ظفر ایم اے ایل ایل بی	۶۷
غزل	مولوی مطلب حسین عالی لکھنوی	۷۹
اہل مکہ کے اخلاق	مولوی سید مقبول احمد الہ آبادی بی اے	۸۰
سفر حجاز کی مختصر روداد		۸۵
نظرے خوش گذرے		۹۷

الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر و پبلشر:- اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُردو کی بہترین کتابیں

یہ کتابیں ہر قسم کی جلدوں میں ہر وقت تیار رہتی ہیں

نصف محصول معاف کیا جاوے گا

مرزا غالب مرحوم

اردوئے معلی	۸
عود ہندی	۱۲
دیوان غالب بارکلا ایڈیشن	
نکات غالب	

سرسید احمد خان مرحوم

تفسیر القرآن جلد ۱	۳
خطبات احمدیہ	
آثار الصنادید للمصنف	
تہذیب الاخلاق للمصنف	
مضامین الطاف للمصنف	
مکمل مجموعہ لکچر للمصنف	
اسباب بغاوت ہند	۸

نواب محسن الملک مرحوم

تہذیب الاخلاق	
مضامین	
مجموعہ لکچر للمصنف	
آیا بینا ۳ جلد	

مولوی حسام الدین عباسی

تاریخ الاسلام للمصنف	
الاسلام	
زاہدہ	
اثر سخن	

مولانا آزاد مرحوم

آب حیات	
دربار اکبری	
سخندان فارس	
نگارستان فارس	
نیرنگ خیال ۲ حصہ	
دیوان وق	

مولوی سید احمد دہلوی مرحوم

فرہنگ آصفیہ جلد ۱ و ۲	
راحت مانی	
تسخیر شوہر	۱۲
مہر افروز بیگم	۱۲
انشاء ہادی النساء	
لغات النسا للمصنف	
علم اللسان	۸

مرزا حیرت دہلوی

سیر الرسل ۶ جلد	
کتاب شہادہ جلد ۱	
قصہ حاجی بابا اصفہانی	
روزالیمبرٹ کامل	
الف لیلہ دنیازاد	
الف لیلہ شہرزاد	

مولانا حالی مرحوم

حیات جاوید مجلد	
یادگار غالب	
حیات سعدی	
دیوان حالی	
مقدمہ شعر و شاعری	
مسدس حالی	۴
جواہر آحالی	۴
بیوہ کی مناجات	۲

مولانا شہری مرحوم

حیات انیس	
ایشیائی شاعری	
نور جہان بیگم	۸
ٹیپو سلطان	
حیدر علی سلطان	
اردو کی ڈالی	۴
اردو کا گلدستہ	۴

مولانا اسلم جیراجپوری

حیات حافظ	۴
حیات جامی	۸
علوم عرب	۴
خواتین	

مولانا ندیر احمد مرحوم

ترجمہ القرآن بالمقابل	
حمائل شریف مترجم	
مطالب القرآن	
الحقوق والفرائض	
اجتہاد	
مبادی الحکمۃ	
رویائے صادقہ	۴
موعظۂ حسنہ	۴
ابن الوقت	۴
ایامیٰ	۴
فسانۂ مبتلا	۴
مراۃ العروس	۱۰
بنات النعش	۹
توبۃ النصوح	۹
منتخب الحکایات	۶
چند پند	۶
مجموعہ نظم بے نظیر	۴
مکمل لکچر جلد	

مولوی حبیب الرحمن خان

شیر الصدیق	
علمای سلف	
اسلامی اخلاق	۸

مولانا شبلی مرحوم

سیرۃ النبی جلد اول مجلد	۱۰
" جلد دوم مجلد	۸
آغاز اسلام	۸
الفاروق	۴
سیرۃ النعمان	
الغزالی	۴
المامون	
سوانح مولانا روم	
سفرنامہ مصر و شام و روم	
مضامین شبلی	
رسائل شبلی	
مقالات شبلی	۱۲
موازنہ انیس و دبیر	۴
شعر العجم جلد اول	۴
" جلد دوم	
" جلد سوم	
" جلد چہارم	
" جلد پنجم	
مجموعہ کلام شبلی	۱۲
کلیات فارسی	
اسلامی حکومت	۲
اسلامی مدارس	۴
مثنوی صبح امید	۴

مولانا کا

تاریخ	
تاریخ انگلستان	
آئین قیصری	
کرزن نامہ	
صحیفۂ فطرت	
محاربات عظیم	۸
تعلیم لام	۸
فلسفۂ اسلام	
اہل الحر	
معاون الحساب	۲

مولوی سجاد مرزا بیگ دہلوی

الانسان	
الاستدلال	
حکمت عملی	
تسہیل البلاغت	
تمنای دید	

مولوی نشاد الدین طوطی

تزک تیموری	
حالات قسطنطنیہ	
تاریخ مراکش	
حالات عراق	

المناظر بک ایجنسی لکھنؤ

مطبوعات جدیدہ

تصانیف خواجہ حسن نظامی

بیاکونامہ - جسمین سگرٹ سگار استعمال کرنے کے ملکی، تمدنی، مذہبی اور طبی مضرات بیان کرکے اُن کے بجاے قہ استعمال کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے قیمت ۳ر

تعلیم القرآن قرآن آسان قاعدہ کا دوسرا حصہ قیمت ۸ر

چار درویشون کا تذکرہ محی الدین ابن عربی اندلسی شیخ سلیم چشتی ہندی سیدی ادریس مینی او سید توفیق بک مصری چار مختلف ملک کے بزرگون کے حالات قیمت ۳ر

چودھوین صدی کے تین شہید - خواجہ صاحب کے تین مضامین مراکش طرابلس الغرب اور ایران کے دردناک واقعات کے متعلق قیمت ۲ر

مسلمان بچون کے دس سبق بچون کی ابتدائی تعلیم مین مفید سالہ ۳ر

متفرق

رباعیات حکیم عمر خیام سع شرح و ترجمہ اردو - از مولوی حافظ جلال الدین احمد صاحب جعفری زیدنی مدرس عربی و فارسی انٹرمیڈیٹ کالج الہ آباد قیمت عہ

ضرورت ہے

دفتر الناظرین جولائی لغایت دسمبر ۱۹۱۴ء کی جلد الناظر موجود نہین رہی لہذا ناظرین الناظرین سے جن صاحب کے پاس یہ جلد یا اُس کے متفرق پرچے موجود ہون وہ ازراہ کرم مجھے مطلع فرمائین مین خرید کرونگا یا مستعار لیکر اپنا کام نکال لون گا۔ اور اس عنایت کے لیے پیشاپیش شکریہ عرض کیے دیتا ہون۔ خاکسار ظفر الملک ایڈیٹر الناظر لکھنؤ

دورِ فلک - منشی صفدر علی صفدر مرزاپوری کا جدید ناول قیمت ۸ر

دیوان حسرت موہانی حصہ پنجم مولانا حسرت کا تازہ دیوان ملاحظہ فرمایئے۔ ۴ر

خلافت موحدین - مولوی محمد نعیم الرحمن صاحب ایم اے پروفیسر عربی گورنمنٹ محمڈن کالج مدراس نے علامہ عبدالواحد مراکشی کی کتاب المعجب کا یہ ترجمہ اس لیے کیا ہے کہ اردو دان اصحاب کو اندلس کے مغربی خلفا کے حالات سے واقفیت حاصل ہو۔ قیمت ۳ر

بدن کے سفید داغ برص پھلبہری کی اکسیر فقیری جڑی

معزز ناظرین! مین دوسرون کی طرح فضول تعریف کرنا نہین چاہتا اگر اسکے تین دن کے استعمال سے سفید داغ بالکل نہ جاتے رہین تو کل قیمت واپس اعتبار نہ ٹکٹ لگا کر اقرار نامہ لکھا لین قیمت بڑا ڈبہ ۵ر چھوٹا ڈبہ ۳ر

تحفہ درویش چیچک سیتلا ماتا کے داغون کو دور کرنے مین اکسیر اعظم ہے ہزارون مریض شفا پا چکے ہین قیمت للعہ

حسن افروز - اس کو منھ لگانے سے تمام قسم کے بدنما داغ دھبے جھائیان کیل مہاسے برے غائب ہوجاتے ہین کالے اور کملائے ہوئے چہرے کو مخمل کی طرح ملائم اور گلاب کی طرح خوبصورت بنا دیتا ہے قیمت للعہ

مولانا شاہ ابو السعود محمد عبد الحفیظ نعمانی نمبر ۱۶ دربھنگہ (بہار)

فصلی بخار و طحال کی دوا

فصلی بخار و طحال کے لیے یہ ایک ہی دوا ہے۔ آج کل سیکڑون اشتہار فصلی بخار و طحال کی دوا کے آپ دیکھتے ہون گے مگر ان مین عموماً کونین کی جزو رہتی ہے۔ اس لیے یہ دوائین بخار کو کچھ وقت تک تو روک دیتی ہین۔ مگر جڑ سے آرام نہین کر سکتی ہین۔ ایسے بخار کے لیے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصل بخار و طحال کی دوا چند روز مین ایک دم آرام کرنے کا خاص دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کے فائدہ کو مدنظر رکھکر قیمت بھی بہت کم رکھی گئی ہے۔ اس مین تین خاص صفتین ہین (۱) ملیریا کے کیڑون کو مار دیتی ہے اس لیے چار پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اس کی خرابیون کو مٹاتی ہے (۳) یہ طحال کو گلاتی ہے۔ قیمت فی شیشی کلان ۱۰ر شیشی خورد ۱۰ر محصول ڈاک شیشی کلان ۸ر اور خورد ۷ر

پرانے ملیریا بخار کی گولیان

لرزہ بخار پرانا ہو جانے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت چڑھتا ہے۔ جسم کا خون پانی سا ہو جاتا ہے۔ اور آدمی کا رنگ پھیکا میلا ہو جاتا ہے۔ تھوڑی محنت سے کلیجہ کانپنے لگتا ہے۔ سانس پھولتی ہے کھانے کی خواہش اور قوت بہت ہی گھٹ جاتی ہے۔ تلی کے بڑھنے سے پیٹ نکل آتا ہے کبھی منہ اور ہاتھ پیرون مین ورم آجاتا ہے اور زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت مین یہ گولیان فائدہ کرتی ہین اور چار پانچ ہی خوراک مین بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ قیمت پچیس گولیون کی ڈبیہ ۱ر محصول ڈاک ایک سے دو ڈبیہ تک ۶ر

کونین کی گولیان

یہ چار گرین کی چھوٹی چھوٹی خوبصورت گولیان بنتی ہین اور سنہری پیٹنٹ ڈبیہ مین ہوتی ہین۔ کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ گولیان پاس رکھیے اس مین نہ وزن کی ضرورت ہے۔ نہ کھانے مین تلخ ہے قیمت پچیس گولیون کی ڈبیہ ۱ر محصول ڈاک ۶ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ایجنٹ:- ڈاکٹر گنگا رام حسینی چوک لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

نمبر ۱۴۹ و ۱۵۰ جلد ۲۵ ماہ نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء

فیہ ما فیہ

(از: "چلپی")

تمدن جدید کے پرستارون کی زبان اس کا سب سے درخشان کارنامہ امن عامہ کو بیان کرتی ہے یعنی جہان جہان اسکی فرمانروائی ہے وہان انسان کی زندگی محفوظ رہتی ہے کوئی کسی کا خون ناحق نہین کرسکتا، اور انسان کی موت عموماً عمر طبعی پہونچکر آتی ہے۔ اس دعوی کے اگرچہ تمام اجزا غلط ہین، یعنی واقعۃً تمدن جدید سے غیر طبعی موت کے اسباب بہت زیادہ پیدا ہوجاتے ہین، حوادث مہلک کی تعداد مین کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے، خودکشی کے واقعات آئے دن پیش آنے لگتے ہین، لیکن ایک خاص صنف کے متعلق جو اعداد و حال مین فراہم ہوے ہین، اُنھون نے خود دنیاے متمدن کو بھی چونکا دیا ہے۔ امریکہ جو تاج تمدن کا روشن ترین گوہر ہے، اور تاریک خیال شرقیون کی نگاہ مین فی الواقع "نئی دنیا" کا حکم رکھتا ہے، وہان کی بار ایسوسی ایشن (انجمن وکلا) کے سامنے اس کی مقرر کردہ تحقیقاتی کمیٹی نے جو رپورٹ پیش کی ہے، اس مین بحقیقت بھی مدح ہے کہ سال گزشتہ سنہ ۱۹۲۲ء مین قتل ناحق کے معلوم واقعات کا شمار ۸۵۰۰ تک پہنچتا ہے اور نامعلوم واقعات کا ذکر نہین۔ مگر کامعتبر نائی راوی ہے کہ "عقلاء فرنگ" ان مہیب اعداد سے خوف زدہ ہوگئے ہین۔

یہ تعداد واقعات قتل کی تھی۔ ریوٹر کا تار مورخہ ۳ دسمبر واشنگٹن سے اطلاع دیتا ہے، کہ ۱۹۲۳ء میں امریکہ میں موٹر کار کے حوادث سے جسقدر اموات واقع ہوئیں ان کی تعداد ۱۱۰۶۶ تھی اور یہ تعداد بہ مقابلہ ۱۹۲۱ء کے بہ قدر ۱۴۹۸ کے زاید ہے! واضح رہے کہ یہ تعداد موٹروں کے حوادث سے صرف مرنے والوں کی ہے، باقی جن لوگوں کو ان حوادث سے زخم یا صدمہ پہونچے ہوں اُنکا شمار نہیں!

یہ نمونہ ہلاکت نفوس کا تھا صحت و تندرستی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو حالت اس سے بھی ابتر نظر آئے گی۔ اسپتالوں کی افزایش و ترقی بجائے خود امراض کی ترقی و افزایش کی دلیل ہے آتشک جیسے موذی و مُہلک مرض کا شیطانی تحفہ سرزمین ہند میں سرکار انگریزی ہی کے توسط سے پہونچا ہے۔ طب یونانی اس مرض سے آشنا تک نہ تھا۔ ضعف بصارت اور عینک کی محتاجی تمامتر انگریزی تعلیم و تمدن کی برکت ہے، دانتوں کا مرض تمدن جدید کی جدید ترین فیض رسانی ہے۔ ٹائمز (لندن) کے تخمینہ کے بموجب انگلستان میں اس وقت صرف ۵ فی صدی اشخاص کے دانت محفوظ کہے جا سکتے ہیں، باقی ۹۵ فی صدی کے مریض نکلیں گے، اور ان میں کم و بیش ۵۰ فیصدی ایسے ہوں گے جو دندان سازوں کے رہین منت ہیں!

مغرب، سب سے زیادہ زندگی و صحت پر حریص ہے۔ اس کا مطمح نظر صرف طول حیات و بقاے صحت ہے، کہ جتنے زیادہ عرصہ تک ممکن ہو وہ دنیا کی مادی لذات کا لطف اُٹھا سکے وہ لذت عاجل چاہتا ہے۔ مسرت آجل کا معتقد نہیں۔ وہ نقد کا طلبگار ہے۔ نسیہ کا قایل نہیں۔ اُسے "آج" کی خواہش ہے۔ "کل" کی پروا نہیں۔ صبر و شکر، قناعت و توکل، تحمل و ایثار، حشر و نشر، جنت و جہنم، عذاب و ثواب مذہب و روحانیت اسکے فرہنگ الفاظ میں بے معنی ہیں۔ لیکن اس مقصد میں اسے جیسی کچھ کامیابی حاصل ہو رہی ہے، اس کا کسی قدر اندازہ اعداد بالا سے ہوا ہوگا۔ اسی زمین کے اوپر اور اسی آسمان کے نیچے ایک اور قوم بھی آباد ہے، جسے مدتوں پیشتر یہ خبر دیدی گئی ہے کہ جو لوگ تہذیب و تمدن، فلسفہ و سائنس سیاسیات و مادیات، عیش و عشرت، رقص و طرب کے مشاغل میں پڑکر ہماری یاد سے گریز کرینگے، ہم ان پر اسی بیاگانی زندگی

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمی

تنگ کرمارین گے اور آخرت مین تو انھین محسردم و نابینا اُٹھنا ہی ہی،

یہی تمدن جدید، خانگی زندگی کے لطف و مسرت کے ازدیاد اور ازدواجی زندگی کے تحفظ مین جس طرح معین ہوتا ہی، اس کا اندازہ اگر ہزارون تجربات کے بعد، ایک بار پھر کرنا منظور ہو تو اعداد ذیل پر ایک نظر کرتے چلین :-

سال	انگلستان مین مقدمات طلاق و افتراق کی تعداد
سنہ ۱۹۱۳ء	۱۲۶۷
سنہ ۱۹۱۴ء	۱۳۴۸
سنہ ۱۹۱۵ء	۱۳۷۳
سنہ ۱۹۱۶ء	۱۴۱۲
سنہ ۱۹۱۷ء	۱۷۰۸
سنہ ۱۹۱۸ء	۲۶۸۹
سنہ ۱۹۱۹ء	۵۷۶۳
سنہ ۱۹۲۰ء	۵۱۰۴
سنہ ۱۹۲۱ء	۳۴۶۴

سنہ ۱۹۲۱ء سے متعلق یہ تفصیل بھی سُن لینے کے قابل ہی، کہ مقدمات کی اس مجموعی تعداد مین نصف سے کچھ کم یعنی ۱۷۰۲ دعوی شوہرون کی جانب سے دائر ہوے اور نصف سے کچھ زائد یعنی ۱۷۵۹ دعوے بیویون کی جانب سے۔ گویا خواتین عصمت سرشت کا قدم ترقی کے اس دلکش میدان مین بھی مردون سے کچھ آگے ہی رہا۔

یہ ہی اس قوم کی روداد حیات جو اسلام کے مسائل طلاق و تعدد ازواج کو مدت سے مورد طعن و تمسخر بنائے ہوے ہی، واتبعتھم فی ھذہ الدنیا لعنۃ ویوم القیمۃ ھم من المقبوحین ہم نے اسی دنیا مین اُن کے پیچھے پھٹکار لگا دی ہی، اور قیامت مین تو ان کا بُرا حال ہونا ہی ہی۔

کلکتہ، بمبئی، وغیرہ ہندوستان کے بڑی بڑی آبادیوں والے شہر بھی جسقدر تعلیم، تجارت، صنعت، شائستگی وتمدن مین ترقی کرتے جاتے ہین، اُسی نسبت سے (چشم بد دور) برکات تمدن سے بھی مستفید ہو رہے ہین۔ چنانچہ آخری اطلاعات کے بموجب شہر کلکتہ مین اس وقت ۳۰۰۰۰ زندہ ہستیان عصمت فروشی کی مستقل دوکان کھولے ہوے ہین، اور ہر سال اوسطاً ۶۰۰۰ لڑکیون کا اس پیشہ مین جدید داخلہ ہوتا رہتا ہے۔ بمبئی کی حالت اس سے بھی ابتر ہے۔ اور زر پرستی، زن پرستی، نوش پرستی کے ہنگامہ مین صبر و قناعت، تواضع و انکسار، تحمل و ایثار، عصمت و عفت، حیا و غیرت، خدا ترسی و بے نفسی کے جذبات ایک ایک کرکے رخصت ہو رہے ہین۔ اس طرز معاشرت کا جو انجام ہونا یقینی ہے، اُس کے نظائر ایک دو نہین بلکہ تعداد مین اوراق لیل و نہار پر اور مصر و بابل، یونان و روما کے کھنڈرون پر ثبت ہین۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا، فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ

(قصص - ع ۶)

ہم نے کتنی ہی ہستیان ہلاک کر ڈالین جو افراط معاش (وکثرت ساز و سامان) سے اِترا گئی تھین۔ اب یہ انھین قومون کے مکانات ہین جو ان کی ہلاکت کے بعد ایسے ویران ہوے کہ آباد ہی ہونے نہ آئے۔ مگر شاذ و نادر اور آخر کار اُن کے ساز و سامان، مال و متاع کے ہم ہی وارث ٹھہرے۔

جاپان مین ہولناک زلزلہ آیا، اور گذر گیا۔ مہیب سیلاب آیا، اور نکل گیا۔ قیامت خیز آتش زنی ہوئی اور ختم ہو گئی۔ لاکھون جسم تودۂ خاک بن گئے، لاکھون جانین سیل اجل کی نذر ہو گئین لاکھون ہڈیان جل کر خاکستر ہو گئین، بچہ بلبلائے، جوانون نے پچھاڑین کھائین، بوڑھون نے سر پیٹ لئے دولھنون کا سہاگ ختم ہوا، شوہرون کو جن کے ساتھ پھولون کی سیج پر ہمخوابی کی تمنا تھی انھین تنگ و تاریک گڈھون مین دفن کرنا پڑا۔ لاکھون یتیم ہوے۔ لاکھون کو رنڈاپا نصیب ہوا، اور لاکھون بے خانمان ہو گئے۔ یہ سب کچھ ہوا، لیکن ایک متنفس نے بھی ان حوادث سے عبرت کا سبق حاصل کیا؟ ایک قلب نے بھی اپنے مین خضوع و خشوع پیدا کیا؟ ایک ہستی نے بھی تضرع و انابت کو اپنا شعار بنایا؟ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ سماری یہ غفلتین ہمین کہان پہونچانیوالی ہین۔

ایک بہت بڑے ماہر نفسیات نے جس کی تشخیص نفسی مین خطا کا احتمال اور غلطی کا امکان نہین

ان اقوام کی سائیکالوجی (نفسیت) ان الفاظ مین بیان کی ہی:-

وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء لعلھم یضرعون ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی عفوا وقالوا قد مس اٰبآءنا الضراء والسراء فاخذنٰھم بغتۃ وھم لا یشعرون

(اعراف - ۱۲)

اور جس جس بستی مین ہمنے پیمبر بھیجا، وہان والون کو ہم نے مبتلاے سختی ومصیبت بھی کیا، تاکہ یہ لوگ ہمارے حضور مین گڑگڑائین اسکے بعد ہم نے سختی کے بجاے آسانی پیدا کردی تاآنکہ یہ لوگ خوب پھلے پھولے اور کہنے لگے کہ اس قسم کی سختیان اور راحتین تو اتفاقات زمانہ سے ہمارے بزرگون کو بھی پہنچتی رہی ہین اسمین حکمت الٰہی کو کیا دخل۔ پس انکی اس کجروی کی سزا مین ہمارے عذاب نے دفعتہً انھین دھر پکڑا، اور وہ اس سے خبر تک نہ تھے

غلامان آستانۂ خاتم النبیین علیہ التحیۃ والسلام کے لیے ماہ ربیع الاول خاص برکت وسعادت کا مہینہ ہوتا ہی کہ اسی ماہ مبارک مین حسن مطلق نے تعین اول کا جامہ پہنا۔ چنانچہ ہر مخلص کلمہ گو اس ماہ میلاد کی مسرتون مین اپنی بساط کے لایق حصہ لیتا ہی۔ دہلی کا رسالہ نظام المشایخ اس مہینہ ایک خاص اہتمام کے ساتھ رسول نمبر نکالتا ہی، جو تمامتر مضامین نعت، میلاد، وسیرت مبارک سے لبریز ہوتا ہی یہی اہتمام اس نے اپنی سال بھی کیا، اور جس نظم کو اس نے سرعنوان رکھا ہی، فی الواقع اس کا ایک ایک مصرعہ ذوق وخلوص کے عطر مین ڈوبا ہوا ہی۔ لیکن یہ دیکھکر کس قدر صدمہ ہوتا ہی کہ اسی قند خلوص کے پہلو مین زہر نفاق بھی جگہ پائے ہوے ہے۔ نثر کا پہلا مضمون رحمۃ للعالمین کے عنوان سے "ابدی" صاحب کی گردش قلم کا نتیجہ ہی، جو اپنے پورے نام، سید محمد حفیظ ابدی بی۔ اے کے ساتھ اس سے پیشتر نظام المشایخ کے اوراق مین اپنے تئین روشناس کرچکے ہین۔ ناظرین نظام المشایخ ممکن ہی کہ محض روشناس ہون لیکن لکھنؤ فیض آباد، بارہ بنکی وغیرہ کی ایک بڑی اسلامی آبادی ان بزرگ کی مزاج شناس وسیرت شناس بھی ہی۔ بہت سے لوگ ممکن ہی کہ وضع ولباس سے شناخت مین تامل کرین، لیکن کچھ لوگ تو بہرحال ایسے ہین جو "رنگ ملبوس" کو نہین "انداز قد" کو پہچانے ہوے ہین! ع

ہم سے کہان چھپینگے وہ ایسے کہان کے ہین!

مضمون مذکور چار صفحون کی ضخامت کا ہی اس مین سے دو صفحہ تمہید کی نذر ہین۔ باقی دو صفحات مین سیرت مبارک کے واقعات ہین مضمون کا یہ حصہ لفظاً لفظاً نہین بلکہ تقریباً حرفاً حرفاً اردو کی مشہور و متداول کتاب سیرۃ النبی مصنفہ مولانا شبلی سے اُٹھا کر رکھ دیا گیا ہی اور لطف یہ ہی کہ سیرۃ مولانا شبلی کا حوالہ صراحتہً نہ سہی کنایتہً بھی کسی موقع پر نہین آنے پایا ہی اس سے بھی بڑھ کر کمال یہ کیا ہی کہ مولانا نے موصوف کے جن کتابون کے حوالہ دیے تھے، بعینہ وہی حوالہ بہ قید باب وصفحہ اس مضمون مین منتقل کر دیے گئے ہین! یعنی صحیح بخاری باب الہجرۃ، صـ۸۹۷۔ وجامع ترمذی ابواب البر حالانکہ جو لوگ مضمون نگار کی استعداد علمی و مذہبی سے واقف ہین وہ سمجھ سکتے ہین کہ بخاری و ترمذی کا پڑھنا اور سمجھنا تو الگ رہا۔ اس بیچارہ کو نوعمر بھران کی زیارت کا شرف بھی نصیب نہین ہوا ہی۔ خدا بخشے، عبداللہ خان (کتبخانہ آصفیہ) حیدرآباد دکن کے تاجر کتب اپنی کتابون کے اشتہار کا عنوان رکھا کرتے تھے "علمی لوٹ"۔ وہ تو ایک اشتہاری سرخی تھی لیکن بہ لحاظ حقیقت "علمی لوٹ" کی اس مضمون سے بہتر کوئی مثال ہو نہین سکتی۔ علمی سرقہ کی مثالین اکثر ملتی رہتی ہین لیکن علمی لوٹ کی ایسی مثال شاید ہی مل سکے۔

یہ مسئلہ کا علمی پہلو تھا۔ اگر مذہبی پہلو سے دیکھا جائے تو اس کے لیے موزون لفظ صرف صرف ایک ہی ہو سکتا ہی اور وہ "نفاق" ہی۔ محمد بن عبداللہ (روحی فداہ) کو "خاتم النبیین" تسلیم کرنا ایک مسلمان کے لیے اسی قدر ضروری ہی جتنا "رحمۃ للعالمین" اور جو شخص بغیر اول الذکر حیثیت کے تسلیم کیے ذات باری کے قدیم ہونے مین روح کو شریک کر کے اپنے تئین مسلمان ظاہر کرتا ہو وہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہی۔ فتنۂ کفر، فتنۂ شرک، فتنۂ ارتداد، ان سب سے کہین بڑھکر فتنۂ نفاق ہی کہ منافقین کے لیے دوزخ کا بدترین طبقہ مخصوص ہی۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار خدا اس لعنت نفاق سے ہر کلمہ گو کو اپنے حفظ و امان مین رکھے،

حملۂ دیگر بمیرم از بشر — تا برآرم از ملائک بال و پر
وز ملک ہم بایدم جستن زجو — کل شئی ہالک الا وجہہ
بار دیگر از ملک قربان شوم — آنچہ از وہم نایدآن شوم
پس عدم گردم عدم چون ارغنون — گویدم کانا الیہ راجعون

مثنوی

"عبداللہ"

بہت مرچکے ہین وفا کرنے والے — پشیمان ہین کچھ کچھ جفا کرنے والے
جفاکار ظالم جفا کرنے والے — ملے خاک مین سب وفا کرنے والے
ہٹین وقت آخر دوا کرنے والے — مجھے رو رہے ہین دعا کرنے والے
نہ قبر دن پہ چل اے جفا کرنے والے — انھین مین گڑے ہین وفا کرنے والے
ہماری دعا ہی تری زندگی ہو — ہمین زندگی سے خفا کرنے والے
جفاکار تجکو ہمین نے بنایا — سلامت رہین ہم وفا کرنے والے
بڑی آرزو سے وہ دل مانگتے ہین — یہ پوچھے کوئی اب ہین کیا کرنے والے
دکھائین گے شان وفا تم کو مرکر — جو زندہ رہین گے وفا کرنے والے
سمجھ لے سمجھ لے ذرا پھر سمجھ لے — کسی بات کا فیصلہ کرنے والے
دعا دے رہا ہون دعا میری سن لے — مرے واسطے بددعا کرنے والے
دریار پر فرض ہے تجھ کو سجدہ — نماز محبت ادا کرنے والے
جہان آپ آگے بڑھے نقش پا سے — جھکے سجدۂ نقش پا کرنے والے
جفا کی نہ تجکو کوئی داد دیتا — جو زندہ نہ ہوتے وفا کرنے والے
وہ کہتے ہین کعبہ مرا آستان ہے — کہان جا رہے ہین دعا کرنے والے
سنے گا سنے گا وہ اک دن سنے گا — نہ مایوس ہو اے دعا کرنے والے

جگر کی دعا ہے سلامت رہے تو — خیال دل مبتلا کرنے والے

حکیم جگر صدیقی زمیندار بسوان

مثنوی مولانائے روم

کی

ایک جدید اُردو شرح

مثنوی مولانائے رومؒ کو جو خداداد وجہت انگیز مقبولیت حاصل ہی، اُس کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہی کہ اس کے تراجم و شروح ابتک صدہا کی تعداد مین نکل چکے ہین، اور برابر نکلتے جاتے ہین۔ انگریزی، ترکی، عربی، فارسی، اُردو کوئی علمی زبان ایسی نہین، جسمین اسکے متعدد ترجمہ اور شرحین نہ موجود ہون، لیکن تشنگان معرفت کو اب بھی تسکین نہین اور اضافہ کا سلسلہ برابر جاری ہی۔

ہندوستان مین شاید سب سے زیادہ مقبول و مستند شرح بحرالعلوم فرنگی محلی کی خیال کی جاتی ہی، لیکن اول تو اس کی فارسی معمولی فارسی خوانون کی استعداد سے بالاتر ہی، دوسرے اب یہ شرح ناپید ہی، مدت ہوئی مطبع نولکشور (لکھنؤ) نے اِسے شایع کیا تھا، اِس کے بعد سے پھر کسی مطبع نے اِدھر توجہ نہ کی، ضرورت تھی، کہ عارف رومی کے پیام کو بحرالعلوم کی وساطت سے اسلامی ہند کے گوشہ گوشہ تک پہنچا دیا جائے۔

الحمدللہ کہ خدا نے اِس خدمت کا ولولہ شاہ غلام غوث، عرف غوثی شاہ قادری حیدرآبادی کے دل مین پیدا کردیا، اور اُنھون نے تہیہ کرلیا ہی، کہ مثنوی کو مع شرح بحرالعلوم کے اردو خوان طبقہ تک پہونچا دین گے۔ اکبارگی تمام و کمال کتاب کو طبع و شایع کرنا دشوار تھا، اِس بنا پر اُنھون نے فیصلہ یہ کیا ہی کہ ہر ماہ دو یا ڈھائی جزو شایع کرتے رہین گے۔ چنانچہ اس کنز مکتوم کا پہلا نمبر طبع ہوکر شایع ہوچکا ہی۔

شاہ صاحب پہلے اصل شعر مثنوی کا نقل کرتے ہین، اسکے نیچے اسکا منظوم اردو ترجمہ درج فرماتے ہین، اور اسکے بعد شرح کا اُردو ترجمہ۔ ترجمہ منظوم عموماً صاف، صحیح و سلیس ہی، اشعار ذیل سے اسکا اندازہ ہوگا:-

اشعار مثنوی	ترجمہ منظوم
(۱) ہر کسے از ظن خود شد یار من	ہر کوئی یار اپنے حسب ظن ہوا
وز درون من نجست اسرار من	پر نہ ڈھونڈھا بھید میرے سینہ کا

(۲) سِرِّ من از نالۂ من دور نیست　　بھید نالہ سے الگ میرا نہین
لیک چشم و گوش را آن نور نیست　　نور، پر، کان آنکھہ کو اس کا نہین

(۳) چون قضا آید طبیب ابلہ شود　　جب قضا آئے طبیب ابلہ بنے
آن دوا در نفع خود گمرہ شود　　نفع کے بدلے دوا نقصان کرے

(۴) از قضا سرکنگبین صفرا فزود　　ہان، قضا سے سرکہ بھی صفرا کرے
روغنِ بادام خشکی می نمود　　روغنِ بادام سے خشکی بڑھے

(۵) اے ہمیشہ حاجت ما را پناہ　　اے ہمیشہ میری حاجت کے پناہ
بار دیگر ما غلط کردیم راہ　　بار دیگر مین نے پھر گم کی ہے راہ

یہ نمونہ ترجمہ مثنوی کا تھا، اب ترجمہ شرح کا بھی نمونہ ملاحظہ ہو۔

" یہ گذشتہ تمثیل ہی، یعنی جیسا کہ جان ہمراہ تن ہی، مگر آنکھ سے نہین دیکھی جاتی؛ ویسے ہی نالہ اور بھید جبتک باطن مین ہی حواس ظاہری سے ادراک مین نہین آسکتا۔" (صـ۱۱)

"مشہور ہی کہ موسم سرما مین جب آب باران کے قطرہ کو صدف لیکر مُنھ بند کرلیتی ہی، موتی پیدا ہوتا ہی۔ اگر پہلے قطرہ کے بعد دوسرے قطرہ یا اور کئی قطرون کی طالب ہوتی ہی، تو موتی پیدا نہین ہوتا یہ شعر "بند گسل" کی جانب اشارہ ہی۔ اس سے دنیادار مراد ہین، جو حفظ سونے چاندی ہی کی دُھن مین گرفتار ہین، اور یہ حرص اُن کے دم کے ساتھ ہی کیونکہ انھین قناعت نہین۔" (صـ۱۵)

"طریقہ سلوک دو طور پر ہی۔ پہلا یہ کہ عیبون سے پاک ہوجاے تاکہ معرفت آلٰہیہ کے لیے تیار ہو اور اسکے بعد عشق پیدا ہو، معرفت الٰہیہ حاصل ہوجاے۔ دوسرا یہ کہ پہلے عشق حاصل ہو جسکے باعث تمام عیوب ظاہر ہوجائین گے۔ مولانا علیہ الرحمۃ پہلے طریق کو جسکا "بند گسل" سے تیسرے شعر تک مضمون ہی بیان فرماتے ہین، اور دوسرے طریقہ کو چونکہ یہ اُنھین زیادہ پسند ہی، اس لیے اسکے بعد اسی قول مذکور پر زور دیتے اور مبالغہ فرماتے ہین" (صـ۲)

نظم کا نظم مین ترجمہ ایک نہایت دشوار کام ہی، جناب مترجم نے صحت معانی و سلاست کو قایم رکھنے کی پوری کوشش کی ہی، اور اکثر اس مین کامیاب بھی رہے ہین۔ تاہم کہین کہین اس محال کو ممکن بنانے مین ناکام بھی رہے ہین، مثلاً اس شعر کا کہ

تن روان وجان زتن مستور نیست　　لیک کس را دید جان دستور نیست

ترجمہ یون نظم فرماتے ہین ؎

تن سے جان اور جان سے تن پنہان نہین　　پر کسی کو شوق دید جان نہین

دوسرے مصرعہ مین "دستور" کا ترجمہ ضرورت شعری سے مجبور ہوکر "شوق" کیا ہے، حالانکہ دونون کے معنی مین زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اسی طرح اس شعر کا کہ ؎

اے دوائے نخوت وناموس ما　　اے تو افلاطون وجالینوس ما

ترجمہ یون کیا ہے ؎

اے ہمارے ننگ وعزت کی دوا　　ہے تو جالینوس وافلاطون بڑا

اس ترجمہ مین قطع نظر اسکے کہ مصرعہ ثانی کی روح بالکل بدل گئی ہے، مصرعہ اولی مین "نخوت" کا ترجمہ "ننگ" سے کرنا سمجھ مین نہین آتا۔ اردو مین "ننگ وناموس" ایک خاص محاورہ کی حیثیت سے ساتھ بولا جاتا ہے لیکن تنہا ننگ، کو نہ ناموس سے مناسبت ہے نہ نخوت سے اس مصرعہ مین بجائے "ننگ" کے "فخر" کا لفظ صحیح مفہوم ادا کرسکتا تھا۔

کہین کہین بعض اہم الفاظ کا ترجمہ چھوٹ بھی گیا ہے، مثلاً ؎

"گر خدا خواہد" نہ گفتند از بطر　　پس خدا بنمود شان عجز بشر

کا ترجمہ یہ کیا ہے ؎

پر نہ انشاء اللہ بولا کوئی بھی　　حق نے پس دکھلایا عجز آدمی

اس مین "از بطر" کا مفہوم بالکل غائب ہوگیا ہے، حالانکہ مصرعہ اولی کی جان یہی لفظ تھا یعنی چونکہ ان اطبا، حاذق سے انشاء اللہ کہنا سہواً اتفاقاً نظراً مزاز نہین ہوا، بلکہ از راہ خودبینی وخوداعتمادی اُنھون نے قصداً اس سے اعراض کیا تھا، اس لیے خدا نے اُن کی کوششون کو ناکام رکھا

امید ہے کہ اس سلسلہ کے آیندہ نمبرون مین مترجم صاحب زیادہ محنت واحتیاط سے کام لیکر اپنی مفید خدمت کو مفید تر بنائین گے۔ لیکن اُن کی خدمت کا سلسلہ اُسی وقت جاری رہ سکتا ہے جب شائقین تصوف اُن کی ہمت افزائی، اور اُن کی محنت کی قدردانی کرین۔ مثنوی کی ایک ایسی مستند شرح کا مع متن مثنوی کے

اردو میں منتقل ہو جانا کوئی معمولی درجہ کا کام نہیں۔ خداوند کریم جناب غوثی شاہ کو اس کار ثواب کے لیے جزائے خیر دے، اور اس کام کی تکمیل کے لیے توفیق ہمت و استقامت۔

قیمت سالانہ چار روپیہ، ششماہی دو روپیہ۔ اس قیمت پر چار سو صفحات کا (۲۰×۲۶) کی تقطیع، اور ۲۳ سطری مسطر کے ساتھ ملجانا ہرگز گران نہیں۔ ملنے کا پتہ: مینجر اختر دکن پریس، افضل گنج حیدرآباد دکن۔

عبدالماجد، دریابادی (بارہ بنکی)

تازہ کلام حسرت

(مرسلہ بیگم حسرت موہانی)

نہ سہی گر انھیں خیال نہیں　　کہ ہمارا بھی اب وہ حال نہیں
یاد انھیں وعدۂ وصال نہیں　　کب کیا تھا یہی خیال نہیں
ایسے بگڑے وہ سن کے شوق کی بات　　آج تک ہم سے بول چال نہیں
مجھ کو اب غم یہ ہے کہ بعد مرے　　خاطرِ یار بے ملال نہیں
عفو حق کا ہے میکشوں پہ نزول　　زیرِ شش ابر برشکال نہیں
ہمپہ کیوں عرض حال دل پہ عتاب　　ایلچی کو کہیں زوال نہیں
سن کے مجھ سے وہ خواہش بوس　　ہنس کے کہنے لگے مجال نہیں
دل کو ہے یاد شوق کا وہ ہنر　　جس سے بڑھکر کوئی کمال نہیں

آپ نادم نہوں کہ حسرت سے
شکوۂ غم کا احتمال نہیں

دنیا کے تمدنی مرکز

شفیق مکرم جناب مولانا سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی کے ساتھ دفتری اقتدار کے عالمین کو جو لطف و محبت ہو اُس کا اندازہ صرف اِس واقعہ سے کیا جا سکتا ہو کہ احمد آباد کے مقدمہ مین اُن کو دو سال کی سزا ملنے کے بعد بھی یہ اصحاب اطمینان کی نیند نہ سو سکے اور بالآخران کی عقل نکتہ رس نے اُن کی مدت اسیری کو دراز کرنے اور ملک و قوم کو اُن کی عظیم الشان خدمات سے ایک عرصہ مدید تک محروم رکھنے کے لیے خلاف ورزی ضوابط جیل کا مقدمہ چلا کر اُنھین دوبارہ سزا دلانے کی صورت نکالی حالانکہ خلاف ورزی ضوابط جیل اگر واقعی کوئی لائق تعذیر جرم ہو تو مین اپنے ذاتی مشاہدہ و علم کی بنا پر کہہ سکتا ہون کہ نہ صرف ہندوستان بھر کے تقریباً ایک لاکھ قیدیون کو بلکہ اُن کے ساتھ دس پندرہ ہزار عمال جیلخانہ کو نہ صرف سال مین ایک دفعہ بلکہ ہر روز کئی کئی بار سزایاب ہونا چاہیے۔ اپنی مصروفیتون اور پریشانیون کی وجہ سے ابھی تک مجھکو اِس کا موقع نہین ملا کہ اپنے مشاہدات و تجربات زندان ناظرین المناظر اور دیگر اہل ملک کے مطالعہ کے لیے شایع کرتا۔ لیکن مین ببانگ دہل کہہ سکتا ہون کہ جیلخانہ کے جتنے ضوابط ہین اُن کو نہ محض عام قیدی بلکہ خود بڑے سے لیکر چھوٹے عمال تک روزانہ عمل سے حرف غلط ثابت کرتے رہتے ہین۔

مولانا حسرت یا دوسرے سیاسی قیدیون پر یقیناً دفتری اقتدار کے حکام کو ہر قسم کی جائز و ناجائز سختیون اور مظالم کا پورا حق حاصل ہو کہ اُن لوگون نے علم بغاوت بلند کر کے اپنے جسم و جان کو شوق فنا کے لیے خود وقف کر دیا ہو لیکن اُن کو یہ واضح رہنا چاہیے کہ جور و تعدی اور ظلم و ستم نے دنیا مین کہین بھی ثمر نیک نہین دیا ہو اور نہ اُن کی خاطر فطرت کا یہ اٹل قانون بدل سکتا ہو کہ

گندم از گندم بروید جو ز جو

اگر وہ یہ توقع کرتے ہین کہ اپنی ناروا سختیون سے وہ حسرت جیسے فداکاران ملک و ملت کی آزاد روح کو مقید کر سکین گے تو این خیال ست و محالست و جنون۔ مین جانتا ہون کہ دفتری اقتدار سے اسکی امید بے سود ہو کہ وہ اپنے رویہ کی اصلاح کرے گا۔ اور اسی وجہ سے اب اس کو مخاطب کرنے

ہی کی ضرورت باقی نہین رہی۔ لیکن یہ ضروری ہی کہ ہمارے اہل ملک پوری طرح تمام واقعات وحالات سے باخبر ہوتے رہین۔ اسی نقطۂ نظر سے بیگم صاحبہ مولانا حسرت موہانی نے مولانا کے اُس بیان تحریری کو جو اُنھون نے اِس نئے مقدمہ مین داخل کیا تھا اُردو اور انگریزی مین شایع کرا دیا ہی جس سے اُن بے ضابطگیون کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہی جو معمولی برقندازاور چھوٹے چھوٹے اہلکاران محکمہ نہین بلکہ بڑی بڑی ماہوار پانے والے حکام تک کرتے رہتے ہین اور جن کو سزا کے بجاے عموماً ترقیات وخطابات کی صورت مین انعام واکرام دیا جاتا ہی۔

حال مین مولانا کی قیود مین مزید پابندیان اضافہ ہوگئی ہین اور اس بات کی پوری کوشش ہی کہ قید تنہائی کے ذریعہ سے اُن کے جسم ودماغ کو انتہائی مضرت پہونچائی جائے اِس تنہائی مین مولانا کو خدا معلوم کیسے دنیا کے فراہم شدہ اعداد وشمار سے دل بہلانے کا موقع مل گیا ہی اور اُنھون نے ارباب بصیرت کے لیے انھین اعداد وشمار کو مختلف اسلوب سے مرتب کیا ہی جسکی پہلی قسط درج ذیل کی جاتی ہی اور امید ہی کہ دلچسپی سے مطالعہ کیجائیگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) لندن (انگلینڈ)	۷۲۵۱۳۵۸	(۱۲) اوساکا (جاپان)	۱۲۵۰۰۰۰
(۲) نیویارک (امریکہ)	۷۲۰۰۰۰۰	(۱۳) منیلا (فلپین)	۱۲۵۰۰۰۰
(۳) پیرس (فرانس)	۲۹۰۰۰۰۰	(۱۴) کلکتہ (ہند)	۱۲۲۲۲۱۳
(۴) ٹوکیو (جاپان)	۲۸۶۰۰۰۰	(۱۵) واشنگٹن (امریکہ)	۱۱۲۳۰۰۰
(۵) برلن (جرمنی)	۲۵۰۰۰۰۰	(۱۶) ہمبرگ (جرمنی)	۱۰۵۰۰۰۰
(۶) شکاگو (امریکہ)	۲۱۸۵۳۸۳	(۱۷) پیکن (چین)	۱۰۰۰۰۰۰
(۷) وائنا (آسٹریا)	۲۰۳۱۰۰۰	(۱۸) ماسکو (روس)	۱۰۰۰۰۰۰
(۸) پٹروگراڈ (روس)	۲۰۰۰۰۰۰	(۱۹) ریوڈیجنرو (برازیل)	۱۰۰۰۰۰۰
(۹) کینٹن (چین)	۲۰۰۰۰۰۰	(۲۰) مبئی (ہند)	۱۰۰۰۰۰۰
(۱۰) فلیڈلفیا (امریکہ)	۱۵۵۰۰۰۰	(۲۱) بڈاپسٹ (ہنگری)	۸۸۰۰۰۰
(۱۱) قسطنطنیہ (ٹرکی)	۱۲۵۰۰۰۰	(۲۲) جنگ ٹوفو (چین)	۸۵۰۰۰۰

(۲۳) برمنگھم (انگلینڈ)	۹۰۰۰۰۰	(۴۶)	(بالٹی مور (امریکہ	۵۵۸۴۸۵
(۲۴) بونس آئرس (آرجنٹائن)	۸۳۶۰۰۰	(۴۷)	(ڈریسڈن (جرمنی	۵۵۰۰۰۰
(۲۵) میکاؤ (چین)	۸۰۰۰۰۰	(۴۸)	(روم (اٹلی	۵۴۰۰۰۰
(۲۶) وارسا (پولینڈ)	۷۹۰۰۰۰	(۴۹)	(بارسلونا (اسپین	۵۳۳۳۹۶
(۲۷) گلاسگو (اسکاٹلنڈ)	۷۸۴۴۵۵	(۵۰)	(لیونس (فرانس	۵۳۰۰۰۰
(۲۸) لورپول (انگلینڈ)	۷۴۶۰۰۰	(۵۱)	(مدراس (ہند	۵۱۸۰۰۰
(۲۹) پٹس برگ (امریکہ)	۷۲۵۰۰۰	(۵۲)	(کولون (جرمنی	۵۱۶۰۰۰
(۳۰) سڈنی (آسٹریلیا)	۷۲۵۰۰۰	(۵۳)	(برسلا (جرمنی	۵۱۱۸۹۱
(۳۱) نیپلس (اٹلی)	۷۲۴۰۰۰	(۵۴)	(مارسیلز (فرانس	۵۰۰۰۰۰
(۳۲) منچسٹر (انگلینڈ)	۷۲۴۰۰۰	(۵۵)	(کوپن ہیگن (ڈنمارک	۵۰۰۰۰۰
(۳۳) بوسٹن (امریکہ)	۷۰۰۰۰۰	(۵۶)	(ہینگ چاؤ (چین	۵۰۰۰۰۰
(۳۴) شنگھائی (چین)	۷۰۰۰۰۰	(۵۷)	(ملبورن (آسٹریلیا	۵۰۰۰۰۰
(۳۵) بروسلیز (بلجیم)	۷۰۰۰۰۰	(۵۸)	(اڈیسہ (روس	۴۷۸۵۰۰
(۳۶) سینٹ لوئی (امریکہ)	۶۹۰۰۰۰	(۵۹)	(مانٹریل (امریکہ	۴۷۰۴۸۰
(۳۷) قاہرہ (مصر)	۶۰۰۶۵۵۰۰		(ڈیٹرائٹ (امریکہ	۴۷۰۰۰۰
(۳۸) بنکوک (سیام)	۶۲۸۰۰۰	(۶۱)	(ہانگ کانگ (چین	۴۵۶۷۳۹
(۳۹) میونچ (جرمنی)	۶۰۰۰۰۰	(۶۲)	(شفیلڈ (انگلینڈ	۴۵۴۶۵۳
(۴۰) کیوٹو (جاپان)	۶۰۰۰۰۰	(۶۳)	(ٹیورن (اٹلی	۴۴۷۷۳۳
(۴۱) رلان (اٹلی)	۶۰۰۰۰۰	(۶۴)	(حیدرآباد دکن (ہند	۴۴۶۰۰
(۴۲) لیپزگ (جرمنی)	۵۸۸۰۰۰	(۶۵)	(لیڈز (انگلینڈ	۴۴۵۵۶۵
(۴۳) میڈرڈ (اسپین)	۵۸۰۰۰۰	(۶۶)	(روٹرڈرم (ہالینڈ	۴۲۶۰۰۰
(۴۴) کلیولنڈ (امریکہ)	۵۶۰۰۰۰	(۶۷)	(بفلو (امریکہ	۴۲۳۷۱۵
(۴۵) امسٹرڈم (ہالینڈ)	۵۷۳۰۰۰	(۶۸)	(سان فرانسسکو (امریکہ	۴۲۰۰۰۰

(۶۹) فرینکفورٹ (جرمنی)	۴۱۶۰۰۰	(۹۲) سنگاپور (ملایا)	۳۰۳۳۲۱
(۷۰) ایلوائے (چین)	۴۰۰۰۰۰	(۹۳) نیا پولس (امریکہ)	۳۰۲۵۴۰
(۷۱) پریگ (آسٹریا)	۴۰۰۰۰۰	(۹۴) ریگا (روس)	۳۰۰۰۰۰
(۷۲) لاڈز (پولینڈ)	۳۹۲۸۵۰	(۹۵) طہران (ایران)	۲۹۰۰۰۰
(۷۳) دہلی (ہند)	۳۹۱۰۰۰	(۹۶) بوگوٹا (امریکہ جنوبی)	۲۹۰۰۰۰
(۷۴) بلفاسٹ (آئرلینڈ)	۳۸۵۴۹۲	(۹۷) برمنگھم (انگلینڈ)	۲۸۸۵۰۹
(۷۵) میکسکو (امریکہ وسطی)	۳۸۵۰۰۰	(۹۸) انٹورپ (بلجیم)	۲۸۵۶۰۰
(۷۶) ڈانزگ (امریکہ)	۳۷۶۰۰۰	(۹۹) اسٹٹ گارٹ (جرمنی)	۲۸۵۴۴۰
(۷۷) ملواکی (〃)	۳۷۳۸۵۷	(۱۰۰) بخارسٹ (رومانیا)	۲۸۲۰۰۰
(۷۸) سسناٹی (〃)	۳۷۰۰۰۰	(۱۰۱) ہیگ (ہالینڈ)	۲۸۰۵۱۵
(۷۹) دمشق (شام)	۳۶۰۰۰۰	(۱۰۲) میگڈیبرگ (جرمنی)	۲۷۹۴۶۰
(۸۰) ڈسلڈارف (جرمنی)	۳۶۰۰۰۰	(۱۰۳) ہل (انگلینڈ)	۲۷۸۰۲۲
(۸۱) لزبن (پرتگال)	۳۵۷۰۰۰	(۱۰۴) ہنوور (جرمنی)	۲۷۸۰۰۰
(۸۲) برسٹل (انگلینڈ)	۳۵۷۰۰۰	(۱۰۵) جرسی شہر (امریکہ)	۲۷۶۷۹۹
(۸۳) سمرنا (ٹرکی)	۳۵۰۰۰۰	(۱۰۶) سنٹیاگو (امریکہ جنوبی)	۲۷۶۰۰۰
(۸۴) اسٹاکہم (ہالینڈ)	۳۵۰۰۰۰	(۱۰۷) اٹلانٹی وڈیو (امریکہ)	۲۷۰۰۰۰
(۸۵) پالرمو (سسلی)	۳۴۲۰۰۰	(۱۰۸) نیوکیسل (انگلینڈ)	۲۶۶۶۰۰
(۸۶) نیو آرلینس (امریکہ)	۳۴۰۵۶۴	(۱۰۹) لکھنؤ (ہند)	۲۶۴۰۰۰
(۸۷) اسکندریہ (مصر)	۳۴۰۰۰۰	(۱۱۰) بورڈو (فرانس)	۲۶۲۰۰۰
(۸۸) نورن ہیم (جرمنی)	۳۳۲۶۵۱	(۱۱۱) ناٹنگھم (انگلینڈ)	۲۵۹۹۴۲
(۸۹) اڈنبرا (سکاٹلینڈ)	۳۲۰۰۰۰	(۱۱۲) رنگون (ہند برہما)	۲۵۰۰۰۰
(۹۰) لاس انجلاس (امریکہ)	۳۲۰۰۰۰	(۱۱۳) نکڈن (منچوریا)	۲۵۰۰۰۰
(۹۱) ڈبلن (آئرلینڈ)	۳۰۹۲۷۴	(۱۱۴) کنساس (امریکہ)	۲۵۰۰۰۰

(۱۱۵) اسٹی ٹن (جرمنی)	۲۵۰۰۰۰	(۱۳۸) دی ہائی وائی (چین)	۲۰۰۰۰۰
(۱۱۶) کیف (روس)	۲۵۰۰۰۰	(۱۳۹) یوکوہاما (جاپان)	۲۰۰۰۰۰
(۱۱۷) کونگسبرگ (جرمنی)	۲۵۰۰۰۰	(۱۴۰) سیول (کوریا)	۲۰۰۰۰۰
(۱۱۸) نان کنگ (چین)	۲۴۰۰۰۰	(۱۴۱) پرنامبکو (جنوبی امریکہ)	۲۰۰۰۰۰
(۱۱۹) سٹیل (امریکہ)	۲۲۸۰۰۰	(۱۴۲) سین سالویڈر (جنوبی امریکہ)	۲۰۰۰۰۰
(۱۲۰) فلورنس (اٹلی)	۲۳۳۰۰۰	(۱۴۳) کیپ ٹاؤن (افریقہ)	۲۰۰۰۰۰
(۱۲۱) پورٹسموتھ (انگلینڈ)	۲۳۱۱۹۵	(۱۴۴) لیج (بلجیم)	۲۰۰۰۰۰
(۱۲۲) ٹریسٹ (آسٹریا)	۲۳۰۸۶۰	(۱۴۵) مین ہیم (جرمنی)	۱۹۴۴۰۰
(۱۲۳) لیل (فرانس)	۲۳۰۸۰۰	(۱۴۶) زوریچ (سوئٹزرلینڈ)	۱۹۰۱۱۶
(۱۲۴) لاہور (ہند)	۲۳۰۰۰۰	(۱۴۷) ایڈیلیڈ (آسٹریلیا)	۱۹۰۰۹۴
(۱۲۵) لیسٹر (آئرلینڈ)	۲۲۷۲۴۳	(۱۴۸) طفلس (جارجیا)	۱۸۵۰۰۰
(۱۲۶) لوئی ولی (امریکہ)	۲۲۵۰۰۰	(۱۴۹) مانڈلے (ہند برہما)	۱۸۳۵۰۰
(۱۲۷) کرسچیانا (ناروے)	۲۲۱۸۳۴	(۱۵۰) آگرہ (ہند)	۱۸۲۴۴۹
(۱۲۸) ڈین ور (امریکہ)	۲۲۰۰۰۰	(۱۵۱) کارڈف (انگلینڈ)	۱۸۲۲۰۰
(۱۲۹) احمد آباد (ہند)	۲۱۵۰۰۰	(۱۵۲) اسٹراسبرگ (فرانس)	۱۸۲۱۴۰
(۱۳۰) ڈارٹمنڈ (جرمنی)	۲۱۵۰۰۰	(۱۵۳) ہلٹن (انگلینڈ)	۱۸۰۸۸۵
(۱۳۱) کیل (جرمنی)	۲۱۲۰۰۰	(۱۵۴) ناگاساکی (جاپان)	۱۸۰۰۰۰
(۱۳۲) بنارس (ہند)	۲۰۹۰۹۵	(۱۵۵) ڈینزگ (جرمنی)	۱۸۰۰۰۰
(۱۳۳) پورٹ لینڈ (امریکہ)	۲۰۷۲۱۴	(۱۵۶) الہ آباد (ہند)	۱۷۵۴۸
(۱۳۴) لمبرگ (آسٹریا)	۲۰۷۰۰۰	(۱۵۷) وینس (اٹلی)	۱۷۵۰۰۰
(۱۳۵) کانپور (ہند)	۲۰۰۰۰۰	(۱۵۸) سالونیکا (یونان)	۷۴۰۰۰
(۱۳۶) تبریز (ایران)	۲۰۰۰۰۰	(۱۵۹) بولونا (اٹلی)	۷۲۶۳۹
(۱۳۷) نارکوف (روس)	۲۰۰۰۰۰	(۱۶۰) ٹولیڈو (امریکہ)	۷۰۰۰۰

(۱۶۱) مین لس (فرانس)	۱۷۰۲۸۰	(۱۸۴) فیض (مراکو)	۱۵۰۰۰۰
(۱۶۲) گوٹن برگ (ناروے)	۱۶۸۰۰۰	(۱۸۵) کوبی (جاپان)	۱۵۰۰۰۰
(۱۶۳) گان (بلجیم)	۱۶۶۰۰۰	(۱۸۶) جے پور (ہند)	۱۵۰۰۰۰
(۱۶۴) ڈنڈی (اسکاٹلینڈ)	۱۶۵۰۰۶	(۱۸۷) والپرائسو (امریکہ جنوبی)	۱۴۸۲۶۰
(۱۶۵) جوہانسبرگ (ٹرنسوال)	۱۶۵۰۰۰	(۱۸۸) اولڈہم (انگلینڈ)	۱۴۷۴۹۵
(۱۶۶) برمین (جرمنی)	۱۶۴۰۰۰	(۱۸۹) سینا (اسسلی)	۱۴۷۱۰۶
(۱۶۷) ایبرڈین (اسکاٹلنڈ)	۱۶۳۰۸۴	(۱۹۰) بغداد (عراق)	۱۴۵۰۰۰
(۱۶۸) امرتسر (ہند)	۱۶۲۰۰۰	(۱۹۱) نوائس (فرانس)	۱۴۱۶۲۴
(۱۶۹) اسٹونا (جرمنی)	۱۶۱۵۶۰	(۱۹۲) بیروت (شام)	۱۴۰۸۰۰
(۱۷۰) دھولپور (ہند)	۱۶۱۰۰۰	(۱۹۳) الجیرس (الجیریا)	۱۴۰۰۰۰
(۱۷۱) تاشقند (ترکستان)	۱۶۰۰۰۰	(۱۹۴) کابل (افغانستان)	۱۴۰۰۰۰
(۱۷۲) کولمبو (سیلون)	۱۶۰۰۰۰	(۱۹۵) قازان (روس)	۱۴۰۰۰۰
(۱۷۳) ہالے (جرمنی)	۱۶۰۰۰۰	(۱۹۶) ڈنی پگ (امریکہ)	۱۴۰۰۰۰
(۱۷۴) کرائیڈن (انگلینڈ)	۱۵۹۵۵۹	(۱۹۷) روبے (فرانس)	۱۴۰۰۰۰
(۱۷۵) بنگلور (ہند)	۱۵۹۰۳۰	(۱۹۸) گوئیز (آسٹریا)	۱۴۰۰۰۰
(۱۷۶) اٹلینٹا (امریکہ)	۱۵۴۸۳۸	(۱۹۹) بریلی (ہند)	۱۳۷۴۳۲
(۱۷۷) ٹولوس (فرانس)	۱۵۴۰۰۰	(۲۰۰) ہلسنگفورس (روس)	۱۳۷۳۴۶
(۱۷۸) ہاؤڑہ (ہند)	۱۵۲۰۰۰	(۲۰۱) ایگس لاشیپل (جرمنی)	۱۲۵۲۳۵
(۱۷۹) سنڈرلینڈ (انگلینڈ)	۱۵۱۱۶۲	(۲۰۲) پٹنہ (ہند)	۱۲۵۰۰۰
(۱۸۰) روک لینڈ (امریکہ)	۱۵۰۰۱۷	(۲۰۳) ہنوئی (انام)	۱۲۵۰۰۰
(۱۸۱) ساراٹوف (روس)	۱۵۰۰۰۰	(۲۰۴) ممفس (امریکہ)	۱۳۳۸۶۰
(۱۸۲) کرن دلا (منچوریا)	۱۵۰۰۰۰	(۲۰۵) نیوہیون (امریکہ)	۱۳۳۶۰۵
(۱۸۳) کٹانیہ (سسلی)	۱۵۰۰۰۰	(۲۰۶) برائٹن (انگلینڈ)	۱۳۱۱۲۵

(۲۰۷) وینکوور (امریکہ)	۱۳۰۱۱۴	(۲۳۰) روسالو (امریکہ جنوبی)	۱۲۰۰۰۰
(۲۰۸) ناگپور (ہند)	۱۳۰۰۰۰	(۲۳۱) برسبین (آسٹریلیا)	۱۲۰۰۰۰
(۲۰۹) برنیزک (جرمنی)	۱۲۸۲۵۰	(۲۳۲) کراچی (ہند)	۱۲۰۰۰۰
(۲۱۰) ایتھنز (یونان)	۱۲۸۰۰۰	(۲۳۳) میرٹھ (ہند)	۱۲۰۰۰۰
(۲۱۱) حلب (شام)	۱۲۷۱۵۰	(۲۳۴) رمیس (فرانس)	۱۱۶۰۰۰
(۲۱۲) پرسٹن (انگلینڈ)	۱۲۷۱۱۳	(۲۳۵) رودن (فرانس)	۱۱۶۰۰۰
(۲۱۳) ٹولون (فرانس)	۱۲۶۴۲۲	(۲۳۶) پونا (ہند)	۱۱۲۵۸۰
(۲۱۴) جنیوا (سوئٹزرلینڈ)	۱۲۶۰۰۰	(۲۳۷) قرطاجنہ (امریکہ)	۱۱۲۰۰۰
(۲۱۵) ایسن (جرمنی)	۱۲۵۰۰۰	(۲۳۸) ارفورٹ (جرمنی)	۱۱۲۰۰۰
(۲۱۶) اماہا (امریکہ)	۱۲۵۰۰۰	(۲۳۹) ڈیٹ فورڈ (انگلینڈ)	۱۰۹۴۹۸
(۲۱۷) پوزن (جرمنی)	۱۲۵۰۰۰	(۲۴۰) برلن (جرمنی)	۱۰۹۳۴۶
(۲۱۸) پورٹریخت (بلجیم)	۱۲۴۱۲۰	(۲۴۱) ہالے (سوئٹزرلینڈ)	۱۰۹۲۷۰
(۲۱۹) ڈربی (انگلینڈ)	۱۲۳۴۳۳	(۲۴۲) مدورا (ہند)	۱۰۵۵۰۰
(۲۲۰) ترچناپلی (ہند)	۱۲۲۱۸۰	(۲۴۳) گوالیار (ہند)	۱۰۵۰۰۰
(۲۲۱) سری نگر (ہند)	۱۲۲۰۰۰	(۲۴۴) ہیج پورٹ (امریکہ)	۱۰۲۰۵۴
(۲۲۲) نارویچ (انگلینڈ)	۱۲۱۴۹۳	(۲۴۵) البنی (امریکہ)	۱۰۲۰۰۰
(۲۲۳) ولوچ (〃)	۱۲۱۳۰۳	(۲۴۶) ہالی فیکس (امریکہ)	۱۰۱۵۵۶
(۲۲۴) نینسے (فرانس)	۱۲۰۲۶۰	(۲۴۷) فوچاؤ (چین)	۱۰۰۰۰۰
(۲۲۵) یارقند (ترکستان)	۱۲۰۰۰۰	(۲۴۸) کائی فونگ (چین)	۱۰۰۰۰۰
(۲۲۶) بیٹویا (جاوا)	۱۲۰۰۰۰	(۲۴۹) نجنی نوواگوراد (روس)	۱۰۰۰۰۰
(۲۲۷) ستراخان (روس)	۱۲۰۰۰۰	(۲۵۰) قرطاجنہ (اسپین)	۱۰۰۰۰۰
(۲۲۸) سورت (ہند)	۱۲۰۰۰۰	(۲۵۱) کارلس رھو (جرمنی)	۱۰۰۰۰۰
(۲۲۹) باکو (روس)	۱۲۰۰۰۰	(۲۵۲) لین چاؤ (چین)	تقریباً ۱۰۰۰۰۰

(۲۵۲) سوانسی (انگلینڈ)
(۲۵۳) برودہ (ہند)　　تقریباً　　۱۰۰۰۰۰
(۲۵۵) اندور (ہند)
(۲۵۶) پشاور (ہند)

نیدرلینڈ کے ایک مشغلہ مجور کا نتیجہ شمار اعداد کا یہ مجموعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے ناظرین غور فرمائیں کہ دنیا کے لیے ۲۵۶ شہروں میں سے جن کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہے ۱۲۲ یورپ، ۷۰ ایشیا، ۴۷ امریکہ، ۱۰ افریقہ، اور ۴ آسٹریلیا میں واقع ہیں۔ گویا اس لحاظ سے یورپ کا پہلا اور ایشیا کا دوسرا نمبر ہے۔ پھر ایشیا میں ہندوستان کو درجہ امتیاز حاصل ہے کیونکہ ایشیا کے بہتر شہروں میں سے ۳۳ یعنی نصف کے قریب ہندوستان کے شہر ہیں۔ باقی نصف میں ایشیا کے دیگر ممالک کا حصہ ہے۔ اسکے بعد دیکھنا چاہیے کہ ہندوستان میں بھی صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ اس بارہ میں باقی کل صوبوں سے افضل ہے۔ اس لیے کہ ہندوستان کے ۳۳ شہروں میں سے سات شہر صرف اسی ایک صوبہ میں واقع ہیں۔ یعنی لکھنؤ، بنارس، کانپور، آگرہ، الہ آباد، بریلی، میرٹھ علاوہ بریں ہندوستان میں ایسے ۵۲ شہر اور بھی ہیں جنکی آبادی گو ایک لاکھ سے کم لیکن پچاس ہزار یا اس سے زیادہ ہے۔ ایسے ۵۲ شہروں میں سے بھی ۱۱ صوبہ متحدہ ہی میں واقع ہیں یعنی مرزاپور، رامپور، مراد آباد، فرخ آباد، شاہجہان پور، فیض آباد، علی گڈھ، سہارنپور، گورکھپور، جھانسی اور متھرا جس سے صاف ظاہر ہے کہ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے ہمارا صوبہ سارے ہندوستان کی جان ہے۔

حسرت موہانی

اسرار وجود خام و ناپختہ بماند　　وان گوہر بس لطیف ناسفتہ بماند
ہر کس بطریق عقل چیزے گفتند　　آن نکتہ کہ اصل بود ناگفتہ بماند

قدرے گل و مل بادہ پرستان دانند　　نے تنگ دلان و تنگ دستان دانند
از بے خبری بے خبر دان معذور　　ذوقے ست درین بادہ کہ مستان دانند

(خیام)

مجاز سے حقیقت تک

۱

چہرہ سے نقاب اپنے ہٹا دے مرے گلفام
پھر دیکھ کہ کس طرح چمکتا ہے لبِ بام
مہتاب سے جاتی ہے بدل تیرگیِ شام
آتے ہین قدم چومنے کو چرخ سے اجرام
بجلی سی ابھی کوندنے لگتی ہر فضا مین
اک نور کا دریا نظر آتا ہے ہوا مین

۲

شانون پہ ذرا چھوڑ دے بل کھائے ہوے بال
پھر دیکھ کہ کیا حسن کا بچھتا ہے نیا جال
ہوتے ہین ہرن چین کے تری راہ مین پامال
نافون کا نہین رہتا ہر دنیا مین کہین کال
خوشبو کی ہر رو دوڑتی اطراف جہان مین
جسطرح ہوا چلتی ہے گلزار جنان مین

۳

کر چشم فسون ساز کو آمادہ ادا پر
پھر دیکھ کہ پریان تری ہوتی ہین مسخر
سجدے مین ترے سامنے گرتے ہین فسون گر
کھلتے ہین اشارون مین ترے حسن کے دفتر
شہرت ہر تری پھیلتی جادو نظرون مین
ہوتی ہر قیامت سی بپا عشوہ گرون مین

۴

لا اپنے لبون پر تو ذرا رنگ تبسم
پھر دیکھ کہ کوثر مین بھی ہوتا ہے تلاطم
مُردون کو سناتے ہین ملک زمزمۂ قم
ہوتے ہین سرافیل کے بھی ہوش و خرد گم
دنیا کو کبھی بادۂ کوثر ہین پلاتے
خم بھر کے کبھی آب بقا کے ہین لنڈھاتے

۵

رکھ سامنے آئینہ ذرا اے بت خوشرنگ
پھر دیکھ کہ ہوتا ہے وہ جلوے سے ترے دنگ
ہو جائے مقابل جو ترے حسن کا نیرنگ
تارون کی تجلی بھی ٹھہرتی نہین پاسنگ
چشمہ تری شوخی کا گر اک بار اُبل جلے
آغوش سے آئینہ کے سیماب نکل جائے

۶

جنبش مین تو لا اپنے قد جلوہ فگن کو
پھر دیکھ کہ آتی ہے حیا سرو چمن کو
بھولے گا ابھی کبک دری اپنے چلن کو
یاد آئے گی یہ چال نہ آہوے ختن کو
شوخی ہر تری چال مین مستی بھی ادا بھی
ہر نقش قدم پر ترے جھکتی ہر ہوا بھی

۷

ہستی ہے تری حُسن کا بے تھاہ سمندر
ہر ذرّہ ترے جسم کا ہے چشمۂ انور
رگ رگ میں تری روشنیاں رہتی ہیں مُضطر
رکھے گا نہاں پردہ میں کب تک رُخِ انور
گیتی پہ نظر ڈال ذرا ناز و ادا سے
آتی آرتی کی ہے صدا ارض و سما سے

۸

ملبوس مجازی میں تو اب تک ہے ضیا پاش
لازم ہے کہ اب راز حقیقت کو کرے فاش
دیکھیں تجھے بے پردہ اب اے حُسنِ ازل کاش
باقی نہ رہے صورت و معنی میں یہ پرخاش
دُھوکا جو نظر کا ہے وہ اُٹھ جائے نظر سے
قطرہ کا کُھلا رشتہ ہوتا بندہ گہر سے

۹

اے حُسن جہان سوز دکھا جلوۂ عریاں
تارے بھی ترے شوق کے رستے میں ہیں رقصاں
ہے نور سحر دُھن میں تری چاک گریباں
ہے باد صبا بھی تری منزل میں شتابان
گل کھُول کے آنکھیں تری آمد کو ہیں تکتے
مُرغانِ چمن یاد میں ہیں تیری چہکتے

۱۰

میں قطرۂ شبنم ہوں تو خورشید درخشاں
یہ قطرہ ترے نور کے چشمے میں ہو پنہاں
میں دستۂ خاشاک ہوں تو شعلۂ عریاں
کر صورتِ گلدستہ تو اس دستہ کو خنداں
گل ہو کے مری شمعِ رُخ صبح دکھا جائے
ہستی مری مٹ کر تری ہستی میں سما جائے

(سلیم)

در کوے خرابات جگر سوزے چند　　بنشستہ بہ بزم دل افروزے چند
در دست گرفتہ بادہ مطرب دلگفت　　ہم بگذرد و نماند این روزے چند

آنہا کہ کہن شدند و آنہا کہ نوند　　ہر یک بمراد خویش یک یک برسند
این سفلہ جہان بکس نماند جاوید　　رفتند و روند و دیگر آیند و روند

انگریزون کا پہلا قدم بہار مین

اگر ہم ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتدائی کوششون کا پتہ لگانا چاہین تو ہمین یقیناً اُن خطوط کی طرف نظر دوڑانی پڑے گی جو اُس زمانہ کے افسرون نے ایک دوسرے کو یا اپنے صدر دفتر کو لکھے ہین۔ یہ خطوط تاریخی حیثیت سے نہایت اہم ہین۔ ان کے دیکھنے سے ہندوستان کی پرانی عظمت، پرانی شوکت اور پُرانی دولت کا ایک ہلکا سا خاکہ کھنچ جاتا ہے۔ ایسے خطوط انڈیا آفس کے دفاتر مین محفوظ ہین اور اگر ہندوستان سے جانے والے طالبعلم اُن کے مطالعہ مین وقت صرف کرین تو ہندوستان کے نقطہ خیال سے بہت سے اہم سیاسی نکتے بآسانی حل ہوجائین گے۔ ان خطوط سے کام لینے والے حضرات غیر ملکی ہین اور اس لیے وہ ایک غیر ملکی عینک لگا کر تمام معاملات کو دیکھتے ہین۔ اگر کوئی ہمارا آدمی ان خطوط کو دیکھے گا تو بہت سی چھوٹی چھوٹی باتین معلوم ہوجائین گی۔

یہان انگریزون کی طرف سے باضابطہ ایجنٹ تو ۱۶۰۸ء مین موجود تھا لیکن ۱۶۲۰ء کے لگ بھگ ہی انگریزون نے تجارتی سلسلہ قایم کرنے کی کوشش کردی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی وقعت ہندوستان مین کچھ بھی نہ تھی اور یہان کے انگریز تاجرون کو ایک بڑی حد تک مسلمان حکام کے چشم و ابرو کے اشارون پر کام کرنا پڑتا تھا۔ انگریزون کی تجارت کا دارومدار مسلمان گورنر کی مہربانیون پر تھا۔ دوسری وقت اُس زمانہ مین یہ بھی تھی کہ انگریزون کا تجارتی سلسلہ سورت اور آگرہ ہوکر خشکی خشکی قایم تھا اور اُن کا مال سمندر کے ذریعہ سے نہین آتا تھا۔ انھون نے ہوگلی مین فیکٹری تیس برس کے بعد ۱۶۵۱ء مین قائم کی تھی اور اُس کے بعد سے اُن کی تجارت کو فروغ ہوا۔

پہلا شخص جو گویا بنگال کی حکومت کے قیام کا باعث ہوا ہے اس کا نام مسٹر ہیڈ جنیر تھا۔ یہ شخص ۱۶۱۲ء مین کمپنی کا نوکر ہوا اور اجمیر مین کام کرنے کے بعد ۱۶۱۶ء مین آگرہ آگیا۔ اسی شخص کو سر ٹومس رو نے جو انگلستان کے سفیر ہوکر جہانگیر کے دربار مین آئے تھے ایک مصور کی حیثیت سے پیش کیا تھا۔ اس کی مصوری کے نقوش سے تاریخ ناآشنا ہے لیکن بنگال کی حکومت کے لیے ہم اسے

پہلا قدم اندازکہہ سکتے ہین۔

مسٹر ہیوجیز کے آنے کی ابتدا یون ہوئی کہ بہار کے بنے ہوے روئی کے کپڑے ہندوستان بھر مین بہت تیزی سے بک رہے تھے اس لیے سورت کے صدر ادر کونسل نے مناسب سمجھا کہ جہان خود یہ کپڑے بنے جاتے ہون وہین سے خریداری کی جاے اور اسی کام کے لیے آگرہ فیکٹری کے مدارالمہام مسٹر ہیوجیز کو حکم ہوا کہ وہ پٹنہ حاجی پور خود جائین، اور دریز، چھینٹ اور امبرٹی کی خریداری کرین۔ مسٹر موصوف ۵ر جون ۱۶۶۲ء کو آگرہ سے روانہ ہوگئے تھے اور ۳ر جولائی کو پٹنہ پہونچ گئے۔ اُنھون نے چھ سو میل کی مسافت ۲۸ دنون مین طے کرلی۔ مسٹر پٹرنٹڈی ایک دوسرے صاحب ۶ر اگست کو روانہ ہوے اور ۲۰ر ستمبر کو پٹنہ پہونچے کیونکہ ان کے ساتھ آٹھ لدی ہوئی گاڑیان تھین اور موسم برشگال بہت زوروں پر تھا۔

مسٹر ہیوجیز کو مقرب خان صوبہ دار بہار نے بہت اچھی طرح سے اُتارا۔ خود مسٹر ہیوجیز نے جو خطوط لکھے ہین اُن سے پتہ لگتا ہے کہ مسٹر موصوف پر مقرب خان کا بہت رُعب غالب تھا۔ پھر بھی وہ شکریہ کے جذبات سے لبریز ہو رہے تھے افسوس یہ ہے کہ مسٹر ہیوجیز جسے ہم بنگال و بہار کی حکومت کا نمونہ کہنے والا کہہ سکتے ہین ایک نہایت جاہل آدمی تھا اور اُس کے خطوط مین قواعد کی معمولی پابندی یا علم ادب کی معمولی صلاحیت بھی معلوم نہین ہوتی ہے۔ مقرب خان کی تعریف مین ایک جُملہ یہ بھی لکھا ہے "آپ جانتے ہین کہ وہ معاملہ کے بہت صاف ہین"۔ یہ خط صدر مقام کو بھیجا گیا تھا اور اسمین تمام ان فرمائشات کا تذکرہ ہے، جو نواب کی طرف سے انھین موصول ہوی تھین۔ نواب نے خود سر ٹومس رو کو سمجھایا تھا کہ انگریز معمولی قسم کے کپڑے اور ذلیل تلوارون کی تجارت مین کیون پھنسے ہوے ہین۔ انھین لازم ہے کہ چین و جاپان کی قیمتی اشیا کو لاکر ہندوستان مین بیچین۔ خود نواب نے ایک طویل فہرست شیشہ، پرلیس اور چمکدار کپڑون کی دیکر خریداری کی خواہش ظاہر کی تھی۔ یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ نواب جاپان سے کیونکر واقف تھا اور کیا جاپان مین تجارت کی ترقی اُس وقت مین بھی ہوگئی تھی؟

نواب مقرب خان نے انگریزون کو اجازت دی کہ وہ ایک مکان شہر مین لیکر تجارت کرسکتے ہین، خود مسٹر ہیوجیز کے الفاظ یہ ہین "مین نے بڑے بازار مین کوتوالی کے پاس ایک مکان کرایہ پر لیا ہے

اور اُسکے لیے چھ روپیہ ماہوار دینا پڑینگے"۔

اگر آج وہائٹ ہال لیڈی لایا دوسرے انگریزی تجار سے کہا جائے کہ تمھاری تجارت کی ابتدا یون ہوئی ہو تو شاید وہ اسے ہتک عزت پر محمول کرین اُس وقت مسٹر ہیوجینز کے خواب وخیال مین بھی یہ بات نہ آئی ہوگی کہ چھ روپیہ بارہ آنہ کے مکان سے گورنمنٹ ہاؤس کی ابتدا ہوتی ہو افسوس یہ ہو کہ آج اس کا پورا پتہ نہین لگتا ہو کہ یہ فیکٹری کہان پر تھی لیکن اگر ہم "بوری" صاحب کی لکھی ہوئی کتاب اور "رینل" صاحب کے نقشہ (۱۷۸۱) کو ساتھ ملاکر دیکھین تو ہمین یہ جگہ ملجائے گی۔ حکومت برطانیہ کو لازم تھا کہ اِس فیکٹری کی اصل جگہ کا پتہ لگاکر اس کو تاریخی حیثیت سے محفوظ کرلیتی۔ شاید وہ یہ سمجھتی ہو کہ ایک ذلیل مکان کو دیکھکر اُس کی وقعت مین بٹہ لگے گا۔

مسٹر ہیوجینز نے جتنے مراسلات سورت کو روانہ کیے ہین ان مین پٹنہ شہر کا تذکرہ بہت کم ہے ایک خط مین لکھتے ہین کہ "یہ شہر بنگالہ مین تجارت کا سب سے بڑا مرکز ہو" ایک خط مین ایک آتش زدگی کا بھی تذکرہ ہو جس سے انگریزون کی دو کان جلتے جلتے بچی۔ ایک جگہ لکھتے ہین کہ "شہر سے مال مہندر سرائے دریا کے ذریعہ سے پہونچایا جاتا ہو اور وہان سے بیل گاڑیون پر لاد کر آگرہ روانہ کیا جاتا ہو" اِس جملہ سے ہمین شہر کی جغرافیائی تبدیلی کا پتہ لگتا ہو کیونکہ آج کل مہندر سرائے اور شہر کے بیچ مین ایک سڑک موجود ہو۔ اور وہان گاڑی براہ راست جاتی ہو لیکن اُس زمانہ مین معلوم یہ ہوتا ہو کہ گاڑی کا راستہ نہین تھا اور دریا کے بغیر کوئی راستہ نہین مل سکتا تھا۔

مسٹر ہیوجینز کے خطوط مین حاجی پور کا بھی کوئی تذکرہ نہین ہو۔ حالانکہ ابتداً سورت سے جتنے حکمنامے آتے تھے اُن مین "ہوگری پور پاٹنہ" لکھا ہوتا تھا۔ سورت کے حکام حاجی پور اور پٹنہ کو ایک ہی جگہ سمجھتے تھے مسٹر پرٹمنڈی کے ایک خط مین یہ لکھا ہوا ہو "مین اپنا کام ختم کرکے دریا سے حاجی پور پٹنہ گیا۔ یہ جگہ بہت پرانی ہو اور اگلے زمانہ مین یہان بہت سے لوگ آیا کرتے تھے لیکن اب پٹنہ جو حال ہی مین بنا ہو زیادہ مشہور ہوگیا ہو" اِن جملون سے ہمین مسٹر موصوف کی تاریخ دانی کا پتہ لگتا ہو۔ انھین اتنا بھی معلوم نہین ہو کہ پٹنہ اُن کے آنے سے دو ہزار سال قبل آباد تھا۔

مسٹر ہیوجینز کے ایک خط سے یہ بھی پتہ لگتا ہو کہ انگریزون کے آنے سے قبل یہان پرتگیز کثیر تعداد مین موجود تھے۔ اور اُن کی تجارت انگریزون سے بہت بڑھی چڑھی تھی۔ وہ اِن ممالک مین

گرم مسالحہ، چین کے ریشمی کپڑے، ٹین، اور جواہرات لاتے تھے اور یہان سے جونپور کے قالین ریشمی کپڑے اور عمدہ ململ لیجاتے تھے۔ ان کی تجارت انگریزون کی طرح محض پرانی تلوارون یا معمولی قسم کے سوتی کپڑون پر محدود نہ تھی۔ ان کی ایک باضابطہ تجارت گاہ پٹنہ مین موجود تھی اور اُن کا مال ملاکہ اور کوچین سے جہازات کے ذریعہ ہوگلی اور پیپلی کے بندرگاہون مین آتا تھا اور وہان تمام بنگالہ مین تقسیم ہوتا تھا ان کو ہوگلی اور پیپلی مین تجارت کی اجازت بنگالہ کے بادشاہ سے مل گئی تھی، ان تمام وجوہ سے اُن کو انگریزون پر تفوق حاصل تھا۔ انگریزون کا مال خشکی سے آنے کی وجہ سے گران پڑتا تھا۔ پرتگیز تجار کے جہازات نہایت تیز ہوتے تھے کیونکہ دہارے کی مدد سے پانچھ دنون مین وہ ہوگلی پہونچ جاتے اور دہارے کے خلاف سولہ سترہ دنون مین آجاتے۔

جسوقت مسٹر ہیوجیز پٹنہ پہونچے اُنھون نے ان تمام حالات کا مطالعہ کیا۔ اُن کی ہمت افزائی نواب کی طرف سے ہوچکی تھی۔ لیکن اُنھین ضرورت محسوس ہوئی کہ یہان باضابطہ قیام کرین کافی روپیہ لگائین اور محنت وجانفشانی کرین تب کہین پرتگیز تجار کا مقابلہ ہوسکتا ہی۔ مسٹر موصوف نے جو خط ۳۰ نومبر ۱۶۳۰ء کو لکھا ہی اُسکے الفاظ یہ ہین "جن دو اشیا سے یہ فیکٹری چل سکتی ہی وہ چھینٹ اور ریشم ہین لیکن اُن کا دستیاب ہونا اس وقت تک غیر ممکن ہی جب تک یہان باضابطہ طور سے قیام نہ کرلیا جائے یہان (Silk cloth) ریشمی کپڑے (Sannellinge) دوسوتی (Fine Sheeting) عمدہ لمبے دراز بھی نہایت اچھے دستیاب ہوتے ہین۔ یہ سب بکینٹھ پورت لایا جاتا ہی۔ یہان بنگالہ سے ٹسر بھی دستیاب ہوسکتا ہی"

مسٹر موصوف نے کمپنی سے درخواست کی کہ زیادہ روپیہ مالدہ، بہار اور بنارس مین چیزون کی خریداری مین لگائے۔ ان خطوط سے ہمین پتہ لگتا ہی کہ پٹنہ مین ریشم اور سوت دونون کے بہترین کپڑے دستیاب ہوتے تھے۔ اگر آج ہم پٹنہ بھر مین گھومین تو مشکل سے سو پچاس کاریگر ریشمی کپڑون کے ملین گے جو کارچوبی کا کام اپنی تجارت مین لگے ہوے ہین اُنھین پیٹ بھر کر رزق بھی نصیب نہین ہوتا ہی اُسوقت انگریزون کی حیثیت زیادہ روپیہ لگانے کی نہین تھی اسی لیے جب مسٹر ہیوجیز نے دیکھا کہ نفع بیشمار ہوگا تو اُنھون نے صدر کونسل سے درخواست کی کہ زیادہ روپیہ اسی طرف کی تجارت مین لگایا جائے۔ آگرہ سے ایک مرتبہ تھوڑا سا مال انگریز لائے تھے لیکن یہ سب خود نواب کی سرکار مین

بک گیا اور انگریز دو ہزار چار سو پاکر مالا مال ہوگئے۔ صرف اس سے بھی یہان کی دولت کا پتہ لگتا ہی۔ دوسرے ممالک کے تجار سارے صوبہ کے لیے مال لاتے ہین اور سب ایک دربار مین فروخت ہوجاتا ہے۔

مسٹر پارکر اور مسٹر ہیوجیز کے خیالات۔ یہ بھی پتہ لگتا ہی کہ ململ اور دوسرے سوتی کپڑے "لکھابار" سے جو پٹنہ سے ۴۰ میل پر ہی لائے جاتے تھے۔ یہان ایک ہزار تھان روزانہ بنے جاتے تھے اور مسٹر ہیوجیز نے باوجود ملاریہ کی قلت کے پچاس ہزار روپے سورت کے حکام سے طلب کیے اور لکھا کہ کپڑے بیحد ارزان ہین کیونکہ کل اتنی رقم مین تین ہزار تھان دستیاب ہوسکتے ہین۔ تھان کی قیمت دو روپیہ فی تھان سے لیکر چھ روپیہ فی تھان تک تھی۔

یہ تھی ہماری پرانی تجارت جسکے لیے دوسرے ممالک کے لوگ ہمارے یہان آکر ہمارے بادشاہون کی خوشامدین کرتے تھے۔ ایک ہزار تھان کا بُنا جانا صرف "لکھابار" مین ایک حیرت انگیز معمہ ہے۔ اُس زمانہ مین کوئی فیکٹری موجود نہ تھی۔ کام کارخانون مین گھر کے ذریعہ سے کام ہوتا تھا معلوم نہین ایک ہزار تھان کو بُننے کے لیے کتنے مزدورون کی ضرورت تھی۔ قیمت پر اگر ہم نظر کرین تو دو روپیہ کی حقیر رقم نہایت تعجب مین ڈالتی ہی۔ آج دو روپیہ مین ایک جوڑا کپڑا بھی نہین ہوتا ہی۔ "لکھابار" جسکا تذکرہ کیا گیا ہی خود ہمارے مکان کے قریب ہی ہمکو کبھی بھی معلوم نہ تھا کہ یہ جگہ بھی اتنی بڑی تجارتگاہ رہی ہوگی۔ ہمارا "لنکاشایر" ایک سنسان دیہات ہی جسمین چند جولاہے اب بھی اپنے باپ دادا کا نشان دیتے ہین۔ ابھی تک وہان کے کپڑے مشہور ہین لیکن اب مشکل سے ایک تھان ملتا ہی اور وہ بھی ولایتی سوت کا۔ یہان ابھی حال تک روئی کی کاشت ہوتی تھی لیکن اسے بھی افیون کی کاشت نے تباہ کردیا۔

ریشم کی تجارت مین انگریز تاجرون کو خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ یہان مال آگرہ سے ۳۵ فیصدی سستا ملتا تھا اور یہان انگریزون نے ریشم کا کارخانہ بھی کھولدیا تھا لیکن ان کو سورت کے حکام نے کافی مدد نہین پہونچائی اس لیے مسٹر ہیوجیز نے کام چھوڑ دیا۔ اُس زمانہ مین ایک سیر ساڑھے تینتیس پیسون کے برابر ہوتا تھا اور چار روپیہ فی سیر کے نرخ سے تین سو من کے لیے پچاس ہزار روپیون کی ضرورت تھی۔ لیکن سورت کے پاس اتنے روپے کہان تھے کہ ایک ایک صوبہ مین پچاس ہزار

پچاس ہزار لگا دے۔ مجبوراً اُس کام کو ملتوی کر دینا پڑا۔

انگریزون کو ابھی صرف چند مہینے ہوے تھے کہ اُن پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان کا مال جو سورت کو آگرہ کے ذریعہ سے جا رہا تھا لوٹ لیا گیا۔ اور ریشم کی تجارت مین بھی بہت نقصان ہوا کیونکہ یہان وہ کافی روپیہ نہین لگا سکے اور ایران مین سستا ریشم ملنے لگا۔ دوسری دقت یہ ہوگئی کہ انگریزون کا بہی خواہ مقرب خان ۱۶۲۱ء مین واپس بلا لیا گیا اور اسکے بدلہ مین شہزادہ پرویز آگئے۔ شہزادہ صاحب انگریزون سے خوش نہ تھے اور اُنھون نے اُن کو اُن کی دوکان سے علیحدہ کر دیا۔ خود مسٹر ہیوجیز لکھتے ہین کہ ہم لوگ "مقرب خان کے چلے جانے سے بے یار و مددگار ہو گئے ہین"۔ شہزادہ نے ان کو ایک بڑی رقم بحیثیت ٹیکس کے ادا کرنے کے لیے حکم دیا۔ انگریزان حالات کا مقابلہ نہ کر کے چلتے بنے مسٹر پیٹر منڈی لکھتے ہین کہ ہم لوگون نے اپنے پٹنہ کے مکانون کو اس خوشی سے چھوڑ دیا جس طرح کوئی وبائی جگہ کو چھوڑتا ہے"

انگریزون کی ہمت ٹوٹی نہ تھی۔ وہ اس فکر مین ہوے کہ سمندر کے راستہ سے مال بنگالہ مین لائین کیونکہ گو آگرہ مال بھیجنے مین سوا روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ من گاڑی کا کرایہ دینا پڑتا تھا اور یہ گاڑی چالیس دنون مین پہونچ جاتی تھی۔ گاڑی کے ساتھ چند پیادے بھی کر دیے جاتے تھے جن کو صرف چار روپے دو آنے دیدیے جاتے تھے۔ لیکن پھر بھی یہ آج کل کے حساب سے کتنا ہی سستا کیون نہ معلوم ہو اس زمانہ کے حساب سے اور جہاز کے مقابلہ مین بہت گران تھا۔ انگریزون نے ہمت نہ ہاری۔ وہ اس فکر مین ہوے کہ بہار کے قبل بنگالہ مین کوئی جگہ بنالی جائے اور اس لیے تیس برس کے بعد (۱۶۵۱ء مین) ہم دیکھتے ہین کہ ایک فیکٹری اُن کو ہوگلی مین بنانے کی اجازت مل گئی۔ پٹنہ مین اپنا تجارتی سلسلہ اُنھون نے بعد کو قائم کیا اور ۱۶۵۸ء مین اُن کا ایک ایجنٹ پٹنہ مین موجود تھا۔ اُن کی کامیابی کا اصلی راز ہماری بدقسمتی مین مضمر ہے۔ اُن کا استقلال اُن کی تجارتی سمجھ، اُن کی محنت، اُن کی جانفشانی اُن کا ہمت نہ ہارنا بھی اُن کے آڑے وقت مین کام آئے۔

یہ ہے مختصر سرگذشت بنگالہ اور بہار مین انگریزون کی پہلی کامیابی کی۔ مسٹر ہیوجیز نے بنگالہ اور بہار کی حکومت کی پہلی نیو رکھی تھی افسوس یہ ہے کہ اس کا نام برطانی تاریخ مین کہین نہین ملتا ہے۔

محمود شیرانی

نہ کچھ کہتا، نہ کچھ سُنتا کوئی شہرِ خموشان مین

کہان قسمت! کہ پاکوبان پہونچ جاؤن گلستان مین
ترا دیوانہ پاکوبان جو پہونچا ہی بیابان مین
مزاج آزاد۔ دل آزاد۔ کچھ پروا نہین مجھکو
کسی محروم قسمت کو ملی دولت تو کیا حاصل
جنون ہی ہی یہ کوتاہی نہین ہی دست وحشت کی
بجھے ہر سمت صبح وصل! ہم ڈھونڈھا کیے راہ تو
وہان گلچین نے توڑا گل گری یان شاخ سے بلبل
جنون پاک راز ہی اس کو چھپانا ہی مناسب ہے
کہان پہونچا ہی اب دستِ جنون اللہ ہی جانے
بچا کر جان وہ بھاگے گا مقتل سے، جو بزدل ہی
کرین گے کیا دوا میری کرین گے کیا مری خدمت
جنون کی کیا رہی وقعت؟ کہ اب یہ ہاتھ پھیلائے
"کسے را با کسے کارے نباشد" اس کو کہتے ہین
بڑی ہمت جو صیدِ ناتوان نے کی تو یہ دیکھا
دعاے نوحؑ سے عالم مین جو طوفان آیا تھا
"چو خضرؑ از آب حیوان تشنہ باز آرد سکندر را"
جو وہ نکلے تو یہ نکلے، جو یہ نکلے تو سب نکلین
دہن غنچون سے چھینا، لب گلون سے زلف سنبل سے
اسی کو دیکھ لو، کھل جائیگا سب حال دل تم پر
سرِ محفل پتنگون مین خدائی کر گئی شب بھر
تمنا! غور مضمون تک جو پہونچے گا، وہ سمجھے گا

بہار اب کے بھی شاید ہی جنون! گذرے گی زندان مین
گھٹا کہسار سے اٹھی ہی تھپر بھر کے دامان مین
اسیری کیا اگر چین دین مجھے دیوار زندان مین
گہر بھی اشک بن کر جذب ہو جائینگے دامان مین
اگر کچھ تار باقی رہ گئے اپنے گریبان مین
پڑی تھی منھ چھپائے دامن شبہاے ہجران مین
کہون کیا مین، پڑی افتاد یہ کیسی گلستان مین
نہین اچھا یہ غل رہ رہ کے ای زنجیر زندان مین
وہ تو آغاز وحشت تھا، کہ الجھا تھا گریبان مین
جو ہوگا مرد میدان کھیت ہو جائیگا میدان مین
کہ میرے چارہ گر خود مبتلا ہین فکر درمان مین
گدائی کر رہا ہی کوچہ چاک گریبان مین
نہ کچھ کہتا، نہ کچھ سنتا کوئی شہرِ خموشان مین
کہ اک ہلکی سی سرخی آگئی ہی نوک پیکان مین
مری تر دامنی نے باندھ رکھا اسکو دامان مین
جنون کی رہبری پر کیا بھروسا ہی بیابان مین
مری سب حسرتین دلمین ہین اور دل انکے پیکان مین
گئے تھے سیر کو، کچھ تم نے چھوڑا بھی گلستان مین
جو طولانی سا اک خط نگہ ہی چشم حیران مین
ترا دھندلا سا اک پرتو جو تھا شمع شبستان مین
بجاے خود ہی اک دیوان ہر شعر اپنے دیوان مین

تمنا عمادی

بُلبُل

میرے دلمین درد اُٹھ رہا ہی، حلق مین کانٹے پڑے جا رہے ہین، تشنگی حد سے تجاوز کرتی جا رہی ہی۔ اے فضائے آسمان کے مکینو، چاند و ستارو، اور اے مشام جان کو معطر کرنیوالی ہواؤ، تم سب اس حالت کے گواہ رہنا۔ کاش مجھے اسوقت شراب عشق کا ایک گھونٹ، صرف ایک ہی گھونٹ ملجائے جس سے مین اپنے حلق کو تر کر سکون اور گلون کے فراق مین زار و نالی کرنیوالے پرندے کے ساتھ ہمنوا ہو سکون۔ اے بلبل تیری صدائے دردناک نے میرے دل و دماغ پر ایسا اثر کیا ہی جسکو میرے حرکات و سکنات، میرا دل حتیٰ کہ میری زبان بھی بیان نہین کر سکتی بعض اوقات مجھے تیری خوش قسمتی اور آزادی پر رشک آتا ہی اس لیے کہ تو نے تمام علائق دنیوی کو گلون کی ہمداری پر قربان کر دیا ہی۔ کاش ایسی آزادی مجھے بھی نصیب ہو جائے جس سے مین دنیا کے بکھیڑون سے الگ تھلگ رہ کر اپنے باقی ماندہ نفوس کو قدرت کی کرشمہ سازیون پر نثار کر سکون۔

مجھے شراب چاہیے اور ایسی شراب مل بھی سکتی ہی جسکو پی کر مین تھوڑی دیر کے لیے دنیا و مافیہا کے بکھیڑون سے آزاد ہو جاؤن گا۔ مگر آہ! اس کا نشہ عارضی ہو گا اور اس کا سرور اترتے ہی مین دوگونہ مصائب مین مبتلا ہو جاؤن گا۔ اے دردمند دل رکھنے والے بلبل میرا دل بھی تیرے دل کی طرح بیقرار ہی۔ مجھے ایسی شراب کی ضرورت ہی جو صرف ایک ہی گھونٹ مین مجھے بے خبر کر دے اور ایسی استغنا اور بے پروائی کی شان پیدا کر دے کہ عزیز سے عزیز دوست بھی مجھے متوجہ نہ کر سکے اور پھر ایسی حالت مین، مین تیرے ساتھ سیر صحرا مین مصروف ہو سکون۔

مجھپر ایسی دیوانگی مسلط ہو، اور ایسی محویت چھائی ہوئی ہو کہ غم کو خس و خاشاک سمجھون اور خوشی کی میرے دل مین نار عنکبوت سے زیادہ وقعت نہو۔ غرض احساسات دنیوی سے ایسا لاپروا اور غافل ہو جاؤن کہ دیوانون کو مجھپر رشک اور حیرت ہو۔ آفتاب اپنی ضیا بار کرنین، عابدون پر، زاہدون پر، رندون پر، مے خانون پر، عرب کے ریگستانون پر، غرض دنیا کے چپہ چپہ پر یون ہی ڈالتا رہیگا۔ چاند کی نقرئی کرنین قبرستانون پر، شبستان عیش پر یون ہی پڑتی رہین گی۔ ستارے آسمان پر

اسی طرح روشن رہین گے اور بھولے بھٹکے مسافرون کی یون ہی رہنمائی کرتے رہین گے۔ پہاڑیون ہی سربسجود ہوا کرینگے اور زمین اسی طرح سنر فلک ہوتی رہیگی۔ سمندر خشک ہوا کرینگے، زمین اسی طرح گہوارۂ سیلاب بنا کرے گی۔ زمین اسی طرح گردش محوری مین رہیگی اور اسی گردش پیہم کے ساتھ سلطنتون کے اوراق بکھرتے رہین گے۔ ظاہر پرست دنیا والے گردش زمانہ کو صرف زمانہ کے لیل ونہار پر محمول کرتے رہین گے اور پہلو مین دل اور دل مین درد رکھنے والی ہستیان قدرت کی کرشمہ سازیون کو غور بین نگاہون سے دیکھتی رہین گی اور کائنات کی اس رقص پیہم سے اثر پذیر ہوتی رہین گی اور نتائج پر غور کرتی رہین گی۔ مگر اے بلبل تو ان کی طرح فانی نہین ہی۔ تو غیر فانی ہی، ہمیشہ تڑپتا رہیگا اور دردمند دلون کو بیتاب کرتا رہیگا۔ تیری صدائے بازگشت دنیا کو محو حیرت کرتی رہیگی۔ مین تجھ سے تیرے جذبات مستعار لیکر نہین بلکہ یہ چاہتا ہون کہ خود ایسا جذبہ پیدا کرون جس سے مین تیرے ساتھ پرواز کر سکون اور جسطرح تو قدرت کے مناظر سے متاثر ہوتا رہتا ہی اُسی طرح مین بھی تیرا ہم پرواز ہوکر متاثر ہوا کرون۔

مین سوچتا ہون اور خیال کرتا ہون تو خیالات کے بحر بے کنار مین غرق ہوکر گم ہوجاتا ہون۔ دل و دماغ پریشان ہوجاتا ہی۔ مگر طبیعت کی اُفتاد میرے جذبات کو اُبھار کر اس بات پر آمادہ کرتی کہ باوجود اس ضعف اور کمزوری کے مین تیرے ساتھ پرواز کر سکون۔ مگر ناممکن۔ تو کیا مین قوت متخیلہ کے برق سیر جہاز کی مدد سے تیرے ساتھ پرواز کرکے، تیرا ہم آہنگ ہوکر تیرا ساتھ دے سکون گا۔ مگر افسوس! تیری بلند پروازی اب بھی مجھے پیچھے چھوڑ دے گی۔

مین اسوقت ایسی جگہ بیٹھا ہوا ہون جو دراصل خوش قسمتون کا حصہ ہی یعنی میرے قریب ہی ایک چشمہ بہ رہا ہی۔ آبشار سے وہ صدائین بلند ہو رہی ہین جن سے میری روح خوشی کے پرکیف جذبے مسرور ہو رہی ہی۔ اشجار حالت وجد مین ہین اور مجھپر سایہ فگن۔ چاند کی کرنین جھومتی ہوئی شاخون اور ہلتی ہوئی ٹہنیون مین سے ہوکر پانی کی چھوٹی چھوٹی موجون سے کھیل رہی ہین۔ بیشمار حباب پانی مین اُٹھتے ہین اور ستارون سے چشمک زنی کرکے غائب ہوجاتے ہین۔ چاندنی کا عکس ہوا کے ساتھ مجھ تک آتا ہی اور پھر گم ہوجاتا ہی۔ طرح طرح کے پھول چارون طرف کھل رہے ہین، مین ان کو دیکھنے کی کوشش کرتا ہون مگر دیکھ نہین سکتا۔ ہان کبھی کبھی دل و دماغ کو فرحت دینے والی خوشبو ہوا کے ساتھ آجاتی ہی۔

اور ان تمام چیزون کا سمان میری آنکھون کے سامنے اس طرح پھر جاتا ہو جیسے کہ مین حقیقت مین ان کو اصلی حالت مین دیکھ رہا ہون۔

اس پر لطف منظر کے ساتھ تیری خوشگوار آواز نے میرے اوپر ایسی حالت طاری کردی ہو جسکو مین بیان نہین کرسکتا۔ اور تیری آواز نے میرے دل کے ساتھ ایک ایسا مقناطیسی کشش کا سلسلہ قائم کرلیا ہو کہ اُسکے سننے مین ہمہ تن مصروف ہون۔ اور اس بیخودی کی حالت مین موت کو محبت کی نظرون سے دیکھ رہا ہون۔ موت، گو بظاہر تلخ ہوتی ہو اور اس کے خیال ہی سے لوگون کو تکلیف محسوس ہوتی ہو۔ مگر مین اس وقت متمنی ہون کہ اے موت آ۔ اور جلد آ۔ اور اس وقت روح کو میرے جسم سے نکال لے پھر ایسا بہتر موقع تجھے کہان مل سکے گا۔ مین اس وقت ہر طرح تیرے استقبال کے لیے موجود ہون کیونکہ مین جانتا ہون کہ آئندہ زندگی مین ایسا خوش نصیب وقت میسر نہ آسکے گا۔ ہمین ایک نہ ایک دن مرنا ہو اور ضرور مرنا ہو۔ اے بلبل تو قدرت کی کرشمہ سازیون پر نواسنجی کرتا رہیگا اور فضاے باد مین ہمیشہ روح پھونکتا رہیگا۔ مین اس محویت کے عالم مین چاہتا ہون کہ میری روح جسم نزار سے پرواز کرجاے اور ہمیشہ کے لیے دارالامن مین پہونچ جائے۔ مگر آہ۔ پھر یہ دلکش منظر خواب و خیال ہوجائے گا اور پھر اے بلبل یہ فانی کان تیری نواسنجیون سے کبھی آشنا نہوسکین گے۔

اے غیر فانی پرندے تیرے اوپر دنیا کی نیرنگیون کا کوئی اثر نہین ہوسکتا۔ بیرحم زمانہ تجھکو پامال نہین کرسکتا۔ یہ وہ شیرین اور دلکش آواز ہو جس کو مین آج کی بے ثبات اور فانی رات مین سُن رہا ہون اور غالباً یہ وہ ہی آواز ہو جس کو سُن کر گذرے ہوے لوگ ایسے محو حیرت ہوے کہ حشر ہی کے دن بیدار ہون گے۔ مین مشاہدات دنیوی سے ایسا بیزار ہوگیا ہون کہ مجھ کو ایک لمحہ سکون نصیب نہین ہوتا۔ کرب و بیچینی کی حالت مین بستر غم پر پڑا ہوا کروٹین بدلا کرتا ہون۔ اگر کوئی مونس و غمخوار ہی تو وہ ہی مصائب اور آلام۔ انھین خیالات غم کی فراوانی مین مولانا رومؒ کا وصل و فصل والا شعر گنگنانے لگا۔ وصل و فصل کے فلسفہ پر غور کرنے کے بعد فصل (جدائی) کے لفظ نے دل کے ساتھ تیر و نشتر کا کام کیا۔ خیال گذرا کہ اے بلبل آہ۔ کیا تو اب مجھ سے جُدا ہوجاے گا؟ خدا کرے یہ میرا صرف خیال ہی خیال ہو۔ مگر جب دیکھا کہ بلبل کا وہ شیرین نغمہ بہت مدہم آواز مین آرہا ہو تو معلوم ہوگیا کہ یہ خیال کا دھوکا نہین ہو بلکہ حقیقت مین بلبل مجھ کو داغ جُدائی دیکر جارہا ہو۔ اے لو وہ ایک

درخت سے دوسرے درخت پر اور اُس درخت سے وہ سامنے والی پہاڑی کے درخت پر چلا گیا اور پھر خدا جانے وہان سے کہان غائب ہوگیا۔ آہ۔ اے بلبل جا۔ خدا حافظ۔ الوداع۔ الوداع۔

اِس آخری لفظ کی تکرار سے میری آنکھ کھُل گئی۔ اور مین یہ کہتا ہوا رہ گیا کہ

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا



محمد نجم الغنی قریشی

دعاے شکر و رضا

ہون گنہگار مین بے شبہ زمانے بھر کا — خدمتِ خلق بجا لایا نہ طاعت تیری
پھر بھی امید کرم تجھ سے نہ رکھتا کیونکر؟ — کہ ہے ارفع عوض و عدل سے رحمت تیری
کیسے لے آؤن مین قانون جہان پر ایمان؟ — کیسے مانون کہ بدلتی نہین سُنّت تیری؟
ایک ادنیٰ سی تری شان ہے نُخِ الموتیٰ — قید اسباب سے آزاد ہے قدرت تیری
تجھ سے جو مانگا، دیا تو نے کرم سے اپنے — اور بے مانگے بھی ملتی رہی نعمت تیری
شکر احسان ہو اکس سے؟ کہ ہو مجھ سے ادا — ہان یہ دشوار نہین گر ہو اعانت تیری
اس پہ کیا بندۂ مُسلم کو مجالِ شکوہ — لے لی اک نعمت اگر تو نے، مشیت تیری!
عاریت ہی سہی۔ دل کڑھتا ہے نعمت کھو کر — سونپ دی سونپنے کو یون تو امانت تیری
اپنی بہبود ہی اسمین کوئی مضمر ہوگی — شاید آفت ہی مین پوشیدہ ہو رافت تیری
لیکن ایماں مرا موسیٰ سے نہین کچھ بڑھکر — جس پہ روشن تھی کم و بیش حقیقت تیری
چین آجاے مرے دل کو بھی مانند کلیم — نظر آجاے اگر مجھ کو بھی حکمت تیری

صبر تا شکر بنے، شکر ہو تسلیم و رضا
ہاتھ آجائے یون ہی دولتِ قربت تیری

مُسلم

طاہرہ

آج کل وضعداری مفقود ہی، تلون اور عدم استقلال لوگون پر ایسے غالب آئے ہین کہ اب تو یہی فیشن کے درجہ پر پہونچ گئے ہین۔ ہمارے قومی لیڈرون مین یہ خوبیان بدرجۂ اتم موجود ہین اور ان کی ہی دیکھا دیکھی اُن کے پیرو انھین اختیار کر رہے ہین [redacted] ہمارے محترم و مکرم مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مدظلہٗ اس رواج شوق سے مستثنیٰ ہین۔ اللہ اکبر! کیسے وضعدار ہین یہ گرداون نہین تو بیسیون پچاسیون رسالے ہندوستان مین نکلے، بعض نے بڑی آب و تاب بھی دکھائی لیکن بدیر و جلد فنا کی آغوش مین وہ سب ایسے گئے کہ بہت سے تو لوگون کے صفحۂ دل ہی سے مٹ گئے اور بعض ایسے ہین کہ جن کی صرف یاد ہی باقی رہ گئی ہی۔ ہان! دلگداز اپنی اُسی آن بان سے دیدار مینائی و پرہیز میکنی پر مٹا ہوا چھلی چھلیا کھیلتا ہی، کبھی وقت پر برابر نکلے جاتا ہی اور کبھی ایسی لوٹ لگاتا ہی کہ یہ مولانا ہی کا منھ ہی اور اُن کے چٹخارہ دار بانکے مضمونون کی ہی چاشنی ہی کہ اسکے شائق اُس کی یاد مین سر دھنا کرتے ہین اور دل از دست دادہ عاشقون کی طرح تڑپ تڑپ کے رہ جاتے ہین۔

جب سے مولانا حیدرآباد سے آئے ہین۔ دلگداز بیقاعدہ ہو یا باقاعدہ نکل ضرور رہا ہے۔ خریدارون کے بارھون پرچے پورے ہوجاتے ہین عیر سالانہ چندہ مین ۱۹۲ صفحے دلگداز کے اور قریب قریب اتنے ہی صفحون کا ایک مولانا کا ناول ناظرین کے نذر ہو رہا ہی۔ البتہ غیر معمولی بیقاعدگی کی وجہ سے ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۱ء کے ناول خریدارون کو نہین مل سکے۔ ۱۹۲۲ء کے خریدارون کو طاہرہ نام کا تازہ بتازہ ناول مولانا نے نذر کیا ہی۔

مولانا شرر مدظلہٗ کا اُردو زبان پر اس قدر احسان ہی کہ آنیوالی نسلین اُن کا نام بڑے ہی ادب و احترام سے لیا کرین گی۔ اپنی مقبولیت کا سکہ مولانا نے اپنی زندگی مین ہی لوگون پر بٹھا دیا ہی۔ باوجودیکہ بعض دیگر نامور مصنفون کی طرح حکومت کی جانب سے اُن کی مطلق حوصلہ افزائی نہین ہوئی لیکن جمہور کی اختیاری سے اُن کی کتابون کے لیے چشم براہ رہتی ہی شاید ہی کسی اور مصنف کو یہ بات نصیب ہو۔ مولانا [illegible]

اُردو مین ایک نئی طرز تحریر ایجاد کی جس کو آج ہر شخص اختیار کر رہا ہے۔ باوجود عالم متجر ہونے کے آپ کی تحریر اس قدر سادہ ہے کہ ہزار ربنا دلمین اُس پر نثار کر دی جائین۔ آپ نے مسلمانون مین اسلامی تاریخ کا مذاق پیدا کر دیا، اور معاشرتی بہبود کی خاطر بھی کئی ناول تصنیف کیے۔ غرضکہ یہ ذکر ایک مستقل عنوان چاہتا ہے۔ مجھے مولانا سے خاص عقیدت ہے اور مین اُن کو اپنا غائبانہ اُستاد سمجھتا ہون۔ مین دلگداز پڑھتے پڑھتے مدرسہ کے ایک چھوٹے طالبعلم سے ایم اے ایل ایل بی ہوا اور اب دنیا کی دوڑ مین ایک دو منزلین طے بھی کر چکا ہون۔ طاہرہ پر تنقید لکھنے سے مولانا کی شہرت یا اس ناول کی قدر افزائی پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ چونکہ الناظر خالص ادبی رسالہ ہے اس لیے اس زبردست مصنف کی اس تازہ ترین کتاب پر ایک مختصر ناقدانہ نظر ڈالنے سے خود ہی فائدہ اُٹھانا مقصود ہے کہ بار بار اُن کے پلاٹ پر نظر ڈالنے اور عبارت پڑھنے سے مجھے بھی کچھ سواد خوانی حاصل ہو۔

طاہرہ ۱۶۰ صفحہ کا ناول ہے۔ لکھائی چھپائی بہت اچھی ہے۔ اسکے کاتب وہی منشی علی حسین صاحب معکوس رقم ہین جنھون نے مولانا کے باقی ناول لکھے ہین اور جن کی تحریر آنکھون مین کھب گئی ہے۔ اس ناول مین کئی آپ بیتیان ہین۔ مولانا اپنے ابتدائی زمانہ مین کلکتہ رہے ہین اور وہان بھی اُنھون نے تحصیل علوم کیا ہے۔ مجھے معاً خیال ہوا کہ ابتدائی ۳ صفحے جس متکلم سے ادا ہوے ہین وہ ممکن ہے خود مولانا ہون لیکن مین نے آپ کے ابتدائی حالات پڑھے ہین اس مین اُن کے استادون مین لائق الدولہ کوئی صاحب نہین نظر آئے۔ بہرحال ناول اس طرح شروع ہوا ہے بیان کرنے والا مٹیا برج کلکتہ کے لائق الدولہ سے مضمون نویسی کے مسودات مین اصلاح لیتا تھا لائق الدولہ ۶۰ سال کے بڈھے آدمی تھے۔ اُن کا صفائی کا خیال دہم کے درجہ تک پہونچا ہوا تھا۔ اُن کے اخلاق حمیدہ اور شستہ گفتگو نے راوی کو اتنا گرویدہ کر لیا کہ وہ اُن کے پاس گھنٹون بیٹھا رہا کرتے۔ اُنھون نے اپنی تعلیم کا ذکر کرتے ہوے کہا کہ اُن کو جو کچھ آتا ہے ایک بیگم صاحبہ کی بدولت ہے جو لکھنؤ مین رہا کرتی تھین۔ اس پر راوی کا اشتیاق بڑھا کہ اُن کے حالات بتائے جائین۔ آخر ایک روز لائق الدولہ نے وہ حالات بے کم و کاست بیان کیے جو ناول کے صفحہ ۴ سے شروع ہو کے ۱۶۰ صفحہ پر ناول کے ساتھ ختم ہو جاتے ہین۔ اس ناول کی افتاد دیکھ ایسی پڑی ہے کہ اسمین لائق الدولہ کی زبانی خود طاہرہ بیگم کی اپنی سرگذشت اور ولی اللہ کے خود بیان کردہ حالات سفر آگئے ہین۔ طاہرہ کی سرگذشت صفحہ ۱۰ سے ۱۰۱ تک ہے اور ولی اللہ کا سفرنامہ ۱۱۱ سے

۱۴۰ صفحہ تک ہی۔ باقی صفحوں میں اور واقعات نسانہ ہیں۔

لائق الدولہ ابھی نو سال کے تھے کہ وہ اپنے والد کے ساتھ جو نواب نصیر الدین حیدر داؤد کی ڈیوڑھی پر منشی تھے ایک روز شاہی ڈیوڑھی پر چلے گئے۔ بچہ تو تھے ہی آنکھ بچا کے اندر پہونچ گئے نواب صاحب اُس وقت خواصوں میں بیٹھے تھے۔ اُن کو دیکھتے ہی اُٹھے اور اُن کے کپڑوں پر پیک کی کُلّی کر دی۔ ناک میں شراب کی بُو آئی تو لائق الدولہ نے ناک سکوڑی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم نے ناک کیوں سکوڑی۔ اُنھوں نے کہا اور تم نے کُلّی کیوں کر دی۔ اس پر بادشاہ نے تلوار سونت کے کہا مار دوں۔ اُنھوں نے کہا مار دو دیکھوں کیسے مارتے ہو۔ بادشاہ کو ہنسی آگئی اور پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے۔ اس عرصہ میں سارے محل میں خبر پہنچ گئی تھی۔ سب دم بخود تھے اور اُن کے والد اپنی جگہ دم بخود کھڑے تھے۔ ڈرتے ڈرتے اُنھوں نے کہا کہ یہ اور میں دونوں خانہ زاد ہیں۔ میں نہ لاتا تھا یہ زبردستی چلا آیا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں اُس کی دلیری سے بہت خوش ہوا۔ میں اس کو رسالہ بیگی کا رسالدار مقرر کرتا ہوں۔ اُس روز سے اُن کو رسالدار کی تعلیم دی جانے لگی۔ تمام لکھنؤ میں اس کمسن رسالدار کا غُلغُلہ پہنچ گیا۔ ہر شخص آکے دیکھتا۔ ایک روز دو بیبیاں جا رہی تھیں اُن کو فوجی طریقہ سے سلام کیا تو وہ محو تماشہ ہو کے انھیں دیکھنے لگیں اور پتہ پہنچنے پر جب معلوم ہوا کہ یہی رسالدار ہیں تو بہت ہنسیں۔ وہ اُن کو اپنے ساتھ طاہرہ کی ڈیوڑھی پر لے گئیں۔ طاہرہ کو اس بچہ سے اتنا اُنس بڑھا کہ یا تو یہ بچہ بھی اُن کے مکان میں نہ آسکتا تھا یا ان کو بلا روک ٹوک اندر آنے کی اجازت مل گئی یہاں وہ گھنٹوں رہا کرتے۔ اس عرصہ میں طاہرہ اُن کو کام کی باتیں بتایا کریں اور آخر انھیں پڑھانا شروع کر دیا چونکہ طاہرہ بیگم انگریزی دان تھیں ہندوستانیوں سے الگ تھلگ رہتی تھیں پردہ نشین تھیں لیکن اُن کے پاس آنے والی صرف دو بیبیاں تھیں جو رزیڈنسی سے متعلق تھیں۔ اس وجہ سے عام طور سے ان کو کرانن سمجھا جاتا تھا۔ لائق الدولہ کی والدہ کو بڑا فکر ہوا کہ کہیں میرے بچہ کو وہ کرانی نہ بنا دیں اتفاق سے یہ ذکر بچہ نے طاہرہ سے کر دیا۔ اُنھوں نے خلاف عادت اُن کی والدہ کو بلوا رہا مان مدعو کیا۔ وہ کچھ تامل کے بعد وہاں گئیں اُن کی بڑی تواضع کی گئی اور جب اُن کو معلوم ہوا کہ وہ پکی مسلمان ہیں اور اُن کے بچہ کو راستہ سے ہی لگا رہی ہیں تو وہ اپنے الفاظ پر بڑی محجوب ہوئیں لیکن وہ پوچھنے لگیں کہ آخر اس اکل کھرے پن کی کیا وجہ ہے کہ تم کسی ہندوستانی عورت سے نہیں ملتی ہو۔ طاہرہ نے اُن کے اصرار پر

اپنی داستان اس طرح شروع کی کہ مین دس برس کی عمر مین یتیم ہوگئی تھی۔ میرے چچا مولوی عزیز اللہ نے مجھے اپنی کفالت مین لے لیا۔ اُن کے ایک لڑکا ولی اللہ پندرہ سال کا تھا۔ مولوی عزیز اللہ کو بچپن سے ایک انگریز نے پالا تھا کیونکہ اُن کے والد رزیڈنٹ کے خانگی ملازم تھے۔ وہ بھی رزیڈنٹ کے ملازم ہوے۔ انگریزون سے تعلقات کی وجہ سے عزیز اُن سے کھنچنے لگے۔ وہ بھی اس وجہ سے کسی سے نہ ملتے۔ اُنھون نے اپنے لڑکے کو فرنگی محل مین تعلیم دلوائی اور مجھے لیڈی مکنتاش رزیڈنٹ کے مددگار کرنل مکنتاش کی بیوی اپنے طور پر عربی فارسی اور انگریزی پڑھاتین۔ جب ہم جوان ہوے تو چچا نے ہمارا باہمی عقد کرنا چاہا لیکن ولی اللہ اپنی کٹھ ملانی تعلیم کی بدولت مجھسے شادی کرنے پر راضی نہوے کہ انگریزی پڑھ کے اور انگریزون سے مل جل کے مین دائرۂ اسلام سے خارج ہوگئی ہون۔ ان کے والد نہایت برہم ہوے۔ معلوم ہوا کہ ولی اللہ کی پیٹھ پر اُن کے اُستاد مُلا محمد معین کا ہاتھ ہے۔ ہر چند اُن کے والد نے سمجھایا۔ خود کرنل مکنتاش نے بُلاکے نہایت فاضلانہ طریقہ سے دلائل کے ساتھ انھین روبراہ لانا چاہا کہ اسلام اتنا آزاد مذہب ہے کہ اتنی سی بات سے کوئی شخص بیدین نہین ہوجاتا کہ اُس کا میل جول عیسائیون سے ہے۔ بلکہ اسلام مین مسیحی عورتون سے نکاح بھی جائز ہے لیکن ولی اللہ نے نہ ماننا تھا نہ مانا کہ مولانا کا فتویٰ اس کے برعکس ہے۔ کرنل صاحب نے ہندوستان سے باہر کے مسلمان علما کا طرز عمل بیان کیا۔ لیکن ولی اللہ کے سر پر ایسا بھوت سوار تھا کہ وہ اس گفتگو کے دوران مین ہی اُٹھ کے چلدیے۔ باپ نے آخر مجبور ہوکر کہا کہ یا تو تم کو یہ شادی منظور کرنی پڑے گی یا میرے گھر سے نکل جاؤ۔ چنانچہ ولی اللہ چپکے سے نکل گئے اور ایک خط کے ذریعہ بتا گئے کہ مین حسب الحکم گھر چھوڑ رہا ہون حج کو خشکی کے راستہ سے پاپیادہ جاؤن گا۔ اس اثنا مین کرنل صاحب کے کہنے کی تصدیق بھی ہوجائیگی۔ اُن کے ماں باپ کو اُن کے جانے کا اسقدر صدمہ ہوا کہ چند ہی روز مین کچھ دنون کے آگے پیچھے اس دار فانی سے چلدیے۔ چونکہ کرنل مکنتاش کی میم صاحبہ کو مجھ سے بہت محبت تھی۔ اور عزیز اللہ مرتے وقت کرنل صاحب کے ہاتھ مین میرا ہاتھ دے گئے اس لیے اب مین اُن کی سرپرستی مین رہنے لگی۔ بڑی رقم میرے وظیفہ کی مقرر کردی۔ کئی سال اس طرح گذر گئے۔ کرنل صاحب کو پنشن مل گئی۔ میری خاطر وہ کلکتہ ہی مین رہے اور ولایت نہین گئے۔ مجھے اپنے جانشین کی بیوی کے سپرد کر گئے۔ پانچ سو روپیہ ماہوار بدستور مجھے وہان سے ملتا رہا۔ کرنل صاحب گئے اور وصیت مین اپنا کل جمع جتھا پانچ لاکھ پونڈ مجھے دے گئے۔ اُن کی میم صاحب

جو بجائے ماں کے تھین میری خواہش کے خلاف ولایت اپنے باپ کے پاس چلی گئین۔ جب کرنل صاحب لکھنو مین ہی تھے اُنھون نے میری شادی کرنا چاہی لیکن مین نے انکار کردیا کہ مین ولی اللہ کی تھی اُسی کے نام پر کنواری بیٹھی رہون گی۔ مین نکاح نہین کرنا چاہتی۔ میری دولت اور حُسن کے شہرہ نے سارے لکھنؤ مین دُھوم مچادی بڑے بڑے رئیسون نے پیام دیے لیکن مین نے اِس قسم کا ذکر تک اپنے سامنے بند کردیا جس کی وجہ سے مجھے کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یہی وجہ ہے کہ سب سے الگ تھلگ زندگی بسر کرتی ہون۔ اور یہ وجہ میری انگریزون سے ملنے کی ہے۔ اس داستان کے بعد میری والدہ کی آمد و رفت طاہرہ کے ہان بڑھ گئی۔ جب طاہرہ کے چچا مرے اسوقت ان کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ اب ان کی عمر ۲۳ سال کی تھی کہ اچانک ولی اللہ آگئے۔ اپنا سفرنامہ سُنا کے وہ اپنی غلطی پر پشیمان ہوے اور اُنھون نے سیاحت مین اپنے تمام شبہات جاتے رہنے کا ذکر کیا۔ اُنھون نے اسلامی ممالک کے علما اور ہندوستانی علما کے اختلافی خیالات بتائے۔ طاہرہ کو ولی اللہ نے شادی کا پیام دیا۔ اُن کو دِق کرکے اُنھون نے منظور کیا۔ ولی اللہ نے اپنے استاد مولانا صاحب کو بھی قائل کرکے ان کے فتوے سے انھین رجوع کرایا جنھون نے خود ہی نکاح پڑھایا۔ چند ماہ بعد طاہرہ اپنا سب کچھ بیچ کے خود اپنے شوہر سمیت مصر چلی گئین جہان وہ مولانا محمد مرتضیٰ کی مرید ہوگئین جنھون نے ولی اللہ کو ایام سفر مین قائل کرکے ہندوستان واپس بھیجا تھا۔ وہان سے طاہرہ نے تین حج کیے اور آخر ایک بیٹا اور دو بیٹیان چھوڑ کے مرگئین۔ اور اُن کی کل جائداد شرعاً تقسیم ہوگئی اور ولی اللہ نے عقد ثانی کرلیا۔

اِس ناول کا مقصد صرف اصلاح معاشرت ہے۔ ایک طرف تو یہان کے ملاؤن کی ہٹ دھرمی دکھاتے ہوے اُن کی غلطی اسلامی ممالک کے علما کے طرز عمل سے ثابت کی ہے۔ دوسری طرف شادی بیاہ کے مسئلہ مین ہندوستانی ماں باپ کی مطلق العنانی کی سچی تصویر دکھائی ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ مولانا جیسے ہی یہ امور معرض بحث مین لائے ہر طرف سے اُن پر نفرت کا اظہار کیا گیا چنانچہ بدرالنسا کی مصیبت اور میوہ تلخ اِس امر کی زبردست دلیل ہین۔ مسلمانون کا ایک گروہ مولانا کا اسقدر مخالف ہوا کہ اُس نے آپ کی کتابون کو پڑھنا ہی منزلہ کفر قرار دے دیا۔ لیکن اب زمانہ نے اتنی ترقی کی ہے کہ مولانا اپنی اِس بیباکی سے ان فرضی مسئلون پر قلم اُٹھاتے ہین تو لوگ بلا تکلف پڑھے چلے جاتے ہین اور پہلے کی طرح گویا بچھو کاٹ گیا ہے کتاب چھوتے ہی نہین رکھ دیتے۔ مولانا نے میوہ تلخ کی طرح اس ناول

ہین بھی اس کے ممدوح کی اصلاح اسلامی ممالک کی سیر کے ذریعہ کرائی ہی۔ ولی اللہ اپنی ہٹ پر قایم رہ کے گھر سے نکلتا ہی اور جو جو دہ اسلامی ممالک مین پھرتا جاتا ہی وہ اپنی غلطی محسوس کرتا جاتا ہی ولی اللہ کے ماں باپ یہان کے رواج کے مطابق اس بات پر اڑے ہوے ہین کہ شادی کے معاملہ مین لڑکے کو بولنے کا کوئی حق نہین ہی۔ یہ ماں باپ کا کام ہی۔ وہ جب اپنے کپتان صاحب سے اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہین تو کہتے ہین جی ہمارے یہان تو جو لڑکا بالڑکی شادی سے پہلے ایک دوسرے سے مل لین ان کو ہم شریف نہین سمجھتا کیسا برا کام سمجھتے ہین (صاحب) پھر قہقہہ مارکے۔ خوب جس طرح آپ کے یہان سلطنت مین بادشاہ رعایا کو کسی بات کی آزادی نہین دیتا اسی طرح معاشرت مین بھی آپ اپنے ہر ماتحت کو چاہے وہ بیٹے بیٹی ہی کیون نہون آزادی دینا نہین گوارا کرتے اسکے بعد صاحب مولوی صاحب کی دلیل اسطرح سنتے ہین تو جناب والا ایک نوعمر لڑکا اپنی ناتجربہ کاری کے زمانہ مین جب کہ جوانی کا جوش بڑھا ہوا ہوتا ہی کسی لڑکی مین بجز حسن و جمال ناز و انداز عشوہ و ادا اور شوخی اور کرشمے کے اور کسی خوبی کو بھی دیکھ سکتا ہی؟ وہ نہ اس کو دیکھتا ہی کہ لڑکی کے اخلاق و عادات اور صفات و اطوار کیا ہین۔ نہ اس کو دیکھتا ہی کہ اسمین کوئی لیاقت اور قابلیت ہی یا نہین۔ نہ اس کا پتہ لگاتا ہی کہ لڑکی سلیقہ والی ہی یا پھوہڑ۔ بس صورت دیکھ کے فریفتہ ہوجاتا ہی پسند کرتے وقت جوش جوانی کی وجہ سے آنکھ ناک اور شکل صورت کے سوا کسی اور خرابی پر نظر ڈال ہی نہین سکتا۔ ظاہری حسن کے سوا اور جتنی خوبیان ہین اُن کو صرف ہم دیکھ سکتے ہین اور ہماری ہی جستجو اور پسند سے اُسکو اچھی بیوی مل سکتی ہی"

انگریزون اور ہندوستانیون کے نقطۂ خیال اس گفتگو سے بہتر کہین نہین مل سکتے۔ مولانا کا اصول درمیانی معلوم ہوتا ہی کہ دونون انتہاؤن مین بین بین طریقہ کرنا چاہیے۔

ادھر ولی اللہ کا عقیدہ یہ ہی کہ امی جان۔ یہ نہ کوئی رونے کی بات ہی اور نہ کوئی افسوس کرنے کی۔ نکاح تو شرع مین بھی اور رواج کے طریقہ سے بھی خاص میرے اختیار کی چیز ہی۔ پھر اس مین اگر آزادی سے کام لون تو بُرا ماننے کی کون بات ہی۔

جب ولی اللہ اچانک طاہرہ کے مکان پر حج کے بعد آنکلے تو اُن کی آرزو کے خلاف طاہرہ اُنکے سامنے نہین آتی۔ تو اُس وقت گفتگو کے سلسلہ مین کہتے ہین کہ اور اب چونکہ نکاح کرنا چاہتا ہون جائز ہے کیونکہ ہر مسلمان مرد جس عورت سے عقد کرنا چاہے اُس کی صورت عقد سے پہلے دیکھ سکتا ہی جیسا کہ فرمان حضر

رسالت مآبؐ سے ظاہر ہوتا ہے۔

اِس بحث کے دوران مین مولانا نے ضمناً یہ معاملہ صاف کر دیا ہے کہ فتوے کن لوگون کے لیے ہین۔ مولوی عزیز اللہ اپنی بیوی سے کہتے ہین کہ اول تو صاحبزادے اپنے استاد کے سوا اور کسی کے فتوی کو کیون مارنے لگے اور صاف صاف یہ ہے کہ مجھے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہین، فقہ کی کتابین مین نے بھی پڑھی ہین۔ بخوبی سمجھ سکتا ہون کہ کون بات جایز ہے اور کون ناجائز۔

اور اسی قسم کی گفتگو ولی اللہ کرتا ہے جب وہ حج سے واپس آکے طاہرہ کو پیام شادی دیتا ہے اور طاہرہ اصرار کیے جاتی ہے کہ پہلے میرے ساتھ نکاح کے جواز کا فتوی لاؤ۔

یہان کے ملاؤن کی تعلیم کا ولی اللہ پر یہ اثر تھا کہ اُس کے والد کے آقائے ولی نعمت نے جب اُسے سمجھانے کی کوشش کی تو اُس نے کہا کہ آپ جانتے ہین کہ ہم لوگ مسلمان ہین اور اپنے دین و مذہب کے خلاف کوئی کام نہین کر سکتے۔ یہ لڑکی جو میرے ساتھ منسوب ہے اُس کو میم صاحبہ نے اپنی تعلیم دے کر بالکل اپنے مذاق اور خیالات کا بنا لیا ہے۔ وہ انگریزی جانتی ہے عورتون کی آزادی کا سبق لے چکی ہے۔ بھلا ایسی لڑکی کسی مسلمان کے دبلے دب سکتی ہے؟ بجائے اِس کے کہ ہم دونون میان بیوی بن کے عیش و فارغ البالی سے زندگی بسر کرین رات دن آپسمین بحث ہوتی رہے گی جو بڑھتے بڑھتے ملال کے درجہ کو پہونچ جاے گی اور ممکن نہین کہ میری اُس کی زندگی عیش و آرام سے بسر ہو۔

ہر چند اُس کو اُنھون نے سمجھایا اُسکے والد نے سمجھایا کہ آدمی بے دین و بے ایمان عقیدے کے بدلنے سے ہوتا ہے یا کسی سے ملنے جلنے اور کسی علم کے حاصل کرنے سے؟ مسلمانون کی اور اسلام کی زبان تو عربی تھی پھر اُنھون نے یونانی اور فارسی زبانین اور اُن کے علم پڑھے تو سب بیدین ہو گئے؟ یونانی پہلے بُت پرستون کی زبان تھی پھر عیسائیون کی ہو گئی۔ فارسی آتش پرستون کی زبان تھی۔ یہ تو ہندوؤن کا مذہب ہوا کہ کسی کو چھو لیا اور بے دھرم ہو گئے۔ کسی غیر نے سنسکرت پڑھ لی اور اُن کے دین کی توہین ہو گئی۔

اب سفر کے دوران مین ولی اللہ کی آنکھین کھلین کہ اسلامی ممالک کے مسلمان یہودی و عیسائی لوگون کو ناپاک نہین سمجھتے۔ یہودیون کی ہی بازارون مین دکانین دیکھین، علما سے پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ بجز مشرکین کے اور کسی مذہب کے لوگ ناپاک نہین ہین۔ اُن سے مناکحت و مواکلت جائز ہے۔

بغداد مین ولی اللہ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ اکل و شرب اور کتابیہ عورتون سے شادی کرنے مین مسلمانون کے بڑے بڑے علما کو تامل نہین، نہ ناجائز تصور کرتے ہین اور نہ کسی قسم کی احتیاط برتتے ہین"

مصر مین جب ولی اللہ جناب سید مرتضیٰ سے استفسار کرتے ہین تو وہ فرماتے ہین کہ ہندوستان مین یہود و نصاریٰ کا مطلق وجود نہین ہے لہذا علمائے ہند اُن کے متعلقہ مسائل شرع سے ناواقف ہین کتنی بڑی حیرت کی بات ہے کہ وہ ہنود کے یہان کا کھانا جائز سمجھتے اور بے تکلف کھاتے ہین حالانکہ وہ بُت پرست اور مشرک ہین جن کی نسبت قرآن مجید مین نجس کا لفظ آیا ہے اور نصاریٰ جو اہل کتاب ہین اُن کو ناپاک سمجھتے اور اُن کے ہاتھ کا پانی تک نہین پیتے۔

مولانا نے ان امور کو نہایت دلکشی سے اپنے ناول مین صاف کیا ہے۔ حج کے متعلق ولی اللہ کی زبانی فرماتے ہین کہ حج کا مقصد یہ تھا کہ دنیا بھر کے مسلمان ہر سال ایک جگہ جمع ہو کے باہم مبادلۂ خیالات کیا کرین۔ لیکن اس کے برعکس وہان عام یہ حالت ہے کہ ایک کو دوسرے کا حال بالکل نہین معلوم ہونے پاتا۔ ولی اللہ کا جو سفرنامہ بیان کیا ہے اُس سے مولانا کی جغرافیہ دانی کی داد دینی پڑتی ہے آپ نے حقیقت مین کمال کر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خود آپ وہان کبھی ہو آئے ہین۔ یہ آپ کا خاص وصف ہے کہ جب آپ جغرافیہ پر قلم اُٹھاتے ہین تو پڑھنے والے کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف ان مقامات کو پہلے خود دیکھ آئے ہین۔ اِس سفرنامہ مین معلومات کا خزانہ ہے۔ جہان جہان کی ولی اللہ نے سیر کی وہان کا اگلا پچھلا مختصر تذکرہ بھی مولانا نے بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ماژندران کے متعلق لکھتے ہین " یہ ماژندران کا ٹکڑا ہے جس کو ایرانیون کی قدیم تاریخ دیوون کا مسکن بتاتی ہے۔ یہ شہر چونکہ بحر قزوین کی بندرگاہ ہے لہذا جہازون کے ذریعہ سے یہان نانا یون اور روسیون کی بہت آمد و رفت رہتی ہے۔ کیا عجب کہ اگلے اہل فارس نے انھین لوگون کو دیو زاد تصور کر لیا ہو"

اِس سفرنامہ کا لُب لباب یہ ہے کہ ہمارے علما نہایت افراتفری (افراط و تفریط) مین مبتلا ہین۔ چنانچہ ولی اللہ کہتا ہے کہ دہلی مین حدیث کی تعلیم کی طرف بہت توجہ ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ وہان والے حدیث کے توغل مین اکثر فقہ کی کتابون کی طرف سے بے پروا ہو جاتے ہین۔ برخلاف اِس کے یہان (لکھنؤ) کے علما حدیث کی طرف سے اِس درجہ بے پروا ہین کہ فقہا کی پیروی مین حدیث کا لحاظ نہین کرتے۔ اور مین نے دونون کو اپنے خیال مین دائرۂ اعتدال سے خارج پایا۔ اِس لیے کہ اب میرے اعتقاد مین حدیث

اور فقہ کو ساتھ ساتھ چلنا اور فقہ کو حدیث سے وابستہ رہنا چاہیے۔"

مولانا کے بچپن میں ایسے انگریز ہندوستان میں آتے رہتے تھے جن پر یہاں آکے ہندوستانی رنگ چڑھ جایا کرتا تھا اور جو ایشیائی السنہ میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اس ناول میں کرنل مکنتاش اور اُن کی میم ان انگریزوں کا ایک نمونہ ہیں۔ اُن کی میم صاحبہ نے طاہرہ کو فارسی عربی پڑھائی کیونکہ اُنھوں نے خود بڑی محنت کرکے فارسی اور عربی کی ادبی کتابیں پڑھ لی تھیں۔ پانچویں باب میں مولانا کپتان صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ "کپتان مکنتاش اپنے مکان کے برآمدہ میں ایک آرام کرسی پر لیٹے پر حقہ پی رہے تھے جس چیز کا اُن دنوں انگریزوں میں بہت رواج ہوگیا تھا۔" ہمارے زمانہ طالبعلمی میں ایک انگریز پروفیسر مسٹر گولڈی علی گڈھ کالج میں شروع شروع میں حقہ پیا کرتے تھے لیکن بعد میں اور انگریزوں نے ان کو بُرا بھلا کہہ کے یہ عادت چھڑوا دی تھی۔

جب مولوی عزیز الدین اپنی بھتیجی طاہرہ کو اپنے مرنے کے وقت کپتان صاحب اور اُن کی میم کی سرپرستی میں دیتے ہیں تو انگریزی حکومت کا نصب العین اُن کی میم صاحبہ یہ بیان کرتی ہیں کہ "یہ بھی آپ یقین رکھیں کہ ہمیں اختلاف مذہب کا بالکل خیال نہیں۔ ہم ہزاروں کوس اپنا وطن چھوڑ کے یہاں اس لیے نہیں آئے ہیں کہ لوگوں کے ایمان اور عقیدوں میں خلل ڈالیں۔ ہم ان کی خوشی اور فلاح کے خواہاں ہیں۔"

کپتان صاحب نے طاہرہ کو اپنی بیٹی کہہ لیا تو مرتے مرتے بیٹی سے زیادہ بنھایا۔ جو کچھ تھا اُسے دے کے اپنا وارث چھوڑا۔ پنشن لے کے اسی کی خاطر انگلستان نہیں گئے۔ کلکتہ میں رہے۔ وہاں سے طاہرہ کی خبر گیری کرتے۔ جب پہلی مرتبہ طاہرہ نے اُنھیں پاپا جان کہا تو "میم صاحب کو ہنسی آگئی اور کپتان صاحب نے خوش ہوکے کہا بس یہی ٹھیک ہے۔ تم مجھے پاپا جان اور اپنی ماں کو ماما جان کہا کرو۔ اسمیں انگریزی اور ہندوستانی معاشرت کے میل جول کا نہایت ہی خوبصورت نمونہ نظر آتا ہے۔"

ہندوستانی معاشرت کے باطنی پہلو کہیں کہیں مولانا نے نہایت خوبی سے دکھائے ہیں۔ طاہرہ نے جب لائق الدولہ کی والدہ کو پہلی مرتبہ اپنے یہاں مدعو کیا تو وہ "ہندوستانی شریف عورتوں کی طرح قسمیں مار کے بولیں کہ یہی خیال تھا تو وہ خود میرے یہاں چلی آتیں، کچھ باؤلی گھس نہ جاتے۔" اور جب مشکل سے جانے پر رضامند ہوتی ہیں تو کہتی ہیں "اچھا میری طرف سے عرض کر دینا کہ مجھے حاضر ہونے میں

عذر نہین مگر ایسا نہو کہ جب مین بلاؤن تو آپ کو آنے مین تامل ہو"

جب یہ اُن کے یہان مہمان جاتی ہین تو ڈولی مین جاتی ہین حالانکہ" دروازہ سامنے ہی ہے' ڈولی کی ضرورت نہ تھی۔ دونون دروازون پر سے فقط آدمیون کا ہٹا دینا کافی تھا مگر عورتون کا پیدل جانا شریفون کی شان اور وضع کے خلاف تھا"

یہی وجہ ہو کہ مسلمانون کی عورتین زیادہ کمزور ہوتی ہین۔ ایسے بسم اللہ کے گنبد مین رہتی ہین کہ ذرا ہاتھ پاؤن نہین ہلتے۔ برعکس اس کے ہندوؤن کی عورتین نہایت محنتی اور جفاکش ہوتی ہین۔ باہر نکلتی ہین، سب کام کاج کرتی۔ حتیٰ کہ پانی بھرتی ہین۔ یہی وجہ ہو کہ وہ مضبوط ہوتی ہین۔ اگر ہماری عورتین ورزش کرین اور ان لغو رسم کی پابندی چھوڑ دین تو مسلمانون کا سب سے بڑا سنگھٹن یہی ہو۔ اور عملی خواہی کی پہلی منزل یہی ثابت ہو۔

مولانا نے کیریکٹر بھی خوب کھینچے ہین۔ جب ولی اللہ غائب ہوجاتا ہو تو اُن کے والد کا پریشان پھرنا ایک ایک سے پوچھنا کہ آپ نے کہین میرا ولی اللہ تو نہین دیکھا عجب منظر ہو۔ ان کے غصہ کا سمان اور اُن کا اپنے بیٹے کو اس غصہ مین ملا محمد معین صاحب کے پاس کھینچے لیے جانا عجب نظارہ ہے۔

عزیز اللہ پرانے لوگ ہین جن کے خیالات پہلے دو ایک اقتباسات سے معلوم ہوگئے ہون گے سب سے زیادہ لطف وہان آتا ہو جب میم صاحبہ ولی اللہ کی اس نامعقول حرکت سے طاہرہ کے دل ٹوٹنے کا ذکر کرتی ہین کہ" اگر ہمین تک ہوتا کہ مین شادی کا سب سامان کر چکی تھی تو مضائقہ نہ تھا مجھے تو اندیشہ ہو کہ میری ننھی کو اس کا بڑا صدمہ ہوگا۔ وہ ولی اللہ کو دل دے چکی ہو اور اب اپنی آرزو میں نامراد رہی تو اس کا دل ٹوٹ جائیگا" مولوی صاحب نے" پھر میم صاحب کے آگے ہاتھ جوڑ کے کہ خدا کے لیے میم صاحب کسی اور کے سامنے یہ بات زبان سے نہ نکالیے گا۔ ورنہ میری ناک تو ولی اللہ کی نالائقی سے کٹ ہی گئی۔ اب سارے خاندان کی ناک کٹ جائے گی"۔

"میم صاحب (تعجب سے) کیون؟ مولوی صاحب بھلا اس سے بھی بڑی کوئی رسوائی ہوسکتی ہو کہ لڑکی کی نسبت یہ مشہور ہو کہ وہ کسی لڑکے کو چاہتی یا اُسے دل دے چکی ہو۔ چاہنا دل دینا۔ محبت کرنا بازاری فاحشاؤن کا کام ہو۔ شریف زادیون کو اس سے مطلب ہی نہین ہونا کہ کس کے ساتھ بیاہی جائین گی اور کس کی دولھن بنین گی" آگے پھر میم صاحب کے منھ سے نکل جاتا ہو مگر ننھی کی خوشی کیلیے

اتنا ضرور چاہتی ہون کہ ولی اللہ جس طرح بنے راضی کر دیے جائین۔ مولوی صاحب۔ پھر آپ نے ننھی کا نام لیا۔ خدا کے لیے اُسے بدنام نہ کیجیے ورنہ مین مُنھ دکھانے کے قابل نہ رہون گا۔ نوکری کو بھی خیرباد کہون گا اور مُنھ کالا کرکے کسی طرف نکل جاؤنگا۔"

طاہرہ ہندوستانی شریف لڑکی کا بہترین نمونہ ہے۔ خود اس کی گفتگو اُس کا سچا کیرکٹر ہے وہ مسز گف مین سے کہتی ہے "نہ مجھے یہ معلوم کہ اُس (ولی اللہ) مین کون سی خوبیان تھین اور نہ یہ جانتی ہون کہ اُس مین کیسی بُرائیان ہین۔ بغیر اس کے اچھے بُرے ہونے کے خیال کے مین یہ سمجھتی ہون کہ کہ اُس کی ہوچکی اور اُس کے سوا اور کسی کی نہین ہوسکتی۔ مگر یہ ایسی بات ہے جو شاید آپ کی سمجھ مین نہ آئے گی۔ کیونکہ آپ کے یہان لڑکیان خود اپنے دُولھا کو ڈھونڈھ نکالتی اور اپنی پسند سے شادی کرتی ہین اور ہمارے یہان لڑکیون کو (ولی) جس کے ساتھ چاہتے ہین بیاہ دیتے ہین۔"

ولی اللہ ہیولا مزاج معلوم ہوتا ہے۔ کپتان صاحب نے جو مدلل گفتگو اُس سے کی۔ اگر پتھر بھی ہوتا تو موم ہوجاتا وہ لڑکی ایسی خوبیان بیان کرکے خود اسی کی اُس مین خوش قسمتی ثابت کرتے ہین کہ اگر طاہرہ اس کی بیوی بن جائے بایں سے جو گفتگو ہوتی ہے وہ اُس کے مزاج کا سخت اور بے حس ہونا ظاہر کرتی ہے۔ چنانچہ جب سید مرتضیٰ صاحب اُسے اپنے باطنی علم سے ہندوستان واپس جانے کا حکم دیتے ہین تو وہ طرح طرح کے عذر تراشتا ہے۔ کئی روز اسی تامل مین گذر جاتے ہین حتیٰ کہ دیوار سے اُسنے نکل جا کی آوازین آتی ہین تب کہین جاکے وہ مصر سے نکلتا ہے۔ طاہرہ کی تو یہ کیفیت ہے کہ اُس کے نام پر کنواری بیٹھی رہی۔ شادی کے بعد اُس کے ساتھ مصر چلی گئی۔ لیکن ایسے مرتے ہی جائداد بانٹ کسی اور عورت سے بلا اکراہ شادی کرلی۔ اس ناول کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے گو مولانا نے اس کی کوشش نہین کی کہ وہ طاہرہ کی صرف دولت دیکھ کے پھسلا کہ اُس کی دنیوی فلاح و بہبود اس کے ساتھ شادی مین ہے۔ چنانچہ اس کا اظہار ولی اللہ ضمناً گفتگو مین کئی جگہ اچانک کر گیا ہے۔

مولانا کی زبان سبحان اللہ! اگر اُردو بولنے والے اِن کتابون کو پڑھین تو حقیقت یہ ہے کہ ان کی زبان درست ہوجائے۔ وہ وقت کچھ دور نہین ہے کہ ان کی کتابین یونیورسٹیون مین اُردو زباندانی کے لیے پڑھائی جایا کرین گی۔ عبارت آرائی کس سادگی سے مگر کس پایہ کی کرتے ہین کہ بے اختیار مُنھ سے "ہ

نکلتی ہو۔ ایک جگہ لکھتے ہین "رات کا وقت تھا اور اندھیری رات کا ابتدائی حصہ۔ عالم پر تاریکی کا سیاہ برقعہ پڑا ہوا تھا۔ چاند کا کہین پتہ نہ تھا اور گلخن فلک مین تارے انگارون کی طرح دہک رہے تھے تاکہ غم فرزند کے حسرت زدہ عزیز اللہ اُن انگارون پر لوٹین اور ولی اللہ کی مان کا کلیجہ ان کی لپک مین جلے"

باوجودیکہ منشی علی حسین صاحب اس کے کاتب ہین لیکن خلاف معمول اس ناول مین بہت سی کتابت کی غلطیان رہ گئی ہین۔ مثلاً ذکر کرنا کی بجاے ذکرنا۔ طاہرہ کے بجاے طاہ۔ وصول کی بجاے وصو۔ یا نبن کے حسرت نے لہجہ مین کہا۔ قدم قدم پر کی بجاے قدم پر قدم۔ کہین نبی اللہ لکھدیا ہو کہین ولی اللہ۔ کہین عزیز اللہ۔ یعنی نام مخلوط کردیے ہین۔ جانتے ہو کے بجاے چاہتے ہو۔ کو کے نے اکثر جگہ محذوف ہوگئے ہین۔

اس آپ بیتی کے طرز کی وجہ سے ناول مین یہ نقص پیدا ہوگیا ہو کہ پڑھنے والے کو حیرت ہونے لگتی ہو کہ جو گفتگو عزیز اللہ اور کپتان مکنتاش مین ہوئی یا کپتان اور ولی اللہ مین ہوئی اُن کا من وعن علم طاہرہ کو کیسے ہوا۔ معلوم ہوتا ہو گویا اُسی کے سامنے یہ گفتگو ہو رہی ہو اور یا تو طاہرہ کو مذہبی احکام کا پابند دکھایا جاتا ہو حتیٰ کہ مسز گف مین طاہرہ کو کپتان مکنتاش کی میم صاحب کے ساتھ انگلستان جانے سے اس بنا پر بھی روکتی ہین کہ "جو مذہبی احتیاطین آپ یہان کرتی ہین وہان کرہی نہ سکین گی"۔ یا گیارھوین باب کے شروع مین یہ حال ہو کہ طاہرہ کے متعلق مولانا لکھتے ہین کہ "ایک دن صبح کو مُنھ دُھوکے اور ناشتہ کرکے بیٹھی تھی"

اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ طاہرہ نماز نہ پڑھتی تھی۔ اسی طرح جب نبی اللہ فرضی بھائی آکے پہلی مرتبہ ملتے ہین تو طاہرہ گف مین کی میم سے کہتی ہو کہ آپ صاحب سے کہہ کے اس کا پتہ چلائین۔ وہ وعدہ کرکے جاتی ہو۔

بارھوین باب کے شروع مین لکھا ہو کہ اس واقعہ کو ایک ہفتہ ہوگیا۔ دوسرے صفحہ پر اس کے بالکل برعکس لکھا ہو کہ (اس واقعہ کے) دوسرے دن مسز گف مین آئین۔ طاہرہ کے گھبرانے پر وہ کہتی ہین اور کہئے تو مین اپنے صاحب سے ذکر کرکے پتہ لگاؤن کہ یہ کون شخص ہو اور حقیقت مین آپکا عزیز ہے یا نہین"۔ طاہرہ نے کہا "ضرور بس یہی مین چاہتی تھی" پہلا وعدہ گویا ہوا ہی نہ تھا۔

اسی طرح طاہرہ اور ولی اللہ کی عمر بتانے مین کسی قدر بے پروائی برتی گئی ہی۔ صفحہ ۱۹ پر اُن کی عمر دس اور پندرہ برس بتائی گئی ہی اور شادی کے تذکرہ کے وقت ۱۸ اور ۲۲ گویا پہلے سال کا فرق تھا اور اب صرف ۴ سال کا رہ گیا۔ مولانا نے اِس ناول مین موسمون کا ذکر ہی نہین کیا کہین پتہ نہین چلتا کہ یہ ذکر کون سے موسم کا ہو رہا ہی۔ اور اس کے علاوہ ۱۴ برس کے بعد ولی اللہ واپس آتا ہی لیکن اس کا سفر نامہ اس طرح بیان ہوا ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ بہت کم عرصہ مین اس سفر کو ختم کرکے چلا آیا۔

یہ معمولی باتین ہین۔ نقائص نہین کہے جاسکتے۔ مولانا اِس قدر کہنہ مشق ہین کہ اُن سے غلطی کا امکان بہت کم ہی۔ چونکہ وہ دلگداز کے خریدارون کی خاطر اِس پیرانہ سالی مین جلدی سے سامان نذر تیار کرتے ہین اور اس عجلت مین اگر نہایت خفیف فروگذاشتین ہوجائین تو یہ بشریت ہی۔

اس عمدہ ناول کی قیمت عہ ہی جو خریدارون کو مولوی صاحب سے لکھنؤ کے پتہ پر مل سکتا ہی۔

محمد ظفر

غزل

ارے غافل فنا آموز درس زندگانی ہی　　نہ پھول اتنا بہار باغ دنیا پر کہ فانی ہی
جوانی ہی مگر کیسی الم افسز جوانی ہی　　کہ اب ہر ہر نفس پیغام مرگ ناگہانی ہی
بہار شام غم منت کش رنگ جوانی ہی　　حقیقت مین یہ صبح زندگی کتنی سہانی ہی
یہ پھولون کی ہنسی یہ بلبلون کی نغمہ پردازی　　بیان داغ دل ہی حسرت دل کی کہانی ہی
دل بیتاب تجھکو کیا ہوا یہ بے حسی کیسی؟　　ابھی آغاز الفت ہی ابھی اٹھتی جوانی ہی
جو پوچھین حال وہ میرا تو کوئی ان سے یہ کہدے　　کہ دل مین درد ہی اور درد مین سوز نہانی ہی
یہ شمع عشق ہی یا پھول ہی باغ محبت کا　　یہ داغ قلب ہی یا تیغ ستم قاتل کی نشانی ہی
نکل پڑتے ہین آنسو جب کسی مرقد پہ جاتا ہون　　سمجھتا ہون دل مرحوم کی یہ بھی نشانی ہی
حواس ظاہری پر مجھ کو کیونکر اعتبار آئے　　تماشا تھا جو کل پیش نظر وہ اب کہان ہی
حیات تازہ بخشی عشق نے دل کو مگر عالی　　سمجھتا ہون کہ یہ تمہید مرگ ناگہانی ہی

عالی

اہلِ مکّہ کے اخلاق

۲۰ کیننگ روڈ۔ الہ آباد۔ مورخہ ۵ / دسمبر ۱۹۲۳ء

مکرّمی مولوی اسحاق علی صاحب دام فیوضہٗ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

آپ کا مضمون مین نہایت دلچسپی سے پڑھ رہا ہون۔ اور مجھے آپ کے زورِ قلم اور طرزِ تحریر پر رشک ہی۔ اہلِ مکّہ کے اخلاق کے متعلق جو آپ نے ایک جملہ لکھا ہی "یعنی زنا کاری۔ اغلام وغیرہ" اُس نے مجھے بہت متحیر و مشوش کر دیا۔ مجھے یقین ہی کہ یہ آپ کا عینی مشاہدہ نہوگا۔ کیونکہ مین عربون کے ساتھ آپ سے زیادہ رہا ہون اور اس حیثیت سے رہا ہون کہ مین نے بحیثیت ترجمان وڈپٹی اسسٹنٹ پولیٹیکل افسر خالقین وجلجہ انمین محاکمہ وقضایا بھی کیے ہین۔ دو برس کا میرا تجربہ عراق کا یہ ہی کہ ان کے اخلاق مین مجھے کوئی معتد بہ خرابی نظر نہ آئی۔ الا ماشاء اللہ اشقیا و الواط مین جن سے دنیا مین کسی سوسائٹی کا طبقہ خالی نہین۔ آپ نے یہ سخت جملے یقیناً فاسقین کی زبانی نقل کیے ہون گے پس آپ نے قرآن شریف کے حکم پر عمل کیون نہ کیا جسکا حکم ہی کہ جب فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لایا کرے تو اُس کو طشت از بام کرنے سے پہلے تحقیق کر لیا کرو۔ آپ کی یہ رائے میرے نزدیک کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم کے زیرِ تحت آتی ہی۔ خدا کے واسطے عربون پر رحم کھائیے کب تک آپ ترکون کے خاطر عربون پر ظلم کرین گے۔ حسنِ اتفاق سے شیخ عبد القادر کا لڑکا حسن شیبی میرا شناسا اور میرا دوست آج کل الہ آباد ہی مین ہی اور میرا مہمان ہی مین نے اُس سے مکیون کے اخلاق کی ایسی مذمت نہین سُنی۔ البتہ شریف اور اُس کے حالی موالی تو وہ اُس کے نزدیک بھی بدترین مخلوق ہین اور میرے نزدیک اور دنیا کے نزدیک بھی۔ حسن شیبی کا تو یہ قول ہی کہ شریف در اصل سید ہی نہین اور مستعرب ہی یعنی خاص مکہ کا نہین۔ باہر کا ہی۔ شریف جعفر جو ان شرفا کا اجداد تھا وہ مجہول النسب آدمی تھا اور اُس کے وطن کا پتہ نہ تھا وہ قسطنطنیہ سے بھیجا گیا تھا۔ یہ ضرور ہی کہ اہلِ مکہ لالچی اور بددیانتی مین سب عربون سے بڑھ کر ہین۔ مگر یہ خرابیان زیارت گاہون مین مخصوص ہین خود الہ آباد

مین پرائے والون کی یہی کیفیت ہی۔ اور اُن کو لاپلی نیک بخت و بے عقل حاجیون نے بنا یا۔ فقط

آپ کا پرانا نیاز مند

سید مقبول احمد

مہربانی فرماکر اس خط کو اور اس کا جواب آپ الناظر مین شایع فرماکر مسلمانون کو اطمینان دلاین ورنہ کم سے کم مین آپ سے کل ندا کے سامنے اس کا ثبوت چاہون گا۔

س - م - ا

سید مقبول احمد صاحب نے مجھ سے تہدیداً مطالبہ کیا ہی کہ ان کی تحریر کے ساتھ ہی اپنا جواب بھی شایع کردون۔ مین نے جو کچھ لکھا ہی اسکے متعلق یہ دعوی تو نہین کیا جا سکتا کہ اس کی بنیاد تمام تر عینی مشاہدات پر ہی۔ مین نے سفر حجاز زیارت کی قصد سے کیا تھا اور اس حیثیت مین مجھ کو کوئی موقع اس کا نہ تھا کہ مین مکہ کے فاسقین سے فیض صحبت حاصل کرتا۔ مکہ معظمہ کی حاضری کے دوران مین جو باتین مین نے مشاہدہ کین یا ایسے لوگون سے سُنین جن کو مین واقف کار اور ثقہ جانتا ہون انھین پر میری تحریرون کی بنیاد ہی ممکن ہی کہ عراق کے جس حصہ مین سید صاحب تھے وہان کی حالت بہتر ہو۔ حجاز مین بھی بدوؤن اور اہل مدینہ کی حالت یقیناً اہل مکہ و جدہ کی سی نہین۔ یہ بھی ہو سکتا ہی کہ سید صاحب کا معیار اخلاق آجکل کے فیشن کے مطابق ہو۔

مین اپنے مضامین مین صرف اس اندیشہ سے اُن محترم اصحاب کے اسمائے گرامی نہین لکھتا جو میری بہت سی معلومات کا ذریعہ ہین کہ کہین میری تحریرین اُن کو ظالم شریف مکہ کے پنجۂ عقوبت مین نہ پھنسا دین لیکن مین یہ اطمینان دلا سکتا ہون کہ مین نے ثقہ اور واقف کار لوگون ہی کی روایات پر اعتماد کیا ہی۔

مین سنیچر کے دن مکہ معظمہ حاضر ہوا تھا اور چاہتا تھا کہ آنے والی شب جمعہ کو جنت المعلی مین جاکر اُن ارواح طیبات پر فاتحہ خوانی کرون جو وہان مدفون ہین۔ ایک صاحب نے جو ایک بڑے بزرگ کے پوتے ہین اور مکہ معظمہ مین مستقلاً مقیم ہین مجھ کو یہ کہکر

رہا کہ عورتون کے ہجوم و ہنگامہ کی وجہ سے کوئی شریف مرد وہان شب جمعہ کو نہین جاسکتا اسکے بعد ایک اور مقدس ہستی نے مجھسے وہان کی بدعنوانیون کا ذکر کرکے فرمایا کہ اگرچہ وہ موقع تم جیسے شخص کے جانے کے لائق نہین تاہم اگر مشاہدہ عینی کا ذوق ہو تو ایک بار ہو آؤ۔ اور اُسکی تصدیق متعدد دیگر مقیم مکہ اصحاب سے ہوئی۔

اغلام و لواطت کے حالات بھی میرے ذاتی مشاہدہ کی چیز نہ تھے۔ مگر جن لوگون نے بیان کیے اُن پر مجھے کامل اعتماد ہے۔

آپ کا یہ خیال صحیح نہین ہے کہ مین ترکون کی دوستی سے متاثر ہوکر عربون کو بُرا کہتا ہون۔ مین ترکون کے ساتھ صرف اس سبب سے محبت رکھتا ہون کہ وہ اسلام کی خدمت کرتے تھے اور کر رہے ہین۔ پھر عرب اور اہل مکہ جنمین خود محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے۔ حضرات خلفاے راشدین گروہ مہاجرین اور ہزارون اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین پیدا ہوے جنھون نے اسلام کی بنیاد رکھی اور اُس کی تعمیر مین اپنا مال وجان سب کچھ تج دیا اُن کی محبت تو عین ایمان ہے۔ اسکے علاوہ باوجودیکہ ہندوستان میرا اور صدیون سے میرے اجداد کا مولد ہے لیکن مین اپنے اصلی وطن کو آج تک نہین بھولا اور جو ہاشمی خون میری رگون مین دوڑ رہا ہے اُس کے لحاظ سے مین عرب اور اہل مکہ کو خصوصیت کے ساتھ اپنی جزئیت سمجھتا ہون۔ اور اسی خیال سے جب کبھی ہندوستان سے مہاجرت کا خیال پیدا ہوتا ہے تو ہمیشہ اُسی خطۂ مقدس کی طرف نگاہین دوڑتی ہین۔ جہان سے ہمارے اسلاف کبھی مہاجرت پر مجبور ہوے تھے۔

اگر آپ میری تحریرات کو کسی مقصد سیاسی کے ماتحت سمجھتے ہین تو مین کہون گا کہ آپ میرے اوپر ظلم کرتے ہین۔ ہان اگر کسی دوست یا عزیز کو اُسکے عیوب سے آگاہ کرنا یا دوسرے ہمدردون کو اُسکی اصلاح پر توجہ دلانا دوستی و محبت کے منافی ہے تو یہ بالکل جداگانہ مسئلہ ہے۔ اگر مین اس رائے کو تسلیم کرلون تو عرب کیا معنی ہندوستان کے لوگون کا ذکر بھی المناظر مین نہ آنا چاہیئے۔

یہ ایک حد تک صحیح ہے کہ عربون کے بعض اخلاقی ذمائم کی ذمہ داری حاجیون پر

عالم ہوتی ہے اور یہ بھی یقیناً درست ہو کہ زیارت گاہون کے لوگ عموماً لالچی اور بددیانت ہوتے ہین۔ لیکن کیا آپ کا اور میرا اور ہر ذی ہوش مسلمان کا یہ فرض نہین ہو کہ کم سے کم مسلمانون کی عام زیارت گاہون مین اور علی الخصوص خانۂ کعبہ کے گرد و پیش یہ حالات نہ رہین۔

دُنیا مین ہر شخص کی دلی تمنا اور انتہائی کوشش یہ ہوتی ہو اور ہونا چاہیے کہ اُسکی اولاد اور اُسکے عزیزون کی اولاد بہترین تعلیم و تربیت حاصل کرے اور پاکیزہ ترین اخلاق کا نمونہ بنے۔ یہ کیون ہو اس لیے کہ لوگون کو جسقدر قرب و خصوصیت جس سے ہوگی اُسی قدر اُس کی فلاح و بہبود کا زیادہ خیال ہوگا۔ مین دنیا کی ہر جگہ سے زیادہ حرمین محترمین کو مقدس جانتا اور عزیز رکھتا ہون اس لیے اگر یہ دلی تمنا ہو کہ وہان کے لوگ دنیا بھر سے بہتر ہون تو شاید کسی کو ناگواری کا حق نہین۔ لکھنؤ، الہ آباد، بلکہ دہلی و اجمیر کا بھی بکہ معظمہ سے مقابلہ نہین کیا جا سکتا۔ اس لیے ان مقامات پر جو نقائص و معائب نظر انداز بھی کر دیے جا سکتے ہون مکہ معظمہ مین اگر وہ ان سے کم درجہ پر بھی ہون تو یقیناً قابل تاسف اور لائق ملامت ہین۔ جسطرح دنیا کی تمام مساجد سے زیادہ حرم بیت اللہ الحرام کے اندر نماز پڑھنے، تلاوت کرنے یا اعتکاف مین بیٹھنے کا ثواب ہو اُسی طرح دنیا کے تمام مقامات سے زیادہ اُس "بلد امین" کے اندر ارتکاب معصیت سنگین ہو۔ اور اسی نسبت سے مین اہل مکہ کے اخلاق و اعمال کا معیار بلند دیکھنا چاہتا ہون۔

آپ نے کمال کیا ہو کہ اپنے حُسن ظن کو مستحکم کرنے اور میرے بیانات کی تردید کرنے کے لیے عبدالقادر شیبی کے صاحبزادہ کی شہادت پر اعتماد کیا۔ اگر اس سے زیادہ معتبر شہادت درکار ہو تو کسی مطوف کو بلا لیجیے۔ آپ نے تو تصفیۂ قضایا کا کام کیا ہے۔ کتنے مجرم آپ کو ایسے ملے ہین جنھون نے اپنے جرائم کا خود اقبال کیا ہو۔ شریف مکہ کے متعلق وہ یہان بیٹھکر جو چاہین کہین مگر مکہ معظمہ یا جدہ مین پہونچنے کے بعد وہ یہ بھی کہنے کی جرأت نہ کرین گے اور خود اپنے اور دیگر اہل خاندان شرفا کے متعلق ظاہر ہو کہ وہ کس قدر صدق بیانی کر سکتے ہین۔ مطوفون کی جماعت کے اعمال و کردار سے لوگ بہت زیادہ واقف ہین لیکن وہ اپنے

عیوب کی پردہ پوشی نہ کرتے رہیں تو جتنے لوگوں کو آج وہ اپنے تقدس کا گرویدہ بنا سکتے ہیں اُن کی تعداد شاید اتنی کم رہ جائے کہ اُن کے لیے فراغت کی زندگی بسر کرنا دشوار ہو جائے۔

ایک جماعت ایسی بھی ہے جو اہل حجاز کے محاسن کا بیان سننے کے لیے تو مشتاق رہتی ہے مگر اُن کے معائب کے ذکر سے کبیدہ خاطر ہو جاتی ہے۔ اس میں وہ نیک اصحاب بھی ہیں جو اپنے حُسنِ خلق کی وجہ سے دنیا اور اہل دنیا کو عموماً اور اہل حجاز کو خصوصاً نیکیوں کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا میرے دل میں بہت زیادہ احترام ہے اس لیے اُن کو اگر میرا انداز تحریر پسند نہ آئے تو میں شکایت نہیں کر سکتا بلکہ دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم مجھے بھی اس قابل کر دیں کہ صرف نیکیوں پر نظر رکھا کروں لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حالات سے پوری طرح واقف ہیں اور دل سے ان حالات کو بُرا اور قابل اصلاح بھی سمجھتے ہیں لیکن اس اندیشے سے ایک حرف زبان پر نہیں لاتے۔ شائع کرنا تو درکنار کہ کہیں اُن کا حج نامقبول نہ قرار پا جائے۔ الحمد للہ کہ جب تک میری نیت سلامت ہے مجھے لومۃ لائم کی پروا نہیں۔

ایک قابل اہل قلم و اخبار نویس سے حال ہی میں گفتگو آئی۔ وہ بھی چند سال ہوئے حج کی غرض سے گئے تھے اُنھوں نے میرے مضمون کی اجمالاً تصدیق کی اور اپنے عربی اخبار میں اس کا ترجمہ شائع کرنے کا خیال ظاہر کیا تاکہ اہل مکہ بھی ان خیالات پر مطلع ہوں۔ خدا کرے کہ میرے عرب بھائی ان حالات کی اصلاح پر خود متوجہ ہوں اور جب خداوند تعالیٰ مجھے اُس سرزمین مقدس کی زیارت سے پھر سرفراز فرمائیں تو میں اُن کے اخلاق و معاشرت کی قصیدہ خوانی سے شیریں کام ہو سکوں۔

حجاز اور اہل حجاز کے متعلق ابھی بہت کچھ لکھنا ہے۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ جو احباب میری تحریرات پر اظہار رائے فرمانا چاہتے ہوں وہ تھوڑے صبر سے کام لیں اور سلسلہ کو تمام ہو جانے دیں۔

ظفر الملک

سفر حجاز کی مختصر روداد

تیسری منزل

کشتی کا کرایہ دے کر ہم لوگ اپنا اپنا سامان اُتروانے کی غرض سے محصول خانہ کی طرف جانا چاہتے تھے۔ کہ دروازہ کے باہر ہی معلمین کے نائندون کی پلٹن نظر آئی۔ اور جب مین نے اور میرے ساتھیون نے اپنے اپنے معلمون کے نام بتائے تو ایک صاحب نے جو اتفاق سے دونون معلمون کے وکیل تھے ہم لوگون کو علٰحدہ کھڑا کر دیا اور جب تک اُن کو یقین نہین ہو گیا کہ ہم لوگون کے سوا اس جہاز پر اُن کے حاجی اور نہین ہین ہم لوگ وہین کھڑے رکھے گئے۔ جہاز اور قرنطینون کی اسیری کے بعد یہ گرفتاری زیادہ ناگوار نہین ہوئی مگر ہر شخص کو اپنے سامان کی فکر تھی اور شہر مین پہونچنے کی جلدی۔

تقریباً نصف گھنٹہ کے بعد جب ہم محصولخانہ کے کنارے پہونچے تو کشتیون پر سے سامان اُترنے لگا ہمارے وکیل صاحب کے ایک ملازم نے ہم لوگون کا سامان اتروا کر محصول خانہ مین رکھوا دیا اور یہان سرکاری عمال نے جانچ شروع کی۔ اس وقت محصول خانہ مین جو ہنگامہ مچا ہوا تھا وہ دیکھنے کے قابل تھا۔ ہر مسافر چاہتا تھا کہ اپنا سامان دکھا کر جلدی سے باہر نکل جائے۔ جن لوگون کے پاس سامان کم تھا وہ اپنے کندھون پر رکھے ہوئے تھے اور زیادہ عجلت وہی کرتے تھے۔ ہم لوگون نے چھوٹی چھوٹی اشیا عورتون کے پاس چھوڑ دی تھین اور ایسی چیزین جن کو محصول خانہ مین دکھانا ضروری تھا حمالون کے ذریعہ سے محصول خانہ پہونچوا دی گئین۔ جب حبشی نژاد مفتش کو جس کے سیاہ لباس کی چمک رنگت کی آب و تاب دوبالا کر رہی تھی اوردن سے فراغت ہوئی تو وہ میرے سامان کی طرف متوجہ ہوا۔ میرے سامان مین ایک بچھونا تھا۔ ایک کپڑون کا بورا اور ایک اشیا خوردنی کا صندوق۔ بستر اور بورے پر تو اُس نے کچھ توجہ نہین کی البتہ جب بکس کھولا گیا تو اوپر ہی دودھ کے چند ڈبے رکھے ہوئے تھے۔ اُس نے ایک ڈبہ فوراً اُٹھا لیا اور جا کر قریب کے ایک گودام مین رکھ آیا اور واپس آکر اُس بکس پر اور میرے دیگر سامان پر کھڑیا سے ایک نشان بنا دیا۔ یہ کل کارروائی شاید ایک منٹ کے

اندر ہو گئی اور اُس کے بعد وہ تو دوسرے اشخاص کا سامان دیکھنے کی طرف متوجہ ہوا اور وکیل صاحب کے ملازم نے مجھسے کہا کہ چلئے سامان باندھیے اور باہر نکلیے۔ میں حیران تھا کہ معاملہ کیا ہے جب ڈبہ نکالا گیا ہو تو مجھے اپنی سادہ لوحی سے یہ خیال گذرا کہ کسی دوسرے افسر کو دکھایا جائے گا۔ لہذا جب سامان باندھ کر باہر نکلنے کے لیے مجھ سے کہا گیا تو میں متامل ہوا اور میں نے کہا کہ میرا ڈبہ تو واپس ملجائے۔ جس پر وکیل صاحب کے ملازم نے کسی قدر نفرت و حقارت کے لہجہ میں مجھ سے کہا کہ آپ خواہ مخواہ دیر کر رہے ہیں آپ تو بہت سستے چھوٹ گئے اور جلدی جلدی میرے سامان کو خود باندھنے لگا۔ اُس وقت ہجوم اتنا تھا کہ کسی جگہ اطمینان سے کھڑا ہونا مشکل تھا۔ لوگ سیل دریا کے مانند دوڑتے ہوئے چلے آرہے تھے اور ذرا سی غفلت میں دھکہ کھا کر گرنے کا اندیشہ تھا۔ لہذا میں بھی خاموش ہو رہا اور سامان اُٹھوا کر باہر آیا۔ باہر نہایت تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی اس لیے کہ تقریباً دس بج گئے تھے۔ میں نے چاہا کہ چھتری کھولکر لگا دُں تو معلوم ہوا کہ محصول خانہ میں چھتری کسی کے پانوں سے دب کر ٹوٹ گئی ہے۔ اب مجھے اپنے ساتھیوں کا انتظار تھا۔ کچھ دیر کے بعد پھر محصول خانہ میں داخل ہونا چاہا تو ہجوم کی وجہ سے سایہ ملی بڑی مشکل سے جب اندر گیا تو دیکھا کہ مستری نظام الدین صاحب ایک کونہ میں کھڑے ہیں اور لٹھے کے ایک تھان کے لیے مفتش صاحب اُن سے للعہ محصول مانگ رہے ہیں۔ وکیل صاحب کے ملازم نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ مفتش صاحب کو کچھ نذرانہ دیکر اپنی جان چھڑا لیجیے مگر اسے اُنھوں نے گوارا نہیں کیا لہذا جنس کے بورے اور گھی کے پیپے تو مفتش صاحب نے رکھوا لیے اور کہا کہ شام کو آکر ان کا محصول دیکر لیجائیے گا۔ اور تھان کا محصول اسی وقت لے لیا۔ میں نے مستری صاحب سے کہا کہ جو سامان آپ لیا جاتا ہے اُس کی رسید لے لیجیے تو اب کوئی رسید نہیں دیتا۔ اور وکیل صاحب کے ملازم کا حکم تھا کہ گھبرانے کی بات نہیں ہے میں خود آپ کے ساتھ آکر سامان لیچلوں گا۔ بڑی دقت و دشواری کے بعد ایک صاحب نے رسید لکھ کر دی تو میں اُن کو اور بقیہ سامان اور عورتوں کو ساتھ لیکر باہر آیا۔ یہاں کل سامان ایک چوپہیہ ٹھیلے پر جسمیں خچر جُتا ہوا تھا بار کیا گیا اور ہم لوگ سامان کے ساتھ پیدل روانہ ہوئے۔ وکیل صاحب کا مکان محصول خانہ سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلہ پر تھا۔ دوپہر ہوتے ہوتے ہم لوگ اُن کے مکان میں فروکش ہو گئے۔ اس گاڑی کا کوئی کرایہ نہیں دینا پڑا۔ اور وکیل صاحب سے یہ دریافت کرکے خوشی ہوئی کہ حکومت پاشمیہ کی ہدایت کے بموجب عمال جدہ نے یہ انتظام کر دیا ہے کہ حجاج کو جہاز پر سے

قرنطینہ لیجانے اور وہان سے ساحل تک پہونچانے کا جو کرایہ غیرنی کس کے حساب سے کشتی والے کا مقرر ہے اسی مین جمرک سے جانے قیام تک باربرداری کا صرف بھی شامل ہے۔ اس طریقہ سے حجاج کو بہت آسانی رہی ورنہ اجنبی مقام پر کشتی اور ٹھیلہ والے حاجیون کو دق بھی کرتے اور اُن سے من مانی اُجرتین بھی وصول کرتے۔

یہان بطور جملہ معترضہ یہ بیان کرنا دلچسپی کا موجب ہوگا کہ جاپان کے مختصر قیام مین موجی Moji سے نگاساکی Nagasaki جاتے ہوے ریلوے اسٹیشن پر بھی اسی قسم کا تجربہ ہوا تھا اور معلوم ہوا کہ وہان ریلوے کی طرف سے سامان اُٹھانے والے قلی ملازم ہین جن کی اُجرتین مسافرون کے ٹکٹ کی قیمت سے دی جاتی ہین اور مسافرون سے سامان ریل پر رکھنے کے لیے کچھ نہین ملتا ہندوستان کے بڑے بڑے اسٹیشنون پر بھی اسی قسم کا انتظام کردیا جاے تو اجنبی مسافرون کو بہت آسانی و راحت ہو۔

وکیل صاحب کے جس مکان مین ہم ٹھہرائے گئے اس کی تین منزلین تھین بالائی منزل پر تو وکیل صاحب معہ اہل و عیال کے خود مقیم تھے۔ نیچے کی منزل مین دو کمرے تھے جنمین سے ایک کو وکیل صاحب نے اپنا دفتر بنایا تھا اور دوسرا کمرہ حاجیون کے لیے تھا۔ ابتداً اسی کمرہ مین اُنھون نے ہم لوگون کو ٹھہرایا مگر یہ دیکھکر کہ اس چھوٹے سے کمرہ مین ہم سب لوگ معہ سامان کے اگر رہے تو بہت دقت اور کشمکش رہے گی اُنھون نے مجھے اور میرے ساتھی رحمت شاہ کو وسطی منزل کے ایک کمرہ مین ٹھہرا دیا۔ جدہ کے مکانات عموماً ایک ہی نمونے کے بنے ہوے ہین۔ مربع یا مستطیل قطعات زمین پر تین یا چار منزلون کی عمارتین اس اہتمام کے ساتھ بنائی گئی ہین کہ ہر منزل مین تقریباً برابر وسعت کے کمرے نکل آئے ہین اور زینہ کے لیے جگہ چھوٹ گئی ہے۔ کل منزلون کے پاخانے تلے اوپر ہین مکان کے نیچے جو سنڈاس بنائی جاتی ہے سب فضلہ اُسمین جمع ہوتا رہتا ہے اور سال مین ایک بار باہر سے زمین کھود کر نکالا جاتا ہے۔ ہر منزل مین گنجائش کے لحاظ سے دو تین یا چار کمرہ ہوتے ہین جنمین سے کونے والے کمرون مین دو سمت سے ہوا آتی ہے اور اوپر کی منزل مین تین سمت سے۔ مغرب کی جانب چونکہ سمندر واقع ہے اس لیے ٹھنڈی ہوا اُس رُخ سے آتی ہے۔ مین ۱۰ ارمئی کو جدہ پہونچا تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا روزے بمبئی ہی سے شروع ہوگئے تھے۔ اور جہاز مین اکثر لوگون نے رکھے مگر مجھے غلوے معدہ کی حالت مین

چونکہ جہاز پر متلی ہونے لگتی ہے اس لیے میں نے قضا کیے تھے۔ صبح سویرے ہی کھانا کھانے کی عادی ہوں اور جہاز پر بھی یہ انتظام قایم رکھا گیا تھا۔ چنانچہ کشتی سے اُترنے کے بعد جب سامان اتارا جا رہا تھا تو میں نے دہین ایک خوانچہ والے سے کچھ خرید کر ناشتہ کر لیا اور مکان پر آتے ہی سب سے پہلی فکر پیٹ کی ہوئی۔ وکیل صاحب کے ایک ملازم چھوکرے کو ساتھ لیکر بازار گیا۔ روٹیاں گرم و سرد دونوں بافراط موجود تھیں مگر کھانے کی سب دوکانیں خالی نظر آئیں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ رمضان میں یہاں دن کو کھانا نہیں فروخت ہوتا۔ اگرچہ مسافروں کو اس سے تکلیف ضرور ہے مگر رمضان کا یہ احترام نہایت قابل قدر ہے خداوند کریم سب مسلمانوں کو اس کی تقلید کی توفیق عطا فرمائیں۔ جمے ہوئے دہی کے پیالے خوانچوں میں بک رہے تھے اسی پر قناعت کی گئی۔ خمیری روٹیاں یہاں کئی قسم کی بنتی ہیں اور سب ذائقہ کے لحاظ سے عمدہ ہوتی ہیں۔ بلکہ ہندوستان میں جہاں جہاں بازار کی روٹیاں کھانے کا اتفاق ہوا کہیں ایسی خوش ذائقہ نہیں بنتیں رنگوں میں جو روغنی روٹی پکتی ہے وہ بھی اچھی ہوتی ہے مگر یہاں کی روغنی جیپر تھوڑی سونف بھی چپاں ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ مزہ دار ہے اور آبی تو بہت ہی افضل ہے۔ اور قیمت کچھ زیادہ نہیں معمولی روٹی کی قیمت پانچ پیسے جو اتنی وزنی ہوتی ہے کہ میرے لیے ایک اور خوش خوراک لوگوں کے لیے دو کافی ہیں۔ کھانے کے ساتھ پانی کی فکر ہوئی پانی مول لیا تو مٹی کے تیل کا ایک ٹین چار آنے میں ملا۔ اور یہ پانی بھی کچھ اچھا نہ تھا دریافت سے معلوم ہوا کہ یہاں میٹھے پانی کے کنوئیں نہیں ہیں اور نہ کوئی چشمہ ہے بلکہ حکومت ترکی کے زمانہ سے سمندر کا کھاری پانی کل کے ذریعہ سے پینے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ مگر بسبب اس کے کہ حکومت ہاشمیہ نے یہاں کا ایک انجن کہ معظمہ منتقل کر دیا ہے اب کم مقدار میں پانی بنتا ہے اور عموماً شہر کے مستقل باشندے کو یا جو لوگ خاص اہتمام کر کے اُس کے خزانہ سے حاصل کریں نصیب ہوتا ہے۔ شہر کے عامۃ الناس اور مسافروں کے لیے پانی کے ذخیرے شہر سے باہر ہیں۔ یہ بڑے بڑے تہ خانوں کی صورت میں ہیں جنمیں برسات کا پانی جمع کر لیا جاتا ہے اور وہاں سے سوڈانی مزدور اور غریب بدو اُونٹوں یا گدھوں پر اور بہت ہی غریب لوگ اپنے سروں پر لاد کر لاتے ہیں۔ یہ پانی کل کے پانی سے گندلا ہوتا ہے۔ شہر میں چار کنوئیں ہیں۔ ان کا پانی بالکل سمندر کے پانی کی طرح کھاری ہے۔ اور بعض اوقات پانی لانے والے دونوں کو مخلوط کر دیتے ہیں جس کے باعث نہایت بدمزہ پانی پینا پڑتا ہے۔

کھانے اور پانی کی خرید کے لیے ضرورت پڑی کہ مقامی سکے بدل کر لے لیے جائین۔ کیونکہ اگرچہ ہندوستان کی چاندی کی ریزگاری بھی چل جاتی ہے مگر جہاز ہی پر مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ اس مین خسارہ رہتا ہے۔ جدہ مین اُس وقت روپیہ کے پندرہ نکل کے قرش ملے۔ چنانچہ حسب ضرورت قرش اور ہلیلے لے لیے گئے۔ ایک قرش کے چار ہلیلے ہوتے ہین۔

کھانے سے فارغ ہوکر مین نے وکیل صاحب سے دیر تک گفتگو کی اور جب یہ معلوم ہوا کہ جدہ سے براہ راست ینبوع جانے کی قطعاً اجازت نہین تو مین نے مکہ معظمہ حاضر ہونے کا تہیہ کیا۔ وکیل صاحب کے بیان کے مطابق قافلہ سینچ کو روانہ ہونے والا تھا اس وجہ سے مین نے خیال کیا کہ اور ذرائع سے بھی ینبوع جانے کے لیے کوشش کرون۔ روانگی کے وقت ایک دیرینہ کرمفرما کی عنایت سے بمبئی کے ایک عرب تاجر نے جدہ کے ایک معزز تاجر کے نام تعارفی خط لکھدیا تھا اور یقین دلایا تھا کہ وقت ضرورت ہر قسم کی امداد ملجائے گی۔ اُن کا پتہ دریافت کیا تو وکیل صاحب سے معلوم ہوا کہ رمضان مین عموماً مغرب بلکہ عشا و تراویح کے بعد یہان کے معززین سے ملاقات کا وقت ہے۔ سہ پہر کو مین نے بازار کا ایک گشت لگایا۔ ضرورت بھی تھی چلتے وقت لکھنؤ یا بمبئی سے سامان تحریر تو ساتھ رکھ لیا تھا اور خط و طاکے کاغذ بھی مگر مضامین لکھنے کے واسطے کاغذ موجود نہ تھا۔ جہاز پر ضرورت پڑی تو خیر خط کے کاغذ سے کام چلا لیا گیا۔ اس کے علاوہ شکستہ چھتری اور ٹوٹے ہوے جوتے کی بھی مرمت کرانا تھی۔

جدہ چھوٹا سا شہر ہے۔ چارون طرف شہر پناہ کی دیوارین ہین جسمین چار دروازہ چارون جانب ہین ساحل سے آنے والون کو مغربی دروازہ سے آنا پڑتا ہے دروازہ ہی پر جانب راست ڈاک خانہ اور نارگھر ہے اور جانب چپ محصولخانہ کا دفتر۔ اسی سڑک سے چل کر مشرقی دروازہ (باب المکہ) پر پہونچتے ہین جہان سے قوافل مکہ معظمہ یا دیگر حصص ملک کی طرف جاتے ہین۔ سڑک کے دونون طرف بازار ہے جسمین تین چار بڑی دوکانون کے سوا سب چھوٹے چھوٹے متفرق چیزون کے دوکان دار ہین۔ قہوہ خانے تو جابجا بکثرت ہین۔ شام ہوتے ہی ملتے ہین اُس کے بعد کھانے کی چند دوکانین ہین اور پھر متفرق اشیا کی۔ دروازہ سے تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر چوراہہ ہے جہان سے شمال و جنوب کے بازارون کا نظارہ ہوجاتا ہے۔ شمالی بازار زیادہ بارونق ہے کیونکہ تقریباً تمام تھوک فروش اور بڑے بڑے تاجرون کی دوکانین اسی بازار مین ہین۔ جنوبی بازار مین صرافہ اور کھانے کی دوکانین ہین۔ ان بازارون کے اطراف مین شہر

بسا ہوا ہی۔ شمالی بازار کے خاتمہ پر جو بڑے بڑے مکانات ہین اُسے گویا یہان کی سول لائنس سمجھنا چاہیے۔ فصیل کی شمالی سمت مین ایک دروازہ ہی جس کا نام باب المدینہ ظاہر کرتا ہی کہ وہ حال ہی مین بنا ہی یہان سے ایک کشادہ سڑک نکلی ہی جو فصیل کے نیچے نیچے نصف مغربی سمت کو طے کرکے شمالی بازار کی سڑک سے جاکر ملجاتی ہی۔ اسی کے کنارے تمام قنصل خانہ ہین۔ دروازہ کے باہر سمندر کے کنارہ ایک وسیع میدان ہی جہان لوگ شام کو بغرض ہوا خوری جاتے ہین۔ اور اسی میدان مین ایک جانب شریف مکہ کے ہوائی جہازون اور مختصر فوج کی بارکین بنی ہوئی ہین۔ یہ ہوائی جہاز مشق اور ممکن ہی کہ مرعوب کرنے کے لیے بھی روزانہ صبح کو اُڑائے جاتے ہین اور گھنٹہ دو گھنٹہ تک نو وارد مسافرون اور شہر کے عجائب پسند لوگون کو تماشا دکھاکر اپنی جگہ واپس جاتے ہین۔ اس عمارت کے مشرق جانب تھوڑے فاصلہ پر حضرت حوا علیہا السلام کا مزار ہی جس کی زیارت کے لیے ہر حاجی باب المکہ کی راہ سے جاتا ہے۔

بازار مین جاکر پہلے چھتری کی مرمت کرائی۔ پھر متعدد دوکانون پر کاغذ کی تلاش کی۔ اول تو مرضی کے مطابق کاغذ کسی دوکان پر نہ ملا۔ اور جب دو ایک کاغذ پسند کیے تو دام بہت مانگے گئے بازار مین عام طور پر اشیائے خوردنی کو چھوڑ کر کل مال یورپ کا ساختہ نظر آیا۔ شبہ ہوتا تھا کہ بمبئی کے کسی چھوٹے سے بازار مین کھڑے ہین۔ چند انگریز بھی دکھائی دیے جو یقیناً قنصلات سے تعلق رکھتے ہون گے۔ جوتے کی مرمت ایک نجاری سے کرائی۔ اُس کی دوکان پر عمدہ قالین بچھا ہوا تھا۔ اور وہ خود گھڑی سازون کا سا ایک میز سامنے رکھے اور ایک تپائی پر بیٹھا ہوا جوتہ بنا رہا تھا اُس نے نہایت خوش اخلاقی سے بٹھایا اور فارسی مین دیر تک بات چیت کرتا رہا۔ شام کو بازار مین ہم لوگون نے کھانا کھایا۔ اتفاق سے مالک دوکان ایک ایسا عرب تھا جو کئی بار ہندوستان ہوآیا تھا اور اس لیے اُردو صاف بولتا تھا۔ اُس دوکان پر اور نیز دیگر دوکانون پر کئی قسم کا گوشت، سبزی، اور دال موجود تھی۔ کھانا ہمارے مذاق کے مطابق تو نہ تھا اس لیے کہ نہ اس مین کافی روغن تھا۔ نہ مصالح اور نہ مرچ۔ تاہم پیٹ پالنے کے لیے غنیمت تھا۔ اور کچھ زیادہ گران بھی نہین اس لیے کہ دونون آدمیون نے کئی قسم کے کھانے سے ۱۲ رمین پیٹ بھرلیا اور آخر مین سابودانہ کی کھیر سے منھ بھی میٹھا کردیا گیا۔ اس کے بعد قہوہ خانے مین بیٹھ کر چائے پی۔ چائے قہوہ اور تمباکو کا رواج یہان بہت ہی۔ قہوہ خانون مین کافی مجمع تھا۔ اور اکثر

لوگ حقے اور سگریٹ پی رہے تھے۔ یہانکہ حقے دیکھنے مین بہت شاندار ہین کیونکہ یہان کا عام طور پر رواج ہی مگر خشک تمباکو پیا جاتا ہی اس لیے اہل ہند کو اس مین مزہ نہین مل سکتا۔

یہان کے بازار مین تقریباً وہ تمام اجناس اور ترکاریان ملتی ہین جو ہندوستان مین عام طور پر مستعمل ہین لہذا جو لوگ اپنا کھانا خود پکانا چاہتے ہین اُن کو کوئی دقت نہین ہوتی۔ نرخ نسبتاً گران ضرور ہی مگر اس لئے کے موقع پر نظر کرکے مجھ کو زیادہ گران نہین معلوم ہوا۔ روپیہ کا تقریباً تین سیر گیہون کا آٹا ملتا ہی خربوزے اور تربوز کے سوا بازار مین میوہ کوئی نہ تھا مگر کاغذی لیمون اور سبز پودینہ بافراط ملتا ہی تربوز بعینہ اسی قسم کا ہوتا ہی جیسا فرخ آباد و کانپور مین ملتا ہی اور بہت ہی خوش ذائقہ ہوتا ہی۔

میرے دوست مستری نظام الدین صاحب مجھ سے جُدا ہوکر اپنے اور ہمراہیون کے خورد و نوش کا نظام کرنے کے بعد جمرک (محصول خانہ) گئے کہ جو سامان صبح کو رکھ لیا گیا تھا اُس کو محصول ادا کرکے لے آئین۔ واپسی مین بازار مین ملے تو اُنھون نے بیان کیا کہ چالیس روپیہ کے قریب اُن کو محصول دینا پڑا۔ اجناس اور بھی کے علاوہ اُن کے پاس تقریباً پانچ سیر تمباکو کے کشیدنی بھی تھی جس کی قیمت ہندوستان مین غالباً ایک روپیہ ہوگی اس پر آٹھ روپیہ محصول کے دینے پڑے۔ اسی طرح معمولی لٹھے کے ایک تھان پر جس کی اصلی قیمت دس گیارہ روپیہ سے زائد نہوگی چار روپیہ محصول کے لیے گئے۔ اس حساب سے مین نے خیال کیا تو معلوم ہوا کہ ایک ڈبہ ودھ کا لیکر مجھے بہت سستا چھوڑ دیا ورنہ کم سے کم تیس چالیس روپیہ مجھکو بھی دینا پڑتے۔

رات کو عشا کے بعد اُن عرب صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا جن کے نام خط لایا تھا۔ وہ خود تو نہین ملے مگر اُن کے بڑے صاحبزادہ اور ایک معتمد ملازم سے ملاقات ہوئی۔ وہ دونون بہت اخلاق سے پیش آئے اور ہر امکانی امداد و اعانت کا وعدہ کیا مگر ینبوع کے راستہ سے مدینہ منورہ جانے کے معاملہ مین صاف اپنی معذوری ظاہر کی جس کے بعد مجھ کو بالآخر یہ طے کرنا پڑا کہ سیدھا مکہ معظمہ حاضر ہون چونکہ ایام قریب الاختتام تھا اس لیے مجھے فکر ہوئی کہ اب جلد سے جلد مکہ معظمہ پہونچ جاؤن تاکہ جسقدر دن باقی ہین وہین بسر ہون۔

دوسرے دن علی الصباح نماز فجر سے فارغ ہوکر حضرت حوّا کے مزار کی زیارت کے لیے گئے۔ یہ مزار ایک وسیع ریتیلے میدان مین ہی۔ مزار کے چاردن طرف چار دیواری ہی۔ حضرت حوّا جس زمانہ مین [illegible] شہور کے مطابق اُس وقت انسان کے ارتقاء عقلی نے موجودہ جسمانی انحطاط کی صورت اختیار نہین کی تھی۔

اِس لیے اُس عہد کے انسانون کی عمر بن دراز اور جسامت طویل وعریض ہوتی تھی۔ اجودھیا فیض آباد مین ایک بڑی بھاری قبر کے متعلق کہا جاتا ہی کہ یہ حضرت شیث علیہ السلام ابن حضرت آدم علیہ السلام کی ہے۔ مین اس کی زیارت کر چکا تھا اس وجہ سے حضرت حوا کی طولانی قبر کو دیکھ کر متعجب نہ ہوا۔ حضرت حوا کا مزار ہندوستان کی قبور کے مطابق نہین ہی بلکہ بیشی عرض کی وجہ سے صرف قبر کے دونون جانب بطور نشان دیوارین بنادی گئی ہین جن کے درمیان مین حوض سا بن گیا ہی۔ پائین مزار مین ایک قبہ بنا ہوا ہی اور بیان کیا جاتا ہی کہ حضرت حوا کا فرق مبارک یہان مدفون ہی۔ باب المکہ سے نکلتے ہی بھکاری بچون عورتون اور مردون کا جم غفیر نظر پڑتا ہی۔ جو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر کھڑے یا بیٹھے رہتے ہین۔ اور زائرین کو دیکھتے ہی دعائین دے دے کر اور اشعار دعائیہ و آیات قرآنیہ پڑھ پڑھ کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہین۔ اور جو لوگ اپنی جیب کی وسعت محدود پر نظر کر کے یا کسی اور سبب سے اُن کو بھیک دینے مین پہلوتہی کرتے ہین اُن کے ساتھ دور تک لگے رہتے ہین حتیٰ کہ بعض بیباک بچے تو دامن پکڑ لیتے ہین۔ اندھے اور معذور فقیر الگ راستہ مین بیٹھے ہوے صدائین لگاتے رہتے ہین اور ان کی حالت یقیناً قابل رحم ہی۔ مزار کے اندر داخل ہونے کے بعد ہی جو پہلی جگہ فاتحہ خوانی کے لیے معین ہی وہان مجاورین کی معقول تعداد موجود تھی جنھون نے صدر مین ایک جانب چادر بچھا دی تھی کہ زائرین اُسی پر اپنے نذرانے رکھدین یہان پر وکیل صاحب کے خورد سال پوتے نے جو ہم لوگون کو زیارت کرانے لائے تھے مقررہ الفاظ مین سلام پڑھوایا اور اس کے بعد جب قبہ کے اندر جانے لگے تو باہر چند غریب بردی عورتین جوتے رکھنے کے لیے بیٹھی ہوئی ملین جن کے پاس جوتے امانت رکھ کے قبہ مین داخل ہوے۔ یہان ہجوم زائد تھا خصوصاً عورتون کی تعداد کثیر دیکھکر افسوس ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب مجمع چھٹا تو ہم لوگ اندر حاضر ہوے۔ یہان ایک تابوت رکھا ہوا ہی جس کے ایک جانب چھوٹی سی کھڑکی لگادی گئی ہی اور اسی مین سے شائقین کو زیارت کرائی جاتی ہی۔ مین نے باہر سے فاتحہ خوانی پر قناعت کی اور مجاورون کو کچھ دے دلا کر رخصت ہوا۔

زیارت سے واپس آنے کے بعد ہی مین نے وکیل صاحب کے بیٹے سے اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ مین آج ہی جانا چاہتا ہون اور چونکہ ہندوستان ہی مین ایک عزیز کی زبانی یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جدہ اور مکہ معظمہ کے درمیان فاصلہ کم ہی اور گدھے پر سوار ہو کر جلد پہونچنا ممکن ہی اور ایک دن قبل بازار مین ایک صاحب سے شرح کرایہ وغیرہ بھی دریافت کر لی تھی اس لیے مین نے اُن سے درخواست کی کہ میرے لیے ایک گدھا

اور سامان کے لیے ایک اونٹ مہیا کردین۔ اور مین نے اُن سے یہ بھی عرض کیا کہ آپ انتظام نہ کرسکین تو مجھ سے کہدیجیے مین خود انتظام کرلون۔ یہ اس لیے کہ ایک صاحب نے بازار مین انتظام کردینے کا وعدہ کیا تھا۔ اُنھون نے وعدہ کیا اور دوپہر کو آکر تاکید کی کہ اپنا سامان تیار رکھون۔ سامان باندھ رہا تھا کہ پھر تاکیدی پیام پہونچا کہ اونٹ آتا ہی سامان تیار رکھیے۔ جمعہ کا دن تھا مگر مجھے اُس روز روانگی کے انتظامات مین نماز بھی نہ مل سکی۔ اور میری حیرت اور غصہ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جب عصر کے قریب وکیل صاحب کے دوسرے بیٹے نے آکر یہ اطلاع دی کہ اونٹ نہین ملا۔ مین اسی حالت مین خود باہر نکلا اور باب المکہ تک گیا جہان سے قوافل روانہ ہوتے ہین۔ معلوم ہوا کہ قافلہ جاچکا اور اب کوئی اونٹ نہین ہے۔ پھر گدھے والے کے پاس گیا تو اُس نے دیر تک فضول بحث وگفتگو مین وقت ضایع کیا۔ پہلے تو سرے سے انکار ہی تھا کہ بغیر وکیل کی وساطت کے گدھا نہین مل سکتا۔ مگر بعد کو وہ راضی ہوگیا تو اب کرایہ بہت مانگنے لگا۔ مین ہار کر گھر چلا آیا اور یہان وکیل صاحب کے بیٹے کو بہت ملامت کی۔ میرے رنج وغصہ سے وہ متاثر ہوکر اپنے باپ کو بلا لائے جو بہت چالاک آدمی ہین اُنھون نے مجھے سمجھا بجھا کر راضی کرلیا اور یہ طے پایا کہ مین اسی وقت گدھے پر روانہ ہوجاؤن اور سامان میرے ساتھیون کے ہمراہ دوسرے دن بھیجدیا جائے۔ اب مجھے یکسوئی خاطر نصیب ہوئی۔ تو اپنی اس غلطی پر بہت انفعال ہوا کہ وکیل صاحب کے بیٹے کو غصہ مین بہت سخت سست کہہ ڈالا تھا اور مین نے اُن سے اور اُن کے والد صاحب سے بہت تمام معذرت کی جس کے بعد قرارداد کے بموجب مین نماز عصر سے فارغ ہوکر اُن کے صاحبزادہ کے ساتھ گدھے والے کے یہان گیا۔ انھون نے چودہ روپیے کرایہ طے کیا تھا اور اگرچہ میرے اندازسے یہ بھی زائد تھا۔ مگر مین نے مجبوراً منظور کرلیا اور مختصر سامان جو ساتھ لیجانے کی غرض سے لایا تھا دونون جانب خرجیون مین بھر کر ساتھیون اور وکیل صاحب کے صاحبزادہ سے رخصت ہوا۔ اونٹ کا کرایہ چودہ روپیہ آٹھ آنے بتائے گئے تھے لہذا اپنے ساتھی مستری نظام الدین صاحب کو پندرہ روپیے دیدیے کہ جب آنے لگین تو میرے سامان کے اونٹ کا کرایہ دیدین۔ گدھے پر عمر بھر مین کبھی سوار ہونے کا اتفاق نہوا تھا اس بنا پر وکیل صاحب اور ساتھی دونون منع کرتے تھے مگر مین نے کہ مغظمہ جلد پہونچنے کے خیال سے ان کے مشورون کو رد کردیا۔ اور اب جو سوار ہوا تو محسوس ہوا کہ واقعی ٹیڑھی کھیر ہے۔ باب المکہ پر ایک عامل حکومت نے روک کر دریافت کیا کہ تمھارے پاس گنیان تو نہین ہین۔ اور میرے انکار کے باوجود اُس نے میری کمر اور گردن وغیرہ ٹٹول کر دیکھی۔ اُس سے نجات ملی تو

گدھا لیکر تیزی سے بھاگا۔ سڑک یہان کی کسی قدر ڈھلوان تھی اور راستہ مین جگہ جگہ پتھر پڑے ہوے تھے پہلے تو مین ڈرا کہ کہین گر نہ جاؤن پھر ہمت کرکے اور جسم کو سادھ کر بیٹھا تو تھوڑی دیر کے بعد اندیشہ جاتا رہا۔ میرے ساتھ ایک شخص بطور رہنما کے تھا۔ تھوڑی دور آگے چلکر دو ایرانی زائرین بھی مل گئے وہ بھی اسی قافلہ کے رکن تھے مگر ذرا پہلے روانہ ہوگئے تھے۔ اب چارون گدھون نے ساتھ چلنا شروع کیا۔ اور تھوڑی ہی دیر مین مین نے محسوس کیا کہ مجھ کو اب کسی قسم کا خطرہ نہین ہے البتہ راستہ مین پتھرون اور اونٹ کی ہڈیون سے جب وہ ٹھوکر لیتا تھا تو مجھے خیال ہوتا کہ کہین گر نہ جائے۔ مغرب کا وقت آیا تو ہم لوگون نے ایک مقام پر جہان قہوہ خانہ بنا ہوا تھا ٹھہر کر نماز ادا کی۔ ابتدا مین تو ہم سب لوگ لبیک پڑھنے مین زیادہ مشغول رہے اور معمولی تعارف کے سوا کوئی بات چیت نہوئی۔ نماز مغرب کے بعد کچھ کچھ بات چیت ہونے لگی۔

دونون ایرانی قافلہ کے تاجر اور ایران کے اُس حصہ ملک کے باشندے تھے جو دراصل عراق عرب کا کبھی ایک جزو تھا اور اس وجہ سے فارسی عربی دونون زبانین بولتے تھے۔ ان کے ملک مین ریل اور پختہ سڑکین نہین ہین اس لیے گدھے اور اونٹ کا وہان بھی رواج ہے اور یہ لوگ گدھے کی سواری کے عادی تھے۔ رات اندھیری تھی اس لیے مغرب کے تھوڑی ہی دیر بعد سے راستہ دکھائی دینا موقوف ہوگیا اور اب مین تمام تر گدھے کے رحم و کرم پر تھا۔ مگر تھوڑی ہی دیر کے تجربہ سے ظاہر ہوگیا کہ یہ گدھے اس راستے پر چلنے کے عادی ہین اور کوئی اندیشے کی بات نہین میرے ساتھیون کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ انھون نے کرایہ کچھ زائد ہی دیا ہے مگر میرا گدھا نسبتہً تیز تھا اور عموماً آگے ہی رہتا تھا۔ بائیسکل پر چڑھنے والے کو گدھے کی سواری آسان ہوگی کیونکہ اسمین بھی جسم کا توازن قایم رہنا چاہیے۔

جدہ اور مکہ کے درمیان اگرچہ پختہ سڑک نہین ہے مگر کثرت آمد و رفت کی وجہ سے ریت پس کر ہموار ہوگئی ہے اور سوائے اسکے کہ جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے پتھر یا اونٹون کی ہڈیان پڑی ہوئی ہین۔ راستہ کی صورت بالکل سڑک ہی کی سی ہوگئی ہے۔ راستہ کے دونون جانب تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے بدوؤن کے جھونپڑے ملتے ہین۔ جہان قہوہ چائے اور پانی ملجاتا ہے اور راستہ اتنا پُرامن ہے کہ ایک دو آدمیون کو بھی کسی قسم کا خوف نہین ہوسکتا۔ ایک گھنٹہ کے بعد ہم پھر رُکے۔ میرے ساتھیون نے توعشا کی نماز بھی پڑھ لی مگر مین صرف چاء اور تمباکو نوشی مین مصروف رہا۔ راستہ مین میرے ساتھی تو دو ایک دفعہ گرے بھی

گرمین بچا رہا۔ چونکہ وہ گدھے کی سواری کے عادی تھے اس لیے گرے تو چوٹ ذرا بھی نہ لگی۔ تقریباً دس بجے رات کو بحرے پہونچے رات کا وقت تھا اس لیے اس مقام کو مین دیکھ نہین سکا صرف بازار سا نظر آیا۔ ایک قہوہ خانے مین ہم لوگ اُترے۔ خرجیون سے سامان اُتار کر ایک کونے پر رکھدیا گیا اور مین وضو کر کے نماز مین مصروف ہوا۔ میرے ساتھیون نے فوراً حقہ بھروایا اور کھانا لانے کی ہدایت کی۔ نماز سے فارغ ہو کر ہم تینون آدمی کھانا کھانے بیٹھے تو تازہ تازہ خمیری روٹیان اور تلے ہوے انڈے کھانے مین آئے۔ اُس کے بعد خربوزہ اور تربوز مین اپنی خرابی صحت کی وجہ سے ہندوستان مین بھی تربوز بہت کم کھاتا ہون۔ اور کھانے کے بعد تو تمام عمر نہین کھایا تھا۔ مگر ان صاحبون کے اصرار سے مجبور ہو گیا اور غالباً یہ یہان کی آب و ہوا کی برکت ہے کہ کچھ تکلیف نہین ہوئی۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم لوگ اپنے اپنے کونے پر سو رہے۔ سو رہے تھے کہ گدھے والے نے آکر جگایا اور جلدی جلدی سامان خرجیون مین رکھ کر اور قہوہ والے کا حساب چکا کر ہم لوگ رخصت ہوے۔ قہوہ والے کا حساب تو بیرے دوستون نے طے کیا۔ مجھے ۲۵ قرش (تقریباً بارہ) دینا پڑے۔ اس وقت ٹھنڈک تھی اور چونکہ جسم پر احرام کے سوا کچھ نہ تھا اور سر بھی برہنہ تھا اس لیے مجھے اتنی سردی معلوم ہوئی کہ مین کانپ رہا تھا۔ مین نے روزہ کی نیت کر لی تھی اس لیے تمباکو کے ذریعہ بھی جسم کو گرمانا ممکن نہ تھا۔ گدھا اتنی دیر آرام کرنے کے بعد تازہ دم ہو گیا تھا اور تیزی سے بھاگ رہا تھا۔ اندھیرے مین ٹھیک طور پر کچھ معلوم نہین ہو سکا۔ لیکن غالباً تھوڑی ہی دیر مین کسی قدر اُتار پڑا اور ایک سمت کو راستہ مڑا۔ گدھا تیزی سے جو مڑا تو مین ٹھٹکا کھا کر گر پڑا اور گرا تو ایسی جگہ جہان کچھ پتھر پڑے ہوے تھے۔ کہنی چھل گئی اور پاؤن مین خفیف سی چوٹ آئی۔ سب لوگ رُک گئے اور مین گدھے والے کی امداد سے پھر اپنا بستر وغیرہ گدھے پر رکھ کر سوار ہوا۔ چوٹ تو کافی آئی مگر اس واقعہ کی بدولت سردی کا اثر بھی زائل ہو گیا۔ جدہ سے چلے تو ہم صرف چار آدمی تھے مگر بحرے سے ایک شخص اور ساتھ ہو لیا۔ یہان پہونچکر وہ گدھا چھوڑ کر چلا گیا اور کوئی گدھا آگے آگے چلنے لگا۔ چونکہ اُس پر بوجھ نہ تھا اس لیے وہ سب سے تیزی کے ساتھ چلتا تھا اور اُسی کے پیچھے پیچھے ہمارے گدھے چلتے تھے۔ گویا وہ ہماری رہنمائی کر رہا تھا۔ کچھ دیر چلنے کے بعد گدھے والے نے کہا کہ ہم راستہ بھٹک سا گئے ہین جس کے بعد تلاش راہ مین بہت وقت ضایع ہوا۔ کیونکہ اس صورت سے رفتار کم کرنا پڑی۔ وہ خود پیادہ پا چلنے لگا۔ تھوڑی دور ایک طرف جاتا تھا پھر زمین پر چوپایون کی طرح لیٹ کر زمین سونگھتا اور اس طرح گویا راہ کا پتہ

چلاتا تھا۔ بہت دیر کے بعد راستہ ملا۔ اس تلاش نے وقت بھی بہت لیا۔ اور گدھوں کو بھی بہت تھکا دیا۔ گدھے والے کے قبضہ مین اب دو گدھے تھے کبھی وہ ایک پر سوار ہوتا اور کبھی دوسرے پر اور جب ہمارے گدھے ذرا رُکتے تو اپنے لمبے بید سے اُن کو مارتا چلتا۔ فجر کے وقت ایک قہوہ خانے مین قیام کیا۔ یہ ذرا بڑی جگہ معلوم ہوتی تھی کیونکہ کئی جھوپڑے بنے ہوے تھے اور ایک جانب چھوٹی سی مسجد بھی نظر آئی۔ قضاے حاجت کے بعد نماز ادا کی اور پھر سوار ہوے۔ رفتہ رفتہ آفتاب بھی نکل آیا بلکہ دھوپ کی تمازت اب تکلیف دینے لگی۔ اور خستگی و ماندگی کا جو عالم تھا وہ تو بیان ہی نہین کیا جا سکتا۔ بہر حال خدا خدا کر کے مکہ معظمہ کی پہاڑیان دکھائی دینے لگین۔ مکہ معظمہ کے قریب راستہ پہاڑیون مین سے بل کھاتا ہوا گذرا ہے جابجا اونچے ٹیلون پر توپین لگانے کے دھس بنے ہوے ہین جو حکومت ترکی نے اس غرض سے بنا دیے تھے کہ اگر کوئی حملہ آور ہو تو مدافعت مین آسانی ہو اور اس مین ذرا شک نہین کہ چند صد یا زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سپاہی اس راستے سے گذرنے والی بڑی سی بڑی فوج کو بخوبی روک سکین گے۔ اگر اُن کے پاس ساز و سامان جنگ وافر ہو۔ یہ پہاڑیان گویا بلد الامین کی قدرتی محافظ ہین۔ جدہ سے کہ معظمہ تک جو ٹیلیفون لگا ہوا ہے اُس کے کھمبے اب بار بار سامنے آتے تھے اور اس سبب سے ہر موڑ پر خیال ہوتا تھا کہ شاید اب منزل مقصود پر پہونچ جائین گے۔ بالآخر کچھ ٹوٹی پھوٹی عمارتین نظر آئین۔ گدھے والے نے بتایا کہ ترکی زمانہ مین یہان کچھ فوج رہتی تھی۔ اب تو عمارت بھی بہت کچھ منہدم ہو گئی ہے۔ اس مقام سے کچھ پہلے ہی سے بڑی لڑکے حج قبول کہہ کر بھیک مانگتے ملے تھے جو اس بات کی علامت تھی کہ اب مکہ معظمہ زیادہ دور نہین ہو سکتا۔ صبح راستہ مین ایک عورت ایک سمت سے دوڑتی ہوئی ہم لوگون کی طرف آئی اور منت کہنے لگی کہ میرے گھر مین آگ جلانے کا کوئی بندوبست نہین دیا سلائی ہو تو دیدو۔ اُس کے ہاتھ مین ایک خالی ڈبیا تھی جسمین کوئی دیا سلائی نہ تھی اپنے ایرانی ساتھی کے بتانے پر مین نے اُس کو اپنی دیا سلائی کی ڈبیہ پھینک کر دیدی تھی اُس وقت بھی یہ خیال گذرا تھا کہ منزل قریب آگئی ہے۔ اُس کے بعد مسلسل کئی گھنٹہ تک چلنا پڑا۔ اس بنا پر بدوی لڑکون کو دیکھکر اور گدھے والے کے بوثوق کہنے پر پوری طرح یقین نہ آتا تھا۔ تھوڑی دیر اور چلنے کے بعد ایک بڑی عمارت نظر پڑی معلوم ہوا کہ یہ بھی ترکی فوجون کی قیام گاہ ہے اور اب خسا کر حکومت ہاشمیہ اسی مین رہتے ہین۔ یہین سے مکہ معظمہ کی ابتدا سمجھنا چاہیے۔ آٹھ بجے کے قریب وقت ہو گیا تھا۔ دھوپ اس قدر تیز تھی کہ کم سے کم میرا تو بھیجا پگھلا جاتا تھا۔ اس لیے یہ معلوم کر کے کہ اب چند ہی منٹ کے اندر ہم مکہ معظمہ پہونچ جائین گے

بہت مسرت ہوئی۔ چنانچہ کچھ دور آگے بڑھے تو داہنے جانب ایک سلسلہ عمارتون اور جھوپڑیون کا نظر آیا۔ جن مین متعدد قہوہ خانے بھی تھے۔ اور پندرہ منٹ کے اندر ہم شہر کے حدود مین داخل ہوگئے۔ اب دورویہ عمارات کا سلسلہ شروع ہوگیا اور بازار نظر آنے لگا۔ مین نے تمازت آفتاب سے بچنے کی غرض سے شرقی جانب کی عمارات کے سایہ مین چلنا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد ایرانی ساتھیون کے جدا ہونیکا وقت آیا کیونکہ ان کے معلم کا مکان دوسرے محلہ مین تھا۔ چنانچہ گدھے والا ہم لوگون کو روک کر ایک گلی مین چلا گیا اور وہان سے ایک اور شخص کو بلا لایا جس کی رہبری مین جلد ملاقات ہونے کی امید ظاہر کرکے ایک شب کی رفاقت پر اظہار مسرت کرتے ہوئے وہ لوگ ایک راستہ کی طرف چلے گئے اور گدھے والے کی معیت مین مین آگے بڑھتا تا آنکہ حرم شریف کے پاس پہونچ گیا اور دور ہی سے حرم محترم کے در و دیوار صحن و عمارات کو کمال عظمت و اشتیاق سے دیکھتا اور دل ہی دل مین دعائین مانگتا ہوا محلہ جیاد پہونچ گیا جہان ہمارے خاندان کے مطوف عبدالقادر سکنہ کا مکان ہے۔ الحمد للہ علی احسانہ (ظفر الملک)

نظرے خوش گذرے

بحمداللہ کہ نومبر و دسمبر کا یہ مشترکہ نمبر اسی سال کے آخری دن شایع ہو رہا ہے اس کے بعد انشاءاللہ ہر چہ ماہ بماہ شایع کیا جا سکے گا بلکہ کوشش ہوگی کہ سابق کی طرح وسط ماہ مین یا اس سے قبل تیار ہو جائے۔ اگست نمبر مین مضامین کی قلت کا جو شکوہ کیا گیا تھا وہ بھی احباب کی توجہ و عنایت سے اب باقی نہین۔ اور یقین ہے کہ الناظر آئندہ سال ظاہری و معنوی دونون حیثیتون مین ترقی کرے گا۔ جہان تک میرا تعلق ہے مین اب سب طرف سے یکسوئی حاصل کرکے ہمہ تن الناظر اور اُس کے متعلقہ کاروبار ہی کی خدمت مین مصروف ہون اور کاروبار کے دیگر شعبہ جات سے زیادہ الناظر پر توجہ صرف کرنا چاہتا ہون۔

الناظر کی اشاعت پہلے بھی کبھی اتنی نہین ہوئی کہ اُس کی مالی حالت قابل اطمینان کہی جا سکتی۔ بیسری اسیری کے بعد سے تو رفتہ رفتہ اس قدر کم ہوگئی ہے کہ شاید ہی کوئی دوسرا شخص اتنی کم اشاعت کی حالت مین رسالہ کو جاری رکھنا پسند کرتا۔ مگر مین اس کے باوجود بھی اپنے سوا اور کسی کو اس بارہ مین مورد الزام نہین سمجھتا۔ اس لیے نہ دوستون سے شکایت کرنا چاہتا ہون نہ پبلک کی بدمذاقی کا دکھڑا رو سکتا ہون بلکہ الناظر کو ہر حیثیت سے کامیاب بنانے کے لیے جن وسائل کی ضرورت ہے اُن کی فراہمی کے لیے حتی المقدور ساعی ہون

اور جانتا ہون کہ یہی میرا اصلی فریضہ ہے۔

الناظر کے متعلق مین اکثر اُن احباب سے مشورہ کرتا رہتا ہون جن سے سلسلۂ مکاتبت جاری ہے لیکن مین بہت شکر گذار ہون گا اگر ایسے ناظرین الناظر جن کے دل مین الناظر کے متعلق کوئی خاص خیال ہو مجھے اپنی راے سے مطلع فرماتے رہین۔ کم سے کم جو نقائص معلوم ہوتے ہون اُن کی اطلاع دینے سے بہت فائدہ ہوگا۔

علی گڈھ کالج (مسلم یونیورسٹی) کے طلبا کا میگزین "اُردو کا پُرانا اور مشہور رسالہ ہے جو اب چند سال سے باقاعدگی کے ساتھ شایع ہوتا اور مضامین کے لحاظ سے نہایت پسندیدہ ہو گیا ہے۔ اس کا تازہ نمبر تیار ہو کر چند اشخاص تک پہونچا تھا کہ اس کی اشاعت خداوندان یونیورسٹی کی طرف سے روک دی گئی۔ جہانتک ہمین معلوم ہوا ہے اس پرچہ مین کوئی سیاسی بم ملفوف نہ تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ تہذیب جدید کے دلدادگان کے درمیان جو معاشرت روز بروز مروج ہوتی جاتی ہے اُس کے خلاف یونیورسٹی کے اُردو پروفیسر مسٹر رشید احمد صدیقی کا قلمی جہاد بعض اصحاب اقتدار کے اعتدال مزاجی کو فنا کر دینے کا سبب بن گیا۔ اللہ۔ اللہ۔ ایک طرف تو یہ آزادی و آزادانہ روی ہے کہ خدا و رسول کے احکام کی تابعیت اور قوم و ملک کے رسم و رواج کی پابندی گویا مذہب تہذیب علی گڈھ مین بمنزلہ کفر و شرک کے ہے اور دوسری طرف یہ استبداد و ظلم کہ ذرا سی خلاف مزاج بات برداشت نہین ہو سکتی اور پھر توقع یہ کی جاتی ہے کہ ایک طرف مسلمان ہماری عزت کرین ہمین مخدوم قوم جانین اور ہمارے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرین اور دوسری طرف انگریز ہماری قدر کرین۔ ہمین اپنے برابر سمجھین اور ہماری عزت و توقیر کرین۔

احباب علی گڈھ ذرا غور و تامل سے کام لیتے تو اس قسم کی مضحکہ انگیز اور بدنام کنندۂ عقل عقلیت اُن سے سرزد نہوتی۔ وہ جس طرز معاشرت کو پسند کرتے ہین آزاد پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ اُس پر عمل پیرا ہون اور ہم سمجھتے ہین کہ باوجود ان کی رائے سے اختلاف رکھنے کے تمام صائب الرا اصحاب اُن کی عزت کرین گے لیکن یہ کیا پست ہمتی ہے کہ دوسرے جو آپ کی رائے کے مخالف ہین اور آپ کی معاشرت کو ناپسند کرتے ہین آپ اُن کے زبان و قلم کے اختلاف کو بھی برداشت نہین کر سکتے۔ سرسید احمد خان مرحوم بانی کالج کی سوانح عمری مولانا حالی مرحوم کے زندہ جاوید قلم کی لکھی ہوئی کالج کے کتب خانے اور بکڈپو مین موجود ہے اور اگر آپ نے اُدھر مین ہونے کی وجہ سے ابتک نہین پڑھی ہے تو اب اپنے اور اپنی آنے والی نسلون پر رحم فرما کر اُسے ملاحظہ فرمایئے تاکہ آئندہ اس قسم کی تنگ ظرفی اور بزدلی کی باتین آپ سے سرزد نہون۔

(ظفر الملک)

امیر مینائی مرحوم

امیر اللغات ۲ جلد عہ
صنمخانۂ عشق عہ
مراۃ الغیب عہ
محامد خاتم النبیین ۸
مینائے سخن عہ

منشی سجاد حسین مرحوم

احمق الذی ۸
حاجی بغلول ۸
میٹھی چھری ۶
پیاری دنیا ۸
کایا پلٹ ۸
طلسمی فانوس عہ

پنڈت رتن ناتھ سرشار

فسانۂ آزاد ۴ جلد
سیر کہسار
خدائی فوجدار عہ
جام سرشار عہ
الف لیلہ بطرز نادل عہ

منشی جوالا پرشاد برق

سرنالنی ۱۲
مارآستین ۱۲
تبکالی دلھن ۱۲
پرتاب ۱۲
مشوقۂ فرنگ ۱۲

مولانا عبد الحلیم شرر

قیس ولیلیٰ عہ
ایام عرب ۲ جلد عہ
فتح اندلس عہ
ماہ ملک عہ
حسن کا ڈاکو عہ
دربار حرام پور ۲ جلد ۱۰
مفتوح فاتح عہ
طاہرہ عہ
لعبت چین عہ
عزیزۂ مصر عہ
غیب داں دلھن عہ
فردوس بریں ۸
فلپاتا عہ
رومۃ الکبریٰ عہ
الفانسو ۱۲
شہید وفا ۸
حسن انجلینا ۱۲
ملک العزیز ورجینا ۱۲
آغا صادق کی شادی ۱۰
افسانۂ قیس ۳
حسن بن صباح ۶
تاریخ بغداد ۴
جنید بغدادی عہ
ابوبکر شبلی عہ
ولادت سرور عالم ۸
صلعم میں اسلام ۱۴
درگیش تندنی ۱۰

مرزا داغ مرحوم

آفتاب داغ عہ
مہتاب داغ
یادگار داغ ۸
انتخاب داغ عہ
فریاد داغ ۴

مولوی شریف الدین احمد ملوی

دار الحکومت دہلی ۴ جلد ۱۶
تاریخ نجیا پور ۴ جلد عہ
حرز اطفلان عہ
نشاط عمر عہ
عصائے پیری عہ
شمع ہدایت ۱۲
لخت جگر ۲ جلد ۳۰
حسن معاشرت عہ
اقبال دلھن عہ

نیاز فتحپوری

گہوارۂ تمدن عہ
ترجمہ گیتا جلی عہ
کیونڈائیڈ سائکس ۸

سیماب اکبر آبادی

خدیجۃ الکبریٰ عہ
بنت الرسول ۵
سید الحسین عہ

حکیم محمد علی خاں مرحوم

المظاہر عہ
حسن سرور کامل ہے
عبرت کامل عہ
رام پیاری کامل عہ
دیول دیوی عہ
گورا عہ
جعفر عباسہ عہ
اختر و حسینہ کامل عہ

منشی علی حیدر قدائی حمد سوق

ترانۂ شوق عہ
قاسم وزینب ۸
میکمرن در لکھنؤ ۲

جوش ملیح آبادی

شبیر حسین ملیح آباد
روح ادب عہ
مقالات برین ۱۱
آوازۂ حق ۸
اوراق سحر ۵
جذبات فطرت ۳

منشی تیرتھ رام

فسانۂ دلکشا ۲ جلد عہ
وطن پرست عہ

منزل مقصود عہ
ازدواج الانبیا عہ
انسانی قربانیاں ۸

جلال لکھنوی مرحوم

مضمون نامی دلکش عہ
نظم نگارین عہ
سرمایۂ زبان اردو عہ
رسالۂ کبر و نخوت ۸
افادۂ تاریخ ۸
فوائد المنتخب عہ

خواجہ عشرت لکھنوی

لغات اردو عہ
اصول اردو ۶
جان اردو ۶
قواعد میر ۶
شاعری کی پہلی کتاب ۸
شاعری کی دوسری کتاب ۸
شاعری کی تیسری کتاب ۸
اصلاح زبان اردو ۸
گلدستۂ ظرافت ۶
زباندانی ۶

مفتی مرزا پوری

مرقع ادب عہ
بزم خیال عہ
مشاطۂ سخن عہ

مولوی محمد حسین محجوبی

ازواج الانبیا عہ
انسانی قربانیاں ۸

حکیم احمد حسین الہ آبادی

ترجمۂ تاریخ ابن خلدون ۷ جلد اول عہ
" دوم عہ
" سوم عہ
" چہارم عہ
" پنجم عہ
" ششم عہ
" ہفتم عہ
" ہشتم عہ
" جلد نہم زیر طبع ہے
" دہم عہ
" یازدہم عہ
سلطان صلاح الدین عہ

مولوی سعید احمد رسا

آثار کبریٰ عہ
حیات صالح ۶
حیات خسرو عہ
امرائے ہنود عہ

مولوی سید ممتاز علی

تذکرۃ الانبیا عہ
شیخ حسن ۱۲

منشی نوازش علی خاں

سفرنامۂ ابن بطوطہ عہ
نسطنطنیہ عہ
ڈیوٹی عہ

جسٹس محمود مرحوم

کتاب الطلاق ۶
کتاب الشفعہ ۶
شرح قانون شہادت ۸

مولوی عزیز مرزا بی اے

حیات عزیز ۶
وکرم اُروسی ۸

خواجہ غلام الثقلین مرحوم

روزنامچہ سیاحت ۶
فلسفیانہ لکچر اسلام ۴

منشی محمد لطیف مرحوم

اکبر ۴
اورنگ زیب ۴
لارڈ کلایو ۴
رنجیت سنگھ ۴

مسٹر ظفر عمر بی اے

نیلی چھتری ۴
بہرام کی گرفتاری ۸
چوروں کا کلب ۸

پروفیسر فرزند الدین مراد

تحقیقات سائنس ۸
خوشنما بہ عشق ۸
حکایات شرلاک ہومز ۶

مولوی محمد علی ایم اے

سیرۃ خیر البشر ۶
النبوت فی الاسلام ۴
جمع قرآن ۸

پروفیسر نواب علی ایم اے

تذکرۃ المطیف ۶
معارج الدین ۱۲
صحف سماوی ۳
شمع سخن ۱۰

مفتی انوار الحق ایم اے

تذکرۃ الحبیب ۸
حقایق اسلام ۶
اثبات واجب الوجود ۸
تاریخ ابوالبشر ۸
قوت خیال ۶

پروفیسر الیاس برنی ایم اے

اسرار حق ۳
معارف ملت ۲
مناظر قدرت ۸
جذبات فطرت ۲
علم فہم بیشت ۸

سید ہاشمی فرید آبادی

مشاہیر یونان و روم ۲ جلد ۸
تاریخ یونان قدیم ۶

مرزا محمد ہادی بی اے

امراؤ جان ادا ۱۲
شریف زادہ ۱۰
خونی عاشق ۴
خونی مصور ۸
خونی شہزادہ ۸
مثنوی امید و بیم ۴

ڈاکٹر اقبال ایم اے

ملت بیضا ۵
تکمل توانہ ۲
شکوہ ۲
جواب شکوہ ۴
نالہ یتیم ۲
فریاد امت ۳
بلال ۱
اکبری اقبال ۳
شمع و شاعر ۲
خضر راہ ۴

مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر

معرکۂ مذہب و سائنس ۸
خیابان فارس جلد اول ۱۲
ڈراما جنگ دمشق و جاپان ۸
جنگل میں منگل ۶
فلسفہ ابن سینا ۴
معاشرت ۱۰
اپریل فول ۸

منشی احمد علی بی اے

تاریخ تمدن ۲ جلد ۱۲
شباب لکھنؤ ۸

مولوی عبدالماجد اے

فلسفہ جذبات ۶
پیام امن ۴
تاریخ اخلاق ۲ جلد ۱۲
مکالمات برکلے ۸
زود پشیمان ۸

خواجہ عبدالقدوس بی اے

مشاہیر اسلام ۱۲
دمشق ۳
بغداد ۶
صدیق اکبرؓ ۱۲
مترجم ترجمہ دیوان حافظ ۸

مسٹر سجاد حیدر بی اے

خیالستان للعہ ۸
زہرا ۱۳
ثالث بالخیر ۸

مسٹر انیس احمد سی عباسی

زلیخا ۸
نازنین آرمینیا ۴
ہاجرہ کی کامیابی ۸
احمد کیتھرینیا ۸

خواجہ حسن نظامی

سیپارۂ دل
روزنامہ ممالک اسلامیہ
میلاد نامہ
یزید نامہ
محفل نامہ گیارھویں
کرشن جیون
کم ٹو موت
بیوی کی تعلیم
آمالیق خطوط نویسی
خطوط حسن نظامی
جگ بیتی کہانیاں
فاطمی
چٹکیاں اور گدگدی
بیوی کی تربیت
محرم نامہ

مولوی عبدالحق بی اے

قواعد اردو ۶
انتخاب کلام میر ۶

مولوی معشوق حسین خاں بی اے

بجلی کے کرشمے ۴
محاربات صلیبی ۸

مولوی سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم ۱۲
حیات امام مالک ۸
خلافت اور ہندوستان ۸
بہادر خواتین اسلام ۴
اہل السنۃ والجماعت ۸

پروفیسر عبدالباری ندوی

مبادی علم انسانی ۸
برکلے کا فلسفہ ۸
مذہب و عقلیات ۶

مولوی عبدالرشید

صبح زندگی
شام زندگی
شب زندگی ۲ جلد
نوحہ زندگی
منازل الـ
الزہراء
عروس کربلا
جوہر قدامہ
باسمین شام
موؤدہ

مولوی محمد حلیم انصاری

تمدن اسلام ۲ جلد للعہ ۱۲
اسلام و النصرانیۃ ۱۲
اسلام و ترکوں کا کارنامہ ۱۲
جواہر قرآنی ۸
فتح اندلس ۶
فلاح دارین ۸
بچے کی تندرستی ۱۲